حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین (رواہ مسلم)
جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فہم عطا کر دیتا ہے۔

عمدۃ الفقہ

کتاب الصلاۃ

مؤلف

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

سن طباعت: جنوری ۲۰۰۸ء

تعداد: گیارہ سو

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے، ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی۔ فون ۶۶۸۴۷۹۰۔۰۲۱

فہرست مضامین

تقریظ حضرت العلامہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا الحاج سید محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ العالی و دامت برکاتہم المتعالی صدر و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی

المدرسۃ العربیۃ الاسلامیۃ

کراتشی رقم (۵) باکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:

علوم اسلامیہ دینیہ شرعیہ میں جو منزلت "فقہ" کو حاصل ہے وہ کسی علم کو حاصل نہیں فقہ درحقیقت قرآن وحدیث ودین اسلام کا وہ اعلیٰ ترین حصہ ہے جس کا تعلق انسان کی اس زندگی سے ہے جس کے ذریعہ نجات کی توقع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے فقہ کی اعلیٰ ترین تعریف وہی ہے جو حضرت امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمائی ہے "الفقہ معرفۃ النفس مالہا وعلیہا" اس تعریف سے فقہ کی حقیقت اور اس کی اہمیت ظاہر ہوجاتی ہے۔

بہرحال فقہ ہی وہ علم ہے کہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بھی اسی کی قدر ہے اور بندوں کو بھی اسی کی ضرورت دنیا میں فقہی علم دین ہی جس کی ضرورت ہر وقت پڑتی رہتی ہے "فقیہ" ہی عالم دین ہے۔ عربی زبان میں تو اس علم کے اتنے ذخائر جمع ہوگئے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے لیکن اردو زبان کا دامن ابھی ان جواہرات وخزانوں سے خالی ہے اگرچہ فتاویٰ کے موضوع پر بہت کچھ ذخیرہ آگیا ہے پھر بھی موضوع تشنہ تھا مستقل چند کتابیں بھی لکھی گئی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے فقہی مسائل وجزئیات کا حق ادا نہیں ہوا۔ ان دنوں حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی کتاب "عمدۃ الفقہ" نظر سے گذری دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موصوف نے جزئیات ومسائل کا اتنا استقصاء فرمایا ہے کہ عربی کی کسی ایک کتاب میں اتنا ذخیرہ بمشکل نظر آئے گا اور نہایت عمدہ شگفتہ سلیس اردو زبان میں اتنا ذخیرہ جمع کرنا اسی کتاب کی خصوصیت ہے۔ مختلف مقامات کے مطالعہ کا اتفاق ہوا الحمد للہ ہر حیثیت سے کتاب انتہائی قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ مؤلف محترم کی خدمت کو قبول فرمائے اور امت محمدیہ کے عوام کو اس سے عظیم فائدہ پہنچائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں خلعت قبول سے سرفرازی مؤلف اور مؤلَّف دونوں کو ہو۔ آمین۔

(مولانا) محمد یوسف بنوری عفی عنہ

۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

تقریظ عالم نبیل فاضل جلیل حضرت مولانا منتخب الحق صاحب مدظلہ العالی صدر شعبۂ اسلامیات، کراچی یونیورسٹی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے "عمدۃ الفقہ" تالیف جامع طریقت و شریعت حضرت مولانا سید زوار حسین صاحب قبلہ مجددی مدظلہ العالی کے مسودے کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کتاب کی فہرست میں نے بغور پڑھی۔ اور اصل کتاب کے مسودے کا مختلف مقامات سے بنظر غائر مطالعہ کیا۔

اس میں شک نہیں کہ اردو زبان میں فقہ و فتاوی کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں ہیں اور علمائے ربانی نے دین کی اہم ترین خدمت کو انجام دینے میں اپنی مساعی جمیلہ کے غیر فانی آثار چھوڑے ہیں۔ لیکن ضرورت ایک ایسی سلیس اور جامع کتاب کی باقی تھی جو فقہی ابواب سے متعلق تمام ضروری گوشوں پر حاوی ہو اور اپنی زبان و بیان کے اعتبار سے اتنی سلیس ہو کہ استاد کے بغیر ہر سمجھدار اردو خواں اس سے مستفید ہو سکے۔ نیز مسائل کے بیان کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ طریقت حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا اور حضرت محترم نے غایت استقصا اور حسن ترتیب کے ساتھ اس کو مرتب فرمایا۔ اور بعض ایسے ضروری امور جو اردو اور عربی کی عام فقہی کتابوں میں موجود نہیں ہیں ان کا اضافہ فرمایا۔ مثلاً (۱) تجوید قرآن سے متعلق مسائل و احکام کو بہت عمدگی اور جامعیت کے ساتھ مرتب فرمایا ہے —— (۲) امامت و اقتدائے نماز کے مسائل کے بیان میں بڑی دقتِ نظری سے کام لیا ہے —— (۳) مفسداتِ صلوٰۃ کے بیان کے لئے ایسی نفیس ترتیب اختیار فرمائی جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے —— (۴) نماز کے فرائض واجبات اور مستحبات کا بیان تقریباً ہر کتاب میں ہے لیکن اس کتاب میں ایسی ذہن نشین ترتیب اور مسائل متعلقہ کی ایسی تفصیل اختیار کی گئی ہے جس سے اور کتابیں خالی ہیں —— (۵) صلوٰۃ خوف کا بیان عموماً فقہ کی کتابوں میں مغلق ہے لیکن اس کتاب نے اس اغلاق کو دور کر کے اس کو ہر ایک کے لئے سمجھنا آسان کر دیا —— (۶) قنوتِ نازلہ اور اس کے متعلق احکام مسائل سے عموماً کتب فقہیہ خالی ہیں۔ اور اس کتاب میں اس کا مفصل بیان ہے —— (۷) نفلی نمازوں سے متعلق اتنا مفصل اور سیر حاصل بیان بھی اس کتاب کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس گھر میں موجود ہو اس گھر میں ایک مفتی موجود ہے۔ حق تعالیٰ عز اسمہ اس کتاب کو نافع خلائق بنائے اور امت کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مولانا) منتخب الحق

۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

الحمد لله الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين سيدنا ومولانا محمدن المصطفٰى واحمدن المجتبٰى (صلے الله عليه واٰله وسلم) وعلٰى اٰله الطاهرين واصحابه الطاهرين وائمة المجتهدين وتابعيهم باحسان الى يوم الدين رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنٰت تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدا۔ امابعد یہ ابجد خواں علوم شریعت و خوشہ چین احکام کتاب و سنّت احقر الانام خاکسار ذرہ بیمقدار زوار حسین عفا اللہ عنہ وغفرلہ ولوالدیہ عرض گذار مدعا ہے کہ خاکسار مؤلف کی کتاب عمدۃ الفقہ حصہ اول گذشتہ سال ادارہ مجددیہ نے طبع کرا کر شائع فرمائی اور ناظرین کے مطالعہ سے گذر چکی ہے۔ عوام و خواص نے اس کو زمانۂ حاضرہ کی اہم ضروریات کا حامل، عام فہم اور جزئیات مسائل کی نہایت جامع اور زبان و طرز بیان کے اعتبار سے سلیس و واضح و نافع پایا اور صحت مسائل کے اعتبار سے بھی نہایت تسلی بخش پایا جیسا کہ بعض حضرات نے اس کے متعلق اطمینان بخش خیالات کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اب اس کتاب کا حصہ دوم ادارۂ مذکور کی محنت و ہمت سے نہایت پاکیزہ خط، عمدہ و سفید کاغذ پر زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہے۔

اس حصہ میں نماز کے متعلق مسائل کا مکمل و جامع بیان ہے، ایمان و اہل سنت والجماعت کے مطابق عقائد کی تصحیح کے بعد ارکان اسلام میں سب سے اہم و اعظم رکن نماز ہے، قرآن مجید میں جا بجا اس کی ادائیگی کی تاکید اور اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے نماز کی تاکید و فضیلت اور جزئیات مسائل کا ذکر ہے اور تارکین پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے شروع میں ہی متقین کی تعریف و تعیین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۱) "ترجمہ یہ کتاب (قرآن مجید) ایسی ہے کہ جس میں کوئی شبہ نہیں، متقیوں (خدا سے ڈرنے والوں) کو ہدایت دینے والی ہے اور متقی لوگ وہ ہیں جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں (یعنی اس کو ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور اس کے شرائط و ارکان کو پورا پورا بجا لاتے ہیں) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں"۔ اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (البقرہ ع ۵)" ترجمہ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور عاجزی کرنیوالوں کے ساتھ عاجزی کرو" اسی رکوع میں کچھ آگے فرمایا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ (البقرہ ع ۵) ترجمہ "اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہو اُن پر کچھ دشوار بھی نہیں ہے۔" اور نماز کی حفاظت پر تاکید فرماتے ہوئے فرمایا: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ ع ۳۱) محافظت کرو (عموماً) سب نمازوں کی اور (خصوصاً) بیچ والی نماز (عصر) کی، اور نماز میں اللہ کے سامنے عاجزانہ ادب کے ساتھ کھڑے ہوا کرو" اور نماز میں سستی کرنے والوں اور وقت گذار کر پڑھنے والوں کو وعید فرمائی: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ (سورہ ماعون) "پس اُن لوگوں کیلئے ویل (جہنم کی سخت ترین وادی) کا عذاب ہے جو اپنی نماز سے بے خبر رہتے ہیں اور وقت گذار کر پڑھتے ہیں" اور تارکین کی وعید کے لئے فرمایا: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ الآیہ (مریم ع ۴) یعنی" ان کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا عنقریب انھیں جہنم کی وادی غیّ کے سخت طویل و شدید عذاب سے ملنا ہوگا" اسی طرح اور بھی بکثرت آیات ہیں اور احادیث میں تو نماز کے متعلق فضائل و مسائل و وعدو وعید کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور نماز کی اہمیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ پاک نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج مبارک میں اپنے خاص الخاص قرب میں بُلایا تو نماز فرض فرما کر شبِ اسراء میں اس خاص تحفہ سے تمام امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نوازا۔

چونکہ نماز اس قدر اہم و اعظم فریضہ اور رکنِ اسلام ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دین کا ستون فرمایا ہے اور فرمایا کہ جس نے اس کو گرایا اس نے دین کو گرایا، اس لئے فقہائے کرام نے نماز کے متعلق فقہی مسائل ابواب و عنوانات کے تحت مرتب فرما کر نہایت شرح و بسط سے کتب فقہ میں مدون فرمایا ہے اور عربی زبان میں فقہ کی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ عالم اسلام میں موجود ہے۔ دوسری زبانوں میں خصوصاً ہمارے ملک کی اردو زبان میں بھی حضرات علمائے کرام نے (شکر اللہ تعالیٰ سعیھم مشکوراً) ان مسائل کے متعلق کافی چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف و ترجمہ فرمائی ہیں۔ تاہم ضرورت تھی کہ اردو زبان میں ان مسائل کی کوئی جامع و واضح و عام فہم کتاب ہو جس سے طالبانِ علمِ دین اور مسلمانوں کا عام اردو دان طبقہ اس سے استفادہ کر سکے، اس لئے خاکسار مؤلف نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود کتاب عمدۃ الفقہ کی تالیف پر کمر ہمت باندھی اور پہلے حصے کی طباعت کے بعد جو کہ عقائد اور مسائلِ طہارت پر مشتمل ہے اب یہ دوسرا حصہ جو نماز کے مسائل پر مشتمل اور مفصل و جامع ہے طبع ہو کر آپ کے پیشِ نظر ہے۔

اس کتاب میں مسائل کی صحت کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، اگرچہ عمدۃ الفقہ کے پہلے اور دوسرے حصہ میں مسائل کے ساتھ اُن کتابوں کا حوالہ نہیں دیا جا سکا جن سے یہ مسائل لئے گئے ہیں کیونکہ شروع میں اس عاجز کو اس بات کا خیال نہیں تھا اور جب کتاب بہت کچھ لکھی جا چکی تھی تب بعض اکابر و احباب کے توجہ دلانے سے اس کمی کا احساس ہوا۔ اب انشاء اللہ العزیز تیسرے حصہ اور مابعد کے حصص میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ کتابوں کے حوالے بھی دیئے جائیں اور بتوفیقِ الٰہی جب ان دونوں حصوں پر جلدی ہی نظرثانی کے ساتھ طبع ثانی کا موقع ملا تو انشاء اللہ بمعہ حوالجات شائع کیا جائے گا۔ فی الحال یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ جملہ مسائل و جزئیات نہایت احتیاط کے ساتھ مستند و مفتیٰ بہ درج کئے گئے ہیں اور حسب ذیل کتابوں سے یہ مسائل اخذ کئے گئے ہیں:-

عالمگیری، شامی بمعہ درمختار، غایۃ الاوطار، مراقی الفلاح بمعہ حاشیہ طحطاوی، بحر الرائق، نور الایضاح محشی مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہ وغیرہ ان کے علاوہ دیگر کتب مروجہ عربی و اردو و فتاوی سے بھی تفہیم و تشریح کے لئے مدد لی گئی ہے۔ کتاب کی خصوصیات مطالعہ سے ہی نمایاں ہوسکیں گی بعض خصوصیات درج ذیل ہیں:-

(۱) ترتیب مسائل میں حتی الامکان فطری و نفسیاتی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۲) ذیلی عنوانات قائم کرکے متعلقہ مسائل کو یکجا کیا گیا ہے۔ (۳) ہر مسئلہ کی پوری پوری وضاحت جسقدر مستند طریق پر مل سکی اسی جگہ پر کردی گئی ہے۔ (۴) عبارتوں کے ابہام و اغلاق کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ (۵) بہت جگہ تعلیلات بھی مناسب انداز سے ساتھ ساتھ دی گئی ہیں تاکہ فقہی ذہن کی تربیت ہو (۶) ضعیف اقوال کو بعض جگہ اس لئے دیدیا ہے تاکہ صحیح و مفتی بہ قول کی اہمیت واضح ہوجائے۔ بعض جگہ صرف اس کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کی گئی ہے۔ (۷) تجوید القرآن کا مستقل بیان کافی تفصیل اور جامعیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے جبکہ دیگر کتبِ فقہ اس بیان سے خالی ہیں۔ (۸) قنوتِ نازلہ اور اس کے متعلق مسائل درج کئے ہیں ان سے بھی اکثر کتبِ فقہ خالی ہیں۔ (۹) فرائض و واجبات و سنن و مستحبات و مکروہات و مفسداتِ نماز کی تفصیلات و ترتیب میں کافی محنت کی گئی ہے۔ (۱۰) نماز کی پوری ترکیب جیسا کہ سلف سے متوارث ہے مفصل درج کی ہے تاکہ ہر شخص اپنی نماز کو اس کے مطابق صحیح کرسکے۔ (۱۱) شرائط امامت و شرائط اقتدا کو الگ الگ عنوانات و مسائل کے ساتھ مفصل درج کردیا ہے۔ (۱۲) نمازِ نوافل کی تفصیل اور جمعہ و عیدین و نمازِ خوف وغیرہ کے مسائل نہایت جامعیت اور وضاحت کے ساتھ درج کئے ہیں۔ (۱۳) کتاب الجنائز میں بعض تفصیلات نہایت واضح و باترتیب درج ہوئی ہیں جن سے ہر شخص میت کے غسل و کفن و دفن وغیرہ کا طریقہ اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرسکتا ہے اور بعض ایسے ضروری مسائل بھی درج ہوئے ہیں جو مختلف کتابوں میں متفرق طور پر بھی مشکل سے ملتے ہیں۔

غرضیکہ کتاب کو ہر لحاظ سے جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کی تالیف و ترتیب میں کافی جدوجہد صرف کی گئی ہے اس کے باوجود اپنی بے بضاعتی و کم علمی کا اقرار ہے۔ اتنی بڑی کتاب میں مجھ جیسے نااہل سے اغلاط کا سرزد ہوجانا ناگزیر ہے اور اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں اغلاط پائیں از راہِ کرم بعد تحقیق و مراجعتِ کتبِ فن اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے اور اگر ایسی غلطیاں ہوئیں جن کا اصلاح نامہ طبع اول کے لئے شائع کرنا ضروری ہوا تو وہ بھی کیا جاسکے گا، نیز دعائے خیر سے بھی یاد و شاد فرماتے رہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وعلیہ توکلت والیہ انیب۔ اللھم ثبت قلوبنا علی الایمان وتوفنا علی الاسلام وارزقنا شفاعۃ خیر الانام علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام وادخلنا بجاھہ صلے اللہ علیہ وسلم عندک دار السلام ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم واغفر لنا انک انت الغفور الرحیم۔ وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزِ محشر کہ جاں گداز بود — اولیں پرسشِ نماز بود

کتاب الصلوٰۃ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ٥

(اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی باجماعت نماز پڑھو)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ عَمَلِہٖ صَلٰوتُہٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ۔ الحدیث (الترمذی وحسنہ وابوداؤد وغیرہ)۔ (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے بیشک سب سے پہلے قیامت کے دن بندے کے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے اگر وہ درست ہوئی یعنی مقبول ہوئی تو نجات و کامیابی حاصل ہوئی اور اگر فاسد ہوئی یعنی غیر مقبول ہوئی یا ادا نہ کی ہوگی تو ثواب سے نا امید اور خسارہ میں رہا۔ (آخر حدیث تک) ترمذی ابوداؤد وغیرہ۔)

عقائد کی درستی کے بعد بدنی عبادتوں میں نماز سب سے افضل و عمدہ عبادت ہے۔ نماز فرضِ محکم اور اسلام کا رکنِ اعظم ہے اور یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کسی رسول علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی۔ نماز ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت آزاد و غلام پر فرضِ عین ہے اور وہ پانچ نمازیں اور نمازِ جمعہ ہے۔ نماز کا ترک حرام اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اس کی فرضیت کا منکر پکا کافر اور لائقِ قتل ہے۔ جو شخص نماز کے فرض ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن جان بوجھ کر سستی سے نماز چھوڑتا ہے تو اس کو قتل نہ کریں بلکہ اس وقت تک قید رکھیں کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے (بلکہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ و امام مالکؒ اور امام احمد حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک مسلمان بادشاہ کو اس کے قتل کا حکم ہے) اگر ایک وقت کی نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو فاسق ہے۔

نماز خالص بدنی عبادت ہے اس میں نیابت اختیار و اضطرار کسی حالت میں جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک شخص کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ زندگی میں نماز کے بدلے کچھ مال بطور فدیہ ادا کر دے البتہ اگر کچھ نمازیں رہ گئی ہیں اور اس دارِ فانی سے انتقال کرتے وقت وصیت کر گیا کہ اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے تو وارث اس کے ترکہ میں سے ادا کر دیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز قبول ہو جائے اور بے وصیت بھی وارث اس کی طرف سے دے دے تو قبول و عفو کی امید ہے۔ (بخلاف زکوٰۃ کے کہ وہ مالی عبادت ہے اور اس میں مطلقاً نیابت جاری ہو سکتی ہے خواہ اختیاری حالت ہو یا اضطراری اور بخلاف حج کے کہ وہ مالی اور بدنی عبادت سے مرکب ہے پس حج فرض میں حالتِ عجز و اضطرار میں، مالی مشقت کے پیشِ نظر

نیابت جاری ہو سکتی ہے اور بدنی مشقت کے پیشِ نظر حالتِ اختیار میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی اور حج نفل میں دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر حالت میں درست ہے۔ اور روزہ اگرچہ خالص بدنی عبادت ہے لیکن شرع شریف نے شیخ فانی کیلئے جبکہ اس کا عجز موت تک برقرار رہے مال سے فدیہ دینا اس کا نائب ٹھہرا دیا ہے۔ مزید تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

معراج المبارک سے پہلے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر دو نمازیں تھیں ایک آفتاب نکلنے سے پہلے اور دوسری آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یعنی صبح و عصر کی نمازیں بقولہ تعالیٰ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا۔ شبِ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں (شبِ معراج کا واقعہ مشہور ہے پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا بعد میں حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر کم ہوئیں یہاں تک کہ تخفیف کرتے کرتے پانچ نمازیں کر دی گئیں لیکن فرمان ہوا کہ باری تعالیٰ کا قول تبدیل نہیں ہوتا اس لئے پانچ نمازوں میں پچاس ہی کا ثواب ملے گا۔ اب ہر مومن پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور پچاس کا ثواب پاتا ہے) معراج کے متعلق اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بعثت کے بعد ہوئی اور اس پر بھی اعتماد ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی اور اسی پر اجماع نقل کیا گیا ہے لیکن مہینے کے متعلق اختلاف ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ ۲۷ رجب المرجب کی رات کو ہوئی۔ یہی لوگوں میں مشہور ہے اور اسی پر بلادِ اسلامیہ کا عمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہورِ نبوت سے پہلے مقامِ نبوت میں تھے اور کسی نبی کی امت میں سے ہرگز نہیں تھے اور کسی خاص شریعت پر عمل نہ کرتے تھے بلکہ جو کشفِ صادق سے آپ کو حضرت ابراہیم و دیگر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت سے ظاہر ہوتا تھا اس پر عمل کرتے تھے اور غارِ حرا[له] میں آپ کی عبادت بعض کے نزدیک ذکر تھی اور بعض کے نزدیک فکر تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی امتوں میں کسی پر ایک نماز فرض تھی کسی پر دو، کسی پر تین، پانچ نمازوں کا فرض ہونا اسی امت کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی امت کو یہ اجماع حاصل نہیں ہوا عشا کی نماز بھی اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اذان اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا، آمین کہنا، رکوع کرنا، نماز میں گفتگو کا حرام ہونا وغیرہ بھی امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعضوں نے کہا کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ ان کو ذبحِ فرزند کا حکم ہوا، زوالِ آفتاب کے بعد۔ اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی۔ بعض نے کہا کہ ظہر کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے اور عصر کی حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے اور مغرب کی حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے اور عشا کی حضرت یونس علیہ السلام کیلئے ہے اور ہمارے لئے یہ نمازیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ان حضرات نے شکرانہ نفل نماز پڑھی اور ہم پر فرض ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جب بچہ کی عمر سات برس کی ہو جائے (یعنی آٹھویں میں لگ جائے) تو اس کے ولی پر واجب ہے کہ اس بچہ کو نماز پڑھنا سکھائے اور نماز کا حکم کرے اور جب دس برس کا ہو جائے (یعنی گیارہویں میں لگ جائے) تو مار کر نماز پڑھوانا واجب ہے یعنی

له ابن اسحاق وغیرہ سے روایت ہے کہ آپ ہر سال ایک ماہ کے لئے غارِ حرا میں تشریف لیجاتے اور اس میں عبادت کرتے اور آپ کی عبادت مخلوق سے الگ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول ہونا اور افکار تھی (ش)

عه رواہ الخمسۃ الا ابوداؤد۔ الخ

اب اگر نماز چھوڑ دے تو اس کو مار کر پڑھوائے ہاتھ سے مارے لکڑی سے نہیں۔ پس اس کو تین بار متوسط طریق پر ہاتھ سے مارے (معلم (استاد) کیلئے بھی یہی حکم ہے اس کو بچہ کی تعلیم کیلئے مارنے میں اس حکم سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے ورنہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بچہ کو قصاص دلائیں گے) بچہ کو شریعت کے سب حکموں یعنی نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہئے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ اس کو عادت ہو جائے اور ان افعال کے ساتھ تخلق ہو جائے اس لئے نہیں کہ یہ افعال اس پر فرض ہیں البتہ روزہ اس وقت رکھوائے جب بچہ میں رکھنے کی قوت ہو جائے۔ اسی طرح جو اعمال اس کی قوت سے باہر ہوں ان کی تاکید نہ کرے اور اگر ایسا بچہ بلا وضو نماز پڑھے تو اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا جائے اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دے تو بوجہ مشقت کے لوٹانے کا حکم نہ دیا جائے اور جب جماعت کرے تو غسل کا حکم دیا جائے اور جدا بستر پر تنہا سلایا جائے۔

اوقاتِ نماز اور ان کے متعلقہ مسائل

نماز فرض ہونے کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کے انعامات کا پے در پے ہونا ہے جن کا شکر شرعاً اور عقلاً بندہ پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (یعنی نماز قائم کرو) اور ظاہری سبب وقت ہے لقولہ تعالیٰ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (ترجمہ: بیشک نماز مومنین پر اپنے وقتوں میں فرض کی گئی ہے) دیگر اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ الآیۃ (یعنی آفتاب کے ڈھلنے کے وقت نماز قائم کرو) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ رواہ ابوداؤد وروی مالک والنسائی نحوہ (مشکوۃ) (ترجمہ: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے جس نے ان نمازوں کا وضو اچھا کیا یعنی فرائض و سنتوں کی رعایت کے ساتھ کیا اور ان کو وقت پر پڑھا اور ان کا رکوع و خشوع پورا کیا اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کے گناہ صغائر بخش دے اور جو کوئی اس طریقے پر جو اوپر ذکر ہوا نماز نہ پڑھے یا مطلق نہ پڑھے پس اس کے واسطے اللہ پر عہد لازم نہیں ہے چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے عذاب کرے)۔

اور وقت کے سبب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے اس وقت وہ نماز مکلف پر فرض ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں اور نماز کی فرضیت کا تجدد وقتوں کے تجدد کے ساتھ ہوتا رہتا ہے یہی سبب ہونے کی علامت ہے پس وقت کا اول جز سبب ہے جبکہ اس کے متصل ہی نماز ادا ہو جائے ورنہ جس جز کے ساتھ ادا متصل ہوگی وہ ہی جزو سبب ہوگا اور وقت کے کسی بھی جزو کے اندر نماز ادا کرنے والا گنہگار نہ ہوگا۔ اگر کسی نے وقت کا اخیر جزو پالیا خواہ صرف نیت باندھنے کے (تکبیر تحریمہ کے) لائق وقت ہو اس شخص پر وہ نماز فرض ہو گئی مثلاً کافر یا مرتد

مسلمان ہوا یا لڑکا بالغ ہوا یا مجنوں یا غشی والے کو افاقہ ہوا، یا عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی تو اگر نیت باندھنے کے لائق نماز کا وقت باقی ہے تو وہ نماز اس پر واجب ہو گئی اگرچہ وہ وقت ناقص ہو جیسے عصر میں دھوپ کا زرد ہو جانا اور اس نماز کو کسی کامل وقت میں قضا کرے اور اگر تحریمہ کے لائق وقت باقی نہیں ہے تو وہ نماز واجب نہیں ہو گی جنون اور غشی والے کیلئے شرط یہ ہے کہ پانچ نمازوں سے زیادہ یہ حالت رہے اگر پانچ یا کم نمازوں تک یہ حالت رہی پھر افاقہ ہوا تو وہ معذور کے حکم میں نہیں ہے اور اس پر وہ نماز واجب ہے اگرچہ بقدر تحریمہ وقت باقی نہ رہے اور وہ اس حالت کی سب نمازوں کی قضا کرے حیض اور نفاس والی عورت جبکہ اکثر مدتِ حیض و نفاس دس اور چالیس روز پورے کر کے پاک ہو تب تحریمہ کی بقدر وقت باقی رہنے سے وہ نماز فرض ہو گی اور اگر اس سے کم مدت میں پاک ہو تو اگر غسل اور اس کے لوازمات کپڑے اتارنا، پہننا وغیرہ اور تحریمہ باندھنے کی مقدار وقت باقی رہے گا تو وہ نماز فرض ہو گی ورنہ نہیں۔ اور جس پر یہ عوارض مثلاً جنون یا غشی یا حیض یا نفاس آخر وقت میں لاحق ہو جائیں اور ابھی اس نے وہ نماز نہیں پڑھی تو اس سے بالاجماع اس نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی نابالغ لڑکے نے اول وقت نماز پڑھی اور آخر وقت میں جبکہ بقدر تحریمہ وقت باقی ہے بالغ ہوا تو نماز کا اعادہ فرض ہے کیونکہ جو اول وقت میں پڑھی وہ نفل نماز ہے۔ اگر کسی شخص نے اول وقت میں جبکہ وہ مسلمان تھا فرض نماز پڑھی پھر وہ مرتد ہو گیا پھر آخر وقت میں مسلمان ہوا جبکہ تحریمہ کی بقدر وقت باقی ہے تو وہ بھی اس نماز کا اعادہ کرے کیونکہ وہ پڑھی ہوئی نماز ارتداد کی وجہ سے ضائع ہو گئی۔ (ان تمام مسائل کی پوری تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے)۔ بچہ جنانے والی دائی کو جب یہ خوف ہو کہ اگر نماز میں مشغول ہو گئی تو بچہ مر جائے گا تو اس کو نماز میں اس کے وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے۔ نیز چور کے خوف سے اور اسی طرح کے اور سببوں سے (مثل ریل یا قافلہ کا چھوٹ جانا وغیرہ) تاخیرِ وقت جائز ہے۔

نماز کے وقتوں کا بیان

(۱) فجر کا وقت یعنی صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج کا کنارہ طلوع ہونے تک یعنی اس سے لحظہ بھر پہلے تک رہتا ہے جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ بھی نکل آیا تو فجر کا وقت جاتا رہا۔

صبحِ صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب جہاں سے سورج طلوع ہونے والا ہے سورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں یعنی شمالاً جنوباً دکھائی دیتی ہے اور جلدی جلدی دائیں بائیں پھیلتی جاتی ہے یہانتک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اُجالا (چاندنا) ہو جاتا ہے۔

صبحِ کاذب کا اعتبار نہیں اور صبح کاذب اس سفیدی کو کہتے ہیں جو صبح صادق سے پہلے آسمان کے بیچ میں لمبائی میں یعنی شرقاً غرباً ایک ستون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد وہ سفیدی تاریک ہو جاتی ہے اور اس کے نیچے سے صبح صادق پھوٹتی ہے پس صبح کاذب سے نماز کا وقت

داخل نہیں ہوتا اور روزہ دار پر کھانا پینا حرام نہیں ہوتا۔

مشائخ میں اختلاف ہے کہ صبح صادق کے شروع ہونے کا اعتبار ہے یا اس کے پھیل جانے کا۔ دوسرے قول میں زیادہ وسعت ہے اور اسی طرف اکثر علما مائل ہیں اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ روزہ کے لئے سحری کھانے اور نماز عشا کے بارے میں پہلے قول پر عمل کرے اور فجر کی نماز میں دوسرے قول کا اعتبار کرے۔

(۲) ظہر اور جمعہ کا وقت

ظہر اور جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل (دوگنا) ہو جائے یہی صحیح ہے۔

زوال اور سایۂ اصلی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں عموداً گاڑ دیں تو جب تک سایہ کم ہوتا رہے اس وقت تک آفتاب بلندی پر ہے کچھ کچھ وقفہ کے بعد مثلاً پانچ پانچ منٹ کے بعد نشان لگاتے رہیں جب سایہ کم ہونے سے رک جائے اور ابھی بڑھنا شروع نہ ہو تو یہ ٹھیک دوپہر کا وقت ہے۔ اس وقت اس سایہ کے سرے پر ایک نشانی بنا دیں اس نشانی سے گاڑی ہوئی لکڑی کی جڑ تک جسقدر سایہ ہے وہ سایۂ اصلی ہے اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو معلوم ہوا کہ آب سورج ڈھل گیا پس جب سایہ بڑھنے لگے اور بڑھتے بڑھتے سایہ اصلی کے علاوہ اس لکڑی کی لمبائی کے برابر ہو جائے تو ایک مثل ہو گیا اور جب لکڑی کی لمبائی سے دو چند ہو جائے تو دو مثل ہو گیا مثلاً لکڑی کی لمبائی ایک ہاتھ ہے اور ٹھیک زوال کے وقت اس کا سایہ چار انگل باقی رہ گیا تھا تو یہ چار انگل سایہ اصلی ہے اور جب سایہ کی لمبائی ایک ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ ایک مثل ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہو گئی تو یہ دو مثل ہے سایۂ اصلی جگہ اور موسم کے لحاظ سے کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور پھر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے لیکن صاحبین کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے پڑھ لے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھے تاکہ دونوں نمازیں یقیناً اپنے وقت میں ادا ہوں اور دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ اگر کبھی غفلت وغیرہ سے ظہر کی نماز میں ایک مثل سے زیادہ وقت ہو جائے تو دو مثل سے پہلے پہلے ادا کی نیت سے پڑھے۔

(۳) عصر کا وقت

سایۂ اصلی کے علاوہ کسی چیز کا سایہ دو مثل ہو جانے کے وقت سے سورج کے غروب تک (یعنی لحظہ بھر پہلے تک) ہے۔

(۴) مغرب کا وقت

جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے۔ صاحبین کے نزدیک شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہے اسی میں آسانی اور وسعت ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد شمالاً جنوباً (چوڑائی میں) صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے اس میں احتیاط زیادہ ہے اور اسی پر فتویٰ اور عمل ہے

اوراس سفیدی کے بعد شرقاً غرباً (لمبائی میں)، صبح کاذب کی طرح جو سفیدی باقی رہتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں (ہمارے ملک میں ہر روز کے فجر اور مغرب کے وقت تقریباً برابر ہوتے ہیں)۔ احتیاط اس میں ہے کہ نماز مغرب سرخ شفق سے پہلے پہلے پڑھ لیں اور عشا سفید شفق چھپنے کے بعد پڑھیں تاکہ نماز بلا اختلاف ادا ہو۔

(۵) عشا اور وتر کا وقت

شفق غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ وتر کو عشا سے پہلے نہ پڑھے اس لئے نہیں کہ وتر کا وقت داخل نہیں ہوتا بلکہ اس لئے کہ ترتیب واجب ہے مگر بھول کر پڑھے تو جائز ہے پس اگر بھول کر وتر کو عشا سے پہلے پڑھ لیا یا نماز عشا کے بعد وتر پڑھا پھر صرف عشا کی نماز کا فساد معلوم ہوا اور وتر کا نہیں تو وتر کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف نمازِ عشا کا اعادہ کرے گا وتر کا نہیں کیونکہ اس قسم کے عذر میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

جس شخص کو عشا کا وقت نہ ملے مثلاً وہ ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں شفق کے غائب ہونے سے پہلے یا شفق کے غروب ہوتے ہی فوراً فجر طلوع ہو جاتی ہے مثلاً بلغار کے رہنے والے جو قطب شمالی میں ملک صقالبہ کا ایک نہایت سرد شہر ہے جو نہایت شمال میں ہے وہاں چھوٹی راتوں والے دنوں میں تیئس ۲۳ گھنٹے کا دن ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ بھر کے لئے سورج غروب ہوتا ہے اس لئے وہاں عشا اور وتر کا وقت نہیں ہوتا اس میں اکابر علماء کا اختلاف ہے۔ جو اکابر فقہا ان لوگوں پر عشا و وتر واجب نہ ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک ان لوگوں کو عشا و وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں، نہ ادا نہ قضا۔ اور ان پر صرف چار نمازیں فرض ہیں جیسا کہ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت یا دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت کٹے ہوئے ہوں اس کے لئے وضو میں صرف تین فرض ہیں اور چوتھا فرض محل کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ساقط ہے اسی طرح اگر کوئی شخص طلوعِ آفتاب کے بعد یا زوال کے بعد اسلام لایا یا نابالغ بالغ ہوا یا عورت حیض سے پاک ہوئی وغیرہ تو ان پر بھی اس روز کی چار ہی نمازیں فرض ہوں گی۔ پس اسی عدم وجوب عشا و وتر کے قول کو اکثر علما نے ترجیح دی ہے۔ دوسرا گروہ جو ان لوگوں پر عشا و وتر واجب ہونے کا قائل ہے ان کے نزدیک وہ لوگ اندازہ کر لیں اور غروب سے جس قدر مدت کے بعد دوسرے دنوں میں وہاں عشا و وتر کا وقت ہوتا تھا اسی قدر مدت کے بعد عشا و وتر کی نماز پڑھیں یا قریب کے شہروں پر جہاں عشا کا وقت ہوتا ہے قیاس کر لیں۔ پھر ان میں دو گروہ ہیں ایک گروہ کے نزدیک وہ قضا کی نیت نہ کریں اس لئے کہ قضا اس کو کہتے ہیں جس کا وقت ہو اور فوت ہو جائے اور یہاں وقت ہی نہیں تو قضا بھی نہیں اور ایک گروہ کے نزدیک قضا کی نیت کرے کیونکہ ان کے نزدیک وہ قضا کے طور پر واجب ہوئی ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشا و وتر واجب ہونا یا نہ ہونا دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے احتیاط اسی میں معلوم ہوتی ہے کہ عشا اور وتر کو فجر سے پہلے اس دن کی عشا و وتر کی نیت سے پڑھ لیا کریں۔ واللہ اعلم مؤلف)

اور روزہ کے متعلق احتیاط اس میں ہے کہ جو مقامات ایسے ہیں جہاں بعض زمانوں میں شرعی رات نہیں ہوتی رمضان

میں روزہ رکھیں کیونکہ رمضان کا مہینہ انھوں نے پایا ہے لیکن چونکہ سحری وافطار شرعی دن کے اندر واقع ہوا ہے اس لئے ایسے دنوں میں جبکہ شرعی رات بھی ہوتی ہو ان روزوں کی قضا بھی کرلیں اور جن مقامات میں شرعی رات ہوتی ہے وہاں جس جگہ دن کا طول روزہ رکھنے کے تحمل کے مطابق ہو وہاں روزہ رکھیں اور ادا بھی ہو جائے گا۔ فطرۃً ان لوگوں کا تحمل ہم لوگوں سے زیادہ ہو گا کیونکہ وہ دیگر کاموں میں بھی اس طویل دن کے عادی ہوں گے۔ اور جہاں تحمل سے باہر ہو وہاں اندازہ کرکے تعداد پوری کریں اور بعد میں اگر ایسے دن میسر ہوں جن میں روزے کا تحمل ہو سکے تو احتیاطاً قضا بھی کرلیں اور اگر ایسے دن میسر نہ ہوں تو وہی اندازے کے روزے کافی ہو جائیں گے۔ دیگر اعمال ومعاملات زکوٰۃ، عدت، بیع وسلم واجارہ وغیرہ میں بھی مدت کا حساب اندازہ سے کرلیں واللہ اعلم بالصواب. مزید تفصیل واستصواب کے لئے علمائے کرام سے رجوع کریں۔

ایسے ممالک میں جہاں کئی مہینے تک آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوتا اور کئی کئی مہینے حتیٰ کہ چھ چھ مہینے یا کم وبیش مدت تک دن یا رات رہتی ہے جیسے ممالک قطب شمالی وقطب جنوبی وہاں کے لوگ اندازہ کرکے نماز کے اوقات مقرر کریں اور ان وقتوں میں نمازیں ادا کریں یعنی ہر چوبیس گھنٹہ میں اسی قدر فاصلہ سے نماز ادا کریں جیسا کہ عام حالات میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ دجالِ اکبر کے فتنہ کے چالیس دنوں میں سے ایک دن ایک سال بھر کا ہو گا اور ایک دن ایک مہینے کی برابر اور ایک دن سات دن (ہفتہ) کی برابر اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت کرنے پر کہ کیا اس دن میں جو سال بھر کا ہو گا ایک ہی دن کی یعنی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازہ کرکے نمازیں پڑھنا. فقط واللہ اعلم بالصواب

(۶) عیدین کی نماز کا وقت

عیدین کی نماز کا وقت سورج کے اچھی طرح نکل آنے (ایک نیزہ بلند ہونے) کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے ان کا جلدی پڑھنا افضل ہے مگر عید الفطر اول وقت سے کچھ دیر کرکے پڑھنا مستحب ہے۔

نمازوں کے مستحب وقتوں کا بیان

(۱) فجر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج نکلنے کا شک ہو جائے بلکہ جب اسفار یعنی اُجالا ہو جائے اور اتنا وقت ہو کہ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور قرأتِ مستحبہ یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کے) دونوں رکعتوں میں پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر شاید کسی وجہ سے یہ نماز درست نہ ہوئی ہو خواہ طہارت میں خلل واقع ہوا یا نماز میں تو طہارت کرکے دوبارہ قرأتِ مستحبہ مذکورہ کے ساتھ سنت کے موافق سورج نکلنے سے پہلے نماز پڑھی جا سکتی ہو، ایسے وقت نماز پڑھنا افضل ہے اور یہ حکم ہر زمانے میں ہے لیکن نحر (قربانی) کے روز حج کرنے والوں کے لئے مزدلفہ میں اس کے خلاف ہے اور وہاں اندھیرے میں یعنی نہایت اول وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔ عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت (اندھیرے) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر ہے

کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جب جماعت ہو چکے تب پڑھیں۔

(۲) **ظہر کی نماز** گرمی کے موسم میں اتنی دیر کر کے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہ ہے کہ ایک مثل سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے اور جاڑوں کے موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے اور یہ تاخیر و تعجیل کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے اور جماعت کے ساتھ سب کے لئے یکساں ہے لیکن اگر کہیں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں اور بعض کے نزدیک خریف و ربیع دونوں میں تعجیل ظہر مستحب ہے۔ **جمعہ** کی نماز کیلئے استحباب کا حکم ظہر کی مثل ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ ہمیشہ اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے جمہور کا یہی مذہب ہے کیونکہ یہ بہت بڑے مجمع کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے اور لوگ بہت پہلے سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس اس میں تاخیر سے لوگوں پر تنگی ہوگی بخلاف ظہر کے (کذا فی الشامی)

(۳) **عصر کی نماز** میں خواہ سردی ہو یا گرمی ہر زمانے میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج کی ٹکیہ سرخ ہو جائے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہو جائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے کیونکہ اس وقت نماز عصر مکروہ ہوتی ہے۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقتِ مستحب کے دو حصے کئے جائیں اور دوسرے حصے کے شروع میں ادا کریں۔

(۴) **مغرب کی نماز** میں ابر و غبار کے دن کے سوا ہمیشہ جلدی کرنا مستحب ہے اور بلا عذر اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے خوب چھٹک جائیں یعنی بکثرت نظر آنے لگیں اور گتھ جائیں مکروہ تحریمی ہے اور دو رکعت پڑھنے کی مقدار یا اس سے زائد کی تاخیر ستارے خوب چھٹکنے سے پہلے پہلے تک مکروہ تنزیہی ہے اور دو رکعت سے کم مقدار کی تاخیر بلا کراہت جائز و مباح ہے۔

(۵) **عشا کی نماز** میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے۔ (جبکہ فرض آدھی رات سے پہلے پڑھ چکے) اور آدھی رات کے بعد عشا کی نماز مکروہ تحریمی ہے عشا کی نماز سے پہلے سو رہنا مکروہ ہے نماز پڑھ کر سونا چاہئے لیکن اگر کوئی مرض یا سفر کی وجہ سے بہت تھکا ماندہ ہو یا کوئی اور ضرورت لاحق ہو اور کسی کو کہدے کہ مجھ کو نماز کے وقت جگا دینا تو اس کو سو رہنا بلا کراہت مباح ہے۔ اسی طرح عشا کی نماز کے بعد دنیا کی باتیں کرنا قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے تاکہ صبح کی نماز فوت ہونے یا جماعت فوت ہونے یا رات کو اٹھ کر نفل پڑھنے والے کا رات کا اٹھنا فوت ہونے اور لغویات سے محفوظ رہے البتہ ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید و حدیث اور ذکر و دینی مسائل اور نیک لوگوں کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں تاکہ اس دن کا اعمالنامہ عبادت پر ختم ہو اور اسی لئے نمازِ فجر سے پہلے سوائے ذکرِ الٰہی کے دنیاوی باتیں وغیرہ کرنا مکروہ ہے تاکہ اعمال نامہ کی ابتدا عبادت سے ہو۔ **فجر** کی نماز کے بعد اپنی ضروریات کے لئے چلنے پھرنے میں کوئی حرج نہیں بعض کے نزدیک طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اور بعض کے نزدیک آفتاب کے بلند ہونے تک بلا ضرورت کلام وغیرہ مکروہ ہے۔ سنت فجر پڑھنے کے بعد بات چیت کرنے سے سنت فجر باطل نہیں ہوتی البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔

وتر کی نماز میں اس شخص کے لئے جس کو جاگ اٹھنے کا پکا بھروسہ ہو آخر شب تک تاخیر مستحب ہے یعنی نماز تہجد کے

بعد طلوعِ فجر سے پہلے پڑھنا بہتر ہے لیکن اگر آنکھ کُھلنے اور اُٹھنے کا پورا بھروسہ نہ ہو تو عشا کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لے اس لئے کہ اس کے لئے مطلقاً تعجیل افضل ہے۔ اگر ایسا شخص جس کو پورا بھروسہ نہ ہو وتر سونے سے پہلے پڑھ چکا پھر تہجد کیلئے اٹھا اور نوافل تہجد پڑھے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ مندوب ہے اور وہ وتر کا اعادہ نہ کرے البتہ اس نے اس فضیلت کو جو حدیث پاک میں وارد ہے حاصل نہیں کیا اس لئے کہ وہ فضیلت رات کی نماز کے وتر کے ساتھ ختم ہونے پر مرتب ہوتی ہے البتہ اس نے تعجیل کی فضیلت کو پایا جو کہ اس کے لئے تاخیر کرنے میں فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے مرتب ہوتی ہے فافہم

ابر و غبار کے روز ہمیشہ فجر اور ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کر کے پڑھنا بہتر و مستحب ہے تاکہ وقت پوری طرح ہو جائے اور شبہ نہ رہے اور عصر اور عشا میں جلدی کرنا مستحب ہے یعنی مستحب وقت سے جلدی کرے اور وقت داخل ہونے کا علم ہونے پر معمولی دیر کرنا مناسب ہے تاکہ شبہ جاتا رہے۔ عصر میں اس لئے کہ مکروہ وقت نہ آجائے اور عشا میں اس لئے کہ بارش و کیچڑ یا برف جماعت سے روکنے والی نہ ہو جائے۔ (اگر گھڑی کے ذریعہ ٹھیک وقت معلوم ہو سکتے ہوں تو پھر ہر نماز کو اس کے معمولہ وقت میں پڑھے اور بلا وجہ جلدی یا دیر نہ کرے)۔

فجر اور ظہر کے پورے وقت اول سے آخر تک بلا کراہت ہیں یعنی یہ نمازیں ان کے اپنے وقت کے جس حصہ میں پڑھی جائیں ہرگز مکروہ نہیں اور اذان کا حکم جلدی یا دیر کرنے میں وہی ہے جو نماز کا ہے۔

دو فرض نمازوں کو ایک وقت میں کسی عذر سے جمع نہ کرے نہ سفر میں نہ حضر میں نہ بیماری میں کیونکہ یہ حرام ہے اور جمع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے مثلاً ظہر کے وقت میں ظہر کے بعد ساتھ ہی عصر پڑھے تو دوسری نماز (عصر کی نماز) فاسد ہو گئی کیونکہ وقت سے پہلے نماز جائز نہیں پس دوسری نماز کا فرض ذمہ پر باقی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو اتنی دیر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مثلاً عصر کے وقت میں ظہر اور پھر عصر پڑھے یا مغرب عشا کے وقت میں عشا سے پہلے پڑھے پھر عشا پڑھے اس صورت میں پہلی نماز قضا کے طور پر ذمہ سے ادا ہو گئی لیکن نماز قضا کرنے کا گناہِ کبیرہ سر پر ہوا۔ البتہ اگر سفر و مرض وغیرہ کے عذر سے صورۃً (فعلاً) جمع کرے نہ حقیقتاً تو جائز ہے اور وہ یوں ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخر وقت میں ادا کرے اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھے مثلاً مغرب کو شفق غائب ہونے کے پہلے تک مؤخر کرے اور عشا کو شفق غائب ہوتے ہی جلدی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوئی ہیں۔ **عرفات اور مزدلفہ** اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ عرفات میں ظہر اور عصر ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں (احرام اور سلطان یا اس کا نائب اور دونوں نمازوں کا جماعت سے ہونے کی شرائط کے ساتھ) اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نماز نمازِ عشا کے وقت میں (اور یہاں سلطان یا نائب اور جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے) ان کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ۔

جن وقتوں میں نماز جائز نہیں اور جن میں مکروہ ہے

نماز کے اوقاتِ مکروہہ دو قسم ہیں۔ قسم اول میں تین وقت ہیں۔ (۱) سورج نکلتے وقت یعنی سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے سورج کے بلند ہو جانے تک۔ جب تک انسان سورج کی ٹکیہ دیکھنے پر قادر ہے اور جب تک سورج کی زردی دور ہو کر آنکھیں چندھیانے نہ لگیں تب تک وہ طلوع کی حالت میں ہے اور وہ ایک نیزہ بلند ہونے تک ہے (اندازاً بیس منٹ)
(۲) استواء یعنی سورج کے قائم ہونے کا وقت اور وہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی زوال تک ہے۔ (شروع طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر روز جتنا وقت ہو اُس کے نصف اول کے ختم پر اس دن کا نصف النہار شرعی شروع ہوتا ہے اور اس کو ضحوۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں)۔ (۳) سورج غروب ہونے کا وقت یعنی جب سورج میں سرخی آجائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے اور دھوپ کمزور اور پیلی پیلی ہو جائے اس وقت سے غروب تک سورج غروب کی حالت میں ہے (اندازاً بیس منٹ)۔

ان تین وقتوں میں کوئی نماز خواہ ادا ہو یا قضا جائز نہیں اور شروع کرنے سے شروع نہیں ہوتی اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہو اور ختم سے پہلے ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو جائے تو وہ نماز باطل ہو جاتی ہے سوائے ان چھ چیزوں کے کہ وہ ان وقتوں میں بھی شروع کرنے سے منعقد (شروع) ہو جاتی ہیں۔ (۱) اس جنازہ کی نماز جو ان وقتوں میں سے کسی وقت تیار ہوا بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔ (۲) جو آیتِ سجدہ انہی تین وقتوں میں سے کسی وقت تلاوت کی گئی ہو اس کا سجدۂ تلاوت اس وقت جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور بہتر و افضل یہ ہے کہ تاخیر کرے یہاں تک کہ کراہت کا وقت جاتا رہے۔ (۳) اسی دن کی عصر کی نماز مگر اتنی تاخیر مکروہ تحریمی ہے حدیث شریف میں اس کو منافق کی نماز فرمایا ہے لیکن اس کا توڑنا جائز نہیں اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو جبکہ ڈوبنے سے پہلے شروع کردی ہو فرض ادا ہو جائیں گے۔ (۴) نفل نماز خواہ وہ سنتِ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ۔ (۵) نمازِ نذر مقید یعنی وہ نماز جس کو انہی تین وقتوں میں سے کسی وقت میں ادا کرنے کی نذر کی گئی ہو۔ (۶) وہ سنت و نفل نماز جو اِن تین وقتوں میں کسی وقت شروع کرکے فاسد کردی گئی ہو۔ اِن پچھلے تین نمبروں (۴، ۵، ۶) کا شروع کرنا ان تین وقتوں میں کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہے اور ان کو توڑ کر کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔

اس مسئلہ کو مزید تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ خوب واضح ہو جائے۔ (الف) ان تین وقتوں میں بعض نمازیں پڑھنا بالکل جائز نہیں پس اگر وہ شروع کی جائیں تو شروع نہیں ہوتیں اور اگر ان نمازوں میں سے کوئی نماز پہلے سے شروع کی ہوئی تھی اور پڑھتے پڑھتے ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو گیا تو وہ نماز باطل ہو جاتی ہے اس لئے اس کو کامل وقت میں قضا کرنا چاہئے۔ وہ نمازیں یہ ہیں:- پانچوں وقت کی فرض نمازیں، نماز جمعہ، سجدۂ صلبیہ (نماز کا سجدہ) نمازِ وتر، نمازِ عیدین۔ یہ نمازیں خواہ قضا ہوں یا ادا پس اگر فجر کی نماز پڑھتے میں سورج نکل آیا تو نماز نہ ہوئی سورج بلند ہونے کے بعد

اس کی قضا کرے، البتہ اسی دن کی عصر کی نماز سورج میں سرخی آجانے کے بعد سے غروب تک بھی ادا ہو جاتی ہے مگر اتنی تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے اگر عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو گئی اس کو قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر عصر کی نماز سورج کے تغیر سے پہلے شروع کی اور تغیر (سرخی آجانے) تک لمبی ہو گئی تو مکروہ نہیں۔ کسی اور دن کی عصر کی قضا بھی اس وقت جائز نہیں ہے۔ (ب) اس جنازہ کی نماز جو ان تین وقتوں میں سے کسی وقت لایا گیا اسی وقت بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے اور اگر جنازہ پہلے سے تیار تھا اور تاخیر کی یہاں تک کہ ان وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو گیا تو اب اُس وقت قطعاً جائز نہیں بلکہ مکروہ وقت نکلنے پر پڑھی جائے۔

(ج) سجدۂ تلاوت۔ اگر ان وقتوں میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی تو سجدۂ تلاوت جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور افضل و بہتر یہ ہے کہ تاخیر کرے یہاں تک کہ کراہت کا وقت نکل جائے۔ اگر سجدہ کی آیت اِن تین وقتوں کے علاوہ کسی اور وقت پڑھی گئی تھی تو اِن وقتوں میں اس کا سجدۂ تلاوت ادا کرنا قطعاً جائز نہیں ہے (ان تینوں نمبروں (ا۔ ب۔ ج) کا خلاصہ یہ ہے کہ فرض اور ملحق بہ فرض یعنی واجب لعینہ ان تین وقتوں میں منعقد نہیں ہوتے سوائے اسی دن کی عصر اور نماز جنازہ و سجدۂ تلاوت کے)۔

(د) نفل نمازیں اور جو ملحق بہ نفل ہیں یعنی واجب لغیرہ (جو بندہ کے اپنے فعل سے واجب ہوئیں) اگر ان تین وقتوں میں شروع کی جائیں تو شروع ہو جاتی ہیں لیکن مکروہ تحریمی ہیں اس لئے ان کو قطع کر کے دوسرے کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے اگر اس کو قطع نہیں کیا اور پورا کر لیا تو شروع کرنے سے جو کچھ اس کے ذمہ لازم ہوا تھا وہ ادا ہو گیا مگر کراہتِ تحریمی کے ساتھ ہوا اس لئے گنہگار ہوا اور اس کا غیر مکروہ وقت میں لوٹانا واجب ہو گا نفل سے مراد سنتِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ اور ہر قسم کی نفل نماز ہے اور واجب لغیرہ یہ ہیں: ۔ سہو کے دونوں سجدے، طواف کی دو رکعتیں، جو نفل شروع کر کے فاسد کر دیئے ہوں ان کی قضا اور نذر نماز۔ پس اگر کسی نے نذرِ مقید یعنی ان تینوں مکروہ وقتوں میں سے کسی مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی نذر کی تھی تو اُس کا ادا کرنا اِن وقتوں میں کراہت تحریمیہ کے ساتھ صحیح ہے اور گنہگار ہو گا اور اس کو توڑنا اور کسی دوسرے کامل وقت (غیر مکروہ) وقت میں ادا کرنا واجب ہے اگر نذرِ مطلق کی تھی یا یوں نذر کی تھی کہ اِن وقتوں کے سوا کسی وقت میں نماز پڑھوں گا تو اس کی ادا اِن وقتوں میں جائز نہیں اور شروع کرنے سے شروع ہی نہیں ہو گی۔ اگر کسی نے ان تین وقتوں میں طواف کیا تو اس کی دو رکعت واجب الطواف ان وقتوں کے نکلنے کے بعد ادا کرنی چاہئیں اگر ان وقتوں میں کرے گا تو گنہگار ہو گا اور مکروہ تحریمی ہے اس لئے ان کا قطع کرنا اور کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ہر سنت و نفل نماز اور فاسد کئے ہوئے نفلوں اور سنتوں کی قضا اگر ان وقتوں میں کرے تو گنہگار ہو گا اور توڑنا اور دوسرے کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہو گا، اور سہو کے سجدے نماز کے

تابع ہونے کی وجہ سے خود اس حکم میں داخل ہو گئے۔

(۲) جو نماز ان وقتوں میں شروع ہی نہیں ہوتی یعنی فرض و ملحق بہ فرض سوائے اُس دن کی عصر کے اگر کسی نے شروع کی اور اس میں قہقہہ مارا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا اور قہقہہ کا نماز کے اندر واقع ہونا وضو کو توڑتا ہے نماز سے باہر ہو تو وضو کو نہیں توڑتا اور جو نمازیں شروع ہو جاتی ہیں اگرچہ مکروہ تحریمی ہوں یعنی نفل اور واجب لغیرہ اور اس دن کی عصر ان کے اندر قہقہہ وضو کو توڑ دے گا۔

(س) ان تین ممنوعہ و مکروہہ اوقات میں قرآن شریف کی تلاوت اگرچہ جائز ہے اور کوئی کراہت نہیں ہے لیکن نماز کا رُکن ہونے کی وجہ سے ان وقتوں میں نہ پڑھنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور ذکر و تسبیح و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا افضل ہے۔

(ف :- نتیجہ یہ نکلا کہ ان تین اوقات میں ہر قسم کی نماز و سجدہ ادا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے سوائے اس دن کی عصر اور اُس جنازہ کی نماز کے جو اسی وقت لایا گیا ہو کیونکہ اس کا اسی وقت پڑھنا افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے واللہ اعلم مؤلف)

قسم دوم وہ اوقات ہیں جن میں صرف نوافل کا قصداً پڑھنا اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے پس ہر قسم کی سنتیں سوائے سنت فجر کے اور نفل اگرچہ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء ہی ہوں اور نماز نذر مقید ہو یا مطلق، ہر طواف کی دو رکعتیں اور سہو کے دو سجدے جو اُن نمازوں میں پیش آئیں جو ان وقتوں میں مکروہ ہیں (اور جو نمازیں ان وقتوں میں بلا کراہت جائز ہیں اُن کے سجدۂ سہو بھی بلا کراہت جائز ہیں) اور ان میں جس نماز کو (یعنی جس نفل یا واجب لغیرہ کو) مستحب یا مکروہ وقت میں شروع کر کے پھر فاسد کر دیا ہو، اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں ان سب کا ان وقتوں میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور ان کو قطع کرنا اور غیر مکروہ (کامل) وقت میں ادا کرنا واجب ہے ان کے علاوہ سب نمازیں یعنی فرائض و واجبات لعینہٖ مثلاً نمازِ وتر و نمازِ جنازہ و سجدۂ تلاوت وغیرہ ادا و قضا بلا کراہت جائز ہیں۔ لیکن ان میں بعض اوقات ایسے بھی ہیں جن میں بعض دوسری نمازیں بھی مکروہ یا ممنوع ہیں اُن کا ذکر اُن وقتوں میں ساتھ ساتھ ہوگا۔ وہ اوقات یہ ہیں:-

(۱) طلوعِ فجر (صبح صادق) سے نمازِ فجر ادا کرنے سے پہلے تک کا وقت۔ اس میں صبح کی دو رکعت سنت موکدہ کے سوا ہر قسم کی نفل نماز اور واجب لغیرہ قصداً ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اگر اس وقت بلا ارادہ نفل پڑھے گئے تو مکروہ نہیں مثلاً کوئی شخص آخر رات میں نفل پڑھتا ہو اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد فجر طلوع ہو جائے تو اس کو پورا کر لینا افضل ہے اس لئے کہ طلوعِ فجر کے بعد نفل پڑھنا اس نے اپنے ارادہ سے نہیں کیا اور وہ نفل اصح قول کے بموجب فجر کی سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتے اور اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور ایک رکعت کے بعد فجر طلوع ہو گئی تو جو دو رکعتیں طلوعِ فجر کے بعد پڑھی گئیں وہ فجر کی سنتوں کے قائم مقام ہو جائیں گی یہی مختار ہے

اسی طرح اگر کسی نے اس خیال سے کہ ابھی رات باقی ہے اور فجر طلوع نہیں ہوئی دو رکعت نفل تہجد پڑھیں پھر معلوم ہوا کہ اُس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی اور وہ دو رکعتیں بعدِ طلوعِ فجر پڑھی گئی ہیں تو وہ فجر کی سنتیں ہو جائیں گی یہی صحیح ہے اس لئے کہ ان کے لئے نیّت میں سنتِ فجر کا تعین ضروری نہیں ہے بلکہ نفل کی نیت یا مطلق نیت سے بھی صحیح ہیں۔ پس اب وہ دوبارہ سنتیں نہ پڑھے کیونکہ یہ اب نفل ہو جائیں گی اور اس وقت نفل مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) فجر کے فرضوں کے بعد سے سورج نکلنے سے لحظہ بھر پہلے تک بھی نفل اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے۔ (سورج نکلنے سے نیزہ بھر بلند ہونے تک کا وقت قسم اول میں بیان ہو چکا ہے)۔ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں پس اگر صبح کی سنتیں فاسد ہو گئیں یا خود فاسد کر دیں یا جماعت جاتے رہنے کے خوف سے سنتیں نہیں پڑھیں تو اب فرضوں کے بعد جب تک سورج اچھی طرح طلوع نہ کرے ان کی قضا مکروہ تحریمی ہے (بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ جب فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی اور سنتیں ابھی نہیں پڑھیں تو پہلے سنتیں شروع کر کے پھر قطع کر دیتے ہیں تو اب یہ سنت اس پر واجب ہو گئی یا سنت توڑے بغیر اُسی پر فرض کی بنا کر لیتے ہیں پھر ان سنتوں کو سورج نکلنے سے پہلے یعنی فرضوں کے بعد ہی قضا کرتے ہیں یہ حیلہ مردود اور غیر مقبول ہے کیونکہ کسی عبادت کا توڑنے کی نیت سے شروع کرنا شرعاً بُرا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ یہ واجب لغیرہ ہے یعنی جس نفل کو فاسد کیا ہو پس اس کی قضا بھی اس وقت مکروہ تحریمی ہے۔)

(۳) عصر کی فرض نماز کے بعد سے سورج کے متغیر (سُرخ) ہونے سے لحظہ بھر پہلے تک کا وقت۔ اس میں بھی نفل و واجب لغیرہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے عصر کی فرض نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج متغیر ہو گیا۔ تو اب اس وقت کی عصر کے فرض کے علاوہ فرضوں سے پہلے بھی کوئی اور نماز نہ پڑھے جس کی تفصیل قسم اول میں تغیر سورج کے بعد کے وقت میں بیان ہوئی ہے۔ اگر کسی نے نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت یا قضا نماز عصر کے فرض کے بعد سورج کے تغیر سے پہلے شروع کی اور درمیان میں سورج متغیر ہو گیا تو وہ تینوں فاسد ہو گئے اس لئے کسی دوسرے کامل وقت میں پھر ادا کرے۔

(۴) سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کی فرض نماز سے پہلے کا وقت۔ اس میں بھی نفل اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے تاکہ مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو جائے تھوڑی یعنی دو رکعت سے کم تاخیر مکروہ نہیں اور بقدر دو رکعت سے ستارے چھٹکنے سے پہلے تک مکروہ تنزیہی اور اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ جو شخص صاحبِ ترتیب نہ ہو اس کے لئے فوت شدہ نمازوں کی قضا بھی مکروہ تحریمی ہے اور صاحب ترتیب کے لئے فوت شدہ نمازوں کی قضا اس وقت بلا کراہت جائز بلکہ لازمی ہے اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بلا کراہت جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے مغرب کے فرض پڑھے پھر نماز جنازہ پھر مغرب کی سنتیں اور بعض کے نزدیک جس طرح نماز جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بعد نماز جنازہ پڑھنے پر

فتویٰ ہے اسی طرح مغرب کی سنتوں کے بعد پڑھے کیونکہ یہ جمعہ کی سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ اگر کسی نے عصر کی نماز کے بعد طواف کیا تو طواف کی دو رکعتیں بھی نماز جنازہ کی طرح مغرب کی سنتوں کے قبل پڑھے۔

(۵) جب امام جمعہ کے روز جمعہ کے خطبہ کے واسطے حجرہ سے نکلے یا جہاں حجرہ نہ ہو وہ اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک یعنی جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے لیکر عین خطبہ کے وقت خواہ پہلا خطبہ ہو یا دوسرا یا ان کا درمیانی وقفہ جس میں امام خاموش ہوتا ہے اور نماز جمعہ شروع ہونے سے ختم تک سب نوافل و واجب وغیرہ حتیٰ کہ جمعہ کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہیں (بعض لوگ دونوں خطبوں کے درمیانی وقفہ میں جمعہ کی سنتیں شروع کر دیتے ہیں یہ مکروہ تحریمی اور منع ہے) البتہ جو سنتیں امام کے کھڑا ہونے سے پہلے شروع کی تھیں ان چاروں کو پورا کر لے یہی صحیح ہے۔ فرض و واجب کی قضا اور نماز جنازہ و سجدۂ تلاوت بھی اس وقت مکروہ تحریمی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے خطبۂ جمعہ کے وقت قضا نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ہر خطبہ کا یہی حکم ہے خطبے دس ہیں اور یہ ہیں خطبۂ جمعہ، خطبۂ عید الفطر، خطبۂ عید الاضحیٰ، حج کے تین خطبے۔ خطبۂ ختم قرآن، خطبۂ نکاح، خطبۂ استسقا، خطبۂ کسوف۔

(۶) جب فرض نماز کی اقامت (تکبیر) ہو جائے تو نفل و سنت و فرض و واجب کی قضا وغیرہ شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ رواہ مسلم وغیرہ (جب نماز کی اقامت ہو جائے تو اس وقت کی فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھنا نہیں ہے) سوائے سنت فجر کے، جبکہ جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو اگرچہ قعدہ ہی میں شرکت ہو جائے تو سنتِ فجر پڑھنا جائز ہے لیکن جماعت کی صف سے دور پڑھے اور اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو ان سنتوں کو ترک کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔ اور صاحبِ ترتیب کے لئے بھی اس وقت قضا نماز بلا کراہت جائز ہے۔

(۷) جب کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت کے فرض کے سوا اور سب نمازیں مکروہ تحریمی ہیں خواہ نفل ہوں یا سنت یا واجب یا فوت شدہ نمازیں ہوں اور اگرچہ وہ صاحب ترتیب بھی ہو اور ایسے وقت فجر اور ظہر کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ وقت کی تنگی سے مراد مستحب وقت کی تنگی ہے۔ مستحب وقت کی تنگی کے باعث ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ نیز ہر نماز کو بلا عذر تنگ وقت میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۸) عیدین کی نماز سے پہلے گھر و مسجد و عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد مسجد و عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں یہی اصح ہے۔

(۹) عرفات میں جو ظہر و عصر دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں ان کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بعد میں بھی اس لئے کہ نماز عصر کے بعد نفل مکروہ ہیں اسی طرح مزدلفہ میں مغرب و عشا دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں ان کے درمیان میں

بھی نفل وسنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن یہاں بعد میں مکروہ نہیں اس لئے مزدلفہ میں مغرب وعشا کی سنتیں و وتر عشا کی نماز کے بعد پڑھے (۱۰) پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی حاجت یا ریح کے غلبہ کو روک کر کوئی نماز پڑھنا خواہ فرض ہو یا نفل مکروہ تحریمی ہے اسی طرح جب کھانا حاضر ہو اور نفس اس کی طرف شائق ہو ہر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگر نفس شائق نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور سبب پایا جائے جس کی وجہ سے نماز کے افعال کی طرف سے دل ہٹے گا اور خشوع میں خلل پڑے گا اور وہ اسے دفع کرسکتا ہے تو اس کو دور کئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت جاتا ہو تو پڑھ لے اور پھر دوسرے وقت لوٹا دے۔ اہل اللہ کے نزدیک حضور دل اور خشوع قلب فرض ہے حدیث شریف میں وارد ہے:۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِلَّا بِقَدْرِ مَا اسْتَحْضَرَ فِیْہَا فَتَارَۃً یَکُوْنُ لَہٗ عُشْرُہَا اَوْ اَقَلُّ اَوْ اَکْثَرُ (بیشک انسان کو اس کی نماز سے اسی قدر فائدہ ہے جس قدر اس میں حضورِ دل رہا ہے پس کبھی اس کو دسواں حصہ ملتا ہے یا کم یا زیادہ)۔

(۱۱) دو وقتوں میں صرف وقتی فرض کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی (۱) مغرب کے فرض میں بلاعذر ستارے چھٹکنے تک تاخیر کرنا اور عشا کے فرض بلا عذر آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (جن مکانات میں نماز مکروہ ہے ان کا بیان نماز کی جگہ کی طہارت کے بیان میں آئے گا)۔

(فائدہ):۔ آج کل گھنٹے گھڑیاں عام ہیں اوقات بتانے والی جنتریاں اور نقشے اکثر مسجدوں میں موجود ہیں ان کے مطابق نماز کے وقت کی پابندی کرنا جائز بلکہ مستحسن ہو گھڑیاں صحیح رکھنی چاہئیں۔ ہمارے ملک میں طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ کا وقفہ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس ۳۵ منٹ کا ہے اور غروب آفتاب سے غروب شفق ابیض (سفیدی) تک بھی یہی وقفہ ہے اور دو مثل سایہ ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقفہ کم سے کم ایک گھنٹہ پینتیس ۳۵ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے چھ منٹ ہے موسم کے لحاظ سے اس کے درمیان رہتا ہے اس سے باہر نہیں ہوتا البتہ بعض مقامات پر محل وقوع کے فرق کی بنا پر قدرے کم و بیش ہوتا ہے پس گرمیوں میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ رہنے پر سحری چھوڑ دے اور سردیوں میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی رہنے پر اور اذان میں اس سے دس بارہ منٹ کی دیر کیا کرے تاکہ دونوں چیزیں وقت کے اندر ہو جائیں۔ حرمین پاک میں فی زمانہ مغرب کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشا کی اذان ہوتی ہے ہمارے لئے بھی یہی مناسب ہے اس سے پہلے مناسب نہیں واللہ اعلم

نماز کے وقتوں کیلئے اصل تو آسمانی علامات ہی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں لیکن گھڑی اور نقشوں وغیرہ سے اس کے ساتھ مطابقت ہونا یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں ہو تو گھڑی و گھنٹے و نقشوں جنتریوں پر عمل بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے اور مساجد میں ان کے ذریعہ وقت کی پابندی کرنا نمازیوں کی سہولت کیلئے انتظامی مصلحت کے پیش نظر جائز و غیر ممنوع ہے۔ اب ذیل میں ایک ہفت روزہ نقشہ اوقاتِ نماز پنجگانہ برائے شہر بہاولپور و کراچی (الگ الگ) درج کیا جاتا ہے جو دونوں شہروں کی صحیح جنتریوں سے مرتب کیا گیا ہے تاکہ مفیدِ عوام ہووے۔ اپنی گھڑیوں کو ڈاکخانہ یا ریڈیو وغیرہ سے ملا کر صحیح رکھنا چاہئے۔ ابر کے روز چند منٹ کی احتیاط کرلی جائے۔

نقشہ اوقات نماز بمطابق ریلوے ٹائم برائے شہر بہاولپور افق طول ۷۱-۳۴ عرض ۲۹-۲۴

وقتوں کا نام	تاریخ	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
صبح صادق (طلوع فجر)	۱	۵-۴۲	۵-۴۲	۵-۲۱	۴-۴۴	۴-۶	۳-۴۰	۳-۴۱	۴-۴	۴-۲۹	۴-۴۶	۵-۶	۵-۳۶
	۸	۵-۴۵	۵-۳۶	۵-۱۴	۴-۳۴	۴-۵۸	۳-۳۹	۳-۴۶	۴-۹	۴-۳۳	۴-۵۱	۵-۱۱	۵-۳۱
	۱۵	۵-۴۶	۵-۳۴	۵-۴	۴-۲۵	۳-۵۱	۳-۳۸	۳-۵۰	۴-۱۵	۴-۳۸	۴-۵۵	۵-۱۵	۵-۳۶
	۲۲	۵-۴۵	۵-۲۸	۴-۵۴	۴-۱۶	۳-۴۶	۳-۳۸	۳-۵۵	۴-۲۱	۴-۴۳	۴-۵۹	۵-۲۰	۵-۴۰
طلوع آفتاب (شرعی)	۱	۷-۸	۷-۳	۶-۴۰	۶-۴	۵-۳۱	۵-۱۳	۵-۱۶	۵-۳۲	۵-۴۹	۶-۵	۶-۲۶	۶-۵۰
	۸	۷-۱۰	۶-۵۹	۶-۳۲	۵-۵۵	۵-۲۶	۵-۱۳	۵-۲۰	۵-۳۴	۵-۵۳	۶-۹	۶-۳۱	۶-۵۶
	۱۵	۷-۹	۶-۵۳	۶-۲۴	۵-۴۷	۵-۲۱	۵-۱۲	۵-۲۳	۵-۴۰	۵-۵۷	۶-۱۴	۶-۳۶	۷-۱
	۲۲	۷-۸	۶-۴۷	۶-۱۶	۵-۴۰	۵-۱۸	۵-۱۱	۵-۲۶	۵-۴۴	۶-۲	۶-۱۸	۶-۴۳	۷-۴
زوال (ظہر)	۱	۱۲-۱۷	۱۲-۲۸	۱۲-۲۶	۱۲-۱۷	۱۲-۱۰	۱۲-۱۱	۱۲-۱۷	۱۲-۱۹	۱۲-۱۲	۱۲-۲	۱۱-۵۴	۱۲-۳
	۸	۱۲-۲۰	۱۲-۲۸	۱۲-۲۴	۱۲-۱۵	۱۲-۹	۱۲-۱۲	۱۲-۱۷	۱۲-۱۸	۱۲-۱۰	۱۲-۱	۱۱-۵۸	۱۲-۶
	۱۵	۱۲-۲۳	۱۲-۲۸	۱۲-۲۲	۱۲-۱۳	۱۲-۹	۱۲-۱۳	۱۲-۱۸	۱۲-۱۷	۱۲-۸	۱۱-۵۹	۱۱-۵۹	۱۲-۹
	۲۲	۱۲-۲۵	۱۲-۲۷	۱۲-۲۰	۱۲-۱۲	۱۲-۱۰	۱۲-۱۵	۱۲-۱۹	۱۲-۱۶	۱۲-۵	۱۱-۵۸	۱۲-۰	۱۲-۱۴
دو مثل (عصر)	۱	۳-۴۹	۴-۱۴	۴-۳۴	۴-۴۵	۴-۵۴	۵-۱	۵-۷	۵-۵	۴-۴۶	۴-۱۹	۳-۵۱	۳-۳۸
	۸	۳-۵۵	۴-۲۰	۴-۳۷	۴-۴۶	۴-۵۴	۵-۳	۵-۹	۵-۳	۴-۴۱	۴-۱۲	۳-۴۶	۳-۳۹
	۱۵	۴-۱	۴-۲۴	۴-۴۰	۴-۴۸	۴-۵۶	۵-۴	۵-۸	۴-۵۹	۴-۳۴	۴-۵	۳-۴۴	۳-۴۱
	۲۲	۴-۶	۴-۳۰	۴-۴۴	۴-۵۰	۴-۵۸	۵-۷	۵-۷	۴-۵۵	۴-۲۸	۳-۵۹	۳-۴۰	۳-۴۴
غروب آفتاب (مغرب) شرعی	۱	۵-۲۶	۵-۵۱	۶-۱۲	۶-۳۱	۶-۴۹	۷-۷	۷-۱۶	۷-۵	۶-۳۶	۶-۱	۵-۳۹	۵-۱۵
	۸	۵-۳۱	۵-۵۶	۶-۱۶	۶-۳۴	۶-۵۳	۷-۱۱	۷-۱۵	۶-۵۹	۶-۲۷	۵-۵۳	۵-۳۴	۵-۱۵
	۱۵	۵-۳۸	۶-۲	۶-۲۱	۶-۳۸	۶-۵۷	۷-۱۴	۷-۱۴	۶-۵۳	۶-۱۸	۵-۴۵	۵-۱۹	۵-۱۷
	۲۲	۵-۴۴	۶-۷	۶-۲۴	۶-۴۳	۷-۱	۷-۱۸	۷-۱۴	۶-۴۷	۶-۱۰	۵-۳۷	۵-۱۶	۵-۲۰
عشاء	۱	۶-۵۱	۷-۱۴	۷-۳۰	۷-۵۱	۸-۱۵	۸-۴۱	۸-۵۱	۸-۴۵	۷-۵۷	۷-۱۹	۶-۵۰	۶-۳۹
	۸	۶-۵۶	۷-۱۷	۷-۳۴	۷-۵۴	۸-۲۱	۸-۴۵	۸-۴۹	۸-۳۷	۷-۳۸	۷-۸	۶-۴۵	۶-۴۰
	۱۵	۷-۱	۷-۲۴	۷-۳۹	۸-۱	۸-۲۷	۸-۴۹	۸-۴۷	۸-۱۹	۷-۳۸	۷-۳	۶-۴۲	۶-۴۳
	۲۲	۷-۶	۷-۲۶	۷-۴۴	۸-۷	۸-۳۲	۸-۵۱	۸-۴۴	۸-۱۱	۷-۴۰	۶-۵۷	۶-۳۹	۶-۳۵

نقشہ اوقات نماز برائے شہر کراچی (پاکستان)

وقتوں کا نام	تاریخ	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
صبح صادق (طلوع فجر)	۱	۵-۵۴	۵-۵۴	۵-۲۹	۵-۶	۴-۳۴	۴-۱۵	۴-۱۵	۴-۳۴	۴-۵۱	۵-۲	۵-۱۹	۵-۳۹
	۸	۵-۵۶	۵-۵۲	۵-۳۱	۴-۵۸	۴-۲۸	۴-۱۲	۴-۲۰	۴-۳۹	۴-۵۵	۵-۹	۵-۲۴	۵-۴۳
	۱۵	۵-۵۴	۵-۴۹	۵-۲۵	۴-۵۰	۴-۲۳	۴-۱۱	۴-۲۴	۴-۴۳	۴-۵۹	۵-۱۱	۵-۲۸	۵-۴۵
	۲۲	۵-۵۴	۵-۴۴	۵-۱۴	۴-۴۳	۴-۱۹	۴-۱۱	۴-۲۸	۴-۴۴	۵-۳	۵-۱۴	۵-۳۴	۵-۴۹
شروع طلوع آفتاب	۱	۷-۱۴	۷-۱۵	۶-۵۶	۶-۲۵	۵-۵۴	۵-۴۲	۵-۴۵	۵-۵۹	۶-۱۲	۶-۲۴	۶-۳۹	۷-۰
	۸	۷-۱۹	۷-۱۲	۶-۴۹	۶-۱۸	۵-۵۲	۵-۴۱	۵-۴۸	۶-۲	۶-۱۵	۶-۲۷	۶-۴۴	۷-۵
	۱۵	۷-۱۹	۷-۷	۶-۴۲	۶-۱۱	۵-۴۸	۵-۴۱	۵-۵۰	۶-۶	۶-۱۸	۶-۳۹	۶-۴۹	۷-۹
	۲۲	۷-۱۸	۷-۲	۶-۳۵	۶-۵	۵-۴۵	۵-۴۲	۵-۵۴	۶-۹	۶-۲۱	۶-۳۳	۶-۵۴	۷-۱۴
زوال (ظہر)	۱	۱۲-۳۶	۱۲-۴۶	۱۲-۴۵	۱۲-۳۴	۱۲-۳۰	۱۲-۳۰	۱۲-۳۶	۱۲-۳۸	۱۲-۳۴	۱۲-۲۲	۱۲-۱۶	۱۲-۲۱
	۸	۱۲-۳۹	۱۲-۴۷	۱۲-۴۴	۱۲-۳۵	۱۲-۲۹	۱۲-۳۱	۱۲-۳۷	۱۲-۳۸	۱۲-۳۰	۱۲-۲۰	۱۲-۱۶	۱۲-۲۴
	۱۵	۱۲-۴۲	۱۲-۴۷	۱۲-۴۲	۱۲-۳۳	۱۲-۲۹	۱۲-۳۲	۱۲-۳۸	۱۲-۳۷	۱۲-۲۸	۱۲-۱۸	۱۲-۱۷	۱۲-۲۷
	۲۲	۱۲-۴۴	۱۲-۴۶	۱۲-۳۰	۱۲-۳۱	۱۲-۲۹	۱۲-۳۴	۱۲-۳۸	۱۲-۳۵	۱۲-۲۶	۱۲-۱۴	۱۲-۱۸	۱۲-۳۱
دو مثل (عصر)	۱	۴-۱۹	۴-۳۴	۴-۵۸	۵-۴	۵-۱۱	۵-۱۶	۵-۲۱	۵-۱۹	۵-۶	۴-۳۱	۴-۱۴	۴-۸
	۸	۴-۲۲	۴-۴۶	۵-۱	۵-۸	۵-۱۲	۵-۱۴	۵-۲۲	۵-۱۸	۵-۰	۴-۳۵	۴-۱۲	۴-۹
	۱۵	۴-۳۱	۴-۵۰	۵-۲	۵-۹	۵-۱۳	۵-۱۹	۵-۲۳	۵-۱۶	۴-۵۵	۴-۲۹	۴-۱۳	۴-۱۱
	۲۲	۴-۳۸	۴-۵۴	۵-۳	۵-۹	۵-۱۴	۵-۲۰	۵-۲۱	۵-۱۱	۴-۴۸	۴-۲۳	۴-۱۱	۴-۱۳
شروع غروب آفتاب (مغرب)	۱	۵-۵۴	۶-۱۴	۶-۳۳	۶-۴۸	۷-۲	۷-۱۴	۷-۲۶	۷-۱۴	۶-۵۴	۶-۲۰	۵-۵۴	۵-۴۲
	۸	۵-۵۸	۶-۲۱	۶-۳۸	۶-۵۱	۷-۵	۷-۲۰	۷-۲۵	۷-۱۳	۶-۴۴	۶-۱۳	۵-۴۸	۵-۴۳
	۱۵	۶-۲	۶-۲۶	۶-۴۱	۶-۵۴	۷-۹	۷-۲۳	۷-۲۵	۷-۴	۶-۳۷	۶-۶	۵-۴۵	۵-۴۵
	۲۲	۶-۹	۶-۳۰	۶-۴۴	۶-۵۴	۷-۱۲	۷-۲۵	۷-۲۲	۷-۱	۶-۳۰	۶-۰	۵-۴۲	۵-۴۸
عشاء	۱	۷-۳۲	۷-۴۴	۷-۵۴	۸-۱۰	۸-۳۰	۸-۵۰	۹-۰	۸-۴۸	۸-۱۴	۷-۴۲	۷-۱۴	۷-۹
	۸	۷-۳۶	۷-۴۶	۸-۰	۸-۱۳	۸-۳۴	۸-۵۵	۸-۵۸	۸-۴۳	۸-۸	۷-۳۵	۷-۱۳	۷-۱۱
	۱۵	۷-۴۱	۷-۵۰	۸-۳	۸-۱۸	۸-۳۹	۸-۵۸	۸-۵۴	۸-۳۵	۷-۵۹	۷-۲۹	۷-۱۱	۷-۱۳
	۲۲	۷-۳۶	۷-۵۴	۸-۵	۸-۲۳	۸-۴۳	۹-۰	۸-۵۴	۸-۲۸	۷-۵۱	۷-۲۲	۷-۹	۷-۱۶

باب۔ اذان اور اقامت کا بیان

اذان اور اقامت کے معنی و کلمات و طریقہ

(کیونکہ وقت نماز کے لئے سبب ظاہری ہے اور اذان وقت کے داخل ہونے کا اعلان ہے اس لئے وقتوں کے بعد اس کا بیان ہوتا ہے)

اذان کے معنی لغت میں اعلام یعنی خبردار کرنا اور شرع میں نماز کے لئے خاص طریقہ پر چند معینہ و مرتبہ الفاظ کے ذریعہ خبردار کرنا ہے۔ اذان کے پندرہ کلمے ہیں اور اذان کا آخری کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور وہ کلمات یہ ہیں:۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ صبح کی اذان میں دو کلمے زیادہ ہیں یعنی حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ زیادہ کرے اس طرح اس میں سترہ کلمے ہو جائیں گے۔

جب نماز کے لئے کھڑے ہونے لگتے ہیں تو نماز شروع ہونے سے پہلے ایک شخص وہی کلمے کہتا ہے جو اذان میں کہے جاتے ہیں اسے اقامت اور تکبیر کہتے ہیں۔ جو شخص اذان کہتا ہے اسے مؤذن اور جو تکبیر کہتا ہے اُسے مکبّر کہتے ہیں۔ اقامت کے سترہ کلمے ہیں۔ فجر کے علاوہ باقی اذانوں میں جو پندرہ کلمے ہیں اور دو کلمے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد زیادہ کرے یعنی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ۔

طریقہ اذان کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر مسجد سے علٰحدہ کسی اونچی جگہ قبلہ رخ کھڑا ہووے اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی دونوں انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے (اس قدر نہیں کہ جس سے تکلیف ہو) پہلی آواز میں دو دفعہ اللہ اکبر کہے پھر دوسری آواز میں بھی دو دفعہ اللہ اکبر کہے (یعنی دو آوازوں میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے) پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ دو آوازوں میں۔ پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت داہنی طرف منہ پھیر لیا کرے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے وقت بائیں طرف پھیرے لیکن سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ ایک آواز میں کہے پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہے اور فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ بغیر منہ پھیرے کہے۔

اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔ (۱) اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے۔ (۲) اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے۔ (۳) اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی۔ (۴) اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ زائد ہے۔ (۵) اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے۔ (۶) اقامت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں و بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے۔ مزید تفصیل سنن و مستحبات میں درج ہے۔

اذان و اقامت کے شرائطِ صحت و کمال

(۱) اذان و اقامت کا عربی زبان میں خاص اُنہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اگر کسی اور زبان فارسی وغیرہ میں یا عربی زبان میں منقولہ الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے اس لئے دوبارہ مسنون طریقہ پر اذان دیں۔ (۲) اگر کسی فرض ادا نماز کی اذان دی جائے تو اس کے لئے اس نماز کا وقت ہونا۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے۔ (۳) مؤذن کا مسلمان ہونا پس کافر کی اذان صحیح نہ ہوگی اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۴) مؤذن کا مرد ہونا۔ عورت کی اذان درست نہیں۔ اگر عورت اذان دے تو اس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر بغیر اعادہ کئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی۔ (۵) مؤذن کا صاحبِ عقل ہونا۔ اگر ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو نہ ہوگی، دوبارہ دی جائے گی۔

سنن و مستحبات و مکروہات و کیفیتِ اذان و اقامت

(۱) اذان اور اقامت دونوں کو جہر سے کہے مگر اقامت اذان سے پست کہے اگر صرف اپنی نماز کے لئے اذان دے تو اختیار ہے پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے۔ چاہئے کہ اذان مئذنہ پر (یعنی جو جگہ اذان دینے کے لئے مسجد کے ساتھ بنائی جاتی ہے) یا مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دے۔ مسجد میں اذان نہ دے کیونکہ مکروہِ تنزیہی ہے اور بہتر نہیں ہے لیکن ضرورۃً ایک کونہ پر جائز ہے البتہ جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ بلند جگہ میں بلند آواز سے اذان دے تاکہ پڑوسی اچھی طرح سن لے اور مؤذن کو طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اقامت زمین پر اور مسجد میں کہی جائے (یعنی عام سطح پر کہی جائے بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں اگرچہ جائز ہے اور اس کے لئے آواز زیادہ بلند کرنا نہیں ہے بلکہ اتنی بلند جس سے مسجد کے نمازیوں کو جماعت کھڑی ہونے کا علم ہو جائے مناسب ہے)۔ اذان کا دائیں یا بائیں ہونا

ف، اور فجر کی اقامت میں بھی الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں کہی جاتی۔ (مؤلف)

ضروری نہیں کسی جانب بھی کہے کوئی کراہت نہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ ایسی جگہ اذان دے جہاں سے پڑوسی اچھی طرح سُن سکیں یعنی دائیں یا بائیں جس طرف پڑوسی زیادہ ہوں اُس طرف اذان دینا مناسب ہے۔ اقامت بھی دائیں یا بائیں جس طرف اتفاق ہو بلا کراہت درست ہے (لیکن دائیں طرف ہونا اولیٰ ہونا چاہیئے۔ مؤلف) اگر منفرد اپنے لئے اذان دے یا جماعت کے لوگ حاضر ہوں تو بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) اذان میں ترجیع نہیں ہے اور ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ پہلے آہستہ آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دوبارہ کہے پھر اس کے بعد ان چاروں کلمات کو بلند آواز سے کہے اس طرح کل کلمات اذان انیس[19] ہو جائیں اور یہ ترجیع مباح ہے نہ سنت ہے نہ مکروہ، اور ظاہر ہے کہ خلافِ اولیٰ ہے اور جس نے مکروہ کہا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ (۳) اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کے کہے اور اقامت بلا رُکے ہوئے کہے یہ مستحب طریقہ ہے لیکن اگر دونوں کو رُک رُک کے کہے یا دونوں کو بلا رُکے کہے یا اقامت کو رُک کے کہے اور اذان کو بلا رُکے کہے تو جائز ہے بعضوں نے کہا کہ اذان میں بلا رُکے کہنا مکروہ ہے اور ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اقامت کا اعادہ مستحب نہیں اور یہی حق ہے۔ رُک رُک کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو کلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے لے۔ بلا رُکے کا مطلب ہے ملانا اور جلدی کرنا۔ اللہ اکبر دو دفعہ کہنے کے بعد رُکے، ہر دفعہ اللہ اکبر کہنے پر نہ رُکے یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر ایک ساتھ کہے اور کچھ دیر ٹھہرے پھر دوسری بار اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور ٹھہرے کیونکہ سکتہ کے لحاظ سے اللہ اکبر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہیں۔ پھر ہر کلمہ کے اوپر توقف کرتا رہے۔ اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرے (یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے) لیکن اذان میں حقیقۃً سکون (اصطلاحی وقف) کرے یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے کیونکہ اس میں رُک رُک کے کہنا نہیں ہے اور اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اللہ اکبر (یعنی دوسرے اور چوتھے اور چھٹے) کی رے کو بھی حقیقۃً وقف کا سکون (جزم) کرے اور حرکت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) کرنا غلطی ہے اور ہر دو تکبیروں کے پہلے اللہ اکبر کی یعنی پہلے اور تیسرے اور پانچویں کی اور اقامت کے اندر ہر اللہ اکبر کی رے کو بھی سکون کرنا یا اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ فتح (زبر) کے ساتھ وصل کرنا سنت ہے اگر ضمہ (پیش) سے وصل کیا تو خلافِ سنت ہے۔ اللہ اکبر کے اللہ کے الف کو مد کرنا کفر ہے جبکہ معانی فاسدہ کو جان کر قصداً کہے اور بلا قصد کہنا بھی شرعاً غلط ہے اور اس کے آخر میں اکبر کی ب کو مد کرنا خطائے فاحش ہے (اس کی مزید تفصیل تکبیر تحریمہ کے بیان میں ہے)۔ (۴) اذان اور اقامت کے کلمات میں طریقۂ مشروع کے مطابق ترتیب کرے اگر دونوں میں بعض کلموں کو بعض پر مقدم کر دیا تو افضل یہ ہے کہ جس جگہ آگے پیچھے ہوا ہے اتنے کو صحیح کر لے یعنی جو اپنی جگہ سے پہلے کر دیا اس کا شمار نہیں ہیں اپنی جگہ پر صرف اس کا اعادہ کرے سرے سے

اعادہ کی ضرورت نہیں مثلاً اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے پہلے کہہ جائے یا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ سے پہلے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہہ جائے تو پہلی صورت میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پھر کہے تاکہ وہ اپنی جگہ پر ہو جائے۔ اور دوسری صورت میں حَیَّ عَلَی الصلوٰۃ کے بعد حی علی الفلاح پھر کہے اور اگر اس کو صحیح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔ اسی طرح مثلاً اگر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنا بھول گیا تو اب پھر اسی کلمہ کو کہہ کر آگے شروع کر دے۔ (۵) اذان اور اقامت میں قبلہ کی طرف منہ کرے جبکہ سوار نہ ہو اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کیا تو ترکِ احسن اور مکروہ تنزیہی ہے اور اعادہ کر لینا مستحب ہے۔ سوار کے لئے سفر میں اپنے واسطے اذان و اقامت درست ہے لیکن اقامت کے لئے اترنا چاہئے اگر نہ اترا تو جائز ہے۔ اور استقبالِ قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر اذان نہ کہے حضر میں سوار کی اذان ظاہر الروایۃ میں مکروہ ہے لیکن اس کا اعادہ نہ کیا جائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ (۶) اذان میں جب حی علی الصلوٰۃ کہے تو اپنے منہ کو دائیں طرف پھیرے اور جب حی علی الفلاح کہے تو بائیں طرف کو منہ پھیرے۔ منہ اس طرح پھیرے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے اُسی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے خواہ اکیلا صرف اپنے واسطے اذان دے اور خواہ اذان نماز کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے مثلاً نومولود بچے کے لئے کان میں جو اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں کلموں کے وقت منہ کو دائیں بائیں پھیرنا چاہئے۔ بعض کے نزدیک اقامت میں التفات یعنی حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے وقت دائیں و بائیں منہ نہ پھیرے اس لئے کہ اذان میں بوجہ ضرورت ہے کہ غائبین کو اچھی طرح اعلان ہو جائے اور اقامت میں اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ نمازی موجود ہیں اور بعض کے نزدیک اگر جماعت کی جگہ کشادہ ہو تو اقامت میں بھی ان دونوں کلمات کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرے اور بعض نے کہا کہ جگہ کشادہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں منہ پھیرے۔ (۷) اگر اذان دینے کا منارہ وسیع ہو تو اس میں پھرے یہ بہتر ہے پس مؤذن منذنہ (مینار) میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت پھرے اور دائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلوۃ دو بار کہے پھر بائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الفلاح دوبارہ کہے یہ اس وقت ہے جبکہ منارہ وسیع ہو اور ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان کہنے میں لوگوں کو پوری طرح علم نہ ہو اور اس حالت میں پاؤں جگہ سے ہٹنے کا مضائقہ نہیں منہ اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے اگر پاؤں جگہ سے ہٹائے بغیر صرف دائیں بائیں منہ پھیرنے سے لوگوں میں پوری طرح اعلان ہو جائے تو اسی پر اکتفا کرے اور پاؤں اپنی جگہ سے نہ ہٹائے اس صورت کے علاوہ اذان میں چلنا مکروہ ہے اور اس اذان کا اعادہ کرنا چاہئے۔ (ف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اذان کے لئے منارہ نہ تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد میں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے منارہ بنایا گیا۔ (۸) صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

کہنا مستحب ہے (۹) تلحین مکروہ ہے۔ تلحین ایسی راگنی کو کہتے ہیں جس سے کلمات میں تغیر آجائے یعنی حروف کی ادائیگی وحرکات و سکنات و مدوغیرہ میں کمی بیشی واقع ہو اور گانے والوں کی طرح ادا کرنا اور کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے کہنا بھی مکروہ ہے لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان کہنا یا قرآن پڑھنا جس میں لحن (تغیر کلمات) نہ ہو بہتر اور حسن ہے اور حُسنِ صوت کو تغیر لازمی نہیں ہے۔ (۱۰) اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھے کے پاس والی) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ اپنے دونوں کانوں میں دونوں انگلیاں کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی (اِجْعَلْ اِصْبَعَیْكَ فِیْ اُذُنَیْكَ فَاِنَّهٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِكَ الحدیث) اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے (یعنی چاروں انگلیوں کو ملا کر) تب بھی بہتر ہے اور پہلی صورت یعنی انگلیوں کا کانوں کے اندر رکھنا احسن و زیادہ بہتر ہے امام صاحب سے اپنا ایک ہاتھ کان پر رکھنا بھی مروی ہے اور یہ انگلیاں یا ہاتھ کانوں میں رکھنا اذان میں معمول ہے تاکہ آواز بلند ہو اور بہرا اور دور کا آدمی جو آواز نہیں سن سکتا وہ اس فعل کو دیکھ کر جان لیتا ہے کہ اذان ہو رہی ہے اقامت میں یہ معمول نہیں کیونکہ اقامت میں آواز کو زیادہ بلند کرنا نہیں ہے اس لئے اقامت میں دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے۔ (۱۱) تثویب۔ متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے مغرب میں تثویب نہیں اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان میں پھر اعلان کرے اور یہ اس لئے ہے تاکہ اچھی طرح اعلان ہو جائے۔ ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے موافق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھتے ہوں کہ جماعت تیار ہے مثلاً کھنکارنا، یا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یا قامت قامت کا لفظ کہنا، یا اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللہ کہنا اور تثویب ہر جگہ وہاں کی زبان میں جائز ہے مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ۔ عربی کی خصوصیت اذان اور اقامت کے لئے ہے تثویب کے لئے نہیں۔ نیز بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت کے کلمات تثویب میں استعمال نہ کئے جائیں، ان کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔ فجر کی اذان کے بعد اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھ سکے پھر تثویب کہے پھر اسی قدر بیٹھے پھر اقامت کہے اسی طرح سوائے مغرب کے تمام نمازوں کے لئے کرے اگر مغرب کے لئے ضرورت ہو اذان کے فوراً بعد بلا فصل تثویب کرے تو ظاہر ہے کہ یہ منع نہیں ہے۔ مغرب کو اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ لوگ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور وقت تنگ ہوتا ہے اور نماز اذان کے بعد جلدی کھڑی ہو جاتی ہے فافہم۔ یہ تثویب متقدمین کے نزدیک صرف فجر کی نماز میں رائج تھی اور اس کے علاوہ مکروہ تھی۔ متاخرین نے لوگوں کی غفلت کی زیادتی اور لوگوں کے اذان سنتے ہی بہت کم اٹھنے کی سستی کی وجہ سے اختیار کیا ہے (بازاروں وغیرہ میں شور و کاروباری اژدحام کے باعث اذان کی آواز سنائی بھی نہیں دیتی اور لوگ کاروباری مشغولیت کی وجہ سے غافل ہو جاتے ہیں مؤلف) اور یہ بدعت حسنہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ (یعنی جس بات کو مسلمان (علمائے متقی) دین میں اچھا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ المشکوٰۃ)۔

(۱۲) اذان اور اقامت میں ایسی دو رکعتوں یا چار رکعتوں کی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جن میں ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھ سکے اور ہمیشہ کے آنے والے نمازیوں کی مستحب وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے رعایت کرے تاکہ جو لوگ پاخانہ پیشاب یا کھانے پینے میں مشغول ہوں وہ سہولت سے فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہوسکیں۔ اذان اور اقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور موذن کے لئے یہ اولیٰ ہے کہ جس نماز سے پہلے سنتیں یا نفل پڑھے جاتے ہیں وہ اذان اور اقامت کے درمیان میں پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس درمیان میں بیٹھ جائے۔ اگر مغرب کا وقت ہو تب بھی فقہا کا اتفاق ہے کہ اذان اور اقامت میں فصل ضروری ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک جتنی دیر دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں اتنی دیر بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور کھڑا رہنا جائز۔ (۱۳) اذان اور اقامت کے درمیان میں دعا مانگنا مستحب ہے۔

(۱۴) اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقفہ کے بعد جماعت مستحب وقت میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت اوسط (درمیانی) وقت میں کہے تاکہ وضو کرنے والا اپنے وضو سے اور نماز پڑھنے والا اپنی نماز سے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔

(۱۵) کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہئے اور اگر خاص اپنے واسطے بیٹھ کر اذان دے تو مضائقہ نہیں اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (۱۶) اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔ (۱۷) اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد۔ پس اگر کلام کیا تو اگر بہت کلام کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور قلیل کلام کیا ہو تو اعادہ نہ کرے۔ اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے۔ کھنکارنا بھی کلام میں داخل ہے مگر آواز سنوارنے کے لئے جائز ہے۔ (۱۸) موذن کو حالتِ اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اسی حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کریں۔ اگر موذن (یعنی مکبّر) امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی اور امام مسجد کے اندر ہوں تو موذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اسی وقت امام اور نمازی کھڑے ہو جائیں یہی صحیح ہے اور اگر امام مسجد کے باہر ہے تو اگر صفوں کی طرف سے یا پیچھے سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ بڑھے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر امام مسجد میں سامنے سے آئے تو امام کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر اقامت کہنے والا خود امام ہی ہو تو اگر وہ مسجد کے اندر تکبیر کہے تو جب تک اقامت سے

فارغ نہ ہولے تب تک نمازی کھڑے نہ ہوں اور اگر وہ امام مسجد سے باہر اقامت کہے تو جب تک وہ مسجد میں داخل نہ ہو تب تک نمازی کھڑے نہ ہوں اور جس صف تک امام پہنچے وہی کھڑی ہوتی جائے۔ اور افضل و مستحب یہ ہے کہ جب قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے تو امام نماز شروع کردے اور تکبیر تحریمہ کہے۔ اور اگر تاخیر کرے یہاں تک کہ تکبیر اقامت کہنے والا اقامت پوری کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور یہ تاخیر کرنا ہی اعدل واصح ہے کیونکہ اس سے تکبیر کہنے والے کی متابعت ہے یعنی جواب اقامت دینے کی فضیلت کی حفاظت ہے اور مکبر کو امام کے ساتھ نماز شروع کرنے پر اعانت ہے یعنی موذن بھی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل کرسکے گا۔ اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے تکبیر شروع ہونے سے پہلے سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ عوام الناس کی سستی اور اہتمام کی کمی کے باعث حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفیں سیدھی نہیں ہوتیں بلکہ پہلے کھڑا ہونے پر بھی دیر لگاتے ہیں اس طرح اقامت اور امام کے تحریمہ (نیت باندھنے) میں فاصلہ ہوجاتا ہے یا پھر امام نیت باندھ لیتا ہے اور لوگ صفیں سیدھی کرنے کے لئے کہتے رہتے ہیں جس سے لوگوں کو نیت باندھنے میں الجھن ہوتی ہے۔ پس اس ضرورت کی وجہ سے افضل وراجح یہ ہے کہ تکبیر اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں اگر لوگ پہلے سے صفیں سیدھی کرکے بیٹھنے کے عادی ہوں تو افضل یہ ہوگا کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ یہ اختلاف افضلیت میں ہے اور ضرورت کی وجہ سے ایک ادب کو ترک کرکے دوسرے ادب کو اختیار کرنا ہے۔ اور فقہا نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کرے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے تقدیم نہ کرے بلکہ لکھا ہے کہ اگر شروع اقامت میں کھڑا ہوجائے تو مضائقہ نہیں یعنی کوئی گناہ نہیں۔ فافہم۔ (۱۹) جب کوئی شخص اقامت کے وقت داخل ہو تو اس کو کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے یعنی خلاف ادب و خلاف اولیٰ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو۔

سنن و مستحبات و مکروہات وغیرہ جو موذن سے متعلق ہیں

(۱) موذن عاقل ہو۔ مجنوں اور مست اور نا سمجھ بچہ کی اذان اور اقامت مکروہ ہے اور ان کی اذانوں کا اعادہ کرلینا چاہئے اقامت کا اعادہ نہ کریں کیونکہ تکرار اقامت مشروع نہیں ہے اور تکرار اذان مشروع ہے۔ اگر سمجھدار لڑکا (اگرچہ قریب البلوغ نہ ہو) اذان دے تو بلا کراہت صحیح ہے لیکن بالغ کی اذان افضل ہے۔ اگر نشہ کی حالت میں اذان دے تو بھی مکروہ ہے اگرچہ مباح چیز مثلاً اجوائن خراسانی وغیرہ سے مست ونشہ والا ہوا ہو اور اس کا لوٹانا مستحب ہے۔ (۲) مرد ہو۔ عورت اور خنثیٰ کی اذان مکروہ تحریمی ہے۔ پس اگر عورت اذان دے تو اعادہ کرنا چاہئے

اگر نہ لوٹائی تو وہ نماز بغیر اذان کے ہوگی اور ترکِ اذان کا گناہ ہوگا۔ (۳) صالح و متقی ہو، فاسق کی اذان مکروہ ہے اگرچہ عالم ہی ہو مگر پھر نہ لوٹا دیں اور اگر اس فاسق عالم کے سوا دوسرا متقی عالم نہ ہو تو امامت و اذان کے حق میں فاسق عالم، جاہل پرہیزگار سے بہتر ہے۔ اگر مؤذن اذان دینے کے بعد مرتد ہو گیا تو اذان کا اعادہ ضروری نہیں اگر اعادہ کر لیں تو افضل ہے اور اگر اذان دینے کے دوران میں مرتد ہو گیا تو کوئی اور شخص اذان دے اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ دوسرا شخص شروع سے اذان کہے اور اگر اسی کو پورا کر لے تب بھی جائز ہے اور اگر مرتد ہی اس کو پورا کرے تو جائز نہیں اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۴) عالم سنت اوقات ہو یعنی اذان اور اقامت کے مسنون طریقے اور ضروری مسائل کو جانتا ہو اور قبلہ اور نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو تب ہی وہ مؤذنوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ پس اگر جاہل آدمی یعنی جس کو اذان و اقامت کا مسنون طریقہ اور نماز کے اوقات وغیرہ کا علم نہ ہو، اذان دے تو اس ثواب کا مستحق نہیں جو مؤذنوں کے لئے ہے (۵) حدثِ اکبر و اصغر سے پاک ہونا۔ جنبی کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے اس لئے اذان کا اعادہ کریں لیکن اقامت کا اعادہ نہ کریں کیونکہ اس کا تکرار مشروع نہیں ہے اور یہ اذان کا اعادہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب اور یہی صحیح ہے، بے وضو کی اذان مکروہ نہیں یہی صحیح ہے مگر اس کی عادت کر لینا بُرا ہے اور بے وضو کی اقامت مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کریں۔ (۶) مؤذن بارُعب ہو، لوگوں کے حال پر خبردار رہتا ہو اور مہربانی کرتا ہو اور جو لوگ جماعت میں نہیں آتے ان کو تنبیہ کرتا ہو اور یہ اس وقت ہے کہ جب یہ خوف نہ ہو کہ وہ اس کو ستائیں گے۔ (۷) ہمیشہ اذان کہتا ہو۔ (۸) ثواب کے لئے اذان اور اقامت کہتا ہو یعنی اذان اور اقامت پر اُجرت نہ لیتا ہو اگر لوگ بلا طلب اس کے ساتھ سلوک کر دیں تو جائز ہے یہی حکم امامت کا بھی ہے۔ متقدمین فقہاء کے نزدیک اذان اور امامت پر اُجرت لینا حلال نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کو جائز رکھا ہے پس اگر اس خیال سے کہ معاش کی مشغولی پابندیٔ اوقاتِ نماز میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو اور اگر اس کے لئے کوئی اور ذریعۂ معاش ہوتا تو وہ اذان و اقامت و امامت پر اجرت نہ لیتا تو اس خیال سے اجرت لینا جائز ہے بلکہ دوہرا ثواب ہے ایک اذان کا اور دوسرا عیال کے نفقہ کی کوشش کا، پس چاہئے کہ اس کو پابندیٔ اوقات کی اجرت سمجھے نہ کہ اذان و اقامت و امامت کی، اور اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔ (۹) بہتر یہ ہے کہ وہی نماز کا امام ہو اور افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی اقامت بھی کہے۔ اگر ایک شخص نے اذان کہی اور دوسرے نے اقامت کہدی پس اگر پہلا شخص غائب تھا تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر حاضر تھا اور اس کو دوسرے کے اقامت کہنے سے ملال ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور جو اس پر راضی ہو یا اجازت دیدے تو مکروہ نہیں۔ (۱۰) بلند آواز ہو۔ (۱۱) غلام کی اذان اور گاؤں میں رہنے والے اور جنگل میں رہنے والے اور ولد الزنا اور اندھے کی اور اس شخص کی جو بعض نمازوں کی اذان دے اور بعض کی نہ دے مثلاً دن کو بازار میں ہو اور رات کو گھر پر ہو بلا کراہت اذان و اقامت جائز ہے لیکن اگر کوئی اور شخص اذان دے تو اولیٰ ہے (اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی ہے

اور نفی کراہتِ تحریمی کی ہے) اگر اندھے کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہے جو اس کے نماز کے وقتوں کی محافظت کرے تو اندھے اور آنکھوں والے کی اذان برابر ہے اور غلام کو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر جماعت کی اذان حلال نہیں ہے البتہ صرف اپنے لئے اذان دینے میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح خاص مزدور (اجیر خاص) کو بھی جس کی مزدوری کر رہا ہے اس کی اجازت کے بغیر جماعت کی اذان حلال نہیں ہے کہ نماز کے اوقات کی پابندی سے مالک اور مستاجر کا نقصان لازم آئے گا اور اسی وجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہیں۔ (۱۲) اگر اذان یا اقامت کے دوران میں مؤذن مرگیا یا اُس کی زبان بند ہوگئی (یعنی گونگا ہوگیا) یا بھولنے کی وجہ سے رُک گیا اور کوئی اور بتانے والا نہیں یا اُس کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے چلا گیا یا بیہوش ہوگیا تو ان پانچوں صورتوں میں نئے سرے سے اذان یا اقامت کہنا مستحب ہے خواہ وہی کہے یا کوئی دوسرا۔ لیکن جبکہ دورانِ اذان یا اقامت میں وضو ٹوٹ گیا تو اولیٰ یہ ہے کہ اذان یا اقامت کو پورا کرلے پھر وضو کے لئے جائے کیونکہ جب بے وضو آدمی ابتداسے پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولیٰ پوری کرسکتا ہے۔ رُکنے کی مقدار یہ ہے کہ وہ وقفہ فاصلہ میں شمار ہوتا ہو تو اس کا اعادہ کرے اور اگر تھوڑا وقفہ کیا جیسے کھنکارنا اور کھانسنا تو اعادہ نہ کرے (اذان میں بے عذر کھنکارنا مکروہ ہے اگر عذر سے مثلاً آواز سنوارنے کے لئے کھنکارے تو مضائقہ نہیں)۔ (۱۳) مؤذن اقامت کے لئے آدمیوں کا انتظار کرے اور جو ضعیف ہمیشہ جلد آنے والا ہے اُس کے لئے رُکا رہے اور محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کا انتظار نہ کرے (یعنی خصوصیت سے انتظار نہ کرے۔ مؤلف)۔ ہاں اگر رئیس شریر ہے اور اس سے اندیشہ ہے اور وقت میں گنجائش ہے تو اس کا انتظار جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہے تو انتظار نہ کرنا چاہئے اگرچہ وہ شریر ہو۔ (۱۴) اذان اور اقامت کی ولایت بانیٔ مسجد کو ہے وہ نہ ہو تو اس کی اولاد کو پھر اس کے کنبہ والوں کو اور اگر اہلِ محلہ نے کسی ایسے شخص کو مؤذن یا امام بنایا جو بانی کے مؤذن یا امام سے بہتر ہے تو وہی شخص بہتر ہے۔ (۱۵) ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔ (۱۶) اگر کسی مسجد کے کئی مؤذن ہوں تو جب وہ آگے پیچھے آئیں تو جو پہلے آئے اسی کا حق ہے۔ (ف) اذان کے بارے میں جہاں اعادہ واجب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کو سنت کے مطابق ادا کرنے کے لئے اس کا لوٹانا ضروری ہے۔

اذان اور اقامت کے احکام

(۱) پانچوں وقت کی فرض عین نمازوں اور جمعہ کو جماعت سے ادا کرنے کے لئے اذان دینا مردوں پر سنت ہے۔ بعض کے نزدیک واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور ترک پر گنہگار ہونے میں واجب کی مانند ہے۔ اور یہ ہر شہر و بستی کے لئے سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر و بستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے اور اگر کسی نے اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر شہر وسیع ہو تو اگر ایک محلہ والے دوسرے محلہ والوں کی اذان

سنتے ہیں تو ادائے سنت کے لئے کافی ہے اور اگر نہیں سنتے تو وہ ترک پر گنہگار ہوں گے۔ اگر اہلِ شہر ترکِ اذان پر اتفاق کریں تو امام محمدؒ کے نزدیک ان کا قتال حلال ہے کیونکہ اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کا استخفاف ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں۔ اقامت بھی پانچوں فرض عین نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہونے میں اذان کی مانند ہے اور اقامت کا سنت ہونا اذان کی بہ نسبت زیادہ موکد ہے۔ ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں خواہ وہ فرض کفایہ ہوں یا واجب یا سنت و نوافل جیسے نماز جنازہ و وتر و عیدین، نذر، ہر فرض نماز کے ساتھ کی سنتیں و نوافل و تراویح، کسوف، خسوف، استسقاء، چاشت، نماز حوادث وغیرہ ان سب کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے۔ (۲) عورتوں پر خواہ وہ تنہا نماز پڑھیں یا جماعت کے ساتھ پڑھیں اذان اور اقامت نہیں ہے (یعنی مسنون نہیں ہے) اگر عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں خواہ ادا نماز ہو یا قضا تو بغیر اذان و اقامت کے پڑھیں اگر وہ اذان و اقامت کہیں گی تو نماز جائز ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔ (عورتوں کی جماعت جبکہ امام بھی عورت ہو مکروہ ہے)۔ (۳) لڑکوں اور غلاموں کی جماعت میں بھی اذان و اقامت مسنون و مشروع نہیں ہے (۴) مسجد کے اندر اذان اور اقامت کے بغیر فرض نماز پڑھنا (جماعت کرنا) سخت مکروہ ہے۔ (۵) مقیم کے لئے جبکہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے خواہ تنہا یا جماعت سے پڑھے اذان و اقامت مستحب ہے سنتِ موکدہ نہیں بشرطیکہ محلہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو۔ اذان اور اقامت کا چھوڑنا اس شخص کے لئے جو شہر کے اندر گھر میں نماز پڑھے اور اس محلہ میں اذان اور اقامت ہو گئی ہو مکروہ نہیں اور اس میں فرق نہیں کہ اکیلا شخص نماز پڑھے یا جماعت ہو اور افضل و مستحب یہ ہے کہ اذان و اقامت سے نماز پڑھے اور اگر اس محلہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اور صرف اذان چھوڑ دینا مکروہ نہیں اگر صرف اقامت چھوڑ دی تو مکروہ ہے۔ (۶) مسافر کو خواہ وہ اکیلا نماز پڑھتا ہو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اگر اذان کہی اور اقامت چھوڑ دی تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر اذان چھوڑ دی اور اقامت کہی تو بلا کراہت جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔ اسی طرح اگر مسافر کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان کا ترک بلا کراہت جائز ہے اور اقامت کا ترک مکروہ ہے اور اذان و اقامت دونوں کا کہنا مستحب ہے سنتِ موکدہ نہیں۔ اگر کوئی شخص گاؤں میں اپنے گھر میں نماز پڑھے اور اس گاؤں میں ایسی مسجد ہو جس میں اذان اور اقامت ہوتی ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو شہر کے اندر گھر میں پڑھنے والے کا ہوتا ہے اور اگر اس گاؤں میں ایسی مسجد نہیں تو وہ مسافر کے حکم میں ہے۔ (۸) اگر شہر یا گاؤں کے باہر باغ یا کھیت وغیرہ میں ہے اور وہ جگہ قریب ہے تو گاؤں یا شہر کی اذان کافی ہے۔ پھر بھی اگر وہ اذان دے لیں تو اولیٰ ہے اور جو قریب نہ ہو تو کافی نہیں اور قریب کی حد یہ ہے کہ وہاں کی آواز آتی ہو۔ (۹) اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں اور اقامت چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔ (۱۰) اگر مسجد والوں نے اذان اور اقامت کہہ کر جماعت کر لی تو پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان اور

اقامت اور جماعت مکروہ ہے تکرارِ جماعت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر پہلی ہیئت پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہی صحیح ہے اور محراب بدلنے سے ہیئت بدل جاتی ہے محراب سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پہلے امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہے پس اگر اس جگہ سے ہٹ کر امام کہیں اور کھڑا ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ اگر اس مسجد کے بعض نمازیوں نے اذان اور اقامت سے جماعت کر لی اس کے بعد مؤذن اور امام اور باقی جماعت کے لوگ آئے تو یہی جماعت مستحب اور پہلی ہے اور امام اپنی جگہ پر کھڑا ہوگا اور پہلی جماعت مکروہ ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر غیر محلے والوں نے کسی مسجد میں نماز پڑھ لی پھر اس مسجد کے نمازی آئے تو ان کو دوبارہ جماعت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اسی طرح مسجد والوں میں سے ایک گروہ نے آہستہ اذان دی کہ ان کے سوا کسی اور نے نہ سنا اور جماعت کر لی پھر اس مسجد والوں کا دوسرا گروہ آیا اور اس کو پہلے فریق کی خبر نہ ہوئی پھر انھوں نے بلند آواز سے اذان دی اس کے بعد پہلی اذان و جماعت کا حال معلوم ہوا تو ان کو چاہئے کہ حسب دستور جماعت سے نماز پڑھیں اور ان سب صورتوں میں پہلی جماعت کا اعتبار نہیں یعنی پہلی جماعت اُولیٰ نہیں بلکہ دوسری اُولیٰ ہے اور امام اپنی جگہ پر کھڑا ہوگا اس میں کوئی کراہت نہیں، راستہ کی مسجد میں تکرارِ جماعت، اذان و اقامت کے ساتھ بلا کراہت درست بلکہ افضل ہے۔ راستہ کی مسجد وہ ہے جس میں کوئی مؤذن و امام مقرر نہیں جیسے سڑک، بازار، اسٹیشن، سرائے وغیرہ کی مسجد ہوتی ہے کہ اس میں چند شخص آئے اور پڑھ کر چلے گئے پھر کچھ اور آئے اور پڑھ کر چلے گئے اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے تو افضل یہ ہے کہ ہر فریق علیحدہ علیحدہ اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کرے اور ہر امام اسی جگہ پر کھڑا ہو جہاں پہلا امام کھڑا ہوا تھا تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (۱۱) قضا نمازوں کے لئے اذان اور اقامت کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے جبکہ مسجد کے علاوہ یعنی جنگل وغیرہ میں ہو، اگر نماز کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ دی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر قضا ہونے کا علم نہ ہو اس لئے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کو ظاہر کرنا اچھا نہیں پس قضا نمازوں کو لوگوں پر اظہار کر کے پڑھنا مکروہ ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا اکیلا اور مسجد میں ہو یا کہیں اور، اور ایسے موقع پر وتر کی قضا میں دعائے قنوت میں رفع یدین نہ کرے۔ لہٰذا اگر مسجد میں یا ایسی جگہ جہاں لوگوں پر اظہار ہوتا ہو قضا نماز جماعت سے پڑھے تو اذان اور اقامت نہ کہے اور اگر منفرد ہو تو اس قدر آواز سے اذان دے لے کہ وہ خود ہی سن سکے اور اگر جماعت سے پڑھنے والے بھی اتنی آواز سے اذان دے لیں کہ دوسرے لوگوں کو اظہار نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر وہاں دوسرے لوگ نہ ہوں جیسے جنگل میں تو مکروہ نہیں سنت ہے۔ مسجد میں اس لئے بھی مکروہ ہے کہ اس سے لوگ وقت کی اذان سمجھ کر غلطی اور تشویش میں مبتلا ہوں گے۔ اور اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہو گئی جس میں وہاں کے تمام مسلمان مبتلا ہو گئے ہوں تو مسجد میں پڑھنے کے لئے بھی اذان و اقامت اعلان سے کہیں۔ (۱۲) ایک گروہ نے جماعت سے کسی وقت کی نماز پڑھی پھر ابھی وقت باقی تھا کہ ان کو اس نماز کے فاسد ہونے کا حال معلوم ہوا اور اسی وقت اور اسی

مسجد میں اس کو جماعت سے اعادہ کیا تو اذان اور اقامت کا اعادہ نہ کریں اگر زیادہ دیر ہو جائے تو صرف اقامت کا اعادہ کرلیں اور اگر وقت گزرنے کے بعد پڑھیں تو اب وہ قضا کے حکم میں ہے اور اس کو اس مسجد کے سوا کہیں اور اذان اور اقامت سے قضا کریں۔ (۱۳) اگر بہت سی نمازیں فوت ہوگئیں پس اگر ان کو ایک ہی مجلس میں قضا کرے تو پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہے اور باقی میں اختیار ہے چاہے اذان اور اقامت دونوں کہے اور چاہے صرف اقامت کہے اور اگر ہر نماز کے لئے دونوں کہے تو بہتر و اولیٰ ہے تاکہ قضا ادا کے طریقہ کے موافق ہو جائے اور اگر بہت سی مجلسوں میں قضا کرے لیکن ہر مجلس میں ایک سے زیادہ نمازیں پڑھے تب بھی ہر مجلس میں پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہے اور باقی میں اختیار ہے اور یہ اختیار اذان کے ترک کرنے یا نہ کرنے کے لئے ہے اقامت ہر نماز کے لئے کہے اور اس کا ترک مکروہ ہے اور دونوں کا کہنا اولیٰ ہے۔ (۱۴) اگر کوئی شخص جمعہ کے روز ایسے شہر اور بڑے گاؤں میں جہاں نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان اور اقامت کہنا سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر، اور خواہ نماز جمعہ ختم ہونے سے پہلے پڑھے یا ختم ہونے کے بعد اس لئے کہ اس میں جمعہ کی مخالفت کا شبہ پڑتا ہے اور چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے روز نماز ظہر کے لئے اذان و اقامت مکروہ نہیں ہے۔ (۱۵) صبح کے سوا اور نمازوں کی اذان وقت سے پہلے بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح صبح کی اذان بھی وقت سے پہلے کہنا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر وقت سے پہلے اذان کہدیں یا اذان کے بعض کلمات وقت سے پہلے واقع ہوں یعنی اذان وقت سے پہلے شروع کی اور وقت کے اندر ختم کی تو پھر لوٹا دیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اقامت وقت سے پہلے جائز نہیں اس لئے اعادہ کیا جائے۔ (۱۶) مستحب ہے کہ اقامت اور نماز شروع ہونا متصل ہو اور زیادہ فصل نہ ہو اور کوئی ایسا عمل نہ ہو جو اقامت اور نماز کے درمیان قاطع اور فصل شمار ہوتا ہو جیسے کھانا۔ پس اگر مؤذن نے اقامت کہنے کے بعد فجر کی سنتیں پڑھیں یا امام اس کے ایک ساعت کے بعد آیا یا امام نے اس کے بعد فجر کی سنتیں پڑھیں تو اقامت کا اعادہ نہ کریں اور اگر اقامت کے بعد کوئی ایسا کام شروع کردیا جائے جو نماز کی قسم سے نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ یا کوئی زیادہ کلام یا زیادہ عمل جس کی تفصیل سجدہ تلاوت میں مجلس کو توڑنے کے بیان میں ہے تو فاصل سمجھا جائے گا اور اس وقت اقامت کا اعادہ مستحب ہے۔ (۱۷) عرفات و مزدلفہ میں جو دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں تو پہلی کے لئے اذان اور اقامت کہے اور دوسری کے لئے صرف اقامت کہے۔ (۱۸) کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے اس کو عرف میں اذانِ جوق کہتے ہیں بڑی بڑی مساجد میں اس کا رواج ہے اور حرمین پاک میں بھی اس کا رواج ہے۔

نماز کے علاوہ اور جن موقعوں پر اذان دینا مستحب ہے

فرض عین نمازوں کے علاوہ اذان و اقامت سنت نہیں ہے لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں اذان و

اقامت یاصرف اذان مستحب ہے اور وہ یہ ہیں:- (۱) جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔ (۲) اس آدمی کے کان میں جو کسی رنج وغم میں مبتلا ہو (یعنی غم زدہ آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی دوسرے آدمی کو کہے کہ اس کے کان میں اذان دے پس اس سے اس کا غم زائل ہو جائے گا۔ (۳) مرگی کے مریض کے کان میں۔ (۴) جو شخص غصہ وغضب کی حالت میں ہو اُس کے کان میں۔ (۵) بدمزاج یعنی جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ انسان ہو یا جانور چوپایہ وغیرہ کے کان میں۔ (۶) (کفار کے ساتھ) لڑائی کی شدت کے وقت۔ (۷) آتشزدگی کے وقت اور جلے ہوئے کے کان میں۔ (۸) جن کی سرکشی کے وقت یعنی جہاں کسی جن کا ظہور ہو اور وہ کسی کو تکلیف دیتا ہو۔ (۹) مسافر کے پیچھے۔ (۱۰) جب مسافر جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں اذان دینا مستحب ہے۔ میت کو دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ سلف سے منقول ہے اس لئے بدعت ہے۔

اذان کا جواب دینے کا بیان

(۱) جو شخص مسنون اذان سُنے خواہ مرد ہو یا عورت پاک ہو یا جُنبی اور وہ اذان نماز کی ہو یا کوئی اور اذان ہو مثلاً نومولود بچہ کے کان میں اذان دی ہو اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے مگر معتمد اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہی ہے اور عملی جواب واجب ہے۔ پس جو شخص مسجد سے باہر ہے اس کو عملی جواب یعنی مسجد میں آنا واجب ہے اور زبانی جواب مستحب ہے اگر کسی نے زبان سے اذان کا جواب دیا اور عملی جواب نہ دیا یعنی جماعت میں شامل ہونے کے لئے بلا کسی عذر کے مسجد میں نہ آیا تو وہ شخص جواب دینے والا نہ کہلائے گا۔ اور اگر مسجد میں جماعتِ ثانیہ جو غیر مکروہ ہیئت پر مل سکتی ہو یا اپنے گھر پر اپنے گھر والوں کے ساتھ جماعت مل سکتی ہو تو اب اجابت بالقدم (عملی جواب) واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اول وقت اور مسجد میں جماعت کثیرہ کی تقویت اور بلا تکرار جماعت کی رعایت حاصل ہو۔ اور جو شخص مسجد میں موجود ہو اس کو عملی اجابت جو واجب تھی حاصل ہے اور صرف زبان سے جواب دینا مستحب ہے (۲) جو شخص اذان کی آواز نہ سُنے مثلاً دور ہو یا بہرہ ہو تو اس پر زبان سے اذان کا جواب دینا نہیں ہے اگرچہ اس کو علم ہو کہ اذان ہو رہی ہے۔ (۳) اگر اذان غلط کہی گئی یعنی سنت کے خلاف کہی گئی مثلاً حروف کو گھٹا بڑھا کر تلحین کے ساتھ کہا یا عربی کے سوا کسی اور زبان میں کہی یا غیر مسنون الفاظ کہے یا وقت سے پہلے اذان دی یا عورت نے یا جنبی نے اذان دی خواہ وہ پوری اذان غیر مسنون ہو یا اس کے بعض کلمات ایسے ہوں یعنی غیر عربی یا لحن کے ساتھ ہوں وغیرہ تو ایسی اذان کا جواب نہ دے نہ کل کا نہ جزو کا۔ بلکہ ایسی اذان کو سُنے بھی نہیں اور ایسی اذان یا اقامت کا اعادہ کریں۔ (۴) اگر ایک ہی مسجد کی کئی اذانیں سُنے جیسا کہ بڑی مسجدوں میں اذانِ جوق کا رواج ہے یا کئی مسجدوں کی اذانیں یکے بعد دیگرے ساتھ سُنے تو اس پر پہلی ہی اذان کا جواب ہے خواہ وہ اس کی اپنی مسجد کی اذان ہو یا کسی دوسری کی اور

بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے (۵) اگر کسی نے اذان سُنی اور وہ چل رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ اذان کے جواب کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (۶) اذان اور اقامت سننے کی حالت میں کوئی بات نہ کرے اور سوائے اِن کا جواب دینے کے کوئی اور کام نہ کرے یہاں تک کہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلافِ اولیٰ ہے ورنہ کلمات کے درمیانی وقفہ میں یہ امور یعنی سلام وجوابِ سلام کر لینا جواب دینے کے منافی نہیں ہے البتہ اذان و اقامت کے الفاظ کے نظم میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے مشروع نہیں ہے نیز اس حالت میں سلام کرنا مشروع نہیں جیسے قرآن شریف پڑھنے والے کو سلام کرنا مشروع نہیں ہے اس لئے اس کا جواب اس پر واجب نہیں ہے) (۷) اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھتا ہو تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔ اگر اقامت کے وقت دعا میں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں (۸) اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ گذری ہو تو جواب دیدے ورنہ نہیں۔ (۹) اگر اذان ہونے کے بعد دوبارہ کوئی اذان دے تو حرمت پہلی اذان کے لئے ہے۔ (۱۰) جمعہ کی پہلی اذان خواہ وہ کسی مسجد کی ہو یعنی محلّہ کی ہو یا دوسری جگہ کی سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد (یعنی جس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہو) جانا واجب اور خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا جو سعی میں مخل ہو حرام ہے کیونکہ وجوب سعی قرآن کی نص سے ثابت ہے لقولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ البتہ جن پر جمعہ واجب نہیں وہ مستثنیٰ ہیں ان کو خرید و فروخت جائز ہے۔ اور جمعہ کی دوسری اذان کا جواب (جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے) نہ دے کیونکہ مکروہ ہے (البتہ دل میں اذان کا جواب دے لے)۔

اذان واقامت کے جواب کا طریقہ

اذان کا جواب اس طرح دے کہ جو لفظ مؤذن کی زبان سے سُنے وہی کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے یا دونوں جگہ وہی کلمے بھی کہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی کہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے بعض کتابوں میں دونوں جگہ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَآءْ لَمْ یَکُنْ کہنا آیا ہے یا حی علی الصلوٰۃ کی جگہ لاحول الخ اور حی علی الفلاح کی جگہ ماشاء اللہ الخ بھی آیا ہے لیکن ماشاء اللہ کان الخ کا کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں البتہ بعض مشائخ ان سب کو جمع کر دیتے ہیں یعنی حی علیٰ اور لاحول اور ماشاء تینوں کہدیتے ہیں۔ نیز الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ کہے۔ اقامت کا جواب بالاجماع مستحب ہے اور وہ بھی اذان ہی کی طرح ہے اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں کہے اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا۔ اذان کے ختم پر مستحب ہے کہ مؤذن بھی اور اذان کا جواب دینے والا بھی درود شریف

پڑھ کر یہ دعا پڑھے :۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔

(ف) اس دعا میں اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔ کا اضافہ بیہقی کی روایت میں ہے ۔ اور بعض لوگ وَالْفَضِیْلَۃَ سے آگے یوں بڑھا کر پڑھتے ہیں وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ اور وَعَدْتَّہٗ کے بعد وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بڑھاتے ہیں اور اس دعا کو یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پر ختم کرتے ہیں ۔ ان اضافوں کی حدیث شریف میں کہیں کوئی اصل نہیں ہے ۔ دعائے اذان کے وقت ہاتھ اٹھانا کسی حدیث سے ثابت نہیں اس لئے نہ اٹھانا ہی افضل ہے البتہ اٹھانا بھی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا قولی و فعلی بہت سی مشہور حدیثوں سے ثابت ہے ۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے ۔ (۱) نماز کی حالت میں اگرچہ نماز جنازہ ہو ۔ (۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا (۳) جماع کی حالت میں ۔ (۴) پیشاب یا پاخانہ کرنے کی حالت میں ۔ لیکن اگر ان چیزوں سے فراغت کے بعد زیادہ دیر نہ گذری ہو تو جواب دینا چاہئے ورنہ نہیں ۔ (۵ و ۶) حیض و نفاس کی حالت میں کیونکہ اس وقت وہ قولی اور فعلی اجابت کی اہل نہیں ہے بخلاف جنبی کے کہ اس کا حدث حیض و نفاس کی بہ نسبت ہلکا ہے کیونکہ اس کے ازالہ کا جلدی امکان ہے ۔ (۷) علم دین پڑھانے یا پڑھنے کی حالت میں بخلاف قرآن پاک کی تلاوت کے لیکن اگر قرآن پاک بھی تعلیم دینے یا لینے کے لئے پڑھے تو یہی حکم ہے کہ پڑھتا رہے اور جواب کے لئے بند نہ کرے ۔ (۸) کھانا کھانے کی حالت میں ۔

باب ۔ نماز کی شرطوں کا بیان

شرع شریف کی اصطلاح میں شرط وہ ہے جس پر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس میں داخل نہ ہو یعنی اس کی ماہیت سے خارج ہو اور اس کا جزو نہ ہو ۔ بعض نے شرائط کی تعریف یوں کی ہے کہ اس کے نہ ہونے سے مشروط کا نہ ہونا لازم آئے اور اس کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہ ہو ۔ پس نماز کی شروط نماز کے وہ فرائض ہیں جو نماز سے باہر ہیں اور ان کے بغیر نماز واجب یا صحیح نہیں ہوتی ۔ نماز کی شرطیں دو قسم پر ہیں :۔

(۱) **نماز کے واجب ہونے کی شرطیں :** اور وہ پانچ ہیں (۱) اسلام ، یعنی مسلمان ہونا پس کافر پر نماز فرض نہیں ہے ۔ (۲) صحتِ عقل ، پس بے عقل پر نماز فرض نہیں خواہ وہ بے عقلی جنون کے سبب ہو یا بیہوشی کے سبب سے جبکہ یہ چیزیں پانچ وقت تک یا اس سے زیادہ رہیں اگر اس سے کم ہوں تو نماز واجب ہے اور بعد عذر

دُور ہونے کے قضا پڑھنی ہوگی۔ (۳) بلوغ، نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے۔ (۴) نماز سے عاجز نہ ہونا جیسے عورتوں کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا وغیرہ۔ (۵) وقت، یعنی اسلام لانے یا بلوغ یا جنون یا بیہوشی کے بعد یا حیض و نفاس کے بعد نماز کا وقت ملنا اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ اس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اس سے بھی کم وقت ملے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں۔ (تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے)

(۲) **نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں** اور یہ بہت سی ہیں لیکن جو مشہور ہیں اور ہر نماز سے تعلق رکھتی ہیں وہ سات ہیں (۱) حدثِ اکبر و اصغر سے طہارت یعنی جس پر غسل فرض ہے اس کو غسل کرنا اور جس کا وضو نہیں اس کو وضو کرنا۔ حدث حکمی ناپاکی کو کہتے ہیں یعنی وہ ناپاکی جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو مگر دیکھنے میں نہ آسکے اور وہ دو قسم پر ہے۔ حدثِ اکبر یعنی غسل فرض ہونا اس کو جنابت بھی کہتے ہیں۔ حدثِ اصغر، بے وضو ہونا۔ (۲) نجاستِ حقیقی سے طہارت یعنی نمازی کے بدن اور کپڑوں اور نماز کی جگہ کا نجاستِ حقیقی سے پاک ہونا خواہ وہ غلیظہ ہو یا خفیفہ۔ (۳) سترِ عورت (۴) قبلہ کی طرف منھ کرنا۔ (۵) وقت (۶) نیت (۷) تحریمہ۔

(فائدہ: بعض کتابوں میں بدن کی پاکی، کپڑوں کی پاکی، جگہ کی پاکی، سترِ عورت، نیت، استقبالِ قبلہ چھ شرائط شمار کی ہیں وقت کو سبب ہونے کی وجہ سے الگ کر دیا اور تحریمہ کو ارکان کے ساتھ ملایا ہے اور ان دونوں کو ملا کر شمار آٹھ ہو جاتا ہے اور صرف تحریمہ کو الگ کر کے سات ہو جاتا ہے۔ اور بعض میں شرائط کو کسی دوسرے انداز سے کم و بیش تعداد کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے بات ایک ہی ہے)۔

نجاستِ حکمی سے بدن کی طہارت یعنی وضو و غسل کا بیان اور نجاستِ حقیقی غلیظہ و خفیفہ سے طہارت اور وقت کا مفصل بیان پہلے کتاب الطہارت میں ہو چکا ہے ان کے متعلق بقیہ مسائل اور دیگر شرائط کا تفصیلی بیان الگ الگ فصلوں میں بیان کیا جاتا ہے البتہ تحریمہ کا بیان ارکان کے ساتھ ہوگا۔

بدن کی طہارت

نمازی کو اپنا بدن نجاست حکمی و حقیقی سے پاک کرنا فرض ہے ۴۴ .... جبکہ نجاست اتنی لگی ہو کہ نماز کی مانع ہو اور اس کے دُور کرنے میں اس کی برائی سے زیادہ برائی نہ ہو پس اگر آدمیوں کے سامنے ستر کھولے بغیر نجاست دُور نہیں کر سکتا تو اسی نجاست سے پڑھ لے اور اگر نجاست دُور کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے ستر کھول دیا تو یہ فسق ہے۔ اگر نجاستِ غلیظہ درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر درہم کی مقدار ہے تو اس کا دھونا واجب ہے اور نماز اس کے ساتھ جائز ہے اور مکروہِ تحریمی ہے اور اس کا لوٹانا واجب ہے اور قصداً اتنی نجاست لگی رکھنا بھی جائز نہیں اور اگر قدرِ درہم سے کم ہے تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اگر نجاست غلیظہ جسم والی ہے جیسے پائخانہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور وہ یہاں درہم کبیر یعنی ایک مثقال (بیس قیراط) یعنی ساڑھے چار ماشہ (۴½) ہے۔ پس اگر جسم والی نجاستِ غلیظہ

۴۴ ان کی تفصیل کتاب الطہارۃ میں درج ہے اور نجاست حقیقی سے بدن کو پاک کرنا اس وقت فرض ہے

وزن میں ۳½ ماشہ سے کم ہو لیکن پھیلاؤ میں درہم (روپیہ) کی برابر ہو تو نماز کی مانع نہیں ہے اور اگر پتلی ہو تو۔ . . . . . .
اگر نجاستِ خفیفہ ہو تو جب تک وہ کپڑے یا بدن کی چوتھائی سے کم ہو نماز ہونے کو نہیں روکتی۔
نجاست میں ظاہری بدن کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر نجس سرمہ آنکھوں میں لگایا تو آنکھوں کا دھونا واجب نہیں۔

نمازی کے کپڑوں کی طہارت

(۱) جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں جیسے کُرتہ، پائجامہ، ٹوپی، عمامہ، اچکن، موزہ وغیرہ اِن سب کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی اِن میں سے کسی پر نجاستِ غلیظہ کا ایک درہم سے زیادہ نہ ہونا اور نجاستِ خفیفہ کا چوتھائی کپڑے تک نہ ہونا نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے پس اگر نجاستِ غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور نجاستِ خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ (۲) اگر کپڑا نمازی کے بدن سے متصل ہو اور اس کا فالتو حصہ جو بدن سے الگ ہے فرش وغیرہ پر ہے اور اس حصہ پر نجاست مانعِ نماز ہے تو اگر وہ نجس حصہ نمازی کے حرکت کرنے سے حرکت کرتا ہے تو نماز نہ ہوگی اور اگر حرکت نہ کرے تو نماز ہو جائے گی۔ مثلاً اگر عمامہ کا ایک کنارہ ناپاک اور نماز کا مانع ہے اس کو الگ کر کے دوسرے پاک کنارے سے عمامہ باندھ لیا یا رومال کا ایک سرا نمازی کے کندھے پر ہے اور دوسرے سرے پر نجاست مانعِ نماز ہے تو چونکہ یہ نمازی کی حرکت سے ہلے گا اس لئے نماز نہ ہوگی اور اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو یا عمامہ کا معمولی حصہ سر پر ہے اور زیادہ حصہ زمین پر ہے اور وہ نجس حصہ نمازی کے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ سے حرکت نہیں کرتا تو نماز درست ہے اور اگر وہ کپڑا وغیرہ نمازی کے بدن سے متصل نہیں جیسا کہ فرش تو اس کا حکم اس کے خلاف ہے جیسا کہ نمازی کی جگہ کی طہارت کے بیان میں آئے گا۔ (۳) اسی طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہئے جس کو نمازی اٹھائے ہوئے ہے بشرطیکہ وہ چیز اپنی قوت سے رُکی ہوئی نہ ہو مثلاً اگر نمازی کی گود میں آدمی کا بچہ بیٹھ گیا یا اس سے چمٹ کر چڑھ گیا اور اس بچہ میں خود سنبھلنے کی سکت نہیں یا نمازی کسی بچہ کو خود اٹھا کر لئے ہوئے نماز پڑھے اور بچہ کے جسم یا کپڑوں پر نجاست ایسی ہو جس سے نماز جائز نہیں تو اگر وہ اس قدر نہیں ٹھہرا کہ جتنی دیر میں وہ ایک رکن ادا کر سکے (یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار) تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو وہ نمازی نجاست کا اٹھانے والا ٹھہرے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ بچہ نمازی کے تھامنے کا محتاج نہ ہو یعنی اس میں خود سنبھلنے کی سکت ہو اور وہ خود نمازی کو چمٹا ہو تو نمازی اس نجاست کا اٹھانے والا نہیں ٹھہرے گا اور نجاست لڑکے کی طرف منسوب ہوگی نمازی کی طرف نہیں۔ اور نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ بہت دیر تک ٹھہرا رہے اور یہی حکم نجس کبوتر کا ہے جبکہ وہ نمازی پر بیٹھ جائے کیونکہ وہ اپنی قوت و سہارے سے بیٹھتا ہے پس نمازی اس نجس کا اُٹھانے والا نہیں ٹھہرے گا اور نماز جائز ہو جائے گی۔ اگر نماز پڑھنے والا کسی جُنبی یا بے وضو کو اٹھا لے یا وہ نمازی کو پکڑ لے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز جائز ہو جائے گی مطلقاً خواہ کتنی ہی دیر نمازی سے متصل رہے کیونکہ جنابت اور

جم ہتھیلی کی چوڑائی یعنی انگلیوں کے جوڑوں کے اندر کے گہراؤ کے برابر ہے۔ یعنی ایک روپیہ کے پھیلاؤ کی برابر ایک درہم کہلاتی ہے۔

بے وضو ہونا حکمی نجاست ہے حقیقی نہیں اس لئے وہ نمازی کی طرف منسوب نہیں ہوگی اور نمازی اس کا حامل نہیں ٹھہرے گا اگر نجس کپڑا نمازی کے سر پر چھت میں لٹکا ہوا ہے اور جس وقت وہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر یا کاندھے پر آجاتا ہے یا جب نمازی کھڑا ہوتا ہے تو اس کا سر ناپاک چھت یا نجس چھپر یا نجس خیمہ سے لگتا ہے تو اگر ایک رکن اسی طرح ادا کیا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجس قبا اس کے اوپر ڈال دیں۔ (۴) اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش (معدن) میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور نماز درست ہو جائے گی کیونکہ جب تک نجاست اپنے معدن میں ہے اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ مثلاً اگر نمازی کے پاس آستین یا جیب وغیرہ میں ایسا انڈہ ہے جس کی زردی خون ہو گئی ہو یا انڈے میں مرا ہوا بچہ ہو تو نماز جائز ہوگی کیونکہ اس کی نجاست اپنے مقامِ پیدائش میں ہے اسی طرح نمازی کے جسم پر کوئی کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب مانع نماز نہ بہتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نماز جائز ہو جائے گی کیونکہ کتے کا ظاہر جسم جبکہ اس پر کوئی نجاست نہ ہو پاک ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے اور اس کی اندرونی نجاست اپنے معدن میں ہے جیسا کہ خود نمازی کے پیٹ میں اس کی نجاست (فضلہ) رہتا ہے پس وہ نماز کا مانع نہیں ہے۔ (۵) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (۶) اگر کسی نے نماز پڑھی اور شہید اس کے کاندھے پر ہے اور شہید کے بدن یا کپڑوں پر خون بہت پڑا ہے تو نماز جائز ہوگی کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے یا کپڑوں پر ہے اور کپڑے اس کے جسم پر پہنے ہوئے ہیں پاک ہے اور جب بدن سے الگ ہو گیا یا کپڑے بدن سے الگ ہوں تو اب ناپاک ہے پس اگر نمازی کے جسم کو شہید کا خون لگ جائے اور وہ بقدر مانع نماز ہو یا شہید کے کپڑے جن پر درہم سے زیادہ خون ہو نمازی کے کاندھے پر ہوں اور شہید نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (۷) کوئی شخص نماز میں داخل ہوا اور اس کی آستین میں ایک چوزہ بچہ (کبوتر وغیرہ کا) زندہ تھا جب نماز سے فارغ ہوا تو اس کو مردہ پایا تو اگر گمان غالب یہ ہے کہ نماز کے اندر مرا ہے تو نماز کا لوٹانا واجب ہوگا اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو بلکہ صرف شک ہو تو لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ (۸) اگر اکھڑے ہوئے دانت کو پھر منہ میں رکھ لیا تو نماز جائز ہوگی اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو یہی صحیح ہے کیونکہ آدمی کے دانت پاک ہیں۔ (۹) اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک پٹہ تھا جس میں کتے یا بھیڑیے کے دانت ہیں تو نماز جائز ہے کیونکہ خنزیر کے سوا سب جانوروں کے دانت و ہڈی وغیرہ پاک ہے جبکہ ان پر چکنائی نہ ہو خواہ وہ مردار کے ہوں یا زندہ جانور کے۔ (۱۰) اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے پاس چوہا یا بلی یا سانپ ہے تو نماز جائز ہوگی اور گنہگار ہوگا اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے اور اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کتے

یا کسی ایسے جانور کا بچہ ہے جس کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں تو اگر اس کا منہ کھلا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اس کا لعاب بہہ کر اس کی آستین کو ایک درہم سے زیادہ نجس کر دے گا اور اگر اس کا منہ بندھا ہوا ہو اس طرح کہ اس کا لعاب مانعِ نماز، نمازی کے بدن یا کپڑوں کو نہ پہنچے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو درست ہے بڑے جانور کا بھی یہی حکم ہے جیسا نمازی کے اوپر کتا بیٹھ جانے کا مسئلہ اوپر بیان ہوا۔ اور اگر خنزیر یا اس کا بچہ نمازی کے جسم پر ہو تو نماز کسی حال میں جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ (۱۱) اگر کوئی شخص ایک جبّہ پہن کر نمازیں پڑھتا رہا اور اس جبّہ کے اندر روئی وغیرہ کچھ بھرا ہوا تھا پھر کسی وقت اس کے اندر مرا ہوا خشک چوہا ملا تو اگر اس جبّہ میں کوئی سوراخ تھا یا پھٹا ہوا تھا تو تین دن رات کی نمازیں لوٹا دے اور اگر تازہ مرا ہوا نکلا یعنی پھولا یا پھٹا نہ ہو، یا خشک نہ ہوا ہو تو ایک دن رات کی نمازیں لوٹا دے اگر کوئی سوراخ یا پھٹا ہوا نہ تھا تو جتنی نمازیں اس جبّہ سے پڑھی ہیں وہ سب لوٹا دے۔ (۱۲) اگر نجاست خفیفہ (موٹے) پر لگی ہو اور کپڑے پر بھی ہو لیکن ان میں سے ہر ایک جُدا جُدا درہم کی مقدار سے کم ہے اور دونوں کو جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو جمع کریں گے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ ایک ہی کپڑے پر کئی جگہ نجاست لگی ہو۔ غرضیکہ جسم پر جو لباس وغیرہ ہے اس میں خواہ ایک چیز پر متعدد جگہ تھوڑی تھوڑی نجاست ہو یا متعدد کپڑوں ولباس وغیرہ پر تھوڑی تھوڑی نجاست ہو جمع کریں گے اور اگر قدر درہم سے زیادہ ہوگی تو نماز کی مانع ہوگی۔ (۱۳) اگر اکہرے کپڑے میں نماز پڑھی جیسے قمیص وغیرہ ہوتا ہے اور اس پر نجاست قدر درہم سے کم لگی ہے مگر دوسری طرف کو پھوٹ نکلی اور اس دونوں طرف کی نجاست کو جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے گی تو یہ جمع نہیں کی جائے گی اور یہ نماز جائز ہونے کی مانع نہیں ہے اور ایک کپڑے میں جو نجاست جُدا جدا لگی ہوتی ہے اس کا حکم اس پر جاری نہیں ہوگا۔

(۱۴) اگر دو تہہ کا کپڑا پہن کر نماز پڑھی اس کی ایک تہہ پر قدر درہم سے کم نجاست لگی اور دوسری تہہ تک پھوٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ ایک کپڑے کے حکم میں ہے اور نماز جائز ہونے کو نہیں روکتی اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب جمع کریں گے اور قدر درہم سے جو زیادہ ہوگی تو نماز جائز ہونے کی مانع ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے قول میں زیادہ آسانی ہے اور امام محمدؒ کے قول میں احتیاط زیادہ ہے۔ (۱۵) اگر کسی کے پاس نماز کی حالت میں ایسا درہم تھا کہ جس کی دونوں طرفیں نجس تھیں تو مختار یہ ہے کہ وہ نماز جائز ہونے کا مانع نہیں اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ کل ایک درہم ہے۔ (۱۶) نمازی اگر اپنے کپڑے پر قدر درہم سے کم نجاستِ مغلظہ پائے اور وقت میں گنجائش ہو تو افضل یہ ہے کہ کپڑا دھوئے اور پھر نماز شروع کرے۔ اور اگر وہ جماعت اس سے فوت ہو جائے اور کہیں اور مل جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ خوف ہو کہ جماعت نہ ملے گی یا وقت جاتا رہے گا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نماز میں ہو اور اگر نماز میں نہیں لیکن جماعت کے قریب پہنچ گیا ہے اور جماعت والے نماز میں ہیں اور اس کو خوف ہے کہ اگر اس کو دھوئے گا تو جماعت فوت ہو جائیگی تو بہتر یہ ہے کہ نماز میں شامل ہو جائے اور اس کو نہ دھوئے۔ (۱۷) اگر اپنے کپڑے میں نجاست مغلظہ قدر درہم سے

زیادہ لگی ہوئی دیکھے اور یہ معلوم نہیں کہ کب لگی تھی تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ کسی نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔ (۱۸) اگر امام کے کپڑے پر نجاست قدرِ درہم سے کم لگی دیکھی پس اگر مقتدی کا مذہب یہ ہے کہ قدر درہم سے کم نجاست نماز کی مانع نہیں (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور امام کا مذہب یہ ہے کہ نماز کی مانع ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اور امام نے بے خبری میں نماز پوری کر لی تو مقتدی کی نماز جائز ہوگی اور امام کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر ان دونوں کا مذہب صورت مذکورہ کے خلاف ہے یعنی امام حنفی اور مقتدی شافعی ہے تو حکم بھی دونوں کا برخلاف ہے یعنی امام کی نماز جائز ہوگی اور مقتدی کی جائز نہ ہوگی۔ (۱۹) اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے کپڑے میں نجاست قدرِ درہم سے زیادہ دیکھے تو اگر اس کو یہ گمان غالب ہے کہ اس کو خبر کرے گا تو وہ نجاست دھولے گا تو اس کو خبر کر دینا فرض ہے اور اس صورت میں چُپ رہنا جائز نہیں اور اگر اس کو یہ گمان غالب نہ ہو یا یہ گمان ہو کہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرے گا تو اس کو اختیار ہے کہ خبر کر دے یا نہ کرے یعنی چپ رہنا بھی جائز ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہی حکم ہے کہ جب جانے کہ مان لے گا تو کہنا فرض ہے اور جب جانے کہ کوئی اثر نہیں لے گا تو کہنا فرض نہیں پس ترک جائز ہے اور وہ ترک پر گنہگار نہ ہوگا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یہ بھی شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو۔ اگر ضرر کا خوف ہو تو وہ شخص مختار ہے چاہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے چاہے نہ کرے اور ترک پر گنہگار نہ ہوگا لیکن اس کو بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا افضل ہے اگرچہ اس کو گمان غالب ہو کہ وہ شخص اس کو مارے گا یا قتل کرے گا اس لئے کہ اس حالت میں وہ شہید ہوگا قال اللہ تعالیٰ :- اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (۲۰) اگر نمازی کو پاک اور نجس کپڑے میں شبہ پڑ گیا تو ظن غالب پر عمل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ ظن غالب میں نجس ہی کے متعلق آگیا ہو کہ یہ پاک ہے۔ اگر اس کا گمان غالب ایک کپڑے کے پاک ہونے پر ہوا اور اس سے ظہر کی نماز پڑھی پھر گمان غالب دوسرے کپڑے پر ہو گیا اور اس سے عصر کی نماز پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگی۔ اگر نمازی کے پاس دو کپڑے ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ نجاست کس میں ہے اور ایک کپڑے سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی پڑھی پھر اول کپڑے سے مغرب کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عشا کی پڑھی۔ اس کے بعد ایک کپڑے میں نجاست قدرِ درہم سے زیادہ لگی ہوئی معلوم ہوئی لیکن یہ نہیں جانتا کہ ان میں پہلا کون سا ہے اور دوسرا کونسا تو ظہر اور مغرب جائز ہوگی اور عصر اور عشا فاسد ہوگی اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ ظہر اول کپڑے میں تحرّی (گمان غالب) سے پڑھی اور عصر دوسرے میں اور مغرب اول کپڑے میں اور عشا دوسرے میں۔ اگر کسی نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی کہ وہ اس کے نزدیک نجس تھا پھر نماز سے فارغ ہو کر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو وہ نماز جائز ہو جائے گی۔

پاک و نجس کپڑوں میں شبہ کے وقت تحری کرنا

نماز کی جگہ کی طہارت

(۱) نماز کے صحیح ہونے کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس سے مراد قیام و سجود کی جگہیں ہیں یعنی دونوں قدموں، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی کی جگہ کا

پاک ہونا ہے زمین یا فرش وغیرہ جس چیز پر نماز پڑھتا ہے اس کے سب حصہ کا پاک ہونا نماز کی صحت کی شرط نہیں۔ (۲) اگر ناک رکھنے کی جگہ نجس ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو تو بلا خلاف نماز جائز ہے؛ اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ ناک رکھنے کی جگہ پاک ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ نجس ہو اور ناک پر سجدہ کرے تو بلا خلاف اس کی نماز جائز ہوگی کیونکہ عذر کے ساتھ صرف ناک پر اکتفا کرنا سجدہ کے لئے کافی ہے۔ ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف ناک پر سجدہ کرنا اور پیشانی نہ لگانا سجدہ ادا ہونے کے لئے کافی ہے؛ اس بنا پر ان کے نزدیک سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں اس لئے کہ ناک ایک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے۔ پس اگر ناک اور پیشانی دونوں کی جگہ ناپاک ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناک پر سجدہ کرے پیشانی پر نہ کرے اور نماز اس کی جائز ہوگی اگرچہ پیشانی میں کوئی عذر نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی لیکن اگر پیشانی میں کوئی عذر ہو تو اُن کے نزدیک بھی جائز ہوگی۔ اگر ناک و پیشانی کی جگہ ناپاک ہو اور ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے تو اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ (۳) اگر نجاست غلیظہ نمازی کے ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے زیادہ ہو اور دوسرے پاؤں کی جگہ پاک اور اُس نے دونوں پاؤں رکھ کر نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر وہ پاؤں رکھا جس کی جگہ پاک ہے اور دوسرا پاؤں جس کی جگہ ناپاک ہے اٹھالیا تو نماز جائز ہوگی بلا ضرورت ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر نجاست دونوں پاؤں کے نیچے ہے اور ہر ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے کم ہے اور جمع کیا جائے تو قدرِ درہم سے زیادہ ہو جائے گی تو جمع کریں گے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی۔ اسی طرح سجدہ کی جگہ اور پاؤں کی جگہ کی نجاست جمع کی جائے گی اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ دونوں پاؤں کی جگہ نجس ہو یا صرف انگلیوں کی جگہ نجس ہو۔ (موضع قدمین کی طہارت امام اعظمؒ اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقلِ خلاف اور موضع سجود میں خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی طہارت بھی شرط ہے)۔

(۴) اگر سجدہ میں ہاتھوں یا گھٹنوں کے نیچے قدرِ درہم سے زیادہ نجاست ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز درست نہ ہوگی اگرچہ ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی اس لئے کہ ظاہر الروایۃ میں دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ ان کا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں ہے اور ان کا رکھنا ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اُن کا نجاست پر رکھنا بھی مفسد نہیں ہے لیکن یہ روایت شاذ ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ کسی عضو کا نجاست سے لگنا نجاست اٹھانے کے حکم میں ہے اگرچہ اُس عضو کا رکھنا فرض نہ ہو۔ البتہ اگر پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک نجس جگہ تو نماز ہو جائے گی کیونکہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے۔ (۵) اگر پاک جگہ میں نماز پڑھی اور اسی جگہ سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا (دامن وغیرہ) ایسی جگہ پر پڑتا ہے جو نجس ہے اور خشک ہے یا نجس کپڑے پر پڑتا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ (۶) اگر نمازی کے کپڑے میں نجاست قدرِ

درہم سے کم ہو اور اس کے پاؤں کے نیچے بھی قدرِ درہم سے کم ہو لیکن دونوں کو جمع کریں تو قدرِ درہم سے زیادہ ہو جائے تو جمع نہ کریں گے اور نماز جائز ہو گی۔ (۷) اگر نمازی پاک جگہ میں کھڑا ہوا پھر نجس جگہ میں چلا گیا پھر پہلی جگہ آ گیا پس اگر نجس جگہ پر اتنی دیر نہیں ٹھہرا جتنی دیر میں چھوٹا رکن ادا کر سکیں (یعنی تین بار سبحان اللہ کہنا) تو اس کی نماز جائز ہو گی اور اگر رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس کی نماز جائز نہ ہو گی۔ (۸) اگر نجس جگہ میں کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر پاک جگہ میں چلا گیا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی پس نئے سرے سے پاک جگہ پر نیت باندھے۔ (۹) اگر ایسے فرش پر نماز پڑھی کہ اس کے ایک طرف نجاست تھی اور اس کے دونوں پاؤں اور سجدہ (یعنی پیشانی) کی جگہ پاک ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ وہ فرش بڑا ہو یا ایسا چھوٹا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف سے ہلتا ہو اور یہی حکم کپڑے اور بوریئے کا ہے جس پر نماز پڑھتا ہے اصول یہ ہے کہ جو چیز نمازی کے بدن سے متصل ہے اس کے لئے صحت نماز کی یہ شرط ہے کہ اگر اس کا ایک سرا نجس ہو اور اس کو چھوڑ کر پاک سرے سے نماز پڑھے تو ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلتی ہو اور اگر ہلتی ہو تو پاک سرا اوڑھ کر اور ناپاک سرا چھوڑ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہو گی اور جو چیز نمازی کے بدن سے متصل نہیں جیسا کہ فرش یا کپڑا وغیرہ کا جانماز تو اس میں مطلقاً نماز جائز ہے جبکہ ان اعضا کی جگہ پاک ہو جو اس جانماز پر ٹکتے ہیں۔ (۱۰) فرش پر اگر نجاست لگے اور یہ معلوم نہیں کہ کس جگہ لگی ہے تو اپنے دل میں غور کرے اور جس جگہ اس کے دل میں پاکی کا اطمینان یعنی گمان غالب ہو وہیں نماز پڑھے۔ (۱۱) اگر نجاست کی جگہ پر اپنے بدن کا کوئی حصہ مثلاً ہاتھ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو نماز جائز نہیں اسی طرح وہ کپڑا جو نمازی کے بدن سے متصل ہے اس کا فالتو حصہ مثلاً آستین وغیرہ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اگرچہ وہ کپڑا موٹا ہو اس لئے کہ جو چیز نمازی کے بدن سے متصل ہے وہ بدن کے تابع ہے پس اس کا حائل ہونا معتبر نہیں ہے۔ (۱۲) اگر زمین یا فرش پر خشک نجاست ہو اور اس پر کوئی کپڑا بچھایا تو اگر وہ کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے نجاست نظر آتی ہو یا اُس کی بُو آتی ہو تو اُس پر نماز جائز نہیں کیونکہ یہ حائل شمار نہ ہو گا اور اگر وہ کپڑا گاڑھا ہے کہ اس میں سے نجاست نظر نہ آئے اور اگر اس کی بُو ہو تو وہ بھی نہ آئے تو یہ حائل شمار ہو گا اور اس پر نماز جائز ہو گی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نجاست اس کے قدموں، پیشانی، ہاتھوں اور گھٹنوں کے رکھنے کی جگہ پر ہو کیونکہ اس وقت اس کا قیام اور سجدہ نجاست پر ہو گا ورنہ قریب یا بعید سے بُو کا آنا نماز کا مانع نہیں ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے۔ (۱۳) اگر جانماز کا کپڑا وغیرہ دوہرا ہو اور اس کی اوپر کی تہ پاک ہو اور نچلی تہ ناپاک ہو اور وہ دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی یا ٹنکی ہوئی نہ ہوں اور اوپر کی تہ اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بُو محسوس نہ ہوتا ہو تو اوپر کی تہ حائل سمجھی جائے گی اور نماز اس پر جائز ہو گی اور اگر سلا ہوا یا ٹنکا ہوا ہو تو امام محمدؒ کے قول پر اس پر نماز جائز ہے اس لئے کہ وہ سلنے کی وجہ سے ایک نہیں ہو جاتا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں اور اس میں احتیاط ہے۔ اگر ایک ہی کپڑے کی دوہری تہ کر لے اور اوپر کی تہ پاک ہو اور نیچے کی تہ

ناپاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔ اگر نجاست تر ہو اور اُس پر کپڑا ڈال کر نماز پڑھی پس اگر کپڑا ایسا ہے کہ عرض میں دو کپڑے مثل نہالی (رضائی) یا گدیلے کے بن سکیں تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز جائز ہے اور اگر نہیں بن سکتے تو جائز نہیں۔ (۱۴) اگر نجس زمین پر کچھ خشک مٹی چھڑک دی تو اگر مٹی اتنی تھوڑی ہے کہ اس کو سونگھیں تو نجاست کی بو آئے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر اتنی بہت ہے کہ اس کو سونگھیں تو بو نہ آئے تو نماز جائز ہے۔ اگر نجس زمین کو گیلی مٹی (گارے) یا چونے سے لیپ دیا اور خشک ہونے پر اسی پر نماز پڑھی تو جائز ہے۔ اگر نجس کپڑا بچھا دے اور اس پر مٹی بچھا کر نماز پڑھے تو جائز نہیں۔ (۱۵) اینٹیں اگر ایکطرف سے نجس ہوں اور ان کی دوسری جانب پر جو پاک ہے نماز پڑھے تو جائز ہے خواہ اُن اینٹوں کا زمین پر فرش ہو (یعنی جڑی ہوئی ہوں) یا یونہی رکھی ہوں۔ (۱۶) اگر چکی کے پتھر یا دروازے کے تختے پر یا موٹے بچھونے پر یا مکعب پر نماز پڑھی اور وہ اوپر سے پاک ہے اور نیچے سے نجس تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز جائز ہوگی اسی پر فتویٰ اور اسی کو ترجیح ہے اور یہی حکم ہے نمدے کا اور موٹے فرش کا جس کو موٹائی میں چیر کر دو کر سکیں اور اس لکڑی کا جو موٹائی میں چر سکے۔ (۱۷) اگر نجاست پر کھڑا ہو اور پاؤں میں جوتیاں یا جرابیں یا موزے پہنے ہوئے ہو تو نماز جائز نہ ہوگی (کیونکہ وہ نمازی کے بدن کے تابع ہیں اس لئے حائل نہیں ہوں گے۔ مؤلف) اور اگر جوتیاں نکال کر ان پر کھڑا ہو جائے اور جوتیوں کی اوپر کی جانب جہاں پاؤں رکھتا ہے پاک ہے تو نماز جائز ہے خواہ نیچے کی جانب جو زمین سے ملتی ہے پاک ہو یا ناپاک۔ (۱۸) اگر جانور کی پیٹھ پر نماز پڑھی اور اس کی زین (کاٹھی) پر نجاست مثل خون یا چرکین کے قدر درہم سے زیادہ ہے تو بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

مکاناتِ کراہتِ نماز

جن جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ یہ ہیں:۔ (۱) راستہ میں۔ (۲) اونٹ گائے بیل، بھیڑ، بکری، گھوڑوں وغیرہ چوپایوں کے بندھنے کی جگہ میں۔ (۳) گھوڑے پر (۴) جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ میں۔ (۵) پاخانہ میں اور اس کی چھت پر (۶) غسل خانہ میں اور اس کی چھت پر۔ (۷) حمام میں اور اس کی چھت پر۔ (ان تینوں جگہوں کی چھت کا بعض لحاظ سے وہی حکم ہے جو نیچے کی جگہ کا ہے۔ (۸) کعبۂ معظمہ کی چھت پر کیونکہ تعظیم و ادب کے خلاف ہے اور حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے اسی طرح مسجد کی چھت پر بھی مکروہ ہے۔ (۹) مقبرہ (قبرستان میں) لیکن اگر قبرستان میں الگ جگہ بنائی گئی ہو اور اس جگہ کوئی قبر نہ ہو اور نہ وہاں کوئی نجاست ہو اور نہ نمازی کے سامنے کوئی قبر ہو یعنی اس کا قبلہ قبر کی جانب نہ ہو تو ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر قبر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو یا اگر سامنے ہو لیکن سترہ کی بقدر کوئی چیز نمازی اور قبر کے درمیان حائل ہو تو کچھ کراہت نہیں۔ (۱۰) نالہ بہنے کی جگہ اور نالے کی وادی میں اس لئے کہ وہاں سیلاب نجاست لاکر ڈالتا ہے۔ (۱۱) آٹا پیسنے کی چکی کے پاس یہ شاید اس لئے ہے کہ اس کی آواز خشوع قلب میں مانع ہوگی اور قلب اس کی طرف مشغول ہوگا۔ (۱۲) مزبلہ (کوڑا ڈالنے کی جگہ) میں۔ (۱۳) چھینی ہوئی زمین میں۔ (۱۴) بیگانی زمین میں مالک

کی اجازت کے بغیر بشرطیکہ وہ زمین بوئی یا جوتی ہوئی ہو۔ اگر ایک زمین کافر کی ہو اور دوسری مسلمان کی اور وہ مجبور ہے کہ ان میں سے کسی زمین پر نماز پڑھے تو مسلمان کی زمین پر جبکہ بوئی یا جوتی ہوئی نہ ہو نماز پڑھے اور اگر مسلمان کی زمین میں زراعت یا ہل چلا ہوا ہے تو نہ اُس پر نماز پڑھے نہ کافر کی زمین پر بلکہ راستہ پر نماز پڑھے اس لئے کہ راستہ میں اس کو حق ہے۔ اگر زمین کا مالک زراعت والی زمین پر نماز پڑھنے سے بُرا نہ مانتا ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور رضامندی یا نارضامندی میں عُرف کا اعتبار ہے۔ (۱۵) جنگل میں بغیر سُترہ کے جبکہ نمازی کے آگے چلنے والوں کے لئے کوئی چیز آڑ نہ ہو اور یہ خوف ہو کہ لوگ آگے سے گذریں گے۔ (سُترہ کے مسائل مکروہاتِ نماز کے بیان میں آئیں گے انشاء اللہ)۔ (گھاس، بوریا، کپڑے وغیرہ کا فرش و چٹائی پر نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن زمین پر اولیٰ ہے کہ اس میں عجز و نیاز ظاہر ہوتا ہے)۔ — فائدہ:- فی زمانناً احتیاطاً سفر میں اپنے ہمراہ جانماز (مصلی) لئے رہنا بہتر ہے۔ (پانی کے لئے لوٹا وغیرہ بھی ہمراہ ہونا بہتر ہے۔ مؤلف)۔

سترِ عورت کا بیان

عورت کے معنی ہیں مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ جس کو چھپانا فرض ہے اور اس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے اور ستر کے معنی چھپانا۔ پس سترِ عورت یعنی جو حصہ جسم چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا جبکہ اس پر قادر ہو نماز صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اگرچہ اس چیز سے چھپانا ہو جس کا پہننا جائز نہیں مثلاً مرد کے لئے ریشم لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا۔ سترِ عورت فرض ہونے کا حکم عام ہے خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اکیلا نماز پڑھے یا لوگوں کے سامنے۔ نماز کے علاوہ لوگوں کے سامنے بالاجماع اور تنہائی میں صحیح قول کی بنا پر سترِ عورت فرض ہے لیکن صحیح غرض مثلاً پیشاب پاخانہ و استنجا و ختنہ و علاج و جماعِ حلال وغیرہ کے لئے اعضائے ستر کا کھولنا جائز ہے۔ (نماز سے باہر تنہائی میں مرد یا عورت پر ستر واجب ہونے سے مراد یہ ہے کہ ناف سے لیکر گھٹنے تک چھپائے پس تنہائی میں (جبکہ بالکل اکیلی ہو) نماز کے علاوہ عورت کو بھی سارا بدن چھپانا فرض نہیں ہے۔ اور نماز کے باہر اپنے محرموں کے سامنے (مثلاً ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کے سامنے) ناف سے لیکر گھٹنے تک اور پیٹ اور پیٹھ اور ران کے متصل پہلو کا چھپانا بھی فرض ہے پس عورت کو اپنے گھر میں اکیلے یا اپنے محرم کے سامنے ننگے سر یا باریک کپڑا جس میں سے نیچے کا بدن نظر آئے سر پر اوڑھ کر بیٹھنا جائز ہے اور غیر محرم کے سامنے تمام بدن چھپانا فرض ہے سوائے ان پانچ اعضا کے جن کا بیان آگے آتا ہے۔ عورت کا منہ (چہرہ) اگرچہ عورت نہیں لیکن بوجہ فتنہ غیر محرموں کے سامنے خصوصاً جوان عورتوں کو منہ کھولنا بھی منع ہے)۔ اگر کوئی شخص تنہا مکان یا کسی اندھیرے مقام میں نماز پڑھتا ہو اگرچہ وہاں کسی دوسرے شخص کے دیکھنے کا خوف نہیں اس پر بھی سترِ عورت فرض ہے۔

اعضائے سترِ عورت

مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ستر (عورت) ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں اس لئے اس کا چھپانا فرض نہیں اور گھٹنے ستر میں داخل ہیں پس ان کا چھپانا فرض ہے

آزاد عورت (یعنی جو باندی نہ ہو) کا چہرہ (منھ) اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے سوا تمام بدن ستر ہے۔ عورت کے بال جو سر پر ہیں وہ ستر ہیں اور جو لٹکے ہوئے ہیں اصح یہ ہے کہ وہ بھی ستر ہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ عورت کی کلائی بھی ستر ہے۔ (ظاہر الروایۃ کے بموجب دونوں ہتھیلیوں کی پُشت عورت ہے اور اس کا چھپانا بھی فرض ہے لیکن فتاویٰ و شروح میں ہے کہ یہ عورت نہیں ہیں اور یہی معتمد ہے تاہم نماز کے لئے احتیاطاً چھپانا ہی چاہیے اور دوپٹے یا چادر وغیرہ کے اندر ہی ہے بغیر باہر نکلے ہوئے نماز کی نیت باندھے۔ اور دونوں پاؤں کے قدموں کے متعلق بھی اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں اوّل یہ کہ مطلقاً عورت نہیں نہ نماز کے اندر نہ باہر یہی معتمد ہے۔ دوم مطلقاً عورت ہے یعنی نماز کے اندر بھی اور باہر بھی۔ سوم نماز کے باہر عورت ہے اور نماز کے اندر عورت نہیں لیکن یہ آخری دونوں قول غیر معتمد ہیں۔ حدیث شریف میں جو قدموں کا ڈھکنا مروی ہے اس سے افضلیت مراد ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ قدم بھی ڈھکے ہوں) راجح قول کی بنا پر عورت کی آواز ستر عورت نہیں ہے اور یہی معتمد ہے لیکن فتنہ کے خوف سے اُس کو آواز کا بلند کرنا حرام ہے۔ اور بعض کے نزدیک عورت کی آواز بھی ستر میں داخل ہے اور اس بنا پر اُن کے نزدیک اگر عورت نماز کے اندر قرأت جہر (آواز) سے پڑھے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے عورتوں کو احتیاط کرنی چاہیے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نماز کے اندر امام کے سہو پر آواز کے ساتھ سبحان اللہ کہنے سے منع فرمایا اور تصفیق یعنی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر مارنے کی اجازت دی ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام التسبیح للرجال والتصفیق للنساء۔ نیز عورتوں کے لئے حج میں آواز کے ساتھ تلبیہ (لبیک) پڑھنا اور اذان دینا اور ہر وہ امر جو مردوں کو اس کی طرف شہوت کا محرک ہو جیسے نغمہ وغیرہ منع ہے البتہ ضرورت شدیدہ پر مردوں سے کلام کرنا جائز ہے۔ باندی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے نیز اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے اور پہلو پیٹ اور پیٹھ کے تابع ہے یعنی جس قدر پہلو پیٹ سے ملا ہوا ہے وہ پیٹ کے حکم میں ہے اور جس قدر پیٹھ سے ملا ہوا ہے وہ پیٹھ کے حکم میں ہے پس اس کا سارا پیٹ اور پیٹھ کا وہ حصہ جو پیٹ کے مقابل ہے اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنے تک عورت ہے اور سینے سے ناف تک پیٹ ہے اور باندی کا سینہ اور چھاتیاں اور سینے کے مقابل پیٹھ کا حصہ ستر نہیں ہے اور نماز میں اس حصے کے کھلے رہنے سے نماز جائز ہے اور اس حکم میں سب طرح کی باندیاں شامل ہیں۔ خنثیٰ مشکل اگر غلام ہے تو اُس کا ستر وہی ہے جو باندی کا ہے اور اگر آزاد ہے تو اس کا ستر آزاد عورت کی مانند ہے اگر اس نے صرف ناف سے گھٹنوں تک ڈھکا تو بعض کا قول یہ ہے کہ نماز کا اعادہ لازم ہے اور بعضوں کے نزدیک اعادہ لازم نہیں۔ لڑکا یا لڑکی جب تک بہت چھوٹے ہیں یعنی چار برس کی عمر تک ان کا تمام بدن عورت نہیں ہے یعنی چھپانا ضروری نہیں ہے اور اس کا چھونا اور دیکھنا مباح ہے۔ اس کے بعد دس برس کی عمر تک بول و براز کا مقام اور ان کے گرد و نواح کا حصہ عورت غلیظہ اور چھپانے کے قابل ہو جاتا ہے دس برس کے بعد ستر چھپانے میں جوان کی مانند ہے اور پندرہ برس کا لڑکا عورتوں میں جانے سے منع کیا جائے اور اگر پندرہ برس سے پہلے علامات سے اس کا بالغ ہونا

ثابت ہوجائے تو اسی رقت سے عورتوں میں جانا منع ہوگا۔ مسئلہ جو عضو کہ بدن میں ملا ہوا ستر عورت ہے وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی ستر ہے اور اس کا دیکھنا درست نہیں۔ مسئلہ: امرد (بے ریش لڑکے) کے چہرے کی طرف دیکھنا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو حرام اور منع ہے اور بغیر شہوت کے نظر کرنا مباح ہے اگرچہ وہ امرد خوبصورت ہو (ان مسائل کی مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی)۔

اعضائے ستر عورت کی وضاحت

مرد میں اعضائے ستر عورت آٹھ ہیں۔ (۱) ذکر مع اپنے اردگرد کے یعنی اپنے سب اجزا حشفہ قصبہ قلفہ سمیت۔ (۲) انثیین (خصیے) مع اپنے اردگرد کے یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں۔ (۳ و ۴) ہر ایک سرین علیحدہ علیحدہ عضو ہے۔ (۵) دُبر مع اپنے اردگرد کے یہ سرین سے الگ ایک عضو ہے یہی صحیح ہے۔ (۶ و ۷) ہر ایک ران (چڈھے کی جڑ سے) گھٹنے تک الگ الگ ایک ایک عضو ہے گھٹنا اس میں شامل ہے۔ یہاں تک کہ اگر نماز پڑھی اور گھٹنے کھلے تھے اور ران ڈھکی ہوئی تو نماز جائز ہو جائے گی کیونکہ یہ دونوں مل کر بھی ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچتے۔ (۸) ناف کے نیچے سے عانہ کی اٹھی ہوئی ہڈی تک (یعنی عضو تناسل کی جڑ تک) بمعہ اس حصے کے جو اس کے محاذ میں پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلوؤں سے اس کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ سب مل کر ایک عضو ہے اور اس کی چوتھائی کھل جائے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

باندی کے لئے اعضائے عورت (ستر) نو ہیں۔ (۱ و ۲) دونوں رانیں (چڈھے کی جڑ سے) گھٹنے تک، گھٹنے بھی انہی میں شامل ہیں۔ (۳ و ۴) دونوں سرین۔ (۵) فرج (قبل) بمعہ اپنے اردگرد کے۔ (۶) دُبر بمعہ اپنے اردگرد کے۔ (۷) پیٹ یعنی سینے کے نیچے سے ناف کے نیچے کے کنارے تک یعنی ناف بھی پیٹ میں شامل ہے۔ (۸) پیٹھ کا وہ حصہ جو پیٹ کے مقابل ہو۔ (۹) ناف کے نیچے سے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ عانہ کی اٹھی ہڈی تک ہے اور اس کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔ ایک روایت کے مطابق باندی کا سینہ اور دونوں چھاتیاں الگ الگ عورت ہیں اور ایک قول کی بنا پر اس کے دونوں پہلو الگ الگ مستقل عورت ہیں اس طرح باندی کے کل اعضائے ستر چودہ ہو جاتے ہیں۔

آزاد عورتوں کے لئے پانچ عضو (منہ (چہرہ) دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں) کے علاوہ سارا بدن (ستر) ہے اور وہ تیس اعضا ہیں (۱) سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی عادۃً جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں۔ (۲) بال کانوں سے نیچے جو لٹکے ہوئے ہوں یہی صحیح ہے اور یہ الگ عضو ہے (جو بال سر پر ہیں وہ تو بالاتفاق ستر میں ہی اور وہ سر کے ساتھ شامل ہیں)۔ (۳ و ۴) دونوں کان علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔ (۵) گردن۔ اس میں گلا بھی داخل ہے۔ (۶ و ۷) دونوں کندھے۔ (۸ و ۹) دونوں بازو ان میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ (۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد سے گٹوں (پہنچوں) کے نیچے تک۔ (۱۲) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کے نیچے کی حد تک (۱۳ و ۱۴) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں۔ اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینے سے جدا

عضو کی ہیئت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کے تابع ہیں جدا عضو نہیں، دونوں چھاتیوں کے درمیان کی جگہ ہر صورت میں سینے میں داخل ہے جدا عضو نہیں ہے۔ (۱۵) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے نیچے کے کنارے تک پس ناف بھی پیٹ میں شمار ہے۔ (۱۶) پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینے کے مقابل سے کمر تک۔ (۱۷) دونوں شانوں (کندھوں) کے بیچ میں جو جگہ ہے بغل کے نیچے سے سینہ کے نیچے کی حد تک۔ دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینے میں اور پچھلا حصہ شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں شامل ہے۔ (۱۸) ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔ (۱۹) فرج (قُبل) بمعہ اپنے اردگرد کے۔ (۲۰) دُبر بمعہ اپنے اردگرد کے (۲۱ و ۲۲) دونوں سرین (۲۳ و ۲۴) دونوں رانیں (چڈھے سے گھٹنے تک) گھٹنے بھی انہی میں شامل ہیں۔ (۲۵ و ۲۶) دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت (۲۷ و ۲۸) دونوں ہتھیلیوں کی پشت۔ (۲۹ و ۳۰) دونوں پاؤں کے تلوے (دونوں ہاتھوں کی پشت اور دونوں پاؤں کے تلووں کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ عورت (ستر) ہیں اور بعض کے نزدیک ستر نہیں۔ عورت کا چہرہ اگرچہ ستر (عورت) نہیں ہے لیکن بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے اسی طرح نماز میں بھی عورت کو منہ چھپانا فرض نہیں لیکن غیر مردوں کے سامنے مثلاً سفر وغیرہ میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھے خصوصاً جوان عورتوں کو اس کی زیادہ پابندی ضروری ہے اور غیر محرم کو بھی اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور زیادہ منع ہے۔

متعلقہ مسائل

(۱) اگر آزاد جوان عورت نے ایسا لباس پایا جو اس کے بدن کو چوتھائی سر کے ساتھ ڈھک سکتا ہے تو بدن اور چوتھائی سر دونوں کا ڈھکنا فرض ہے پس اگر وہ اپنے سر کو ڈھکنا چھوڑ دے گی تو وہ نماز کو لوٹائے اور اگر چوتھائی سر سے کم ڈھکتا ہو تو اس کو ڈھکنا واجب نہیں بلکہ افضل و مستحب ہے۔ اگر بلوغ کے قریب لڑکی نماز میں چوتھائی سر ڈھکنے کی صورت میں سر ڈھکنا چھوڑ دے گی تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ جو لڑکی بلوغ کے قریب ہے وہ اگر ننگی یا بغیر وضو کے نماز پڑھے تو اعادہ کا حکم کیا جائے اور بغیر اوڑھنی کے پڑھے تو استحساناً اس کی نماز پوری ہو جائے گی لیکن احسن یہ ہے کہ وہ اوڑھنی کے ساتھ پڑھے (۲) نماز میں اپنا ستر دوسرے شخصوں سے چھپانا بالاجماع فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا عامہ مشائخ کے نزدیک فرض نہیں۔ پس اگر قمیص پہن کر بغیر ازار (تہہ بند یا پاجامہ) کے نماز پڑھے اور قمیص ایسی ہو کہ اگر اس کے گریبان میں سے دیکھے تو ستر نظر آئے تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے)۔ (۳) اگر اندھیرے گھر میں ننگا ہو کر نماز پڑھی اور اس کے پاس کپڑا موجود ہے تو بالاجماع نماز جائز نہ ہوگی۔ (۴) ایک کپڑا جس میں سے بدن نظر آتا ہو ستر ڈھانپنے کے لئے کافی نہیں اور اسے پہن کر نماز جائز نہیں جبکہ وہ ان اعضا پر پہنے جن کا چھپانا فرض ہے اور اگر ان اعضا کے علاوہ باقی حصہ جسم پر ہو یا ستر والے اعضا کو ایسے لباس سے ڈھانپ لے جس میں بدن نظر نہ آئے اور اوپر سے زیبائش کے لئے باریک کپڑا پہن لے تو مضائقہ نہیں

(فائدہ) اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ ناف سے نیچے پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے اگر وہ کُرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نظر نہ آئے تو مضائقہ نہیں اور اگر جلد کی رنگت نظر آئے جیسا کہ بعض لوگ باریک ململ وغیرہ کا کرتہ پہنتے ہیں تو اس میں سے وہ حصہ نظر آتا ہے تو یہ حرام ہے اور نماز میں اگر وہ حصہ چوتھائی عضو کی مقدار کھلا رہا یا باریک کپڑے میں سے نظر آتا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر چادر یا دوپٹہ میں سے عورتوں کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔ بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور آدمی باریک تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ اس میں سے رانیں نظر آتی ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اور ایسا کپڑا جس سے ستر نہ ڈھک سکے نماز کے علاوہ بھی حرام ہے۔ بعض لوگ ایسے بیباک ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ رانیں تک کھولے رہتے ہیں یہ حرام ہے اور اگر اس کی عادت ہے تو وہ فاسق ہے۔ (۵) موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسا چپکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے اعضائے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی ہیئت کی طرف جو ستر میں داخل ہے دوسروں کو نظر کرنا جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے خصوصاً عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ (۶) دوسرے لوگوں سے ستر ڈھکنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چاروں طرف سے ڈھکنا ضروری ہے نہ کہ نیچے کی طرف سے۔ پس اگر کوئی شخص صرف قمیص گھٹنے سے نیچے تک پہنے ہوئے ہو اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ پہنے اور کسی کو سجدہ میں اس کا ستر معلوم نہ ہوتا ہو لیکن اگر کوئی شخص اس کے نیچے سے دیکھے تو ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اسی طرح تہبند کا حال ہے کہ اس کے نیچے سے ستر کا نظر آنا نماز کا مانع نہیں ہے جبکہ چاروں طرف ستر صحیح ہو۔ (اور کسی کو اس طرح نیچے سے دوسرے کا ستر دیکھنا منع و حرام ہے) (۷) باندی نے بغیر اوڑھنی کے نماز شروع کی اور نماز کے اندر آزاد ہو گئی تو اگر قدرت کے باوجود اسی وقت اوڑھنی نہ اوڑھی یا اپنا اور بدن جو آزاد عورت کو ڈھانپنا چاہئے نہ ڈھانپا تو نماز فاسد ہو گی خواہ اس کو اپنے آزاد ہونے کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر عملِ قلیل سے ادائے رکن سے پہلے اوڑھ لی یا دیگر بدن ڈھانپ لیا تو نماز جائز ہوگی اور عمل قلیل یہ ہے کہ اس کو ایک ہاتھ سے اوڑھ لے اور اگر اس کے پاس ایسی چیز نہیں جس سے ستر چھپا سکے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

نماز میں ستر کھل جانے کے مسائل

(۱) نماز میں تھوڑا سا ستر کھل جانا معاف ہے اس لئے کہ اس میں حرج ہے اور بہت کھل جانا حرج میں شمار نہیں ہوتا اس لئے معاف نہیں پس وہ نماز کا مفسد ہوگا۔ (۲) چوتھائی اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور چوتھائی سے کم تھوڑے میں ہے یہی صحیح ہے اور چوتھائی یا زیادہ ستر کا کھلنا نماز کے اندر اس وقت مفسد ہے جبکہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا پس جن اعضا کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی کھل گیا اور اس نے فوراً یعنی رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار کھلا رہا تو نماز فاسد ہو گئی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بلا ارادہ کھل گیا اور اگر اپنے ارادہ یا اپنے فعل سے کھولا تو اگرچہ فوراً (رکن کی مقدار سے پہلے) ڈھانپ لیا تب بھی

نماز جاتی رہی کیونکہ قصداً کھولنے میں رکن کی مقدار کی رعایت نہیں بلکہ فوراً ہی نماز جاتی رہتی ہے۔ اور اگر نماز شروع کرتے وقت ستر کے عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر تکبیر تحریمہ کہی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اگرچہ رکن کی مقدار سے کم وقت گذرے چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو خواہ کتنی دیر گذر جائے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۳) اصح یہ ہے کہ ستر خواہ غلیظ ہو یا خفیف اس کا حساب چوتھائی سے ہی کیا جاتا ہے غلیظ اور خفیف تو صرف حرمت نظر کے اعتبار سے ہے کہ غلیظ کی طرف دیکھنا بہ نسبت خفیف کے زیادہ سخت حرام ہے لیکن نماز کے حق میں دونوں کا حکم برابر ہے۔ مرد اور عورت میں پیشاب اور پاخانہ کا مقام اور جو جگہ ان دونوں کے آس پاس ہے ستر غلیظ ہے اور اس کے علاوہ سب ستر خفیف ہے۔ گھٹنا بہ نسبت ران کے خفیف ستر ہے پس اگر کسی کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھے تو نرمی کے ساتھ منع کرے اگر باز نہ آئے تو اس سے جھگڑا نہ کرے لیکن اگر کوئی ران کھولے ہوئے ہو تو سختی سے منع کرے اور اگر باز نہ آئے تو اس کو مارے نہیں اور اگر عورت غلیظ کھولے ہوئے ہو تو جو مارنے پر قادر ہو مثلاً باپ یا حاکم تو وہ اس کو مارے)۔ (۴) چوتھائی سے مراد اعضائے ستر میں سے ہر عضو کی اپنی چوتھائی مراد ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ صرف ایک عضو میں کشادگی (کھلا ہونا) ہو پس اگر ایک عضو میں چوتھائی سے کم کھل جائے تو معاف ہے لیکن اگر ایک عضو میں کئی کئی جگہ تھوڑا تھوڑا کھلا ہو تو جمع کریں گے اگر وہ مل کر اسی عضو کی چوتھائی سے کم ہوگا تو معاف ہے اور نماز ہو جائے گی اور نہ چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو گیا تو اب نماز نہ ہوگی۔ اگر دو یا زیادہ اعضا میں کھلے تو اس کو بھی جمع کریں گے لیکن اس کا حساب اُن میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی سے کیا جائے گا پس اگر وہ سب مل کر اُن کھلے اعضا میں سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی ہو جائے تو نماز جائز نہ ہوگی (۵) اگر ایک عضو میں کئی جگہ سے کھلا ہو تو اجزا یعنی کسری حصوں مثلاً پانچواں، چھٹا آٹھواں حصہ وغیرہ کے حساب سے جمع کیا جائے گا مثلاً اگر ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی آٹھواں حصہ کھلی ہے تو دونوں کو جمع کرنے سے چوتھا حصہ ہو گئی پس یہ نماز کی مانع ہوگی اور اگر جمع کرنے سے اس عضو کا چہارم نہ ہوگا تو نماز کا مانع نہ ہوگا۔ اگر کھلا ہوا ستر عورت ایک عضو میں متفرق جگہ نہیں بلکہ چند اعضا میں ہے تو کسری حصوں کا حساب یعنی چھٹا حصہ یا آٹھواں یا نواں حصہ وغیرہ معتبر نہیں بلکہ پیمائش سے جمع کیا جائے گا پس اگر جمع کی ہوئی پیمائش کھلے اعضا میں سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کو پہنچ جائے گی تو نماز کی مانع ہوگی ورنہ نہیں مثلاً کان کا نواں حصہ اور ران کا نواں حصہ کھل جائے تو نماز نہ ہوگی اس لئے کہ جو کچھ کھلا ہے وہ اگرچہ کسری حصوں کے حساب سے چوتھائی سے کم ہے لیکن پیمائش کے اعتبار سے کان کی چوتھائی کے برابر ہے جو مثال مذکور میں کھلے ہوئے اعضا میں سب سے چھوٹا ہے۔

برہنہ نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) جس کو پاک یا پلید کپڑا نہ ملے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے یہی افضل ہے۔ بیٹھنے کی ہیئت کے متعلق دو قول ہیں اول یہ کہ ننگا مرد ہو یا عورت جس طرح نماز میں التحیات میں بیٹھتا ہے اسی طرح بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے

اور قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے بھی بچے گا اس لئے بعض کے نزدیک اس کو ترجیح ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا کر بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں کے بیچ میں رکھے یعنی دونوں ہاتھ عورت غلیظہ پر رکھ لے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اگر بہت سے ننگے لوگ ہوں تو دور دور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں اور اگر جماعت سے پڑھیں تو امام بیچ میں ہو۔ اگر ننگا معذور آدمی کھڑا ہو کر رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھے یا بیٹھ کر رکوع یا سجود کے ساتھ یا کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھے تب بھی جائز ہے۔ رات ہو یا دن جنگل ہو یا گھر سب کا یہی حکم ہے یہی صحیح ہے۔ (۲) کپڑا ملنے سے مراد اس پر قادر ہونا ہے پس اگر کسی نے کپڑا اس کے لئے مباح کر دیا خواہ عاریۃً ہی ہو تو اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال اس پر واجب ہے اور اس کی نماز ننگے کی جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی دوسرا شخص ایسا ہو جس کے پاس کپڑا ہے اور اس کو گمان غالب ہے کہ وہ مانگنے سے دیدے گا تو اس پر اس سے مانگنا واجب ہے پھر اگر وہ نہ دے تو ننگا نماز پڑھ لے۔ (۴) اگر کوئی شخص اس سے وعدہ کرے یا اسے کپڑا ملنے کی امید ہو تو نماز میں اس وقت تک تاخیر کرے جب تک کہ وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو اور جب دیکھے کہ وقت جاتا رہے گا تو برہنہ ہی پڑھ لے جیسا کہ اگر غسل یا وضو کے لئے پانی نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو یا پاک جگہ نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو مثلاً نجس مکان میں قید ہو اور وہاں سے نکلنے کی امید قوی ہو تو ان صورتوں میں بھی اتنی تاخیر کرے کہ وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو لیکن یہ تاخیر مستحب ہے پس اگر بغیر انتظار کئے اسی نجس کپڑے یا نجس جگہ میں نماز پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں۔ (۵) اگر ننگا نماز پڑھنے والے کو نماز کے درمیان میں کپڑا مل جائے تو نئے سرے سے نماز پڑھے (۶) اگر کپڑا مول ملتا ہے اور اس کے پاس دام حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں تو اگر اسکی مثل قیمت (بازار بھاؤ) یعنی اتنے دام مانگتا ہو جو اندازہ کرنے والوں کے اندازے سے باہر نہ ہوں تو خریدنا واجب ہے اور اگر بازار بھاؤ سے بہت زیادہ قیمت مانگے تو اس کا خریدنا واجب نہیں اسی طرح اگر مالک اُدھار دینے پر راضی ہو تب بھی خریدنا واجب ہونا چاہئے۔ (۷) اگر ننگے کو کوئی بوریا یا بچھونا ملے تو اس سے ستر ڈھانک کے نماز پڑھے ننگا نہ پڑھے اور جب گھاس سے ستر ڈھک سکتا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (۸) ننگا آدمی اگر کسی پاک کیچڑ یا گیلی مٹی پر قادر ہو جو پوری نماز تک بدن پر قائم رہے تو اس کو اپنے ستر پر لگالے اگر جانتا ہو کہ وہ ٹھہری رہے گی تو اس کے بغیر نماز جائز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر پتے لپیٹنے پر یا گدلا پانی پر جس میں ستر نظر نہ آئے قادر ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ صاف پانی میں بیٹھ کر ننگا آدمی نماز نہ پڑھے جبکہ دوسری چیز ستر چھپانے والی مل سکتی ہو یا اس پانی کو مٹی ڈال کر گدلا کر سکتا ہو تو گدلا کرے اگر ستر چھپانے کے لئے کوئی چیز نہ ملی اور پانی کو مٹی سے گدلا بھی نہیں کر سکتا تو اسی صاف پانی میں نماز پڑھنا بوجہ تھوڑا کھلنے کے واجب ہے۔ (۹) اگر مرد کو ریشمی کپڑے کے سوا اور کوئی چیز ستر چھپانے کو نہ ملے تو اس پر اسی کپڑے سے نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کو ننگا نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بلا عذر ریشمی کپڑا پہننا مردوں کو حرام ہے اور بلا عذر ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا مردوں کو مکروہ تحریمی ہے۔ عورتوں کو ہر حال میں ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے اور اس میں ان کی نماز بھی ہر حال میں جائز ہے (۱۰) اگر عورت کھڑی ہو کر نماز پڑھتی ہے تو اتنا عضوِ ستر کھلتا ہے جس سے نماز جائز نہیں اور بیٹھ کر پڑھتی ہے تو کچھ نہیں کھلتا تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر سجدہ کے وقت عورت کا چوتھائی عضوِ ستر

کُھلتا ہے تو سجدہ کو چھوڑ دے۔ (۱۱) اگر کسی ننگے شخص کو صرف اس قدر کپڑا ملے کہ جس سے تھوڑا ستر ڈھک سکے تو اس کا استعمال بالاتفاق واجب ہے پس وہ پیشاب و پاخانہ کا مقام ڈھک لے اور اگر صرف اس قدر مل سکتا ہے جس سے صرف ایک طرف ڈھک سکتا ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ دُبر کو ڈھکے اس لئے کہ حالتِ رکوع و سجود میں اس کے کھلنے میں زیادہ فحش ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ آگا ڈھکے اس لئے کہ وہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اور کوئی عضو اس کی آڑ نہیں جیسے سرینِ مقعد کی آڑ ہے اور یہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے پہلے قول کی بنا پر یہ معلوم ہوا کہ اگر ننگا آدمی بیٹھ کر بغیر رکوع و سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو آگے کا چھپانا متعین ہوگا اور یہ اس وقت ہے جبکہ چوکڑی مار کر بیٹھے۔ لیکن اگر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر یا تشہد کی طرح بیٹھے تو اس قلیل کپڑے سے دُبر کا چھپانا متعین ہوگا اس لئے کہ وہ ذکر و خصیوں کو دونوں رانوں کے نیچے کر سکتا ہے لیکن دُبر اشارہ کے وقت کھل جائے گی۔ اگر کپڑا زیادہ ہو تو قُبل و دُبر کے بعد ران کو پھر زانو کو چھپاوے اور عورت ران کے بعد اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپائے پھر باقی بدن برابر ہے۔ الیتین (دونوں سرین) اور عانہ پیشاب و پیخانہ کے مقام کے ساتھ ہیں اس لئے ران سے پہلے ان کا چھپانا ہے۔ اگر ننگے کو صرف اس قدر کپڑا ملے کہ جس سے اعضائے ستر میں سے جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کو ڈھک سکے تو اسی کا ڈھکنا فرض ہے اگر اس کو نہ ڈھکا تو نماز فاسد ہوگی۔

ساترِ نجس کے متعلق مسائل

(۱) اگر ننگے نے ستر چھپانے کے لئے ایسی چیز پائی جو اصلاً ناپاک ہے جیسے مردار کی کھال جس کی دباغت نہیں ہوئی اور اس کے سوا کوئی چیز ستر ڈھکنے والی نہیں ملتی تو یہ شخص بالاتفاق نماز میں اس اصلی ناپاک سے سترِ عورت نہ کرے بلکہ ننگا نماز پڑھے اور نماز کے علاوہ اس کھال سے ستر کو چھپائے اور اگر وہ چیز اصلی ناپاک نہیں بلکہ خارجی نجاست لگنے سے ناپاک ہوئی ہے جیسے کپڑے پر پیشاب یا پاخانہ یا خون وغیرہ لگ جائے تو اگر وہ کل ناپاک ہے یا اس میں چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کپڑے سے کھڑے ہو کر رکوع و سجود سے نماز پڑھے اور اور یہی مستحب و افضل ہے یا ننگا نماز پڑھے اور ننگا نماز چاروں طریقوں میں سے کسی طریقہ پر پڑھے جو بیان ہو چکے ہیں یہ جائز ہے لیکن افضل نہیں۔ اور اگر اس کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی میں نماز پڑھنا ضروری و واجب ہے۔ اس لئے کہ یہاں چوتھائی حصہ کل کی برابر ہے جیسا کہ چوتھائی عضو کا کھلنا کل کی برابر ہو کر نماز کا مانع ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی چیز نہ پائے جو نجاست کو دور کر دے یا اس کو کم کر دے۔ پس اگر نجاست دور کرنے والی یا کم کرنے والی چیز پائے تو اس سے نجاست دور کرنا یا کم کرنا واجب ہے۔ یہ پابندی اس وقت ہے جبکہ نجاست کسی طرح درہم سے کم ہو سکتی ہو یا چوتھائی سے کم ہو سکتی ہو اور اگر وہ نجاست درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم ہو اور صرف اتنی کم کر سکتا ہے کہ پھر بھی وہ درہم سے زیادہ باقی رہ جائے گی تو اب اس کو کم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم نجس ہو تو حکم میں برابر ہے خواہ کتنا ہی ہو اور یہی حکم مکلف مسافر کے لئے ہے جبکہ نجاست دور کرنے یا کم کرنے والی چیز نہ پائے خواہ ایک میل دور ہونے کی وجہ سے یا پیاس کے خوف کی وجہ سے خواہ وہ خوف اپنی جان پر ہو یا جس کی ذمہ داری اس پر ہے اور خواہ خوفِ پیاس اسی وقت کا ہو

یا آگے کے لئے ہو اسی طرح خوفِ دشمن یا قیمت کا موجود نہ ہونا وغیرہ عذرات ہیں جن کا بیان تیمم میں ہو چکا ہے پس ایسی حالت میں مسافر کے لئے بھی اگر کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہے تو اختیار ہے خواہ اس کپڑے میں کھڑے ہو کر رکوع و سجدے سے نماز پڑھے اور یہ افضل ہے اور خواہ ننگا پڑھے یہ جائز ہے مگر افضل نہیں اور اگر چوتھائی حصہ پاک ہے تو اس میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ ان صورتوں میں اگر نماز پڑھنے کے بعد اسے نجاست کو زائل یا کم کرنے والی چیز ملے اور وقت بھی باقی ہو تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے

(۲) اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں اور ان میں سے ہر ایک قدرِ درہم سے زیادہ نجاستِ غلیظہ سے نجس ہے تو اگر ان میں کوئی کپڑا چوتھائی کی مقدار نجس نہیں تو اختیار ہے جس سے چاہے نماز پڑھے کیونکہ نماز کے مانع ہونے میں دونوں برابر ہیں اور قدرِ درہم سے زیادہ اور چوتھائی سے کم کے درمیان کا ایک ہی حکم ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ جس میں کم نجاست ہو اس سے نماز پڑھے اور اگر ایک میں بقدر چوتھائی کپڑے کے نجاست لگی ہو اور دوسرے میں چوتھائی سے کم ہو تو جس میں نجاست کم ہو اس سے نماز پڑھے اور اس کے برخلاف جائز نہیں۔ اور اگر ہر ایک میں نجاست بقدر چوتھائی کے ہو یا ایک میں زیادہ ہو لیکن بقدر تین چوتھائی (۳/۴) کے نہ ہو اور دوسرے میں بقدر چوتھائی کے ہو تو جس میں چاہے نماز پڑھے کیونکہ فقہا کے نزدیک ۱/۴ سے ۳/۴ تک کا ایک ہی حکم ہے اور افضل یہ ہے کہ جس میں نجاست کم ہو اس میں نماز پڑھے۔ اور اگر ایک کا چوتھائی پاک ہو اور دوسرا چوتھائی سے کم پاک ہو یا کل ناپاک ہو تو جس کا چوتھائی پاک ہے اس میں نماز پڑھے اس کے برخلاف جائز نہیں۔ (۳) اگر ایک کپڑے کے ایک جانب خون وغیرہ کوئی نجاست لگی ہو اور وہ اس قدر پاک ہو کہ اس سے تہبند باندھ سکتا ہے تو اگر نہ باندھے گا تو نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ وہ پاک کپڑے سے اپنا ستر ڈھانکنے پر قادر ہے اور اس میں فرق نہیں کیا گیا کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہلتی ہو یا نہ ہلتی ہو۔ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو اور وہ دونوں برابر ہوں تو جسے چاہے اختیار کرلے اور اگر مختلف ہوں تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے (اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر زخمی آدمی سجدہ کرتا ہے تو زخم سے خون وغیرہ بہتا ہے اور اگر سجدہ نہیں کرتا تو نہیں بہتا تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اس واسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہے بے وضو ہو کر نماز پڑھنے سے اور جبکہ ترکِ سجدہ۔ حالتِ اختیاری میں بھی کر سکتا ہے جیسے سواری پر نفل نماز اشاروں سے درست ہے تو حالتِ عذر میں ترکِ سجدہ کا مضائقہ نہیں۔) (۴) اگر ننگے آدمی کے پاس ریشمی کپڑا ہو جو پاک ہے اور ٹاٹ کا کپڑا بھی ہو جس میں نجاست قدرِ درہم سے زیادہ لگی ہو تو ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے۔ (۵) اگر کسی کے سب کپڑے نجس ہوں اور پاک پانی بھی موجود ہے تو دھو کر گیلے کپڑوں سے نماز پڑھ لے اور نماز قضا نہ کرے کیونکہ گیلے کپڑے سے نماز جائز ہے۔ (۶) اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے والی چیز سے عاجز ہونا بندوں کے فعل سے ہو تو برہنہ یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر عذر جاتے رہنے اور پاک کپڑا ملنے یا پاک کرنے والی چیز ملنے پر اعادہ کرنا لازمی ہے مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لئے ہوں یا دشمن کہتا ہو کہ اگر تو کپڑے پہنے گا تو تجھے مار ڈالوں گا وغیرہ ان صورتوں میں جب معذوری جاتی رہے تو نماز کا اعادہ کرنا لازمی ہے اور اگر معذوری بندوں کے فعل سے لاحق نہ ہو بلکہ قدرتی ہو

تو اس عذر کے ساتھ نماز پڑھے اور اس نماز کا اعادہ لازمی نہیں جیسے عاقل بالغ مسافر اس چیز کو نہ پائے جس سے نجاست کو دور کر دے یا کم کر ڈالے خواہ پانی وغیرہ کے ایک میل دور ہونے کی وجہ سے ہو یا پیاس کے خوف کی وجہ سے، تو نجاست کے ساتھ یا ننگا نماز پڑھے اور اس پر نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔

نماز کے لئے مستحب لباس وغیرہ

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے (۱) ازار (تہمد یا پاجامہ وغیرہ) (۲) قمیص (کرتا)، (۳) عمامہ۔ اگر ایک کپڑے میں بدن ڈھک کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔ عورت کے واسطے بھی مستحب یہ ہے کہ تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے (۱) ازار (تہمد یا پاجامہ وغیرہ) (۲) قمیص (۳) اوڑھنی (دوپٹہ)۔ اگر عورت دو کپڑوں یعنی تہمد یا پاجامہ اور اوڑھنی میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور ایک کپڑے میں بھی جبکہ اس سے اس کا تمام ستر ڈھک جائے گا نماز جائز ہوگی۔ اگر دو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھیں اور ہر شخص اس کے ایک کنارے سے ستر ڈھک لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کپڑے کے ایک کنارے سے اپنا ستر ڈھک لے اور دوسرا کنارہ کسی سوتے ہوئے پر ڈال دے تو جائز ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے جسم کو چھپالے یا اس کو بچھا کر نماز پڑھ لے اور نماز کے لئے اس کو پاک جگہ میسر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کپڑے سے اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس جگہ میں پڑھ لے۔

قبلہ کی طرف مُنہ کرنے کا بیان

(۱) قبلہ کی طرف مُنہ کرنے کو استقبالِ قبلہ کہتے ہیں۔ نماز کی صحت کے لئے شرط ہے کہ نماز پڑھنے والے کا مُنہ قبلہ کی طرف ہو جبکہ وہ اس پر قادر ہو۔ مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے یہ ایک مکان ہے جو ملکِ عرب کے شہر مکّہ معظمہ میں واقع ہے۔ خانۂ کعبہ کو کعبۃ اللّٰہ بیت اللّٰہ اور بیت الحرام بھی کہتے ہیں۔ نماز فرض اور نفل اور سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ یعنی ہر نماز کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور قبلہ کی طرف منہ کئے بغیر کوئی نماز جائز نہیں خواہ قبلہ کی طرف منہ کرنا حقیقتاً ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز آدمی یعنی وہ شخص جو بیماری یا دشمن کے خوف سے یا قبلہ کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا تو وہ بیمار یا خوف والا جس طرف کو اپنا منہ کر سکتا ہو یا قبلہ نہ جاننے والا اٹکل سے کسی طرف کو اپنا قبلہ ٹھہراتا ہے وہ اس کا قبلہ حکمی ہے اور یہ ایک شرطِ زائد ہے اس لئے کہ بغیر عجز کے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شہر سے باہر گھوڑے پر نماز پڑھنے والے کے لئے استقبالِ قبلہ ضروری نہیں ہے بلکہ ترک بھی جائز ہے، نیز اس لئے کہ یہ جہت مسجود الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جائے) ہے مسجود لہٗ (جس کے لئے سجدہ کیا جائے) نہیں ہے بلکہ مقصود اللّٰہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے پس نفسِ کعبہ کو سجدہ کرنا یعنی اس کو مسجود لہٗ سمجھنا کفر و شرک ہے اور یہ جہتِ کعبہ آزمائش کے لئے مقرر ہوئی ہے، اسی طرح آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کے لئے قبلہ مقرر کر کے فرشتوں کی آزمائش کی گئی۔

(۲) فقہا کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکّہ مکرمہ میں ہے اس کو عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازمی ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان میں کوئی دیوار یا پہاڑ وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ اگر مکّہ کا رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے

ے یعنی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود اللّٰہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔

کہ اگر دیوار بیچ درمیان سے دُور ہو جائیں تو کعبہ کا کوئی جزو اس کے سامنے ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عین کعبہ کی تحقیق ممکن ہو مثلاً چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتا ہو، اور اگر یہ تحقیق ناممکن ہے تو مکّہ والوں کو بھی جہت، کی طرف منہ کرنا کافی ہے اور ان کا حال مثل غائب کے ہے یہی صحیح ہے۔ اگر حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اگر کعبۂ معظمہ اس کے محاذات میں نہ آئے تو نماز جائز نہیں۔

(۳) جو شخص مکّۂ معظمہ سے باہر ہو (یعنی جو شخص خانۂ کعبہ کو نہ دیکھتا ہو) اس کا قبلہ کعبۂ معظمہ کی جہت ہے یہی صحیح ہے۔ جہت کعبہ کو منہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ چہرے کی کچھ سطح کعبہ یا فضائے کعبہ کے مقابل تحقیقاً یا تقریباً واقع ہو۔ تحقیقی مقابلہ سے یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض اس کے چہرے کی سیدھ سے افق پر زاویۂ قائمہ بناتا ہوا خط کھینچا جائے تو وہ کعبہ یا اس کی ہوا (فضا) پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اس کی فضا سے ہٹا ہوا ہو مگر اس قدر نہیں کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسی قدر چہرے کی سطح کعبہ یا اس کی فضا کے مقابل رہے۔ پاکستان، ہندوستان، بنگال، برما اور بہت سے ملکوں میں قبلہ مغرب (پچھم) کی طرف ہے کیونکہ یہ تمام ملک مکّۂ معظمہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ کعبہ کی جہت دلیل (علامت) سے معلوم کی جاتی ہے۔ اور دلیل (علامت) شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں وہ محرابیں ہیں جو صحابہ اور تابعین نے بنائی ہیں پس ہم پر اُن کا اتباع واجب ہے اور اگر وہ محرابیں نہ ہوں تو اس بستی کے لوگوں سے پوچھے اور اس بارے میں ایک آدمی سے پوچھنا کافی ہے اور وہ آدمی ایسا ہو جو قبلہ کا جاننے والا ہو، مقبول الشہادۃ ہو اور نمازی کی آواز کو سن لے۔ اور دریاؤں (سمندروں) اور جنگلوں میں قبلہ کی دلیل سورج چاند اور ستارے ہیں جیسا کہ قطب ستارہ ہندوستان و پاکستان کے اکثر شہروں میں نمازی کے دائیں کندھے پر رہتا ہے پس دائیں کندھے کی طرف قطب ستارہ کر لینے سے قبلہ اس کے سامنے ہوگا (اسی طرح قبلہ کی طرف منہ کرنے سے کوفہ، بغداد اور ہمدان والوں کے دائیں کان کے پیچھے قطب ستارہ ہوگا اور مصر والوں کے بائیں کندھے پر، عراق والوں کے دائیں کندھے پر وغیرہ غرضیکہ جگہوں کے اختلاف کے مطابق قبلہ کا رُخ اور ستاروں کا وقوع مختلف ہوگا) رات کو جبکہ مطلع صاف ہو ان مقامات میں قطب ستارہ سے سمت معلوم ہو سکتی ہے۔

(۴) خانۂ کعبہ کی اس جگہ کی طرف منہ کرنے کا اعتبار ہے جو اس کی عمارت سے گھری ہوئی ہے اس کی عمارت کا اعتبار نہیں اور وہ قبلہ کی جگہ (کشادگی) ساتویں زمین (تحت الثریٰ) سے لیکر کعبہ کے مقابل و محاذ میں عرش معلی تک ہے پس اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئیں میں یا اونچے پہاڑوں یا ہوائی جہازوں وغیرہ میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست ہوگی۔ اگر خانۂ کعبہ کے اندر یا کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو جدھر کو منہ کر لے جائز ہے اور اگر کعبہ کی دیوار پر نماز پڑھی تو اگر اس کا منہ قبلہ کی چھت کی جانب کو ہے تو نماز جائز ہوگی اور اگر نہیں ہے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اگر خانۂ کعبہ کی عمارت کسی وجہ سے وہاں موجود نہ رہے تب بھی اس جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز درست ہو جائے گی کیونکہ قبلہ وہ عمارت نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جو کعبہ کی عمارت سے گھری ہوئی ہے اور اگر وہ عمارت وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دی جائے تو اب اس عمارت کی طرف نماز جائز نہ ہوگی بلکہ اس جگہ ہی کی طرف منہ کرنا لازمی ہوگا جو کعبہ کی اس عمارت سے گھری ہوئی ہے۔

(۵) قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مراد قبلہ کی طرف سینہ کرنا ہے منہ کرنا شرط نہیں البتہ سنت ہے پس اگر نمازی نے بلا عذر قصداً قبلہ سے سینہ پھیر دیا اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا ہو تو نماز اس کی فاسد ہو گئی اور اگر بلا قصد پھر گیا اور ایک رکن یعنی تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ نہ ہوا تو نماز درست ہو گئی اور اگر اس قدر وقفہ ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر صرف منہ تھوڑا سا قبلہ سے پھرا اور سینہ نہیں پھرا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف کرے، اور نماز فاسد نہ ہو گی۔ مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے (یہ مسئلہ مفسدات و مکروہات نماز میں بھی آئے گا انشاء اللہ)

استقبالِ قبلہ سے عاجز ہونے کے مسائل

(۱) اگر کوئی مریض کسی مرض کے سبب سے قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے یا پھیرنے والا تو موجود ہے لیکن منہ پھیرنا بیمار کو نقصان دے گا تو وہ جدھر کو چاہے نماز پڑھ لے۔ (اور اگر بیمار کا منہ قبلہ کی طرف کرنے کے لئے کوئی شخص موجود ہے اور منہ پھیرنا اس کو نقصان بھی نہیں کرتا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی معذور ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر شخص اپنی قدرت کے ساتھ مکلف ہے نہ کہ دوسرے کی قدرت کے ساتھ۔ پس غیر کی قدرت کے ساتھ قادر ہونا بھی عذر و عجز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رُخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اس کے پاس موجود ہو تو وہ معذور و عاجز نہیں ہے اور معذور کی طرح جس جہت پر قادر ہو اس طرف نماز پڑھنے سے نماز درست نہ ہو گی بلکہ قبلہ رُخ ہونا ضروری ہو گا۔ اسی پر اعتماد کیا گیا ہے)۔

(۲) جس شخص کو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں کچھ خوف ہو تو جس جہت پر قادر ہے اسی طرف کو نماز پڑھ لے۔ خوف خواہ دشمن کا ہو یا درندہ کا یا چور کا۔ خواہ اس کے پاس اپنا مال ہو یا امانت کا اور خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ سب کا یہی حکم ہے (مفسداتِ نماز میں آئیگا کہ جب مال کی قیمت کم از کم ایک درہم ہو تو اس کے لئے نماز کا توڑنا جائز ہے۔ پس اس صورت میں استقبال قبلہ ساقط ہونا چاہئے۔ مؤلف) اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو اجرتِ مثل لیکر حفاظت کرے اور وہ اجرت کی رقم حاجتِ اصلیہ سے زائد اس کے پاس ہو یا وہ حفاظت کرنے والا آئندہ لینے پر راضی ہو تو استقبالِ قبلہ فرض ہے ورنہ اجرت پر محافظ مقرر کرنا ضروری نہیں بلکہ یونہی جہتِ قدرت کی طرف نماز پڑھ لے۔ اسی طرح اگر دریا میں لکڑی پر ہو (مثلاً کشتی کے تختہ پر بہتا جا رہا ہو) اور اس کو خوف ہو کہ قبلہ کی طرف کو پھیرے گا تو ڈوب جائے گا تب بھی یہی حکم ہے یا شریر جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اُتر تو جائے گا مگر پھر وہ بغیر مددگار کے سوار نہ ہونے دیگا یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر بغیر مددگار کے خود سوار نہ ہو سکے گا اور وہاں ایسا کوئی نہیں جو اس کو سوار کرا دے ان سب صورتوں میں استقبالِ قبلہ اس سے ساقط ہے پس جس رُخ پر نماز پڑھ سکے پڑھ لے اور اگر سواری کے روکنے پر قادر ہو تو روک کر نماز پڑھے اگر روکنے پر قادر نہ ہو مثلاً سواری (گھوڑے وغیرہ) کو روکنے میں قافلہ نگاہ سے دُور ہو جائے گا اور وہ قافلہ سے ٹوٹ جائے گا تو اس کے لئے سواری کو ٹھہرانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں ہے یونہی چلتے چلتے جس رخ پر نماز پڑھ سکے پڑھ لے اور ان سب صورتوں میں نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے یہ سب عذر کی صورتیں ہیں

اور اصول ان کا یہ ہے کہ جس شخص سے نماز کے ارکان ساقط ہو گئے ہوں اس کو قبلہ رُخ ہونا جبکہ وہ اس پر قادر نہ ہو لازمی نہیں بلکہ جدھر کو منہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے جیسے بوڑھا آدمی جو بڑھاپے کی کمزوری سے قیام و قعود نہیں کر سکتا تو اس سے قبلہ رُخ ہونا بھی ساقط ہے یا کسی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لے گا خواہ وہ دشمن آدمی ہو یا درندہ یا چور تو اس کو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھنا درست ہے تو ایسے شخص سے ایسی صورت میں قبلہ رُخ ہونا بھی ساقط ہے اسی طرح دشمن کے خوف سے سوار ہو کر بھاگتا ہوا اپنی سواری کے جانور پر جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے اس سے قبلہ رُخ ہونا ساقط ہے ایسے عذر والوں کو اس نماز کا اعادہ بھی لازمی نہیں ہے کیونکہ یہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی طرف سے نہیں ہیں یعنی بیماری اور بڑھاپا اور خوفِ دشمن کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اور اگر عذر مخلوق کی طرف سے لاحق ہو مثلاً کوئی شخص قید میں ہے اور وہاں کے لوگ اس کو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے روکتے ہیں تو جس طرف ہو سکے نماز پڑھ لے اور پھر جب موقع ملے وقت کے اندر یا بعد میں اس نماز کو لوٹائے۔ نفل نماز بغیر عذر سواری پر پڑھے تب بھی اُسے جائز ہے کہ سواری کا منہ جدھر کو ہو نماز پڑھ لے لیکن فرض نماز کے لئے استقبالِ قبلہ ساقط ہونے کے لئے عذر ہونا لازمی ہے جس کی صورتیں اوپر مذکور ہوئیں۔

(۳) جو شخص کشتی میں فرض یا نفل نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس کو یہ جائز نہیں کہ جدھر کو رُخ ہو اُدھر کو پڑھ لے یہاں تک کہ اگر کشتی گھومے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو جیسے جیسے کشتی گھومے وہ بھی گھوم کر قبلہ کی طرف منہ پھیرتا جائے اگر نہیں گھومے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح ریل (گاڑی) میں بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے اور جب نماز پڑھتے میں ریل (گاڑی) گھوم جائے اور قبلہ دوسری طرف ہو جائے تو یہ بھی نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر لے یہ ضروری ہے ورنہ نماز جائز نہ ہو گی۔ البتہ اگر ریل (گاڑی) میں قبلہ کی سمت پر قادر نہ ہو مثلاً جگہ کی تنگی یا تختوں وغیرہ کے دوسرے رُخ ہونے کی وجہ سے اور خالی جگہ میں سامان بھرا ہونے یا گیلا ہونے کی وجہ سے تو جس طرف قادر ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اور کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور بیٹھنے کی جو بھی ہیئت حاصل ہو سکے اسی طرح بیٹھ کر پڑھ لے نماز نہ چھوڑے اگر بیٹھ کر قبلہ کی سمت پر قادر ہو اور کھڑے ہو کر دوسری سمت پر قادر ہے تو بیٹھ کر قبلہ کی سمت پر نماز پڑھے اور اگر بیٹھ کر بغیر سجدہ کے نماز پڑھ سکتا ہے اور سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ہے تو اشارہ سے سجدہ کرے اور ان سب صورتوں میں عذر دور ہونے پر اُن نمازوں کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ (لیکن بلا وجہ قیام اور استقبالِ قبلہ کو ترک نہ کرے اور ترکِ نماز کے لئے بہانہ تراشی نہ کرے اور جس قدر قادر ہو سکے اپنی کوشش ضرور کرے آج کل بہت لوگ اس بات سے غافل ہیں مؤلف)

تحرّی (اٹکل سے قبلہ معلوم کرنے) کے مسائل

(۱) تحری کے معنی مقصود حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے اور یہاں تحری سے مراد اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ علامت سے قبلہ کا پتہ معلوم نہ ہو اور کوئی شخص بتانے والا موجود نہ ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت جس کی طرف گمان غالب ہو قبلہ ٹھہرالے

(۲) آبادی میں پُرانی محرابوں اور مسجدوں کے ذریعہ قبلہ معلوم کرنا مقدم ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے شخص سے پوچھے جو وہاں کا رہنے والا اور قبلہ کا جاننے والا اور مقبول الشہادۃ ہو اور وہ اس پوچھنے والے کی آواز کو سنتا ہو اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اب تحری سے نماز پڑھنا لازمی ہے۔ پرانی محرابوں اور مسجدوں کے ہوتے ہوئے کسی سے پوچھ کر ان کے خلاف رُخ پر نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح محرابوں و مسجدوں کے نہ ہونے کی صورت میں ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے جو قبلہ کو جانتا ہو اور آواز سنتا ہو اور مقبول الشہادہ ہو اس سے پوچھے بغیر تحری سے قبلہ مقرر کرنا جائز نہیں اسی طرح جنگل میں ستاروں وغیرہ سے سمت معلوم کرنا مقدم ہے اگر ابر وغیرہ کی وجہ سے یہ میسر نہ ہو تو جاننے والے سے پوچھنا چاہئے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اب تحری جائز ہے اور مقدم کی موجودگی میں مؤخر کا اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر کسی کو قبلہ میں شبہ ہو جائے اور ذرائع مذکورہ سے قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو یعنی نہ وہاں کوئی مسجد ہو اور نہ ستارے وغیرہ سے معلوم کر سکتا ہے اور نہ کوئی جاننے والا شخص اس کے سامنے ہے جس سے پوچھے تو تحری (اٹکل) سے قبلہ کی طرف مقرر کر کے نماز پڑھنا فرض ہے۔

(۳) اگر تحری سے قبلہ مقرر کر کے نماز پڑھی پھر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط تھا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر نماز میں ہی معلوم ہو گیا یا رائے بدل گئی اور گمان غالب یہ ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے اگرچہ سہو کے سجدوں میں معلوم ہوا ہو تو قبلہ کی طرف کو پھر جائے اور باقی نماز کو اسی طرح پورا کرلے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر نماز میں قبلہ کا صحیح رُخ معلوم ہونے یا رائے بدلنے پر فوراً اس طرف کو نہ پھرا اور ایک رکن کی مقدار توقف کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) قبلہ معلوم کرنے کے جو ذرائع اوپر بیان ہوئے ان پر قدرت ہوتے ہوئے تحری جائز نہیں پس اگر اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہے کہ جس سے پوچھ سکتا ہے اور وہ وہیں کا رہنے والا اور قبلہ کی سمت کو جانتا ہے اور مقبول الشہادۃ ہے تو اٹکل سے نماز پڑھنا جائز نہیں (عورتوں کے لئے بھی پوچھنا ضروری ہے اگر پردہ اور شرم کی وجہ سے نہیں پوچھا اور اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہو گی ایسے وقت میں شرم نہ کرنی چاہئے بلکہ پوچھ کر نماز پڑھنا چاہئے) پس اگر ایسے جاننے والے شخص کے پاس ہوتے ہوئے اس سے نہ پوچھا اور اٹکل سے نماز پڑھ لی تو اگر ٹھیک قبلہ کی جانب کو نماز پڑھی تو بوجہ مقصود حاصل ہو جانے کے نماز جائز ہو جائے گی اور اگر ٹھیک سمت کو نہیں پڑھی تو جائز نہ ہو گی۔ کسی شخص کے پاس ہونے کی حد یہ ہے کہ اگر اس کو بلند آواز سے پکارے تو وہ سن لے۔ (۵) اگر کسی کو جنگل میں قبلہ کا شبہ پڑ جائے اور وہ اٹکل سے کسی سمت کو قبلہ سمجھے اور دو معتبر آدمی اس کو یہ خبر دیں کہ قبلہ اور طرف ہے تو اگر وہ دونوں بھی مسافر ہیں تو ان کے کہنے پر توجہ نہ کرے اور اگر اسی جگہ کے رہنے والے ہوں اور وہ ان کا قول نہ مانے گا تو نماز جائز نہ ہو گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کو مسافر ہونے کے باوجود اس جگہ میں قبلہ کی معرفت حاصل ہے خواہ بکثرت آمد و رفت کی وجہ سے یا علم کے کسی دوسرے طریقہ سے جو تحری پر فوقیت رکھتا ہے تو ان کے قول پر عمل کرنا لازمی ہے ورنہ نماز جائز نہ ہو گی اور اگر ان کو معرفتِ قبلہ حاصل نہیں ہے تو اپنی تحری پر عمل کرے اور ان کا قول نہ لے اور اگر وہ دونوں وہیں کے رہنے والے ہونے کے باوجود قبلہ کی سمت کو نہیں جانتے تو ان کے قول پر بھی التفات نہ کرے بلکہ اپنی

تحری پر عمل کرے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہیں گے وہ بھی تحری سے ہوگا اور ہر شخص کے لئے اپنی تحری پر عمل کرنا لازمی ہے دوسرے کی تحری پر نہیں۔ (۶) اگر کسی شہر میں داخل ہوا اور وہاں محرابیں یا مسجدیں بنی ہوئی دیکھیں تو انھیں کی طرف کو نماز پڑھے اپنی اٹکل سے نماز نہ پڑھے اور اگر جنگل میں ہے اور آسمان صاف ہے اور وہ ستاروں سے قبلہ کی سمت پہچان سکتا ہے تب بھی اٹکل سے نماز نہ پڑھے ان دونوں صورتوں میں اگر اٹکل سے نماز پڑھے گا اور جہت کے خلاف پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اگر ٹھیک قبلہ کی جانب کو پڑھی تو ہوگئی۔ (۷) اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس میں محراب نہیں اور اس کو قبلہ معلوم نہیں اس نے اٹکل سے نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اٹکل میں غلطی ہوئی تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے اس لئے کہ وہ وہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے پر قادر ہے اور اگر ظاہر ہوگیا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے تو جائز ہے اس لئے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس نے وہاں کے رہنے والے (جاننے والے) سے پوچھا اور اس نے نہ بتایا پس اس نے تحری کر کے نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہے اگرچہ بعد میں ظاہر ہو کہ قبلہ کی سمت میں غلطی ہوئی ہے پس اگر وہ آدمی نماز کے بعد بتا دے تو اب نماز کو نہ لوٹائے۔ کسی شخص نے مسجد میں اندھیری رات میں اٹکل سے نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اٹکل میں غلطی ہوئی اور نماز قبلہ کی طرف کو نہیں پڑھی گئی تو وہ نماز جائز ہوگی اس لئے کہ نمازی کو یہ واجب نہیں ہے کہ اندھیری رات میں قبلہ پوچھنے کے لئے لوگوں کے دروازے کھٹکھٹائے یعنی جبکہ اندھیرے یا بارش کی وجہ سے لوگوں کو بلانے میں حرج لازم آتا ہو تو بلانا (یا) کھٹکھٹانا لازمی نہیں اور اگر بلانے میں حرج نہ ہو تو تحری سے قبل پوچھنا واجب ہے۔ اور محراب قبلہ معلوم کرنے کے لئے دیواروں کو ٹٹولتے پھرنا بھی واجب نہیں ہے۔ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے ورنہ اکثر مسجدوں میں محراب قبلہ اندھیری رات میں بھی بلا تکلیف معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل کرنا جائز نہیں ہے۔ (۷) اگر کسی کو قبلہ کی سمت میں شک ہوا اور دلائل مذکورہ سے قبلہ پہچاننے سے عاجز ہوا اور اٹکل سے کسی سمت کو مقرر نہ کیا اور بغیر اٹکل کے نماز پڑھ لی پھر اگر نماز میں ہی شک زائل ہوگیا کہ وہ ٹھیک قبلہ کی جانب ہے یا قبلہ کی جانب نہیں ہے یا کچھ نہ معلوم ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد غلطی معلوم ہوئی یا کچھ معلوم نہ ہوا یا گمان غالب ہوا کہ اس نے صحیح قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو ان صورتوں میں بھی نماز جائز نہ ہوگی اسلئے نئے سرے سے پڑھے اس لئے کہ شبہ کی صورت میں اس پر تحری فرض تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا اور نماز میں یقینی معلوم ہونے پر کہ وہ صحیح قبلہ کی جانب ہے اس لئے نماز نہ ہوئی کہ اب اس کا حال قوی ہے اور قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں اور اگر نماز سے فارغ ہونے پر یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے تو بالاتفاق نماز جائز ہو جائیگی پس اعادہ نہ کرے۔ (۸) اگر اٹکل سے ایک سمت کو قبلہ تجویز کیا لیکن نماز اس کی بجائے کسی دوسری سمت کو پڑھی تو فتویٰ اس پر ہے کہ ہر حال میں دوبارہ نماز پڑھے خواہ نماز کے اندر یا نماز کے بعد معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی ہے یا غلط جانب کو پڑھی ہے یا کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اس شخص پر کفر کا خوف ہے کیونکہ جان بوجھ کر قبلہ کے خلاف نماز پڑھنا یا جان بوجھ کر تحری و کوشش کے بغیر یا تحری کے خلاف نماز پڑھنا کفر ہے اس لئے کہ

اس سے اس کا قبلہ کو منہ کرنے کا انکار لازم آتا ہے (۹) اگر کسی نمازی نے کسی طرف کو نماز شروع کی اور اس کو قبلہ میں شک نہ تھا پھر نماز میں اس کو شک ہو گیا تو اسکو جائز ہے کہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے لیکن جب اس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ وہ سمت غلط تھی تو اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہے تب بھی اسکو نئے سرے سے نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھ رہا ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسی کو پورا کرلے اور نئے سرے سے نہ پڑھے۔ مسائل تحری مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عقلی طور پر اس کی بیس قسمیں ہیں جو اس نقشہ میں بمعہ حکم کے درج ہیں۔

شک نہیں ہے اور تحری کی	نہ شک ہے نہ تحری کی	شک ہے اور تحری نہیں کی	شک ہے اور تحری کی	×
ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے	اصح یہ ہے کہ وہی پوری کرلے جائز ہے	نماز فاسد ہو جائے گی	نماز جائز ہو گی	نماز میں درست ہونا ظاہر ہوا
	نماز فاسد ہو جائے گی	"	"	نماز میں غلط ہونا ظاہر ہوا
	نماز جائز ہو جائے گی	نماز جائز ہو جائے گی	"	نماز کے بعد یقیناً درست ہونا ظاہر ہوا
	نماز فاسد ہو جائے گی	نماز فاسد ہو جائے گی	"	نماز کے بعد غلط ہونا ظاہر ہوا
	نماز جائز ہو جائے گی	"	"	کچھ ظاہر نہ ہوا یا گمان غالب ہے کہ درست ہے

(۱۰) اگر اٹکل سے کسی طرف کو گمان غالب نہ ہوا بلکہ اس کے نزدیک سب طرفیں قبلہ ہونے میں برابر ہوں تو اس میں تین قول ہیں بعض نے کہا ہے کہ نماز میں تاخیر کرے (یعنی اس وقت تک نہ پڑھے) جب تک کہ اس کے گمان میں ایک طرف قبلہ ظاہر نہ ہو جائے اور بعضوں نے کہا کہ چاروں طرف کو ایک ایک دفعہ نماز پڑھ لے اور یہی زیادہ صحیح واحوط ہے بعضوں نے کہا کہ اس کو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے اور چاہے چاروں طرف ایک ایک دفعہ نماز پڑھ لے اور بعضوں نے اختیار کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب تحری کسی سمت پر واقع و مقرر نہیں ہوئی تو چاروں طرفیں اس کے حق میں برابر ہیں ان میں سے کسی ایک طرف کو اختیار کرلے اور اس طرف کو نماز پڑھ لے پس اگر اس نے کسی طرف کو نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اس نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی ہے یا یہ ظاہر ہوا کہ اس نے غلط سمت کو پڑھی ہے یا کچھ ظاہر نہ ہوا تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔

(علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم بالصواب)

(۱۱) اگر اٹکل سے قبلہ مقرر کر کے نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھی پھر اس کی رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں اس کی رائے اس کی طرف کو بدل گئی جس طرف کو پہلی رکعت پڑھی تھی تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ پہلی رکعت والی طرف کو اپنی نماز پوری کرلے یہی اوجہ اقدم ہے۔ اگرچہ بعضوں نے کہا ہے کہ نئے سرے سے پڑھے۔ اگر کسی کو قبلہ میں شبہ پڑ گیا اور اس نے اٹکل سے ایک طرف کو ایک رکعت پڑھی پھر رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور اس نے دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی اسی طرح چاروں رکعتیں چاروں طرف کو پڑھیں تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے۔ اگر کسی نے ایک رکعت اٹکل سے ایک طرف کو پڑھی پھر

اس کی رائے بدل گئی اور دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی پھر اس کو یاد آیا کہ پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے نئے سرے سے پڑھے (اس لئے کہ یہ سجدہ پہلی رکعت کا جزو ہے اور پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اس لئے یہ سجدہ قبلہ کی طرف نہ ہوگا اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کی طرف کو سجدہ کرتا ہے تو جو طرف اب اس کے نزدیک قبلہ ہے اس سے پھرنا لازم آتا ہے پس نئے سرے سے پڑھے) (۱۲) کسی شخص کو مکہ مکرمہ میں قبلہ کے متعلق شبہ پڑا مثلاً وہ مکہ میں قید ہوا اور ایسا کوئی شخص اس کے پاس نہیں تھا جس سے قبلہ دریافت کرے اس نے اٹکل سے نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ اس سے اٹکل میں غلطی ہوئی تو امام محمدؒ نے روایت ہے کہ اس پر اعادہ واجب نہیں اور یہی روایت قیاس کے زیادہ موافق ہے اور اگر وہ مدینہ منورہ میں ہو تب بھی یہی حکم ہے یعنی مکہ و مدینہ میں بھی عاجز کے لئے تحری واجب ہے۔

(۱۳) اٹکل سے قبلہ کو تجویز کرنا جیسا نماز کے لئے ضروری ہے ویسا ہی سجدۂ تلاوت کے لئے بھی ضروری ہے۔

تحری والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) کسی شخص نے اٹکل (تحری) سے نماز پڑھی اور ایک شخص نے اس کے پیچھے بغیر تحری کے اقتدا کیا پس اگر امام نے ٹھیک قبلہ کی طرف کو نماز پڑھی تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز ہو گئی اور اگر امام کی رائے غلط تھی تو امام کی نماز ہو گئی کیونکہ اس نے تحری کے بعد پڑھی ہے اور مقتدی کی نہیں ہوئی کیونکہ اس نے تحری ترک کی ہے اور ہر ایک کیلئے اپنی تحری پر عمل کرنا واجب ہے نہ کہ غیر کی تحری پر اور امام کی تحری اسے جب فائدہ دیتی ہے جبکہ اس کا درستی پر ہونا ظاہر ہو۔ (۲) ایک شخص نے اٹکل سے کسی طرف کو نماز شروع کی اور اس کی رائے غلط تھی مگر اس کو معلوم نہ تھا پھر نماز میں معلوم ہوا تو وہ قبلہ کی طرف کو پھر گیا پھر ایک ایسا شخص آیا جس کو اس کی پہلی حالت معلوم تھی اور اس نے نماز میں اسی طرف کو منہ کر کے اس کی اقتدا کی تو پہلے شخص کی نماز جائز ہو گی اور داخل ہونے والے یعنی اقتدا کرنے والے شخص کی نماز فاسد ہو گی کیونکہ اس کو امام کی غلطی شروع نماز میں معلوم تھی اور اگر اس شخص کو پہلے شخص کی پہلی حالت کا علم نہ ہو تو پہلے شخص کی اقتدا کرنے سے اس کی نماز بھی درست ہو جائے گی یا اگر پہلا حال معلوم ہونے کی صورت میں اس نے بھی پہلے تحری کی تھی اور اس کا ظن غالب اسی طرف تھا جس طرف امام کا تھا اور اب رائے بدلنے پر اس نے بھی تحری کی اور امام کی رائے کے مطابق ظن غالب ہوا تو اس مقتدی کی نماز اس امام کے پیچھے جائز ہو جائے گی۔

(۳) کسی اندھے نے قبلہ کے سوا کسی اور سمت کو ایک رکعت پڑھ لی (یعنی نماز قبلہ کے سوا اور سمت کو شروع کی) پھر ایک شخص نے آکر اسے قبلہ کی طرف کو پھیر دیا اور اس کی اقتدا کر لی تو اگر اندھے کو نماز شروع کرنے کے وقت کوئی ایسا شخص ملا تھا جس سے وہ قبلہ کی سمت پوچھ سکتا تھا مگر اس نے نہ پوچھا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہے اور اگر ایسا شخص نہیں ملا تھا تو اس نابینا (امام) کی نماز جائز ہے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ اس مقتدی کو نابینا امام کی خطا شروع میں معلوم تھی۔ اگر نابینا کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے پوچھ سکے تو اس کو محراب کا ٹٹولنا واجب نہیں ہے اور اگر ایسا شخص ملے جس سے پوچھ سکتا ہے اور بغیر پوچھے نماز پڑھ لے تو اگر صحیح قبلہ کی طرف پڑھی تو نماز ہو گئی ورنہ نہیں۔ (۴) اگر کسی گروہ کو قبلہ کا شبہ پڑ گیا اور رات اندھیری تھی اور وہ ایک

مکان میں تھے اور ان کے سامنے کوئی ایسا معتبر شخص نہیں جس سے پوچھیں اور نہ وہاں کوئی علامت ہے جس سے معلوم ہو یا وہ جنگل میں تھے پھر سب نے اپنی اپنی اٹکل سے قبلہ کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھی تو اگر سب نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی تو جائز ہے خواہ ٹھیک قبلہ کی طرف کو پڑھی ہو یا ٹھیک قبلہ کو نہ پڑھی ہو اور اگر جماعت سے پڑھی تو بھی جائز ہے مگر اس شخص کی جائز نہیں جس کو نماز کے اندر معلوم ہو گیا یا گمان غالب ہو گیا کہ امام کی سمت اس سے مخالف ہے کیونکہ دوران نماز میں معلوم ہونے پر اب وہ اپنے امام کو خطا پر سمجھتا ہے اس لئے اس کی اقتدا صحیح نہ ہو گی یا اس کو نماز کے اندر یا نماز کے بعد یہ معلوم ہوا یا گمان غالب ہوا کہ وہ امام سے آگے ہے تو چونکہ امام کے آگے ہو جانے سے اس سے امام کے پیچھے کھڑا ہونے کا فرض ترک ہوا اس لئے اس کی نماز درست نہ ہو گی خواہ اس کو نماز کے اندر معلوم ہوا یا بعد میں۔ اور جس شخص کو سمت میں امام کی مخالفت کا حال معلوم نہ ہوا یا نماز و با جماعت ادا کر لینے کے بعد معلوم ہوا یا اس کو امام سے آگے بڑھنے کا حال معلوم نہ ہوا تو اس کی نماز درست ہے۔

(۵) ایک گروہ نے جنگل میں نماز پڑھی اور امام اور مقتدی ایک ہی جہت کو تحری کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور جماعت میں کوئی مسبوق اور لاحق بھی تھا۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا اور یہ دونوں کھڑے ہو کر اپنی باقی نماز قضا کرنے لگے اس وقت ظاہر ہوا کہ امام نے جس طرف کو نماز پڑھی اس طرف کو قبلہ نہ تھا تو مسبوق اگر قبلہ کی طرف پھر گیا تو اس کی نماز جائز ہو گی کیونکہ اب وہ اپنی بقایا نماز میں منفرد کی طرح ہے اور منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے اس طرف پھرنا واجب ہے اس لئے مسبوق کو بھی پھرنا واجب ہو گا۔ (مسبوق وہ ہے جو شروع سے امام کے ساتھ نہیں تھا بلکہ ایک یا زیادہ رکعت کے بعد آکر شامل ہوا) لاحق کی نماز اس صورت میں جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے پڑھے کیونکہ لاحق باقی نماز میں حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی کو امام کے پیچھے نماز میں یہ معلوم ہو جائے کہ امام کا رخ قبلہ کی طرف نہیں دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو نماز کو توڑتی ہے اور اگر نہیں پھرتا تو جان بوجھ کر قبلہ کی مخالفت ہوتی ہے یہ بھی نماز کو توڑتی ہے یہی حال لاحق کا ہے اس لئے وہ نئے سرے سے پڑھے۔ (لاحق وہ ہے جو شروع نماز میں امام کا شریک تھا بیچ میں وضو جاتے رہنے یا سو جانے وغیرہ کے عذر شرعی سے بیچ میں کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں پھر شریک ہو گیا اور اخیر تک شریک رہا)

خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) خانۂ کعبہ کے اندر اور باہر یعنی مسجد الحرام میں فرض و نفل ہر قسم کی نماز پڑھنا بلا کراہت صحیح ہے خواہ اکیلا نماز پڑھے یا جماعت سے خواہ بغیر سترہ کے ہو اور وہاں نمازی کے آگے سے گزرنا معاف ہے۔ خانۂ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور تعظیم کے خلاف ہے۔ اگر خانۂ کعبہ کے اندر جماعت سے نماز پڑھیں اور امام کے گرد ہو جائیں اگرچہ کعبہ کی طرف منہ کرنے میں جماعت والوں کے منہ جدا جدا طرف کو ہوں تو جس مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف ہو اس کی نماز جائز نہ ہو گی اس لئے کہ دونوں کا منہ ایک ہی طرف کو ہے اور مقتدی کعبہ سے قریب ہے پس وہ اپنے امام سے آگے

بڑھ گیا ہے اور امام سے آگے بڑھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور جب مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف کو ہوگا اور امام اور اس کے درمیان میں کوئی آڑ نہ ہوگی تو اس کی نماز جائز ہوگی مگر مکروہ ہوگی اس لئے کہ یہ صورت پرستی کے مشابہ ہے اور اگر درمیان میں آڑ ہوگی مثلاً کپڑا وغیرہ لٹکایا ہوگا تو مکروہ نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اور جتنی بھی صورتیں بنتی ہوں مثلاً خواہ مقتدی کی پیٹھ امام کی دائیں یا بائیں کروٹ کی طرف کو ہو یا مقتدی کا منہ امام کے دائیں یا بائیں پہلوئی طرف ہو یا مقتدی کا منہ امام کی پیٹھ کی طرف کو ہو وغیرہ ان سب صورتوں میں نماز بلاکراہت جائز ہے (امام اور مقتدی کے مختلف سمتوں میں کھڑا ہونے کی بہت سی صورتیں بنتی ہیں ان سب میں صرف وہی صورت نماز کی مفسد ہے جس میں مقتدی کا امام سے آگے ہونا پایا جائے اور صرف ایک صورت کراہت کی ہے یعنی مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہونا اور درمیان میں کوئی آڑ نہ ہونا باقی سب صورتیں بلاکراہت نماز جائز ہونے کی ہیں۔ مؤلف)

(۲) اگر امام نے خانۂ کعبہ سے باہر مسجد الحرام میں نماز پڑھی اور جماعت کے لوگ کعبہ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اور امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے تو سب کی نماز درست ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہے۔ صرف اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی جو امام کی بہ نسبت کعبہ سے قریب ہو اور وہ اسی سمت میں کھڑا ہو جس سمت میں امام ہے یعنی اس کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کو ہوگی یا اس صف کے جو امام کے ساتھ ہی دائیں یا بائیں طرف کے مقتدیوں کے منہ کی طرف کو ہوگی اور اس کا منہ کعبہ کی طرف کو ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اور اس کا تابع نہ کہلائیگا اور اگر وہ شخص جو امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہے امام کی جانب میں نہیں ہے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اس لئے کہ امام سے آگے بڑھنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ دونوں کی جہت ایک ہی ہو۔ اور اگر مقتدی اس رکن (کونے) کی سیدھ میں کھڑا ہو جو امام کی جانب میں ہے اور امام کی بہ نسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہے تو احتیاطاً اس مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ امام کی جہت غالب ٹھہرائی جائے گی اگرچہ دوسری جہت بھی اس کی جہت ہے۔ (۳) اگر امام خانۂ کعبہ کے اندر کھڑا ہو اور کوئی مقتدی امام کے ساتھ اندر بھی ہو اور باقی مقتدی کعبہ کے باہر اس کے گرد حلقہ میں کھڑے ہوئے ہوں تو اگر دروازہ کھلا ہوا ہے تاکہ مقتدی امام کے رکوع و سجود کا حال دیکھ کر معلوم کر سکیں تو نماز بلاکراہت جائز ہے اس لئے کہ امام کا کعبہ کے اندر کھڑا ہونا ایسا ہے جیسا محراب میں کھڑا ہونا اور اگر دروازہ بند ہو لیکن کوئی تکبیر کہنے والا آواز پہنچاتا جائے تو بھی اقتدا جائز ہے اور اگر امام خانہ کعبہ کے اندر اکیلا ہو تو بوجہ قدِ آدم اونچا کھڑا ہونے کے مکروہ ہے۔ (۴) اگر مقتدی خانۂ کعبہ کے اندر ہو اور امام باہر ہو تب بھی نماز صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف نہ ہو کیونکہ اس طرح وہ امام سے آگے بڑھ جائے گا۔

(۵) اگر کوئی عورت امام کے مقابل ہو اور امام نے اس کی امامت کی نیت کرلی تو اگر اس عورت نے بھی اسی طرف منہ کرلیا جس طرف امام کا منہ ہے تو امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دوسری طرف کو منہ کیا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی

(۶) اگر کسی شخص نے کعبہ کے اندر ایک رکعت ایک طرف کو پڑھی اور دوسری دوسری طرف کو پڑھی تو جائز نہیں اس لئے

کہ قبلہ کی جو سمت یقینی تھی وہ اس سے بلاضرورت پھر گیا کیونکہ نمازی پر یہ واجب ہے کہ خانہ کعبہ کے کسی غیر معین جزو کی طرف منہ کیا جائے اور جب کسی بھی جزو کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرے گا اس وقت وہی جزو اس کے لئے قبلہ متعین و مقرر ہو جائے گا اور اس تعین قبلہ کے بعد دوسرے جزو کی طرف پیٹھ ہو جانے سے نماز فاسد نہ ہوگی پس اس یقینی قبلہ کی طرف سے بلاضرورت پھرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف تحری کرنے والے کے کہ اگر دوسری رکعت میں اس کی رائے بدل جائے تو اس طرف کو پھر جائے اور نماز پوری کرے نئے سرے سے نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس کا قبلہ جو تحری سے متعین ہوا ہے وہ یقینی نہیں ہے بلکہ اجتہادی اور ظنی ہے اس لئے نماز کا جو حصہ پہلے اجتہاد سے ادا کیا ہے وہ اسی جیسے دوسرے اجتہاد و ظن سے باطل نہیں ہوتا۔

نیّت کا بیان

نماز کی نیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھنے کے ارادہ کو کہتے ہیں اور شرط اس کی یہ ہے کہ دل جانتا ہو کہ کونسی نماز پڑھتا ہے اور کم از کم اتنا ہو کہ اگر اس سے پوچھیں کہ کونسی نماز پڑھتا ہے تو بغیر سوچے فوراً جواب دیدے اور اگر بغیر تامل کے جواب نہیں دے سکتا تو نماز جائز نہ ہوگی اور یہ دل کا حاضر رہنا فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں اس لئے نماز کے دوران میں اگر دل کا استحضار نہ ہو گا تو بلا خلاف نماز کے صحیح ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ محض جاننا نیت نہیں جب تک کہ ارادہ نہ ہو اس لئے کہ نیت ارادہ کا نام ہے اور جاننے کو ارادہ لازمی نہیں البتہ ارادہ کو علم (جاننا) لازمی ہے اور چونکہ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے اس لئے زبان سے کہنا کچھ ضروری نہیں ہاں اگر زبان سے بھی اس لئے کہہ لیا کہ دل کے ارادہ کے ساتھ جمع ہو جائے تو بہتر و مستحب ہے یہی قول مختار ہے (بعض کے نزدیک زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہے یہاں سنت سے مراد علمائے متاخرین کا پسندیدہ اور جاری کردہ طریقہ ہے سنتِ شرعی مراد نہیں ہے اس لئے کہ زبان سے نیت کرنا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم بلکہ ائمہ اربعہ سے بھی منقول نہیں ہے بلکہ بعضے عالموں نے اس کو بدعت کہا ہے لیکن بدعتِ حسنہ ہے اور مستحسن ہے کیونکہ انسان اکثر پریشان خاطر رہتا ہے اور زبان سے کہنے سے دل کے ارادہ کو جمعیت اور زبان کے ساتھ موافقت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا۔ حضرت محبوبِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز اور بعض اکابر نے جو زبان سے نیت کرنے کو بدعت کہا ہے اور اس کے حسنہ ہونے پر نکیر فرمائی ہے ان لوگوں کے حق میں ہے جو زبانی نیت پر کفایت کر کے قلب سے بالکل ارادہ ہی نہیں کرتے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت رفع سنت کی بجائے سرے سے فرض کی رافع ہے کیونکہ اس کو جائز رکھنے کی وجہ سے اکثر لوگ زبانی نیت پر اکتفا کرتے ہیں اور غفلتِ قلبی سے باک نہیں رکھتے پس اس ضمن میں فرائضِ نماز میں سے ایک فرض کہ نیتِ قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ فسادِ نماز ہے۔" (جلد اول مکتوب ۱۸۶) اور فقہائے کرام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ نیتِ قلبی کے بغیر نیت لسانی کا کچھ اعتبار نہیں اور نیت قلبی صحیح ہوتے ہوئے زبان سے غلطی ہو جائے تو زبان کا کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے پس ان دونوں میں کوئی تعارض نہ رہا اور متاخرین نے زبان

کی نیت کو دل کی نیت کے حاضر ہونے کے لئے موافقت کا ذریعہ بناتے ہوئے مستحسن قرار دیا ہے اور دل کی غفلت کے ساتھ اس کا اعتبار نہیں کیا اگر عاجز و معذور کے لئے۔ فافہم واللہ اعلم)

زبان سے کہنے میں کچھ عربی کی تخصیص نہیں ہے فارسی اردو وغیرہ کسی زبان میں بھی نیت ہو سکتی ہے اور زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ ہو (یعنی جو گزرے ہوئے زمانہ پر دلالت کرے مثلاً نویتُ یا میں نے نیت کی (فارسی میں نیت کردم") اور زمانۂ حال کے لفظ کے ساتھ بھی نیت کرنا صحیح ہے اور عربی میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ جبکہ نیت میں فقط حال یعنی موجودہ زمانہ مقصود ہو صحیح ہو مثلاً اُرِیْدُ اَنْ اُصَلِّیَ الْفَجْرَ (اردو میں) میں نمازِ فجر کی نیت کرتا ہوں (فارسی میں) نمازِ فجر را نیت میکنم۔ زمانہ مستقبل سے نیت صحیح نہیں کیونکہ یہ وعدہ ہو گا نہ کہ وقوع۔ اور جو شخص تفکرات و تشویشات وغیرہ کی وجہ سے حضورِ قلب سے اس درجہ عاجز ہو کہ اس کو دل سے کسی کام کا ارادہ کرنا ممکن نہ ہو اور اس کو نماز کی معرفت ممکن نہ ہو تو اس کو زبان سے نیت کر لینا کافی ہے لیکن بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ صرف زبان سے کہنا کسی وقت کافی نہیں بلکہ ایسے شخص کو مجنوں کے حکم میں داخل کر کے نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔

مستحب و افضل یہ ہے کہ نیت نماز شروع کرنے کے ساتھ ہو اور نیت کا تکبیر تحریمہ پر مقدم کرنا بھی جائز ہے اگرچہ یہ مقدم کرنا نماز کے وقت سے پہلے ہو مثلاً ایک شخص اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے نکلا پھر جب امام تک پہنچا تو اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور اس کو اس وقت نیت حاضر نہ ہوئی تو نماز جائز ہے صحیح قول کی بنا پر تمام عبادتوں میں نیت کا مقدم کرنا جائز ہے اور نیت کا مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب تک نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کوئی عمل نیت کا توڑنے والا نہ پایا جائے اور وہ عمل جو نماز کے لائق نہیں اور بنائے نماز کا مانع ہے جیسے کھانا پینا اور کلام کرنا یا کوئی چیز خریدنا بیچنا وغیرہ وہ نیت کا بھی توڑنے والا ہے۔ نماز میں بے وضو ہو جانا اور وضو کے لئے چپ چاپ جانا نماز کے منافی نہیں ہے اس لئے نیت کو بھی نہیں توڑتا۔ پس جو نیت تکبیر تحریمہ سے پہلے ہو اگر اس کے بعد کوئی ایسا عمل نہ پایا جائے جو اس نیت کو توڑ دے تو ایسی نیت بھی اس نیت کی مانند ہے جو تکبیر کے ساتھ ہوتی ہو پس اگر کسی نے نماز کی نیت کی پھر وضو کیا اور مسجد کی طرف چلا پھر تکبیر کہی اور اس وقت دل میں نیت حاضر نہیں تھی تو وہی پہلی نیت جائز اور کافی ہے اور نئی نیت اس پر واجب نہیں کیونکہ یہ فعل یعنی چلنا اور وضو کرنا نماز کے اندر نیت کا توڑنے والا نہیں اور ان پر بنا جائز ہے (بنا کے مسائل اپنے مقام پر آئیں گے انشاء اللہ) تو نماز کے باہر بطریق اولیٰ نیت کے توڑنے والے نہ ہوں گے۔ جو نیت تکبیر تحریمہ کے بعد ہو صحیح یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمہ میں اللہ کہنے کے بعد اور اکبر کہنے سے پہلے نیت کی تو نماز نہ ہوگی اس لئے کہ نماز لفظ اللہ سے شروع کرنا صحیح ہو جاتا ہے پس گویا نیت شروع نماز کے بعد واقع ہوئی ہے۔

فرض نماز و واجب وغیرہ کی نیت کا بیان

فرض نماز میں فقط نماز کی نیت سے بالاجماع جائز نہیں ہوتیں دل میں اس فرض کا تعین کرنا بھی ضروری ہے پس یوں کہے کہ میں آج کے دن کی ظہر (یا عصر وغیرہ) کی یا اس وقت کے فرض کی یا اس وقت کے ظہر (یا عصر وغیرہ) کی نیت کرتا ہوں صرف فرض نماز کی نیت کرنا کافی نہیں۔ صحیح قول کی بنا پر اتنا کہنا کافی ہے ظہر کی (یا عصر وغیرہ) کی نماز پڑھتا ہوں ظہر اور عصر وغیرہ کے ساتھ دن یا وقت کو ملائے

یا نہ ملائے یعنی یہ کہنا ضروری نہیں کہ اس وقت کی ظہر وعصر وغیرہ یا اس دن کی ظہر وعصر وغیرہ اس لئے کہ وہ وقت اس کے لئے معین ہوگیا ہے مگر قضا میں دن کی تخصیص ضروری ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ پس فرض نماز کی نیت کی یہ چند صورتیں ہیں (۱) مطلق فرض کی نیت کرے یعنی یوں کہے میں فرض نماز پڑھتا ہوں" (۲) مطلق وقت کا نام لیکر کہے مثلاً ظہر یا عصر کی نماز پڑھتا ہوں۔ (۳) ظہر الیوم (آج کی ظہر) کہے (۴) فرض الیوم (آج کی فرض) کہے۔ (۵) ظہر الوقت (اس وقت کی ظہر) کہے (۶) فرض الوقت (اس وقت کی فرض نماز) کہے۔ اب ان چھ صورتوں میں سے ہر ایک یا وقت کے اندر ہوگی یا وقت کے بعد ہوگی اور اس کو وقت نکلنے کا علم ہوگا یا شک ہوگا اس طرح چھ کو چار میں ضرب دینے سے چوبیس صورتیں بن جائیں گی۔ ان سب صورتوں کے احکام درج ذیل ہیں:- (۱) اگر کسی نے مطلق فرض کی نیت کی تو خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد میں اور اس کو وقت نکلنے کا علم ہو یا نہ ہو، یا شک ہو، ان چاروں صورتوں میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ وقت کا تعین ضروری ہے کیونکہ فرض نمازیں پانچ ہیں جو اپنے اپنے وقت پر فرض ہیں۔ (۲) اگر کسی نے مطلق وقت کا نام لیکر نیت کی مثلاً یوں کہا کہ ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور آج یا اس وقت نہیں ملایا تو اگر وہ نماز وقت کے اندر پڑھی تو معتمد یہ ہے کہ اگر اس کے دل میں اس کا علم ہے کہ وہ اسی وقت کی ظہر پڑھتا ہے تو نماز صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اور اگر وقت نکلنے کے بعد اس نیت سے نماز پڑھی تو بعض کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے اور بعض کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور یہی اظہر ہے۔ اور اگر وقت نکلنے کا علم نہیں ہے تو ارجح یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے۔ (۳) اگر کسی نے یوں نیت کی کہ ظہر الیوم (آج کی ظہر) پڑھتا ہوں تو خواہ وہ نماز وقت کے اندر پڑھتا ہو یا وقت نکلنے کے بعد پڑھتا ہو اور اس کو اس کا علم ہو یا وقت نکلنے کا علم نہ ہو یا شک ہو، ان چاروں صورتوں میں نماز جائز ہو جائے گی۔ (۴) اگر یوں نیت کی کہ فرض الیوم (آج کی فرض نماز) پڑھتا ہوں تو چاروں مذکورہ صورتوں میں نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ فرض الیوم پانچ ہیں یعنی فجر وظہر وعصر وغیرہ اور ہر فرض کا تعین ضروری ہے۔ (۵) اگر یوں نیت کی کہ ظہر الوقت (اس وقت کی ظہر) پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو مگر اس کو وقت نکلنے کا علم ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی اور اگر وقت کے بعد ہو اور وقت نکلنے کا علم نہ ہو یا شک ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۶) اگر یوں نیت کی کہ فرض الوقت (اس وقت کی فرض نماز) پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہے تو جائز ہے اگر وقت نکلنے کے بعد ہے اور اس کو اس کا علم ہے تو اس کی نماز جائز نہیں اور اگر وقت کے خارج ہونے کا علم نہیں ہے یا شک ہے تب بھی اس کی نماز جائز نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے لئے فرض الوقت کی نیت کی تو باوجود وقت کے اندر ہونے کے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت کا فرض الوقت ظہر ہے اور جمعہ اس کا بدل ہے لیکن جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جمعہ فرض الوقت ہے بدل نہیں ہے جیسا کہ بعض فقہا کی رائے ہے تو اس کی نماز جمعہ بھی فرض الوقت کی نیت سے صحیح ہو جائے گی لیکن یہ قول کہ "جمعہ اصل فرض الوقت ہے بدل نہیں ہے" ضعیف ہے اور صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ کے روز ظہر الوقت کی نیت کی تو نماز جمعہ جائز نہیں ہوگی البتہ جمعہ کے روز جو معذور جمعہ میں شامل نہیں ہوتا اور ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ اگر وقت کے اندر ظہر الوقت یا فرض الوقت کی نیت کرے تو اس کی نماز صحیح و جائز ہے۔ پس ظہر الیوم یا عصر الیوم وغیرہ (آج کی ظہر

یا عصر وغیرہ) کی نیت کرنا بہتر ہے کیونکہ یہ ہر صورت میں نماز صحیح ہونے کے لئے کافی ہے خواہ عین وقت میں پڑھے یا وقت نکلنے کے بعد پڑھے اور اس کو علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو۔ اور یہ اس شخص کے لئے تدبیر ہے جس کو وقت کے نکلنے میں شک ہو۔

نمازِ جنازہ کی نیت

فرضِ کفایہ یعنی جنازہ کی نماز میں میت کے لئے دعا کی نیت بھی ملائے اور یوں نیت کرے کہ نماز اللہ کے واسطے ہے اور دعا میت کے واسطے، نماز جنازہ کی نیت یوں ہے: نَوَیْتُ اَدَاءَ هٰذِهِ الْفَرِیْضَةِ عِبَادَةً لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلَی الْکَعْبَةِ مُقْتَدِیًا بِالْاِمَامِ ط یعنی میں اس فریضہ کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اس امام کے پیچھے) اور اگر امام دل میں یہ نیت کرلے کہ "میں اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں" تب بھی صحیح ہے اور مقتدی دل میں یوں نیت کرلے کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں تو جائز ہے پس میت کا مذکر یا مونث متعین کرنا ضروری نہیں ہے اور میت کے لئے دعا کی نیت کا ملانا لازمی نہیں البتہ بہتر ہے۔ اگر نمازی پر میت مشتبہ ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یوں کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ امام کے ساتھ نماز پڑھوں جس پر کہ امام نماز پڑھتا ہے یا یوں کہے "میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے میں بھی اس کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر نماز جنازہ میں مرد کی نیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اس کے برعکس کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ مرد ہے تو اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی کیونکہ اگرچہ نیت میں مذکر و مؤنث کا متعین کرنا لازمی نہیں ہے لیکن جب متعین کر دیا تو اس تعیّن کا صحیح ہونا لازمی ہے اور اس میں غلطی ہو جانا ایسا ہے جیسا کہ امام کے تعین میں غلطی ہو جانا اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ بھی کیا اور مذکر و مؤنث کے تعین میں غلطی ہوئی مثلاً یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں جو کہ مرد ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ عورت ہے یا بالعکس یا یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے گمان میں وہ مرد ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اس کا بالعکس تو اشارہ سے متعین ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔ اگر میت کے نام کے تعین میں غلطی ہوئی تب بھی یہی حکم ہے کہ اگرچہ نام کا متعین کرنا لازمی نہیں ہے لیکن جب تعین کیا تو اس تعین کا صحیح ہونا لازمی ہے پس اگر اشارہ سے متعین کر دیا ہو تو کافی ہے اور نماز جائز ہو جائے گی اور اگر اشارہ سے متعین نہیں کیا تو نماز جائز نہ ہوگی مثلاً اگر یوں نیت کی کہ زید کے جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں بعد میں اس کا عمرو ہونا معلوم ہوا تو نماز درست نہ ہوگی کیونکہ نام کے تعین میں غلطی ہوئی اور اشارہ سے بھی متعین نہیں کیا اور اگر یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں جو فلاں ہے اور وہ اس کا غیر ہے یا یوں نیت کی کہ اس جنازہ کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے علم و گمان میں وہ زید ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو اس کی نماز جائز ہے اس لئے کہ وہ اشارہ سے متعین ہو گیا اور اس کا نام لینا لغو ہو گیا پس مقتدی کو چاہئے کہ جنازہ کی نماز میں میت کو متعین نہ کرے یعنی یہ نیت نہ کرے کہ فلاں میت کی نماز جنازہ پڑھتا ہوں۔ اگر بہت سے جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھے تو ان کی تعداد کا معلوم ہونا ضروری نہیں اور ان کی تعداد کا معین کرنا مضر نہیں مگر جبکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کا شمار اس تعداد سے زیادہ ہے جو نمازی نے معین کی ہے مثلاً اگر نمازی نے دس جنازوں کی نیت کی اور درحقیقت دس ہی ہیں یا دس سے کم ہیں تو نماز

درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہوں گے تو کسی جنازہ کی نماز درست نہ ہوگی اس لئے کہ جسقدر زیادہ ہیں ان کی نیت نہیں پائی گئی اور دس کی بھی غیر معین کی نیت کی ہے پس ہر جنازہ زائد ہو سکتا ہے اس لئے سب کی نماز باطل ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نیت میں اشارہ نہ ہو صرف اتنا ہو کہ دس میتوں پر نماز پڑھتا ہوں اور اگر نیت میں یہ اشارہ تھا مثلاً یوں کہا کہ ان دس میتوں پر نماز پڑھتا ہوں اور وہ دس سے زیادہ ہوں تو نماز سب پر درست ہو گئی یہ احکام نمازِ جنازہ کے امام کے ہیں اور اگر مقتدی ہو اور اس نے یہ نیت کی ہو کہ جن پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی ان پر نماز پڑھتا ہوں اور وہ دس ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ دس سے زیادہ ہیں تو اس کو کوئی ضرر نہیں ہے یعنی اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔

نمازِ واجب کی نیت

نمازِ واجب میں واجب کی نیت کرے اور اسے متعین بھی کرے اس طرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا طواف کی دو رکعت، نفل جن کی قضا کو شروع کر کے توڑ دیا ہو، سجدۂ تلاوت سجدۂ سہو۔ وتر میں یہ نیت کرنا لازمی نہیں ہے کہ وہ واجب ہے یا سنت ہے اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے بلکہ فقط وتر کی نیت کافی ہے پس یوں کہے کہ میں اس رات کے وتر پڑھتا ہوں واجب ہونے کی بھی نیت کرے تو منع نہیں ہے بلکہ اولیٰ ہے اور واجب نہ ہونے کی نیت کرے تو کافی نہیں ہے۔ نذر کی نماز میں یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا کے واسطے یا فلانی حاجت کے واسطے میں نے نذر مانی تھی کیونکہ نذر کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور نذر کی تعیین اس کے سبب کے ذکر کئے بغیر نہیں ہوتی۔ سجدۂ تلاوت اگر نماز میں ہوا اور فوراً کر لیا جائے تو نیت میں تعین ضروری نہیں اور اگر فاصلہ ہو جائے یا نماز سے باہر ہو تو سجدۂ تلاوت کا تعین ضروری ہے سجدۂ تلاوت میں یہ متعین کرنا کہ کس آیت کی تلاوت کا سجدہ ہے کچھ ضروری نہیں مزید تفصیل سجدۂ تلاوت کے بیان میں آئے گی انشاء اللہ، سجدۂ سہو میں نیت کا تعین ضروری ہے اس لئے کہ سجدۂ سہو واجب ہے اور سجدۂ شکر میں نیت کا تعین ضروری نہیں اس لئے کہ سجدۂ شکر نفل ہے لیکن اس میں بھی تعین کا ہونا زیادہ ظاہر ہے تاکہ سجدۂ تلاوت و سجدۂ سہو اور سجدۂ شکر میں امتیاز ہو جائے نیز عوام الناس جو نماز کے بعد سجدہ کرتے ہیں یہ مکروہ ہے اور سجدۂ شکر میں تعین کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ اس مکروہ سجدہ سے ممتاز ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ سجدۂ صلبیہ (یعنی نماز کا سجدہ) جو اپنی جگہ سے سہواً چھوٹ گیا اور نماز میں کسی دوسری جگہ اس کو قضا کرے تو اگر اس کے اور اس کے مقام کے درمیان ایک رکعت یا زیادہ کا فاصلہ ہے تو اس کی نیت واجب ہے اور اگر اس سے کم فاصلہ ہے تو نیت کا تعین واجب نہیں ہے۔

فرض و واجب میں رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں ہے کیونکہ ان میں تعینِ رکعات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکی ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے البتہ عددِ رکعات کا تعین افضل ہے پس عددِ رکعات میں چوکنے سے کوئی نقصان نہیں یہاں تک کہ اگر پانچ رکعتوں کی نیت کی اور چوتھی رکعت میں بیٹھ گیا تو جائز ہے اور پانچویں رکعت کی نیت لغو ہو جائے گی اسی طرح اگر ظہر میں مثلاً تین رکعت کی نیت کی یا فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے۔

سنت و نفل کی نیت

نفل اور سنت اور تراویح کے لئے فقط نماز کی نیت کرلینا کافی ہے یعنی نفل یا سنت کہنا یا تعداد رکعات کہنا ضروری نہیں، یہی صحیح ہے۔ تراویح کی نیت میں احتیاط یہ ہے کہ تراویح یا سنت وقت یا قیام لیل کی نیت کرے اور سنتوں میں احتیاط یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ بمتابعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتا ہوں۔ کعبہ کی طرف منھ کرنے کی نیت کسی نماز میں شرط نہیں خواہ فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل و مستحب شرط نہیں (البتہ کعبہ کی طرف منھ یعنی سینہ کا ہونا شرط ہے جو بلا نیت حاصل ہوجاتا ہے) خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور، مسجد میں ہو یا جنگل و میدان میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ قبلہ سے پھرنے کی نیت نہ ہو ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر کسی نے کعبہ کی عمارت کی طرف منھ کرنے کی نیت کی یا مقامِ ابراہیم یا اپنی مسجد کی محراب کی طرف منھ کرنے کی نیت کی تو صحیح قول کی بنا پر جبکہ منھ قبلہ کی طرف ہے تو نماز درست ہوجائے گی اس لئے کہ جب نیتِ کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

قضا نماز کی نیت کے مسائل

(۱) قضا کی نماز میں تعین شرط ہے پس اگر بہت سی نمازیں فوت ہوگئیں اور ان کی قضا پڑھنے لگے تو ضروری ہے کہ وقت یعنی ظہر اور عصر وغیرہ کا تعین کرے اور یہ بھی تعین کرے کہ فلاں روز کی ظہر یا فلاں روز کی عصر وغیرہ پڑھتا ہوں اگرچہ فوت شدہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یہی معتمد ہے۔ (۲) اگر کسی کے ذمہ صرف ایک ہی وقت (ظہر و عصر وغیرہ) کی نماز قضا ہو تو اس کو دن متعین کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کو یہ نیت کافی ہے کہ میرے ذمہ جو فلاں نماز ہے اس کی نیت کرتا ہوں۔ (۳) اگر تاریخ کے ساتھ تعین کرے تو مہینہ اور سال کا تعین بھی ضروری ہے۔ (۴) اگر کسی کے ذمہ بہت سی قضا نمازیں ہوں اور دن یا تاریخ یا سال یا مہینہ یاد نہ ہو تو اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرے "سب سے پہلی ظہر (یا عصر وغیرہ) جو مجھ پر واجب ہے (یا یوں کہے جو میرے ذمے ہے) پڑھتا ہوں" اس طرح سب سے پہلے دن کی وہ نماز اس کے ذمہ سے ادا ہوجائے گی اور دوسرے روز کی نماز اول ہوجائے گی کیونکہ اب باقی ماندہ میں وہ اول ہے۔ علی ہذا القیاس اس طرح ہر نیت میں باقی ماندہ نمازوں کی اول نماز متعین ہوتی جائے گی یہاں تک کہ سب ادا ہوجائیں گی۔ یا یوں نیت کرے کہ سب سے پچھلی (آخری) ظہر (یا عصر وغیرہ) جو مجھ پر واجب ہے (یا جو میرے ذمہ ہے) پڑھتا ہوں اس طرح ہر نماز جو آخری (پچھلی) ہوتی جائے گی ادا ہوتی جائے گی یہاں تک کہ سب ادا ہوجائیں گی۔ (۵) اگر نفل نماز شروع کرکے توڑدی تو اس کی قضا کا بھی تعین کرے۔ (۶) اگر قضا میں ہفتہ کے روز کی نیت کی تھی پھر معلوم ہوا کہ قضا اتوار کے روز کی تھی یا اس کے برعکس تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ادا کی نماز میں ایسی صورت ہو تو جائز ہے پس اگر کسی نے ادا نماز میں اس دن کو دوسرا دن گمان کرلیا مثلاً وہ پیر کا دن تھا اور اس نے اسے منگل سمجھ کر منگل کی ظہر کی نیت کی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پیر کا دن تھا تو نماز ہوجائے گی اور یہ اس وقت ہے جبکہ نیت میں آج کا دن ہو یعنی یوں کہے کہ آج کے دن کی جو منگل ہے ظہر پڑھتا ہوں اس لئے کہ آج کے دن کی تعین کے بعد پیر یا منگل کی تخصیص بیکار ہے اور اس میں غلطی مضر نہیں اور اگر صرف دن کے نام سے ہی نیت کی اور آج کے دن کا قصد نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ منگل کی ظہر پڑھتا ہوں تو نماز نہ ہوگی اگرچہ وہ منگل ہی کا دن ہو کیونکہ منگل بہت سے ہیں۔

(مؤلف و اللہ اعلم بالصواب)

(۷) اگر اسی دن کی قضا نماز ادا کی نیت سے پڑھی یا ادا نماز قضا کی نیت سے پڑھی تو نماز ادا ہو جائے گی جبکہ دل میں اس دن کا تعین کیا ہو پس اس کو ادا یا قضا میں غلطی ہونا مضر نہیں ہے۔ مثلاً ظہر کا وقت باقی ہے اور اس نے گمان کیا کہ جاتا رہا اور اس دن کی ظہر کی قضا کی نیت سے پڑھی یا وقت جاتا رہا اور اس نے گمان کیا کہ باقی ہے اور اس دن کی ادا کی نیت سے نماز پڑھی تو نماز ہو گئی اور اگر وقت باقی ہے اور اس نے ظہر کی قضا پڑھی مگر اس دن کے ظہر کی نیت نہ کی تو وہ وقتی نماز نہ ہوئی کیونکہ ظہر بہت سی ہیں اور وہ قضا کی نیت سے جبکہ اس دن کے ساتھ متعین نہیں کیا دوسرے دنوں کی طرف پھیری جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کے ذمہ کسی دن کی نماز ظہر قضا تھی اور ادا کی نیت سے پڑھی تو وہ قضا صحیح نہ ہوگی۔

نیّت بدلنے کے مسائل

(۱) کسی نے دل میں ظہر کی نیت کی اور اس کی زبان سے عصر نکل گیا تو اس کی نماز جائز ہے اس لئے کہ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے نہ کہ زبان کا پس اگر زبان نے غلطی کی تو کچھ ضرر نہیں جبکہ دل میں صحیح نیت ہے۔ (۲) کسی نے فرض نماز شروع کی پھر اس کو یہ گمان ہوا کہ نفل پڑھتا ہوں اور نفل کی نیت پر نماز پوری کر لی تو وہ نماز فرض ادا ہوئی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو جواب بھی برعکس ہوگا کیونکہ شروع کرتے وقت کی نیت کا اعتبار ہے بعد کا نہیں جب تک کہ پہلی نیت کو توڑ کر اور اللہ اکبر کہہ کر دوسری نیت نہ باندھے (۳) اگر ظہر کی نماز شروع کی پھر نفل نماز کی یا عصر کی نماز یا جنازہ کی نماز کی نیت کر لی اور تکبیر کہی تو پہلی نماز سے نکل گیا اور دوسری نماز شروع ہو گئی اور اگر تکبیر نہ کہے صرف دل میں نیت کر لے تو پہلی نماز سے نہیں نکلتا اس میں اصول یہ ہے کہ نماز توڑنے یا بدلنے کی نیت سے وہ نماز باطل نہیں ہوتی جب تک دوسری نماز کی نیت سے تکبیر نہ کہے یا کوئی اور نماز کو توڑنے والا عمل نہ کرے (۴) اگر شروع کی ہوئی نماز میں پھر اسی نماز کی نیت سے تکبیر کہی تو پہلی ہی نیت برقرار رہے گی مثلاً اگر ظہر کی ایک رکعت پڑھ لی پھر ظہر ہی کی نماز کی نیت سے تکبیر کہی تو وہ نماز اسی طرح رہے گی اور وہ پڑھی ہوئی رکعت جائز ہو جائے گی اور شمار کی جائے گی اور یہ فعل لغو ہو جائے گا۔ پس اگر اس رکعت کو شمار نہ کرے اور اس کے علاوہ چار رکعت اور پڑھ کر قعدۂ اخیرہ کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قعدۂ اخیرہ چوتھی رکعت کے بعد ادا نہیں ہوا بلکہ پانچویں کے بعد ادا ہوا ہے اور اگر پہلی رکعت کو شمار کر کے چوتھی پر قعدۂ اخیرہ کیا تو نماز ہو گئی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نیت صرف دل سے کرے لیکن اگر اس نے زبان سے بھی کہا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں یا ظہر کی نماز کی نیت کرتا ہوں تو وہ پہلی نماز ٹوٹ جائے گی اور وہ رکعت جائز نہ ہوگی اور شمار میں نہ آئے گی بلکہ نئے سرے سے نماز شروع ہو جائے گی اور یہ حکم سب صورتوں کے لئے برابر ہے خواہ وہ دونوں نیتیں فرض نماز کی ہوں یا پہلی فرض کی نیت کی ہو اور پھر نفل کی نیت کی ہو یا پہلی نیت نفل کی ہو اور دوسری فرض کی ہو۔ پس اگر نفل نماز کی نیت سے تکبیر کہی پھر نئی تکبیر کے ساتھ فرض نماز کی نیت کی تو فرض نماز شروع ہو جائے گی اور نفل فاسد ہو جائیں گے اس لئے ان کی قضا کرے۔ (۵) اگر کسی مسبوق نے نئے سرے سے نیت کر لی تو اب اس کی نماز نئے سرے سے منفرد کی طرح شروع ہوگی اور نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ پڑھا ہے وہ فاسد ہو جائے گا۔ (۶) اگر کسی شخص نے ایک رکعت اکیلے پڑھ کر پھر امام کے ساتھ نیت باندھی تو اب اس کی نماز امام کے ساتھ شروع ہو گئی اور پہلی پڑھی ہوئی فاسد ہو گئی۔

دو نمازوں کو ایک نیت کے ساتھ جمع کرنے کی صورتیں۔

دو نمازوں کی ایک ساتھ نیت کی تو اس میں چند صورتیں ہیں (۱) اگر دو فرض نمازوں کی نیت کی لیکن ان میں ایک فرض عین ہے اور دوسری فرض کفایہ یعنی نماز جنازہ تو فرضِ عین کی نیت ہوئی کیونکہ فرضِ عین قوی ہے اور حقیقت میں نماز یہی ہے اس میں رکوع و سجود سب ارکان ہیں بخلاف نماز جنازہ کے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک قوی ہوگی تو اسی کی نیت ہو جائے گی اور اگر برابر ہوں گی تو نیت لغو ہو جائے گی اور کسی میں شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ (۲) دونوں فرضِ عین ہیں مگر ایک وقتی ہے اور دوسری کا وقت نہیں آیا تو وقتی ہوئی مثلاً ظہر کے وقت میں اس دن کے ظہر اور عصر کی ایک ساتھ نیت کی تو ظہر کی نماز ہوئی اس لئے کہ وقت سے پہلے کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ وہ نمازی عرفات میں ہو جہاں اس کو ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کو جمع کرنا ہے کیونکہ وہاں ترتیب کے سبب سے ظہر کا عصر پر مقدم کرنا واجب ہے (۳) اگر ایک وقتی اور دوسری قضا کی ایک ساتھ نیت کی اور وقت میں وسعت نہیں تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہ ہو کیونکہ وقت کی تنگی سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (۴) اگر وقتی اور قضا کی اکٹھی نیت کی اور وقت میں وسعت ہے (یعنی اتنا وقت ہے کہ قضا پڑھنے کے بعد وقتی پڑھ سکتا ہے) اور وہ صاحب ترتیب ہے تو نیت قضا کی ہوگی کیونکہ اب اس کے لئے قضا قوی ہے اور اگر وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا تو دونوں میں سے کوئی نماز صحیح نہ ہوگی اور نیت لغو ہو جائے گی کیونکہ بلا وجہ ترجیح نہیں دے سکتے اور ایک دم دونوں کو ادا کرنا ممکن نہیں۔ (۵) اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے اور وہ صاحب ترتیب ہو تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اس لئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جب تک پہلی کو ادا نہ کرلے (۶) اگر دو قضا نمازوں کی اکٹھی نیت کرنے والا صاحب ترتیب نہیں ہے تو دونوں میں سے کوئی نماز صحیح نہیں ہے اس لئے کہ دونوں کا ایک ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں اور صاحبِ ترتیب نہ ہونے سے ترتیب کی اولیت قائم نہ رہی پس بلا وجہ کسی کو ترجیح نہیں دے سکتے اس لئے نیت لغو ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک پہلی ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں میں جو پہلی ہے اس کو سبقت حاصل ہے اگرچہ وہ صاحب ترتیب نہ ہو۔ (۷) اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کرے تو فرض کی نیت ہوگی کیونکہ فرض نفل سے قوی ہے۔ (۸) اگر دو نفل (سنت) نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو دونوں کی طرف سے یہ نیت کافی ہو جائے گی اور دونوں کا ثواب پائے گا۔ (۹) اگر نفل اور نماز جنازہ کی اکٹھی نیت کرے گا تو نفل ہوگی اس لئے کہ نفل حقیقت میں نماز ہے اور نماز جنازہ دعا ہے۔ (۱۰) اگر اپنی نماز میں (یعنی نماز پڑھتے ہوئے) روزہ کی نیت کی یا اعتکاف کی نیت کی تو درست و جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہ ہوگی جبکہ دل سے نیت کرے اور زبان سے نہ کہے کیونکہ ایک عبادت میں دوسری عبادت کی نیت کرنا درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جس عبادت میں مشغول ہو اس کے اندر دوسری چیز میں مشغول نہ ہو۔

منفرد و امام و مقتدی کی نیت کے مسائل

منفرد یعنی جو شخص اکیلا نماز پڑھتا ہے اس کو تین چیزوں کی نیت ضروری ہے تاکہ باتفاقِ علماء نماز جائز ہو جائے۔ (۱) یہ کہ اللہ کے واسطے نماز پڑھتا ہے

(۲) وقتی فرض ظہر عصر وغیرہ کی نیت کرنا۔ (۳) قبلہ کی سمت کی نیت کرنا اور یہ اس لئے ہے تاکہ سب کے نزدیک نماز جائز ہو جائے کیونکہ دوسرے ائمہ وفقہا کے نزدیک استقبالِ قبلہ کی نیت بھی شرط ہے۔ (فائدہ) نیت میں لمبے چوڑے الفاظ مثلاً نیت کرتا ہوں میں اس نماز کی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز فرض فجر فرض اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر کہنا ضروری نہیں بلکہ نامناسب ہے کیونکہ لوگ اپنی ان عبارتوں سے فارغ نہیں ہوتے اور امام قرات شروع کر دیتا ہے پس وہ نہ تو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے کی فضیلت حاصل کرتے ہیں اور نہ ثنا پڑھتے ہیں بلکہ امام سورۃ فاتحہ کا بیشتر حصہ پڑھ لیتا ہے تو یہ لوگ مشکل سے اپنی نیت سے فارغ ہوتے ہیں اور اگر امام رکوع میں ہو تو نیت کی ان عبارتوں کے چکر میں رکعت بھی کھو دیتے ہیں۔ پس نیت مختصر اور ضرورت کو پورا کرنے والی ہو اور چونکہ اصل نیت تو دل کا ارادہ ہے پس دل میں ان ضروریات کا ارادہ ہونا چاہئے اور زبان سے بھی کہے تو مختصر الفاظ ہوں مثلاً آج کی ظہر (یا عصر وغیرہ) کے فرضوں کی نیت کرتا ہوں اللہ اکبر۔

امام بھی وہی نیت کرے جو تنہا نماز پڑھنے والا کرتا ہے اور اقتداء کی درستی کے لئے مردوں کی امامت کی نیت کی کچھ ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس نے یہ نیت کی کہ میں فلاں شخص کی امامت کی نیت نہیں کرتا اور اس شخص نے آکر اس کے پیچھے اقتدا کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی شخص کی یا فلاں شخص کی امامت نہیں کروں گا پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور امامت کی نیت نہیں کی اور لوگ اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے لگے یا کسی معین شخص کی امامت کرنے کی نیت نہیں کی اور وہ شخص اس کے پیچھے آکر نماز پڑھنے لگا تو اس صورت میں اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور کفارہ لازم نہ ہوگا اس لئے کہ قسم ٹوٹنے کے لئے امامت کی نیت کرنا شرط تھا اور اس نے بغیر نیتِ امامت کے نماز شروع کی پس قسم نہ ٹوٹی۔ (عند اللہ یعنی دیانۃً نہیں ٹوٹی اور قضاءً ٹوٹ جائیگی یعنی قاضی ٹوٹنے کا حکم کرے گا لیکن اگر شروع نماز کے وقت گواہ کیا تو قضاءً بھی نہیں ٹوٹے گی اور اگر نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں امام ہو گا تو ہرگز قسم نہیں ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں شخص کی امامت نہیں کروں گا اور یہ ارادہ کرے کہ اس شخص کا امام نہیں ہوں گا اور لوگوں کی امامت کی پھر اس شخص نے اس کی اقتدا کی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اگرچہ اس کو علم نہ ہو۔ اس لئے کہ لوگوں کی امامت کی نیت کرنے سے اس کی امامت کی نیت بھی ہو گئی) البتہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت کرنی چاہئے کیونکہ امامت کی نیت کے بغیر اس کو جماعت کا ثواب نہیں ملے گا اور ثوابِ جماعت حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت کا پہلے سے ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت ہونا شرط و ضروری ہے جب کوئی اُس امام کا اقتدا کرے تاہم پہلے سے نیت کر لینا بھی جائز ہے۔ پس اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھتا تھا اور کوئی مرد آکر اس کے پیچھے نماز میں شامل ہوا اور اس پہلے شخص نے ثوابِ جماعت حاصل کرنے کے لئے مردوں کی امامت کی نیت سے نئے سرے سے نماز شروع کی تو وہی پہلی نماز باقی رہے گی اور جو کچھ اس کے شامل ہونے سے پہلے پڑھا ہے شمار کیا جائے گا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل میں نیت کرے اور منہ سے کچھ نہ کہے اور اگر منہ سے بھی کہے تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری نئے سرے سے شروع ہو جائے گی۔ جو شخص کسی امام کے خلیفہ بنانے کے طور پر امام بنا ہو اس کو بالاتفاق امامت کی نیت شرط ہے ورنہ وہ امام نہیں ہو گا اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہو گی

(خلیفہ بنانے کے مسائل آگے آئیں گے انشاء اللہ)۔

عورتوں کا امام بغیر عورتوں کی امامت کی نیت کے نہیں ہو سکتا اور یہ نیت شروع نماز میں ہونی چاہئے البتہ جمعہ و عیدین میں صحیح قول کی بنا پر اور نمازِ جنازہ میں بالاجماع اگر امام عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے تو بھی عورتوں کی نماز جائز ہے۔ نمازِ جنازہ و جمعہ و عیدین کے سوا اور نمازوں میں امام کے لئے عورتوں کی نماز درست ہونے کے لئے ان کی امامت کی نیت کا ضروری ہونا اس وقت ہے جبکہ کسی عورت نے کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر کسی نماز میں اس کا اقتدا کیا ہو (عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونے کے شرائط و مسائل باب الامامت میں مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز) اور اگر عورت نے مرد کے برابر کھڑا ہو کر اقتدا نہ کیا تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس وقت بھی صحتِ اقتدا کے لئے عورتوں کی امامت کی نیت شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسا کہ نمازِ جنازہ و جمعہ و عیدین میں شرط نہیں ہے اور اس دوسرے قول (نیت امامت شرط نہ ہونے) کی بنا پر اگر عورت کسی مرد یعنی امام یا مقتدی کے برابر یا آگے بڑھی ہوئی نہ ہو گی تب اس کی اقتدا درست ہو جائے گی اور نماز پوری ہو جائے گی اور اگر آگے بڑھ جائے گی یا برابر ہو گی تو اس کا اقتدا باقی نہ رہے گا اور نماز پوری نہ ہو گی۔ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھتا تھا کوئی عورت آئی اور اس شخص نے عورتوں کی امامت کی نیت کر کے نئے سرے سے نماز شروع کی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلا پڑھا ہوا حصہ فاسد ہو جائے گا بخلاف مردوں کے یعنی اگر اکیلے شخص کے پیچھے کوئی مرد آکر نیت باندھے اور وہ پہلا شخص اب اس کی امامت کی نیت کرے تو وہی پہلی نماز باقی رہے گی۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل میں نیت کرے اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو بہر صورت پہلی پڑھی ہوئی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

مقتدی کی نیت کے مسائل

(۱) مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا بھی تنہا نماز پڑھنے والے کی طرح سے نیت کرے اور اس کے ساتھ ہی اقتدار کی نیت بھی کرے اس لئے کہ بغیر اس نیت کے اقتدار جائز نہیں ہے، مگر جمعہ و عیدین اور نمازِ جنازہ میں مذہبِ مختار پر نیتِ اقتدا ضروری نہیں اس لئے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں اور تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جب ان کی نیت کرے گا تو اقتدا کی نیت ضمناً ثابت ہو گی۔ اگر صرف یہ نیت کی کہ امام کی نماز میں شروع کرتا ہوں (تو گویا کہ اس نے فرض نماز میں اس کی اقتدا کی نیت کی ہے لیکن اس میں بھی " اور امام کی اقتدا کرتا ہوں" بڑھانا بہتر ہے) یا امام کی نماز میں اس کا اقتدا کرتا ہوں کہا تو جائز ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس نے امام کے اقتدا کی نیت کی ہو اور کچھ نیت نہ کی ہو یہی اصح ہے اگرچہ مقتدی امام کی نماز کو نہیں جانتا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو امام کے تابع کر دیا ہے اس لئے اس کو نماز کے معین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر امام کی نماز یا امام کے فرض کی نیت کی تو کافی نہیں کیونکہ اقتدار کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے نامکمل ہے اگرچہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے اس لئے کہ کبھی انتظار اقتدار کے لئے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے پس شک واقع ہو گیا تو شک کی وجہ سے مقتدی نہ ہو گا بعض نے کہا کہ اگر انتظار کیا پھر تکبیر کہی تو نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ یہ انتظار میں کھڑا ہونا نیت کے قائم مقام ہے اور یہ اختلاف سو وقت ہے

جبکہ اس کے دل میں اقتداء کا خیال وارادہ نہ ہو اور اگر یہ خیال اور ارادہ ہو تو نیت اقتدا حقیقۃً موجود ہے پس نماز درست ہے
—— (۲) افضل یہ ہے کہ جب امام اللہ اکبر کہہ چکے تو اس وقت اقتدار کی نیت کرے تاکہ نماز میں امام کا اقتدا ہو۔
اگر اس وقت اقتدار کی نیت کی جب امام امامت کی جگہ کھڑا ہو تو جائز ہے اسی پر فتوی ہے۔ اگرچہ بوقتِ تکبیر نیت
حاضر نہ ہو بشرطیکہ اس درمیان میں کوئی عمل نماز کے منافی نہ پایا گیا ہو —— (۳) اگر مقتدی نے امام کی نماز میں شروع
کرنے کی نیت کی اور امام نے ابھی تک نماز شروع نہیں کی تو اگر مقتدی اس بات کو جانتا ہے کہ امام نے نماز شروع نہیں کی
تو جب امام نماز شروع کرے گا تب اس مقتدی کی نماز اسی پہلی نیت سے شروع ہو جائے گی، اس لئے کہ مقتدی کی مراد
یہ تھی کہ جب امام نماز شروع کرے گا میں بھی اس کی اقتدا کروں گا اور اگر مقتدی نے امام کی نماز میں شروع کرنے کی نیت
کی اور اس کو یہ گمان ہے کہ امام نماز شروع کر چکا ہے حالانکہ امام نے ابھی نماز شروع نہیں کی تھی تو وہ نیت کافی نہیں اور
مقتدی کی نماز جائز نہ ہو گی بلکہ پھر نئے سرے سے نیت کرے اور تکبیر کہے —— (۴) اگر امام کا اقتدا کیا اور امام کی نماز
کی نیت کر لی (یعنی اقتدا کی نیت کے ساتھ) اور یہ نہیں جانتا کہ امام کس نماز میں ہے ظہر میں ہے یا جمعہ میں، تو کوئی سی
نماز ہو جائز ہو جائے گی۔ اور اگر صرف امام کی اقتدا کی نیت کی اور امام کی نماز کی نیت نہ کی بلکہ اُس نے ظہر کی نیت کی
اور امام جمعہ پڑھتا تھا تو اس مقتدی کی نماز جائز نہ ہو گی یعنی نہ اس کی ظہر کی نماز جائز ہو گی نہ جمعہ کی —— (۵) اگر
جمعہ کی نماز میں امام کی اقتدا کی نیت کی اور ظہر و جمعہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کر لی تو بعضوں نے اس کو جائز رکھ کر نیت
جمعہ کو اقتدا کے سبب سے ترجیح دی ہے —— (۶) اگر مقتدی اپنے واسطے آسانی چاہے تو یہ نیت کرے کہ امام کے پیچھے امام
کی نماز پڑھتا ہوں یا یہ نیت کرے کہ امام کے ساتھ وہی نماز پڑھتا ہوں جو امام پڑھتا ہے —— (۷) اقتدا کی نیت میں یہ
علم ضروری نہیں کہ امام کون ہے زید ہے یا عمرو۔ پس اگر مقتدی نے امام کے اقتدار کی نیت کی اور اس کو یہ علم و خیال نہیں
کہ وہ زید ہے یا عمرو یا اس کو یہ گمان ہے کہ وہ زید ہے اور وہ عمرو تھا تو اقتدار صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے موجودہ
امام کے اقتدا کی نیت کی تھی اور امام متعین کرنا کہ فلاں امام کی اقتدا کرتا ہوں اقتدا کی درستی کے لئے شرط نہیں ہے
تو اگر اس کا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کوئی ہرج نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدی کو امام نظر آتا تھا اور اس نے کہا کہ میں اس امام
کا اقتدا کرتا ہوں اور وہ عبداللہ ہے اور تھا وہ جعفر، یا امام نظر نہ آتا تھا اور اس نے کہا کہ میں اس امام کی اقتدا کی نیت کرتا ہوں
جو محراب میں کھڑا ہے اور وہ عبداللہ ہے اور امام جعفر تھا تو ان صورتوں میں نماز جائز نہ ہو گی اس لئے کہ اس نے ان صورتوں
میں امامِ موجود کی اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اس کا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کچھ نقصان نہیں، اشارہ کر دینے سے نام کا اعتبار
جاتا رہا —— (۸) اور اگر امام کو فقط اس کے نام کے ساتھ متعین کیا اور امامِ موجود کی نیت نہ کی اور نہ اشارہ سے متعین کیا
اور نہ جگہ سے متعین کیا یعنی اس امام کی جو محراب میں کھڑا ہے نہ کہا تو اقتدا کی درستی کے لئے اس کے نام کا درست ہونا ضروری
ہے ورنہ نماز درست نہ ہو گی، خواہ زبان سے متعین کیا ہو یا دل میں مثلاً اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں زید کی اقتدا کرتا ہوں اور

اور امام عمرو تھا تو نماز جائز نہیں اس لئے کہ اس صورت میں موجودہ امام کی اقتدا کی نیت نہیں کی بلکہ امام کو اس کے نام کے ساتھ بغیر اشارہ یا جگہ کے معین کیا اور وہ اس کا غیر نکلا پس امام موجود کے غیر کی اقتدا کرنے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہے خواہ اس نے زید کی اقتدا کی نیت دل میں کی ہو اور زبان سے کہا ہو یا نہ کہا ہو یہی حکم ہے ــــــ (۹) اسی طرح اگر کسی صفت سے اشارہ کرے گا اور وہ صفت امام میں نہ پائی جائے گی تو اقتدا صحیح نہ ہوگا۔ مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہیں اور اس کے برعکس اگر یوں کہا کہ اس شیخ (بوڑھے) کے پیچھے اور وہ شاب (جوان) نکلا تو اقتدا صحیح ہے اس لئے کہ جوان کو اس کے علم کی جہت سے بھی شیخ (بوڑھا) کہا کرتے ہیں۔ (یہ حکم عربی کے لفظ شیخ اور شاب کے متعلق ہے اردو کا لفظ بوڑھا علم کی جہت سے جوان پر بولا جاتا ہے یا نہیں اس کا حکم معلوم نہیں ہوا۔ مؤلف) ــــــ (۱۰) اگر مقتدی نے یہ نیت کی کہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں جو میرے طریق پر ہے اور امام اس طریق کا نہ نکلا یعنی غیر مذہب کا نکلا تو گویا امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی اس لئے اقتدا درست نہ ہوگی ــــــ (۱۱) جب جماعت بڑی ہو تو مقتدی کو چاہئے کہ کسی امام کو معین نہ کرے ــــــ (۱۲) کوئی شخص مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے گیا اور امام کو قعدہ میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلا قعدہ ہے یا اخیر قعدہ اور اس نے یوں نیت کی کہ اگر پہلا قعدہ ہے تو میں اقتدا کرتا ہوں اور اگر اخیر قعدہ ہے تو اقتدا نہیں کرتا تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی اور اگر اس نے یہ نیت کی کہ اگر پہلا قعدہ ہے تو میں نے فرض میں اقتدا کی اور اگر اخیر قعدہ ہے تو نفل ہیں پس فرض میں اقتدا صحیح نہ ہوگی ــــــ (۱۳) اگر امام کو نماز میں پایا اور یہ نہیں جانتا کہ وہ فرض پڑھتا ہے یا تراویح اور اس نے یوں کہا کہ اگر عشا ہے تو میں اقتدا کرتا ہوں اور تراویح ہے تو اقتدا نہیں کرتا تو وہ اقتدا صحیح نہ ہوگی خواہ امام عشا پڑھتا ہو یا تراویح اس لئے کہ اس مقتدی کو اصل نیت میں تردد ہے، اگر یوں کہا کہ عشا ہے تب بھی اقتدا کرتا ہوں اور تراویح ہے تب بھی اقتدا کرتا ہوں پھر معلوم ہوا کہ تراویح تھی یا عشا تھی تو اقتدا صحیح ہوگی اس لئے کہ اس کو اصل نیت میں تردد نہیں بلکہ وصف میں تردد ہے جس کا کوئی حرج نہیں اور اگر وہ تراویح تھی تو اس کے نفل ہو جائیں گے جبکہ اس نے ابھی تک فرض نہیں پڑھے اس لئے کہ تراویح عشا کے فرضوں کے بعد ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر یہ چاہئے کہ فرض کی نیت سے اس کا شریک ہو جائے۔ اگر وہ فرض ہوں گے تو اس کا بھی فرض پڑھنا درست ہوگا ورنہ اس کی نماز نفل ہو جائے گی اور تراویح نہ ہوگی اس لئے کہ تراویح عشا کے فرض کے بعد ہوتی ہے۔

نمازی کے اقسام مع احکام

نمازی چھ طرح کے ہوتے ہیں ــــــ (۱) جو شخص فرضوں اور سنتوں کو جانتا ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب ہے اور سنت وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں اس نے صرف ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے اور ظہر یا فجر کی نیت بجائے فرض کی نیت کے ہوگی ــــــ (۲) وہ شخص جو فرض اور نفل و سنت کو جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میں کتنے فرض ہیں اور کتنی سنتیں، اس نے فرض نماز کی نیت فرض کا ارادہ کر کے باندھی تو اس کی نماز بھی درست ہے

(۳) وہ نمازی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا تو اس کی نماز جائز نہیں ــــ (۴) وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اس میں کچھ فرض اور کچھ سنتیں ہیں اور جس طرح اور لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتا ہے اور وہ فرض اور نفل میں امتیاز نہیں کرتا تو اس کی نماز جائز نہیں اس لئے کہ فرض میں نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس نے جو نماز جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ــــ (۵) وہ شخص جس کا یہ اعتقاد ہے کہ سب نمازیں فرض ہیں تو اس کی نماز جائز ہے ــــ (۶) وہ شخص جو یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی ہے لیکن وہ پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے اس کی نماز جائز نہیں ہے پس جن صورتوں میں نماز جائز نہیں ان کو قضا کرنا واجب ہے جو شخص فرض و نفل میں فرق نہیں جانتا اور ہر نماز میں فرض کی نیت کر لیتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور بقدر فرض فرض ہو جائے گی اور باقی نفل ہو گی اور ایسے شخص کے پیچھے اُن نمازوں میں اقتدا جائز ہے جن سے پہلے مؤکدہ سنتیں نہیں ہیں یعنی عصر، مغرب اور عشا۔ ان وقتوں میں امام اور مقتدی دونوں کی نماز صحیح ہو جائے گی اور ان نمازوں میں اقتدا جائز نہیں جن سے پہلے سنت مؤکدہ ہیں یعنی فجر اور ظہر۔ بالاجماع۔

نیت میں ریا و سمعہ کے مسائل

(۱) معتمد اور صحیح یہ ہے کہ جس عبادت میں بہت سے افعال ہوں اس کے ہر فعل و رکن کے لئے جدا جدا نیت ضروری نہیں بلکہ ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اس عبادت میں جس میں ایک ہی فعل ہو پس نماز و روزہ کے اول میں نیت کر لینا کافی ہے ــــ (۲) جس عمل کو اخلاص کے ساتھ شروع کیا پھر اس عمل میں ریا داخل ہو گئی تو شروع کا اعتبار ہو گا اور وہ عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہے گا۔ پس اگر نماز خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے شروع کی پھر اس کے دل میں ریا کا دخل ہوا تو اس کی نماز اسی طرح ہو گی جس طرح شروع کی تھی ــــ (۳) ریاءِ کامل یہ ہے کہ اکیلا ہو تو نماز نہ پڑھے اور لوگوں کے سامنے ہو تو دکھانے کے لئے نماز پڑھتا ہے، ایسی نماز جائز نہیں بلکہ اس کا لوٹانا واجب ہے۔ لیکن جو شخص لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھتا ہے اور اکیلا ہو تو اچھی طرح نہیں پڑھتا تو اس کو اصل نماز کا ثواب مل جاتا ہے اور وہ فرض اُس سے ادا ہو جاتا ہے مگر اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے ــــ (۴) ریا فرضوں میں داخل نہیں ہوتی یعنی فرضوں کے ذمہ سے ادا ہونے کو نہیں روکتی بلکہ ثواب کی زیادتی کو ضائع کرتی ہے پس اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھ لے گا تو اس کے ذمہ سے فرض اُتر جائے گا اس لئے کہ نماز کے ارکان اور شرائط اس میں پائے گئے ہیں، اور چونکہ ریا اصل ثواب کو ضائع نہیں کرتی بلکہ زائد ثواب کو (خوبی کے ثواب کو) ضائع کرتی ہے۔ پس ہر حال میں نماز پڑھتا رہے اور ترک نہ کرے اور استغفار بھی کرتا رہے۔ ــــ (۵) ایک شخص نے کسی کو کہا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھ کو ایک دینار ملے گا اس نے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو اس کی یہ نماز کافی ہونی چاہئے اور وہ دینار کا مستحق نہ ہو گا۔ دشمن کو راضی کرنے کے لئے نماز پڑھنا کچھ مفید و درست نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھے یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کے واسطے پڑھتا ہوں تا کہ وہ حقداروں کو مجھ سے

راضی کردے تو نماز درست نہ ہو گی اس لئے کہ بدعت ہے اور اگر نماز اللہ کے واسطے پڑھے اور اس کا ثواب اس کو بخشدے تو جائز و درست ہے۔ روزوں میں ریا کا دخل نہیں ہوتا کیونکہ اسے تو لوگ ضرور رکھ لیتے ہیں اور سمعہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی اس لئے کام کرے کہ لوگ سُنیں اور لوگوں میں اس کی تعریف کریں اگرچہ عمل کے وقت لوگ موجود نہ ہوں اور یہ بھی ریا کے حکم میں ہے بعض کے نزدیک ریا و سمعہ جب عمل میں داخل ہو جائے تو اس کا ثواب باطل ہو جاتا ہے اور موجب عذاب ہوتی ہے۔

باب۔ نماز کی صفت کا بیان

(صفت عُرف میں نماز کی وہ کیفیت ہے جو فرض، واجب، سنت و مستحب کو شامل ہے یعنی نماز میں بعض اجزاء فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب ہیں۔)

فصل اوّل — فرائضِ نماز

نماز کے وہ فرائض جو نماز سے باہر ہیں اور اُن کے بغیر نماز واجب یا صحیح نہیں ہوتی جن کو نماز کی شرطیں کہتے ہیں اُن کا بیان ہو چکا ہے اب نماز کے اُن فرائض کا بیان ہوتا ہے جو نماز کے اندر ہیں یعنی نماز کی ماہیت میں داخل ہیں اِن کو ارکانِ نماز بھی کہتے ہیں۔ ارکان رُکن کی جمع ہے، رکن کے معنی ستون اور مضبوط پہلو کے ہیں اور یہاں اس کے معنی فرض اور ارکان کے معنی فرائض ہیں۔ نماز اِن ارکان سے مرکب ہے اور وہ نماز کے اجزائے داخلی ہیں اگر ان میں سے ایک جز بھی نہ پایا گیا تو نماز نہ ہو گی۔ نماز کے اندر فرائض (ارکان) تحریمہ سمیت چھ ہیں اور وہ یہ ہیں — (۱) تحریمہ۔ یہ شرط ہے لیکن اس کا تفصیلی بیان یہاں ہو گا اس لئے ارکان میں شمار کر دیا ہے — (۲) قیام — (۳) قرارت — (۴) رکوع — (۵) دونوں سجدے — (۶) قعدۂ اخیرہ — (ف) خروج بصنعہ یعنی اپنے اختیار سے نماز سے باہر نکلنا اختلافی ہے بعض نے اس کو رکن اور فرض شمار کیا ہے اور اس طرح تعداد سات ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ فرض و رکن نہیں ہے اور محققین اسی پر ہیں۔ اب ہر رکن کا تفصیلی بیان ہوتا ہے:۔

تکبیرِ تحریمہ

(۱) چونکہ اس تکبیر کے بعد نماز کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا چلنا پھرنا بات چیت کرنا اور اکثر وہ چیزیں جو نماز سے باہر جائز تھیں اب حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں — (۲) تکبیرِ تحریمہ ہمارے فقہاء کے نزدیک شرط ہے رُکن نہیں ہے چونکہ افعالِ نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے یعنی تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے دروازہ گھر کے ساتھ اور قیام سے جو نماز کا پہلا رکن ہے بالکل متصل ہے اِس وجہ سے اس کا شمار فرائضِ نماز میں ہوا۔ لیکن نمازِ جنازہ میں تکبیر تحریمہ شرط نہیں ہے بلکہ رکن ہے جیسا کہ باقی تکبیریں رکن ہیں — (۳) چونکہ تکبیر تحریمہ

شرط ہے اور رکن نہیں ہے اس لئے ایک نفل کی بِنا دوسرے پر اور نفل کی بنا فرض پر درست ہے پس اگر کسی شخص نے فرض نماز کے واسطے تحریمہ باندھا تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے نفل بھی ادا کرلے یعنی فرض ختم کرکے سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو کر نئی تحریمہ کہے بغیر اسی تحریمہ پر نفلوں کی بِنا کرلے اس لئے کہ قوی پر ضعیف کی بنا ہو سکتی ہے اور اس کا عکس صحیح نہیں لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ فرض سے نکلنے کا جو طریقہ مشروع تھا یعنی سلام پھیرنا وہ اس نے چھوڑ دیا، یا سلام میں تاخیر ہوئی۔ اور اگر سہواً ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً بھولے سے چار رکعت والی فرض نماز میں قعدہ اخیرہ کے بعد سہواً کھڑا ہو گیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ کرلے اور سجدۂ سہو کرلے تو یہ دو رکعت بلا کراہت نفل ہو جائیں گی۔ ایک فرض کے تحریمہ پر دوسرے فرض کو بِنا کرنا بالاجماع جائز نہیں اس لئے کہ فرضوں میں معین اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ علیحدہ عبادت ہو، اسی طرح نفل کے تحریمہ پر فرض کو بنا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ضعیف پر قوی کی بِنا نہیں ہو سکتی۔ ایک نفل پر دوسرے نفل کی بِنا کر سکتا ہے اور یہ بھی قصداً کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ دوسرے نفل کی بِنا تحریمہ سے نہیں ہوتی سہواً ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی اور شرط نہ ہوتی تو نفل کی بنا فرض پر یا نفل پر رکن کے فوت ہونے کے سبب سے جائز نہ ہوتی۔

تحریمہ صحیح ہونے کی شرطیں

وہ تمام شرطیں جو نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں یعنی نجاستِ حکمی سے بدن کی پاکی اور نجاستِ حقیقی سے بدن و لباس و جائے نماز کی پاکی اور ستر عورت، استقبالِ قبلہ، وقت، تکبیر تحریمہ کے لئے بھی شرط ہیں جس طرح باقی ارکان میں شرط ہیں اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کے رکنِ اول قیام کے ساتھ متصل ہے اس لئے تحریمہ میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہوئی یعنی تکبیر کے ختم سے پہلے پہلے ان شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہوا۔ پس اگر کسی پر تکبیرِ تحریمہ کے وقت نجاست تھی اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے تک (یعنی فارغ ہونے سے پہلے پہلے) اُس نے اُس کو پھینک دیا، یا ستر کھلا ہوا تھا اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے تک عملِ قلیل (تھوڑے عمل) سے ڈھک لیا۔ یا زوال کے ظاہر ہونے سے پہلے تکبیر کہی اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی زوال ظاہر ہو گیا، یا تکبیر کہتے وقت قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور تکبیر سے فارغ ہوتے ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہو گیا تو نماز جائز ہو جائے گی اسی طرح (معاذ اللہ) بے وضو شخص دریا میں گر پڑا اور اعضاءِ وضو پر پانی پہنچنے سے پہلے تکبیر تحریمہ شروع کی اور ساتھ ہی غوطہ لگایا اور اوپر اٹھا اس طرح تکبیر کے ختم سے پہلے ہی اعضائے وضو دُھل گئے اور (اُس نے عذر کی حالت ہونے کی وجہ سے پانی ہی میں) اشارہ سے نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی۔ اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ دراصل یہ شروط نماز کی صحت کے لئے ہیں لیکن چونکہ تکبیر تحریمہ ارکانِ نماز سے متصل ہے اس لئے ان شرطوں کو تحریمہ کے ساتھ بھی منسوب کیا گیا ہے پس ان شرطوں کا پورا ہونا تکبیر تحریمہ کے ختم (یعنی آخری جزو) اور قیام کے اول جزو کے وقت جو تکبیر تحریمہ کے آخری جزو سے متصل ہے ضروری ہے۔ اگر کوئی اللہ اکبر کہہ چکا اور اب بھی کوئی شرط مفقود ہے تو نماز نہ ہوگی (فافہم۔ واللہ اعلم)

ان شروط کے علاوہ کچھ اور شرطیں بھی ہیں جو تکبیر تحریمہ کے لفظ سے متعلق ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے: ـــــ

(۱) تحریمہ کے لئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا اولیٰ بلکہ واجب ہے لیکن اگر اللہ اکبر کی بجائے سبحان اللہ یا لاالٰہ الا اللہ وغیرہ ایسے لفظوں سے جن سے خدا کی تعظیم اور بزرگی ثابت ہو ادا کیا تو صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام تعظیم کے واسطے ہیں اور اُن میں دعا و حاجت شامل نہیں اُن سے نماز شروع کرنا جائز ہے خواہ وہ اسماء اللہ کے لئے مختص ہوں جیسے اللہ اور الٰہ اور خواہ مشترک ہوں جیسے رحیم اور کریم وغیرہ۔ یہی اصح اور اظہر ہے اور اسی طرح سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ، الحمد للہ، تبارک اللہ، اَللہُ اَجَلُّ، اَللہُ اَعْظَمُ یا الرَّحْمٰنُ اَکْبَرُ کہا تو طرفین (امام ابوحنیفہ و امام محمد) کے نزدیک جائز ہے یہی صحیح ہے (اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک سوائے ان چھ لفظوں کے تکبیر تحریمہ جائز نہیں اور وہ یہ ہیں: اللہ اکبر، اَللہُ الْاَکْبَرُ، اللہ کبیر، اللہ الکبیر، اللہ کبار، اللہ الکُبّار، (کبار کی ب کو تخفیف و تشدید دونوں جائز ہیں) —— (۲) تکبیر تحریمہ کے لئے پورا جملہ کہنا، اگر صرف اَجَلُّ یا اَعْظَمُ یا اَکْبَر کہا اور اللہ کا نام ان صفات کے ساتھ نہ ملایا تو بالاجماع نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اسی طرح اگر اللہ کہا اور اس کے ساتھ کوئی صفت نہ ملائی تب بھی نماز شروع نہ ہوگی اس لئے کہ نماز شروع ہونے کے لئے پورا جملہ کہنا شرط ہے صرف مبتدا یا صرف خبر سے شرط نہ پائی گئی اس لئے نماز شروع نہ ہوگی یہی مختار ہے۔ اگر یا اللہ کہا، یا فقط اللّٰھم کہا تو نماز شروع ہو جائیگی یہی اصح ہے اور اللّٰھم معنی یا اللہ ہے —— (۳) اس جملہ میں خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا اور بندہ کی حاجت وغیرہ شامل نہ ہونا پس اگر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ یا اَسْتَغْفِرُ اللہ یا اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ یا مَاشَآءَ اللہُ کَانَ کہا تو نماز شروع نہ ہوگی اس لئے کہ ان جملوں میں خالص تعظیم نہیں بلکہ بندہ کی حاجت بھی ملی ہوئی ہے۔ اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے تعجب کا قصد کیا اور اس سے تعظیم کا ارادہ نہ کیا یا مؤذن کے جواب کا ارادہ کیا تو جائز نہیں اور نماز شروع نہ ہوگی اگرچہ نماز کی نیّت کی ہو کیونکہ تعجب کرنا اور اذان کا جواب دینا اجنبی باتیں ہیں اور نماز کو توڑتی ہیں اس لئے ان سے نماز شروع کرنا درست نہیں ہے۔
اللہ اکبر کے بغیر کسی اور جملہ سے نماز شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے یہی اصح ہے، اس لئے کہ صحیح قول کے مطابق اللہ اکبر کے لفظ سے تکبیر تحریمہ کہنا واجب ہے (خاص اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جملوں سے نماز شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شرط اور فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ اللہ اکبر سے شروع کرنا واجب ہے اس لئے ایسی نماز جو اللہ اکبر کے علاوہ کسی اور تعظیم خاص کے کلمہ سے شروع ہوگی جائز ہو جائے گی لیکن مکروہ تحریمی ہوگی اس لئے اس کا لوٹانا واجب ہے اور یہی مطلب ہر فرض (یعنی شروط و ارکان) کے ادا ہو جانے کی صورت میں نماز درست ہو جانے کا ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا لیکن اگر کوئی واجب ترک ہوا ہوگا تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا اس لئے کہ وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر کوئی سنت ترک ہوگی تو وہ نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور اس کا لوٹانا سنت ہوگا (واجب اور سنتوں کا بیان آگے آتا ہے) —— (۴) نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کرنا پس اگر تحریمہ کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا

تو نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ یہ بھی برکت کے واسطے ہے تو گویا اس نے اپنے لئے برکت مانگی، پس نمازی کی حاجت شامل ہونے کی وجہ سے خالص تعظیم نہ رہی اس لئے نماز شروع نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے اور اسی کو ترجیح ہے ـــــ (۵) اللہ اکبر کے اندر جو دو جگہ ہمزہ استعمال ہوتا ہے اس کو مدنہ کرنا۔ پس اگر اللہ اکبر میں اللہ کے ہمزہ کو مد کر کے آللہ کہا یا اکبر کے ہمزہ کو مد کر کے آکبر کہا تو استفہام کے معنی کی وجہ سے بالاتفاق نماز شروع نہ ہوگی خواہ ناداننستگی میں ایسا ہو یا قصداً۔ اگر معانی فاسدہ یعنی الوہیت میں شک کے معنی کو سمجھ کر قصداً ایسا کہا تو کفر ہے ـــــ (۶) اکبر کی ب کو مدنہ کرنا۔ اگر اللہ اکبر یا اکبر کو کھینچ کر بڑھا کر اکبار کہا تب بھی صحیح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی بگڑتے ہیں۔ اگر اللہ اکبر کاف فارسی یعنی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جائے گی ـــــ (۷) اللہ اکبر میں لفظ اللہ کی ہ کو حذف نہ کرنا ـــــ (۸) لفظ اللہ کے لام کا مد (الف مقصورہ) حذف نہ کرنا پس ان دونوں صورتوں یعنی اللہ کے لام کا مد اور اللہ کی ہ کو حذف کرنے کی صورت میں نماز شروع ہونے میں اختلاف ہے اس لئے احتیاطاً ترک نہ کرے ـــــ (۹) اللہ کی ہ اور اکبر کی ر کو اشباع (درازی) نہ کرنا۔ اگر اللہ کی ہ کو یا اکبر کی ر کو کھینچ کر پڑھا تو غلط ہے اور اس سے نماز نہیں ہوتی۔ اللہ کی ہ کو پیش پڑھے بلا خلاف اور جزم پڑھنا غلطی ہے اور اکبر کی ر کو جزم کرے یعنی ساکن پڑھے خواہ شروع نماز میں ہو یا اثنار نماز میں یعنی تکبیراتِ انتقال میں ہو۔ اللہ اکبر کی ادائیگی میں جن غلطیوں کی بنا پر نماز شروع نہیں ہوتی تکبیرات انتقال میں ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے خوب احتیاط رکھیں ـــــ (۱۰) اس شخص کے لئے جو عربی پر قادر ہو الفاظ تکبیر کا عربی میں ہونا، صاحبین کے نزدیک جبکہ عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو غیر عربی میں جائز نہیں اور عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں جائز ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان مثلاً فارسی، اردو، ترکی وغیرہ میں تکبیر تحریمہ کہی تو نماز جائز ہو جائے گی اور جبکہ عربی پر قادر نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں لیکن اگر عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو مکروہ ہے۔ اور سوائے قرأت کے نماز کے سارے ذکروں میں جیسے تشہد، قنوت، دعا، ثنا، رکوع اور سجود کی تسبیح اور خطبہ میں بھی یہی خلاف جاری ہے صرف قرأت کے بارے میں امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، اور فقط قرأت کے حق میں تینوں کے نزدیک عربی سے عاجز ہونا شرط ہے اور جو عربی پر قادر ہو اس کے لئے نماز میں قرأت غیر عربی میں بالاجماع جائز نہیں۔ اور جو نماز کے ذکر میں داخل نہیں مثلاً ایمان لانا، لبیک کہنا، سلام کہنا، سلام کا جواب دینا، ذبح کے وقت خدا تعالیٰ کا نام لینا، کسی حاکم کے سامنے گواہی دینا، چھینک کا جواب دینا وغیرہ بالاجماع غیر عربی زبان میں جائز ہیں خواہ عربی پر قادر ہو یا نہ ہو ـــــ (۱۱) تکبیر تحریمہ کو اتنی آواز سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرا نہ ہو اور وہاں پر شور و غل وغیرہ ہو تو سننے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شور و غل وغیرہ ہٹ جاتا تو وہ سن لیتا۔ صرف دل میں اجرا کرنا یا ہمس یعنی اس طرح کہنا کہ خود بھی نہ سن سکے کافی نہیں۔ جو شخص بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور ایسا بے پڑھا کہ اچھی طرح کچھ پڑھ نہیں سکتا اور تکبیر کہنا نہیں جانتا اس کی نماز صرف نیت سے شروع ہو جاتی ہے اس کو

زبان کا ہلانا واجب نہیں ــــــ (۱۲) تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا خواہ حقیقۃً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز واقع نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثلاً کھانا پینا بات چیت کرنا وغیرہ اور نیت کرنے کے بعد نماز کے لئے چلنا وضو کرنا منافی نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ نیت کے بیان میں گذرا۔ اسی طرح اگر کسی نے نیت کے بعد تحریمہ سے قبل اپنے کپڑے یا بدن سے کھیل کیا اور وہ کثیر تھا یا اپنے دانتوں کے درمیان سے کوئی چیز کھائی جو چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ تھی یا باہر سے کوئی چیز کھائی اگرچہ وہ چنے سے بھی قلیل ہو یا کوئی چیز پی یا کلام کیا اگرچہ وہ سمجھ میں نہ آئے یا بلا عذر کھنکارا پھر تکبیر تحریمہ کہی اور اس وقت اس کے دل میں نیت حاضر نہ تھی تو اس کی نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ یہ افعال نماز کے اندر نماز کے توڑنے والے ہیں۔ افضل یہ ہے کہ تحریمہ کو نیت کے ساتھ حقیقۃً ملا دے ــــــ (۱۳) تکبیر تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔ اگر تکبیر تحریمہ پہلے کہہ لی جائے اور نیت بعد میں کی جائے تو نماز درست نہ ہوگی ــــــ (۱۴) مقتدی کی تحریمہ کا امام کی تحریمہ سے پہلے نہ ہونا۔ اگر امام کی تحریمہ سے پہلے مقتدی تحریمہ کہہ لے تو نماز درست نہ ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقتدی امام کی تحریمہ کے ساتھ تحریمہ باندھے اور صاحبین کے نزدیک امام کے تحریمہ کے بعد تحریمہ باندھے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ خلاف جائز ہونے میں نہیں بلکہ اس بات میں ہے کہ اولیٰ کونسی صورت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ کے ساتھ اس طرح ہونا چاہئے جیسے انگلی کی حرکت کے ساتھ اس انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی حرکت کرتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جب امام اللہ اکبر کی رے کہے اسی وقت مقتدی کی اللہ اکبر کا الف ادا ہو، لیکن یہ شرط ہے کہ لفظ اللہ یا لفظ اکبر امام کی فراغت سے پہلے ادا نہ ہو۔ پس اگر مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کا لفظ تو امام کے اللہ کہنے کے ساتھ واقع ہوا اور اکبر کا لفظ امام کے اکبر کہنے سے پہلے کہہ چکا تھا تو اصح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی اور اس پر فقہا کا اجماع ہے کہ اگر مقتدی اللہ کے لفظ سے امام سے پہلے فارغ ہو گیا تو اس کی نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر امام سے پہلے تکبیر کہہ لی تو صحیح یہ ہے کہ اگر امام کی اقتدا کی نیت کی ہے تو نماز شروع نہ ہوگی اور اگر اقتدا کی نیت نہیں کی تو اس کی جُدا نماز شروع ہو جائے گی۔ اگر امام کی تکبیر کا حال معلوم نہیں کہ کب کہی تو اگر گمان غالب ہے کہ اُس نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تو اقتدا درست نہ ہوگی۔ اور اگر گمان غالب ہے کہ امام سے پہلے تکبیر نہیں کہی بلکہ اس کے ساتھ یا اس کے بعد کہی ہے تو اقتدا درست و جائز ہوگی۔ اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تب بھی اقتدا درست ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ قطع کرے اور پھر سے تحریمہ باندھے تاکہ شک دور ہو جائے۔

تکبیر اولیٰ کی فضیلت

تکبیر اولیٰ کی فضیلت ملنے کے وقت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جس کو پہلی رکعت ملی اس کو تکبیر اولیٰ کی فضیلت مل گئی۔ اس میں وسعت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ختم تک ہے اور بعض کے نزدیک [illegible] تک اور بعض کے نزدیک ثناء تک اور افضل یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے تاکہ کامل اجر پائے (تکبیر اولیٰ کی

حدیثوں میں بہت فضیلت آئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے: اَلتَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلٰی خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا یعنی تکبیر اولیٰ (تحریمہ) کا ثواب دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بڑھ کر ہے اس کی بہت کوشش کرنی چاہئے) ——— (۱۵) تحریمہ کو قیام کی حالت میں کہنا خواہ قیام حقیقی ہو یا حکمی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر بھی جائز ہے اس لئے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے والا اور فرض نماز عذر کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے والا حکماً قیام کرنے والا ہے یعنی ان کا بیٹھنا قیام کا حکم رکھتا ہے۔ پس جن نمازوں میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تحریمہ بھی کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے یا ایسی حالت میں کہے جو بہ نسبت رکوع کے قیام سے قریب ہو یعنی اتنا جھکا ہو کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہو گا۔ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ کا لفظ اس مقتدی نے قیام میں کہا اور اکبر کا لفظ رکوع میں جا کر کہا تو صحیح یہ ہے کہ نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی مگر رکوع کی تکبیر کی نیت کی تو نماز اس کی جائز ہو گی اور رکوع کی نیت لغو ہو جائے گی یعنی تکبیر تحریمہ کی نیت کی جگہ شمار ہو جائے گی۔ قیام کی حد اس کے بیان میں آئے گی کہ اگر اتنا جھکا ہوا ہو کہ دونوں ہاتھ لٹکائے اور وہ گھٹنوں تک نہ پہنچیں تو وہ قیام کی حالت میں ہے اگر اس حالت میں تکبیر پوری کہہ چکا ہے تب نماز شروع ہو جائے گی اور اگر گھٹنوں تک ہاتھ پہنچنے کی حد کو پہنچ گیا اور اب تکبیر ختم کی تو چونکہ یہ رکوع کی حالت ہے اس لئے نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ تکبیر کا پورا جملہ قیام کی حالت میں ادا ہونا چاہئے (یہ اندازہ کرنا اس وقت گھبراہٹ میں مشکل ہوتا ہے اس لئے اطمینان سے کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے اور پھر رکوع کے لئے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اگر رکوع مل جائے تو رکعت کو شمار کر لے ورنہ نہیں جلدی میں اپنی نماز کو ضائع نہ کرے۔ بعض ناواقف لوگ مسجد میں آکر جب امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کا پورا جملہ قیام کی حالت میں ادا ہونا شرط ہے جب پورا جملہ قیام میں نہ ہوا تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی پس نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے)۔ اگر بیٹھ کر تکبیر کہی اور پھر کھڑا ہوا تو نماز شروع نہ ہوگی۔ اگر نفل کے لئے تحریمہ رکوع میں کہی تو نماز نہ ہوگی ——— (۱۶) تکبیر تحریمہ کو قبلہ رو ہو کر کہنا جبکہ کوئی عذر نہ ہو، یا شہر سے باہر سواری پر نفل پڑھنے والا نہ ہو کہ اس کے لئے قبلہ رو ہونا شرط نہیں ہے ———

(۱۷) نماز کی شرطوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے بدن کی طہارت اور نجاستِ حقیقی سے بدن اور لباس اور جگہ کی طہارت، سترِ عورت، نیت، استقبالِ قبلہ کے حصول اور وقتی نماز کے لئے وقت کے دخول کا اعتقاد یا غلبۂ ظن ہونا پس اگر ان میں سے کسی شرط کے موجود ہونے میں شک ہو اور نماز کا تحریمہ کہے تو نماز شروع نہ ہوگی، اگرچہ بعد میں یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ شرط موجود تھی جیسا کہ تحری کے بیان میں گزرا۔ (نیت میں مطلق نماز کی نیت اور فرض و واجب کا تعین اور مقتدی کے لئے اپنی نماز کی نیت کے ساتھ امام کی متابعت کی نیت کرنا، ان کو بھی شروطِ تحریمہ میں شمار کرتے ہیں، در اصل یہ نیت کی شرطیں ہیں لیکن چونکہ نیت کی صحت تحریمہ کے لئے ضروری ہے اس لئے ان کو یہاں پر بھی شمار کر لیتے ہیں)۔

قیام

(۱) قیام یعنی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا فرض نمازوں میں فرض ہے اور جو نمازیں ملحق بہ فرض ہیں یعنی واجب جیسے نماز وتر، نماز نذر و نماز عیدین اور اصح قول کی بنا پر فجر کی سنتیں ان سب میں بھی بالاتفاق قیام فرض ہے بشرطیکہ کھڑے ہونے کی طاقت ہو اور اگر کھڑا ہونے کی طاقت نہ ہو مثلاً بیماری یا بڑھاپا یا برہنگی کے قوی عذر کی وجہ سے کھڑا نہ ہوسکے تو یہ فرض و واجب نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ (عذر کی مزید تفصیل مریض کے بیان میں آئے گی، انشاءاللہ) باقی نمازوں یعنی سنتِ فجر کے علاوہ باقی سنتوں اور نفلوں میں قیام فرض نہیں ان کا بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن بلا عذر بیٹھ کر نفل و سنت پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے (ملحق بہ نفل یعنی واجب لغیرہ وہ نفل نماز جو کسی ایسے عارض سے جو بندہ کی طرف سے ہو واجب ہوگئی ہو جیسے وہ نفل جن کو شروع کرکے توڑ دیا ہو اُن کی قضا و نماز نذر و طواف کی دو رکعتیں وغیرہ ان میں بوجہ وجوب کے قیام فرض ہے یا بوجہ اصل یعنی نفل ہونے کے قیام فرض نہیں ہے اس بارے میں کوئی واضح حکم نہیں مل سکا۔ علامہ شامی نے اس میں فقہاء کا توقف نقل کیا ہے۔ مؤلف) —— (۲) قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ اگر کھڑا ہوا آدمی بالکل سیدھا نہ کھڑا ہو بلکہ کسی قدر جھکا ہو، اس طرح پر کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ لٹکائے تو اس کے دونوں گھٹنوں تک نہ پہنچیں، یہ قیام کی حالت میں ہے اور اس سے قیام کا فرض ادا ہوجائے گا لیکن اگر اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو اب رکوع کی حد شروع ہوگئی اس حالت میں تکبیر تحریمہ یا قراءت ادا کرے گا تو فرض ادا نہ ہوگا اور نماز جائز نہ ہوگی —— (۳) قیام میں قراءتِ فرض کی مقدار قیام فرض ہے اور قراءتِ واجب کی مقدار قیام واجب اور بقدر سنتِ قراءت قیام سنت ہے۔ یہ حکم پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں کا ہے۔ اور پہلی رکعت میں قیام فرض میں تکبیرِ تحریمہ بھی شامل ہوگی اور قیام مسنون میں مقدار ثنا و تعوذ و تسمیہ بھی شامل ہوگی۔ قیام کا قراءت کی مقدار واجب و سنت ہونا اس معنی کرکے ہے کہ اس کے ترک پر ترکِ واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا یعنی قدرِ سنت کے ترک پر کوئی عذاب نہیں ہوگا مگر عادت کر لینے پر ترک سنت کا عتاب ہوگا اور ترکِ واجب پر واجب کے ترک کا عذاب ہوگا فرض کے ترک کا نہیں اور یہ سب حکم قراءت کے ادا ہونے سے پہلے ہے ورنہ بجالانے میں جتنی دیر قیام کیا اور جو کچھ قراءت کی سب فرض ہی ہے اور فرض کا ثواب ملے گا پس اگر کوئی تمام قرآن پاک ہی نماز میں پڑھے تو تمام ہی فرض واقع ہوکر فرض کا ثواب ملے گا اسی طرح نماز کے رکوع و سجود کو مقدارِ سنت و مستحب تک کتنا ہی طویل کرے وہ بھی فرض واقع ہوکر فرض کا ثواب ملے گا۔ قیام کی یہ مقدار اس شخص کے حق میں ہے جس پر قراءت فرض ہو۔ اور جس شخص پر قراءت نہ ہو جیسے اُمی (اَن پڑھ) یا وہ مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا وہ جو کہ ادنیٰ قراءتِ فرض پر اکتفا کرے مثلاً ثُمَّ نَظَرَ کہہ لے تو ایسے شخص کے حق میں تھوڑا سا ٹھہرنے سے جس کو قیام کہہ سکتے ہیں فرض ادا ہوجاتا ہے پس اگر کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہا اور پھر رکوع کیا اور اللہ اکبر کہنے اور رکوع میں جانے کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اس لئے کہ جتنا قیام اس نے تکبیر کہنے اور رکوع میں پہنچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے۔ اسی طرح جس نے تکبیر تحریمہ کے بعد ادنیٰ قراءتِ فرض کو جھکتے ہوئے کہہ لیا تب بھی قیام کا فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح جس نے قراءت کو مؤخر کیا یعنی فرض نماز میں بجائے پہلی رکعتوں کے

آخری دو رکعتوں میں قرارت کی اس کے لئے بھی یہی حکم ہے (لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ مؤلف) ـــــ (۴) بغیر عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور نماز جائز ہو جاتی ہے اور اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں اور اگر اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں پر یا دونوں ایڑیوں پر بلا عذر کھڑا ہوا تو بعض کے نزدیک نماز جائز اور بعض کے نزدیک جائز نہیں (اس لئے اس سے بچنا چاہئے)۔ نماز میں ایک پاؤں پر زور دیکر کھڑا ہونا اس طرح پر کہ دوسرے کو ڈھیلا بھی نہ چھوڑے جس سے وہ مڑ جائے یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دینا کبھی دوسرے پر طویل قیام والی نماز میں افضل و مستحب ہے تاکہ آسانی و سہولت ہو۔ اور اگر قیام طویل نہ ہو بلکہ تھوڑا ہو تو خواہ دونوں پاؤں پر برابر زور دے خواہ کبھی ایک پاؤں پر زور دے کبھی دوسرے پر دونوں صورتیں برابر ہیں اور جائز ہیں اور کسی صورت کو فضیلت نہیں۔ ایک پاؤں پر زور دینا اور دوسرے کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ وہ کسی قدر مڑ جائے جیسا کہ گھوڑا ایک پیر کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے ہر حال میں مکروہ ہے خواہ قیام طویل ہو یا مختصر۔

قرارت

(۱) قرارت فرضِ عملی ہے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس پر قادر ہو ـــــ (۲) فرض قرارت کا مقام فرض نماز کی دو رکعتیں ہیں خواہ وہ فرض نماز دو رکعتوں والی ہو یا تین کی یا چار کی اور خواہ پہلی دو رکعتیں ہوں یا آخر کی دو رکعتیں ہوں اور خواہ ایک رکعت پہلے دوگانہ میں کی ہو اور ایک رکعت آخر کے دوگانہ میں کی ہو (لیکن پہلی دو رکعت میں قرارت کرنا واجب ہے اس لئے اس کے خلاف صورتوں میں ترکِ واجب پر سجدۂ سہو لازم آئے گا)۔ اگر فرضوں کی ایک رکعت میں بھی قرارت نہ کی یا صرف ایک رکعت میں قرارت کی تو ترکِ فرض کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ وتر اور نفل کی سب رکعتوں میں قرارت فرض ہے ـــــ (۳) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت کے پڑھنے سے اگرچہ چھوٹی ہو قرارت کا فرض ادا ہو جاتا ہے یہی اصح ہے لیکن جو شخص صرف اسی قدر پر اکتفا کرے گا وہ گنہگار ہوگا (یعنی بلا عذر ایسا کرنے پر ترکِ واجب کا مرتکب ہوگا) امام صاحب کے نزدیک ایک چھوٹی آیت سے مراد یہ ہے کہ جس میں دو یا دو سے زیادہ کلمے ہوں جیسے ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ اور ثُمَّ نَظَرَ پس ایسی آیت کے پڑھنے سے بلا خلاف فرض ادا ہو جائے گا۔ اور اگر ایسی آیت پڑھی جس میں ایک کلمہ ہے جیسے مُدْهَامَّتَانِ یا ایسی آیت پڑھی جو ایک ہی حرف ہے جیسے صٓ، نٓ، قٓ یا کئی حروفِ مقطعات ہوں جیسے الٓمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ نماز جائز نہ ہوگی اگرچہ اس کو چند بار کہے۔ اگر بڑی آیت دو رکعتوں میں پڑھی جیسے آیۃ الکرسی یا آیۃ المداینہ تھوڑی سی ایک رکعت میں پڑھی تھوڑی سی دوسری رکعت میں تو جائز ہے یہی اصح ہے۔ صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر بڑی آیت پڑھنا فرض ہے اور بڑی آیت دو رکعتوں میں پڑھنے کی صورت میں اگر ہر رکعت میں تین آیتوں کی مقدار یا زائد ہو گی تو صاحبین کے نزدیک بھی نماز درست ہو جائے گی ـــــ (۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن کی ایک آیت ہے یہ سورتوں میں فصل کے واسطے اتری ہے لیکن صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے پڑھنے سے فرض قرارت ادا نہیں ہوتا احتیاطاً۔ اس لئے کہ اس کے قرآن ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ قرآن کا جزو نہیں ہے اس لئے شک واقع ہو گیا اور شبہ کی وجہ سے

بسم اللہ قرآنِ قطعی نہ رہا اور اس کا منکر کافر نہیں ہوگا پس قرارت کا فرض ہونا جو یقینی امر ہے شک والی آیت سے ادا نہیں ہو سکتا البتہ جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کو احتیاطاً اِس کا تلاوت کے قصد سے پڑھنا حرام ہے ——— (۵) قرارت کا مطلب یہ ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کئے جائیں اس طرح کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے کے مقام میں اتنا ہونا ضروری ہے کہ خود سُنے، پس قرارت میں حروف کی تصحیح ضروری ہے اگر قدرت ہوتے ہوئے صحیح حروف ادا نہیں کرے گا تو قرارت جائز نہیں۔ معذور مثلاً توتلا ہکلا ہے اگر غیر صحیح حروف بھی نکلیں تو عذر کے سبب معاف ہے صحتِ حروف کے ساتھ سرّی نماز میں یہ بھی ضروری ہے کہ خود سُنے پس اگر حروف زبان سے صحیح کہے اور خود اُن کو نہ سُنا تو جائز نہیں جبکہ کوئی عذر شور و غل و ثقل سماعت وغیرہ نہ ہو یہی صحیح ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ایسا پڑھا ہو کہ اگر وہ مزاحم یعنی شور و غل وغیرہ دور ہو جائے تو وہ خود سن سکے اور اسی طرح جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا شرع نے مقرر کیا ہے یہی حکم ہے کہ خود سُن سکے مثلاً ذبح میں بسم اللہ پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے اور قسم میں استثنا کا اور طلاق اور عتاق اور ایلاء اور بیع کا بھی یہی حکم ہے کہ خود سن سکے) ——— (۶) اگر نیند کی حالت میں قرارت کی تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگی جاگنے پر پھر پڑھے اور یہی اور ارکان کا بھی ہے یعنی اگر سوتے ہوئے قیام کیا یا رکوع کیا یا سجدہ کیا یا قعدہ کیا تو اس رکن کا اعادہ کرے۔ اور اگر رکوع یا سجدہ وغیرہ کے اندر جا کر سو گیا تو اعادہ نہیں ہے کیونکہ ان میں جانا اور اٹھنا اختیار سے ہوا ہے اس لئے وہ صحیح ہو گئے اور اگر پوری رکعت سوتے ہوئے ادا کرے تو پوری رکعت کا اعادہ نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے ——— (۷) اصل عربی قرآن پاک کی قرارت کی بجائے قرآنِ پاک کا ترجمہ اردو، فارسی، ترکی وغیرہ کسی زبان میں نماز کے اندر قرارت کرے تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع ثابت ہے اسی پر اعتماد ہے اور یہی مختار و اصح ہے اور یہی حکم اُس وقت ہے جبکہ قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھی (اگر غیر عربی زبان میں قرارت کی اور عربی اس کے ساتھ نہ ملائی خواہ قصص اور امر و نہی کی جگہ سے پڑھے یا صرف ذکر و تنزیہہ کے مقام سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نماز قرارت سے خالی ہو جائے گی اور اگر جواز نماز کی مقدار قرآن عربی میں پڑھ کر اس کے ساتھ فارسی یا اردو میں بھی کچھ قرآن پڑھا تو اگر وہ غیر عربی میں قصص یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ذکر یا تنزیہہ کے مقام سے پڑھا تو بلا خلاف نماز فاسد نہ ہوگی) ——— (۸) قراءتِ شاذہ سے فرض قرارت ادا نہ ہوگا اور قرارتِ شاذہ سے نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کی متواتر روایتیں دس تک ہیں پس جو روایت ان دسوں روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے۔ اسی طرح اگر ہجے کر کے قرارت کی تو نماز نہ ہوگی مثلاً ال ح م د ل ل ا ہ الآیۃ اس طرح پڑھنا قرارت فرض کو کفایت نہیں کرتا لیکن مفسدِ نماز بھی نہیں ہے ——— (۹) مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرارت نہ کرے نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ دوسری سورت نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہر کی نماز میں اس لئے کہ امام کی قرارت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ امام اور صاحبین کا اس پر اتفاق ہے اور اَسّی صحابہؓ سے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، قرارت کا منع ہونا مروی ہے۔ پس اگر مقتدی قرارت پڑھے گا تو صحیح قول میں مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی۔

رکوع

(۱) رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں، رکوع میں مقدار فرض اس قدر ہے کہ رکوع کی حد کو پہنچنے کے بعد اس کو رکوع کہہ سکیں۔ —— (۲) رکوع کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ اتنا جھکا ہوا ہو کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تو دونوں گھٹنوں تک پہنچ جائیں (اگر گھٹنوں تک نہ پہنچیں تو قیام کی حالت ہے) صرف سر کو جھکا دینا رکوع کے لئے کافی نہیں۔ پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے یعنی سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں ہو جائیں —— (۳) اگر بیٹھے ہوئے رکوع کرے تو اس کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ سر معہ کمر کے کسی قدر جھک جائے، اور پورا رکوع اس طرح ہے کہ پیشانی اس کے دونوں زانو کے مقابل آجائے —— (۴) اگر رکوع نہ کیا اور قیام ہی سے سجدہ میں چلا گیا اور طریقہ مسنونہ کے خلاف اونٹ کی طرح گر پڑا تو ایسا جھکنا رکوع کے لئے کافی ہے (لیکن ترک واجب ہے کیونکہ تعدیل ارکان یعنی اطمینان ترک ہوا اس لئے سجدۂ سہو واجب ہوگا اور دانستہ ایسا کرنا سخت مکروہ ہے) —— (۵) اگر کسی کُبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو تو وہ رکوع کے لئے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا —— (۶) رکوع کا وقت قرارت سے فارغ ہونے کے بعد ہے یہی اصح ہے —— (۷) ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے۔

سجود

(۱) زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ فرض ہے۔ دوسرا سجدہ بھی پہلے سجدہ کی مانند ہے اور یہ دوسرا سجدہ حدیث اور اجماعِ امت سے فرض ہے (یعنی آیتِ قرآنی سے سجدہ کا تکرار (دو دفعہ ہونا) نہیں معلوم ہوتا اسی طرح رکعتوں کا شمار بھی حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے) —— (۲) سنت کا پورا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں سجدے میں لگاوے۔ پیشانی کا کچھ حصہ لگانا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو اور اکثر پیشانی کا لگانا واجب ہے یہی صحیح ہے۔ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہیں۔ اور اگر عذر کے ساتھ ایک پر اکتفا کرے تو مکروہ نہیں اور اگر بغیر عذر ہے تو اگر پیشانی لگائی اور ناک نہ لگائی تو بالاجماع نماز جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر ناک لگائی اور پیشانی نہ لگائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے —— (۳) اگر صرف رخسارہ یا ٹھوڑی لگائی تو نہ حالت عذر میں جائز ہے نہ بغیر عذر —— (۴) اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرنا کافی ہے سجدہ نہ کرے —— (۵) عذر کی وجہ سے صرف ناک پر اکتفا کرنا اس وقت جائز ہے جب اس قدر ناک لگاوے جو تک کہ ہڈی سخت ہے اور اگر صرف وہ جگہ لگائی جو نرم ہے اور وہ ناک کا سرا ہے تو جائز نہیں —— (۶) کسی نرم چیز پر جس میں سر دھنس جائے اور ناک اور پیشانی قرار نہ پکڑے مثلاً گھاس یا بھس یا روئی یا بچھونے یا قالین یا صوفہ یا برف وغیرہ پر سجدہ کیا تو سجدہ جائز نہیں اور اگر اس کی پیشانی اور ناک قرار پکڑ لے اور اس جگہ کی سختی معلوم ہو یعنی اب اگر مبالغہ کیا جائے تو نہ دبے اور سر نیچے نہ جائے تو سجدہ جائز و درست ہے۔ بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال (گھاس وغیرہ) بچھاتے ہیں اُن لوگوں کو

سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔ اسی طرح کمانی دار گدّے جیسے گاڑی کے بعض درجوں میں ہوتے ہیں یا کوچ وغیرہ پر نماز پڑھنے میں اس کا لحاظ رکھیں اور اگر اتنے ملائم ہوں کہ پیشانی خوب نہیں جمتی تو گدّے سے اُتر کر نماز پڑھنی چاہئے نیز اوپر اوپر ذرا اشارہ سے سر رکھدیا دبایا نہیں تو بھی سجدہ نہ ہوا —— (۷) اگر بیل گاڑی یا یکہ وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر گاڑی بیل یا گھوڑے وغیرہ جاندار پر ہے تو سجدہ جائز نہیں اور اگر زمین پر ہے تو جائز ہے جیسے تخت و چوکی پر جائز ہے۔ چارپائی اگر تخت کی طرح سخت ہے (یعنی اچھی طرح کسی ہوئی ہے کہ اس میں سر نہ دھنسے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہ سکے) تو اس پر سجدہ و نماز درست ہے (جہلاء میں مشہور ہے کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے بندر بن جاتا ہے یہ بے اصل اور واہیات ہے) ——

(۸) مچان (ٹانڈ یا ڈانو چا) پر (جو کسان لوگ زراعت کی حفاظت کے لئے بیٹھنے کو باندھتے ہیں یا شکاری لوگ شکار کے وقت بیٹھنے کے لئے باندھتے ہیں) سجدہ کیا تو اگر سجدہ کی جگہ سخت ہے تو جائز ہے جیسے تخت پر جائز ہے ورنہ گھاس اور پیال کے حکم میں ہے جس کا اوپر ذکر ہوا —— (۹) اگر گیہوں یا جو پر سجدہ کیا تو جائز ہے اور اگر مکئی یا جوار یا چنا یا چاولوں پر سجدہ کیا تو جائز نہیں (کیونکہ یہ پھسل کر پیشانی کو جمنے نہیں دیتے) اور اگر یہ مذکورہ اناج یا دھنکی ہوئی روئی تھیلیوں میں خوب کس کر بھر دی گئی ہو کہ پیشانی کے جمنے میں مانع نہ ہو تو جائز ہے —— (۱۰) اگر بھیڑ وغیرہ عذر کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو اگر وہ بھی اسی نماز میں ہے جس کو یہ ادا کر رہا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ نماز میں نہیں یا نماز میں ہے مگر اس کے سوا دوسری نماز پڑھتا ہو یا نمازی کے سامنے سجدہ کے لئے جگہ کشادہ ہے تو جائز نہیں۔ عذر سے مراد جگہ کی تنگی ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اور حج کے موقعہ پر مسجد الحرام میں جب اس کثرت سے آدمی جمع ہوں کہ عیدگاہ اور جامع مسجد اور مسجد الحرام میں گنجائش نہ ہو تو اس وقت دوسرے نمازی کی پشت پر سجدہ جائز ہو جائیگا (پس دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ جائز ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں —(۱) بہت بھیڑ ہونا کہ سجدہ کی جگہ نہ ہو — (۲) سجدہ دوسرے نمازی کی پُشت پر ہونا — (۳) سجدہ کرنے والے اور جس کی پشت پر سجدہ کرے دونوں کا ایک نماز میں شریک ہونا — (۴) سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا — (۵) جس کی پشت پر سجدہ کرے اس کا سجدہ زمین پر ہو[لہ]۔ مستحب یہ ہے کہ بھیڑ کم ہونے تک نماز میں تاخیر کرے جبکہ وہ نماز جماعت نہ ہو) —— (۱۱) اگر اپنی ران پر بلا عذر سجدہ کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز نہیں اگر عذر سے یعنی بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس کے امکان کو فرض کرتے ہوئے ہے ورنہ ران پر سجدہ عادتاً غیر ممکن ہے اور اگر اپنے دونوں گھٹنوں پر سجدہ کیا تو بعض کے نزدیک عذر و بغیر عذر دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم بھی ران کی مانند ہے یعنی عذر کے ساتھ جائز ہے اور بلا عذر جائز نہیں — اور اختلاف اس بنا پر ہے کہ گھٹنوں پر اکثر پیشانی بوجہ ناہموار ہونے کے نہیں لگتی۔ واللہ اعلم —— اگر پاک ہتھیلی زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا تو اصح قول کے بموجب جائز ہے اسی طرح اپنی آستین پر یا بچھے ہوئے (فالتو) کپڑے پر جبکہ آستین یا فالتو کپڑا پھیلا ہوا ہے اور وہ پاک ہے اور وہ جگہ بھی پاک ہے تو سجدہ درست ہو جائے گا اور اگر وہ جگہ پاک نہ ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہر اس چیز پر سجدہ کا یہی حکم ہے جو نمازی کے بدن سے ملی ہوئی ہو جبکہ اس کے نیچے کی جگہ پاک ہو تو سجدہ جائز و درست ہے اگرچہ

[لہ] اگر بہت بھیڑ ہونا اور سجدہ کے لئے جگہ نہ ہونا الگ الگ دو شرطیں شمار کی جائیں تو شرطیں چھ ہو جاتی ہیں (ط)

وہ ملی ہوئی چیز نمازی کا جزو ہو لیکن آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لئے بلا عذر بچھانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ تکبر کا فعل ہے اگر تکبر کے فعل سے ایسا کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور تکبر کا قصد نہ ہو اور بلا ضرورت وعذر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اگر عذر یعنی مٹی یا کنکر یا سردی و گرمی وغیرہ کی ایذا کا خوف ہو تو مباح ہے ——— (۱۲) اگر مُردہ کی پیٹھ پر سجدہ کیا اور اس پر نمدہ پڑا ہوا ہے تو اگر مردہ کی سختی محسوس ہوتی ہے تو جائز نہیں اور اگر سختی معلوم نہیں ہوتی تو جائز ہے ——— (۱۳) صافہ (پگڑی) کے پیچ پر بغیر کسی عذر کے سجدہ کرنا درست اور مکروہ تنزیہی ہے جبکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا پیشانی کے کچھ حصہ پر ہو جیسا کہ بعض وقت پیچ ڈھلک کر پیشانی پر آجاتا ہے اور پیچ پر سجدہ جائز ہونے میں یہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو اس طرح محسوس ہوتی ہو کہ اگر اب سر کو اور دبائے تو نہ دبے پس اگر ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھو گیا کہ اگر دبائے تو دب جائے گا تو سجدہ نہ ہوا۔ بہت لوگ اس بات سے غافل ہیں۔ اگر پیچ تھوڑے حصہ پر ہے پیشانی کا باقی حصہ زمین پر لگ گیا تو بھی سجدہ جائز ہے اور اگر پیچ نمازی کے صرف سر پر ہو اور صرف پیچ پر سجدہ کرے اور زمین پر اس کی پیشانی نہ لگے تو سجدہ جائز نہیں۔ اکثر لوگ اس مسئلہ سے بھی غافل ہیں ——— (۱۴) سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے آدھ گز شرعی (ایک بالشت یعنی متوسط ہاتھ سے بارہ انگل) تک اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے۔ اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ لوگ زیادہ ہوں اور پیٹھ پر سجدہ کرنا پڑے تو عذر کی وجہ سے جائز ہے ——— (۱۵) کسی چھوٹے پتھر پر سجدہ کیا اگر پیشانی کا زیادہ حصہ لگ گیا تو سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں ——— (۱۶) کسی شخص نے سجدہ کے لئے ناک اور پیشانی رکھی اور سجدہ کی جگہ پر بہت سے کانٹے یا کنکریاں یا شیشے کے ٹکڑے ہوں اگر اُن سے تکلیف پہنچنے کی وجہ سے وہاں سے سر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ لے تو جائز ہے اور یہ دوسرا سجدہ نہ ہو گا بلکہ ایک ہی سجدہ ہو گا اور اس پر سجدۂ سہو بھی واجب نہیں۔ اسی طرح اگر مقتدی اپنے امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں سے سر اٹھا لیوے اور پھر جھکا دیوے تب بھی ایک ہی رکوع یا سجدہ ہو گا اور نماز درست ہو گی ——— (۱۷) اگر دونوں ہاتھ یا دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو بالاجماع نماز جائز ہے۔ ——— (۱۸) اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو جائز نہیں اور اگر ایک پاؤں رکھا تو اگر عذر کے ساتھ ہو تو بلا کراہت جائز ہے اور بغیر عذر ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ پاؤں کا رکھنا انگلیوں کے رکھنے سے ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی انگلی ہو۔ اگر دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پیٹھ رکھی اور انگلیاں نہ رکھیں تب بھی سجدہ جائز ہے یہی قول صحیح ہے۔ (جاننا چاہئے کہ پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے) ——— (۱۹) اگر سوتے میں سجدہ کیا تو سجدہ کا اعادہ کرے اسی طرح بیہوشی میں رکوع یا سجدہ کرنے کا اعتبار نہیں لیکن اگر رکوع یا سجدہ کے وقت جاگ رہا تھا اور پھر رکوع یا سجدہ کی حالت میں سو گیا تو مضائقہ نہیں وہی رکوع و سجدہ جائز ہے۔

قعدۂ اخیرہ

قعدۂ اخیرہ یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد بیٹھنا صحیح یہ ہے کہ فرض اور رکن ہے اور وہ بقدرِ تشہد ہے اور تشہد اَلتَّحِیَّاتُ سے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک ہے یہی صحیح ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی امام کے فارغ ہونے سے

پہلے فارغ ہوگیا اور کلام کیا تو نماز اس کی پوری ہوگئی (لیکن ترک واجب یعنی سلام کا ترک ہوا اس لئے واجب الاعادہ ہے) ——
—— قعدۂ اخیرہ فرض اور نفل سب نمازوں میں فرض ہے اسی طرح نماز کے اور ارکان بھی فرض و نفل سب نمازوں میں فرض ہیں سوائے قیام کے کہ وہ نفلوں میں فرض نہیں ہے۔ اگر کسی نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے اخیر میں نہ بیٹھا اور اٹھ کھڑا ہوا اور چلا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اگر کوئی شخص چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھا پھر یہ گمان کرکے کہ تین ہی ہوئی ہیں کھڑا ہوگیا پھر یاد کرکے کہ چار ہوچکیں بیٹھ گیا پھر سلام پھیر دیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹھنا ملا کر بقدرِ تشہد ہوگیا تو فرض ادا ہوگیا ورنہ نہیں کیونکہ بقدرِ تشہد بیٹھنے میں متواتر ہونا اور فاصلہ نہ کرنا شرط نہیں ہے اور بقدرِ تشہد بیٹھنے سے مراد پورے تشہد کا صحتِ الفاظ کے ساتھ جلدی جلدی پڑھنے کی مقدار ہے۔

ان ارکانِ نماز کے علاوہ کچھ اور بھی نماز کے فرائض ہیں اور وہ یہ ہیں —— (۱) نماز کے ارکان میں ترتیب کا ہونا یعنی جو ارکان ہر رکعت میں مکرر نہیں جیسے قیام اور رکوع یا تمام نماز میں مکرر نہیں جیسے قعدۂ اخیرہ، ان میں ترتیب فرض ہے پس قیام کو رکوع سے پہلے اور رکوع کو سجدہ سے پہلے اور سجدہ کو اخیر قعدہ سے پہلے کرنا فرض ہے۔ اگر اس کے خلاف کیا مثلاً قیام سے پہلے رکوع کرلیا تو اس رکوع کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس رکوع کے بعد قیام کی طرف لوٹے اور قیام کے بعد رکوع کا اعادہ کرے تاکہ ان میں ترتیب جو فرض تھی ادا ہوکر نماز صحیح ہوجائے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر پہلے سجدہ کیا پھر رکوع کیا تو دوبارہ سجدہ کرے اور سجدۂ سہو کرے نماز صحیح ہوجائے گی اور اگر سجدہ کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ قعدۂ اخیرہ تمام ارکان کے اخیر میں واقع ہونا چاہئے پس اگر کسی نماز کا سجدہ رہ گیا اور وہ اس کو قعدۂ اخیرہ کے بعد آیا تو اس سجدہ کو ادا کرے اور قعدۂ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے نماز صحیح ہوجائے گی یا قعدۂ اخیرہ کے بعد یاد آیا کہ رکوع رہ گیا ہے تو رکوع اور اس کے بعد کے ارکان یعنی سجدہ و قعدۂ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو کرے اور قیام یا قرأت کا رہ جانا یاد آیا تو پوری رکعت کا اعادہ کرکے قعدۂ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کرے ان سب صورتوں میں اگر ارکان مابعد اور قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہ کرے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر تحریمہ سے پہلے کوئی رکن ادا کرے وہ حساب میں نہیں آئے گا بلکہ پھر کرنا پڑے گا اگر پھر ادا نہ کرے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ جو فعل ہر رکعت میں مکرر ہوتا ہے یعنی سجدہ یا تمام میں مکرر ہوتا ہے جیسا کہ عدد رکعات اس میں ترتیب فرض نہیں بلکہ واجب ہے جیسا کہ واجبات میں بیان ہوگا —— (۲) نماز میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں مقتدی کو امام کی متابعت فرض ہے یعنی ہر رکن میں مقتدی امام کے ساتھ یا اس کے بعد شریک ہو اُس سے پہلے ادا نہ کرے اگر امام سے پہلے ادا کیا تو نماز نہ ہوگی مثلاً امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کرلیا اور امام ابھی رکوع یا سجدہ میں آیا بھی نہیں تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا تو اگر پھر امام کے ساتھ بھی شامل ہوگیا یا اس کے بعد ادا کرلیا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور واجبات و سنن میں امام کی متابعت ترک کرنے پر نماز فاسد نہیں ہوتی —— (۳) مقتدی کے لئے یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے خیال میں اپنے امام کی نماز کو

صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی پیشاب گاہ کو چھولیا اور اس کے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اس کے نزدیک یہ دونوں باتیں وضو کو نہیں توڑتیں اور امام کی نماز اس کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگر اپنے نزدیک امام کی نماز کو باطل سمجھتا ہے تو اس کی نماز نہ ہوئی اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو ـــــ (۴) مقتدی کا اپنے امام سے آگے نہ بڑھنا یعنی ایڑیاں قبلہ کی جانب امام سے آگے نہ بڑھیں ـــــ (۵) جہت میں امام کا مخالف نہ ہونا ـــــ (۶) صاحب ترتیب کو جبکہ وقت میں گنجائش ہو قضا نماز کا یاد نہ ہونا ـــــ (۷) شرائط کے مطابق عورت کا مرد کے برابر نہ ہونا ان مسائل کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

فصل دوم ـــ واجباتِ نماز

نماز کے چھ واجبات ہیں کہ جن کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اس کا لوٹانا واجب ہوتا ہے جبکہ واجب کو دانستہ ترک کیا ہو یا سہواً ترک ہوگیا ہو اور سجدۂ سہو نہ کیا ہو پس اگر اس نماز کو نہ دہرائیگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اس لئے کہ ترکِ واجب مکروہ تحریمی ہے۔ اگر بھول کر ترک ہوا اور نماز میں یاد آگیا اور سجدۂ سہو کر لیا تو نماز درست ہوگئی اب اس کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ جو فرض نماز ترکِ واجب وغیرہ کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوتی ہے اگر وہ لوٹائی جائے تو فرض کے نقصان کو زائل کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ سجدۂ سہو سے نقصان دور ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی فرض ہی واقع ہوگی نیز واجب وسنت ومستحب ادا کرنے سے پہلے یہ حکم رکھتے ہیں اور ادا کرنے کے بعد فرض واقع ہو کر فرض ہی کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس اگر امام ترکِ واجب کی وجہ سے نماز کو دہرائے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری دفعہ کی جماعت میں شریک ہوگا تو اس کی نماز درست ہوگی جیسا کہ سجدۂ سہو میں یا اس کے بعد سلام سے پہلے شامل ہونے والے مقتدی کی نماز درست ہے یہی صحیح ہے بعض نے کہا کہ اس کی نماز درست نہ ہوگی کیونکہ دوسری بار کی نماز فرض نہیں بلکہ واجب ادا ہوگی تو جب امام کی نماز فرض نہیں ہے تو فرض والے کا اقتدا اس کے پیچھے درست نہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ھذا مستفاد من الشامی واللہ اعلم بالصواب۔

واجباتِ نماز مندرجہ ذیل ہیں؛ ـــــ (۱) تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔ اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ مثلاً اَللّٰہُ اَعظَمُ یا اَللّٰہُ اَجَلُّ وغیرہ سے ادا کیا تو واجب ترک ہو جائے گا جو مکروہ تحریمی ہے ـــــ (۲) قراءتِ واجبہ کی مقدار قیام کرنا یعنی جس میں سورۂ فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورت یا چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جا سکے اور جس پر قراءت فرض نہ ہو جیسے گونگا یا اُمّی یا وہ مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے وغیرہ ان پر قیام کی کوئی مقدار واجب نہیں ہے ـــــ (۳) فرض نماز میں قراءتِ فرض کے ادا کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں کا معین کرنا واجب ہے خواہ نماز تین رکعت والی ہو یا چار رکعت والی۔ یہانتک کہ اگر چار رکعت والی نماز کی اول دو رکعتوں میں بھول کر قراءت نہ پڑھی بلکہ اخیر کی دو رکعت میں پڑھی یا پہلے دوگانہ میں سے ایک رکعت میں اور دوسرے دوگانہ میں سے ایک رکعت میں بھول کر قراءت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا ـــــ

(۴) الحمد کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی سب رکعتوں میں واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پوری الحمد کا پڑھنا واجب ہے اس کی ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ واجب ہے اس لئے ان کے نزدیک نصف سے کم چھوڑنے پر سجدۂ سہو واجب نہیں ۔۔۔۔ (۵) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب (وتر) و سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی بہت چھوٹی سورۃ مثل سورۂ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے سورۂ مدثر کی یہ تین آیتیں ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ یا ایک بڑی آیت یا دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں۔ چھوٹی تین آیتوں کی مقدار سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے ۔۔۔۔ (۶) سورۂ فاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھنا واجب ہے پس اگر پہلی یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا اور سورۃ پڑھ لی پھر اس کو یاد آگیا خواہ رکوع سے پہلے یاد آیا یا بعد میں تو پھر الحمد پڑھے اور پھر سورۃ واجب ہونے کے طور پر دوبارہ پڑھے اس لئے کہ فاتحہ اور سورۃ میں ترتیب واجب ہے پھر رکوع کرے۔ اس صورت میں اگر الحمد سے پہلے سورۃ کا اتنا حصہ پڑھ گیا جو ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ہو تو سجدۂ سہو بھی کرے اور اگر ادائے رکن سے کم پڑھا ہو تو سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا۔ جس شخص نے عشا کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ پڑھی اور الحمد نہ پڑھی تو اخیر کی دو رکعتوں میں اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لے اور اگر الحمد پڑھی اور سورۃ نہ ملائی تو اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد اور سورۃ پڑھے* اور دونوں کا جہر کرے اور فاتحہ کو سورۃ پر مقدم کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔ اور اگر اسی رکعت کے رکوع میں یاد آیا کہ سورۃ نہیں پڑھی تو کھڑا ہو کر سورۃ پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اگر رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر پہلے دوگانہ میں کچھ نہ پڑھا تو دوسرے دوگانہ میں الحمد اور سورۃ پڑھے اور دونوں کا جہر کرے اور سجدۂ سہو کرے ۔۔۔۔ (۷) واجب ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ سے پہلے پوری سورۂ الحمد ایک ہی دفعہ پڑھے اس سے زیادہ نہ پڑھے اگر پڑھے گا تو سورۃ ملانے میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر سورۃ کے بعد دوبارہ الحمد پڑھے تو سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا۔ پچھلی دو رکعتوں میں الحمد مکرر پڑھنے سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا خلافِ سنت اور مکروہِ تنزیہی ہے۔ اسی طرح پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ملانا مکروہ تحریمی نہیں اور اس سے سجدۂ سہو بھی لازم نہیں آتا بلکہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے ۔۔۔۔ (۸) جو فعل کہ ہر رکعت میں مکرر (دو دفعہ) ہوتا ہے یعنی سجدہ یا تمام نماز میں مکرر ہوتا ہے جیسا کہ عدد رکعات تو اس میں ترتیب یعنی کوئی فاصل نہ ہونا واجب ہے فرض نہیں ہے پس اگر پہلی یا کسی بھی رکعت میں سے ایک سجدہ بھول گیا اور اس کو اخیر رکعت میں قضا کیا اگرچہ سلام پھیرنے کے بعد کلام وغیرہ نماز کے منافی کوئی فعل ہونے سے پہلے پہلے ادا کر لے تو جائز ہے اور سجدۂ سہو بھی کرے لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد صرف التحیات پڑھے اور پھر سجدۂ سہو کرے پھر التحیات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے یہی صحیح ہے۔ قعدۂ اخیرہ جو اس نے پہلے ادا کیا تھا نماز کا سجدہ اس کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے وہ قعدہ باطل ہو گیا کیونکہ قعدہ اخیرہ کا تمام ارکان کے بعد

* اور دونوں کا جہر کرنا واجب ہے یعنی جہری نماز ہو تو جہر کرے اور سجدۂ سہو کرے۔ اگر مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں الحمد یا سورۃ پڑھنا بھول گیا تو آخری (تیسری) رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے۔

واقع ہونا فرض ہے اس لئے اب اس کا اعادہ فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ ترتیب رکعات کی صورت مسبوق میں ظاہر ہوتی ہے
پس مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد جو نماز پڑھتا ہے وہ اس کی پہلی رکعت ہے اگر ترتیب فرض ہوتی تو وہ اخیر نماز ہوتی
مثلاً چار رکعتوں میں اگر اس کو ایک رکعت ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرات والے دوگانہ کو ادا کرے گا پھر بلا قرات والی
رکعت کو پڑھے گا ـــــ (۹) قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے یہی صحیح ہے ـــــ

(۱۰) سجدہ میں اکثر پیشانی کا لگانا واجب ہے اور کچھ پیشانی کا لگانا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو، یہی صحیح ہے پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا
شرط نہیں ہے۔ پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک اور عرض میں دونوں بھوؤں سے لیکر کھوپڑی تک ہے اور
بعض نے پیشانی کی حد یہ لکھی ہے کہ بھوؤں کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہے اور یہ حد واضح تر ہے اور مطلب دونوں کا
ایک ہی ہے ـــــ (۱۱) جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھ جانا صحیح یہ ہے کہ یہ بھی واجب ہے۔
ـــــ (۱۲) تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجدہ و قومہ و جلسہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے۔ تعدیل
ارکان، اعضا کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم سے کم ایک تسبیح (سبحان اللہ) کی مقدار ٹھہر جائیں ـــــ

(۱۳) قعدہ اولیٰ (پہلا قعدہ) یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جبکہ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے
سر اٹھائے تشہد کی مقدار بیٹھنا واجب ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل یہ استحسان ہے، یہی اصح ہے لیکن اگر چار رکعت سے
زیادہ مثلاً چھ یا آٹھ یا زیادہ نفل رکعتوں کو ایک ہی تحریمہ سے پڑھے گا تو قعدۂ اخیرہ کے سوا اس سے پہلے کے سب قعدوں کا حکم
قیاس کی طرف رجوع کرے گا اور ہر قعدہ فرض ہوگا پس اس کے ترک کی وجہ سے وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی اور کوئی
دوگانہ بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ چار رکعت سے زیادہ فرض نماز نہیں ہے اس لئے چار سے زیادہ رکعت نفل کو مشابہ بالفرض
نہیں کہہ سکتے اور اس میں استحسان کا حکم جاری نہیں ہوگا بلکہ قیاس کی طرف حکم رجوع کرے گا البتہ تراویح میں وہ تمام نماز
بمنزلہ ایک دوگانہ کے ہو جائے گی اس کی تفصیل نماز نوافل و تراویح میں مذکور ہے۔ وہ قعدے جو سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت
وغیرہ کے بعد کرنے پڑیں گے واجب ہوں گے ـــــ (۱۴) ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا (اور جو تشہد حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا اختیار کرنا تشہد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اولیٰ ہے لیکن تشہد ابن عباس کے پڑھنے میں کوئی
مضائقہ نہیں) اور ضروری ہے کہ تشہد کے لفظوں کے معنی کا اپنی طرف سے ارادہ کرے یعنی یوں ارادہ کرے کہ وہ اللہ پر تحیۃ
بھیجتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے نفس پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے۔ واقعۂ معراج کی حکایت مد نظر نہ ہو۔ تشہد
پورا پڑھنا واجب ہے اور جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے اگر ایک لفظ بھی چھوڑے گا ترک واجب ہوگا۔
ـــــ (۱۵) فرض و وتر اور سنن مؤکدہ میں قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا واجب ہے اگر التحیات پورا کر کے
اللھم صل علی محمد یا اس کی مقدار کوئی چیز پڑھے گا تو واجب فوت ہو جائے گا اور سجدۂ سہو لازم آئے گا لیکن نوافل
میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تشہد ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھنا یہ بھی ترک واجب ہے ـــــ (۱۶) سلام کے لفظ کے ساتھ

نماز سے علیحدہ ہونا یعنی دوبار اَلسَّلَامُ کا لفظ واجب ہے اور لفظ عَلَیْکُمْ واجب نہیں۔ پہلے سلام کے لفظ السلام کہنے پر نماز ختم ہو جاتی ہے پس نماز سے فارغ ہو کر امام نے جیسے ہی پہلا لفظ السلام کہا اس کی امامت ختم ہو گئی۔ چنانچہ السلام کی میم کہہ لینے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کی اقتدا کی تو اقتدا درست نہ ہو گی اس سے پہلے اقتدا درست ہے ——— (۱۷) نمازِ وتر میں قنوت کے لئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا ——— (۱۸) نمازِ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا ——— (۱۹) نمازِ عیدین میں زائد چھ تکبیریں کہنا اور وہ ہر رکعت میں تین بار اللہ اکبر کہنا ہے اسی طرح ان میں سے ہر تکبیر جداگانہ واجب ہے یہ نہیں کہ چھیوں مل کر واجب ہوں پس اگر ایک بھی چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا ——— (۲۰) نمازِ عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے اور یہ اللہ اکبر کے لفظ سے کہنا واجب ہے جیسا کہ ہر نماز کے شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا واجب ہے پس اگر کسی اور لفظ سے شروع کرے گا تو ترکِ واجب اور مکروہ تحریمی ہو گا ——— (۲۱) امام کے لئے نماز میں جہر (آواز سے پڑھنا) کے مقام پر جہر اور اخفا (آہستہ پڑھنا) کے مقام پر اخفا واجب ہے اور نماز میں مقاماتِ جہر یہ ہیں:- نمازِ فجر، مغرب و عشا کی پہلی دو رکعتیں، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین، نمازِ تراویح، رمضان المبارک کے وتروں کی تینوں رکعتیں، پس ان میں اگر امام ہو تو جہر کرنا واجب ہے اور ترک پر سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر منفرد ہے تو ان نمازوں میں اس کو اختیار ہے خواہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے اور جہر افضل ہے لیکن امام کی طرح بہت جہر نہ کرے اس لئے کہ یہ دوسرے کو نہیں سناتا۔ امام جہر میں بہت کوشش نہ کرے یعنی حسبِ استطاعت جس قدر جماعت ہو اسی قدر آواز بلند کرے اگر امام جماعت سے زیادہ جہر کرے گا تو برا کرے گا۔ اس لئے کہ امام لوگوں کو سنانے کے لئے جہر کرتا ہے تاکہ اس کی قرأت میں فکر کریں اور ان کو حضورِ قلب ہو۔ وہ مقامات جن میں امام پر بالاتفاق اور منفرد پر صحیح قول کی بنا پر اخفا یعنی آہستہ پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک پر سجدۂ سہو لازم ہے یہ ہیں:- نمازِ ظہر و عصر کی کل رکعتیں اگرچہ عرفات میں ہو، نمازِ مغرب کی تیسری رکعت، نمازِ عشا کی آخری دو رکعتیں۔ دن کے نوافل مثلاً کسوف (سورج گہن) کی نماز و استسقا (طلب بارش) کی نماز۔ اگر نمازی مقتدی ہو تو جب امام قرأت کرے یعنی الحمد و سورت پڑھے خواہ جہر (بلند آواز) سے پڑھے یا خفی (آہستہ) مقتدی کو چپ رہنا واجب ہے اگر پڑھے گا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہو گا مگر اصح قول کے مطابق اس کی نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر بھول کر پڑھے گا تو سجدۂ سہو لازم نہ ہو گا کیونکہ مقتدی پر سجدۂ سہو نہیں ہوتا۔[۲۹] جو ذکر نماز کے لئے واجب ہے اس میں جہر کرے جیسے نماز کے شروع کرنے کی تکبیر اور جو فرض نہیں ہے بلکہ علامت کے واسطے مقرر ہے اس میں بھی جہر کرے جیسے تکبیراتِ انتقال یعنی رکوع و سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت کی تکبیر یہ حکم امام کے واسطے ہے، اکیلا نماز پڑھنے والا اور مقتدی ان میں جہر نہ کریں۔ اور اگر ذکر بعض نماز سے مختص ہے جیسے عیدین کی تکبیریں اس میں بھی امام جہر کرے قنوت کی تکبیر اور سلام میں بھی امام جہر کرے۔ دعائے قنوت میں بعض کے نزدیک جہر کرے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ آہستہ پڑھے۔ اس کے سوا جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے جیسے ثنا، اعوذ و بسم اللہ و آمین و تسبیح و تشہد و درود و دعا ان میں امام بھی جہر نہ کرے۔ اگر رات کی یعنی جہری نمازوں میں سے کوئی نماز (یعنی مغرب یا عشا یا فجر) بھول کر قضا ہو گئی اور اس کو دن میں جماعت سے قضا کیا تو بھی ان میں جہر واجب ہے۔ پس اگر امام نے جہر نہ کیا تو اس پر

ف: نماز میں جہر و اخفا کے مسائل

۲۹ [illegible] جہر [illegible] واجب [illegible] (ق)

لہ یہ جہر سنت ہے۔ نماز کی سنتوں کے بیان میں اس کی تفصیل ہے۔ (مؤلف)۔

سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر دن کی نماز (یعنی سری نماز ظہر یا عصر) رات میں جماعت سے قضا کرے تو امام کو واجب ہے کہ اخفا کرے جہر نہ کرے اگر بھول کر جہر کیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ تنہا شخص اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو اصح یہ ہے کہ اس کو اختیار ہے خواہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے لیکن جہر افضل ہے۔ اگر دن میں (یعنی آہستہ کے وقت میں) ان کی قضا کرے مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے تو آہستہ آواز سے قرأت کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے۔ کوئی شخص جہری نماز آہستہ قرأت سے تنہا پڑھتا تھا اور دوسرے شخص نے آکر اس وقت اقتدا کی جب وہ پوری یا تھوڑی الحمد آہستہ پڑھ چکا تھا تو اب جہر کے ساتھ دوبارہ الحمد شروع کرے اسی طرح اگر الحمد کے ساتھ سورۃ بھی کچھ یا کل پڑھ چکا تھا تو الحمد اور سورۃ دونوں کا اعادہ کرے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ترجیح اس کو معلوم ہوتی ہے کہ آہستہ پڑھی ہوئی الحمد کا اعادہ نہ کرے بلکہ جس قدر باقی ہے اس کو جہر سے پڑھ لے اسی طرح اگر سورۃ پڑھنے میں اقتدا کیا تو جس قدر قراءت اور پڑھنا چاہیئے وہ جہر سے پڑھے اور اگر قراءت ختم کرنے کے بعد کسی نے اقتدا کیا تو اس قراءت کے کسی حصہ کا جہر واجب نہیں اور یہ سب اس وقت ہے کہ یہ شخص امام ہونے کی نیت بھی کرے ورنہ اگر اب بھی اپنے آپ کو منفرد سمجھتا ہے تو امام کے احکام کہ جن میں جہر بالقراءۃ بھی ہے اس پر واجب نہ ہوں گے اور مقتدی کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی، کیونکہ مرد مقتدی کی نماز کی صحت کے لئے امامت کی نیت شرط نہیں ہے۔ دن کی نفلوں میں یقیناً اخفا کرے رات کی نفلوں میں اختیار ہے جبکہ تنہا پڑھے اور اگر امام ہو تو جہر کرے کیونکہ جہر میں نفل فرضوں کے تابع ہیں —— جہر اور اخفا کی حد میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ کم سے کم جہر یہ ہے کہ دوسرے کو سنادے یعنی آس پاس کے لوگوں کو سنادے اور کم سے کم اخفا یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنادے یا اس کے قریب کا ایک دو آدمی سن لے۔ اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر ایسا پڑھے کہ اس کے ہونٹوں سے حروف تصحیح کے ساتھ نکلیں اگرچہ وہ اپنے آپ بھی نہ سنے تو امام کرخی کے نزدیک اخفا کے لئے کلام کا یہ ادنیٰ درجہ کافی ہے بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اس لئے جو اس قول پر عمل کرے اس کی نماز بھی ہو جائے گی لیکن پہلا قول احوط ہے ——

(۲۲) ہر فرض یا واجب کا اس کے محل میں ادا ہونا یعنی فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان میں ایک رکن یعنی تین تسبیح (تین بار سبحان اللہ کہنا) کی مقدار وقفہ ہونا پس اگر نمازی قراءت پوری کرکے بھولے سے ایک رکن کی مقدار سوچتا رہ گیا پھر رکوع کیا تو سجدۂ سہو کرے یہ مثال فرض کی تاخیر کی ہے یعنی قراءت کے بعد فوراً رکوع کرنا فرض تھا تو اس نے رکوع میں تاخیر کردی۔ تاخیر واجب کی مثال یہ ہے کہ الحمد کے بعد سورۃ ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اس کو یاد آیا تو اس نے قیام کی طرف لوٹ کر سورت کو ملایا اب رکوع کو دوبارہ کرے اور سجدۂ سہو کرے یا الحمد کے بعد سوچتا رہ گیا اور سورت ملانے میں ایک رکن کی مقدار دیر ہوگئی تب بھی سجدۂ سہو کرے۔ اسی طرح قعدۂ اولیٰ کے تشہد کے بعد اللّٰھم صل علیٰ محمد یا اس کی مقدار کچھ پڑھا یا اس قدر چپ رہا تو تیسری رکعت کے لئے قیام جو فرض تھا اس میں تاخیر ہوگئی، یا دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بلا تاخیر تشہد پڑھنا واجب تھا لیکن چپ بیٹھا رہا تو ان صورتوں میں تاخیر فرض یا تاخیر واجب ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا —— (۲۳) پہلی یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد قعدہ نہ کرنا یعنی اتنی دیر نہ بیٹھنا

جس میں رکن ادا ہو سکے واجب ہے کیونکہ یہ بھی تاخیر فرض کا موجب ہے جس سے سجدۂ سہو لازم ہوگا لیکن اگر ایک رکن کی مقدار سے قلیل ہو جیسے جلسۂ استراحت کہتے ہیں بلا عذر مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے اور اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا ——— (۲۴) رکوع کو دو بار کرنے یا سجدہ کو سہ بار کرنے سے بھی تاخیر فرض و واجب لازم آتی ہے اس لئے اس کا ترک بھی واجب ہے پس اگر ایک بار رکوع کر کے پھر اعادہ کرے گا یا دو سجدوں کی جگہ تین سجدے کرے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا ——— (۲۵) نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت کرنا ——— (۲۶) نماز میں سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا ——— (۲۷) قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کی متابعت کرنا۔ (اس کی تفصیل اپنے مقام پر درج ہے)۔

فصل سوم۔ نماز کی سنتیں اور اس کے آداب و کیفیات

نماز کی سنتیں

نماز میں اگر کوئی سنت بھولے سے چھوٹ جائے تو نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور نہ گناہ ہوتا ہے اور قصداً چھوڑ دینے سے نماز تو نہیں ٹوٹتی اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے لیکن چھوڑنے والا برائی اور ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر سنت کو حق نہ جانے گا یا حقیر جانے گا تو کافر ہوگا۔ نماز کی سنتیں یہ ہیں :-

(۱) تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو گنہگار نہ ہوگا ——— (۲) دونوں ہاتھوں کا تکبیر کہنے سے پہلے اٹھانا ہی اصح ہے، بعضوں نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے ——— (۳) دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کے مقابل ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں۔ عورتیں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاویں۔ عذر کی حالت میں مردوں کو بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر تکبیر کہہ لی اور ہاتھ نہ اٹھائے تو اب نہ اٹھائے، اور اگر اللہ اکبر پورا کہنے سے پہلے یاد آگیا تو اٹھالے اور اگر مقام مسنون تک اٹھانا ممکن نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے وہاں تک اٹھالے۔ اگر کوئی شخص ایک ہی ہاتھ اٹھا سکتا ہے تو ایک ہی اٹھالے اور اگر کسی شخص کے ہاتھ طریقۂ مسنونہ سے اوپر ہی اٹھتے ہوں اور بغیر اس کے وہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تو اسی قدر اٹھالے۔ اسی طرح قنوت اور عیدین کی تکبیروں میں اور نماز جنازہ شروع کرنے کی تکبیر میں تکبیر کہنے سے پہلے ہاتھ اٹھاوے اور ان کے سوا نماز کے اندر اور کسی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھاوے اور اگر اٹھائے گا تو صحیح قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی ——— (۴) ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا کہ نہ بہت ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کھلی ہوں ——— (۵) اور انگلیوں اور ہتھیلیوں کا قبلہ رخ رکھنا ——— (۶) تکبیر کہتے وقت سر کو نہ جھکانا بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہونا اس لئے کہ اس وقت سر جھکانا بدعت ہے بلکہ ظاہراً تمام قیام میں سر جھکانا بدعت ہے ——— (۷) تکبیر تحریمہ کے بعد ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رہے۔ انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑے باقی تین انگلیاں کلائی کی پشت پر رہیں محض ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا محض پکڑنا بھی جائز ہے لیکن مستحب و افضل رکھنے اور پکڑنے کو جمع کرنا ہے۔

اور عورتیں اور خنثیٰ سینے پر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور حلقہ نہ بنائیں۔ بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی حالت میں بھی اسی طرح ہاتھ باندھے رکھے۔ جس قیام میں ذکر مسنون یعنی مشروع ہے خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے جیسے ثنا و قنوت و نماز جنازہ اور جس قیام میں ذکر مشروع نہیں جیسے عیدین کی تکبیریں وہاں ہاتھ چھوڑنا سنت ہے یہی صحیح ہے رکوع کے بعد قومہ میں بالاتفاق ہاتھ چھوڑے اس لئے کہ اس میں ذکر مشروع تبدیلِ رکن کے لئے ہے نہ کہ قومہ کے لئے ـــــ (۸) پھر پہلی رکعت میں ثنا (سبحانک اللھم الخ) پڑھنا ـــــ (۹) پھر پہلی رکعت میں قرات کے لئے اعوذ باللہ الخ پڑھنا ـــــ (۱۰) پھر ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ـــــ (۱۱) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ـــــ (۱۲) ہر رکعت میں الحمد کے بعد آمین کہنا* ـــــ (۱۳) ثنا اور تعوذ اور بسم اللہ اور آمین ان سب کو آہستہ کہنا ـــــ (۱۴) سنت کے موافق قرارت کرنا یعنی جس جس نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اس کے موافق پڑھنا ـــــ (۱۵) صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قرارت دوسری سے لمبی کرنا (قرارت مسنون کا بیان الگ فصل میں درج ہے) ـــــ (۱۶) رکوع میں تین بار تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم) پڑھنا ـــــ (۱۷) رکوع میں پیٹھ کو سیدھا بچھا دینا اس طرح کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے ـــــ (۱۸) رکوع میں سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکائے بلکہ سر اور پیٹھ اور سرین کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا ـــــ (۱۹) دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا ـــــ (۲۰) پنڈلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا اور گھٹنوں میں خم نہ دینا ـــــ (۲۱) دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دینا ـــــ (۲۲) بازوؤں کا پہلوؤں سے جُدا رہنا (عورتوں کو رکوع کی ان سب ہیئتوں میں مردوں کے برخلاف سنت یہ ہے کہ صرف اس قدر جھکیں کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں کمر سیدھی نہ کریں اور ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھدیں زور نہ دیں گھٹنوں میں خم رکھیں مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کریں اور بازو پہلو سے ملے رہیں) ـــــ (۲۳) قومہ میں امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور منفرد کو یہ دونوں کہنا۔ تحمید کے الفاظ چار طرح پر ہیں (۱) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ یہ سب سے افضل ہے (۲) اللھم ربنا لک الحمد (۳) ربنا ولک الحمد (۴) ربنا لک الحمد ان کی فضیلت بھی اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے بیان ہوئے ـــــ (۲۴) رکن تبدیل کرنے کی تکبیریں یعنی رکوع میں جاتے اور سجدہ میں جاتے اور ان سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا ـــــ (۲۵) امام کا تکبیر تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیریں بقدر حاجت بلند آواز سے کہنا تاکہ مقتدیوں کو نماز میں داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانے کی خبر ہو جائے اور اسی طرح امام کے لئے سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا لفظ پکار کر کہنا** سنت ہے اگر امام ضرورت سے زیادہ پکار کر کہے گا تو مکروہ ہوگا مثلاً اس کے پیچھے ایک صف ہے اور وہ اتنا چیختا ہے کہ دس صفوں میں آواز جائے تو مکروہ ہے یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ جب امام تکبیر تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہے تو اگر اس کی نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ تکبیر تحریمہ اور خبردار کرنے کی یعنی دونوں کی نیت کرے اسی طرح امام کے پیچھے تکبیر کہنے والا (مُکبِّر)

*؎ خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور مقتدی امام کی قرارت بالجہر شروع کر دینے پر نہ پڑھے اور اگر پڑھ رہا ہے تو باقی کو چھوڑ دے اور سری قرارت والی نماز میں پڑھ لے (مؤلف) عن ش وغیرہ)۔

** خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام ہو یا مقتدی جبکہ قرارت سنتا ہو یعنی جہری قرارت ہو (مولف عن ش وغیرہ)

جو امام کی آواز لوگوں کو پہنچاتا ہے اگر وہ تکبیر کے وقت فقط لوگوں کو خبردار کرنے کی نیت سے تکبیر کہے گا تو نہ اس کی نماز ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اس کی آواز پر اقتدا کرے گا بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کرے گا تو نماز ہوگی۔ لیکن اگر تکبیراتِ انتقال اور ربنا لک الحمد بلند آواز سے کہتے وقت صرف خبردار کرنے کی نیت ہوگی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور ضرورت کے بغیر مکبّر کو اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے اگر امام کی آواز قوم کو پہنچتی ہے تو اس وقت بلا ضرورت ہے اور مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت مستحب ہے۔ مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والا اللہ اکبر اور تسبیع و تحمید و سلام اتنی آواز سے کہے کہ خود سُن لے ——— (۲۶) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا ——— (۲۷) سجدے سے اُٹھتے تک اس کا برعکس کرنا یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا ——— (۲۸) سات اعضا (دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا ——— (۲۹) سجدہ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا ——— (۳۰) اور قبلہ رُخ رکھنا ——— (۳۱) سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا ——— (۳۲) سجدہ میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا قبلہ رُخ رکھنا اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا ——— (۳۳) اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا ——— (۳۴) اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جُدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے ملا رکھنا ——— (۳۵) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اٹھا ہوا رکھنا ——— (۳۶) پیٹ کو رانوں سے جُدا رکھنا۔ عورت سجدے میں مردوں کے خلاف کرے یعنی بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں اور کہنیاں زمین سے ملا دے پاؤں کے پنجے کھڑے نہ کرے اور ہاتھوں پر زور نہ دے بلکہ جس طرح التحیات میں بیٹھتی ہے اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدہ کے لئے پیشانی زمین پر لگا دے ——— (۳۷) سجدہ میں دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکے تو پہلے دایاں رکھے پھر بایاں ——— (۳۸) ہر سجدہ میں تین بار تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) کہنا ——— (۳۹) دوسرے سجدہ کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھے ——— (۴۰) اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔ اگر عذر ہو تو زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں ——— (۴۱) ہر جلسہ و قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا ——— (۴۲) اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں ——— (۴۳) اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا ——— (۴۴) اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا ——— (۴۵) انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا گھٹنوں کو پکڑنا نہ چاہئے۔ عورتیں بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں ——— (۴۶) تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا (اس کا طریقہ ترکیب نماز میں درج ہے) ——— (۴۷) قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھنا بلکہ گھٹنوں پر ہاتھوں کا زور دے کر اٹھنا، اگر عذر ہے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں۔ ہر رکعت و ہر قعدہ کے بعد اٹھنے کے لئے یہی سنت ہے ——— (۴۸) قعدۂ اخیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا، درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے ——— (۴۹) قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد سلام سے پہلے دعا پڑھنا ——— (۵۰) دعا عربی زبان میں ہو غیر عربی میں مکروہ ہے۔ دعا ایسی ہو جس کا بندوں سے مانگنا محال ہو۔

(مسنون دعا ترکیب نماز میں درج ہے) ــــ (۵۱) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا ــــ (۵۲) سلام پھیرتے وقت منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرنا اس طرح کہ دائیں طرف میں دایاں رخسارہ اور بائیں طرف میں بایاں رخسارہ دکھائی دے ــــ (۵۳) امام کو دونوں سلام بلند آواز سے کہنا ــــ (۵۴) مگر دوسرے سلام کا پہلے کی بہ نسبت پست آواز سے کہنا ــــ (۵۵) امام کو دل میں صرف مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرنا یعنی داہنی طرف کے سلام میں دائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے مقتدی ہر طرف کے سلام میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور اگر وہ بالکل امام کے پیچھے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف دائیں بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کرے ــــ (۵۶) سلام ان لفظوں سے ہونا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ــــ (۵۷) سلام کے بعد امام کو دائیں یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف پھر کر بیٹھنا جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے بلا حائل نماز میں نہ ہو ــــ (۵۸) مقتدی کے تمام ارکان امام کے ساتھ ادا ہونا، اسی طرح مقتدیوں کی تکبیر تحریمہ کا امام کے ساتھ ہونا صاحبین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ جب امام اللہ اکبر کی رے کہے اسی وقت مقتدی کی اللہ اکبر کا الف ادا ہو اسی پر فتویٰ ہے۔

مستحباتِ نماز

مستحبات یعنی آدابِ نماز کا ترک کراہیت و عتاب کا موجب نہیں ہے لیکن کرنا افضل اور باعثِ ثواب ہے۔ مستحباتِ نماز یہ ہیں:ــــ (۱) دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کی مقدار یا اس کے قریب قریب فاصلہ چھوڑنا (بعض کتابوں میں اس کو سنتوں میں لکھا ہے) ــــ (۲) تکبیر تحریمہ کے وقت جبکہ کوئی عذر نہ ہو دونوں ہاتھ چادر یا آستین وغیرہ سے باہر نکال کر اٹھانا۔ کسی عذر مثلاً سردی وغیرہ کی وجہ سے نہ نکالے تو کوئی حرج نہیں اور ایسی حالت میں نکالنا مستحب نہیں رہتا۔ عورتیں کسی حالت میں بھی چادر یا دوپٹہ وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالیں بلکہ چھپائے ہوئے اٹھائیں ــــ (۳) منفرد کو رکوع و سجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا لیکن طاق مرتبہ کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو مرتبہ ــــ (۴) قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پیٹھ پر اور سجدے میں ناک کے سرے (نوک) پر اور جلسہ و قعدہ میں اپنی گود پر اور پہلا سلام پھیرنے میں اپنے داہنے مونڈھے پر اور دوسرے سلام میں بائیں مونڈھے پر نظر رکھنا ــــ (۵) جمائی لینے کے وقت اپنا منہ بند رکھنا یعنی جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا اگرچہ نیچے کے ہونٹ کو دانتوں سے پکڑنے کے ساتھ ہو اور اگر منہ بند نہ ہو سکے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کی پشت اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپا لینا (یعنی منہ پر رکھ لے) یا اپنی آستین سے منہ کو چھپاوے لیکن اگر دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر اس طرح نہ روکا اور ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہے اس لئے کہ نماز میں بلا ضرورت منہ کو چھپانا مکروہ ہے۔ نماز کے علاوہ ہر وقت جمائی کو بائیں ہاتھ سے ہی روکے۔

جمائی دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ترکیب ہے کہ اپنے دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جمائی نہیں لی بزرگوں نے اس کا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی ـــــ (۶) جہانتک ہوسکے کھانسی کو روکنا اس لئے کہ نماز میں بلا عذر کھانسنا جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں نماز کو توڑتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے ـــــ (۷) امام اور مقتدیوں کا نماز کے لئے اس وقت کھڑا ہونا جبکہ تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے ـــــ (۸) اور امام کا نماز اس وقت شروع کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کہنا جبکہ تکبیر میں قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے۔ اگر امام نے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک کہ موذن نے اقامت پوری کرلی تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق۔ اور امام ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقامت پوری ہونے تک نماز شروع کرنے میں تاخیر کرنا ہی افضل ہے اور یہی معتدل مذہب ہے اور صحیح تر ہے اس لئے کہ اس سے نمازیوں پر اشتباہ نہیں رہے گا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کرسکے گا۔ اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے پہلے سے کھڑا ہو جانا زیادہ مناسب ہے اور صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اس مسئلہ کی تفصیل اذان واقامت کے بیان میں بھی گذر چکی ہے ـــــ (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں دعائے مغفرت پڑھنا اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ یا صرف رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ کہنا (اس کی عادت ڈال لینا اچھا ہے کیونکہ جلسہ میں تعدیل رکن جو واجب ہے اور آج کل یہ واجب بہت کم لوگ ادا کرتے ہیں جس سے نمازیں خراب ہوتی ہیں اس مستحب پر عمل کرنے کی بدولت ادا ہوتا رہیگا مؤلف) ـــــ (۱۱) ہر قعدہ میں تشہد خاص حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا پڑھنا ـــــ (۱۲) قنوت میں خاص اس دعا کا پڑھنا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ۔ اور اس کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ الخ کا پڑھ لینا بھی اولیٰ ہے ـــــ

(ف) ۱؎ بعض چیزیں ان میں ایسی ہیں جن کو بعض نے سنتوں میں شمار کیا ہے اور اسی طرح سنتوں میں بعض ایسی چیزیں ہیں جن کو بعض نے مستحبات میں شمار کیا ہے اس کا زیادہ وہم نہیں کرنا چاہئے۔ نیز تعداد سنن وواجبات وغیرہ میں جو کتابوں میں کمی بیشی درج ہے اس کی ایک وجہ ہے کہ بعض کئی چیزیں بعض کتابوں میں ایک ہی نمبر شمار کے تحت درج ہوتی ہیں جبکہ وہ الگ الگ سنت یا واجب وغیرہ ہونے کی وجہ سے بعض کتب میں الگ الگ درج ہوتی ہیں اس طرح تعداد کم وبیش ہو جاتی یا پھر بعض کتب میں اختصار کی وجہ سے بعض چیزیں درج ہونے سے رہ جاتی ہیں اس لئے اس بات کا بھی کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے ـــــ ۲؎ اگر نمازی یہ نہیں جانتا کہ جو فرض وہ پڑھ رہا ہے اس میں کیا کیا افعال فرض ہیں اور کیا کیا واجب وسنت تو یہ نماز اس کو کافی ہوگی۔

نماز کی پوری ترکیب

نماز کی پوری ترکیب جو سلف سے منقول چلی آرہی ہے اور جس میں فرض، واجب، سنت اور مستحب سب اپنی اپنی جگہ پر ادا ہوں اس طرح پر ہے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو تمام شرائط کے ساتھ یعنی پہلے اپنا بدن حدثِ اکبر واصغر اور ظاہری ناپاکی سے پاک کرکے پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کرکے اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں قدموں کے درمیان چار انگل یا اس کے قریب قریب فاصلہ رہے

پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرے مثلاً یہ کہ آج کی فجر کی نماز فرض خدا کے واسطے پڑھتا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک اُٹھائے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور اُنگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لَو کے مقابل ہوں انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں انگلیاں اعتدال کے ساتھ جدا جدا رہیں یعنی عادت کے مطابق درمیانی حالت میں ہوں اور بالکل ملی ہوئی یا زیادہ کھلی ہوئی نہ ہوں اور جب کانوں کی لَو تک انگوٹھے پہنچ جائیں تو تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور ہاتھ تکبیر کے پہلے اٹھا دے یہی اصح ہے، تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکائے بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا رہے اور تمام نماز میں اسی طرح اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو۔ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔ بعض ناواقف لوگ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھتے ہیں یہ لٹکانا ٹھیک نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ ناف کے نیچے ہاتھ اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر یعنی کلائی کے جوڑ پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ کے طور پر بائیں ہاتھ کی کلائی (کے گِٹّے) کو پکڑ لے باقی تین انگلیاں کلائی کی پشت پر رہیں اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے پھر آہستہ آہستہ ثنا پڑھے اور وہ یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ امام ہو یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھتا ہو سب کو یہی حکم ہے[1] اور ثنا میں جَلَّ ثَنَاۤؤُكَ سوائے نماز جنازہ کے اور کسی نماز میں نہ پڑھے۔ اور اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ تحریمہ کے بعد نہ پڑھے اور نہ ثنا کے بعد پڑھے البتہ نفل نماز میں ثنا کے ساتھ ملانا جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے پہلے بھی اس سے نیت ملانے کے لئے نہ پڑھے یہی صحیح ہے اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پہلے اس کو کہہ لے اور صحیح قول یہ ہے کہ انا اول المسلمین اس میں کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ نمازی اس کو تلاوت کے قصد سے کہتا ہے نہ کہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے نیز احادیثِ صحیحہ سے اس کا پڑھا جانا ثابت ہے اس لئے مفسدِ نماز نہیں ہوسکتا البتہ اس کا پڑھنا نفلوں پر محمول کیا گیا ہے۔ پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور سنت یہ ہے کہ اسے آہستہ پڑھے طرفین کے نزدیک تعوذ قراءت کا تابع ہے ثنا کا تابع نہیں۔ اس لئے مسبوق جب اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تعوذ پڑھے اس لئے کہ اس کو باقی نماز میں قراءت پڑھنی ہوگی مقتدی جو شروع سے امام کا شریک ہو تعوذ نہ پڑھے کیونکہ اس کو قراءت نہیں پڑھنی ہے اور عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں عید کی تکبیروں کے بعد تعوذ پڑھے اس لئے کہ تکبیروں کے بعد قراءت پڑھے گا۔ (امام ابو یوسف کے نزدیک تعوذ ثنا کے تابع ہے لیکن فتویٰ طرفین کے قول پر ہے) اور تعوذ نماز شروع کرتے وقت یعنی پہلی رکعت میں ہے پھر نہیں پس اگر نماز شروع کر دی اور تعوذ کو بھول گیا یہاں تک کہ الحمد پڑھ لی پھر اس کے بعد یاد آیا تو تعوذ نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور الحمد شروع کر دی درمیان میں یاد آیا تو اب اس کو نہ پڑھے اس لئے کہ ان کے پڑھنے کا

[1] اور مقتدی اس وقت تک پڑھے جب تک امام نے قراءت شروع نہیں کی، امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد جس قدر ثنا باقی رہ گئی یا بالکل

موقع جاتا رہا۔ تعوذ کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھے خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری خواہ امام ہو یا منفرد۔ بسم اللہ ہر رکعت کے اول میں یعنی الحمد سے پہلے پڑھے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ فاتحہ اور سورت کے درمیان میں بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں ہے خواہ نماز سری ہو یہی صحیح ہے لیکن مکروہ بالاتفاق نہیں بلکہ سورۃ سے پہلے آہستہ پڑھنا حسن ہے۔ اگرچہ جہری نماز ہو۔ البتہ اگر سورت کی جگہ آیات پڑھے تو ان کے شروع میں بسم اللہ سنت نہ ہوگی بالاتفاق بسم اللہ کے بعد الحمد (سورۂ فاتحہ) پڑھے جبکہ منفرد ہو یا امام ہو اور مقتدی نہ پڑھے اور جب سورۂ فاتحہ ختم کرلے تو آہستہ سے آمین کہے خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام ہو یا مقتدی جبکہ قرات سنتا ہو اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ قرآن کا جزو نہیں ہے۔ اس میں دونوں لغت ہیں مد بھی اور قصر بھی یعنی بغیر مد کے بھی اور اس کے معنی ہیں " اے اللہ تو ہماری دعائیں قبول کر" میم پر تشدید کرنا کھلی ہوئی خطا ہے البتہ آمّین مد و تشدید کے ساتھ کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی اسی پر فتوی ہے اس لئے کہ یہ لفظ قرآن میں موجود ہے (آمین کے تلفظ کی نو صورتیں ہیں ان میں یہ پانچ صورتیں ایسی ہیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱) آمین الف کے مد کے ساتھ بروزن یاسین اس طرح کہنا سنت اور افضل ہے۔ (۲) قصر کے ساتھ امین بروزن قرین۔ (۳) امالہ کے ساتھ ایمین بروزن بے کین۔ (ان دونوں طرح سے بھی جائز ہے اور سنت ادا ہو جاتی ہے لیکن افضل نہیں ہے)۔ (۴) الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھا آمّین بروزن ضالّین۔ (۵) الف کو مد کے ساتھ پڑھنا اور ی کو دور کرنا جیسے آمِن بروزن ضامن۔ (ان دو صورتوں سے سنت ادا نہیں ہوتی لیکن نماز فاسد بھی نہیں ہوتی اسلئے کہ یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں) باقی یہ چار صورتیں ایسی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (۱) الف مقصورہ معہ تشدید میم اَمّین (۲) الف مقصورہ معہ حذفِ ی یعنی اَمِن (۳) تشدید میم و حذفِ ی دونوں کے ساتھ یعنی آمّن (۴) الف مقصورہ و میم مشدد معہ حذف ی یعنی اَمّن۔ یہ چاروں الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اس لئے مفسدِ نماز ہیں)۔ اگر مقتدی آہستہ پڑھنے کی نماز یعنی ظہر و عصر میں امام سے وَلَا الضَّآلِّیْنَ سن لے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ آمین نہ کہے اس لئے کہ اس جہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آمین کہے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں یا جس نماز میں جماعت کثیر ہو اگر مقتدی بلاواسطہ امام کی آمین نہ سُنے بلکہ بالواسطہ سن لے یعنی دوسرے مقتدیوں کی (جو امام کے قریب ہیں) آمین سن لے تو بعض کے نزدیک آمین کہے۔ پھر کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھے تاکہ واجب ادا ہو جائے بلکہ قراءتِ مسنونہ کے مطابق پڑھے تاکہ کراہتِ تنزیہی دور ہو۔ قراءتِ مسنونہ کا بیان الگ فصل میں درج ہے۔ قرات صاف صاف اور صحیح صحیح پڑھے جلدی نہ کرے لیکن اگر امام کے پیچھے نماز پڑھے یعنی مقتدی ہو تو صرف ثنا پڑھ کر خاموش کھڑا رہے تعوذ و تسمیہ و فاتحہ و سورت نہ پڑھے۔ قرات سے فارغ ہو کر رکوع کرے اس طرح پر کہ کھڑا ہوا اللہ اکبر شروع کرے اور کہتے ہوئے جھکتا جائے۔ پس تکبیر کی ابتدا جھکنے کی ابتدا کے ساتھ ہو اور فراغت اس وقت ہو جب پورا رکوع میں چلا جائے اور اس مسافت کو پورا کرنے کے لئے اللہ کے لام کو بڑھائے اکبر کی ب وغیرہ کسی حرف کو نہ بڑھائے۔ معتمد قول یہی ہے کہ

سب قرات پوری کر کے رکوع میں جائے کوئی حرف یا کلمہ جھکنے کی حالت میں پورا کرنے میں بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں لیکن یہ قول ضعیف اور غیر معتمد ہے۔ اگر سورت (قرات) کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی ثنا ہو تو افضل یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر سے وصل کرے مثلاً وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ِ اللّٰهُ اَكْبَرُ یا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (فحدث کو ملانے میں ث میں کسرہ پڑھے بوجہ التقاءِ ساکنین کے) فصل یعنی جدا کرنا بھی جائز و درست ہے۔ اور اگر آخر میں کوئی ایسا لفظ ہو جس کا اللہ کے نام کے ساتھ ملانا پسندیدہ نہ ہو تو فصل بہتر ہے یعنی وقف کرے اور ٹھہرے پھر اللہ اکبر کہے جیسے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں وقف و فصل کرے پھر رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو فصل و وصل دونوں یکساں ہیں۔ امام رکوع و سجود کی تکبیروں میں جہر کرے اور ہر تکبیر میں اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے یعنی ساکن کرے۔ رکوع میں انگلیوں کو کھلا کر کے اُن سے گھٹنوں کو پکڑے اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو سہارا دے انگلیوں کا کھلا رکھنا سوائے اس وقت کے اور انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا سوائے حالتِ سجدہ کے اور کسی وقت سنّت نہیں ہے یعنی اِن دو موقعوں کے سوا نماز کے اندر اور سب موقعوں میں انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھے یعنی نہ زیادہ کھلی ہوں اور نہ بالکل ملی ہوئی ہوں۔ پیٹھ کو ایسا سیدھا بچھا دے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے تو ٹھیک رکھا رہے سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکا دے بلکہ سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں رہیں۔ بازو پہلوؤں سے جُدا رہیں پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں اپنے گھٹنوں کو کمان کی طرح جھکانا جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے (بازوؤں میں بھی خم نہیں ہونا چاہیئے یہ بھی اکثر عوام کرتے ہیں۔ مؤلف) اور نظر دونوں پاؤں کی پیٹھ پر رہے۔ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم ہے اگر تسبیح بالکل نہ پڑھے یا ایک بار پڑھے تو جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تحریمی سے کم ہے (لیکن اس میں اختلاف ہے امام مالک اور بعض احناف کے نزدیک ایک بار تسبیح کہنا واجب ہے اس لئے ضرور کہنا چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچا رہے)۔ جب رکوع طمانینت سے ہو جائے تب سر اٹھاوے اگر طمانینت نہ ہوئی تو صحیح یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اگر امام ہے تو صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھے اور اگر مقتدی ہے تو صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھے اور سمع اللہ لمن حمدہ نہ پڑھے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اصح یہ ہے کہ دونوں کو پڑھے اور سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے اٹھتے ہوئے کہے یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے اور کھڑا ہونے تک پورا کرے جھکے جھکے یا سیدھا ہو کر نہ کہے اور جب سیدھا ہو جائے تو ربنا لک الحمد کہے یہی سنت ہے۔ کسی شخص نے رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے اور اسی طرح ہر اس ذکر کا حال ہے جو حالت انتقال یعنی رکن بدلنے کے لئے ہے کہ جب اس کو اس کے مقام پر ادا نہ کرے جیسے تکبیر کہ قیام سے رکوع کی طرف جھکتے وقت یا رکوع سے سجدہ کی طرف جھکتے وقت یا سجدہ سے اٹھتے وقت کہتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ میں جو تسبیح باقی رہ جائے وہ سر اٹھانے کے بعد نہ کہے بلکہ ضروری ہے کہ ہر چیز میں اس کی جگہ کی رعایت کرے۔ سمع اللہ لمن

حمدہ کی ہ کو جزم کرے اور حرکت (یعنی پیش) ظاہر نہ کرے یعنی ھُوْ نہ کہے (ایک قول کے مطابق ضمہ اشباع کے ساتھ یعنی حَمِدَ ھُوْ کہے) پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے۔ تکبیر (اللہ اکبر) جھکتے میں کہے اور سجدہ میں پہنچنے تک ختم کرے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم ہے۔ اگر تسبیح بالکل ترک کرے گا یا تین بار سے کم کہے گا تو مکروہِ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تحریمی سے کم ہے اور اختلاف سے بچنے کے لئے کہہ لینا چاہئے جیسا کہ رکوع میں بیان ہوا۔ اور رکوع و سجدہ کی تسبیح کو تین بار سے زیادہ کہنا مستحب ہے جبکہ امام نہ ہو لیکن طاق عدد پر ختم کرے یعنی کم سے کم تسبیح تین بار پڑھے اور اوسط پانچ بار اور اکمل سات بار اور اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ ثواب ہے اگر امام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کرے تاکہ مقتدیوں پر تنگی نہ ہو٭۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضا رکھے جو زمین سے قریب ہیں٭٭۔ پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے۔ اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کے برخلاف کرے یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھاوے یہ اس وقت ہے جبکہ ننگے پاؤں ہو یا اور کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً موزہ پہنے ہوئے ہو یا عمر زیادہ ہو کہ پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکے گا تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھ لے اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رہ سکتا تو دائیں ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل ہی رکھے یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لَو کے مقابل رہیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی رہیں تاکہ سب کے سر قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے سرے بھی قبلہ رخ رہیں۔ ہتھیلیوں پر سہارا دے اپنے بازوؤں کو پہلوؤں (پسلیوں) سے جدا رکھے لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے رکھے جُدا نہ رکھے کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے اور پیٹ کو رانوں سے جُدا رکھے اور نگاہ ناک کی نوک (سرے) پر رہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے سر کو اٹھائے اور اطمینان سے سیدھا بیٹھ جائے اسکو جلسہ کہتے ہیں جلسہ میں طمانینت یعنی ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار آرام کرے یہ واجب ہے اور اس کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہے۔ اس جلسہ میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (تسمیع و تحمید کے علاوہ) کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی رکوع و سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے اور جو ذکر یا دعائیں ان موقعوں کے لئے حدیثوں میں آئی ہیں وہ نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن مستحب ہے کہ فرضوں کے جلسہ میں بھی مسنون دعا پڑھے اور وہ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَ عَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (ابوداؤد، ترمذی)۔ (مشکوٰۃ شریف میں واھدنی پہلے اور عافنی بعد میں ہے)

بعض کتابوں میں یوں ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ) یا صرف رَبِّ اغْفِرْ لِيْ کہہ لے (رواہ النسائی والدارمی) ابن ماجہ میں اس کلمہ کو تین بار کہنا آیا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مغفرت کی دعا یعنی رب اغفرلی کہنا فرض ہے اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احناف میں بھی جلسہ میں دعائے مغفرت کا پڑھنا مستحب ہے اس لئے کم از کم رب اغفرلی ہی پڑھ لیا کرے نیز اس مستحب کی عادت سے جلسہ میں طمانیت کا واجب بھی ادا ہو جائے گا ورنہ اکثر لوگ

٭ لیکن اسقدر اطمینان سے کہے کہ مقتدی بھی تین بار کہہ سکیں (مولف)

٭٭ پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے

طمانیت کے تارک ہیں اور اس کی ضرورت سے غافل ہیں۔ پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرے سجدہ کے لئے جھکے اور دوسرے سجدہ میں بھی پہلے سجدہ کی طرح تسبیح پڑھے پھر جب سجدہ سے فارغ ہو تو پنجوں کے بل اُٹھے بلا عذر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا نہ ہو بلکہ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دیکر کھڑا ہو۔ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنا یعنی جلسہ استراحت حنفی مذہب میں بلا عذر نہیں ہو لیکن اگر کسی کو عذر ہو تو اس کو زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہونا یا قلیل جلسہ استراحت کرنا مستحب ہے۔ اور اگر بلا عذر دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھا (یعنی جلسہ استراحت کیا) یا دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں لیکن خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔ دوسری رکعت بھی اُسی طرح ادا کرے جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے مگر ثنا اور تعوذ نہ پڑھے یعنی ہاتھ باندھ کر بسم اللہ الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور دوسرا سجدہ کرے اور جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھا وے تو قعدہ کرے اس طرح کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے (یعنی اس کو اپنی دونوں سرین کے نیچے رکھے) اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور اپنے کھڑے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے بچھے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کو بھی جس قدر ہو سکے قبلہ رخ رکھے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھکر قدرتی حالت میں انگلیاں پھیلا دے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور قبلہ کی طرف رہیں انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے نہیں یہی اصح ہے اگرچہ پکڑنا بھی جائز ہے مگر نہ پکڑنا افضل ہے اس لئے کہ پکڑنے سے انگلیوں کے سرے قبلہ رخ نہیں رہیں گے بلکہ زمین کی طرف ہو جائیں گے جلسہ اور قعدہ میں نظر اپنی گود پر رہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد پڑھے اور وہ یہ ہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور جب اشهد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے پاس کی انگلی کو (مٹھی کی طرح) بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے کہ لا الٰہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر جھکا دے اور پھر اخیر قعدہ تک اسی طرح حلقہ باندھے رکھے۔ تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور وہ درود شریف یہ ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ نماز میں بھی درود شریف میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے ساتھ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام مبارک کے ساتھ لفظ سیدنا کہنا افضل و بہتر ہے اور تشہد میں اشهد ان محمدا کے ساتھ سیدنا کا لفظ نہ ملاوے بعض کے نزدیک نماز کے درود شریف میں بھی لفظ سیدنا نہ ملانا بہتر ہے۔ جب درود سے فارغ ہو تو اپنے واسطے اور اپنے ماں باپ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے واسطے مغفرت کی دعا مانگے اور دعا میں صرف اپنی تخصیص نہ کرے یہی صحیح ہے۔ ماں باپ اور اساتذہ کے لئے جبکہ وہ کافر ہوں اور مر گئے ہوں دعائے مغفرت حرام ہے اور بعض فقہا نے کفر تک لکھا ہے ہاں اگر زندہ ہوں تو

ان کیلئے ہدایت وتوفیق کی دعا کرے۔ گنہگار مومنوں کے لئے دعائے مغفرت مانگنا جائز ہے کیونکہ اس میں اپنے مومن بھائیوں پر فرطِ شفقت کا اظہار ہے اور اس میں نص کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (یعنی مشرک کے علاوہ جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ بخش دے گا)۔ اور اس طرح دعا نہ مانگے جس طرح آدمیوں سے باتیں کرتا ہے یا جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہے مثلاً اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِیْ نہ کہے محالاتِ عادیہ و محالاتِ شرعیہ کی دعا مانگنا حرام ہے۔ ماثورہ دعاؤں میں سے یعنی جو قرآن یا حدیثوں میں آئی ہیں پڑھے مثلاً رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔۔۔ دیگر ۔۔۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ ۔۔۔ دیگر ۔۔۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔۔۔ دیگر ۔۔۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ (یہ دعا نماز میں پڑھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تعلیم فرمائی ہے) یا کوئی اور دعا جو قرآن یا حدیث میں آئی ہو پڑھے۔ قرآن کی دعا کو اگر پڑھے تو قراءتِ قرآن کی نیت نہ کرے اس لئے کہ قراءت قیام کے سوا دوسرے ارکان یعنی رکوع و سجدہ و قعدہ میں مکروہ ہے بلکہ دعا کی نیت سے پڑھے۔ دعا عربی زبان میں پڑھے۔ غیر عربی میں نماز کے اندر دعا پڑھنا مکروہ ہے پھر دونوں طرف یعنی دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرے پہلے سلام میں اس قدر داہنی طرف کو پھیرے کہ اس کے داہنے رخسارے کی سفیدی اس طرف کے پیچھے والے نمازی کو نظر آجاوے اور اسی قدر دوسری طرف کو پھیرے یہی اصح ہے اور لفظ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے۔ اگر صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ یا صرف اَلسَّلَامُ یا عَلَیْكُمُ السَّلَامُ کہے گا تو کافی ہوگا مگر تارکِ سنت ہوگا اس لئے مکروہ ہوگا اور دائیں اور بائیں کو منہ پھیرنا بھی سنت ہے۔ اور نظر دائیں اور بائیں کندھے پر رہے یہ مستحب ہے۔ مختار یہ ہے کہ سلام الف لام کے ساتھ کہے اور اسی طرح تشہد میں ال کے ساتھ سلام کہے اور ختم نماز کے سلام میں "وَبَرَكَاتُهٗ" نہ کہے بلکہ تشہد کے سلام میں کہے اور سنت یہ ہے کہ امام دوسرا سلام پہلے سلام کی بہ نسبت نیچی آواز سے کہے اور یہی بہتر ہے۔ اگر صرف دائیں طرف کو سلام پھیر کر کھڑا ہو گیا اور بائیں طرف سلام پھیرنا بھول گیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر ابھی تک باتیں نہیں کیں اور قبلہ کی طرف پیٹھ نہیں کی تو بیٹھ کر دوسرا سلام پھیر دے اور اگر قبلہ کی طرف کو پیٹھ پھیر چکا یا کلام کیا تو دوسرا سلام نہ پھیرے اور اگر اس کا الٹ کیا یعنی پہلے بائیں طرف کو سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہیں کیا اور قبلہ سے نہیں پھرا تب تک دائیں طرف کا سلام پھیر دے اور بائیں طرف کے سلام کا اعادہ نہ کرے اور اگر منہ کے سامنے کو (قبلہ کی طرف) سلام پھیرا ہے تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام دائیں طرف کے قائم مقام ہو جائیگا مقتدی کے سلام پھیرنے کے وقت میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ مقتدی منتظر رہے اور جب امام داہنی طرف کو سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف کو سلام پھیرے اور جب امام بائیں طرف کے سلام سے فارغ ہو تب مقتدی

بائیں طرف کو سلام پھیرے اور جو محافظ فرشتے اور انسان اور صالح جن امام کے دونوں طرف ہیں سلام میں ان کی نیت دل میں کرے اور ہمارے زمانے میں عورتوں کی اور ان لوگوں کی جو نماز میں شریک نہیں نیت نہ کرے یہی صحیح ہے۔ اور مقتدی دائیں بائیں طرف کے مقتدی لوگوں اور جنوں اور فرشتوں کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے پس اگر امام داہنی طرف ہو تو اس طرف کے لوگوں میں اور بائیں طرف ہو تو اس طرف کے لوگوں میں امام کی بھی نیت کرے اور امام سامنے ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دائیں جانب کے لوگوں میں اس کی نیت کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرف امام کی بھی نیت کرے امام ابو حنیفہؒ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی صحیح ہے اور تنہا نماز پڑھتا ہو تو صرف فرشتوں کی نیت کرے اور کسی کی نیت نہ کرے۔ فرشتوں کی نیت میں کوئی تعداد معین نہ کرے یہی صحیح ہے (سلام میں اس نیت سے اکثر لوگ غافل ہیں) —— یہ دو رکعت والی نماز کی ترکیب ہے اگر تین یا چار رکعت پڑھتا ہوں تو پہلے قعدہ میں جب تشہد سے فارغ ہو اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہو قعدہ سے بھی اسی طرح گھٹنوں پر سہارا دیکر پنجوں کے بل کھڑا ہو جس طرح پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا پھر دوسرا دوگانہ اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلے دوگانہ میں قیام رکوع و سجود کر چکا ہے اور فرضوں کے اس پچھلے دوسرے دوگانہ کی ہر رکعت کے قیام میں صرف بسم اللہ اور الحمد شریف پڑھے اور اس پر زیادتی کرنے یعنی سورۃ ملانے کا کچھ مضائقہ نہیں لیکن مکروہِ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ اور اگر ان میں الحمد پڑھنا بھول جائے تب بھی سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے یا تین بار تسبیح (سبحان اللہ) کہے یا بقدر تین بار تسبیح کہنے کے چپ رہے لیکن الحمد پڑھنا تسبیح پڑھنے سے افضل ہے یہی اصح ہے اور چپ رہنا مکروہ ہے اور موجب اساءت ہے بوجہ ترک سنت کے کیونکہ ان میں قرأت سنت ہے اور سکوت اس کے خلاف ہے۔ اگر نماز نفل یا سنت یا واجب ہو تو ہر رکعت میں کوئی چھوٹی سورت یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھے کہ یہ واجب ہے۔ اور تین رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کے بعد اور چار والی میں چوتھی رکعت پر قعدۂ اخیرہ کرے اور اس قعدہ میں تشہد و درود و دعا اسی طرح پڑھے جس طرح دو رکعت والی نماز کے قعدہ میں پڑھنا اوپر مذکور ہوا کیونکہ اس کا وہی آخری قعدہ ہے۔ اور اسی طرح سلام پھیرے —— جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں یعنی ظہر و مغرب و عشا جب امام ان کا سلام پھیر چکے تو پھر وہاں بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے مختصر دعا مثل اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۰ پڑھے —— یہ دعا بھی مسنون ہے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ —— اور یہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۰ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ۰ بڑی بڑی دعاؤں میں مشغول نہ ہو تھوڑی تاخیر جائز بلکہ مستحب ہے۔ زیادہ دیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ مختصر دعا کے بعد امام فوراً سنتوں کے واسطے کھڑا ہو جائے اور جہاں فرض پڑھے ہوں وہاں سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے

دائیں یا بائیں یا پیچھے کو ہٹ جائے اور اگر چاہے تو اپنے گھر جا کر سنتیں پڑھے یہی بہتر ہے جبکہ کسی مانع کا خوف نہ ہو اور اگر مقتدی یا اکیلا نماز پڑھتا ہو اور وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگتا رہے تو جائز ہے اور اسی طرح سنتوں کے لئے اسی جگہ کھڑا ہو گیا یا پیچھے یا اِدھر اُدھر کو ہٹ گیا تو اس کے لئے یہ سب صورتیں برابر ہیں یعنی اس کے لئے کوئی کراہت نہیں۔ ایک قول میں مستحب ہے کہ مقتدی صفیں توڑ کر آگے پیچھے ہو جائیں۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں یعنی فجر اور عصر، ان میں امام کو اُسی جگہ قبلہ کی طرف منھ کئے ہوئے بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام بِدعت رکھا ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے پس امام کو اختیار ہے چاہے گھر چلا جاوے اور چاہے اپنی محراب میں بیٹھا رہے اور یہی افضل ہے اور جماعت کی طرف منھ کرلے جبکہ اس کے سامنے کوئی مسبوق نماز نہ پڑھتا ہو اور اگر ہو تو دائیں یا بائیں طرف کو پھر جائے اور اگر امام اور اُس نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو تو امام کے اس طرف منھ کرنے میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ تیسرا شخص بجائے سترہ کے ہو جائے گا۔ سردی اور گرمی کے موسم کا ایک ہی سا حکم ہے یہی صحیح ہے۔ صبح کی نماز کے بعد امام کو طلوعِ آفتاب تک اپنی محراب میں بیٹھے رہنا افضل ہے۔ فرض نمازوں کے بعد جبکہ اُن کے بعد سنتیں نہ ہوں یعنی فجر و عصر میں ورنہ سنتوں کے بعد یعنی ظہر و مغرب و عشا میں سنتوں کے بعد مستحب ہے کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تین مرتبہ۔ آیت الکرسی، سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتس ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتس ۳۳ بار، اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ تینتس ۳۳ بار یہ تینوں مل کر ننانوے ۹۹ بار ہوئے اور سو پورا کرنے کو ایک بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ پڑھے۔ بعض روایتوں میں اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار آیا ہے۔ ان چاروں کلمات کا حسبِ مذکور ملا کر سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد دعا مانگے۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا سُنائی دے تو سب آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منھ پر پھیرے۔ نماز کے بعد کی دعا غیر عربی زبان میں مانگنا بلا کراہت جائز ہے۔

(ف) احادیث میں کسی دعا و ذکر کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل اُن اذکار کیلئے وارد ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی قفل کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر اس کنجی میں دندانے اس سے کم زیادہ کردیں تو اس سے نہ کھلے گا البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کرسکتا ہے اور یہ زیادتی نہیں بلکہ اتمام ہے۔

نماز کے اندر عورتوں کے مخصوص مسائل

عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات میں ان کو مردوں کے خلاف کرنا چاہئے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:-

(۱) عورتوں کو قیام میں دونوں پاؤں ملے ہوئے رکھنے چاہئیں یعنی ان میں فاصلہ نہ رکھے اِسی طرح رکوع و سجدہ میں بھی ٹخنے ملائے ——— (۲) عورتوں کو خواہ سردی وغیرہ کا عذر ہو یا نہ ہو ہر حال میں چادر یا دوپٹہ وغیرہ کے اندر ہی سے ہاتھ اٹھانے

چاہئیں باہر نہیں نکالنے چاہئیں ــــ (۳) عورتوں کو صرف اپنے کندھوں کی برابر ہاتھ اٹھانے چاہئیں ــــ (۴) تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پر پستان کے نیچے ہاتھ رکھنے چاہئیں ــــ (۵) عورتوں کو داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہ چاہئے ــــ (۶) رکوع میں زیادہ جھکنا نہیں چاہئے بلکہ صرف اس قدر جھکیں جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں ــــ (۷) رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر رکھنی چاہئیں ــــ (۸) رکوع میں اپنے ہاتھوں پر سہارا نہ دے ــــ (۹) رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے ان کو پکڑے نہیں (۱۰) رکوع میں اپنے گھٹنوں کو جھکائے رکھے ــــ (۱۱) رکوع میں اپنی کہنیاں اپنے پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھنی چاہئیں یعنی سمٹی ہوئی رہیں ــــ (۱۲) سجدہ میں کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی رکھنی چاہئیں ــــ (۱۳) سجدہ میں دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ دونوں پیر داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے (یعنی سرین نہ اٹھائے۔ مؤلف) ــــ (۱۴) سجدہ میں پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہونا چاہئے یعنی پیٹ کو رانوں پر بچھا دے ــــ (۱۵) بازو پہلو سے ملے ہوئے ہوں۔ غرضیکہ سجدہ میں بھی سمٹے ہوئے رہیں ــــ (۱۶) التحیات میں بیٹھتے وقت مردوں کے برخلاف دونوں پیر داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا چاہئے یعنی سرین زمین پر رہے پیر پر نہ رکھے ــــ (۱۷) التحیات میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے ــــ (۱۸) جب کوئی امر نماز میں پیش آوے مثلاً عورت کی نماز کے آگے سے کوئی گذرے تو تالی بجائے[1] اور مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے ــــ (۱۹) مردوں کی امامت نہ کرے ــــ (۲۰) نماز میں صرف عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے (مردوں کے لئے جماعت واجب ہے) ــــ (۲۱) عورتیں اگر جماعت کریں تو جو عورت امام ہو وہ بیچ میں کھڑی ہو آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو ــــ (۲۲) عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے ــــ (۲۳) مردوں کی جماعت میں عورت مردوں سے پیچھے کھڑی ہو ــــ (۲۴) عورتوں پر جمعہ فرض نہیں لیکن اگر پڑھ لے تو صحیح ہو جائے گا اور ظہر اس سے ساقط ہو جائے گی ــــ (۲۵) عورت پر عیدین کی نماز واجب نہیں ــــ (۲۶) عورت پر ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں ــــ (۲۷) عورت کو مستحب نہیں کہ نماز فجر مردوں کی طرح خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے بلکہ جلدی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے ــــ (۲۸) عورتوں کو نماز میں کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ہر وقت یعنی جہری نماز میں بھی آہستہ قراءت کرنی چاہئے بلکہ جن فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے ان کے نزدیک جہر کے ساتھ قراءت کرنے سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی ــــ (۲۹) عورت اذان نہ دے ــــ (۳۰) عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے۔ باندی اور خنثیٰ کا حکم نماز کے افعال مثل قیام و رکوع و سجود و قعدہ وغیرہ میں مثل آزاد عورت کے ہے لیکن باندی تحریمہ کے وقت ہاتھ مردوں کی طرح اٹھائے۔ عورتوں کے مردوں سے یہ اختلافات صرف نماز میں ہیں ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردوں سے علیحدہ ہے۔

٭

[1] اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے (مؤلف)

چوتھی فصل ۔ قرارت کا بیان

(۱) حضر میں یعنی جبکہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشا کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورۃ پڑھے اور مستحسن و مستحب ہے کہ حضر میں فجر و ظہر کی نماز میں طوالِ مفصل پڑھے اور وہ سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورۃ بروج اس میں شامل ہے) عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل پڑھے اور وہ سورۃ والطارق سے لم یکن تک ہیں اور مغرب میں قصارِ مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک ہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدارِ معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ سنت ہے حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے ـــــ (۲) اگر حضر میں اضطرار ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے۔

ـــــ (۳) اگر سفر میں اضطرار ہو مثلاً کوئی خوف ہو یعنی دشمن یا چور وغیرہ کا یا چلنے کی جلدی ہو تو سنت یہ ہے کہ الحمد کے ساتھ حسبِ حال و ضرورت جونسی سورت چاہے پڑھ لے یا قرآن میں سے کم از کم جو تین چھوٹی آیتوں کے قائم مقام ہو پڑھ لے ـــــ (۴) اگر سفر میں حالتِ قرار و اطمینان ہو مثلاً وقت میں وسعت اور امن و قرار ہے تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ بروج یا انشقاق یا مثل اس کے کوئی اور سورت طوال مفصل میں سے پڑھے یعنی دونوں رکعتوں میں ایسی ایک سورۃ کی برابر پڑھے تاکہ سنتِ قرارت کی رعایت اور رخصتِ سفر کی تخفیف دونوں جمع ہو جائیں اور ظہر میں بھی اسی قدر پڑھے اور عصر و عشا میں اس سے کم اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں پڑھے ـــــ (۵) نماز فجر کے سوا وقت کی تنگی کے باعث مسنون قرارت ترک نہ کرے اگرچہ وقت نکل جائے اور چاہے وقت مکروہ ہی ہو پس اگر مکروہ وقت میں عصر پڑھتا ہو تو بھی ٹھیک یہی ہے کہ قرارتِ مسنون پوری پڑھے ـــــ (۶) فرض نمازوں میں قرارتِ مسنونہ کی مقدار کا حکم منفرد کے لئے بھی وہی ہے جو امام کے لئے ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں ـــــ (۷) وتر کی نماز میں الحمد کے سوا کوئی سورۃ مقرر نہیں ہے پس جو کچھ چاہے پڑھ لے یہی بہتر ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے سبح اسم ربک الاعلیٰ اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھی ہے۔ پس مستحب ہے کہ کبھی تبرکاً یہ سورتیں پڑھے اور کبھی ان کے سوا اور سورتیں پڑھے تاکہ باقی قرآن کے چھوٹ جانے سے بچ جائے ـــــ (۸) قرارتِ مسنونہ و مستحبہ پر زیادتی نہ کرے اور نماز کو جماعت پر بھاری نہ کرے لیکن پوری سنت اور مستحب قرارت ادا کرنے کے بعد تخفیف کا لحاظ رکھے یعنی فجر میں رغبت کرنے والے مقتدیوں کے ساتھ دونوں رکعتوں میں سو آیت تک پڑھے اور کسل والوں کے ساتھ چالیس پڑھے اور اوسط درجے والوں کے ساتھ پچاس سے

ساٹھ تک پڑھے اور راتوں کی درازی و کمی کو دیکھے اور امام اپنے مقتدیوں کے اشغال کی زیادتی و کمی پر لحاظ رکھے۔ اگر مقتدیوں پر بھاری نہ ہو تو قراءتِ مستحبہ پر تھوڑی زیادتی کا حرج نہیں ہے۔ (قراءت کا حال وقت اور قوم اور امام کے باعث مختلف ہوتا ہے پس اگر وقت میں گنجائش ہو تو زیادہ پڑھے ورنہ کم، اسی طرح اگر مقتدی ملول نہ ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام اگر خوش آواز ہو اور لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا تو زیادہ پڑھے ورنہ کم پڑھے)۔ (۹) صرف فجر کی نماز میں امام کے لئے پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا مستحب ہے تاکہ لوگوں کو پہلی رکعت پانے میں مدد ملے، کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے۔ اس کمی بیشی کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پہلی رکعت میں دو ثلث اور دوسری میں ایک ثلث پڑھے یعنی پہلی رکعت میں اتنی قراءت پڑھے کہ اس کی دوسری رکعت کی قراءت سے زیادتی دونوں قراءتوں کی تہائی کے بقدر ہو جائے مثلاً پہلی رکعت میں چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری میں بیس تو دونوں میں ساٹھ ہوئیں اور پہلی رکعت میں دوسری سے بیس زیادہ ہیں جو کل یعنی ساٹھ کی تہائی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بقدر نصف کے زیادتی کرے مثلاً پہلی رکعت میں تیس ۳۰ آیتیں پڑھے تو دوسری میں دس آیتیں پڑھے اس طرح کل چالیس آیتیں ہوئیں اور پہلی کی دوسری سے زیادتی بیس آیتیں ہیں جو کل یعنی چالیس کا نصف ہے۔ فجر کے علاوہ باقی سب نمازوں میں شیخین کے نزدیک دونوں رکعتوں میں برابر برابر قراءت کرنا اولیٰ ہے بعض کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے امام محمد کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سب نمازوں میں پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری رکعت کے دراز کرے اور بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے لیکن جمعہ اور عیدین میں بالاتفاق دونوں رکعتیں برابر پڑھنا مستحب ہے (کذا فی الش) (عالمگیری وغیرہ میں جمعہ اور عیدین میں بھی اختلاف نقل کیا ہے) سنتوں اور نفلوں میں بھی دونوں رکعتوں میں برابر پڑھنا مستحب ہے۔ یہ بیان اولیٰ ہونے کا تھا ورنہ اگر فرق بہت ہو مثلاً پہلی رکعت میں بڑی ایک یا دو سورۃ پڑھے یا مثلاً چالیس آیتیں پڑھے اور دوسری رکعت میں تین آیتیں پڑھے تو مضائقہ نہیں یعنی البتہ خلاف اولیٰ ہے۔ (۱۰) دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر بقدر تین آیتوں کے یا اس سے زیادہ طویل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اس سے کم طویل کرے تو مکروہ نہیں۔ البتہ جو سورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا مروی ہیں وہ پہلی پر دوسری کے کافی طویل ہونے کے باوجود بلا کراہت جائز ہیں جیسا کہ جمعہ و عیدین کی نمازوں میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں ھل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حالانکہ پہلی میں انیس ۱۹ آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس ۲۶ (چونکہ کلمات کے اعتبار سے ان دونوں سورتوں میں زیادہ فرق نہیں ہے اس لئے اس استثنا کی ضرورت بھی نہیں رہتی) ۔۔۔۔ (۱۱) رکعتوں کی چھوٹائی بڑائی کا حساب آیتوں سے اس وقت ہوتا ہے جبکہ آیتیں برابر ہوں اور اگر آیتیں چھوٹی بڑی ہوں تو چھوٹائی بڑائی کا حساب کلمات اور حروف سے کیا جائے گا مثلاً الم نشرح پہلی رکعت میں پڑھی اور دوسری میں لم یکن تو مکروہ ہے کیونکہ کلمات و حروف کے اعتبار سے بہت فرق ہے اگرچہ دونوں میں آٹھ آٹھ آیتیں ہیں ۔۔۔۔ (۱۲) نماز کے لئے قرآن شریف میں سے کوئی چیز فرضیت کے طور پر متعین نہ کرے اس لئے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن کا حکم ہے پس جہاں سے آسانی ہو پڑھ لیا کرے اور سورۂ فاتحہ کو فرض کی

پہلی دو رکعتوں میں اور نوافل و وتر کی سب رکعتوں میں بطور وجوب کے متعین کرے پس اس کے علاوہ کسی نماز کے لئے کوئی سورۃ مقرر کر لینا مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نماز میں اس سورۃ کو اس طرح یقینی واجب سمجھ لے کہ اس کے سوا اور سورت کو ناجائز یا مکروہ سمجھے نیز معین کر لینے سے باقی قرآن کا چھوڑنا اور معینہ سورۃ کے افضل ہونے کا وہم لازم آتا ہے اس لئے بھی مکروہ ہے لیکن اگر آسانی کے واسطے کوئی سورۃ مقرر کر لے یا جو سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے اس کو تبرکاً پڑھا کرے مثلاً جمعہ کے روز کی نماز فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر پڑھا کرے تو اس میں کراہت نہیں لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کے سوا کبھی کبھی اور سورۃ بھی پڑھا کرے تاکہ کوئی ناواقف یہ نہ سمجھ لے کہ اس کے سوا اور کوئی سورۃ جائز نہیں* جس کو معین سورتوں کے سوا دوسری یاد نہ ہوں تو اس کے لئے بھی مکروہ نہیں۔ نماز پڑھنے سے قبل یہ متعین کر لینا کہ اب میں اس نماز میں فلاں فلاں سورۃ پڑھوں گا خواہ منفرد ہو یا امام اس سے اس کی نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی اور اگر پھر اس قرارداد کے موافق نہ پڑھے بلکہ کچھ اور پڑھ لے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں —— (۱۳) افضل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک پوری سورۃ پڑھے اور اگر عاجز ہو تو ایک سورۃ دو رکعتوں میں تمام کر لے۔ پوری سورۃ اور تھوڑی سورۃ پڑھنے میں اعتبار اکثر کا ہے آیات کے اعتبار سے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہوں گی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص —— (۱۴) اگر دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کے اخیر سے پڑھے تو مکروہ نہیں اور اگر دو سورتوں کا آخر حصہ پڑھے تو یہ اکثر کے نزدیک مکروہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور کراہت کی نفی سے کراہتِ تحریمہ کی نفی مراد لینا مناسب ہے تاکہ اختلاف نہ رہے ——

(۱۵) اگر پہلی رکعت میں سورۃ کے شروع یا بیچ میں سے یا اخیر میں سے پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسری سورۃ کے شروع یا درمیان یا اخیر میں سے پڑھے یا دوسری رکعت میں کوئی چھوٹی سورت پڑھے مثلاً ایک رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ کا رکوع پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے تو مکروہ نہیں یہی اصح ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کرے ——

(۱۶) دونوں رکعتوں میں آخر سورۃ پڑھنا ایسی چھوٹی سورۃ پڑھنے سے افضل ہے جس کی بہ نسبت آخر سورۃ کا ٹکڑا آیتوں میں زیادہ ہو اور اگر چھوٹی پوری سورۃ اِس آخر سورۃ کی آیتوں سے زیادہ ہو تو اس چھوٹی پوری سورۃ کا پڑھنا افضل ہے اور ایک طویل آیت جیسے آیت المداینہ یا آیت الکرسی یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا چاہے تو اس میں بھی اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کونسی اولیٰ ہے صحیح یہ ہے کہ اگر تین آیتیں ایک چھوٹی سورۃ کے برابر ہو جائیں تو انہی کا پڑھنا ایک بڑی آیت پڑھنے سے افضل ہے —— (۱۷) افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے —— (۱۸) اگر ایک رکعت میں ایسی دو سورتیں پڑھے کہ ان دونوں کے درمیان ایک یا کئی سورتوں کا فصل ہے تو مکروہ ہے اور اگر اُن کے درمیان میں کوئی فاصلہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں لیکن فرضوں میں ایسا نہ کرنا اولیٰ ہے —— (۱۹) اگر دونوں رکعتوں میں دو سورتیں پڑھے اور ان دونوں سورتوں میں ایک بڑی سورۃ (چھ آیت سے زیادہ والی) کا یا دو چھوٹی سورتوں کا فاصلہ ہے تو مکروہ نہیں جیسے والتین کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ یا لِاِیْلٰفِ کے بعد اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ پڑھے یا قل یا ایھا الکٰفرون کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھے تو مکروہ نہیں اور اگر ایک چھوٹی سورۃ کا فصل ہے تو مکروہ ہے مثلاً پہلی میں

* اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

سورۃ الکافرون پڑھی اور دوسری میں تبت پڑھی اور درمیان میں سورۃ النصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہے ــــــ (۲۰) اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ میں سے ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں اسی سورۃ میں سے دوسری جگہ سے پڑھے تو اگر دونوں جگہوں میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے یہی صحیح ہے لیکن بلاضرورت ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے کیونکہ اس میں اعراض اور بلاوجہ ترجیح کا وہم ہوتا ہے اور اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہے اور اگر ایک ہی رکعت میں ایسا کیا تو خواہ فاصلہ ایک سے زیادہ آیتوں کا ہو بہرحال مکروہ ہے پس اگر سہواً ایسا ہو جائے تو قرات کی حالت میں یاد آنے پر ترتیب صحیح کرنے کیلئے لوٹے یعنی چھٹی ہوئی آیتوں کو پڑھ کر ترتیب صحیح کرلے ــــــ (۲۱) قرآن مجید کو اُلٹا پڑھنا یعنی ایک رکعت میں ایک سورۃ مثلاً سورۃ الاخلاص پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی سورۃ یعنی تبت یدا پڑھی تو مکروہ ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر، اس لئے کہ سورتوں کی ترتیب تلاوت کے واجبات میں سے ہے لیکن اگر بھولے سے ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر ایک رکعت میں ایک آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اُس سے اوپر کی آیت پڑھی تب بھی مکروہ ہے جان بوجھ کر ایسا نہ کرے کہ سخت وعید آئی ہے بھول کر ہو جائے تو سہو کا سجدہ نہیں ہے۔ (بچوں کو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے سہولت کے پیشِ نظر ترتیب بدل کر پڑھانا (یعنی الناس کے بعد الفلق پھر اخلاص پھر تبت یدا علیٰ ہذا القیاس) جائز رکھا ہے) ــــــ (۲۲) اگر پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی اور دوسری میں ایسی سورۃ پڑھنے لگا کہ ان دونوں میں ایک چھوٹی سورۃ کا فصل ہے مثلاً پہلی رکعت میں الکافرون پڑھی اور دوسری میں تبت پڑھنی شروع کی یا اس سے اوپر کی سورۃ (یعنی خلافِ ترتیب) پڑھنے لگا مثلاً پہلی میں الکافرون پڑھی اور دوسری میں الفیل پڑھنی شروع کی پھر یاد آیا کہ چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہ گیا ہے یا ترتیب بدل گئی ہے تو مختار یہ ہے کہ اسی طرح پڑھتا رہے چھوڑ نہ دے اور انہی سورتوں کو پورا کرلے کیونکہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اگر سہواً ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں پس جب سہو کی حالت میں مکروہ بھی نہیں تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھنا بھی مناسب نہیں یعنی مکروہ ہے۔ ــــــ (۲۳) اگر ایک سورۃ شروع کی اور دل میں ارادہ دوسری سورۃ شروع کرنے کا تھا۔ ایک یا دو آیتیں پڑھنے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ اس سورۃ کو چھوڑ دے اور اس کو شروع کرے جس کا ارادہ کیا تھا تو یہ مکروہ ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک آیت سے کم پڑھ چکا ہے اگرچہ ایک ہی حرف پڑھا ہو لہذا اسی کو پڑھتا رہے ــــــ (۲۴) ایک سورۃ کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے اور نفلوں میں اس کا کچھ مضائقہ نہیں اسی طرح اگر ایک آیت کو ایک رکعت میں بار بار پڑھے تو اگر ایسی نفلوں میں ہے جن کو وہ اکیلا پڑھتا ہے تو مکروہ نہیں اور اگر فرض نماز میں ہے تو حالتِ اختیار میں مکروہ ہے اور حالتِ عذر و نسیان میں مضائقہ نہیں نوافل باجماعت کا حکم اس بارے میں مثل فرائض کے ہے ــــــ (۲۵) جو سورۃ پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورۃ دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو کچھ حرج نہیں لیکن بلاضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں یعنی ترکِ اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی حالت میں بلاکراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری رکعت میں پھر اسی کو پڑھ لے ورنہ اُلٹا پڑھنا لازم آئے گا ــــــ (۲۶) کراہت کا یہ سارا بیان فرض نماز کا تھا اور ان مذکورہ کراہتوں میں سے نفلوں اور سنتوں میں کوئی چیز مکروہ نہیں ــــــ (۲۷) اگر رکوع کے واسطے تکبیر کہہ لی پھر اسی قرات میں

اور زیادہ کرنا چاہے تو اگر رکوع نہیں کر لیا ہے (یعنی رکوع کے لئے اس کی ادنیٰ حد تک جھک نہیں گیا ہے) تو مضائقہ نہیں یعنی اور پڑھنا جائز ہے ــــــ (۲۸) اگر نماز میں صرف الحمد پڑھی یا الحمد کے ساتھ ایک یا دو آیتیں پڑھیں تو اگر وہ تین آیتوں کو نہ پہنچیں تو مکروہ تحریمی ہے اور سجدۂ سہو لازم آئیگا اور اگر تین آیتوں کی مقدار کی ہوں تو * جیسا کہ نماز کے واجبات میں بیان ہوا ــــــ (۲۹) جو شخص نماز میں سارا قرآن ختم کرے وہ جب معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک رکعت میں پڑھ چکے تو دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ بقر کا کچھ ابتدائی حصہ پڑھے یعنی الٓمٓ سے شروع کر کے اولئك هم المفلحون تک پڑھے اس لئے کہ حدیث شریف میں اس طرح کے ختم کی خوبی وارد ہے اور نماز کے اندر ہو یا باہر یہی طریقہ ہے ــــــ (۳۰) جب کوئی شخص قرآن پاک ختم کرے تو اس کو دعائے ختم القرآن پڑھنا جائز ہے ــــــ (۳۱) ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھنا اکثر مشائخ کے نزدیک مستحسن ہے** اور بعض کے نزدیک مستحسن نہیں اور یہ حکم نوافل کے لئے ہے لیکن اگر فرضوں میں ختم کرے تو سورۂ اخلاص سب کے نزدیک ایک سے زیادہ مرتبہ نہ پڑھے اس لئے کہ تکرار سورۃ مکروہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا نوافل جو اکیلے پڑھے جائیں ان میں گنجائش ہے۔ تراویح جو فرائض کی طرح جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اس حکم میں مثل فرائض کے ہیں اس لئے اس میں بھی تکرار سورۃ مکروہ ہے اگرچہ بعض نے مستحسن رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور صحابۂ کرام سے بھی تراویح میں بغیر تکرارِ سورۂ اخلاص ہی ختم قرآن مروی ہے آجکل لوگوں نے اس پر اس قدر اصرار و التزام کیا ہے جس سے ان کے اس عمل کو سنت بلکہ واجب تک سمجھنے کا شبہ ہوتا ہے اس بنا پر یہ فعل مکروہ تحریمی ہو جائے گا اور اس کا ترک ضروری ہوگا۔ نماز کے باہر ختم قرآن کرتے وقت تکرارِ سورۂ اخلاص میں مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ــــــ (۳۲) فرض نمازوں میں اگر امام آیتِ ترغیب (جس میں رحمت اور جنت اور ثواب کا بیان ہو) یا آیتِ ترہیب (جس میں دوزخ اور عذاب کا بیان ہو) پڑھے تو مقتدی اور امام نہ ثواب ملنے کیلئے دعا کریں اور نہ عذاب سے بچنے کے لئے بلکہ مقتدی چپ رہے اور امام سوائے تلاوت کے کسی دوسری دعا میں مشغول نہ ہو۔ پس بعض آیاتِ قرآنیہ کا جواب بیان مثلاً والتین کی آخری آیت کا جواب بلیٰ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور سورۃ الاعلیٰ کا جواب بلیٰ سے دینا جو احادیث میں مروی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر تراویح و دیگر نوافل باجماعت پڑھے یا تنہا فرض پڑھے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس سے مقتدیوں پر بلاوجہ بوجھ ہوگا اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایسا کرنا ثابت نہیں ہے اور آپ کے بعد سے آج تک کسی امام نے بھی ایسا نہیں کیا اس لئے یہ بدعت ہے۔ اور اگر تنہا نفل پڑھتا ہو تو رحمت کے لئے سوال اور عذاب سے بچنے کی دعا کر سکتا ہے، یا دیگر ماثور دعائیں کر سکتا ہے، خارج نماز جب ان آیات کو پڑھے تو ماثورہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی طرح مروی ہے ــــــ (۳۳) فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرے اور ہر حرف کو جدا جدا پڑھے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں (تہجد میں) جلد پڑھنے کی اجازت ہے اس لئے کہ رات کی نوافل یعنی تہجد پڑھنے والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے ان کا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنی ہیں کہ مد زیادہ نہ کھینچے بلکہ مد کا کم سے کم درجہ جو قاریوں نے لکھا ہے اس کو ادا کرے اور ایسی جلدی نہ کرے کہ سمجھ میں بھی نہ آوے ورنہ ترکِ ترتیل کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہے۔

* کراہت نہیں رہے گی اور سجدۂ سہو نہیں آئے گا۔

** اس لئے کہ اس میں اس نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے جو کہ قراءتِ قرآن میں بعض جگہ ہو گیا ہو۔

(۴۳) جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز برابر سیکھتا رہے۔ اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار ہوگا۔

بیرونِ نماز تلاوتِ قرآن مجید کے مسائل

(۱) قرآن مجید کو دیکھکر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور اس کا ہاتھ سے چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہے (۲) مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو ہو کر اور اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور شروع تلاوت میں تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) پڑھنا واجب ہے اور ابتدائے سورت و ابتدائے تلاوت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے ورنہ مستحب اور اگر ایسی آیت پڑھنا چاہتا ہے جس کے ابتداء میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے جیسے ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تو اس صورت میں اعوذ پڑھنے کے بعد بسم اللہ پڑھنے کا استحباب مؤکد ہے۔ درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرے تو اعوذ باللہ و بسم اللہ پھر پڑھ لے اور اگر کوئی دینی کام مثلاً اسلام یا اذان کا جواب دیا یا سبحان اللہ یا کلمۂ طیبہ وغیرہ اذکار پڑھے تو اعوذ باللہ کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں ــــ (۳) اگر سورہ براءۃ سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ و بسم اللہ کہہ لے اور اگر اس کے پہلے سے تلاوت شروع کی ہوئی ہو اور پڑھتے پڑھتے سورہ براءۃ آگئی تو اس کے شروع میں بسم اللہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ سورۂ توبہ اگر ابتدا سے پڑھنا شروع کرے تب بھی بسم اللہ نہ پڑھے محض غلط ہے اور اس کے شروع میں نیا تعوذ جو آجکل کے حافظوں نے نکالا ہے بے اصل ہے ــــ (۴) گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اول شب کو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے شروع دن میں ختم قرآن کیا شام تک فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا صبح تک فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ اس حدیث کو دارمی نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ تو چونکہ گرمیوں میں دن بڑا ہوتا ہے تو صبح کے ختم کرنے میں استغفارِ ملائکہ زیادہ حاصل ہوگی اور جاڑوں کی راتیں بڑی ہوتی ہیں تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی (جہاں دن رات اس کے برخلاف بڑے چھوٹے ہوتے ہیں وہاں حکم بھی اس کے برخلاف ہوگا۔ مؤلف) ــــ (۵) تین دن سے کم میں قرآن پاک کا ختم خلاف اولیٰ ہے اور یہ حکم جمہور امت کے اعتبار سے ہے ورنہ صحابہ و تابعین و دیگر بزرگوں سے ایک رات میں ختم کرنا منقول ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ بزرگ باوجود صحت وغور کے اس پر قادر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے حضرت تمیم الداری ایک رات میں ختم کرتے تھے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ ایک رات میں ختم کرتے تھے اور بعض سلف سے ایک دن رات میں پانچ مرتبہ اور بعض سے سات مرتبہ ختم کرنا منقول ہے اور یہ سب منقولات قوی ہیں ــــ (۶) لیٹ کر قرآن پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ پاؤں سمٹے ہوئے ہوں اور منہ کھلا ہو۔ اگر کوئی چلتا ہوا یا کسی کام کے دوران میں قرآن شریف پڑھتا جائے تو اگر اس کا دھیان قرآن شریف کی طرف ہے تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے ــــ (۷) غسل خانہ اور نجاست کے مقامات

میں قرآن مجید پڑھنا ناجائز ہے ـــــ (۸) جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے جبکہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہو ورنہ ایک کا سننا کافی ہے اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں ـــــ (۹) قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے ہوئے کو ایذا نہ پہنچے ـــــ (۱۰) مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں تو یہ مکروہ تحریمی ہے اسلئے کہ اس میں ان سے قرآن کا سننا اور چپ رہنا ترک ہوگا * ـــــ (۱۱) بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوتے ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ ایسی جگہ اگرچہ لوگوں کے کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے شروع کر دیا ہو، اگر لوگ نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لئے مقرر نہ ہو تو اگر ان کے کام شروع کرنے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ ہے اور اگر ان کے کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تو اس پر گناہ ہے ـــــ (۱۲) جہاں کوئی شخص علمِ دین پڑھا رہا ہے یا طالبِ علم دین کے علم کی تکرار کرتے یا مطالعہ دیکھتے ہوں وہاں بھی بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ ـــــ (۱۳) قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے ـــــ (۱۴) تلاوت کرنے کے دوران اگر کوئی دین میں بزرگی والا شخص یا بادشاہِ اسلام یا عالمِ دین یا پیر یا استاد یا ماں باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کو کھڑا ہو سکتا ہے ـــــ (۱۵) عورت کو عورت سے قرآن مجید پڑھنا غیر محرم نابینا آدمی سے پڑھنے سے بہتر ہے کہ اگرچہ وہ اُسے دیکھتا نہیں مگر آواز تو سنتا ہے اور عورت کی آواز بھی عورت ہے یعنی غیر محرم کو بلا ضرورت سُنانے کی اجازت نہیں ـــــ (۱۶) جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ اس کو بتا دے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو اسی طرح اگر کسی کا قرآن شریف اپنے پاس عاریت (مانگا ہوا) ہے اگر اس میں کتابت کی غلطی دیکھے صحیح بنا دینا واجب ہے ـــــ (۱۷) قرآن مجید نہایت باریک قلم سے لکھکر چھوٹا کر دینا جیسا کہ آجکل تعویذی قرآن مجید چھپتے ہیں مکروہ ہے کہ اس میں تحقیر کی صورت ہے بلکہ بالکل چھوٹی حمائل بھی نہ چاہئے ـــــ (۱۸) دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید لکھنا اچھا نہیں اور قرآن مجید کو مطلا کرنے میں حرج نہیں بلکہ بہ نیتِ تعظیم مستحب ہے ـــــ (۱۹) ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف (یعنی عاقل بالغ) پر فرضِ عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمہ یاد کرنا فرض نہ رہے گا۔ سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف پر واجب العین ہے اور مقدار واجب سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اسی طرح سنت میں سے کسی چیز کا کم کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ نیز پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف کے لئے سنتِ عین ہے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے (سنت کی بھی دو قسمیں ہیں سنتِ عین و سنتِ کفایہ جیسے نماز تراویح کا پڑھنا سنتِ عین ہے اور اس کی جماعت ہر محلہ میں ہونا سنتِ کفایہ ہے)۔ بقدرِ ضرورت مسائلِ فقہ کا جاننا فرضِ عین ہے اور حاجت سے زائد مسائلِ فقہ کا سیکھنا فرض یا واجب کی مقدار کے علاوہ تمام قرآن حفظ کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کچھ لوگ سارے قرآن کو یاد کرتے ہوں اور اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو فقہ کے سیکھنے سے قرآن کا حفظ کرنا افضل ہوگا ـــــ (۲۰) قرآن مجید

* مجمع کا کہ ان کو حکم دیا گیا ہے یہ حکم بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک قرآن کا سننا اور چپ رہنا فرض کفایہ ہے جو بعض کے سننے اور چپ رہنے سے ادا ہو جاتا ہے، آج کل مسلمانوں میں ایصالِ ثواب کی مجالس میں ختمِ قرآن سیپاروں پر پڑھنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور اب ان کو اس سے منع کرنے میں حرج ہے اس لئے جواز کے قول کو ترجیح دی جائے گی اور مذکورہ طریق پر قرات کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (از فتاوی واحدی مختصراً۔ مؤلف)

سات قرات پر پڑھنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جائز ہے اور ان سات قاریوں کے نام یہ ہیں: امام نافع - امام ابن کثیر امام ابو عمرو - امام کسائی - امام حمزہ - امام عاصم - امام ابن عامر - اور ہمارے ملک میں امام عاصم کی قرات بروایت امام حفص مشہور و مروج ہے اور ان ساتوں قاریوں کے چودہ راوی ہیں بلکہ دس قرائتیں اور ان کے بیس راویوں کی روایت متواتر و مشہور ہے اور جائز ہے یعنی ہر امامِ قرات کے دو دو راوی ہیں (اس کی تفصیل فنِ قرات کی کتابوں میں دیکھیں) اگرچہ یہ سب روایتیں صحیح اور فصیح ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ عجیب قرائتیں اماملوں کے ساتھ اور جو غریب روایتوں سے ثابت ہوئی ہیں عوام کے سامنے نہ پڑھے جیسے امام ابو جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی روایتیں کہ ان کو سن کر عوام ہنستے ہیں اور قرآن مجید پر ہنسنا بے دینی ہے اس لئے عوام کے سامنے ان کے دین کو بچانے کے لئے روایتِ غریب نہ پڑھے ——— (۲۱) قرآن کو پڑھ کر بھلا دینا سخت گناہ ہے احادیث میں اس کی بابت سخت وعید آئی ہے لیکن بھول جانے سے مراد ایسا بھول جانا ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھا جائے ورنہ حفظ یاد کو بھول جانا حرام نہیں ہے (البتہ یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت سے محرومی ہے جو لائق صد افسوس ہے۔ مؤلف)

پانچویں فصل: زَلَّةُ الْقَارِی یعنی قاری کی لغزشوں کا بیان

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر قرات میں ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں خواہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو اس میں احتیاط زیادہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر وہ تبدیل شدہ (غلط پڑھا ہوا) لفظ قرآن میں کسی جگہ ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ معنی میں تغیرِ فاحش ہو یا نہ ہو اور اگر وہ لفظ قرآن میں نہیں ہے تو خواہ معنی بدلیں یا نہ بدلیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بوجہ عمومِ بلویٰ۔ اور اس میں وسعت زیادہ ہے۔ اور اعراب کی غلطی کا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں یعنی اس سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اختلاف خطا اور بھول میں ہے البتہ اگر دانستہ ایسی غلطی کرے جس سے تغیرِ فاحش ہوتا ہو تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ وہ تبدیل شدہ لفظ ذکر یا ثنا ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ دانستہ پڑھے۔ متاخرین فقہا نے بعض فروعاتِ اعراب وغیرہ میں اختلاف کیا ہے لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں ہیں اور متقدمین کے قواعد چونکہ منضبط ہیں اور ان میں احتیاط زیادہ ہے اس لئے ان کو اختیار کیا جاتا ہے زیادہ ضرورت کے لئے بڑی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ اب قاری کی لغزشوں کا چند اقسام میں بیان کیا جاتا ہے:-

(۱) ایک کلمہ کے ایک حرف کو دوسرے کلمہ کے حرف سے ملا دینا۔ پس اگر ایک کلمہ کا حرف دوسرے کلمہ کے حرف سے ملا دیا مثلاً اِیَّاکَ نَعْبُدُ اس طرح پڑھا کہ کاف نون سے مل گیا یعنی اِیَّا کو الگ پڑھا اور پھر ٹھہر کر کَنَعْبُدُ پڑھا یا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ علیھم اس طرح پڑھا کہ ب، ع سے مل گیا یا سمع اللہ لمن حمدہ اس طرح پڑھا کہ اللہ کی ہ لام سے مل گئی تو صحیح یہ ہے کہ اگرچہ عمداً پڑھے نماز فاسد نہ ہوگی ——— (۲) ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا۔ پس اگر معنی متغیر نہ ہوں مثلاً

انّ المسلمین کی جگہ انّ المسلمون اور ان الظالمین کی جگہ ان الظالمون پڑھے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے پس اگر وہ دونوں ایسے حرف تھے کہ ان میں آسانی سے جدائی ممکن تھی جیسے طا اور صاد پس اگر کسی نے طالحات کی جگہ صالحات پڑھ دیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر وہ دونوں حرف ایسے تھے کہ ان میں بغیر مشقت فرق نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ ظا اور ضاد، یا صاد اور سین، یا طا اور تا، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اکثر کا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے بعض نے کہا کہ اگر جان بوجھ کر ایسا پڑھے تو نماز فاسد ہوجائے گی (آجکل کے اکثر لوگ حفاظ و عالم تک بھی ادا کرنے پر قادر ہوتے ہوئے لاپرواہی و بے خیالی میں تبدیل حروف کردیتے ہیں پس اگر معنی فاسد ہوں گے تو ان کی نماز نہ ہوگی اور اس قسم کی نمازوں کی قضا لازم ہوگی) ۔ اور اگر بے اختیار اتفاقاً اس کی زبان سے نکل گیا یا ان میں تمیز کو نہیں جانتا تو اس کی نماز جائز ہوگی اور یہی سب قولوں میں ٹھیک اور مختار ہے لیکن جو شخص حرفوں کو اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اس کو چاہئے کہ کوشش کرتا رہے اگر کوشش چھوڑ دی تو نماز فاسد ہوگی اور وہ اس میں معذور نہ ہوگا یہ گنجائش نہیں کہ باقی عمر میں کوشش چھوڑ دے ۔ آجکل عام طور پر لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور صحیح کی کوشش نہیں کرتے جس سے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور اگر بعض حروف میں اس کی زبان جاری نہیں ہوتی تو اگر اس کو ایسی آیت نہ ملے جس میں وہ حروف نہ ہوں تو اس کی نماز سب کے نزدیک جائز ہوگی ۔ ایسا شخص اگر صحیح پڑھنے والے کی اقتدا کرسکتا ہو تو جہانتک ممکن ہو اس کی اقتدا کرے اور اس کو چاہئے کہ دوسرے شخص کی امامت نہ کرے البتہ ایسے شخص کی جو اس کی مثل ہو یعنی وہ بھی وہی حروف صحیح ادا نہ کرسکتا ہو امامت کرسکتا ہے اور اگر وہ صحیح ادا نہ ہونے والے حروف دونوں کے مختلف ہوں تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا ۔ اور اگر اس کو کوئی ایسی آیت ملے کہ جس میں یہ حروف نہ ہوں اور وہ اس کو پڑھے تو سب کے نزدیک نماز جائز ہوگی اور ایسا شخص اگر پھر بھی ایسی آیت پڑھے کہ جس میں یہ صحیح ادا نہ ہونے والے حروف ہیں تو بعضوں نے کہا کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی یہی صحیح ہے۔

(۳) کسی حرف کا حذف کردینا ۔ اگر حذف حرف ایجاز و ترخیم کے طور پر ہے تو اگر اس کی شرطیں جو عربی میں جائز ہیں موجود ہیں مثلاً وَنَادَوْا یَامَالِکُ کی بجائے وَنَادَوْا یَامَالِ پڑھا یا مثلاً تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا میں تعالیٰ کی ی (یعنی الف مقصورہ) کو حذف کرکے تَعَالَ پڑھا تو نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی ۔ اور اگر ایجاز و ترخیم کے لئے نہ ہو پس اگر معنی نہیں بدلتے مثلاً لَقَدْ جَاءَھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنَاتِ پڑھا اور تْ چھوڑ دی، یا وَھُمْ لَا یَظْلِمُوْنَ اَفَرَاَیْتَ میں افرأیت کا ہمزہ حذف کرکے یَظْلِمُوْنَ کے نون کو افرأیت کی ف ملا دیا اور اس طرح پڑھا وَھُمْ لَا یَظْلِمُوْنَ فَرَاَیْتَ ، یا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کو یَحْسَبُوْنَ نَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا پڑھا یعنی انہم کا ہمزہ حذف کرکے دونوں نون کو ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جائیں مثلاً فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ کی جگہ فَمَا لَھُمْ یُؤْمِنُوْنَ پڑھ دے یا خَلَقْنَا بغیر خ کے اور جَعَلْنَا بغیر ج کے پڑھا تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی یہی اصح ہے۔

(۴) کسی ایک یا زیادہ حرف کی زیادتی ۔ پس اگر کوئی ایک یا زیادہ حرف بڑھا دیا تو اگر معنی نہیں بدلتے مثلاً وَنَہٰی عَنِ الْمُنْکَرِ

کو وَانْھیٰ عَنِ الْمُنْکَرِیْ کی زیادتی کے ساتھ پڑھا تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی طرح اگر ھُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کو اس طرح پڑھا کہ ھم کے میم کو جزم کیا اور الذین کے الف محذوف کو ظاہر کیا یعنی ھُمْ اَلَّذِیْنَ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اسی طرح مَاخَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی کو اس طرح پڑھا کہ الف محذوف اور لام مدغم کو ظاہر کیا یعنی مَاخَلَقَ اَلْذَّکَرَ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جائیں مثلاً زَرَابِیُّ کو زرابیبُ پڑھا یا مَثَانِیْ کو مَثَانِیْنَ پڑھا، یا الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی میں وَاِنَّ سَعْیَکُمْ پڑھا یعنی واو بڑھا دیا وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ میں وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ پڑھا اور واو بڑھا دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۵) ایک کلمہ کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھ دینا۔ پس اگر ایک کلمہ کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھا تو اس کی چار صورتیں ہیں معنی میں تغیر ہوا، تغیر نہیں ہوا، قرآن میں ہے، قرآن میں نہیں ہے۔ پس اگر معنی میں اس کے قریب ہے اور وہ قرآن میں دوسری جگہ موجود بھی ہے مثلاً علیم کی جگہ حکیم پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر یہ کلمہ قرآن میں نہیں ہے لیکن معنی میں اس سے قریب ہے مثلاً اَوَّاب کی جگہ اَیَّاب پڑھا یا قَوّٰامُوْنَ بِالْقِسْطِ کی بجائے قَیَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ پڑھا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سے یہ مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ بوجہ قرآن میں نہ ہونے کے نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر یہ کلمہ نہ قرآن میں ہو اور نہ دونوں کلمے معنی میں قریب ہوں تو اگر وہ کلمہ تسبیح یا تحمید یا ذکر کی قسم سے نہیں ہے تو بلا خلاف نماز فاسد ہوگی مثلاً فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ کی جگہ عَلَی الْمُوَحِّدِیْنَ پڑھا اور اگر قرآن میں ہے لیکن دونوں کلمے معنی میں قریب نہیں مثلاً اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ میں بجائے فَاعِلِیْنَ کے غَافِلِیْنَ پڑھا، یا اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کی جگہ لَفِیْ جَنّٰتٍ پڑھ دیا، یا اسی طرح کوئی کلمہ بدل دیا جس کے اعتقاد سے کفر ہو جاتا ہے تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف کا صحیح مذہب بھی یہی ہے۔

اور اسی قسم میں ہے نسبت کو بدل دینا۔ پس اگر کسی چیز کی نسبت ایسی طرف کو کر دی جس کی طرف کو وہ منسوب نہیں تو اگر وہ چیز جس کی طرف کو نسبت کی گئی ہے قرآن میں نہیں جیسے مَرْیَمُ ابْنَتُ غَیْلَانَ پڑھا تو بلا خلاف نماز فاسد ہوگی اور اگر جس کی طرف کو نسبت کی گئی ہے وہ لفظ قرآن میں ہے جیسے مَرْیَمُ ابْنَۃُ لُقْمَانَ یا مُوْسیٰ ابْنُ عِیْسٰی پڑھا تو امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہے اور اگر عِیْسٰی ابْنُ لُقْمَانَ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں اور جان بوجھ کر پڑھا تو کفر ہے اور اگر موسیٰ ابن لقمان پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کے باپ ہے مگر اس نے نام میں خطا کی۔

(۶) کوئی کلمہ چھوڑ گیا اور اس کے عوض میں بھی کوئی اور کلمہ نہیں پڑھا، اگر معنی تبدیل نہ ہوئے جیسے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا میں دوسرے سیئۃ کو نہ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوئی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ میں لَا کو چھوڑ دیا اور فما لھم یؤمنون پڑھا تو نماز فاسد ہوگی یہی صحیح ہے۔

(۷) کوئی کلمہ زیادہ کرنا اور وہ کسی کلمہ کے عوض میں بھی نہ ہو۔ پس اگر اس زیادہ کئے ہوئے کلمہ سے معنی بدل جائیں تو مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ کلمہ قرآن میں دوسری جگہ موجود ہو مثلاً اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کی بجائے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ پڑھے یا وہ کلمہ قرآن میں کسی جگہ موجود نہ ہو مثلاً اَمَّا ثَمُوْدُ فَھَدَیْنٰھُمْ کو فَھَدَیْنٰھُمْ وَعَصَیْنَاھُمْ پڑھا، یا مثلاً اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا کو لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا وَجَمَالًا پڑھا تو ان دونوں صورتوں میں بلا خلاف نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر معنی نہ بدلے تو اگر وہ کلمہ قرآن میں اور جگہ ہے مثلاً اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا کو ان اللّٰہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا پڑھا، یا مثلاً وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا کو اِحْسَانًا وَّبِرًّا پڑھا تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر وہ کلمہ قرآن میں موجود نہ ہو اور معنی بھی نہ بدلیں مثلاً فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ کو فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّتُفَّاحٌ وَّرُمَّانٌ پڑھے یا مثلاً مِنْ ثَمَرِہٖ اِذَآ اَثْمَرَ کو اِذَآ اَثْمَرَ وَاسْتَحْصَدَ پڑھا تو عامہ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہو گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کلمہ کے قرآن میں نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی۔

(۸) حرف یا کلمہ کی تکرار۔ اگر ایک حرف کو دوبارہ پڑھا پس اگر اس میں کسی ضعیف حرف کا اظہار ہو گیا مثلاً مَنْ یَّرْتَدَّ کو مَنْ یَرْتَدِدْ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر حرف کی زیادتی ہوئی مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کو تین لاموں سے لِلّٰلّٰہِ پڑھا تو نماز فاسد ہو گی اور اگر کلمہ کو مکرر کیا یعنی دوبارہ پڑھا اور معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً رَبِّ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھا، یا مَالِكِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھا، یا غَیْرِ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد ہو گی اور یہ اس صورت میں مفسد ہے کہ پڑھنے والا مضاف الیہ کو جانتا ہو اور قصداً ایسا کرے پس اگر مضاف مضاف الیہ کو نہ جانتا ہو یا اضافت کا قصد نہ کیا ہو بلکہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا ہو یا مخرج صحیح کرنے کے لئے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا کوئی بھی ارادہ نہ کیا ہو تو چاہئے کہ نماز نہ ٹوٹے اور اگر ان میں ہر ایک کلمہ کی اپنے متصل کلمہ کے ساتھ اضافت کا قصد کرے تو نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ کفر بھی لازم آتا ہے۔ اگر پوری آیت کو مکرر (دوبارہ) پڑھے تو اس سے معنی میں تغیر نہیں آتا اس لئے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۹) کلمہ یا حرف کی تقدیم و تاخیر یعنی آگے کے کلمہ یا حرف کو پیچھے اور پیچھے کے کلمہ یا حرف کو آگے کر دینا۔ اگر ایک کلمہ کو دوسرے سے آگے کر دیا یا پیچھے کر دیا تو اگر معنی نہ بدلے مثلاً لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّشَھِیْقٌ کی بجائے لھم فیھا شَھِیْقٌ وَّزَفِیْرٌ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر معنی بدل گئے مثلاً اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کو ان الابرار لفی جحیم و ان الفجار لفی نعیم پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی صحیح ہے اور اگر دو کلموں پر مقدم کر دیا پس اگر معنی بدل جائیں مثلاً اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطَانُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ کو انما ذٰلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فخافوھم ولا تخافون پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں مثلاً یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ کو یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ وَّتَبْیَضُّ وُجُوْہٌ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کر دیا تو اگر معنی بدل گئے مثلاً عَصْفٍ کی بجائے عَفْصٍ پڑھ دیا، یا قَسْوَرَۃٍ کو قَوْسَرَہ پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں مثلاً

غُثَاۤءً اَحْوٰی کو غُثَاۤءً اَوْحٰی پڑھ دیا، یا اِنْفَجَرَتْ کو اِنْفَرَجَتْ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تغیر معنی کی ہر صورت میں نماز اس وقت فاسد ہوتی ہے جبکہ وہ پڑھا ہوا لفظ قرآن میں نہ ہو اگر قرآن میں ہو تو فاسد نہ ہوگی)

(۱۰) ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھ دینا - اگر آیت پر پورا وقف کر کے دوسری آیت پوری یا تھوڑی سی پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ پڑھ کر وقف کر کے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ پڑھ دیا، یا سورہ والتین ھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ تک پڑھی پھر وقف کیا پھر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ پڑھا یا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھا پھر وقف کیا پھر اُولٰۤئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وقف نہ کیا اور ملا دیا پس اگر معنی نہ بدلے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ کی جگہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت فلھم جزاءً الحسنٰی پڑھ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر معنی بدل گئے مثلاً ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت اولٰئك هم شر البریہ پڑھا، یا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ کو خٰلِدِیْنَ فِیْهَا تک پڑھ کر اولٰئك هم خیر البریہ پڑھ دیا تو تمام علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی یہی صحیح ہے

(۱۱) بے موقع وقف اور وصل اور ابتدا کرنا - اگر ایسی جگہ وقف کیا جہاں وقف کا موقع نہیں یا ایسی جگہ سے ابتداء کی جہاں ابتدا کا مقام نہیں تو اگر معنی میں بہت کھلا ہوا تغیر نہیں ہوا مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھ کر وقف کیا پھر اُولٰۤئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ سے ابتدا کی تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسی جگہ وصل کیا جہاں وصل کا موقع نہ تھا مثلاً اَصْحٰبُ النَّارِ پر وقف نہ کیا اور اس کو اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن یہ بہت مکروہ ہے اور اگر معنی میں بہت تغیر ہو گیا مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ پڑھا پھر وقف کیا پھر اِلَّا هُوَ پڑھا تو اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور فتویٰ اس پر ہے کہ کسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ وقف لازم ہو کیونکہ عوام اس کی تمیز نہیں کر سکتے - (جب نماز میں قرات سے فارغ ہو اور رکوع کا ارادہ کرے تو اگر قرات کا ختم اللہ کی تعریف پر ہو تو رکوع کی تکبیر یعنی اللہ اکبر کا اس کے ساتھ وصل کرنا اولیٰ ہے اور اگر ایسے لفظ پر ختم ہوا جس کا لفظ اللہ کے ساتھ ملانا قبیح ہے تو وہاں اللہ اکبر کو اس سے جدا کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے اس کی تفصیل پہلے قرات کے بیان میں آچکی ہے کہا گیا ہے کہ اسی طرح ادب یہ ہے کہ جب اِلَیْهِ یُرَدُّ پارہ ۲۵ شروع سے پڑھے اور اعوذ پڑھے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کو اِلَیْهِ یُرَدُّ سے وصل نہ کرے کیونکہ اِلَیْهِ کی ضمیر میں شیطان کی طرف ہونے کا وہم ہوتا ہے -

(۱۲) اعراب و حرکات میں غلطی کرنا - اگر اعراب میں ایسی غلطی کی جس سے معنی نہیں بدل گئے مثلاً لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ میں اَصْوَاتَكُمْ کی ت کو پیش سے پڑھا تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح قَوّٰامًا کے ق کو کسرہ (زیر کی بجائے زیر) سے پڑھا، یا نَعْبُدُ کی ب کو پیش کی بجائے زبر سے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں بہت تغیر ہوا مثلاً وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ پڑھا اور آدمُ کی م کو پیش کی بجائے زبر سے اور رَبَّهٗ کی ب کو زبر کی بجائے پیش سے پڑھا، یا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۤؤُا پڑھا اور لفظ اللہ کی ہ کو زبر کی بجائے پیش سے اور العلماءُ کی ءَ کو پیش کی بجائے زبر سے پڑھا یا اسی قسم کی اور غلطی کی کہ جس کے قصد کرنے میں کفر

ہوجاتا ہے تو اگر غلطی اور خطا سے پڑھا ہے تو متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اور متاخرین میں اختلاف ہے بعض کا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ متقدمین کے قول میں احتیاط زیادہ ہے اس لئے کہ اس کے ارادہ میں کفر ہوجاتا ہے اور جس کے ارادہ میں کفر ہو وہ قرآن میں سے نہیں ہے اور متاخرین کے قول میں آسانی اور گنجائش زیادہ ہے اس لئے کہ اکثر آدمی ایک اعراب کو دوسرے سے تمیز نہیں کرسکتے یہی اشبہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، لیکن لوٹا لینا بہتر ہے کیونکہ اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ اس مسئلہ کی اور دوسری مثالیں یہ ہیں: اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں کَ کو زبر کی بجائے زیر سے پڑھا اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی ت کو زبر کی بجائے پیش سے پڑھا، اَلْمُصَوِّرُ میں وَ کو زیر کی بجائے زبر سے پڑھا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ میں ذال کو زبر کی بجائے زیر سے پڑھا وغیرہ ان سب صورتوں میں عموم بلویٰ کی وجہ سے فتویٰ اس پر ہے کہ اگر غلطی سے ایسا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر پڑھے گا تو اگر معنی میں تغیر کثیر نہیں ہوگا جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی میں الرحمٰنُ کے نون کو زبر سے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں زیادہ تغیر ہوا یا اس کا اعتقاد کرنا کفر ہو تو نماز فاسد ہوگی اور کفر لازم آئے گا۔

(۱۳) تشدید کی جگہ تخفیف اور تخفیف کی جگہ تشدید کرنا یا مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کرنا مثلاً ایاک نعبد وایاک نستعین میں ایاک کی ی کو تشدید سے نہ پڑھا، یا الحمد للہ رب العلمین میں ربّ کی بّ کی تشدید چھوڑ دی تو عامۂ مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی مگر مختار یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ معنی بدل جائیں اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ تخفیف کی جگہ تشدید، یا مد کی جگہ قصر، یا قصر کی جگہ مد کیا اور اِن سب کا وہی حکم ہے جو اعراب میں غلطی کرنے کا ہے کہ متاخرین نے امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ بوجہ عموم بلویٰ مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ معنی میں تغیر ہو یا نہ ہو۔ تخفیف کی جگہ تشدید کی مثال وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ میں کَذَبَ کی ذال کو تشدید پڑھنا، یا اَفَعَیِیْنَا میں ی کی تشدید پڑھنا، مد کی جگہ قصر کرنے کی مثال اُولٰٓئِکَ کو بغیر مد کے پڑھنا، یا اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ کا مد چھوڑ دینا۔ مد چھوڑنے سے معنی بدلنے کی مثال سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ کا مد چھوڑ دینا، یا دعا اور ندا میں مد نہ کرنا مثلاً یَا اَللّٰہ کا مد چھوڑ دینا وغیرہ۔

(۱۴) ادغام کو اس کے موقع سے چھوڑ دینا یا جہاں اس کا موقع نہیں ہے وہاں ادغام کرنا۔ اگر ایسے موقع پر ادغام کیا جہاں کسی نے ادغام نہیں کیا ہے اور اس ادغام سے عبارت بگڑ جاتی ہے اور کلمہ کے معنی سمجھ میں نہیں آتے مثلاً قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ میں غ کو لام میں ادغام کیا اور سَتُّغْلَبُوْنَ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر ایسی جگہ ادغام کیا جہاں کسی نے ادغام نہیں کیا ہے مگر اس سے کلمہ کے معنی نہیں بدلتے اور وہی سمجھ میں آتا ہے جو بغیر ادغام کے سمجھا جاتا مثلاً قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ میں لام کو س میں ادغام کردیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ادغام اپنے موقع سے چھوڑ دیا مثلاً اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ پڑھا اور ادغام چھوڑ دیا، یا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ میں ل کا اظہار کیا یعنی اِھْدِنَا اَلصِّرَاطَ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عبارت بگڑ جائے گی۔

(۱۵) بے موقع امالہ یا اخفا یا اظہار یا غنہ وغیرہ کرنا۔ اگر بسم اللہ امالہ سے پڑھی یا مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ امالہ کے ساتھ پڑھا یا کہیں اور بے موقع امالہ یا اخفا یا اظہار یا غنہ وغیرہ کیا تو کسی حالت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۶) شاذ قراءت یعنی وہ قراءت پڑھنا جو اُس قرآن میں نہیں ہے جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اور یہ وہ ہے جو قراءت کے دس ائمہ سے مروی ہے وہ تمام متواتر ہے اور اس پر اجماع ہے پس جو روایت ان دس روایتوں سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے یہی صحیح ہے پس بعض مشائخ کے نزدیک اگر نماز میں ایسی قراءت پڑھی جو اس مشہور قرآن میں نہیں ہے اور اُس سے اس کے معنی بھی ادا نہیں ہوتے تو اگر وہ دعا یا ثنا نہیں ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس سے وہی معنی ادا ہوئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے موافق نماز فاسد نہ ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور اس مسئلہ میں ٹھیک جواب یہ ہے کہ اگر مصحف ابن مسعود وغیرہ کی قراءت پڑھی تو وہ نماز کی قراءت میں شمار نہ ہوگی لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر اس کے ساتھ مشہور قرآن میں سے بھی اس قدر پڑھ لیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو اس سے نماز جائز ہو جائے گی۔

(۱۷) کلمہ کو پورا نہ پڑھنا۔ اگر ایک کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا اور پورا نہ کیا خواہ اس سبب سے کہ سانس ٹوٹ گیا یا اس سبب سے کہ باقی کلمہ بھول گیا اور پھر یاد آیا تو پڑھ دیا مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے کا ارادہ کیا اور اَلْ کہہ کر سانس ٹوٹ گیا، یا باقی کلمہ بھول گیا پھر یاد آیا اور حَمْدُ لِلّٰهِ کہا یا باقی یاد نہ آیا مثلاً یہ قصد کیا تھا کہ الحمد اور سورۃ پڑھے پھر اس کا پڑھنا بھول گیا اور پھر پڑھنے کا ارادہ کیا اور جب اَلْ کہا تو اس کو یاد آیا کہ میں پڑھ چکا ہوں پس چھوڑ دیا اور رکوع کر دیا، یا تھوڑا سا کلمہ پڑھا پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا کلمہ پڑھا ان سب اور ایسی ہی اور صورتوں میں بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس تھوڑا پڑھنے میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جس کے کل پڑھنے میں نماز فاسد نہیں ہوتی ہو تو تھوڑا سا پڑھنے میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ جزوِ کلمہ کو کل کلمہ کا حکم ہے یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ اگر اس جزوِ کلمہ کے بھی ازروئے لغت کچھ معنی ہو سکتے ہوں اور وہ فضول نہیں ہو جاتا اور اس سے قرآن کے معنی بھی نہیں بدلتے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس جزو کلمہ کے کچھ معنی نہیں اور فضول ہے یا فضول نہیں ہے مگر اس سے قرآن میں معنی بدل جاتے ہیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اکثر مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں پس ان کا حکم اسی طرح ہوگا جیسے نماز میں کھنکارنے کا ہوتا ہے۔ اگر کلمہ میں بعض حروف کو پست پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ ایسی صورت اکثر واقع ہو جاتی ہے۔

(۱۸) اگر قرآن کو نماز میں تلحین (راگنی) سے پڑھا یعنی زبر زیر پیش وغیرہ کو نغموں کی رعایت سے گھٹا بڑھا کر پڑھا تو اگر کلمہ بدل جاتا ہے مثلاً رَب العالمین یا الحمد وڑھا، یا اللّٰہی پڑھا، یا رَبنا لك الحامد پڑھا وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نہیں مگر حرف مد و لین میں اگر حد سے زیادہ بڑھائے گا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ان کو حد سے زیادہ نہیں کھینچے گا تو نماز فاسد نہ ہوگی، حروفِ مدہ ا و ی ہیں یعنی حروفِ علّت جبکہ ان سے پہلے کے حرف پر موافق حرکت ہو یعنی الف سے پہلے حرف پر زبر اور واؤ سے پہلے حرف پر پیش اور ی سے پہلے زیر ہو، الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھٹکے کے پڑھا جاتا ہے۔ اور حروف لین و ی ہیں جبکہ ان سے پہلے حرف پر زبر ہو۔ اور اگر نماز کے علاوہ قرآن کو راگنی سے پڑھا تو اس میں

مشائخ کا اختلاف ہے اور اکثر مشائخ نے اس کو مکروہ بتایا ہے یہی صحیح ہے اور اس کا سننا بھی مکروہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ اگر قرآن شریف خوش الحانی کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ حروف کی وضع میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی اور حروف میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی کہ ایک حرف کے دو بن جائیں یا کوئی حرف کم ہو جائے بلکہ صرف آواز کی خوبصورتی اور قرأت میں زینت کے ساتھ پڑھا تو کوئی نقصان نہیں بلکہ یہ نماز میں اور نماز سے باہر بھی مطلوب و مستحب ہے۔ مسائل قرأت کی مزید تفصیل تجوید کے بیان میں جو آگے آتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر نماز اس طرح ادا کی ہو کہ اس میں بعض وجہ جواز کی ہو اور بعض وجہ فساد کی ہو تو احتیاطاً فساد کا حکم کریں گے لیکن قرأت کے مسئلہ میں جواز کا حکم کریں گے اس لئے کہ اس کی غلطیوں میں اکثر و بیشتر لوگ مبتلا ہیں۔

(۱۹) اللہ کے ناموں میں تانیث داخل کرنا۔ مثلاً اگر کسی نے نماز میں ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (البقرہ ع ۲۵) میں یَاْتِیَهُمْ کو تاتیھم تاسے پڑھا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ کے ناموں میں تانیث کے صیغے یا ضمیر داخل کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وغیرہ اور اسی طرح اور صفاتِ الٰہی میں تانیث کے صیغے یا ضمیر داخل کرنا جائز نہیں۔ اور بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ فعل غیر اللہ کا ہے۔ بعض مشائخ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اگر کسی نے قرأت نماز میں کھلی ہوئی غلطی کی پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز و درست ہے۔

علمِ تجوید و قرأت کا بیان

تجوید کے معنی لغت میں تحسین یعنی کسی کام کو عمدہ کرنا ہے اور اصطلاح میں اُس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے حروف کی مخارج و صفات کے ساتھ ادائیگی معلوم ہو پس اس علم کا موضوع حروف ہجا یعنی الف با تا وغیرہ ہیں اور اس کی غرض و غایت قرآن مجید کا صحیح پڑھنا ہے یعنی جس طریق سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس کا کامل اتباع کرنا تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو کر سعادتِ دارین نصیب ہو جائے۔ اور خوش آوازی سے پڑھنا ایک زائد امر ہے جو مستحسن ہے جبکہ قواعدِ تجوید کے خلاف نہ ہو۔ علمِ تجوید کا حکم یہ ہے کہ ہر قرآن شریف پڑھنے والے پر اس کا سیکھنا فرضِ عین ہے۔ اس علم کے چار ارکان ہیں۔ (۱) مخارجِ حروف کو جاننا۔ (۲) صفاتِ حروف کو پہچاننا۔ (۳) ان احکام کی شناخت جو حروف کو ترکیب کے اعتبار سے پیش آتے ہیں۔ (۴) ماہر اساتذہ سے ان قواعد کا اجراء اور مشق حاصل کرنا۔ اگر ان چار ارکان پر توجہ نہ دی جائے تو لحن واقع ہو جاتا ہے۔

لحن کے معنی و اقسام

لحن کے معنی غلطی کے ہیں یعنی قرآن کو تجوید کے خلاف یا بے قاعدہ و غلط پڑھنا۔ لحن کی دو قسمیں ہیں خفی و جلی۔ اگر ایسی غلطی کی کہ جس سے ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا جیسے الحمد کو الھمد پڑھ دیا، یا ث کی جگہ س، ذ کی جگہ ز، ع کی جگہ ء پڑھ دیا وغیرہ یا زبر زیر پیش میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھا، یا ساکن

متحرک، یا متحرک کو ساکن، یا مشدّد کو مخفف، یا مخفف کو مشدّد کیا، یا حرفوں کو کہیں گھٹا دیا، یا کہیں بڑھا دیا وغیرہ، ان کی مثالیں یہ ہیں إِيَّاكَ سے إِيَاكِ، إِهْدِنَا سے آهْدِنَا، أَنْعَمْتَ سے أَنْعَمْتُ، وَجَعَلْنَا سے وَجُعِلْنَا. فَعَلَ رَبُّكَ سے فَعَلَ رَبَّكَ أَنْ يُوصَلَ سے أَنْ يُّصَلَ، إِيَّاكَ کو إِيَا کا، إِيَّاكَ کو اياك وغیرہ پڑھا تو یہ لحن جلی کہلاتا ہے۔ اس طرح قرآن پڑھنا حرام اور سخت گناہ ہے اور بعض جگہ اس طرح پڑھنے سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی بلکہ حرف مع حرکت و سکون وغیرہ کے اصلیت پر تو قائم رہا لیکن حرفوں کے حسین و خوبصورت ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا مثلاً پُر حرف کو باریک پڑھا یا باریک کو پُر پڑھا، یا اخفا کی جگہ اظہار اور اظہار کی جگہ اخفا کر دیا وغیرہ تو ایسی غلطیوں کو لحنِ خفی کہتے ہیں۔ یہ غلطی اگرچہ پہلی قسم کی غلطی سے کم درجہ کی ہے مگر اس سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ مکروہ ہے اور اس میں عقاب و تہدید کا خوف ہے۔ ان دونوں قسم کی غلطیوں کے پڑھنے اور سننے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (واللہ اعلم)

قاری کو چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔ (۱) تجوید یعنی حروف کے مخارج اور ان کی صفات کا جاننا۔ (۲) علم اوقاف یعنی یہ جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہئے اور کس طرح نہ کرنا چاہئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے حسن یا قبیح ہے اور کہاں لازم یا غیر لازم ہے ـــــ (۳) رسمِ عثمانی یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہئے کیونکہ کہیں تو لفظ تلفظ کے مطابق لکھا جاتا ہے اور کہیں تلفظ کے غیر مطابق ہے چونکہ یہ رسم الخط توقیفی و سماعی ہے اور اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس لئے اس علم کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے ـــــ (۴) علمِ قرارت اس علم سے اختلافِ الفاظِ وحی معلوم ہوتا ہے۔ اور قرارت کی دو قسمیں ہیں ایک متواتر جو قرائے عشرہ سے تواتر اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے اس کا پڑھنا صحیح اور اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری و لازمی یعنی فرض ہے اور اس کا انکار و استہزار گناہ و کفر ہے۔ دوسری شاذہ یعنی جو تواتر و شہرت سے ثابت نہیں ہے بیقرائے عشرہ کے علاوہ اوروں سے مروی ہے اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا اور اس اعتقاد سے پڑھنا حرام اور منع ہے۔ اب ان علوم کی تفصیل بیان ہوتی ہے ـــــ (انتباہ) جاننا چاہئے کہ محض تجوید کی کتابیں خود یا استاد کے سامنے بیٹھ کر پڑھ لینے اور سمجھ لینے سے حرفوں کا مخارج سے ان کی صفات لازمہ اور عارضہ یعنی اظہار و ادغام و اخفا و مدِ اصلی و فرعی اور وقف سکون و روم و اشمام وغیرہ جملہ کیفیات کے ساتھ کما حقہ ادا کرنا ممکن نہیں ہے جب تک کسی مجوّد و مشاق ماہر استاد سے سن کر اور اس کو سنا کر نہ سیکھے اور ایک مدت تک مشق نہ کرے کیونکہ یہ فن جس کا حال اور لب و لہجہ کانوں سے سننے اور آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے محض تحریر سے کما حقہ سمجھ اور ادائیگی میں نہیں آسکتا۔ البتہ کتابوں کے پڑھنے سے فن کے حاصل کرنے اور سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد ضرور ملتی ہے اس لئے یہ مسائلِ تجوید لکھے جاتے ہیں اور قدیم سے اہلِ فن میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

حروف کے مخارج کا بیان

مخرج کے لغوی معنی ہیں نکلنے کی جگہ اور اصطلاح میں منہ کے جس حصہ سے کوئی حرف نکلتا ہے یعنی حرف کے ادا کرنے میں جس جگہ آواز ٹھہرتی ہے اس کو مخرج کہتے ہیں۔ مخرج کے معلوم

کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا مقصود ہو اس کو ساکن کر کے اس کے پہلے ہمزۂ مفتوحہ ملا کر حرف کو صحیح طور سے ادا کریں جس جگہ آواز رک جائے وہی اس کا مخرج ہے جیسے اَبْ کی با۔ اگر حرف قاعدہ کے موافق اپنے مخرج سے ادا ہو تو صحیح ہے ورنہ غلط۔ کل حروف انتیس (۲۹) ہیں اور ان کے مخارج صحیح تر قول کی بنا پر کل سترہ (۱۷) ہیں ان میں سے پندرہ مخرج محقق ہیں اور دو مقدرہ ہیں۔ اور اِن کل مخارج کے لئے پانچ (۵) جگہیں ہیں۔ حلق(۱)، زبان(۲)۔ دونوں لب(۳) (یہ تینوں اصولِ مخارج ہیں جن سے مخارج محقق کا تعلق ہے)، جوف(۴) خیشوم(۵) (ناک کا بانسہ) یہ دونوں اصولِ مخارج سے جدا ہیں اور مخارجِ مقدرہ ہیں۔

اب ان سترہ مخارج کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ پہلا مخرج اقصائے حلق (حلق کا آخری سرا سینہ کی طرف) اس سے ہمزہ اور ہا (ء - ہ) نکلتے ہیں —— دوسرا(۲) مخرج وسط حلق، اس سے عین اور حا (ع - ح) نکلتے ہیں —— تیسرا(۳) مخرج ادنائے حلق (حلق کا سرا جو منھ کی جانب ہے) اس سے غین اور خا (غ - خ) نکلتے ہیں —— چوتھا(۴) مخرج اقصائے لسان (زبان کی جڑ کا آخری حصہ جو حلق سے متصل ہے اور اوپر کا تالو جو کوّے کے پاس ہے) اِس سے قاف (ق) نکلتا ہے —— پانچواں(۵) مخرج اقصائے لسان، قاف کے مخرج سے ذرا منھ کی طرف ہٹ کر اس سے کاف (ک) نکلتا ہے —— چھٹا(۶) مخرج وسطِ لسان اور اس کے اوپر کا تالو اس سے تین حروف یعنی جیم و شین اور وہ یا جو مدہ نہ ہو (ج - ش - ی) نکلتے ہیں —— ساتواں(۷) مخرج حافۂ لسان (زبان کی کروٹ) جو ڈاڑھوں سے متصل ہے اور ایک طرف کی اوپر کی ڈاڑھیں اس سے ضاد (ض) نکلتا ہے صرف دائیں یا بائیں طرف سے یا دونوں طرف سے اکٹھا ادا ہو سکتا ہے لیکن بائیں طرف سے آسانی سے ادا ہوتا ہے —— آٹھواں(۸) مخرج طرف زبان (زبان کے اگلے سرے کا کنارہ مع کچھ کروٹ کے) جبکہ دائیں یا بائیں جانب کے اوپر والے چار دانتوں (ثنیہ، رباعی، ناب، ضاحک) کی جڑ کے مسوڑھوں سے تالو کی طرف مائل ہو کر ٹکراوے اس سے لام (ل) نکلتا ہے —— نواں(۹) مخرج طرف زبان، لام کے مخرج کے مطابق مگر اس سے کم یعنی ضواحک کو اس میں دخل نہیں اور اس سے نون (ن) نکلتا ہے —— دسواں(۱۰) مخرج طرف زبان نون کے مخرج کے قریب ہے مگر اس میں پشتِ زبان کو بھی دخل ہے اس سے را (ر) نکلتا ہے۔ ل ن ر، یہ تینوں حروف دائیں یا بائیں دونوں جانب سے ادا ہو سکتے ہیں لیکن اکثر داہنی طرف سے ادا ہوتے ہیں —— گیارہواں(۱۱) مخرج نوکِ زبان اور ثنایائے علیا (آگے کے اوپر والے دو دانت) کی جڑ اس سے تا، دال، طا (ت، د، ط) نکلتے ہیں —— بارھواں(۱۲) مخرج نوکِ زبان اور ثنایائے علیا کا کنارہ اِس سے ثا، ذال، ظا (ث، ذ، ظ) نکلتے ہیں —— تیرہواں(۱۳) مخرج نوکِ زبان اور ثنایائے سفلیٰ (آگے کے نیچے والے دو دانت) کا کنارہ ثنایائے علیا کے اتصال کے ساتھ یعنی زبان کی نوک اوپر اور نیچے کے اگلے دو دو دانتوں کے درمیان آجائے، اس سے زا سین صاد (ز، س، ص) نکلتے ہیں —— چودہواں(۱۴) مخرج ثنایائے علیا کا کنارہ اور نیچے کے ہونٹ کا پیٹ (بیچ یعنی ہونٹ کی تری) اس سے فا (ف) نکلتا ہے —— پندرہواں(۱۵) مخرج دونوں لب (ہونٹ) اس سے با، میم اور واؤ غیر مدہ (ب، م، و) نکلتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہونٹوں کو سکیڑ کر یعنی دونوں کنارے ملا کر اور بیچ کھلا رکھ کر نرمی سے واؤ غیر مدہ ادا ہوتا ہے اور دونوں ہونٹوں کو سختی سے ملا کر ب اور م نکلتے ہیں اور پھر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ب ہونٹوں کی تری سے اور م خشکی سے ادا ہوتا ہے پس واؤ

میں انفتاح ہے اور با اور میم میں انطباق ہے ——— سولہواں مخرج جوف، یعنی حلق منہ اور ہونٹ کے درمیان کی خالی جگہ۔ اس مخرج سے حروف علّت جبکہ مدہ ہوں ادا ہوتے ہیں اور وہ حروف مدہ تین ہیں الف ماقبل مفتوح، واؤ ساکن ماقبل مضموم، یائے ساکن ماقبل مکسور۔ پس جوف تین ہیں جوفِ حلق یعنی حلق کے جوف سے الف مدّہ اور جوفِ دہن یعنی تالو و زبان کے درمیانی جوف سے یائے مدّہ اور جوفِ لب یعنی ہونٹوں کے جوف سے واؤ مدّہ ادا ہوتے ہیں ——— سترہواں مخرج خیشوم (ناک کا بانسہ) جو آواز خیشوم سے نکلتی ہے اس کو غنّہ کہتے ہیں اس سے حروفِ غنّہ نکلتے ہیں۔ اور وہ حروفِ غنہ یہ ہیں میم اور نون مشدّد اور نون ساکن و نون تنوین و میم ساکن جبکہ ان میں اخفا یا ادغام ناقص یعنی بالغنہ کیا جائے جیسا کہ آگے بیان آتا ہے ——— (یہ سترہ مخارج امام خلیل کے نزدیک ہیں امام سیبویہ وغیرہ کے نزدیک مخارج سولہ ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حروف مدہ کا مخرج یعنی جوفِ دہن الگ مخرج نہیں ہے بلکہ دوسرے حروف کے مخارج کے تابع ہے امام فرا وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ مخارج کل چودہ ہیں، ان کے نزدیک ایک جوفِ دہن کم ہو گیا اور وہ ل ن ر کا ایک ہی مخرج شمار کرتے ہیں اس لئے دو مخرج یہاں کم ہو گئے)۔

القابِ حروف کا بیان

منہ کے مختلف حصوں سے ادا ہونے کی وجہ سے حروف کے القاب مقرر کئے گئے ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں ——— (۱) وہ حروف جو حلق سے ادا ہوتے ہیں ان کو حروفِ حلقیہ کہتے ہیں اور وہ چھ ہیں ہمزہ، ہا، عین، حا، غین، خا ——— (۲) جو حروف لہاۃ یعنی حلق کے سامنے جو گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے جس کو کوا کہتے ہیں سے نکلتے ہیں ان کو حروفِ لہویہ یا لہاتیہ کہتے ہیں اور وہ دو ہیں قاف کاف ——— (۳) جو حروف شجرِ فم (منہ کے درمیان) سے نکلتے ہیں ان کو حروف شجریہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں جیم، شین، یائے غیر مدہ ——— (۴) جو حروف ذلق یعنی طرفِ لسان اور ہونٹوں سے نکلتے ہیں ان کو حروف ذلقیہ یا طرفیہ کہتے ہیں اور وہ چھ ہیں با، را، فا، لام، میم، نون ——— (۵) جو حروف نطع (حنک اعلیٰ یعنی اوپر کا تالو) کی کھال سے نکلتے ہیں ان کو حروف نطعیہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں تا، دال، طا ——— (۶) جن حروف کے ادا کرتے وقت خفیف سی سیٹی کی آواز ہوتی ہے ان کو حروف صفیرہ کہتے ہیں کیونکہ صفیر کے معنی سیٹی کی آواز کے ہیں، اور وہ تین ہیں، زا، سین، صاد ——— (۷) جو حروف لثہ یعنی مسوڑھے کے قریب سے نکلتے ہیں ان کو حروف لثویہ کہتے ہیں اور وہ تین ہیں، ثا، ذال، ظا ——— (۸) جو حروف شفت یعنی لب سے نکلتے ہیں ان کو حروف شفویہ کہتے ہیں اور وہ چار ہیں با، فا، میم، واؤ ——— (۹) جو حروف منہ کے خلاء سے نکلتے ہیں ان کو حروف ہوائیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ حروف ہوا یعنی ہونٹوں سے حلق تک کے خلا پر پورے ہوتے ہیں اور حروف مدہ یعنی الف مدہ، واؤ مدہ، یائے مدہ ہیں۔

صفاتِ حروف کا بیان

صفتِ حروف اصطلاحِ قرا میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جو حروف کو مخرج سے ادا کرتے وقت پیش آتی ہے جیسے جہر ہمس وغیرہ پس صفت حرف کی اس حالت کو کہتے ہیں جس سے ایک مخرج سے ادا ہونے والے کئی حروف آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا معلوم ہوتے ہیں قول مختار کی بنا پر کل صفات سترہ ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں ایک لازمہ جو حروف سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی ادا نہ ہوا اس کو

ذاتیہ ومقومہ وممیزہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری عارضہ یہ صفت اگر ادا نہ ہو تو حروف ادا ہو جائیں گے مگر حروف میں خوبصورتی اور زینت نہ رہے گی اس کو محسنہ مزینہ محلیہ بھی کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں (۱) جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جیسے کسی حرف کا کبھی بوجہ استفال کے باریک ہونا اور کبھی بوجہ استعلا کے پُر ہونا ——— (۲) کسی دوسرے حرف کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے جیسے تفخیم و ترقیق ادغام اخفا اظہار وغیرہ۔ صفات عارضہ کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئیگی پہلے صفات لازمہ کا بیان ہوتا ہے:۔

صفاتِ لازمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) صفاتِ متضادہ، یعنی جس کی ضد کوئی دوسری صفت ہو، ان کو صفات لازمہ مشترکہ بھی کہتے ہیں، یہ دس ہیں یعنی پانچ کی ضد پانچ دیگر۔ ان میں پانچ قویہ ہیں وہ یہ ہیں جہر، شدۃ، استعلاء، اطباق، اذلاق۔ اور پانچ ان کی ضد یعنی ضعیف ہیں ہمس، رخاوت، استفال، انفتاح، اصمات۔ شدۃ اور رخاوت کے درمیان ایک صفت توسط بھی ہے لیکن اس کو مستقل شمار نہیں کیا گیا ہے ——— (۲) صفاتِ غیر متضادہ۔ ان کو صفاتِ لازمہ منفردہ بھی کہتے ہیں اور وہ سات ہیں۔ صفیر، قلقلہ لین، انحراف، تکرار، تفشی، استطالۃ، یہ سب قویہ ہیں سوائے لین کے۔ پس صفاتِ قویہ گیارہ ہیں: جہر، شدت، استعلاء، اطباق، اصمات، صفیر، قلقلہ، انحراف، تکرار، تفشی، استطالۃ۔ اور ضعیفہ سات ہیں: ہمس، رخاوت، توسط، استفال، انفتاح، اذلاق، لین۔ جاننا چاہئے کہ اگرچہ صفاتِ غیر متضادہ کے لئے بھی اضداد ہیں مثلاً اگر کسی صفت میں تفشی یا استطالہ وغیرہ پائی جاتی ہے تو دوسرے حرف میں اس کی ضد یعنی تفشی یا استطالت نہ ہونا پائی جائے گی لیکن ان کی ضد کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور ان کے اضداد کے الگ نام نہیں ہیں اس لئے ان کو غیر متضادہ کہتے ہیں۔ پس ہر حرف میں صفات متضادہ میں سے پانچ صفتیں لازمی پائی جائیں گی یعنی ضدین میں سے ایک ایک صفت ضرور ہو گی اور غیر متضادہ میں سے بعض صفات کسی حرف میں اور بعض کسی حرف میں پائی جائیں گی ہر حرف میں ہر صفت غیر متضادہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ ہر حرف میں جتنی صفات قوت کی ہوں گی اتنا ہی وہ حرف قوی ہوگا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی ضعیف ہوگا پس قوت وضعف کے اعتبار سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں۔ قوی، اقوی، متوسط، ضعیف، اضعف۔ (ج، د، ص، غ، ر، ب) قوی ہیں۔ (ط، ض، ظ، ق) اقوی ہیں۔ (ء، ا، ز، ت، خ، ذ، ع، ک) متوسط ہیں۔ (س، ش، ل، و، ی) ضعیف ہیں۔ (ث، ح، ن، م، ف، ہ) اضعف ہیں۔

صفات متضادہ کی تفصیل

(۱) جہر لغوی معنی اعلان اور شدت و زور سے پڑھنے کے ہیں، اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری ہونا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو جیسے بَأْسٌ بِئْسَ بُؤْسٌ کا ہمزہ، مَأْکُول کا ہمزہ، شَیْءٌ کی ی و ہمزہ۔ اس کے حروف کو مجہورہ کہتے ہیں جو انیس ۱۹ ہیں اور ان کا مجموعہ ظَلَّ قَوُّ رَبِضٍ اِذْ غَزَا جُنْدٌ مُطِیْعٌ ہے۔ اس صفت کی ضد ہمس ہے ہمس کے لغوی معنی خِفا یعنی پوشیدہ ہونا اور اصطلاح میں حروف کے ادا کرتے وقت نرمی سے پڑھنا اس طرح کہ آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو

جیسے یَلْهَثْ کی ثا اس کے حروف کو مہموسہ کہتے ہیں جو دس ہیں اور جن کا مجموعہ یہ ہے (فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ)-
ان کے علاوہ سب مجہورہ ہیں جو اوپر بیان ہوئے ــــــ (۲) شدّۃ. لغوی معنی سختی اور اصطلاحی معنی وہی ہیں جو جہر کے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ان کے ادا کرنے میں آواز سکون کے وقت اُن کے مخرج میں اتنی قوت سے رُکنی چاہئے کہ فوراً بند ہو جائے اور سخت جیسے اَحَدْ کی دال، پس جہر میں سانس خود حروف کی وجہ سے بند ہوتا ہے اور شدّت میں آواز کی قوت کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اگرچہ بند ہو کر پھر جاری ہو جائے۔ اس کے حروف کو شدیدہ کہتے ہیں جو آٹھ ہیں اور جن کا مجموعہ (اَجِدْ قَطٍ بَکَتْ) ہے اس کی ضد رخاوت ہے۔ رخاوت کے لغوی معنی نرمی کے ہیں اور اصطلاح میں جو معنی ہمس کے تھے وہی اس کے بھی ہیں اور جو فرق جہر و شدت میں تھا اس میں بھی ہے یعنی آواز اتنے ضعف سے رُکے کہ جاری رہ سکے اور نرم ہو جیسے مَعَایِشْ کا شین، اس کے حروف کو رخوہ کہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان میں ایک صفت توسط ہے اس کے حروف کو متوسطہ اور بینیہ کہتے ہیں جن کا مجموعہ (لِنْ عُمَرْ) ہے، توسط کے لغوی معنی بیچ میں ہونا اور اصطلاح میں یہ ہے کہ نہ آواز بالکل بند ہو اور نہ دیر تک جاری رہ سکے جیسے قُلْ کا لام، ان کی قوت میں کچھ کمی ہے اس لئے متوسطہ کہلاتے ہیں۔
حروف شدیدہ و متوسطہ کے علاوہ باقی سب یعنی سولہ حروف رخوہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے (شَخْصٌ سَاحِفٌ هُوَّزُ ثُحِذْ ضَظَغٍ) ــــــ (۳) استعلاء اس کے لغوی معنی بلندی طلب کرنا اور اصطلاح میں ان کے ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے حروف پُر ہو جاتے ہیں اس کے حروف کو مستعلیہ کہتے ہیں جو سات ہیں جن کا مجموعہ (خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ) ہے۔ اس کی ضد استفال ہے جس کے لغوی معنی پستی طلب کرنا اور اصطلاح میں ان کے ادا کرتے وقت زبان کا تالو کی طرف بلند نہ ہونا جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہیں گے اس کے حروف کو مستفلہ کہتے ہیں حروفِ مستعلیہ کے علاوہ باقی سب یعنی بائیس حروف مستفلہ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں ؎

ثَبَتَ عِزٌّ مَنْ یُجَوِّدُ　　　حَرْفَہٗ اِذْ سَلَّ شَکَا

(۴) اطباق، اس کے لغوی معنی لپٹنا اور ملنا مطلقاً اور اصطلاح میں ان کے ادا کرتے وقت زبان کے اکثر حصہ کا تالو سے مل جانا جیسے مَطْلَعِ کی طا اس کے حروف کو مطبقہ کہتے ہیں جو چار ہیں اور وہ یہ ہیں (ص ض ط ظ) اس کی ضد انفتاح جس کے لغوی معنی کشادہ ہونا اور جدا ہونا، اصطلاح میں ان حروف کے ادا کرتے وقت زبان کا تالو سے اتنا جدا رہنا کہ حروف ادا کرتے وقت درمیانی خلا میں سے ہوا نکل جائے اور زبان کی جڑ تالو سے خواہ ملے یا نہ ملے مطلب یہ کہ ان کے ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ تالو سے نہیں ملتا جیسے کَمْ کا کاف، اس کے حروف کو منفتحہ کہتے ہیں جو مطبقہ کے علاوہ باقی سب یعنی پچیس (۲۵) ہیں ــــــ
(۵) اذلاق، اس کے لغوی معنی تیز کرنا اور پھسلنا اور ذلق ہر شے کے کنارے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ہونٹ یا زبان کے کنارہ سے اس طرح ادا کرنا کہ بہت سہولت سے ادا ہوں جیسے پھسلنی جگہ سے کوئی چیز آسانی سے پھسل جاتی ہے اسی لئے اس کے حروف سریع النطق ہیں جیسے مَالِكِ کا میم۔ اس کے حروف کو مذلقہ کہتے ہیں جو چھ ہیں اور جن کا مجموعہ

(فَرَّ مِنْ لُّبِّ) ہے، ان میں سے تین حروف (ب، ف، م) ہونٹوں کے کنارے سے نکلتے ہیں اور تین حروف (ل، ر، ن) زبان اور تالو کے کنارے سے نکلتے ہیں۔ اس کی ضد اصمات ہے اس کے لغوی معنی روکنا ہیں اور اصطلاح میں ان حروف کو زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے ادا نہ کرنا بلکہ ان کے مخرج سے جماؤ کے ساتھ مضبوطی سے ادا کرنا ورنہ صاف ادا نہ ہوں گے اس کے حروف کو مصمتہ کہتے ہیں جو مذلقہ کے علاوہ باقی سب یعنی تیئیس حروف ہیں ——— (ف۔ اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ ان صفاتِ متضادہ میں سے ہر حرف میں ضدین میں سے پانچ صفات لازمی طور پر پائی جائیں گی)۔

صفات غیر متضادہ کی تفصیل

(۱) قلقلہ، اس کے لغوی معنی اضطراب اور حرکت کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ان کے مخرج میں بحالتِ سکون سختی کے ساتھ جنبش دینا لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ حرکت ہو جائے یعنی ان کے ادا کرنے میں جب کہ یہ حروف ساکن ہوں خواہ وقف کی وجہ سے سکون ہو تو ایک آواز ٹوٹتی ہوئی نکلنی چاہیئے جو نہ تشدید کے مثل ہو اور نہ کوئی حرکت ہو جیسا کہ فَلَقْ کا ق۔ اس کے حروف کو مقلقل کہتے ہیں جو پانچ ہیں اور جن کا مجموعہ (قُطْبُ جَدٍّ) ہے مگر ق میں قلقلہ واجب ہے اور باقی چار میں جائز ہے۔ (ان حروف میں قلقلہ صرف مخرج کی جنبش ہی سے ادا ہوتا ہے حرف کی جنبش سے نہیں کیونکہ ان حروف میں ایک قوت ہے جس کے سبب سے ان کے سکون کے تلفظ میں سننے والے کو ان کی جنبش کا وہم ہوتا ہے حقیقت میں جنبش نہیں ہوتی، اگر حرف میں جنبش ہوگئی تو یہ معیوب ہے جس سے حرکت یا تشدید ہو جائے گی اس سے پرہیز ضروری ہے) ——— (۲) تکریر (تکرار) لغوی معنی کسی چیز یا بات کو ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ لوٹانا ہے اور اصطلاح میں اس کے حرف کے ادا کرنے میں زبان کو پوری طرح قرار اور جماؤ نہ ہونا بلکہ اس طرح کانپنا کہ تکرار کے مشابہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر جماؤ کو بالکل ہی چھوڑ دیا جائے تو بجائے ایک حرف کے کئی حرف ادا ہو جائیں اور یہ صفت صرف را کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی حرف میں نہیں پائی جاتی۔ اسی وجہ سے را میں ایک قسم کی قوت ہوتی ہے جیسے رَبِّ کی را۔ اگر را کی صفتِ تکریر بالکل ادا نہ کی جائے تو را مثل واؤ کے ہو جائے گا اور ایسا کرنا غلط ہے لیکن حد سے زیادہ صفتِ تکریر ادا نہ کرنا چاہیئے کہ جس سے بجائے ایک را کے کئی را ادا ہو جائیں اس سے پرہیز لازم ہے اگرچہ وہ را مشدّد ہی ہو یعنی مشدّد کی حالت میں دو را سے زیادہ نہ ادا کی جائیں ——— (۳) تفشّی۔ لغوی معنی انتشار یعنی پھیلنا اور اصطلاحاً حرف کے ادا کرنے میں آواز کا منہ میں پھیلنا۔ یہ صفت صرف شین معجمہ میں ہی پائی جاتی ہے۔ اس کے ادا کرنے میں آواز پھیلی ہوئی ہونی چاہیئے لیکن آواز اوپر نہ چڑھنی چاہیئے ورنہ شین پُر ہو جائے گی جیسے شَیْءٌ کی شین ——— (۴) استطالت (لمبائی میں ادا ہونا) لغوی معنی درازی چاہنا اور اصطلاحاً اس کے ادا کرنے میں شروع مخرج سے اخیر مخرج تک (یعنی حافۂ زبان کے شروع سے حافۂ زبان کے اخیر تک) بتدریج آواز نکلنی چاہیئے یعنی آواز یکایک فوراً ایک دفعہ نہ نکلے بلکہ درازیٔ مدّ کی سی کیفیت ظاہر ہو جیسے وَلَا الضَّآلِّيْنَ کا ضاد۔ یہ صفت ضاد کے ساتھ مخصوص ہے (اس میں قصداً دیر تک آواز کو جکڑ دینا یا اس کو دال پُر یا ظا پڑھنا ٹھیک نہیں بلکہ اس کے اصلی مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے اور کسی ماہر قاری سے اس کی صحت ضرور کرنی چاہیئے) ———

(۵) صفیر (سیٹی کی سی آواز) لغوی معنی چڑیا کی آواز یا دوسرے جانوروں کیلئے سیٹی بجانا، اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ادا کرتے وقت آواز کا مثل سیٹی کے نکلنا، اس کے تین حروف ہیں زا، سین، صاد۔ ان کو حروفِ صفیرہ کہتے ہیں، ان کے ادا کرنے میں خفیف سی سیٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ ایسی ممیزو قوی ہے کہ اگر اس کو ادا نہ کیا جائے تو بجائے زا کے ذال اور بجائے سین کے ثا ہو جائے گی (لیکن بہت زیادہ مبالغہ نہیں کرنا چاہیئے) ــــ (۶) انحراف، اس کے لغوی معنی لوٹنا اور ٹیڑھا ہونا اور اصطلاح میں اس کے حروف کے ادا کرتے وقت زبان کے کنارے کا پشتِ زبان کی طرف لوٹنا اس کے حروف کو منحرفہ کہتے ہیں اور وہ دو ہیں لام، را۔ لام کی ادائیگی میں آواز زبان کے سرے کی طرف اور را کی ادائیگی میں زبان کی پیٹھ کی طرف پھرے لیکن اس طرح کہ بجائے لام کے را اور بجائے را کے لام نہ ہونے پائے جیسا کہ بعض بچوں سے ہو جاتا ہے ــــ

(۷) لین، لغت میں اس کے معنی نرم کے ہیں اور اصطلاح میں اس کے حروف کو ان کے مخارج سے ایسی نرمی سے ادا کرنا کہ بالکل تکلف نہ ہو، اور اگر ان میں مد کرنا چاہیں تو مد ہو سکے جیسے ضَعِیْفٌ کی یٓ اور خَوْفٌ کی واؤ۔ اس کے دو ہی حرف ہیں واؤ اور یا جبکہ یہ دونوں ساکن ہوں اور ان کا ماقبل مفتوح ہو یعنی پہلے حرف پر زبر ہو۔ (جاننا چاہئے کہ حروفِ علت تین ہیں الف، واؤ، یا جبکہ ساکن ہوں۔ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھٹکے کے پڑھا جاتا ہے واؤ اور یا متحرک بھی ہوتے ہیں اور اس وقت وہ حروفِ علت نہیں ہوتے بلکہ حروف صحیح ہوتے ہیں۔ پس اگر حروف علت کے ماقبل کی حرکت موافق ہو یعنی الف کے پہلے حرف پر زبر ہو اور واؤ کے پہلے حرف پر پیش ہو اور یا کے پہلے حرف پر زیر ہو تو تینوں حروفِ مدہ کہلاتے ہیں اور اگر واؤ اور یا کا پہلا حرف مفتوح یعنی زبر والا ہو تو یہ دونوں لین کہلاتے ہیں۔)

صفاتِ ممیزہ

حروف اگر صفاتِ لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج کے ذریعہ ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفتِ لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ جن حرفوں میں مخرج کے ذریعہ سے امتیاز کیا جاتا ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ جن حروف کا مخرج ایک ہی ہو ان کے بیان کرنے کی ضرورت ہے وھو ھذا:ــــ (۱) (ا ء ہ) الف میں رخاوت اور مدیت ہے، اور ء میں شدت اور غیر مدیت ہے۔ ہمزہ اور ہ میں یہ امتیاز ہے کہ ہمزہ میں جہر اور شدت ہے اور ہ میں ہمس اور رخاوت ہے اور الف اور ہ میں جہر و مدیت کے مقابل ہمس اور غیر مدیت کا امتیاز ہے باقی صفات میں یہ تینوں مشترک ہیں ــــ (۲) (ع ح)۔ ح میں ہمس اور رخاوت ہے اور عین میں جہر و توسط باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں ــــ (۳) (غ خ) غ میں جہر ہے اور خ میں ہمس اور باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں ــــ (۴) (ج ش ی (غیر مدہ)۔) ج میں جہر اور شدت ہے اور ش میں ہمس و رخاوت و تفشی ہے اور ی میں جہر و رخاوت ہے پس جہر میں ج ی مشترک ہیں اور رخاوت میں ش ی مشترک ہیں اور استفال و انفتاح و اصمات میں یہ تینوں مشترک ہیں ــــ (۵) (ت د ط) ت میں ہمس ہے اور د ط میں جہر اور ت د میں استفال و انفتاح ہے، اور ط میں استعلاء و اطباق اور ط د میں قلقلہ ہے لیکن ت میں نہیں ہے شدت اور اصمات میں تینوں میں اشتراک ہے ــــ (۶) (ث ذ ظ)۔ ذ ظ میں جہر میں اشتراک ہے اور ث میں ان کے برخلاف

ہمس ہے، ث ذ استفال و انفتاح میں مشترک ہیں ان کے برعکس ظ میں استعلاء و اطباق ہے رخاوت و اصمات میں ان تینوں کا اشتراک ہے ــــ (۷) (ز س ص) س ص ہمس میں مشترک ہیں بخلاف ز کے کہ اس میں جہر ہے۔ ز س استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، ان کے برعکس ص میں استعلاء واطباق ہے باقی صفات یعنی رخاوت اصمات اور صفیر میں تینوں کا اشتراک ہے ــــ (۸) (ل ن ر) امام سیبویہ وخلیل وغیرہما کے نزدیک ان تینوں حروف کا مخرج الگ الگ ہے اس لئے یہ مخرج سے ممتاز ہو جائیں گے لیکن امام فراء نے قرب کا خیال کر کے ایک ہی مخرج بیان کیا ہے اس لئے ان کی امتیازی صورت یہ ہے کہ ل ر میں انحراف ہے جو ن میں نہیں اور ر میں تکریر ہے جو ل ن میں نہیں، سب صفات متضادہ یعنی جہر توسط استفال انفتاح اذلاق میں یہ تینوں مشترک ہیں ــــ (۹) (ب م و) ب میں شدت اور قلقلہ ہے اور میم میں توسط اور واؤ میں رخاوت اور لین ہے، ب م میں اذلاق ہے جبکہ و میں اصمات ہے اور واؤ کے ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں بھی مخرج سے امتیاز ہوتا ہے جہر استفال اور انفتاح میں یہ تینوں مشترک ہیں ــــ (۱۰) (ض ظ) ض میں استطالہ ہے جو ظ میں نہیں ہے باقی سب صفات میں یہ دونوں مشترک ہیں اور دراصل یہ مخرج سے ہی ممیز ہیں اور اشتراک صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے۔

فائدہ ۱: ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناف ہل جائے۔ ناف سے کسی حرف کا کوئی تعلق نہیں ہے ــــ ۲: (ف ہ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں نہایت ہی نرمی سے ادا ہونے چاہئیں ــــ ۳: حروف ع ح کو ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسطِ حلق سے نہایت لطافت کے ساتھ بلا تکلف نکالنا چاہئے ــــ ۴: ک ت میں اگرچہ بوجہ شدت کے آواز فوراً بند ہو جاتی ہے مگر بوجہ ضعف و ہمس کے کچھ سانس جاری رہ سکتا ہے اس وجہ سے یہ دونوں حروف مہموسہ شدیدہ ہیں۔ حروفِ شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جسقدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی آواز ہوتی ہے۔ اب ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جو حروف کے مخارج وصفاتِ متضادہ وغیر متضادہ وصفاتِ ممیزہ کو ظاہر کرتا ہے اور اب تک کے بیان کا خلاصہ ہے۔

نقشہ مخارج وصفات لازمہ حروف

	مخارج	حروف	صفات متضادہ خمسہ					صفات غیر متضادہ	صفاتِ ممیزہ		
			۱	۲	۳	۴	۵		۱	۲	۳
حروف حلقی: اس میں [illegible]	(۱) اقصائے حلق۔ (حلق کا آخری سرا سینے کی طرف)	ء	جہر	شدت	استفال	انفتاح	اصمات	۔	جہر	شدت	-
		ھ	ہمس	رخاوت	״	״	״	۔	ہمس	رخاوت	-
	(۱) وسطِ حلق (حلق کا بیچ)	ع	جہر	توسط	״	״	۔	۔	جہر	توسط	-
		ح	ہمس	رخاوت	״	״	۔	۔	ہمس	رخاوت	-

اصل دوم وسطِ دہن یعنی زبان اس میں دس مخارج ہیں اور اٹھارہ حروف نکلتے ہیں جن کو وسطی یا لسانی کہتے ہیں

اصل سوم دونوں لب اس میں دو مخرج ہیں جن سے چار حروف نکلتے ہیں

مخرج	حرف									
(۳) ادنائے حلق، حلق کا سرا جو منہ کی جانب ہے۔	غ	جہر	رخاوت	استعلاء	انفتاح	اصمات	۔	جہر	۔	۔
	خ	ہمس	”	”	”	”	۔	ہمس	۔	۔
(۴) اقصائے لسان	ق	جہر	شدت	”	”	”	قلقلہ	جہر	استعلاء	قلقلہ
(۵) اقصائے لسان لیکن ذرا منہ کی طرف ہٹ کر۔	ک	ہمس	”	استفال	”	”	-	ہمس	استفال	-
(۶) وسط لسان اور اس کے اوپر کا تالو۔	ج	جہر	”	”	”	”	قلقلہ	جہر	شدت	قلقلہ
” ”	ش	ہمس	رخاوت	”	”	”	تفشی	ہمس	رخاوت	تفشی
”	ی غیر مدہ	جہر	”	”	”	”	لین جبکہ ماقبل زبر ہو ورنہ مدیت	جہر	”	لین و مدیت
(۷) زبان کی کروٹ ڈاڑھوں سے متصل اور ایک طرف کی اوپر کی ڈاڑھیں	ض	”	”	استعلاء	اطباق	”	استطالت	یہ استطالت میں ظ سے ممتاز ہے		
(۸) طرف زبان جبکہ اوپر نیچے چار دانتوں کے مسوڑھوں سے لگے	ل	”	توسط	استفال	انفتاح	اذلاق	انحراف	انحراف	-	-
(۹) طرف زبان ل سے کم یعنی اوپر کے تین دانتوں سے لگے۔	ن	”	”	”	”	”	-	-	۔	-
(۱۰) طرف زبان ن کے مخرج کے قریب یعنی اگلے دو دانتوں سے لگے پشت زبان کو بھی دخل ہے۔	ر	”	”	”	”	”	انحراف و تکریر	انحراف	تکریر	
(۱۱) نوک زبان اور اوپر کے دو دانتوں	ت	ہمس	شدت	”	”	اصمات	-	ہمس	-	-
کی جڑ کی طرف والا آدھا حصہ	د	جہر	”	”	”	”	قلقلہ	جہر قلقلہ	استفال و قلقلہ	انفتاح
	ط	”	”	استعلاء	اطباق	”	”	و قلقلہ	استعلاء	اطباق
(۱۲) نوک زبان اور اوپر کے اگلے دو	ث	ہمس	رخاوت	استفال	انفتاح	”	-	ہمس	-	-
دانتوں کی نوک کے اوپر والا	ذ	جہر	”	”	”	”	-	استفال	انفتاح	-
آدھا حصہ	ظ	”	”	استعلاء	اطباق	”	-	استعلاء	اطباق	
(۱۳) نوک زبان اور نیچے کے اگلے دو	ز	”	”	استفال	انفتاح	”	صفیر	جہر	استفال	انفتاح
دانتوں کا کنارہ اوپر کے اگلے دو دانتوں کے ساتھ مل کر یعنی اوپر اور	س	ہمس	”	”	”	”	”	ہمس	”	۔
نیچے کے اگلے دو دو دانتوں کے درمیان آجائے۔	ص	”	”	استعلاء	اطباق	”	”	۔	استعلاء	اطباق
(۱۴) اوپر کے اگلے دو دانتوں کی نوک جب نیچے کے ہونٹ کے اندر والے حصے سے لگے۔	ف	”	”	استفال	انفتاح	اذلاق	-	”	-	-
(۱۵) دونوں ہونٹوں کی تری کے ملنے سے۔	ب	جہر	شدت	”	”	”	قلقلہ	شدت	اذلاق	قلقلہ
” ” خشکی کے ملنے سے۔	م	”	توسط	”	”	”	-	توسط	۔	-
دونوں ہونٹوں کو گول کر کے ناتمام بند کرنے سے۔	و غیر مدہ	”	رخاوت	”	”	اصمات	لین یا مدہ ہونا	رخاوت	اصمات	لین یا مدہ ہونا

مخرج	حروف	جہر	رخاوت	استفال	انفتاح	اصمات	مدیت		
(۱۶) جوف یعنی منھ اور ہونٹ کے درمیان کی خالی جگہ اور یہ تین ہیں جوفِ حلق، جوفِ دہن، جوفِ لب۔	و ی ا	•	•	•	•	•	لین یا مدہ ہونا	لین ہونا	بلندی پستی پھیلاؤ
(۱۷) خیشوم (ناک کا بانسہ)	ن غنہ م غنہ	یہ صفت کسی اور حرف میں نہیں پائی جاتی اور اسی صفت سے یہ دوسرے حروف سے ممتاز ہیں۔ ان کا تفصیلی بیان آگے آتا ہے۔							

یہ دونوں مخرج مقدر کہلاتے ہیں۔

احتیاط ہمزہ کو سخت اور باریک ادا کرے اگر نرم پڑھے گا تو الف کے مشابہ ہو جائے گا ــــ ب کو سخت اور باریک ادا کرے اگر ب کو زیادہ نرم کرے گا تو واؤ کے مشابہ ہو جائے گا ــــ ت کو بھی سخت اور باریک ادا کرے اور اطباق یعنی پُر کرکے ط کے ساتھ نہ ملائے ــــ ث کو اس طرح باریک اور نرم ادا کرے کہ س کے مشابہ نہ ہو جائے ــــ ج سخت اور باریک ہے اس کو نرم نہیں ادا کرنا چاہئے ــــ ح کو باریک اور نرم کرے لیکن اس میں اور ۃ (ہائے ہوز) میں فرق کرے ــــ خ کو نرم اور پُر کرنا چاہئے ــــ د کو سخت اور باریک ادا کرے تاکہ ذ کے مشابہ نہ ہو جائے ــــ ذ کو خوب نرم اور باریک ادا کرے تاکہ ز نہ بن جائے ــــ ر کو سختی اور نرمی میں بین بین ادا کرنا چاہئے مگر بعض جگہ باریک اور بعض جگہ پُر پڑھی جاتی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے انشاء اللہ ــــ ز کو نرم اور باریک ادا کرے اور س کے ساتھ نہ ملائے ــــ س اور ش نرم اور باریک ہیں ــــ ص اور ض نرم اور پُر ہیں ــــ ط سخت اور پُر ہے ــــ ظ نرم اور پُر ہے اور یہ چاروں حروف مطبقہ ہر حال میں پُر رہتے ہیں ــــ ع باریک ہے اور سختی نرمی میں متوسط یعنی بَین بَین ہے ــــ غ سخت اور پُر ہے ــــ ف کو نرم اور باریک ادا کرے اس طرح کہ واؤ کی بُو پیدا نہ ہو ــــ ق کو سخت اور پُر پڑھے ــــ ک کو سخت اور باریک ادا کرے مگر کافِ فارسی (گ) نہ ہو جائے ــــ ل باریک ہے اور سختی نرمی میں بَین بَین ہے ــــ م اور ن بھی باریک اور سختی نرمی میں بَین بَین ہیں ــــ و اور ۃ نرم اور باریک ہیں ــــ یاء (ی) نرم اور باریک ہے۔

صفاتِ لازمہ کا بیان ختم ہوا اب صفاتِ عارضہ کا بیان ہوتا ہے۔

صفاتِ عارضہ جو صفتِ عارضہ کسی صفتِ ذاتیہ لازمہ کی وجہ سے پیدا ہو اس کو عارض بالصفت کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں تفخیم و ترقیق اور جو کسی حرف کے ملنے سے پیدا ہو وہ عارض بالحرف کہلاتی ہے۔ اور عارض بالحرف صفاتِ عارضہ تمام حرفوں میں نہیں آتیں آٹھ حرفوں میں مختلف شکلوں سے آتی ہیں اور وہ حروف یہ ہیں:۔

لامؔ ۔ راؔ ۔ میمؔ ۔ نونِ ساکن و تنوین و مشدد ۔ الفؔ ۔ واؤ مدہ، واؤ لین ۔ یائے مدہ ۔ یائے لین اور ہمزہ ۔ ان آٹھوں کا مجموعہ یہ ہے (اَوْ یَرْمَلَانْ) ۔ اور صفتِ عارضہ کی مختلف صورتیں یہ ہیں: تفخیم ۔ ترقیق ۔ قلب ادغام، اظہار اخفاء، مد و قصر وغیرہ۔

اب ان عنوانات کی تفصیل آتی ہے:۔

تفخیم و ترقیق کا بیان

(نیز الف و واؤ مدہ و لام و را کی تفخیم و ترقیق) تفخیم کے معنی پُر کرنا اور ترقیق کے معنی باریک کرنا ہے۔ جس حرف کو پُر کیا جائے اس کو مُفخَّمْ کہتے ہیں اور جس کو باریک پڑھا جائے اس کو مُرَقَّقْ کہتے ہیں۔ پُر و باریک کرنے کے اعتبار سے حروف کی تین قسمیں ہیں مفخم۔ مرقق۔ مشترک یعنی جو کبھی مفخم پڑھے جاتے ہیں اور کبھی مرقق۔ ایسے حروف جو ہمیشہ ہر حالت میں پُر پڑھے جاتے ہیں وہ حروفِ مستعلیہ ہیں جو سات ہیں جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے۔ پس یہ حروف ہر حال میں یعنی خواہ مضموم ہوں یا مفتوح یا مکسور یا ساکن ہوں پُر پڑھے جاتے ہیں اور اس تفخیم کو جو حروفِ مستعلیہ کے ساتھ مخصوص ہے تفخیم مستقل کہتے ہیں۔ اس تفخیم کے پانچ مراتب ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تفخیم اس وقت ہوتی ہے جبکہ حروفِ مستعلیہ مفتوح اور اس کے بعد الف ہو جیسے قَالَ، طَالَ۔ دوسرے درجے کی تفخیم جب حروف مستعلیہ صرف مفتوح ہوں یعنی ان کے بعد الف نہ ہو۔ اِنْطَلَقَ، خَلَقَ۔ تیسرے درجے کی تفخیم جب مضموم ہو جیسے مُحِیْطٌ۔ بَرْقٌ۔ چوتھے درجے کی تفخیم جب ساکن ہو یَقْطَعُ یَضْرِبُ۔ پانچویں درجے کی تفخیم جب مکسور ہو جیسے ظِلٍّ، قِرْطَاسٍ۔ حروفِ مستعلیہ کے علاوہ باقی حروف جو مستفلہ کہلاتے ہیں سب مرقق ہیں یعنی باریک پڑھے جاتے ہیں سوائے ان چار حروف کے الف، واؤ مدہ، اللہ کا لام، را۔ کہ یہ چاروں حروف مشترک ہیں یعنی کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں اسی لئے ان میں تفخیم غیر مستقل کہلاتی ہے لیکن اس کا ادا کرنا بھی ضروری ہے ورنہ ترکِ واجب لازم آئے گا۔

حروفِ مشترک کی تفصیل

(۱) اگر الف اور واؤ مدہ کے پہلے کا حرف پُر ہو گا تو الف اور واؤ مدہ بھی پُر ہوں گے اور اگر ان کے پہلے کا حرف باریک ہو گا تو یہ دونوں بھی باریک ہوں گے جیسے طَالَ، زَالَ، طُوْلَ — (۲) لام کی ترقیق و تفخیم اس طرح پر ہے کہ ہمارے امام صاحب یعنی امام حفصؒ کے نزدیک (جو کہ امام ابو عاصمؒ کے شاگرد و راوی ہیں) سب لام باریک پڑھے جاتے ہیں سوائے اَللّٰہ اور اَللّٰھُمَّ کے لام کے۔ (اَللّٰھُمَّ بھی لفظ اللہ ہی ہے میم مشدد قائم مقامِ یا حرفِ ندا اس کے آخر میں زیادہ کر دیا گیا ہے جس کے معنی ہوئے یا اللہ)۔ پس اگر لفظ اللہ اور اللھم کے پہلے فتحہ (زبر) یا ضمہ (پیش) ہو تو پُر ہو گا مثلاً وَاللّٰہِ، اَللّٰہُ، رَفَعَہُ اللّٰہُ، قَالُوا اللّٰھُمَّ، عَلَیْہُ اللّٰہُ وغیرہ لفظ اللہ میں دو لام ہیں اور صحیح قول کی بنا پر دونوں پُر پڑھے جائیں گے۔ اور ان کے پہلے کسرہ (زیر) ہو تو یہ لام باریک ہو گا۔ مثلاً لِلّٰہِ بِاللّٰہِ قُلِ اللّٰھُمَّ وغیرہ (واضح رہے کہ سیقول السفھاء من الناس مَا وَلّٰھُمْ میں مَا وَلّٰھُمْ کا لام اللہ کا لام نہیں ہے اس لئے اس کو باریک پڑھنا چاہئے بعض لوگ جو بے احتیاطی سے یا معنی نہ جاننے کی وجہ سے اللہ کا لام سمجھ لیتے ہیں اور پُر کر دیتے ہیں خیال رکھیں) — (۳) را کی تفخیم و ترقیق کی تین حالتیں ہیں، محض تفخیم، محض ترقیق، دونوں جائز۔ اور اس کے دس قاعدے ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

را کی تفخیم و ترقیق کے قاعدے

(۱) اگر را متحرک ہو اور وہ حرکت فتحہ (زبر) یا ضمہ (پیش) ہو تو وہ را پُر ہو گی جیسے رَبِّ، رَعْدٌ، رُبَمَا، رُزِقْنَا، رُزِقُوْا وغیرہ۔ اور اگر را کی حرکت کسرہ (زیر) ہو تو

باریک پڑھی جائے گی جیسے رِجَالٌ، رِقَابٌ، رِزْقٌ وغیرہ ——— (۲) اگر رَا ساکن ہو تو قاعدہ ۱ اُس کے ماقبل حرف پر جاری ہوگا پس اگر اس کے پہلے کا حرف متحرک ہے اور وہ حرکت زبر یا پیش ہے تو رَا پُر ہوگی جیسے بَرْقٌ، یُرْزَقُوْنَ وغیرہ، اور اگر پہلے حرف پر کسرہ (زیر) اصلی ہے اور اس کے بعد اسی کلمہ میں حرفِ مستعلیہ نہ ہو تو رَا باریک پڑھی جائے گی جیسے شِرْعَۃً فِرْعَوْنَ وغیرہ ——— (۳) اگر رَا ساکن سے پہلے حرف پر کسرہ اسی کلمہ میں نہ ہو بلکہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہ رَا ساکن بھی ماقبل کسرہ ہونے کے باوجود پُر پڑھی جائے گی۔ جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ میں رب ایک کلمہ ہے اور ارْجِعُوْن دوسرا کلمہ ہے ——— (۴) اسی طرح اگر رَا ساکن سے پہلے کسرہ اصلی نہ ہو بلکہ عارضی ہو یعنی کسی وجہ سے عارض ہوا تب بھی وہ رَا پُر پڑھی جائے گی جیسے اِنِ ارْتَبْتُمْ، اَمِ ارْتَابُوْا، ان دونوں میں اِنْ کے ن کو اور اَمْ کے میم کو اصل میں سکون تھا دوسرے کلمہ کے ساتھ ملنے کی وجہ سے کسرہ عارض ہوا ہے اِن کا اصلی نہیں ہے ——— (۵) اگر رَا ساکن ماقبل مکسور کے بعد حرفِ مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں رَا ہے تب بھی وہ رَا پُر پڑھی جائے گی جیسے قِرْطَاسٌ، فِرْقَۃٌ، مِرْصَادٌ، مگر لفظ فِرْقٍ میں دونوں وجہیں (یعنی تفخیم و ترقیق دونوں) جائز ہیں اسی طرح جو رَا وقف کی حالت میں ہو، اور اس سے پہلے حرف مستعلیہ ہو تو اس میں حالتِ وقف میں دونوں وجہیں جائز ہیں مثلاً عَیْنَ الْقِطْرِ اور اُدْخُلُوْا مِصْرَ وغیرہ، مگر مِصْرَ میں رَا پر زبر ہونے کی وجہ سے تفخیم اولیٰ ہے اور القطر میں رَا پر زیر ہونے کی وجہ سے ترقیق اولیٰ ہے ——— (۶) اگر رَا ساکن ماقبل مکسور کے بعد حرف مستعلیہ اُسی کلمہ میں نہ ہو بلکہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہ رَا باریک ہوگی مثلاً وَاصْبِرْ صَبْرًا ——— (۷) اگر رَا متحرک سے پہلے یائے ساکن ہو تو وقف کی حالت میں ہر حال میں باریک ہوگی خواہ اُس یائے ساکن سے پہلے حرف پر فتحہ ہو یا کسرہ مثلاً خَیْرٌ، ضَیْرٌ، خَبِیْرٌ، قَدِیْرٌ ——— (۸) اگر رَا پر وقفِ سکون یا وقفِ اشمام ہو اور اس کے ماقبل سوائے یٰ کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس ساکن کا ماقبل دیکھا جائے گا پس اگر وہ ماقبل مفتوح یا مضموم ہے تو رَا پُر ہوگی مثلاً فَجْرٌ، قَدْرٌ، نَارٌ، اُمُوْرٌ، نُوْرٌ، خُسْرٌ، وغیرہ۔ اور اگر ماقبل مکسور ہے تو رَا باریک ہوگی مثلاً حِجْرٌ، السِّحْرُ۔ مگر اِذَا یَسْرِ اس سے مستثنیٰ ہے اس کو بعض قرا نے باریک پڑھا ہے اور بعض نے پُر پڑھا ہے۔ اور اگر رَا متحرک سے پہلے یائے ساکن ہو تو وقف مذکورہ کی حالت میں بہرحال باریک پڑھی جائے گی جیسا کہ نمبر ۷ میں بیان ہوا ——— (۹) راء مرامہ یعنی جس رَا پر وقف بالروم کیا گیا ہو وہ اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی یعنی اگر کسرہ ہے تو باریک جیسے وَالْفَجْرِ اور اگر ضمہ ہے تو پُر جیسے مُّنْتَصِرٌ۔ (روم و اشمام کے معنی و تشریح وقف کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں) ——— (۱۰) راء ممالہ یعنی جس رَا پر امالہ ہو وہ باریک پڑھی جائے گی۔ امالہ کے معنی لغت میں جُھکانا اور اصطلاح میں اَلِف کو یا کی طرف اور اس کے زبر کو کسرہ کی طرف مائل کرکے پڑھنا امام حفصؒ کی روایت میں تمام قرآن شریف کے اندر صرف ایک ہی جگہ امالہ ہے یعنی مَجْرٖىهَا میں جو کہ سورۂ ہود میں ہے کہ اصل میں مَجْرٰىهَا تھا۔ رَا کے اوپر جو الف کھڑا ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا اور رَا کے زبر کو زیر کی طرف کرکے رَا کے آگے یائے مجہول پڑھی جائے گی یعنی رے اور یہ رَا باریک پڑھی جائے گی۔ (خلاصہ یہ ہوا کہ اگر

رَا متحرک مضموم یا مفتوح ہو یا رَا ساکن کا ماقبل مضموم یا مفتوح ہو، یا رَا ساکن سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو، یا رَا ساکن سے پہلے کسرہ عارضی ہو، یا رَا ساکن کے بعد اسی کلمہ میں حرفِ مستعلیہ ہو تو اِن سب صورتوں میں رَا مفخم (پُر) پڑھی جائے گی اور اگر رَا متحرک مکسور ہوگی، یا رَا ساکن کے ماقبل کسرۂ اصلی ہوگا یا رَا ساکن کے بعد حروفِ مستعلیہ اسی کلمہ میں نہ ہو یا رَا متحرک سے ماقبل یائے ساکن ہو اور اس لفظ پر وقف کیا جائے تو اِن سب صورتوں میں رَا مرقق (باریک) پڑھی جائے گی اور لفظ فِرْقٍ میں تفخیم و ترقیق دونوں جائز ہیں اسی طرح جو رَا حالتِ وقف میں ہو اور اس سے پہلے حرفِ مستعلیہ ہو تو دونوں جائز ہیں، زبر و پیش کی صورت میں تفخیم اولیٰ اور زیر کی صورت میں ترقیق اولیٰ ہے۔

فائدہ: ۱۔ رَا مشدد میں پہلی رَا دوسری کے تابع ہو کر ایک رَا کے حکم میں ہوتی ہے اور جیسی حرکت دوسری رَا پر ہوگی اسی کے مطابق پڑھی جائے گی یعنی زبر یا پیش ہوگی تو پُر پڑھی جائے گی جیسے لَيْسَ الْبِرَّ۔ لَيْسَ الْبِرُّ اور زیر کی صورت میں باریک جیسے بِالْبِرِّ

۲۔ تفخیم والے حروف میں پُر کرتے وقت اتنی زیادتی نہ کی جائے کہ وہ حرفِ مشدد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے، یا اگر مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ واؤ کی طرح ہو جائے۔ کیونکہ مفخم حرف کے فتحہ کو ضمہ کی مانند اور اس کے مابعد کے الف کو واؤ کی مانند پڑھنا بالکل خلافِ اصل اور غلط ہے۔ اسی طرح حرفِ مرقق (باریک پڑھا جانے والا حرف) کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ امالۂ صغریٰ کی مانند ہو جائے یہ خلافِ قاعدہ ہے۔

نونِ ساکن و تنوین و مشدد کا بیان

نونِ ساکن جزم والے نون کو کہتے ہیں جو کلمے کے درمیان یا آخر میں ہوتا ہے جیسے اُنْزِلَ، تُؤْمِنْ۔ اور کلمہ کے آخر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ادا کرتے وقت جو نون کی آواز نکلتی ہے اس کو تنوین کہتے ہیں اور یہ نون ساکن کی طرح پڑھی جاتی ہے جیسے ثً (ثَنْ)، ثٍ (ثِنْ)، ثٌ (ثُنْ) پس نون ساکن و تنوین کے احکام یکساں ہیں۔ نون ساکن یا تنوین کے بعد الف کے سوا باقی اٹھائیس حروفِ تہجی میں سے کوئی ایک حرف ضرور آئے گا۔ الف اس لئے نہیں آتا کہ یہ ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور زبر (فتحہ) والے حرف کے بعد آتا ہے اس لئے نون ساکن و تنوین کے بعد آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نون ساکن و تنوین کے بعد آنے والے اٹھائیس حروفِ تہجی کے چار احکام ہیں یعنی اظہار، ادغام، قلب یا اقلاب، اخفا۔ جو تجوید کے اندر وجوب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اظہار:- اظہار کے لغوی معنی ظاہر کرنا اور اصطلاح میں ہر حرف کو اس کے مخرج سے بغیر غنہ کے نکالنا۔ اظہار کے چھ حروف ہیں جو حروف حلقی کہلاتے ہیں یعنی ء ھ ع ح غ خا۔ پس اگر اِن میں کوئی حرف نون ساکن یا تنوین کے بعد خواہ اسی کلمہ میں جس میں نون ساکن یا تنوین ہے آئے یا اس سے آگے کے کلمہ کے شروع میں ہو، جس کلمہ کے آخر میں نون ساکن یا تنوین ہے تو اظہار ہوگا یعنی اس کی آواز ناک کے بانسہ میں بالکل نہ جائے بلکہ صاف اور واضح پڑھے۔ اس کو اظہارِ حلقی کہتے ہیں اور حروفِ حلقی کو حروفِ اظہار بھی کہتے ہیں۔ مثالیں:- (ء) مَنْ اٰسْلَمَ، مِّنْ اٰنِيَةٍ۔ (ہ) اِنْ هُوَ، اَكْلُهُمْ هٰذَا۔ (ع) اَنْعَمْتَ، فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ (ح) اِنْ حَكَمْتُمْ، عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (غ) مِنْ غَيْرِ اٰسِنٍ، قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ (خ) مِنْ خَوْفٍ، نَارًا خٰلِدًا۔

(۲)، **ادغام**: اس کے لغوی معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنے کے ہیں اور اصطلاحِ قراء میں پہلے حرفِ ساکن کو دوسرے حرفِ متحرک میں اس کا مثل بنا کر تشدید کے ساتھ داخل کرنا اس طرح کہ دونوں کا ایک مشدد حرف بن جائے اور زبان ایک مرتبہ میں دونوں کو ادا کرے۔ ادغام کی پوری بحث الگ عنوان سے آگے آتی ہے یہاں صرف نون ساکن و تنوین کے ادغام کا قاعدہ درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ادغام کے بھی چھ حروف ہیں یٓ، رٓ، مٓ، لٓ، وٓ، نٓ، ان کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ ہے۔ ان میں سے لٓ، رٓ، ان دو حرفوں میں سب کے نزدیک ادغام بلا غنہ یعنی ادغام تام بلا غنہ ہوگا جیسے مِنْ رَّبِّ، غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ، مِنْ لَّبَنٍ، مِنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ، (ان میں نہ نون کی صفتِ غنہ باقی رہی اور نہ نون کی ذات باقی رہی، اگرچہ نون لکھنے میں آتا ہے لیکن پڑھنے میں لام ورا ہی آتے ہیں) اور مٓ، نٓ، وٓ، یٓ، ان چار حرفوں میں جن کا مجموعہ یُوْمِنُ ہے ادغام بالغنہ ہوگا اور پھر اس میں بھی تقسیم ہے یعنی واو اور یا میں ادغام ناقص کرے اور میم اور نون میں ادغام کامل بالغنہ کرے یعنی اس میں بھی غنہ کی صفت باقی رہتی ہے لیکن وہ غنہ مدغم کا نہیں ہے بلکہ مدغم فیہ یعنی جس میں مدغم ہوا ہے اُس کا ہے اس لئے یہ ادغام تام ہے۔ لیکن یہ ادغام ناقص یا تام بالغنہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ نون ساکن یا تنوین کلمہ کے آخر میں ہو اور اس سے اگلے کلمہ کا پہلا حرف یُوْمِنُ کے حرفوں میں سے کوئی حرف ہو مثلاً مِنْ وَّلِیٍّ، ظُلْمًا وَّزُوْرًا، مَنْ یَّقُوْلُ، رَجُلٌ یُّرِیْدُ، ان میں ادغام ناقص ہے۔ مِنْ مَّاءٍ، خَیْرٌ مِّنْهُمْ، مِنْ نُّوْرٍ، طَلْعٌ نَّضِیْدٌ، ان میں ادغام تام ہے۔ مٓ، نٓ میں ادغام بالغنہ سب کے نزدیک ہے اور وٓ یٓ میں اکثر کے نزدیک باغنہ ادغام ہے اور بعض کے نزدیک بے غنہ ہے۔ اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد یٓ یا وٓ اسی کلمہ میں آئے تو اس وقت ادغام نہیں ہوتا بلکہ بالاجماع اظہار کرنا چاہیے اس کو اظہارِ مطلق کہتے ہیں۔ اور یہ قرآن شریف میں صرف چار جگہ آتا ہے یعنی قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ، بُنْیَانٌ، دُنْیَا۔ ان چار کلموں کے علاوہ اس قسم کا اور کوئی کلمہ نہیں آیا۔ ان چار کلموں میں اظہار کی وجہ یہ ہے کہ ادغام سے یہاں ثقالت پیدا ہو جاتی ہے اور اظہار میں سہولت و تخفیف ہے اور باقی ادغام کے مواقع میں ادغام سے ثقالت دور ہو کر تخفیف اور سہولت پیدا ہوتی ہے جو عربی زبان کی خصوصیت ہے۔ نیز امام حفصؒ کے نزدیک یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اور نٓ وَالْقَلَمِ، ان دونوں جگہوں میں سٓ، نٓ کے نٓ ہجائی کو اظہار کی صفت سے پڑھتے ہیں باوجودیکہ یہاں بھی ادغام کا قاعدہ پایا جاتا ہے کیونکہ امام حفصؒ کے نزدیک ان میں ادغام ثابت نہیں ہے لیکن دوسرے اماموں کے ہاں ادغام بھی ثابت ہے۔

(۳) **قلب یا اقلاب**: اس کے لغوی معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے بدلنا اور اصطلاح میں ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رعایتِ غنہ کے ساتھ بدلنا۔ یہ صرف ایک ہی حرف یعنی بائے موحدہ میں ہوتا ہے پس اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد حرف بٓ خواہ اسی کلمہ میں آجائے یا آگے والے کلمہ میں تو نون ساکن یا تنوین کو میم سے بدل کر پڑھتے ہیں اور اخفا مع الغنہ کرتے ہیں اور اس نون کو جو بدلا گیا ہے نٓ قلبی کہتے ہیں اور جس میم سے وہ بدلا گیا ہے اس کو میم مقلوبہ یا میم مخفی کہتے ہیں، اور اس بدلنے کو اخفائے قلب یا اخفائے ابدال یا اخفائے شفوی کہتے ہیں مثالیں مِنْ بَعْدِ، صُمٌّ بُکْمٌ۔ (قرآن شریف)

میں ایسے ب پر اشارہ کے لئے چھوٹا سا میم بنا ہوتا ہے۔ مؤلف)

(۴) اخفا:۔ اس کے لغوی معنی چھپانا ہیں اور اصطلاح میں نون ساکن اور تنوین کو حروف کے مخرج میں ایسی طرح چھپانا کہ زبان نؔ کے مخرج تک نہ پہنچے بلکہ ناک کے بانسہ میں لیجا کر اور ایک الف کی مقدار ٹھہر کر اس طرح ادا کریں کہ بیشہ ادغام کی آواز ہو اور نہ اظہار کی بلکہ ان دونوں کے درمیان کی آواز ہو۔ حروف اظہار و ادغام و قلب جو اوپر بیان ہو چکے ہیں ان کے علاوہ باقی سب حروف اخفا کے ہیں اور وہ پندرہ ہیں یعنی تؔ، ثؔ، جؔ، دؔ، ذؔ، زؔ، سؔ، شؔ، صؔ، ضؔ، طؔ، ظؔ، فؔ، قؔ، کؔ، سُنۡجِزُ صَدٌّ لِكَ فَتِیٌّ ضَنَطَظَ شَیْءٍ۔ خالیں، اَنۡتُمۡ، مَنۡشُوۡرَۃً، مِنۡ جُوۡعٍ، تَنۡزِیۡلُ، اِنۡسَانُ، تُنۡفِقُوۡنَ، اَنۡ اَذَّا وغیرہ۔ پس ان پندرہ حروف میں سے کوئی حرف نون ساکن یا تنوین کے بعد خواہ ایک ہی کلمہ میں یا اس سے آگے والے کلمہ میں آئے تو تمام قاریوں کے نزدیک اخفا کیا جاتا ہے جس کو اخفائے حقیقی کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ اخفا اور ادغام ناقص کی آواز سننے میں بظاہر یکساں معلوم ہوتی ہے لیکن صحیح قاعدہ سے ادا ہونے پر فرق واضح ہو جاتا ہے پس اس آواز کو پوشیدہ کرنے میں زبان کا سرا اظہار کی طرح تالو سے نہ لگے اور نہ ادغام ناقص کی طرح بہت دور رہ کر بعد والے حروف سے مل کر اس کے مخرج سے نکلے بلکہ ثنایا علیا کی جڑ کے قریب قریب رہے، اور زبان کے دخل کے بغیر اور تشدید کے بغیر صرف ناک کے بانسہ سے غنہ کی صفت کو ایک الف کی مقدار باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔ اس کو ماہر قاری سے مشق کر کے صحیح ادا کرنا چاہئے، اور جبتک مشق صحیح میسر نہ ہو صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ سننے میں دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں — اگر تنوین کے بعد ہمزۂ وصلی واقع ہو اور ہمزۂ وصلی سے آگے کے حروف پر تشدید ہو یا جزم تو تنوین کے نون کو جو ساکن ہوتا ہے ہمزۂ وصلی سے آگے کے جزم یا تشدید والے حرف سے ملانے کے لئے زیر پڑھتے ہیں اور ہمزۂ وصل حذف ہو جاتا ہے اس کو نون قطنی کہتے ہیں اور تنوین والا حرف صرف ایک حرکت سے پڑھا جاتا ہے جس کی وہ تنوین ہے یعنی دو زبر کی بجائے ایک زبر اور دو زیر کی بجائے ایک زیر اور دو پیش کی بجائے ایک پیش۔ اور وہ دوسری زبر، زیر یا پیش ہی نؔ متحرک بالکسر ہو کر آگے والے حرف سے ملتا ہے اور قرآن شریف میں متاخرین نے احتیاطاً ناواقف لوگوں کے لئے حرف تنوین سے آگے ہمزہ وصل کے نیچے ایک چھوٹا سا نؔ لکھنا اختیار کیا ہے پس خواہ یہ نون لکھا ہوا ہو یا نہ ہو جہاں یہ قاعدہ لگتا ہو اس طرح پڑھنا چاہئے مثلاً قَدِیۡرُ نِ الَّذِیۡ، هُوَ عَادُ نِ الۡاُوۡلٰی، قَوۡمُ لُوۡطِ نِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وغیرہ۔

نون مشدّد۔ اس میں صفت عارضہ غنہ پائی جاتی ہے یہ بھی ادغام تام بالغنہ ہی کی صورت ہے (اس میں غنہ مدغم فیہ کا ہے اس لئے ادغام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) لہٰذا اس میں ایک الف کے برابر غنہ کرنا ضروری ہے جیسے لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ، لَتُسۡـَٔلُنَّ وغیرہ۔

❖

میم ساکن و مشدد کے احکام

میم ساکن اصلی کے تین احکام ہیں ادغام، اخفا، اظہار۔ یہ میم نون ساکن یا تنوین کی بدلی ہوئی نہیں ہوتی جیسا کہ اقلاب کی صورت میں بیان ہو چکی ہے۔ ان تینوں احکام کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) **ادغام میم ساکن**: اگر میم ساکن کے بعد دوسری میم آجائے تو ادغام ہوگا یعنی دونوں میم مل کر مشدد ہو جائے گی جیسے اَمْ مَّنْ، وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ وغیرہ اس کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں کیونکہ اس ادغام میں دونوں حرف ہم مخرج یعنی ہم مثل وہم صفات ہیں۔ اور اس میم مشدد کو غنہ کے ساتھ ایک الف کے برابر ادا کرے۔

(۲) **اخفا**۔ اگر میم ساکن کے بعد با آجائے تو اخفا مع الغنہ بمقدار ایک الف کیا جائے گا۔ اور اس کا نام اخفائے شفوی ہے جیسے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ، تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ، رَبَّهُمْ بِهِمْ وغیرہ اور بعض کے نزدیک اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم نون ساکن یا تنوین سے منقلب نہ ہو۔ لیکن پہلا قول مختار ہے۔ میم اصلی و میم منقلب کے اخفا کا طریقہ و مطلب ایک ہی ہے البتہ حکم جدا جدا ہے یعنی میم مقلوبہ میں اخفا واجب ہے اور میم اصلی میں جائز ہے۔

(۳) **اظہار**۔ میم ساکن کے بعد میم اور با مذکورہ ادغام و اخفا کے علاوہ باقی حروف میں سے کوئی حرف آجائے تو میم کا اظہار ہوگا اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں جیسے هُمْ فِيْهَا، عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۰ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ، اَلَمْ تَرَ وغیرہ۔ خصوصاً جبکہ میم ساکن کے بعد فا اور واؤ آجائے تو اظہار کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

فائدہ: بوف کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی اگر میم ساکن کے بعد ب آوے تو اخفا ہوگا اور و، ف آوے تو اس میں اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آجائے تو اس طرح کا اظہار بالکل بے اصل اور غلط ہے بلکہ میم کا سکون اس طرح پورا ادا کرنا چاہیے کہ حرکت کی بو بھی نہ آئے۔ بعضے ان تینوں حرفوں میں اخفا کرتے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں البتہ یہ قول ضعیف ہے ـــــ میم مشدد میں غنہ ایک الف کے برابر کرنا ضروری ہے جیسے عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۰ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ وغیرہ۔ اس حالت میں اس کو حرفِ غنہ کہتے ہیں۔

ادغام کا بیان

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پہلے حرفِ ساکن کو دوسرے حرفِ متحرک میں اس کا مثل بنا کر تشدید کے ساتھ اس طرح داخل کرنا کہ دونوں کا ایک مشدد حرف بن جائے اور زبان دونوں کو ایک ہی مرتبہ ادا کرے اصطلاح میں ادغام کہلاتا ہے۔ پہلا حرف یعنی جو داخل کیا جاتا ہے اس کو مدغم کہتے ہیں اور دوسرا حرف یعنی جس میں داخل کیا جاتا ہے مدغم فیہ کہلاتا ہے۔ ادغام کی دو قسمیں ہیں، کبیر، صغیر۔ ادغام کبیر وہ ہے جس میں مدغم پہلے سے متحرک ہوتا ہے اور ادغام کے وقت ساکن کر لیا جاتا ہے جیسے مَدَّ کہ اصل میں مَدَدَ تھا۔ اور ادغام صغیر وہ ہے جس میں مدغم پہلے ہی ساکن ہوتا ہے۔ پھر ادغام کبیر ہو یا صغیر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تام یا ناقص۔ اس بیان میں ادغام صغیر کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔ چونکہ ہر قسم کا ادغام تلفظ کی آسانی کے لئے ہوتا ہے اور اس کا سبب قرب و اتحاد مخرج ہے یعنی بلحاظِ محل اس کا سبب تماثل یا

تجانس یا تقارب ہوتا ہے اس لئے اس کی تین قسمیں ہیں: مثلین یا متماثلین، متجانسین، متقاربین، ان
تینوں کی تعریف و تفصیلِ حکم اس طرح پر ہے۔

(۱) ادغام مثلین یا متماثلین۔ اگر دونوں حرف ہم مخرج و ہم صفات ہوں یعنی کسی ساکن حرف کے بعد وہی
حرف دوبارہ متحرک آجائے تو یہ ادغام مثلین صغیر یا متماثلین کہلاتا ہے اور اس ادغام کا کرنا واجب ہے خواہ
یہ ادغام مثلین ایک کلمہ میں ہو جیسے یُوَجِّهْهُ میں اول ہا کا دوسری ہا میں ادغام مثلین صغیر ہوتا ہے۔ اسی طرح
یُدْرِكْكُمْ میں اول کاف کا دوسرے کاف میں ادغام ہوتا ہے۔ اور خواہ دو کلموں میں ہو جیسے اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ میں
اذہب کی با کا بکتابی کی بائے اول میں ادغام ہوتا ہے اور فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ میں ربحت کی ت کا ادغام
تجارتھم کی تائے اول میں کرتے ہیں۔ مثلین میں حرف مشدد کے لئے زبان کو ایک دم اٹھا کر بلا فصل تلفظ کرنا چاہئے اگر
فصل ہو گیا تو لحن خفی ہو جائے گا۔ اگر مثلین واؤ اور یا میں سے پہلا حرف مدہ ہو اور دونوں دو کلموں میں واقع ہوں تو وہاں
بالاجماع ادغام نہیں کرتے جیسے قَالُوْا وَهُمْ، اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا، فِیْ یَوْمٍ، اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ کیونکہ ادغام کرنے کی صورت
میں صفتِ مدیت جو ان کے لئے لازمی ہے وہ جاتی رہے گی اس لئے ان میں ادغام ترک کیا گیا ہے۔

(۲) ادغام متجانسین یا جنسین۔ اگر ایسے دو حرف جمع ہوں جو مخرج میں تو متحد ہوں اور صفات میں مختلف ہوں
اور پہلا حرف ساکن ہو تو ان میں ادغام کرنا جائز ہے اور اس ادغام کو ادغام متجانسین یا جنسین کہتے ہیں۔ یہ ادغام کامل اور
ناقص دو قسم کا ہوتا ہے۔ اس ادغام کے لئے چند حروف مخصوص ہیں تا کا ادغام دال و طا میں، اور ثا کا ذال میں اور
ذال کا ظا میں اور با کا میم میں اور دال کا تا میں ادغام وجوبًا ہوتا ہے مثالیں:۔ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ، وَقَالَتْ
طَّآئِفَةٌ، یَلْهَثْ ذّٰلِكَ، اِذْ ظَّلَمُوْٓا۔ یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا، قَدْ تَّبَیَّنَ۔ ان سب میں ادغام تام ہے اور مدغم کا
کوئی اثر باقی نہیں رہتا لیکن یلہث ذلک اور یبنی ارکب معنا میں اظہار بھی ثابت ہے۔ اور طا کا ادغام تا میں
ناقص ہوتا ہے کیونکہ طا مطبقہ حرف ہے اور ت غیر مطبقہ میں مدغم کرتے وقت طا کی صفت اطباق اقوی ہونے کی وجہ
سے باقی رکھ کر ادغام ناقص کرتے ہیں تا کہ طا میں تا کی مشابہت نہ پیدا ہو جائے مثلاً بَسَطْتَّ، فَرَّطْتُّمْ، اَحَطْتُّ
اور فَرَّطْتُّ۔ اگر متجانسین حلقی غیر مثل ہوں تو بالاجماع اظہار ہوتا ہے جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ، فَسَبِّحْهُ ایسا ہی حلقی کا
غیر حلقی میں بھی اظہار ثابت ہے جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔

(انتباہ) تا کا ادغام تا اور طا کے سوا اور کسی حرف میں نہیں آتا مگر بعض لوگ ناواقفیت یا بے توجہی کے
باعث ثا، جیم، زا، سین، صاد، طا میں تا کا ادغام کر دیتے ہیں یہ نہیں چاہئے جیسے كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ، نَضِجَتْ
جُلُوْدُهُمْ، كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ، اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ، حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا۔ اسی
طرح قد کی دال کا ادغام سوائے دال اور تا کے کسی اور حرف میں نہیں آتا جیسے قَدْ دَّخَلُوْا، قَدْ تَّبَیَّنَ۔ مگر بعض

لوگ جیم، ذال، زا، س، ش، صاد، ضاد اور ظا ہیں کر دیتے ہیں جیسے قَدْ جَمَعُوْا، وَلَقَدْ ذَرَاْنَا، وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ، قَدْ سَاَلَهَا، قَدْ شَغَفَهَا، وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ، قَدْ ضَلُّوْا، لَقَدْ ظَلَمَكَ۔ اور اِذْ کی ذال کا ادغام سوائے ذال اور ظا کے کسی اور حرف میں نہیں آتا، جیسے اِذْ ذَّهَبَ، اِذْ ظَّلَمُوْا۔ مگر بعض لوگ تا، جیم، دال، زا، سین اور صاد میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ، وَاِذْ جَعَلْنَا، اِذْ دَخَلُوْا، وَاِذْ زَيَّنَ، لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ، وَاِذْ صَرَفْنَا، پس ایسی غلطیوں سے بچنا اور پرہیز لازمی ہے۔

(۳) ادغام متقاربین: اگر وہ دو حروف ایسے ہوں کہ مخارج وصفات دونوں میں قریب قریب ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو تو اس ادغام کو ادغام متقاربین کہتے ہیں اس کی بھی دو قسمیں ہیں کامل، ناقص اور اس کے بھی مخصوص حروف ہیں یعنی نون ساکن اور تنوین کا ادغام حروف یرملون میں ہے جس کا مستقل بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اسی طرح لام ساکن کا لام اور را میں جیسے قُلْ لَّكُمْ اور قُلْ رَّبِّ اور لام تعریف کا حروف شمسی میں جیسے هُوَ الرَّحْمٰنُ یہ سب ادغام تام ہے اور قاف کا ادغام کاف میں ناقص رکھنے میں قراء کا اختلاف ہے۔ کلمہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ سورۂ مرسلات میں آیا ہے بعض اس میں صفتِ استعلاء باقی رکھتے ہیں مگر جمہور ومحققین قراء کے نزدیک صفت استعلا کا نہ رکھنا مختار و اولیٰ ہے پس تام اولیٰ ہے اور ناقص بھی جائز ہے۔

(تنبیہ) جب دو حرف مثلین غیر مدغم یعنی متحرک ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے جیسے وَاسِعٌ عَلِيْمٌ، بِاَعْيُنِنَا، شِرْكِكُمْ، وُجُوْهَهُمْ، حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ، وَيَطْبَعُ عَلٰى وغیرہ۔ اسی طرح جب دو حرف متقاربین میں ادغام نہ کیا جاتا ہو جیسے قَدْ جَآءَكُمْ، قَدْ ضَلُّوْا، اِذْ زَيَّنَ وغیرہ میں صاف اور جدا کر کے پڑھنا چاہئے لیکن سکتہ بھی نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب دو ضعیف حروف ایک جگہ جمع ہوں جیسے لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ، جِبَاهُهُمْ یا قوی حرف کے قریب ضعیف ہو جیسے اِهْدِنَا یا دو مفخم حرف قریب آ جائیں جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ، يَعَضُّ الظَّالِمُ، مُضْطَرَّ یا دو حرف مشدد قریب قریب ہوں جیسے عَدُوٌّ لِّلّٰهِ، ذُرِّيَّتَهٗ، اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ یا دو حرف مشبہ الصوت ایک جگہ جمع ہوں مثل اَعُوْذُ، تَطَّلِعُ، مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ، مُوْسٰى صَعِقًا، فَسَبِّحْهُ، عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ، وغیرہ تو ان سب صورتوں میں ہر ایک کو ممتاز کر کے ادا کرنا چاہئے اور جو صفت اس حرف میں ہو اس کی پوری رعایت کرنی چاہئے۔

الف لام تعریف کا بیان

الف لام تعریف۔ اس کو لام تعریف بھی کہتے ہیں اور یہ وہ لام ساکن ہے کہ جس کے پہلے ہمزۂ وصلی زیادہ کر کے بعض اسماء کے اول میں بغرض خصوصیت لکھا کرتے ہیں اور اسی ہمزۂ وصلی کو الف کہہ کر لام کے ساتھ ملا کر الف لام تعریف کہہ دیتے ہیں۔ جب یہ ہمزہ دو کلموں کے درمیان آجاتا ہے تو گر جاتا ہے جیسے نَجْمُ الثَّاقِبُ میں الثَّاقِبُ کا ہمزہ گر گیا اور اس سے ابتدا کرنے میں قائم رہتا ہے جیسے وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ پر وقف کیا اور الرَّحْمٰنُ سے ابتدا کی تو ہمزہ قائم رہا۔ لام تعریف کی دو حالتیں ہیں (۱) اظہار (۲) ادغام۔ اظہار کے چودہ

حروف ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ۔ ان حروف کو حروفِ قمری یا قمریہ کہتے ہیں کیونکہ لفظ قمر پر جب یہ الف لام داخل ہوتا ہے تو اس میں لام کا اظہار ہوتا ہے جیسے اَلْقَمَرُ۔ باقی چودہ حروف میں ادغام ہوتا ہے جن کا مجموعہ سَتَرْدُ ضِلٌّ نَظُرٌ صَثَطٍ شَذٍّ۔ ان حروف کو حروفِ شمسی یا شمسیہ کہتے ہیں اس لئے کہ جب لفظ شمس پر یہ الف لام داخل ہوتا ہے تو لام کا اس میں ادغام ہو جاتا ہے یعنی لام پڑھنے میں نہیں آتا بلکہ الف کو ش پر تشدید دے کر اس سے ملائیں گے جیسے اَلشَّمْسُ۔ نیز جس طرح ستارے قمر کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں لام تعریف حروف قمری کے ساتھ تلفظ میں آجاتا ہے اور سورج کے ساتھ ستارے نمودار نہیں ہوتے۔ اسی طرح لام تعریف حروف شمسی کے ساتھ تلفظ میں نہیں آتا بلکہ چھپ جاتا ہے گویا لام تعریف ستاروں کے مشابہ ہے اس مناسبت کے باعث بھی ان حروف کا نام شمسی اور قمری ہو سکتا ہے۔

حروفِ قمری کی مثالیں:۔ اَلْاٰنَ، اَلْبُخْلُ، بِالْجُنُوْدِ، اَلْحَسَنُ، اَلْخَاشِعِيْنَ، اَلْعُلٰى، اَلْغُرُوْرُ، اَلْفَائِزُوْنَ اَلْقَانِتِيْنَ، اَلْكَوْثَرُ، اَلْيَوْمَ، اَلْمُحْصَنَاتُ، اَلْوَاقِعَةُ، اَلْهُدٰى۔

حروفِ شمسی کی مثالیں:۔ اَلتَّائِبُوْنَ، اَلثَّاقِبُ، اَلدَّاعِيْ، وَالذّٰرِيٰتِ، اَلرَّحْمٰنُ، اَلزَّانِيْ، اَلسَّالِكِيْنَ، اَلشَّمْسُ، اَلصَّائِمُوْنَ، وَلَا الضَّالِّيْنَ، اَلطَّارِقُ، اَلظَّالِمِيْنَ، اَللّٰهُ، اَلنَّجْمُ۔

احکامِ غنّہ

غنّہ اس آواز کو کہتے ہیں جو ناک کے بانسہ میں جا کر ظاہر ہوتی ہے اس کے دو حرف ہیں میم و نون۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) صفتِ غنّہ (۲) حرفِ غنّہ۔

صفتِ غنّہ: یہ حرفِ نون و میم کی صفتِ ذاتی ہے جو ان دونوں کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے اور یہ ان کے لئے لازمی طور سے ہے اس لئے اس کو غنّہ لازمۃ الوجود بھی کہتے ہیں۔ یہ نہایت قلیل اور لطیف ہوتی ہے جو میم و نون متحرک و ساکن کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہے جس کو تلفظ کے وقت وہی لوگ معلوم کر سکتے ہیں کہ جنھوں نے ماہرینِ فن تجوید سے خوب مشق کی اور سیکھا ہو۔ اگرچہ اور حرفوں میں بھی غنّہ ادا کرنا ممکن ہے لیکن ان میں غنّہ کرنے سے وہ غلط ہو جاتے ہیں اس لئے میم و نون کے سوا دوسرے حرفوں میں غنّہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

حرفِ غنّہ: جب میم و نون دونوں حرف ادغام ناقص یا اخفا کی حالت میں اپنے اصلی مخرج سے ہٹ کر مخرجِ خیشوم سے ادا ہوتے ہیں اس وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس آواز کو حرفِ غنّہ کہتے ہیں۔ غنہ کی اس آواز کی مقدار ایک الف کے برابر ہوتی ہے اور الف کی مقدار دو حرکت کے برابر ہوتی ہے۔ ایک حرکت کا اندازہ ایک بند انگلی کا کھولنا یا کھلی انگلی کا بند کرنا ہے۔ صحیح اندازہ کا دار و مدار ماہر و مشاق استاد سے سننے پر ہے۔ یہ حرفِ غنّہ حرفِ فرعی کہلاتا ہے (حرف کی دو قسمیں ہیں اصلی، فرعی)۔ الف سے یا تک انتیس حروف جن کا مخارج میں بیان ہوا اور جو اپنے مخرجِ محقق سے ادا ہوتے ہیں ان کو بالاجماع حروفِ اصلیہ کہتے ہیں اور جو حرف مخرجِ مقدر سے ادا ہوتے ہیں ان کو بروایت امام حفصؒ حرفِ فرعی کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں ہمزۂ مسہلہ[1]، الف ممال، الف مفخم، لام مفخم حروفِ مدہ و حروفِ غنہ اور صاد یا اشمام ہیں ان کے مخارج بھی حروفِ اصلیہ

[1] وہ ہمزہ جس میں الف یا یا یا واو کے مانند تسہیل ہو رہی ہو۔

ہی کے مخارج ہیں یہ حروف ان مخارج سے متفرع ہو کر متکیف ہوتے ہیں[له]۔ حروفِ اصلیہ میں سے الف کا مخرج باتفاق اور واؤ مدّہ و یاء مدّہ کا مخرج باختلاف مقدر ہے یعنی واؤ مدّہ و یائے مدّہ باختلاف حرفِ فرعی[له] ہیں۔ مخارج کے بیان میں جو سترہ مخرج بیان ہوئے ہیں ان میں پندرہ مخرج محقق کہلاتے ہیں اور دو یعنی جوف و خیشوم مخرج مقدر کہلاتے ہیں۔ مخرج مقدر سے ادا ہونے والے حروف حرفِ فرعی کہلاتے ہیں۔

حرفِ غنّہ: اخفا اور ادغامِ ناقص کی حالت میں ادا ہوتا ہے جس کی چار صورتیں ہیں —— (۱) جب میم مشدد ہو جیسے لَمَّا عَمَّ وغیرہ —— (۲) جب نون مشدد ہو جیسے اِنَّ، جَنّٰتٍ وغیرہ —— (۳) نون ساکن و تنوین کے آگے سوائے حروفِ حلقی اور لام، راء کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا جیسے مِنْ وَّلِیٍّ، رَحْمَةً وَّاسِعَةً وغیرہ —— (۴) میم ساکن کے بعد ب آئے تو اخفا کی حالت میں غنہ ہوگا۔ جیسے وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ وغیرہ۔ اسی طرح اگر میم ساکن کے بعد دوسری میم آجائے تو اس میں ادغام بالغنہ ہوگا یعنی میم مشدد بالغنہ ادا کرے، ان سب اقسام کے حرفِ غنّہ کی تفصیل مع امثلہ نون مشدد و ساکن و تنوین اور میم مشدد و ساکن کے بیان میں ملاحظہ کریں۔

تنبیہ: اگر میم یا نون کے بعد حرف مدہ آجائے تو اس کے بعد غنہ نہیں کرنا چاہئے۔ اکثر ناواقفیت کی بنا پر ایسا ہو جاتا ہے مثلاً لَمَّا کو لمّاں، اِعْلَمُوْا کو اِعلموٰاں، تُؤْمِنِيْ کو تؤمنیں وغیرہ ادا کرنا غلط ہے۔ اسی طرح بعض لوگ میم یا نون پر وقف کرتے وقت اخفا کرتے ہیں اور بعض لوگ میم و نون مشدد اور ساکن کے ماقبل کی حرکت کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ جس میں حرف مدہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے عَمَّ کو عوْمَّ، ثُمَّ کو ثوْمَّ، اِمَّا کو ایمّا، اَمْ لَكُمْ کو اٰم لکم، قُلُوْبُهُمْ کو قلوبھوم، عَلَيْهِمْ کو علیھیم پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی تنوین کے ساتھ حرف مدہ کی زیادتی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کی زیادتیاں ہوتی ہیں جیسے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ کی حا کو اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں صادِ ثانی کو الف کی میلان کر کے پڑھتے ہیں ان سب صورتوں میں لحنِ جلی لازم آتا ہے لہٰذا ایسی غلطیوں سے پرہیز واجب ہے۔

ھائے ضمیر یعنی ھائے کنایہ کا بیان

ہائے ضمیر مذکر غائب کو ہائے کنایہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس ضمیر سے اسم غائب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس کے قاعدے مندرجہ ذیل ہیں —— (اول) اگر ہائے ضمیر کے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ضمیر کی ھا مکسور ہوگی جیسے بِهٖ، اِلَيْهِ، عَلَيْهِ وغیرہ۔ مگر دو جگہ مضموم ہوگی۔ (۱) وَمَا اَنْسٰنِيْهُ (الکہف ع ۹) (۲) عَلَيْهُ اللّٰهَ (الفتح ع ۲)۔ اور دو لفظوں میں تین جگہ ساکن ہوگی (۱) اَرْجِهْ (الاعراف ع ۹) (۲) اَرْجِهْ (الشعراء ع ۳) (۳) فَاَلْقِهْ (النمل ع ۲) —— (دوم) جب ھا ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو اور نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی، مثلاً لَهٗ، اَخَاهُ، مِنْهُ، عَنْهُ، رَاَيْتُمُوْهُ وغیرہ، مگر ایک جگہ وَيَتَّقْهِ (النور ع ۷) میں مکسور پڑھی جائے گی —— (سوم) جب ھا ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں متحرک ہوں ھائے ضمیر صلہ کے ساتھ پڑھی جائے گی اور صلہ ضمیر کی حرکت کو اشباع کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے ایک حرف واؤ یا یائے تحتانی کی زیادتی ہو جائے گی۔ اس کو مدِ صلہ یا مدِ مفرود کہتے ہیں

له حروفِ فرعی وہ ہیں جو اپنے مخرجوں سے دوسرے مخارج کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور اس انتقال سے ایک ایسا حرف وجود میں آتا ہے جس کا مخرج دو مخرجوں کے درمیان ہوتا ہے (عنایاتِ رحمانی ص ۵۱۵/۳۲۰)

له واؤ و یائے مدہ کو فرعی حرف میں سے کسی نے بھی نہیں گنا۔ (عنایاتِ رحمانی ص ۵۱۵/۳۲۰) مزید تفصیل عنایاتِ رحمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

پس اگر ضمیر کا ماقبل مفتوح یا مضموم ہو تو ضمیر پر ضمہ ہوگی اور اس کے بعد واؤ ساکن زائد پڑھی جائے گی جیسے وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ، مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔ اور اگر ضمیر کا ماقبل مکسور ہو تو ضمیر پر کسرہ ہوگی اور اس کے بعد یائے ساکنہ زائد پڑھی جائیگی مثلاً مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ (صلہ کے لئے ضمیر کے اوپر الٹا پیش صلۂ ضمہ کے لئے لکھا جاتا ہے جس کو ضمۂ معکوس کہتے ہیں اور صلۂ کسرہ کے لئے کھڑی زیر لکھی جاتی ہے جس کو کسرۂ خنجری کہتے ہیں اور جہاں زبر میں اشباع یعنی کھینچنے کی ضرورت پڑے وہاں کھڑا الف لکھتے ہیں اس کو فتحہ دراز کہتے ہیں) ——— (چہارم) اگر ھائے ضمیر کا مابعد ساکن ہو اور ماقبل چاہے ساکن ہو یا متحرک تو اس ھا پر صلہ نہیں ہوگا یعنی کھینچ کر نہیں پڑھیں گے۔ جیسے عَلَيْهِ الْحَقُّ، وَلَهُ الْمُلْكُ، اٰخَذَهُ اللّٰهُ اور اگر مابعد متحرک ہو اور ماقبل ساکن ہو یا متحرک تب بھی صلہ نہ ہوگا مثلاً وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ، اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ مگر ایک جگہ فِيْهٖ مُهَانًا میں اشباع (صلہ) ہوگا یہ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں ہے۔

(تنبیہ) (۱) نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (ہود ع ۸)، لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ (مریم ع ۳) لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ (الشعراء ع ۶) لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ (الشعراء ع ۹)، لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا (العلق)۔ ان سب مقامات میں صلہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ان میں ھا ضمیر کی نہیں بلکہ ان کلموں کا جزو ہے ——— (۲) قرآن شریف میں سات کلموں میں ھا ساکنہ ہے جو حرکت ماقبل کے اظہار کے لئے ہوتی ہے یہ ھا ضمیر نہیں ہے پس ہمیشہ وصل و وقف میں ساکن پڑھی جائے گی وہ سات جگہ یہ ہیں (۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ (۲) فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۳) كِتٰبِيَهْ (۴) حِسَابِيَهْ (۵) مَالِيَهْ (۶) سُلْطٰنِيَهْ (۷) وَمَا اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۞

مدّ و قصر کا بیان

مدّ کے لغوی معنی کھینچنا اور اصطلاح میں آواز کو کھینچنا اور قصر کے لغوی معنی حبس اور منع کے ہیں اور اصطلاح میں مدّ کے ترک کرنے کو قصر کہتے ہیں۔ حرف مدہ تین ہیں الف، واؤ، یا۔ جبکہ ان کے ماقبل کی حرکت موافق ہو۔ الف ہمیشہ مدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے ماقبل ہمیشہ زبر ہی آتا ہے اور کوئی حرکت نہیں آتی۔ واؤ اور یا کے پہلے زبر بھی آتا ہے اس وقت یہ دونوں حرفِ لین کہلاتے ہیں اور جب واؤ سے ماقبل پیش اور یا سے ماقبل زیر آئے گا تو یہ دونوں حرف مدہ ہوں گے۔ صفتِ مدّ ان تین ہی حرفوں میں آتی ہے۔

مدّ کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی یہ بلا سبب کے ہوتا ہے اس کی مقدار ایک الف کی برابر ہے یعنی فتحہ یا ضمہ یا کسرہ سے دوگنی اس سے کم کرنا شرعاً حرام ہے، کیونکہ یہ مقدار ایسی ضروری اور لازمی ہے کہ اگر اس کو ادا نہ کیا جائے تو حروف مدہ کی ذات باقی نہیں رہتی بلکہ ایک حرف کم رہ کر لفظ مہمل اور بے معنی ہوجاتا ہے جو لحن جلی اور حرام ہے مثلاً لَاهِيَةً کو لَهِيَةً یا اَلرَّحْمٰنُ کو اَلرَّحْمَنُ، یا يُوْقِنُوْنَ کو يُقِنُوْنَ، یا اَلَّذِيْنَ کو اَلَّذِنَ پڑھنا بے معنی اور حرام ہے۔ دراصل حروف مدہ میں دو حرکت یعنی ایک الف کی مقدار اس لئے ہے کہ ایک حرکت تو ماقبل کی ہے اور دوسری حرکت کی مقدار حرفِ مدہ کی ہے جیسے قَ قِ قُ سے اشباع و مدّ کرنے کے بعد قَا قِيْ قُوْ ہو جائے گا۔ اس لئے اس مدّ کو اصلی کہتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی خارجی سبب یعنی ہمزہ یا سکون لاحق نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوگیا کہ مدِ اصلی میں حرفِ مدہ کے بعد حرف ساکن یا ہمزہ نہیں ہوتا

اس مد کو مدِ ذاتی، مدِ طبعی اور قصر بھی کہتے ہیں۔ اس کی مقدار معلوم کرنے کا کوئی صحیح معیار نہیں بلکہ مشاق استاد سے سیکھ کر ہی صحیح مشق ہو سکتی ہے، تاہم استادوں نے اس کا تقریبی اور اندازاً معیار یہ بتایا ہے کہ جتنی دیر بند انگلی کو کھولنے اور کھلی ہوئی کو بند کرنے میں لگتی ہے وہی اس کی مقدار ہے اسی طرح جو مد اس سے زیادہ دراز کئے جاتے ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے ان کی مقدار بھی اسی اندازے سے معلوم کی جا سکتی ہے یعنی دو الفی مد کے لئے دو انگلیاں یکے بعد دیگرے کھولنے یا بند کرنے کی مقدار اور تین الفی کے لئے تین اور چار الفی کے لئے چار انگلیاں یکے بعد دیگرے بند کرنا یا کھولنا۔ یہی اندازہ الف کی بجائے واؤ یا یا سے بھی ہو سکتا ہے[له] لیکن غیر مانوس ہے۔

(۲) مدِ فرعی۔ مدِ اصلی پر کسی سبب کی وجہ سے درازی میں زیادتی کرنے کو مدِ فرعی کہتے ہیں اس کو مدِ زائد بھی کہتے ہیں مدِ فرعی یا زائد کے دو سبب ہیں ہمزہ اور سکون۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) لازم، اس میں مد کا سبب سکون ہے اور اس میں سکون لازمی ہے خواہ وقف کریں یا نہ کریں اور خواہ محض سکون ہو یا تشدید کی شکل میں واقع ہو۔ (۲) متصل، اس کو مدِ واجب بھی کہتے ہیں۔ اس مد کا سبب ہمزہ ہے پس اس میں حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہونا لازمی ہے۔ (۳) جائز۔ اس میں دونوں میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے گا۔ پھر مدِ لازم کی چار قسمیں ہیں۔ لازم کلمی مثقل، لازم کلمی مخفف، لازم حرفی مثقل، لازم حرفی مخفف، پھر لازم کلمی مثقل کی دو قسمیں ہیں غیر وقفی، وقفی۔ مدِ جائز کی بھی چار قسمیں ہیں۔ مدِ منفصل، مدِ صلہ، مدِ سکون عارضی، مدِ حرفِ لین۔ پھر مدِ حرفِ لین کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مدِ لین وقفی غیر لازم، مدِ لین لازم غیر وقفی۔

ان سب کی تفصیل الگ الگ درج ذیل ہے۔

مدِ لازم اور اس کی اقسام

(۱) مدِ لازم کو مدِ مدغم بھی کہتے ہیں اس میں حروفِ مدہ کے بعد سکون لازمی یعنی دائمی ہے خواہ اس پر وقف کریں یا نہ کریں اور خواہ محض سکون ہو یا تشدید کی شکل میں ہو اسی لئے اس کو مدِ لازم کہتے ہیں، اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) کلمی مثقل۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں، (الف) کلمی مثقل غیر وقفی۔ اگر حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدد ہو اور یہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں اور حرفِ مشدد پر وقف نہ ہو تو اس کو مدِ لازم کلمی مثقل غیر وقفی کہتے ہیں جیسے وَلَا الضَّآلِّيْنَ، دَآبَّةٍ، تَأْمُرُوْٓنِّيْ، آٰلذّٰكَرَيْنِ، اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ وغیرہ ــــ (ب) کلمی مثقل وقفی۔ اگر حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدد پر وقف ہو تو اس کو مدِ لازم کلمی مثقل وقفی کہتے ہیں جیسے صَوَآفَّ ج، مُضَآرٌّ ج، اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ وغیرہ۔ چونکہ ان دونوں قسموں میں حرفِ مدہ کے بعد حرف مدغم ہے اس لئے ثقالت دور کرنے اور آسانی کے لئے یہاں مد کیا جاتا ہے اسی لئے یہ مدِ لازم مثقل کہلاتا ہے اس کو مدِ مدغم، یا مدِ مدغمی یا مدِ واجب بھی کہتے ہیں اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ لحن جلی ہے۔

(ف) اگر حرفِ مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور مشدد یا ساکن دوسرے کلمہ کے اول میں ہو تو حرفِ مدہ سے پہلے حرف کو حرفِ مدہ سے بعد والے حرفِ مشدد یا ساکن میں اس طرح ملا کر پڑھیں گے کہ ان دونوں حرفوں کے درمیان

له واؤ اور یا مدہ کو بھی پیمائش کا پیمانہ بنایا جا سکتا ہے لیکن الف چونکہ ہمیشہ مدہ ہی رہتا ہے اور واؤ و یا مدہ بھی ہوتے ہیں اور لین بھی اور متحرک بھی اسلئے الف کو معیار اور پیمانہ بنانا واضح ہے اور اگر واؤ و یاء کو معیار بنائے تو اس طرح کہتے ایک یاء مدہ کے دو یا مدہ کے تین یاء مدہ کے برابر مد ہے اسی طرح واؤ میں کہتے لیکن یہ اصطلاح مستعمل نہیں۔

حرفِ مدہ کا ہونا ثابت نہیں ہوگا یعنی حرفِ مدہ کو حذف کر کے پڑھیں گے جیسے فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ،
وَقَالَا الْحَمْدُ، مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وغیرہ۔

(۲) مدِ لازم کلمی مخفف۔ اگر حرفِ مدہ کے بعد اسی کلمہ میں حرفِ ساکن ہو تو اس کو مدِ لازم کلمی مخفف کہتے ہیں اس لئے
کہ اس میں حرفِ مدہ کے بعد حرفِ مشدد نہیں بلکہ سکون ہے جیسے آٰلْئٰنَ، یہ مد قرآن مجید میں دو جگہ اسی لفظ سے آتا ہے
(یہ اصل میں ءَ اَلْئٰنَ تھا اس کے اول کے دونوں ہمزہ کو ملا کر ایک الف سے بدل دیا گیا ہے اس لئے اس کو مدِ بدل یا مبدل
یا منقلب کہتے ہیں اور اس الف کو ہمزۂ مبدلہ بالالف کہتے ہیں۔ اگر ہمزۂ مبدلہ بالالف کے بعد حرفِ ساکن کی بجائے حرفِ مشدد
آجائے تو وہ مدِ لازم کلمی مثقل یا مدغم یا واجب کہلائے گا جیسا اوپر اس کی مثالوں میں آٰلذَّكَرَيْنِ بیان ہوا ہے، یہ اصل میں
ءَ اَلذَّكَرَيْنِ تھا، اسی طرح آٰللّٰهُ ہے کہ اصل میں ءَ اَللّٰهُ تھا۔ اس مد کو مدِ فرق بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ استفہام اور خبر میں فرق
کرتا ہے۔ یہ مذکورہ تینوں لفظ قرآن مجید میں دو دو جگہ یعنی چھ جگہ آئے ہیں۔

(۳) مدِ لازم حرفی مثقل: اور وہ یہ ہے کہ حرفِ مدہ کے بعد حرفِ ہجا میں سے کوئی حرف مشدد ہو، اور صرف حروفِ
مقطعاتِ ثلاثی میں الف کے سوا ہوتا ہے۔ حروفِ مقطعات وہ ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں اور وہ تمام
قرآن مجید میں سات حرف یعنی سین، صاد، قاف، کاف، لام، میم، نون آئے ہیں۔ ان حرفوں پر جو مد کیا جاتا ہے درحقیقت
ان پر مد نہیں بلکہ ان کے ناموں میں جو حروفِ مد داخل ہیں ان پر ہے، چونکہ حروفِ مقطعات میں ان کے ناموں کا تلفظ کیا جاتا ہے
نہ کہ ان کی آواز کا، اس لئے ان پر مد کرنا ضروری ہوا۔ مثلاً لفظ لام ہے اس میں دوسرا حرف الف مدہ ہے، اسی طرح لفظ میم
کا دوسرا حرف یاء مدہ ہے، اسی طرح ان ساتوں حرفوں میں سے ہر ایک کے ناموں میں تین تین حرف ہیں اور ہر ایک کے
درمیان میں حرفِ مدہ ہے اسی لئے یہ مقطعاتِ ثلاثی کہلاتے ہیں۔ پس ان حروف کے ناموں کے درمیان میں جو حروفِ مدہ
ہیں ان کے بعد حرفِ مشدد آجانے کی وجہ سے یہ مدِ لازم حرفی مثقل کہلاتا ہے جیسے الٓمّٓ کا لام مثقل ہے کیونکہ لام کا
م اگلے میم کے ساتھ مدغم و مشدد ہو جاتا ہے لیکن حرف میم مخفف ہے کیونکہ اس میم کے بعد حرف مشدد نہیں ہے اس لئے
یہ حرفی مخفف کہلائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اسی طرح طٰسٓمّٓ میں سین حرف مثقل ہے کیونکہ سین کے حرف مدہ ی کے
بعد کا نؔ ساکن کا آگے والے میم میں ادغام ہو کر وہ میم مشدد ہو جاتا ہے اور حرفِ میم مخفف ہی کیونکہ اس کے بعد تشدید نہیں ہے۔

(۴) مدِ لازم حرفی مخفف۔ جب حرفِ مدہ کے بعد حرفِ ہجا میں سکون ہو تو اس کو مدِ لازم حرفی مخفف کہتے ہیں
جیسے نٓ، صٓ، قٓ، یٰسٓ کیونکہ ان میں مقطعاتِ ثلاثی کے بعد کوئی تشدید والا حرف نہیں ہے بلکہ سکون ہے۔

(فائدہ) (۱) جن حروف کے ناموں میں حرفِ مدہ نہیں آتا ان پر مد نہیں پڑھا جاتا بلکہ قصر ہی پڑھا جائے گا
مثلاً الف کہ اس کے بیچ کا حرف لؔ ہے جو حرفِ اصلی ہے حرفِ مدہ نہیں ہے اور جن حرفوں کے ناموں میں حرفِ مدہ ہے
لیکن اس کے بعد حرفِ ساکن یا مشدد نہیں ہوتا ان میں مد نہیں کیا جاتا بلکہ قصر ہی پڑھا جائے گا اور یہ ایسے حروف

دو حرفی ناموں والے حروف ہیں جیسے حاؔ، راؔ، طاؔ، ھاؔ وغیرہ پس حٰمٓ جس جس جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اس کو یوں پڑھیں گے حَامِیْمٓ یعنی حا الگ میم الگ اور حا میں مد نہیں کیا جائے گا اور میم میں مد ہوگا۔ بعض آدمی اس طرح پڑھتے ہیں حَامِّیْمٓ یعنی حا کو میم کے ساتھ تشدید دیکر ملاتے ہیں یہ غلط ہے۔ اسی طرح طٰسٓمٓ میں طا کو الگ پڑھیں سین کے ساتھ تشدید دے کر ملانا غلط ہے اور سین کے ن کا ادغام کرکے میم کے م پر تشدید دیکر یوں پڑھیں طَا سِیْنٓ مِّیْمٓ (یعنی سِیْمِّیْمٓ مؤلف)

——— (۲) جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں اُن پر مد اس وقت ہوتا ہے جب اُن پر وقف کریں اور وصل کریں یعنی مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں اور یہ قرآن کریم میں ایک جگہ یعنی سورۂ آل عمران کے مقطعات الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ میں قرائے سبعہ کے نزدیک ہے پس اگر یہاں الٓمّٓ پر وقف کریں تو لام اور میم دونوں پر مد کریں گے مگر وصل کی حالت میں لام کا مد تو بدستور پڑھا جائے گا لیکن میم میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں لیکن توسط جائز نہیں۔ مد کا جواز بوجہ سبب اصلی سکون کے ہے کیونکہ اصل میں میم ساکن ہے اور حرکت عارضی ہے جو وصل کی وجہ سے لاحق ہوئی ہے اور قصر اس لئے جائز ہے کہ وصل کی وجہ سے میم متحرک ہوگیا ہے اگرچہ یہ حرکت عارضی ہے اور توسط اس لئے جائز نہیں کہ میم میں مد لازم ہے ——— (لیکن یہ قاعدہ جو بیان ہوا ہے اس وقت ہے جبکہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا ساکن حرف متحرک ہوجائے اور حرف مد کے بعد سکون لازم والے حرف کے بعد والے حرف پر حرکت ہونے کی حالت میں وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے) ——— بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے وصل کی حالت میں الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ کو اس طرح پڑھتے ہیں اَلِفْ لَآمِّیْمَ اللّٰهُ یعنی دوسرے میم کو مشدد کرکے پڑھتے ہیں یہ غلط ہے اس طرح ایک حرف زائد ہو جاتا ہے جس سے لحن جلی لازم آتا ہے بلکہ یوں پڑھنا چاہیے اَلِفْ لَآمْ مِیْمَ اللّٰهُ۔ یعنی دوسرے م کو بغیر تشدید کے صرف فتحہ دے کر لفظ اللہ کے لام میں ملا کر پڑھے اور لفظ اللہ کا ہمزہ وصل کی وجہ سے گر جائے گا ——— (۳) مقطعات میں میں حرفِ لین کے بعد اگر سکون لازمی ہو جیسے سورۂ مریم میں کٓهٰیٰعٓصٓ کا عین اور شوریٰ میں حٰمٓ عٓسٓقٓ کا عین کہ اس سہ حرفی کے بیچ کا حرف یؔ مدہ نہیں ہے بلکہ لین ہے تو اس کو مد لین لازم یا لازمی لین کہتے ہیں اور اس میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں لیکن طول اولیٰ ہے پھر توسط پھر قصر۔ اس مد کا بیان الگ مستقل عنوان سے بھی آتا ہے ———

(۴) مد لازم کی مذکورہ بالا چاروں قسموں میں طول ہے جس کی مقدار تین الف یا پانچ الف ہے اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ قصر پڑھنا اس میں لحن جلی ہے۔

(۲) مدِّ متصل اِس کو مدّ واجب بھی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرفِ مدّہ کے بعد ہمزہ ایک ہی کلمہ میں آئے پس ہمزہ اس مد کی شرط ہے اور اس کا اُسی کلمہ میں ہونا ضروری ہے خواہ وقف کی صورت میں ہو جیسے اٰمَنَ السُّفَهَآءُ، قُرُوْٓءٍ، اور خواہ بغیر وقف کے ہو جیسے اِذَا جَآءَ، بُرَآءُوْا۔ اِن دونوں صورتوں میں اس کی مقدار مع مدّ اصلی چار الف کی برابر ہے اور اس میں بھی مد لازم کی طرح قصر یعنی ایک الف کا مدّ کرنا کسی قاری کے نزدیک درست نہیں بلکہ لحن جلی ہے۔ اس مدّ کی علامت رسم الخط میں اس طرح لکھی جاتی ہے (ٓ)۔

(۳) مدِ جائز اور اس کی اقسام

(۱) مدِ منفصل:- اگر حرفِ مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو ایسے مد کو مدِ منفصل کہتے ہیں جیسے فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ، قَالُوْٓا اٰمَنَّا، قَرَدُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ، مَآ اُنْزِلَ وغیرہ، اس کی مقدار بھی مع اصلی مد کے چار الف ہے تین الف بھی جائز ہے۔ (یہ مقدار توسط کی ہے متصل و منفصل میں نہ طول ہے نہ قصر) یہ مدِ منفصل اس وقت ہوگا جبکہ ان دونوں کلموں میں وصل کیا جائے یہ اس کی شرط ہے اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کریں تو یہ مد قطعاً ساقط ہو جائے گا جیسے خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اُولٰٓئِکَ۔ میں فیھا پر وقف کیا تو اس کا مد ساقط ہو جائیگا۔ اسی طرح لَیَطْغٰٓی ۝ اَنْ رَّاٰہُ میں لیطغٰی پر وقف کی حالت میں اس کا مد ساقط ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اس کو مدِ جائز بھی کہتے ہیں۔ اگر لفظ اَنَا ضمیر واحد متکلم کے الف کے بعد مد کا کوئی سبب موجود ہو تو وہاں مد نہیں ہوگا کیونکہ اَنَا کا الف مدہ نہیں ہے بلکہ وہ رسم الخط کا الف ہے مثلاً اَنَا اُنَبِّئُکُمْ، اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ، اَنَا اَدْعُوْکُمْ وغیرہ۔ مدِ منفصل کی علامت رسم الخط میں اس طرح لکھی جاتی ہے (ٓ)۔ مدِ منفصل کی پہچان قرآن مجید میں یہ ہے کہ حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہر جگہ الف کی صورت میں لکھا جائے گا سوائے ھٰٓؤُلَآءِ کے۔

(۲) مدِ صلہ یا مدِ مقرو:- جس کلمہ کے آخر میں ہا ضمیر ہو جس کے اوپر الٹا پیش یا اس کے نیچے کھڑی زیر ہو اور دوسرے کلمہ کے اول میں ہمزۂ قطعی ہو تو وہاں مد کیا جاتا ہے کیونکہ الٹا پیش واؤ کی بجائے ہے اور کھڑا زیر یاء کا قائم مقام ہے اور ان دونوں کو صلہ کہتے ہیں اس لئے اس مد کو مدِ صلہ کہتے ہیں اور مدِ مقرو بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مدِ منفصل ہی ہے جیسے مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ۝، رَبَّہٗٓ اَحَدًا ۝ پس اگر صلہ کے بعد ہمزۂ قطعی ہے تو اس کو صلۂ طویلہ کہیں گے جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں بیان ہوا، اس کی مقدار دو الف ہے اور ایک الف بھی جائز ہے۔ اور اگر صلہ کے بعد ہمزۂ قطعی نہ ہو تو اس کو صلۂ قصیرہ کہیں گے جیسے مقام رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ۔ صلۂ قصیرہ کی مقدار دو حرکت (ایک الف) کی برابر ہے۔ مگر صلہ کی شرط یہ ہے کہ ھا ضمیر کا ماقبل و مابعد متحرک ہو، مگر فِیْہٖ مُھَانًا اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ھا ضمیر کے بیان میں مع دیگر قواعد کے مفصل بیان ہو چکا ہے۔

(۳) مدِ سکون عارضی یا وقفی:- اگر حرفِ مدہ کے بعد کوئی ایسا حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو بلکہ عارضی ہو یعنی وقف کرنے سے ساکن ہوا ہو تو اس کو مدِ سکون عارضی یا عارضی لسکون یا مدِ عارض اور مدِ جائز وقفی یا مدِ وقفی بھی کہتے ہیں مثلاً رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَسْتَعِیْنُ ۝ رَجِیْمٍ ۝ تُکَذِّبٰنِ ۝ وغیرہ، اس کی مقدار تین الف مع مد اصلی ہے اس میں مد کی علامت لکھی نہیں جاتی۔ اس مد کا کرنا یا نہ کرنا دونوں درست و جائز ہیں لیکن کرنا بہتر ہے پس اس میں طول یعنی بقدر تین الف مع مد اصلی کرنا افضل ہے اور پھر توسط یعنی دو الف کی برابر اور پھر قصر یعنی ایک الف کی برابر کرنے کا درجہ ہے لیکن جو طریقہ اختیار کریں ختمِ تلاوت تک اسی کے موافق کرتے جائیں ایسا نہ کریں کہ کہیں طول ہو اور کہیں توسط

یا قصر کہ یہ بدنما ہے، جہاں خود حرف مدہ پر وقف ہو تو وہاں یہ مد نہیں ہوتا۔ جیسے غَفُوْرًا، شَكُوْرًا، بعض لوگ ان پر وقف کر کے مد کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

(۴) مدِ لین۔ مدِ عارض جس طرح حرفِ مدہ پر جائز ہے اسی طرح حرفِ لین پر بھی جائز ہے حرفِ لین واؤ ساکن ماقبل مفتوح اور یا، ساکن ماقبل مفتوح کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) مدِ لین وقفی غیر لازم؛ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرفِ لین کے بعد ایسا ساکن ہو جو وقف کرنے سے ساکن ہوا ہو یعنی ساکن عارضی ہو جیسے وَالصَّيْفِ، خَوْفٍ، اس کو مدِ عارض لین یا لین عارض بھی کہتے ہیں، اس میں بھی طول بقدر تین الف اور توسط بقدر دو الف اور قصر بقدر ایک الف کرنا جائز ہے لیکن اس میں قصر افضل ہے پھر توسط پھر طول کا درجہ ہے۔ (ب) مد لین لازم غیر وقفی؛ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حرف لین کے بعد سکون لازمی ہو جیسے سورۂ مریم اور سورۂ شوریٰ کے حروف مقطعات كهيعص اور حم عسق میں حرفِ عین ہے کیونکہ عین سہ حرفی کے بیچ کا حرف مدہ نہیں بلکہ لین ہے اس میں بھی طول بقدر تین الف اور توسط بقدر دو الف اور قصر بقدر ایک الف کرنا جائز ہے لیکن اس میں افضل طول ہے اور پھر توسط پھر قصر کا درجہ ہے۔

فائدہ (۱) جب دو یا، ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلی مشدد ہو اور دوسری ساکن تو یہاں بھی مد کیا جاتا ہے جس کو مدِ تمکین کہتے ہیں جیسے حُيِّيتُم، النَّبِيِّيْنَ، ان دونوں کو اچھی طرح ادا کرنا چاہئے —— (۲) بعض قاریوں کے نزدیک اسم جلالہ لفظ اللّٰه، رَحْمٰن اور قَهَّار، وغیرہ میں تعظیم و جلالت کے لئے تھوڑا سا کھینچا جاتا ہے اور وہ اس کو مدِ مبالغہ یا مدِ تعظیم یا مدِ جلالہ کہتے ہیں مگر جمہور قراء کے نزدیک یہ مختار و صحیح نہیں ہے۔

مد کی مقدار اور وجہوں کا بیان

(۱) مدِ لازم میں صرف طول ہے جس کی مقدار چار یا پانچ الف مع مد اصلی ہے اور اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک جائز نہیں بلکہ لحنِ جلی ہے اس کی چاروں قسموں میں طول برابر ہوگا یہ جمہور کا مذہب ہے اگرچہ بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف میں زیادہ مد ہے —— (۲) مد متصل اور منفصل میں بروایت حفص صرف توسط ہے جس کی مقدار دو یا اڑھائی یا چار الف مد اصلی کے علاوہ ہے۔ ان دونوں کی الگ الگ پہچان نہ ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں ان دونوں مدوں میں طول و قصر نہیں ہے۔ مد متصل میں جب ہمزہ بوجہ وقف ساکن ہو تو طول بھی جائز ہے جس کی مقدار تین یا پانچ الف ہے مگر اس میں قصر کسی قاری کے نزدیک کسی وقت جائز نہیں بلکہ لحن جلی ہے تاکہ مد متصل میں مد کا ترک لازم نہ آئے لیکن مد منفصل میں طول و قصر دونوں جائز ہیں اور مدِ منفصل میں مد والے کلمہ پر وقف کیا جائے تو صرف قصر ہوگا۔ بعض کے نزدیک قوت و ضعف میں فرق کرنے کے لئے مدِ منفصل کی مقدار مد متصل سے مذکورہ اقوال کے مطابق کم کر سکتے ہیں —— (۳) جب مد متصل و مد منفصل جمع ہوں اور منفصل پہلے ہو متصل اس کے بعد ہو مثلاً هٰٓؤُلَآءِ تو جائز ہے کہ منفصل میں قصر کرے یا دو الف پڑھے اور متصل میں دو الف، اڑھائی الف، چار الف پڑھے اور جب منفصل میں اڑھائی الف مد کیا جائے

ـــــــــــــ

[۱] البتہ نماز کی تکبیروں میں اللّٰه کو کھینچ کر ادا کرنا جائز ہے۔

تو متصل میں اڑھائی الف، چار الف مد جائز ہے اور دو الف غیر جائز ہے اس لئے کہ متصل منفصل سے اقوی ہے اور ضعیف کو قوی پر ترجیح دینا غیر جائز ہے اسی طرح جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں چار الف مد جائز ہوگا اور اڑھائی و دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا۔ اور جب ان دونوں مدوں کے جمع ہونے کی صورت میں مد متصل مد منفصل پر مقدم ہو مثلاً جَآءُوٓ اٰبَآءَهُمۡ تو اگر متصل میں چار الف مد کیا ہے تو منفصل میں چار الف، اڑھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور اگر متصل میں اڑھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں اڑھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے ایسے اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر جائز ہے، اڑھائی اور چار الف مد کرنا اس میں غیر جائز ہوگا۔ اور جب متصل و منفصل کئی مد جمع ہوں مثلاً بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ تو انہی قواعد پر قیاس کر کے صحیح و غیر صحیح وجہیں نکالیں (یعنی منفصل کو جو کہ ضعیف ہے متصل سے جو کہ قوی ہے کم درجہ میں یا اس کے برابر رکھ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کرنا غیر جائز ہوگا۔ مؤلف)

فائدہ: غیر جائز و غیر صحیح وجہوں سے مراد غلط و ممنوع نہیں بلکہ غیر اولی ہے یعنی ماہر قاری کے واسطے معیوب ہے۔

(۴) مد عارض، مد لین عارض و مد لین لازم غیر وقفی، ان تینوں میں تینوں وجہیں طول، توسط، قصر جائز ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ مد عارض اور مد لین لازم غیر وقفی میں طول اولیٰ و افضل ہے اس کے بعد توسط پھر قصر کا مرتبہ ہے بخلاف مد لین عارض کے کہ اس میں قصر اولیٰ و افضل ہے پھر توسط پھر طول کا مرتبہ ہے۔ ان تینوں مدوں میں طول کی مقدار تین الف اور ایک قول میں پانچ الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف اور ایک قول میں تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قولوں میں ایک ہی الف ہے۔ جب مد عارض یا مد لین عارض کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی (برابری) اور توافق کا خیال رکھنا چاہئے یعنی اگر مد عارض یا لین میں ایک جگہ طول کیا ہے تو سب جگہ طول کیا جائے اور اگر ایک جگہ توسط کیا ہے تو سب جگہ توسط کرنا چاہئے اور اگر قصر کیا ہے تو سب جگہ قصر کرنا چاہئے اور اسی طرح مقدار طول و توسط میں بھی توافق ہونا چاہئے یعنی اگر ایک میں تین الف کی مقدار اختیار کر کے دوسری جگہ بھی وہی اختیار کی تو وجہ جائز ہے اور اگر ایک میں تین کی مقدار اختیار کر کے دوسرے میں پانچ یا ایک میں اڑھائی اختیار کر کے دوسرے میں چار یا دو الف کی مقدار اختیار کی تو یہ سب وجہیں ناجائز ہیں پس تمام قسم کے مدوں میں اس بات کا خیال رکھے تمام تلاوت کے اندر ایک ہی قول کی پابندی کرے اقوال کو ادل بدل نہ کرتا رہے کہ یہ معیوب ہے۔ نیز جاننا چاہئے کہ مد لین عارض، مد عارض سے ضعیف ہے اسلئے مد لین عارض کی مقدار مد عارض سے نہ بڑھے۔ (مدوں کی وجہوں کی مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)۔

ہمزہ کا بیان

(۱) ہمزۂ وصل کی ابتداء اور وصل کا بیان | ہمزہ کی دو قسمیں ہیں اصلی[1]، وصلی[2]، ہمزۂ اصلی کو ہمزۂ قطعی اور ہمزۂ وصلی کو

ہمزۂ عارضی بھی کہتے ہیں۔ ہمزۂ اصلی کبھی کلمہ سے جدا نہیں ہوتی خواہ اس ہمزۂ اصلی سے ابتدا کرے یا اس کو پہلے لفظ کے ساتھ وصل کرے لیکن ہمزۂ وصلی وصل کی حالت میں گر جاتی ہے اور وہاں سے ابتدا کرنے میں قائم رہتی ہے مثلاً اَلَّذِی اؤْتُمِنَ وصل کی حالت میں اور اَلَّذِیْ ۔ اُؤْتُمِنَ، الذی پر وقف کر کے اُؤْتُمِنَ کے ہمزہ وصل سے ابتدا کی حالت میں پڑھا جائے گا۔ اسی طرح وصل کی حالت میں فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ اور فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ پڑھا جائے گا اور ہمزۂ وصل سے ابتدا کی حالت میں فِی السَّمٰوٰتِ ۔ اِئْتُوْنِیْ اور فِرْعَوْنُ ۔ اِئْتُوْنِیْ پڑھا جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمزۂ وصل کے ماقبل جب کوئی حرف پڑھا یا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کر کے اس سے پہلے والے حرف کو اس کے آگے والے حرف سے وصل کیا جائے گا اور اس کا قائم رکھنا درست نہیں لیکن اگر اس سے پہلے حرف پر وقف کر کے ہمزۂ وصل سے شروع کیا جائے گا تو اب ہمزۂ وصل ثابت قائم رہے گا۔ اب رہی یہ بات کہ ہمزۂ وصل سے شروع کرنے کی صورت میں اس ہمزۂ وصل پر کونسی حرکت پڑھی جائے گی تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ ہمزۂ وصل لام تعریف کے ساتھ کا ہے تو مفتوح ہوگا جیسے اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِیْمُ، اَلشَّمْسُ، اَلْجِبَالُ وغیرہ اور اگر تنوین کے بعد لام تعریفی کا ہمزہ ہو تب بھی بحالت ابتدا اس ہمزہ کا فتحہ پڑھا جائے گا جیسے فَخُوْرَا الَّذِیْ وغیرہ اور وصل کی صورت میں ن قطنی کے ذریعے ملائیں گے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے یعنی یوں پڑھیں گے فَخُوْرَا ہ نِ الَّذِیْ اور اگر اسی اسم کا ہمزہ ہے تو ہمزۂ وصل سے شروع کرتے وقت وہ مکسور ہو جائے گا جیسے اِثْنَیْنِ، اِمْرَاَۃٌ اور اگر ہمزۂ وصل نہ لام تعریف کا ہے اور نہ اسی اسم کا ہے بلکہ فعل کا ہے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس ہمزۂ وصل سے تیسرے حرف (یعنی عین کلمہ) پر کیا حرکت ہے اگر فتحہ یا کسرہ ہے تو ہمزۂ وصل سے ابتدا کی حالت میں ہمزۂ وصل کو کسرہ پڑھی جائے گی جیسے رَبَّنَا افْتَحْ کو رَبَّنَا ۔ اِفْتَحْ اور رَبِّ اغْفِرْ کو رَبِّ ۔ اِغْفِرْ۔ اور اگر اس تیسرے حرف کو ضمہ ہو تو ہمزۂ وصل کو بھی ضمہ پڑھیں گے جیسے وَلٰکِنِ انْظُرْ کو وَلٰکِنْ ۔ اُنْظُرْ پڑھیں گے۔ جاننا چاہئے کہ اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا، اِئْتُوْا وغیرہ میں تیسرے حرف کا ضمہ عارضی ہے اس لئے ان میں ہمزۂ وصل مضموم نہیں ہوگا بلکہ مکسور ہوگا یہ مسائل عربی کے صرفی قواعد میں تفصیل سے آتے ہیں پس جو شخص حالاتِ ہمزۂ وصل سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو وہ ایسے مقامات پر وقف یا وصل دونوں کر سکتا ہے لیکن جو شخص اس کے قواعد پر پوری طرح حاوی نہ ہو تو چونکہ اس کو ہمزۂ وصل کی حرکت کے بارے میں تردد ہوگا کہ کیا حرکت پڑھوں اس لئے ایسے لوگوں کو اس غلطی سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ ان اوقاف کی پابندی کرے جو قرآن مجید میں بنے ہوئے موجود ہیں یعنی شبہ والی جگہ وقف نہ کرے بلکہ وصل کرے۔

(فائدہ) (۱) اگر ہمزہ عین کے ساتھ یا ح کے ساتھ یا حرفِ مدہ ع یا ح کے ساتھ جمع ہوں یا ع ہ دونوں یا یا ع ح ہ تینوں ایک ساتھ آئیں یا ع ح ہ مکرر آئیں یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہئے۔

مثالیں: اَعُوْذُ، عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، فَاعِلِیْنَ، عَلٰی عَقِبَیْہِ، یَدَّعُوْنَ، مَبْعُوْثُوْنَ، لَاجُنَاحَ عَلَیْکُمْ، سَاحِرٍ، سَحَّارٍ، یٰنُوْحُ اهْبِطْ، عَهِدَ، عَاهَدَ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، سَبِّحْہُ، جِبَاهُهُمْ،

دَعًّا، یُدَعُّوْنَ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وغیرہ ——— (۲) ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں کہیں بھی ہو اس کو صاف طور سے پڑھنا چاہئے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا جیسے تَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ، یُؤْمِنُوْنَ، سَاَلَ سَآئِلٌ وغیرہ۔ خصوصاً جبکہ دو ہمزہ ایک جگہ جمع ہوں وہاں بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں جیسے ءَاَنْذَرْتَھُمْ، ءَاِذَا، ءَاُنْزِلَ وغیرہ ——— (۳) جب حرفِ ساکن کے بعد ہمزہ آئے تو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ساکن کا سکون پورا ادا ہو اور ہمزہ بھی خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے اس سے ماقبل کا حرف جو ساکن ہے متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے جیسے ھَلْ اَتٰکَ، قَدْ اَفْلَحَ، مَنْ اَنْفَقَ، مِنْ اُنْثٰی، اِنَّ الْاِنْسَانَ سے ھَلَّ اتٰکَ، قَدَ اَفْلَحَ، مَنَ انْفَقَ، مِنُ اُنْثٰی، اِنَّ لَاِنْسَانَ، ۔۔۔۔۔۔ ہو جاتا ہے جو بالکل غلط ہے پس خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی حرف ضائع نہ ہو جائے ورنہ لحنِ جلی ہو جائے گا۔ (اسی وجہ سے امام حفصؒ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں۔

(۲) ہمزہ کی تسہیل و تحقیق و تبدیل کا بیان

تسہیل لغت میں سہل اور آسان کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں جہاں دو ہمزہ ایک جگہ جمع ہوں تو دوسری ہمزہ کو اس کی حرکت کے مناسب حرفِ مدہ اور ہمزہ کے درمیان ادا کرنے کو تسہیل کہتے ہیں جیسے ءَاَعْجَمِیٌّ، ءَآللّٰہُ وغیرہ میں۔ تحقیق، تسہیل کی ضد ہے تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کو کھول دینا اور اصطلاح میں ہمزہ کو اس کے مخرج سے صفات کے ساتھ پوری سختی سے اچھی طرح ادا کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔ تبدیل کے معنی بدل کرنا اور اصطلاح میں جہاں دو ہمزہ ایک جگہ جمع ہوں وہاں ہمزۂ ثانیہ کو الف سے بدلنے کا نام ابدال یا تبدیل ہے جیسے آٰلْئٰنَ میں ہمزۂ ثانیہ کو الف سے بدل رکھا ہے کہ اصل میں ءَاَلْئٰنَ تھا ان تینوں کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:——— (۱) تحقیق یعنی جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں یعنی ان میں کوئی وصلی نہ ہو تو تحقیق سے یعنی مخرج سے ان کی صفات کے ساتھ پوری سختی سے صاف طور پر پڑھنا چاہئے جیسے ءَاٰمَنْتُمْ، ءَاِنَّکُمْ، کُلَّمَا جَآءَ اُمَّۃً وغیرہ سوائے ءَاَعْجَمِیٌّ کے جس کا حکم آگے آتا ہے ——— (۲) تسہیل اس کے دو حکم ہیں واجب[۱]، جائز[۲]۔ امام حفصؒ کی روایت کے مطابق امام عاصمؒ کے نزدیک تمام قرآن مجید میں ہمزہ کی تسہیل کا واجب ہونا صرف ایک جگہ ہے یعنی ءَاَعْجَمِیٌّ (حٰمٓ السجدہ ع ۵) میں۔ یہاں دوسرے ہمزہ کی تحقیق نہ پڑھیں۔ اس کے علاوہ تین لفظوں میں جو قرآن مجید میں دو دو جگہ یعنی کل چھ جگہ آئے ہیں تسہیل جائز ہے لیکن ابدال اولیٰ ہے (۱) آٰلذَّکَرَیْنِ (الانعام ع ۱۷ میں دو جگہ) یہ اصل میں ءَاَلذَّکَرَیْنِ تھا۔ (۲) آٰللّٰہُ (سورۂ یونس ع ۵ والنمل ع ۴) یہ اصل میں ءَاَللّٰہُ تھا۔ (۳) آٰلْئٰنَ (یونس ع ۵) یہ اصل میں ءَاَلْئٰنَ تھا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں لیکن ابدال اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کلموں میں قرآن مجید میں

ہمزۂ ثانیہ کو الف سے بدل کر لکھا ہوا ہے پس اگر تسہیل کے ساتھ پڑھیں تو دونوں ہمزہ الگ الگ پڑھیں اور دوسرے ہمزہ میں تسہیل یعنی مدہ اور ہمزہ کے درمیان ادا کریں۔ اگرچہ تسہیل کی ضد تحقیق ہے مگر ان تین کلموں میں تسہیل کی ضد ابدال ہے اس لئے ان میں تحقیق جائز نہیں ـــــ (۳) جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثلاً اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ، اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ، اَسۡتَكۡبَرۡتَ، اور فتحہ کی حالت میں جو دوسرا ہمزہ حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انشاء کا خبر کے ساتھ التباس ہو جائے گا ـــــ (یہ قاعدہ قواعدِ عربیہ سے تعلق رکھتا ہے تاکہ لفظ کی حقیقت سمجھ کر معنی سمجھ سکے۔ چونکہ قرآن کریم میں تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے اس لئے اس میں پڑھنے والے کو** قاعدہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ مؤلف)

...... اسی طرح جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو ہمزۂ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق بدلنا واجب ہے مثلاً اٰمَنُوۡا، اِیۡمَانًا، اُوۡتُمِنَ، اِیۡتِ وغیرہ (یہ بھی قواعدِ عربیہ سے متعلق ہے ورنہ رسم الخط میں تلفظ کے مطابق ہی لکھا جاتا ہے۔ مؤلف)۔

حرکات کا بیان

(۱) حرکت کی تعریف اہلِ ادائے الفاظ کے نزدیک یہ ہے کہ جو آواز کسی حرف پر ارادۃً زیادہ کی جاتی ہے اس کو حرکت کہتے ہیں۔ حرکت کی دو قسمیں ہیں اصلی، فرعی۔ حرکاتِ اصلیہ تین ہیں فتحہ، کسرہ، ضمہ، حرکاتِ فرعیہ دو ہیں فتحہ ممالا، کسرۂ مشمّہ، مگر کسرۂ مشمّہ امام حفصؒ کی روایت میں کہیں نہیں آیا۔ ادا کے لحاظ سے حرکتِ اصلیہ کی تین قسمیں ہیں: اکمال، روم، اختلاس۔ پوری حرکت ادا کرنے کا نام اکمال ہے ایک تہائی حرکت ادا کرنے کا نام روم اور دو تہائی حرکت ادا کرنے کا نام اختلاس ہے۔ اختلاس بھی حفصؒ کی روایت میں کہیں جائز نہیں۔

(۲) حرکاتِ اصلیہ یعنی فتحہ، کسرہ، ضمہ کو حرکاتِ ثلٰثہ بھی کہتے ہیں۔ فتحہ منہ کے کھولنے اور آواز کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے اور کسرہ منہ کے جھکانے اور آواز کے ساتھ اور ضمہ دونوں ہونٹوں کے ملانے اور آواز کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ اگر فتحہ میں کچھ جھکاؤ (انخفاض) ہوا تو فتحہ کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر کچھ ملانا (انضمام) ہو گیا تو فتحہ ضمہ کے مشابہ ہو جائیگا، ایسا ہی اگر کسرہ میں انضمام پایا گیا تو ضمہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر ضمہ میں انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ ہو جائیگا جبکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح (کھلاؤ) ہو گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

(۳) حرکاتِ مفردہ دو طرح پر پڑھی جاتی ہیں۔ معروف، مجہول۔ معروف حرکات کو حرکاتِ تامہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ پوری طرح ظاہر کر کے پڑھی جاتی ہیں اور ان کی آواز لطیف اور سبک ہوتی ہے اور مجہول کو حرکاتِ ناقصہ کہتے ہیں یہ معروف کے برخلاف پوری طرح ظاہر کر کے نہیں پڑھی جائیں اور آواز موٹی اور بھدّی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حرکات کو معروف ادا کرنا چاہئے یعنی الف کا نصف فتحہ اور واؤ معروف کا نصف ضمہ اور یائے معروف کا نصف کسرہ، بعض لوگ ضمہ کو واؤ مجہول کا نصف اور کسرہ کو یاء مجہول کا نصف پڑھتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ عربی میں واؤ مجہول اور یائے مجہول نہیں آتی بلکہ یہ دونوں معروف آتی ہیں۔ امام حفصؒ کی روایت میں صرف ایک جگہ امالہ کی وجہ سے یائے مجہول پڑھی جاتی ہے

یعنی فتح تھا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس کے علاوہ ہر جگہ ضمہ و کسرہ کو کامل طور پر یعنی معروف ادا کرنا چاہئے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاضِ کامل کے ساتھ کسرہ کی آواز باریک نکلے اس طرح پر کہ اگر اس کو بڑھادیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو اور ضمہ میں انضمامِ شفتین (یعنی ہونٹوں کے ملانے) کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے اس طرح پر کہ اگر اس کو بڑھادیا جائے تو واؤ معروف ہو جائے۔

(۴) حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ سکون کے مشابہ ہو جائے ایسا ہی سکون کو بھی کامل اور بہت جماؤ کے ساتھ ادا کرنا چاہئے تاکہ حرکات کے مشابہ نہ ہو جائے۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جب ساکن کی آواز اس کے مخرج میں بند ہو جائے تب فوراً ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کے مخرج میں کچھ جنبش ہو گئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا جس سے ساکن حرف حروفِ قلقلہ یا مشدد حروف کے مشابہ ہو جائے گا۔ البتہ حروفِ قلقلہ اور کاف، تا کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ حروفِ قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اس قدر نہیں کہ متقلقل مشدّد یا متحرک سُنائی دیں اور کافؔ و تاؔ میں نہایت نرمی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف و تا میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں ہ یا س یا ش (ہ پاک یا ہمزہ ضیاء التجوید)[1] کی بو نہ آنی چاہئے۔ بعض لوگ ک، تا میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ صفتِ شدت زائل ہو کر ہا ہوز کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کافؔ و تاؔ مخلوط بالھا ہو جاتے ہیں یعنی کھ، تھ ہندی حرف بن جاتے ہیں جیسے اَبۡتَرُ سے اَبۡتھَرُ، ثَقُلَتۡ سے ثَقُلَتھۡ، کانا سے کھانا، ذِکۡرُکَ سے ذِکۡرُکھَ پڑھتے ہیں، یہ سراسر غلط بے اصل و بے بنیاد ہے اور سب محقق قاریوں نے اس کی تردید کی ہے۔

(۵) جس فتحہ کے بعد الف نہ ہو یا ضمہ کے بعد واؤ ساکن یا کسرہ کے بعد یائے ساکن نہ ہو ان کو حرکتِ اشباع یعنی کھینچ کر پڑھنے سے بچانا چاہئے ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے جو لحن جلی ہے اسی طرح واؤ مشدد ماقبل ضمہ اور یائے مشدد ماقبل کسرہ میں بھی اشباع سے بچنا چاہئے خصوصاً وقف کے وقت ورنہ مشدد مخفف ہو جائے گا۔ اور اگر حرکاتِ ثلثہ کے بعد ان کے موافق حروفِ مدہ غیر مشدد ہوں تو اشباع کرنا چاہئے۔

اجتماعِ ساکنین

اجتماع ساکنین یعنی دو ساکن کا ایک جگہ اکٹھا ہونا دو طرح پر ہے ایک عَلٰی حَدِّہٖ دوسرا عَلٰی غَیۡرِ حَدِّہٖ ہے۔ علی حدہٖ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرفِ ساکن مدہ ہو اور دونوں ساکن پہلے کلمہ میں ہوں مثلاً دَآبَّۃٌ آلۡـٰٔنَ۔ یہ اجتماعِ ساکنین یعنی دونوں حرفِ ساکن کا پڑھنا جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہٖ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں، یہ اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہٖ جائز نہیں ہے البتہ وقف کے وقت جائز ہے

(۱) پس اگر پہلا حرف ساکن مدہ ہے تو اس کو حذف کردیں گے مثلاً وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ، عَلٰۤی اَنۡ لَّا تَعۡدِلُوۡا، اِعۡدِلُوۡا، وَقَالُوا الۡاٰنَ، فِی الۡاَرۡضِ، تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ، وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ، وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ۔ ان سب مثالوں میں وصل کی حالت میں پہلا حرف ساکن جو مدہ ہے نہیں پڑھا جاتا بلکہ حذف ہو جاتا ہے اور اس سے پہلا حرف

[1] بعض کتابوں میں یہ بھی ہے شاید کچھ حضرات اس طرح کی غلطی بھی کرتے ہوں غرض ہر قسم کی ملاوٹ سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (مؤلف)

اس سے آگے والے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے اور وقف کی حالت میں بالاجماع پڑھا جائے گا یعنی اس حرفِ مدہ الف یا واؤ یا یا پر وقف کیا جائے گا اور پھر اس سے آگے والے ہمزۂ وصل سے شروع کیا جائے گا۔

(۲) اگر پہلا حرف ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکتِ کسرہ دیجائے گی مثلاً اِنِ ارْتَبْتُمْ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ، بِمَا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ، بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ (یہ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ سورۂ حجرات میں آیا ہے) اس میں بِئْسَ کے بعد لام ساکن سے ماقبل اور مابعد جو دو ہمزۂ وصلی ہیں وصل کے وقت اِن کو حذف کیا جائے گا اور ان کے حذف کے بعد لؔ اور اس کے بعد سؔ دو ساکنوں کا اجماع ہو جاتا ہے جو علی غیر حدہ ہے اس لئے لام کو کسرہ دیکر سؔ کے ساتھ ملائیں گے اور لؔ سے پہلے سؔ کو زبر پڑھیں گے جیساکہ اس کے اوپر زبر پہلے سے ہے۔ یہ مثال صورتِ نقل کی بھی ہے اس میں نقل حقیقۃً اس لئے نہیں ہے کہ ہمزہ وصلی ہے۔ اگر اس جملہ میں اَلِاسْمُ سے ابتدا کی جائے تو لِاسْمُ الْفُسُوْقُ اور اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ دونوں جائز ہیں۔

(۳) اگر پہلا حرف ساکن جمع کی ضمیر کا میم ہو تو ضمہ دیا جائے گا مثلاً عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ، عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ۔

(۴) مِنْ جو حرفِ جرّ ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئیگا تو مِنْ کا نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے مِنَ اللّٰهِ ایسے ہی الٓمّٓ اللّٰهُ کا میم وصل کی حالت میں مفتوح پڑھا جائیگا۔

(۵) جس کلمہ کے آخر میں تنوین ہو اور اس کے بعد کوئی حرف ساکن ہو تو چونکہ تنوین نون ساکن کا حکم رکھتی ہے تو وصل کی حالت میں یہ اجماع ساکنین علیٰ غیر حدہ ہے اس لئے کسرہ دیا جائے گا لہذا ایسی جگہ چھوٹا ن لکھ دیتے ہیں جس کو نونِ قطنی کہتے ہیں جیساکہ نون ساکن و تنوین کے بیان میں گذر چکا ہے مثلاً بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ وغیرہ۔

فائدہ: اثبات کسی حرف کے بڑھانے کو اور حذف گھٹانے کو کہتے ہیں۔

صفاتِ عارضہ اور ان کے متعلقات کا بیان ختم ہوا اب ان کو ایک نقشہ کی شکل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقشہ صفاتِ عارضہ

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
ء	ا	و	ی	ن	م	ل	ر
ترقیق	مدیہ	مدیہ	مدیہ	غنہ اصل	غنہ اصل	ترقیق اصل	تفخیم اصل
تحقیق	تفخیم	لینیہ	لینیہ	اظہار حلقی	اظہار شفوی	تفخیم عارضی	ترقیق عارضی
تسہیل	ترقیق	تفخیم ترقیق	غیر مدہ	ادغام مع الغنہ	ادغام مع الغنہ	...	...
ابدال	امالہ کبریٰ صغریٰ	غیر مدہ غیر لین	غیر لین	ادغام بلاغنہ	اخفاء شفوی	...	...
اثبات	اثبات	اثبات حذف	اثبات	اقلاب	...	...	...
حذف	حذف		حذف	اخفاءِ حقیقی	...	...	...

باب : وقف اور وصل کے احکام

دوسرا علم جس کا قاری کو جاننا ضروری ہے علمِ اوقاف ہے یعنی اس بات کا جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہئے اور کس طرح نہ کرنا چاہئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم وغیر لازم ہے اور وصل کس طرح کرنا چاہئے وغیرہ اب ان کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنا اور رکنا ہے اور قاریوں کی اصطلاح میں کلمۂ مقطوعہ (یعنی جو دوسرے کلمہ سے ملا ہوا نہ ہو، جس کو غیر موصولہ بھی کہتے ہیں) کے آخر حرف پر کیفیتِ وقف یعنی اسکان یا روم یا اشمام کے ساتھ اتنی دیر ٹھہرنا کہ سانس قرار پکڑ لے اور اگر وہ آخری حرف متحرک ہے تو اس کو ساکن کرنا۔ اور آواز اور سانس دونوں کو توڑنا وقف کہلاتا ہے پس اگر ان تینوں باتوں یعنی (۱) کلمہ کے آخر حرف پر وقف کرنا۔ (۲) آخر حرفِ متحرک کا ساکن کرنا۔ (۳) آواز اور سانس دونوں کا توڑنا) میں سے ایک بھی ادا نہ ہوئی تو وقف ثابت نہیں ہوگا اور اس کو وقف سمجھنا سخت غلطی ہے۔ (حفاظِ کرام عموماً اس بے قاعدگی سے پڑھتے ہیں کہ وقف کے متحرک حرف کو ساکن تو کرتے ہیں مگر آواز اور سانس کو نہیں توڑتے اور پڑھتے چلے جاتے ہیں جو نہ وقف میں شمار ہے نہ وصل میں اس سے بچنا لازمی ہے۔)

اقسامِ وقف

وقف کی چار قسمیں ہیں (۱) وقفِ تام، یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا ما قبل سے نہ لفظی تعلق ہو اور نہ معنوی جیسے ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۔ (۲) وقفِ کافی۔ یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا ما قبل اور ما بعد سے معنوی تعلق ہو اور لفظی تعلق نہ ہو جیسے لَا یُؤْمِنُوْنَ پر وقف کرنا جو شروع سورۂ بقر میں ہے کہ اس کے ما بعد یعنی خَتَمَ اللّٰہُ سے تعلق معنوی تو ہے کیونکہ دونوں کفار کے متعلق ہیں اور تعلقِ لفظی نہیں ہے۔ (۳)۔ وقفِ حسن۔ یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کو ما بعد سے لفظی تعلق ہو اور کلام مفید ہو مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر کہ اس پر وقف تو حسن ہے مگر ما بعد سے ابتدا حسن نہیں کیونکہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ صفت ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی اس لئے الحمد للہ سے اعادہ کرکے پڑھے لیکن اگر آیت کے سر پر ہو تو پھر ما بعد سے ابتدا بھی جائز ہے —— (۴) وقفِ قبیح۔ یعنی ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کو ما بعد سے تعلقِ لفظی و معنوی دونوں ہوں اور کلامِ غیر مفید ہو جیسے بِسْمِ اللّٰہِ کے بِسْمِ پر یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الحمد پر وغیرہ ایسے کلمہ پر اضطراراً وقف کرنا تو جائز ہے لیکن پھر ما قبل سے اعادہ ضروری ہے اور بلا اضطرار وقف کرنا نا جائز ہے۔

کیفیاتِ وقف

کیفیت کے لحاظ سے وقف کی تین قسمیں ہیں —— (۱) اسکان یا سکون محض۔ اس کے معنے ٹھہرنے اور آرام کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں وقف والے حرف کی حرکت کو اس طرح سلب کرنا اور پورا ساکن پڑھنا کہ حرکت کی بُو باقی نہ رہے یہ وقف بالاسکان یا وقف بالسکون کہلاتا ہے، وقف والے حرف کی حرکت خواہ زبر ہو یا زیر یا پیش اور تینوں حرکتوں میں سے کسی کی تنوین ہو، یہ وقف سب صورتوں میں جائز ہے اور یہی اصل وقف ہے۔

(۲) روم۔ اس کے معنی حرکت کا ضعیف یا خفیف ادا کرنا اور اصطلاح میں حرکت کی آواز کے تین حصوں میں سے دو حصے چھوڑ کر تیسرا حصہ ادا کرنا کہ نزدیک بیٹھا ہوا اس کو سن سکے یہ صرف ضمہ اور کسرہ یا ان دونوں کی تنوین کی صورت میں جائز ہے خواہ آخر کا حرف مشدد ہو۔ پس روم میں اس کی تشدید باقی رہے گی۔ اگر وقف والے حرف پر زبر ہو تو روم جائز نہیں ـــــ

(۳) اشمام۔ اس کے معنی بُو دینا ہیں اور اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ وقف والے حرف کو ساکن کر کے لبوں کو غنچہ کی طرح بنا کر فوراً ضمہ کی طرف اشارہ کر دینا کہ اگر سامع آنکھوں والا ہو اگرچہ بہرا ہو تو اس کو معلوم ہو جائے ورنہ نہیں لیکن دونوں ہونٹوں کو ملا نہ دیا جائے جیسے نَسْتَعِیْنُ۔ یہ صرف ضمہ میں ہوتا ہے فتحہ اور کسرہ میں نہیں ہوتا۔ اور اشمام میں بھی اگر حرف مشدد ہو تو تشدید باقی رہے گی۔

فائدہ: (۱) روم اور اشمام اسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہو اور اگر حرکت عارضی ہوگی تو روم و اشمام جائز نہیں ہوگا جیسے اَنْذِرِ الَّذِیْنَ۔ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ، میں اَنْذِرْ اور عَلَیْکُمْ پر وقف کرے تو ان کے آخری حرف کو ساکن پڑھنا چاہیے اور روم و اشمام نہ کریں کیونکہ ان کی حرکت عارضی ہے۔ اسی طرح اگر آخر کلمہ میں تاء بصورت ۃ لکھی ہو تو اس میں بھی روم و اشمام نہیں ہوگا اور وہ تاء وقف کے وقت ہاء ہو جائے گی مثلاً رَحْمَۃٌ، نِعْمَۃٌ۔ (۲) روم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی جیسا کہ ہائے ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور وقف بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثلاً بِہٖ، لَہٗ۔

آخر حرفِ کلمہ پر وقف کرنے کے قاعدے

جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتانے کی نہیں ہے اور اگر متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے مندرجہ ذیل قاعدے ہیں

(۱) جب کسی کلمہ کے آخر حرفِ متحرک پر وقف کیا جائے اور اس سے پہلے بھی حرفِ متحرک ہو تو کلمہ کے آخر حرف متحرک کو ساکن پڑھیں گے جس کو موقوف علیہ کہتے ہیں خواہ موقوف علیہ پر تنوین ہو یا صلہ یعنی کھڑی زیر ہو یا اُلٹی پیش ہو جیسے ھُوَالْاَبْتَرُ سے ھُوَالْاَبْتَرْ۔ اِذَا حَسَدَ سے اِذَا حَسَدْ۔ فَنَسِیَ سے فَنَسِیْ۔ مَاھِیَ سے مَاھِیْ۔ مَاھُوَ سے مَاھُوْ۔ رِسَالَتَہٗ سے رِسَالَتَہْ۔ یَوْمٌ عَسِیْرٌ سے یَوْمٌ عَسِیْرْ۔ مِنْ مُّدَّکِرٍ سے مُّدَّکِرْ۔ اور گول تا (ۃ) ہ سے بدل جائے گی جیسے دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ سے دِیْنُ الْقَیِّمَہْ، اَلْبَیِّنَۃُ سے اَلْبَیِّنَہْ لیکن ایسی صورتوں میں ہ کا اظہار اچھی طرح ہونا چاہیے ورنہ حرف کم ہو کر لحنِ جلی ہو جائے گا جیسے خَاشِعَۃٌ سے خَاشِعَ۔ قَیِّمَۃٌ سے قَیِّمَ، ثَلٰثَۃٌ سے ثَلٰثَ وغیرہ پڑھنا سخت غلطی اور لحنِ جلی ہے بچنا چاہیے۔ اور لمبی تا (ت) وقف کی حالت میں بھی ت ہی رہے گی جیسے صَالِحَاتٌ سے صَالِحَاتْ، مَعْدُوْدَاتٍ سے مَعْدُوْدَاتْ وغیرہ اور اگر حرفِ مشدد پر وقف کیا جائے تو پہلے تشدید کو ادا کرے پھر بجائے حرکت کے سکون ادا کرے جیسے اَیْنَ الْمَفَرُّ سے اَیْنَ الْمَفَرّْ۔ اگر میم و نون مشدد پر وقف کیا جائے تو اس کی صفتِ غُنّہ کو ایک الف کے برابر سکون کے ساتھ ادا کرے جیسے فِی الْیَمِّ سے فِی الْیَمّْ۔ اُجُوْرَھُنَّ سے اُجُوْرَھُنّْ ـــــ (۲) اگر موقوف علیہ سے پہلے حرف ساکن ہو اور جس حرف پر وقف کرنا ہو اس پر چاہے کوئی حرکت ہو یا تنوین ہو تو وہ حرف موقوف پڑھا جائے گا جس کو عام لوگ ساکن کہتے

ہیں جیسے یَعْلَمُوْنَ سے یَعْلَمُوْنْ ، سُوْٓءٌ سے سُوْٓءْ ، اگر لمبی تا (ت) ہے تو وہ تا بھی پڑھی جائے گی جیسے مَعْدُوْدَاتٌ سے مَعْدُوْدَاتْ

(تنبیہ) اس قاعدے کے مطابق موقوف علیہ سے پہلا حرف جو ساکن ہے اس کو متحرک پڑھنا سخت غلطی اور لحن جلی ہے اس سے پرہیز کریں۔ مثلاً قَبْلُ کو قَبَلْ، وَاسْتَغْفِرْهُ کو وَاسْتَغْفِرَهْ، بَرْقٌ کو بَرَقْ، شَهْرٌ کو شَهَرْ وغیرہ پڑھنا سخت غلطی ہے۔

(۳) ہمزہ پر اگر فتحہ کی تنوین آئے تو وہ تنوین بحالتِ وقف الف سے بدل جائے گی اور ہمزہ الف سے ملا کر پڑھی جائے گی جیسے نِدَآءً سے نِدَآءَا، جُفَآءً سے جُفَآءَا، مَآءً سے مَآءَا وغیرہ۔ ان سب میں وقف کے وقت ء یا ہ کا اضافہ نہ ہونے پائے مثلاً نِدَآءْ یا بَصِیْرَاہْ نہ پڑھے ——— (۴) فتحہ کی تنوین ہمیشہ الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے اور کبھی ی کی شکل میں بھی ہوتی ہے۔ ان پر جب وقف کیا جائے گا تو تنوین گر جائے گی اور الف جو رسم الخط میں ہے پڑھا جائے گا مثلاً ظَهِیْرًا سے ظَهِیْرَاہ، بَصِیْرًا سے بَصِیْرَاہ، هُدًی سے هُدٰیہ وغیرہ لیکن یاد رہے کہ جب حرفِ مدہ پر وقف کیا جائے تو ایک الف سے زیادہ نہ کھینچا جائے جیسے مَا لَا، فَنَسِیَ، اِلَّا هُوْ وغیرہ۔ اسی طرح جب تنوین کی جگہ الف پڑھا جائے تب بھی مد نہ کیا جائے یہ غلطی ہے اور یہاں مد کا کوئی قاعدہ نہیں ہے ——— (۵) جب الف، واؤ، یا ساکنہ پر یا کسی اور حرف ساکن پر وقف کیا جائے تو اس کی حالت بدستور رہے گی جیسے مَا عَلَّمْتَنَا، اَلَّا تَعْلُوْاہْ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْہ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ، عُطِّلَتْ البتہ ان میں وقف ظاہر کرنے کے لئے آواز اور سانس دونوں قطع کرنے پڑیں گے ورنہ اہل ادا کے نزدیک وقف ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ سب وقفوں میں سانس اور آواز کا قطع کرنا ضروری ہے ورنہ وقف ثابت نہ ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

کسی کلمہ کو دوسرے کلمہ سے وصل کرنے کے قاعدے

اگر ایسی جگہ وقف کرنا ہے جہاں کوئی آیت یا معتبر اوقاف میں سے کوئی وقف ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے اس کو فصل کرنا کہتے ہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ آیت کے درمیان میں بمجبوری وقف کرنا پڑ جائے جیسے سانس ٹوٹ جائے یا چھینک یا کھانسی آنے کو ہے تو ایسے وقف کو وقفِ اضطراری کہتے ہیں پس اس کلمہ کے آخر حرف کو ساکن کرکے ٹھہر جائے اور دم لے کر پھر جس کلمہ پر وقف کیا ہے اُس سے ایک دو کلمہ پہلے سے شروع کرے اور پھر علامتِ وقف یا آیت پر جاکر ٹھہرے مثلاً اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی تا پر سانس ٹوٹنے کو ہے، اس تا کو ساکن کرکے سانس توڑ دے اور دوسرے سانس میں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لوٹا کر پڑھنا شروع کرے اور پھر وقف پر جاکر سانس لے تاکہ کلام کا سلسلہ مسلسل جاری رہے، اس ملا کر پڑھنے کو وصل و اعادہ کہتے ہیں پس اگر ایک دو کلمہ پہلے سے لوٹا کر وصل نہ کیا جائے بلکہ آگے سے پڑھنا شروع کر دیا جائے تو کلام کا سلسلہ ٹوٹ کر بے ترتیب ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس کو وقفِ قبیح کہتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آیتوں کے وصل یعنی ایک کلمہ کو

دوسرے کلمہ سے ملانے کی چار شکلیں ہیں۔ (۱) حرکت کا وصل حرکت کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کا آخر حرف اور دوسرے کلمہ کا شروع حرف دونوں متحرک ہوں تو وصل میں دونوں حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے۔ مثلاً اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی رَ وقف کی حالت میں ساکن ہوتی ہے لیکن جب اگلی آیت سے وصل کر کے پڑھے تو یہ رَ متحرک پڑھی جائے گی اس طرح پر اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ ——— (۲) سکون کا وصل سکون کے ساتھ۔ یعنی پہلے کلمہ کے آخر کا حرف اور دوسرے کلمہ کے اول کا حرف دونوں ساکن ہوں تو اگر اس صورت میں پہلا حرفِ ساکن مدہ ہے تو حرفِ مدہ گر جائے گا جیسے وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ اَلرَّحْمٰنُ سے وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلَی الرَّحْمٰنُ، تَحْذِنُوْا اِعْدِلُوْا سے تَعْدِلُوا اعْدِلُوْا اور اگر پہلا ساکن مِنْ کا نون یا الٓمّٓ ؕ اَللّٰهُ کا میم ہے تو ان دونوں کے وصل میں نون اور میم کو فتحہ دیکر پڑھیں گے جیسے مِنَ اللّٰهِ اور الٓمّٓ اَللّٰهُ۔ اور اگر پہلا ساکن میم جمع ہو تو میم کو ضمہ دیکر پڑھیں گے جیسے بَیْنَكُمْ ۝ اَللّٰهُ یَجْمَعُ سے بَیْنَكُمُ اللّٰهُ یَجْمَعُ اور اگر میم جمع کے سوا کوئی اور حرفِ ساکن ہو تو کسرہ دیں گے چاہے پہلا ساکن تنوین ہو جیسے ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۝ اَلْیَوْمَ سے ذٰلِكُمْ فِسْقُ نِ الْیَوْمَ، قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ سے قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدُ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ اور مُرِیْبٍ ۝ اَلَّذِیْ سے مُرِیْبِ نِ الَّذِیْ چونکہ تنوین ن ساکن کا حکم رکھتی ہے اس لئے ایسی جگہ چھوٹا ن لکھ دیتے ہیں جسکو نون قطنی کہتے ہیں (یہ سب قاعدے اجتماع ساکنین کے بیان میں بھی آچکے ہیں) ——— (۳) حرکت کا وصل سکون کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کے آخر حرف کو حرکت ہو اور دوسرے کلمہ کے اول کو سکون ہو تو پہلے کلمہ کے آخر حرف کی حرکت کو دوسرے کلمہ کے اول حرف کے سکون سے وصل کریں گے جیسے نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ سے نَسْتَعِیْنُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ اس صورت میں چونکہ وصل کے وقت ہمزہ وصل ہمیشہ گر جاتی ہے اس لئے اس کے بعد کے حرف ساکن سے وصل کیا جائے گا ———

(۴) سکون کا وصل حرکت کے ساتھ یعنی پہلے کلمہ کے آخر کا حرف ساکن ہو اور دوسرے کلمہ کے اول کا حرف متحرک ہو تو پہلے کلمہ کے آخر حرف کا سکون اور دوسرے کلمہ کے اول حرف کی حرکت دونوں کو خوب ظاہر کر کے پڑھے جیسے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ پس انہی چار شکلوں سے پڑھنے کو قراء وصل بہ نیتِ وصل کہتے ہیں۔ قراء کے نزدیک وقف اور وصل کے متعلق دو اصطلاحیں اور مستعمل ہیں۔ (۱) وصل بہ نیتِ وقف یعنی وقف کی نیت سے آواز کو توڑنا اور سانس کو نہ توڑنا بلکہ قدرے رک کر آگے بڑھ جانا اس قسم کا وصل سات کلمات میں آیا ہے۔ لَمْ یَتَسَنَّهْ ج (سورہ بقرہ رکوع ۳۵) فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط (الانعام ع ۱۰)، كِتٰبِیَهْ ج (دو جگہ)، حِسَابِیَهْ (دو جگہ)، مَالِیَهْ ج (ایک جگہ) سُلْطٰنِیَهْ ۝ (ایک جگہ) (یہ سب سورۃ الحاقہ ع اول میں ہیں) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ط (القارعہ میں ایک جگہ)۔ (ان تمام کلموں میں جو ھ ہے یہ ہائے ضمیر نہیں ہے بلکہ ہاء سکتہ ہے جو ماقبل کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے خواہ وقف کریں یا وصل یہ ہمیشہ ساکن ہی رہتی ہے جو قرآن شریف میں تقریباً نو جگہ مذکورہ بالا سات کلموں میں آئی ہے)۔ (۲) وقف بہ نیت وصل یعنی قاری وصل کی نیت سے حرفِ متحرک پر سکون کے ساتھ آواز قطع کر کے بغیر سانس توڑے آگے بڑھے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ٥ یہ امر خصوصاً قراءتِ حدر میں مستعمل ہے یہ دونوں قسمیں بھی ایک قسم کا سکتہ ہی ہے۔

فائدہ: سکتہ کا بیان

سکتہ کے معنی ہیں سانس توڑے بغیر آواز کو توڑ دینا یعنی قدرے رک کر آگے بڑھتے ہوئے چلے جانا اس کا زمانہ وقف سے کم ہوتا ہے یعنی سامع کو آواز کے رکنے کا احساس تو ہو جائے لیکن وقف کا گمان نہ ہو۔ امام حفصؒ کی روایت میں بطریق شاطبیہ تمام قرآن مجید میں چار مقام پر سکتہ واجب ہے دو بجائے وقف کے ہیں، اول سورۂ کہف میں عِوَجًا سکتہ قَيِّمًا میں عِوَجًا کے الف پر جو وقف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے تنوین کی بجائے مبدل ہوا ہے دوسرا سورۂ یٰسٓ میں مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ امام حفصؒ کے نزدیک ان کلمات پر وقف بھی جائز ہے لیکن وقف کی حالت میں سکتہ نہیں ہوگا کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور وقف کی صورت میں عوجا کی تنوین میں امام حفصؒ کے نزدیک اخفا ہوگا اور دو جگہ کلمات کے درمیان میں سکتہ ہے اول سورہ قیٰمہ میں مَنْ سکتہ رَاقٍ کے نؔ پر اور دوسرا سورۂ تطفیف میں بَلْ سکتہ رَانَ کے لام پر سکتہ ہے اگرچہ ان دونوں جگہ امام حفصؒ کے نزدیک ترک سکتہ بھی جائز ہے اور ترک کی صورت میں ان دونوں جگہ میں ان کے نزدیک ادغام ہوگا لیکن سکتہ کرنا ہی اولیٰ ہے۔ باقی قراء نے ان دونوں مقام پر سکتہ کی بجائے ادغام ہی اختیار کیا ہے کیونکہ اصل قاعدہ کا اقتضا ادغام ہی ہے۔ سکتہ کرتے وقت احتیاط رکھنی چاہئے کہ سانس رکتے وقت جھٹکا نہ لگے ورنہ ہمزہ پیدا ہو جائے گی جو لحنِ جلی ہے۔ قرآن مجید میں چار سکتے اور ہیں جو روایت سے ثابت نہیں بلکہ علمائے اوقاف نے مقرر کئے ہیں قراء سے ان کا جواز مروی نہیں ہے اس لئے اگر بلا اعتقادِ روایت ان پر سکتہ کر لیا جائے تو جائز ہے لیکن اس اعتقاد کے ساتھ جائز نہیں۔ اور وہ یہ ہیں، ظَلَمْنَآ (سکتہ) اَنْفُسَنَا (سکتہ)۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا (سکتہ) یہ دونوں سورۂ اعراف میں ہیں۔ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (سکتہ) سورۂ یوسف میں يُصْدِرَ الرِّعَآءُ (سکتہ) سورۂ قصص میں۔ اسی طرح رؤسِ آیات پر بھی بعض سکتہ جائز رکھتے ہیں۔

(تنبیہ) سورۂ فاتحہ میں ایک بھی سکتہ نہیں ہے۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ ہے اگر نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جاتا ہے مثلاً اِيَّاكَ سکتہ نَعْبُدُ، اِيَّاكَ سکتہ نَسْتَعِيْنُ وغیرہ یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے اس کی بابت ملا علی قاری نے مقدمہ شرح جزری میں ان سکتوں کی تردید کی ہے پس جہلاء کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وقف اور وصل کے یہ قاعدے اہلِ علم کے لئے ہیں جو معنی سمجھ سکتے ہیں جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہئے کہ انہی موقعوں پر وقف کرے جہاں قرآن پاک میں نشان بنا ہوا ہے بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے اور اگر مجبوری سے ٹھہرنا پڑ جائے تو جس کلمہ پر ٹھہر گیا اس سے یا اس سے کچھ پہلے سے لوٹا کر اور یا بعد سے ملا کر پڑھے اور یہ سمجھنا کہ اسی کلمہ سے پڑھوں یا اور پہلے سے ملا کر پڑھوں بغیر معنی سمجھنے کے مشکل ہے اس لئے کسی عالم سے پوچھ کر مشق رکھے لیکن ایسی مجبوری کے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے اور جس حرف پر سانس توڑے اگر وہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کر دے حرکت کے ساتھ وقف کرنا غلط ہے۔ اب وقف کی علامتوں کا جو قرآن مجید میں لکھی ہوتی ہیں اور ان کے احکام کا بیان ہوتا ہے۔

علاماتِ وقف اور اُن کے احکام

آیات پر وقف کرنا زیادہ احب، احسن و مستحب ہے اور اس کے لئے قرآن عظیم میں گول حلقہ (ہ) کا نشان بنا ہوا ہے (یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے اب ۃ کی بجائے چھوٹا سا حلقہ بنا دیتے ہیں اس کو آیت کہتے ہیں) اسی کے موافق قرآن مجید کی آیتوں کا شمار ہوتا ہے جو مشہور قول کی بنا پر اور بروایتِ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) ہیں۔ گول آیت کے علاوہ بھی علما نے آسانی کے لئے رموز مقرر کر کے قرآن مجید پر لکھ دیئے ہیں۔ آیتِ حلقہ کے بعد ان میں سب سے اول مرتبہ وقف النبی کا ہے جس کے لئے حاشیۂ قرآن مجید پر وقف النبیؐ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وقفِ لازم جس کی علامت (م) لکھی ہوتی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے ورنہ مطلب بدل جانے کا احتمال ہے۔ یہ قرآن میں بیاسی جگہ ہے اور ایک قول میں بچاسی جگہ ہے اس کے بعد وقف مطلق ہے جس کی علامت (ط) ہے اس پر بھی ٹھہرنا چاہیے یہ تین ہزار پانچسو دس ۳۵۱۰ جگہ ہے۔ اس کے بعد وقف جائز ہے جس کی علامت (ج) ہے اس پر ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں لیکن وقف (ٹھہرنا) بہتر ہے، یہ ایک ہزار پانچ سو اٹھتر جگہ ہے اس کے بعد وقفِ مجوز ہے اس کی علامت (ز) ہے اس میں بھی وقف کرنا یا نہ کرنا جائز ہے لیکن نہ کرنا بہتر ہے یہ ایک سو اکانوے ۱۹۱ جگہ آیا ہے اس کے بعد وقفِ مرخص ہے جس کی علامت (ص) ہے سانس تنگ ہو جانے کے وقت ضرورتاً وقف کر سکتے ہیں لیکن وصل (ملانا) بہتر ہے اور ز کی نسبت ص پر ملا کر پڑھنا زیادہ ترجیح رکھتا ہے یہ نواسی ۸۹ جگہ ہے اس کے بعد وقفِ قبیح ہے جس کی علامت (لا۔ لا) ہے یہاں وقف نہ کرنا چاہیے اور اگر سانس ٹوٹ جائے تو جلدی اعادہ کرے یہ اعادہ واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا باہر، یہ ایک ہزار ایک سو چھپن جگہ آیا ہے۔ یہ علامت کہیں آیت یعنی گول حلقہ پر ہوتی ہے (ۚلا) تو اس جگہ سانس کی تنگی کی وجہ سے وقف جائز ہے اور اعادہ جائز نہیں اور بلا ضرورت ایسی جگہ وقف نہ کرے بلکہ وصل کرے۔ اور کہیں یہ لا کی علامت عبارت کے اندر ہوتی تو وہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے وقف کی نفی سے مراد عبارت کے اندر کی نفی ہے۔ اگر آیت کے حلقہ کے اوپر لا کی بجائے کوئی اور علامت ہو مثلاً م، ط، ج، وغیرہ تو اسی علامت کا حکم ہوگا جو حلقہ پر لکھی ہوئی ہے، م، ط، ج قوی ہیں ز، ص ضعیف اور لا اضعف ہے۔ اس کے علاوہ متاخرین کی مقرر کردہ رموز یہ ہیں ق، قلا، صل، صلے، ك، قف، س، ∴ وغیرہ ——— (۱) ق، اس پر بعض قاریوں کے نزدیک وقف ہے بعض کے نزدیک نہیں بلکہ وصل اولیٰ ہے پس وصل کرنا چاہیے (یہ قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے) ——— (۲) قلا (قیل لا) اس پر بعضوں نے کہا کہ وقف نہیں ہے ——— (۳) صل (الوصل اولیٰ) ضرورت کے وقت وقف جائز ہے ورنہ وصل کرنا بہتر ہے ——— (۴) صلے (قد یوصل) یہاں پر کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے لیکن وقف نہ کرنا اور وصل اولیٰ ہے ——— (۵) ك (کذلك) یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں ہے۔ یہ ماقبل کے وقف کے مطابق ہوتا ہے جیسے سورۂ بقرہ میں وَاعْفُ عَنَّا (وقفہ) وَاغْفِرْ لَنَا (ك) وَارْحَمْنَا (ك) یعنی ان دونوں جگہ بھی وَاعْفُ عَنَّا کی طرح وقفہ ہے ——— (۶) قف اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ یہ علامت وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں ملا کر پڑھنے کا احتمال ہوتا ہو پس یہاں وقف اولیٰ ہے۔

(۷) ۵۔ یہ مختلف فیہ کی علامت ہے ــــ (۸) ∴۔ یہ معانقہ کی علامت ہے جیسے لَا رَیْبَ ∴ فِیْهِ ∴ اور حاشیہ پر مع یا معانقہ لکھ دیتے ہیں اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ پہلی جگہ وقف کرے اور دوسری جگہ وصل یا پہلی جگہ وصل کرے اور دوسری جگہ وقف تاکہ معنی سمجھنے میں دقت نہ ہو، اگرچہ دونوں جگہ وصل بھی جائز ہے یہ قرآن مجید میں چونتیس ۳۴ جگہ آیا ہے سولہ جگہ متقدمین کے نزدیک اور اٹھارہ جگہ متاخرین کے نزدیک (کسی جگہ پر دو دو علامتیں اوپر نیچے لکھی ہوتی ہیں تو وہاں دونوں پر عمل کرنا درست ہے لیکن اکثر کے نزدیک اوپر والی علامت کو نیچے والی پر ترجیح ہے) ـــ (۹) وقف منزل اس کو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں ایسی جگہ وقف کرنا مستحسن ہے ــــ (۱۰) وقف غفران، اس جگہ وقف کرنے سے امید بخشش ہے لیکن احادیث میں اس کی کوئی سند نہیں ہے، ان دونوں وقفوں کا نام حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے۔ (س یا سکتہ۔ سکتہ کی علامت ہے یہاں کسیقدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے ـ وقفہ لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی بہ نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوٹے۔ سکتہ اور وقفہ میں صرف یہی فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ)۔

اگرچہ قرآن مجید میں کوئی وقف واجب نہیں ہے کہ جس کے نہ کرنے سے گناہ ہو اور کسی جگہ حرام بھی نہیں کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہو بلکہ قواعد عرفیہ کے خلاف ہے اس لئے پابندی ضروری ہے البتہ بعض ایسی جگہ ہیں کہ اگر وہاں وقف کیا جائے یا بعض جگہ اگر وصل کیا جائے تو معنی میں خرابی اور فساد لازم آتا ہے ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا یا وصل کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ قاری کی مثال مسافر کی سی ہے اور اوقاف کی مثال منزلوں کی سی ہے تو جب ہر منزل پر مسافر کو بلاضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہی قاری کو ہر جگہ وقف کرنا عبث فعل ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں اور ایک دو کلمہ ادا ہو جائیں گے البتہ لازم اور مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو ما بعد سے لفظی تعلق نہ ہو اس پر وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اسی طرح وقف اولیٰ کو بلاضرورت چھوڑ کر غیر اولیٰ پر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے یعنی آیت حلقہ کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا م کی جگہ وصل کر کے ط وغیرہ کی جگہ وقف کرنا غیر اولیٰ ہے پس ایسا اندازہ رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت حلقہ پر توڑے یا ضعیف کے مقابلہ میں دیگر قوی وقف پر سانس توڑے۔ بعض جگہ آیت سے پہلے بالکل قریب ہی وقف کی کوئی علامت ہوتی ہے جیسے اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی ۝ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وغیرہ۔ اسی طرح کہیں کوئی رمز وقف آیت کے بعد بالکل قریب ہوتی ہے جیسے مُتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا كَذٰلِكَ قف، دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ج وغیرہ تو ایسی جگہ آیت پر ہی وقف کرنا مستحسن ہے ہاں اگر آیت دور ہو تو پھر جو وقف اولیٰ ہو اس پر وقف کرے۔ آیت اور علامت وقف پر وقف کرنے سے اعادہ کرنا یعنی ما قبل سے ایک دو کلمہ لوٹانا نہیں چاہئے اگرچہ وہ آیت لا کی ہو یا وقف ضعیف ہو۔ البتہ اگر سانس ٹوٹنے کی وجہ سے درمیان میں یا علامت وصل پر یا بغیر آیت کے یعنی درمیان میں لا کی علامت پر وقف کر لیا جائے تو اعادہ ضروری ہے۔ جس طرح وقف کہیں حسن ہوتا ہے اور کہیں احسن اور کہیں قبیح اور کہیں اقبح، اسی طرح اعادہ کی بھی چار صورتیں ہیں پس جہاں پر اعادہ حسن اور احسن ہو کرنا چاہئے ورنہ اعادہ

قبیح وقبیح کی بجائے ابتدا اولیٰ و بہتر ہے۔ مثلاً قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ سے اعادہ حسن ہے اور اِنَّ اللّٰہَ سے قبیح ہے۔ وقوف کو مہمل سمجھنا اور ان کی پابندی نہ کرنا اور جس جگہ چاہے سانس توڑ دینا اور جا بے جا وقف کرنا لحن عظیم ہے جس سے پرہیز لازمی ہے۔

رسمِ عثمانی یعنی رسم الخط کا بیان

تیسرا علم جس کا قاری کو سیکھنا ضروری ہے وہ رسم عثمانی یعنی رسم الخط کا علم ہے۔ قرآن مجید کے کلمات کے لکھنے کا خاص طریقہ ہے پس جو لفظ ملا کر لکھا جاتا ہے وہ ملا کر لکھا جائے اور جو علیحدہ لکھا جاتا ہے وہ علیحدہ لکھا جائے اسی طرح بعض کلمات لکھے جاتے ہیں پڑھے نہیں جاتے اُن کو اسی طرح لکھنا چاہیے غرضیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن شریف لکھوائے تھے ان میں جو لفظ جس طرح لکھا گیا ہے اُسی طرح لکھنا ضروری ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں ہے اور جہاں رسم الخط تلفظ کے غیر مطابق ہے وہاں رسم الخط کے مطابق پڑھنا بڑی بھاری غلطی ہے کیونکہ قرآن کریم کا رسم الخط توقیفی اور سماعی ہے اور اس کا حکم حروف مقطعات اور آیاتِ متشابہات کے مطابق ہے کہ اس کے اسرار کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے۔ (واللہ اعلم ورسولہٗ)

اب وہ مقامات درج کئے جاتے ہیں جن میں لفظ تلفظ کے مطابق نہیں لکھا جاتا تاکہ ایسی جگہ پڑھتے وقت احتیاط کریں اور ان جگہوں میں لفظ کو رسم الخط کے مطابق نہ پڑھیں بلکہ تلفظِ مرویہ کے مطابق پڑھیں ——— (۱) لَاۡاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ (آلِ عمران ع ۱۷) وَلَاۡاَوْضَعُوْا (التوبۃ ع ۷) اَوْلَاۡاَذْبَحَنَّہٗٓ (النمل ع ۲) لَاۡاِلَی الْجَحِیْمِ (الصفت ع ۲)، لَاۡاَنْتُمْ اَشَدُّ (الحشر ع ۲) مَلَاۡئِہٖ (جس جگہ ہو) اِن سب مقامات میں لام الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے مگر بغیر الف کے صرف لَ پڑھا جاتا ہے اور الف کے ہوتے ہوئے قاعدہ کی رُو سے اِن الفاظ میں مدّ منفصل ہونا چاہیے تھا مگر جب الف پڑھا نہیں جاتا تو مدّ کا بھی قاعدہ نہیں رہا اس لئے اِن جگہوں میں مدّ لکھا بھی نہیں جاتا۔ اِسی لئے اِس الف کے اوپر اکثر گول حلقہ بنا دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ الف پڑھا نہیں جائے گا ——— (۲) اَفَاۡئِنْ مَّاتَ (آل عمران ع ۱۵) اَفَاۡئِنْ مِّتَّ (الانبیاء ع ۳) میں فا کے بعد اور مِنْ نَّبَاۡئِ (الانعام ع ۴) میں با کے بعد جو الف ہے وہ نہیں پڑھا جاتا۔ مِاۡئَۃٌ جس جگہ ہو مِاۡئَتَیْنِ (الانفال ع ۹) میں میم کے بعد اور لِشَاۡیْءٍ (الکہف ع ۴) میں شٖ کے بعد جو الف ہے وہ بھی پڑھا نہیں جاتا ———

(۳) سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں لٰکِنَّا۠ ھُوَ اللّٰہُ کے لٰکِنَّا کے آخر میں الف لکھا ہوتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا البتہ اگر کوئی اس الف پر وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا اسی طرح سورۃ الاحزاب کے دوسرے رکوع میں اَلظُّنُوْنَا۠ اور آٹھویں رکوع اَلرَّسُوْلَا۠ اور اَلسَّبِیْلَا۠ اور سورۃ الدھر میں سَلٰسِلَا۠ ان چاروں کلموں میں بھی آخر میں الف لکھا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں یہ الف پڑھا نہیں جاتا البتہ وقف کی حالت میں پڑھا جاتا ہے اور لفظ سَلٰسِلَا کو وقف کی حالت میں الف کے بغیر لام کے سکون کے ساتھ یعنی سَلٰسِلْ پڑھنا بھی جائز ہے (اس کے پہلے لام کے بعد جو الف ہے وہ ہر حال میں پڑھا جائیگا) پس یہ پانچوں کلمے وصل کے وقت اس طرح پڑھے جائیں گے لٰکِنَّ، اَلظُّنُوْنَ، اَلرَّسُوْلَ، اَلسَّبِیْلَ، سَلٰسِلَ ———

(۴) سورۂ الدھر میں وسط کے قریب قَوَارِیْرَا۟ قَوَارِیْرَا۟ دو دفعہ ہے ان کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسرے قَوَارِیْرَا۟ پر خواہ وقف کریں یا وصل کریں کسی حالت میں الف نہیں پڑھا جاتا اور پہلے قَوَارِیْرَا۟ پر اگر وقف کرے تو الف پڑھا جائے گا اور وصل کی حالت میں الف نہیں پڑھا جائے گا اور قراء کی زیادہ تر عادت یہ ہے کہ پہلے پر وقف کرتے ہیں دوسرے پر نہیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھا جائے اور دوسری جگہ نہ پڑھا جائے ـــــ (۵) سورۂ ہود رکوع ۶، الفرقان ع ۴، العنکبوت ع ۴، النجم ع ۳، ان چار جگہوں میں لفظ ثَمُوْدَا۟ الف کے ساتھ موافق رسم الخط کے لکھا جاتا ہے لیکن بغیر الف کے پڑھا جاتا ہے یعنی ثَمُوْدَ اور وقف کی حالت میں دال کے سکون کے ساتھ یعنی ثَمُوْدْ پڑھا جائے گا ـــــ (۶) اَنْ تَبُوْٓءَا۟ کی ہمزہ کے بعد الف (المائدہ ع ۵)، لِتَتْلُوَا۟ کی واؤ کے بعد الف (الرعد ع ۴)، لِيَبْلُوَا۟ کی واؤ کے بعد الف (سورۂ محمد ع ۱)، نَبْلُوَا۟ کی واؤ کے بعد الف (سورہ محمد ع ۴)، ان سب میں یہ الف رسم الخط کے ہیں جو لکھے جاتے ہیں اور پڑھے نہیں جاتے۔ اور وقف کی صورت میں یہ پہلا کلمہ ء کے سکون کے ساتھ اور باقی تمام کلمے واؤ کے سکون کے ساتھ پڑھے جائیں گے یعنی آخر حرف کو ساکن کرکے پڑھیں گے۔

(۷) لفظ اَنَا ضمیر واحد متکلم جو الف کے ساتھ لکھی جاتی ہے جہاں کہیں بھی قرآن مجید میں ہے وصل کی حالت میں بغیر الف کے یعنی اَنَ پڑھا جائے گا اور وقف کی حالت میں الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں جیسے اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ وغیرہ میں اگر اَنَا پر وقف کریں تو الف پڑھا جائے گا لیکن اگر یہ لفظ ضمیر نہ ہو تو وصل میں بھی الف کے ساتھ پڑھا جائے گا اور ایسا قرآن مجید میں آٹھ جگہ آیا ہے اَنَامِلَ (آل عمران ع ۱۲)، اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد ع ۴) اَنَاسِيَّ (الفرقان ع ۵)، مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان ع ۲) رَاكِعًا وَّاَنَابَ (ص ع ۲) جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (ص ع ۳) اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (زمر ع ۲) وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ (الرحمٰن ع ۱) ان سب جگہ انا کا الف پڑھا جائے گا کیونکہ یہ ضمیر واحد متکلم نہیں ہے بلکہ لفظ کا جزو ہے۔ اسی طرح جَآءَنَا، لِقَآءَنَا، اَبْنَآءَنَا، شُرَكَآءَنَا نِسَآءَنَا اور اس کے مثل میں نون اور الف (نا) جمع کا ہے اس لئے ان میں بھی الف پڑھا جائے گا۔

(۸) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ (سورۂ حجرات ع ۲)۔ اس میں لفظ بِئْسَ کے بعد لام مکسور اور اس کے بعد سین ساکن ہے اور لؔ سے پہلے اور بعد میں جو دو ہمزہ وصلی ہیں وہ وصل کی حالت میں حذف ہو جاتے ہیں پڑھے نہیں جاتے اور لام مکسور کو سین کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں۔ اور اگر اَلْفُسُوْقُ پر وقف کرکے اعادہ کیا جائے تو لِسْمُ الْفُسُوْقُ اور اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ دونوں جائز ہیں۔ اس کی تفصیل اجتماع ساکنین کے بیان میں آچکی ہے ـــــ (۹) سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں لَا تَاْمَنَّا ہے یہ اصل میں لَا تَاْمَنُنَا دونوں کے ساتھ ہے پہلا نونؔ مضموم ہے اور دوسرا نونؔ مفتوح پس اس میں محض ادغام یا محض اظہار جائز نہیں ہے بلکہ ادغام مع الاشمام یا اظہار مع الروم کرنا ضروری ہے جس کی مشق استادِ ماہر کو سنا کر لینی چاہئے، اکثر حفاظ اس کو بلا روم یا اشمام کے پڑھتے ہیں جو امام حفص بلکہ قراء سبعہ کی روایت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے البتہ امام جعفر قاری ہشتم کی قراءت میں درست ہے۔

(۱۰) وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ (البقرہ ع ۳۲)، فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً (الاعراف ع ۹) ان دونوں جگہوں میں سیدنا امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صؔ کی بجائے سؔ پڑھا جاتا ہے۔ اَمْ هُمُ الْمُصَۣيْطِرُوْنَ (الطور ع ۲) اس میں صاد اور سین دونوں طرح

پڑھ سکتے ہیں، بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ) میں صرف صاد کے ساتھ پڑھا جائے۔ (قرآن پاک میں ان چاروں جگہ صاد پر چھوٹا سا س لکھ دیتے ہیں ـــــ (۱۱) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ یہ آیت سورۂ روم کے آخری رکوع کی ہے اس میں لفظ ضُعْف تین جگہ آیا ہے اِس میں ضَ کا ضمہ امام حفصؒ کا اختیار کیا ہوا ہے جو فضیل ابن مرزوق سے مروی ہے اور امام عاصمؒ سے امام حفصؒ کی روایت میں ضَاد کا فتحہ منقول ہے اس لئے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھنا درست ہے ـــــ (۱۲) رَحْمٰن بغیر الف کے لکھا جاتا ہے اسی لئے میم پر کھڑا الف بناتے ہیں تاکہ میم اور نون کے درمیان الف پڑھیں اور بِاَيْىدٍ الذاریات میں دو ی سے لکھا جاتا ہے لیکن پڑھنے میں ایک ی آتی ہے ـــــ (۱۳) نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ آیا ہے اوّل وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (سورہ یوسف) دوم لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (اقراء) اِن دونوں جگہ یہ نون وقف کی حالت میں الف کے ساتھ پڑھا جائے گا یعنی تنوین الف سے بدل جائے گی اس لئے کہ اس کا رسم الخط الف کے ساتھ ہے اور وقف میں اکثر رسم الخط کے مطابق تلفظ کیا جاتا ہے۔

علمِ قرأت

چوتھا علم جس کا قاری کو جاننا ضروری ہے علمِ قرأت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے الفاظِ وحی کے اختلافات معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے بعض الفاظ مختلف طریق سے پڑھے جاتے ہیں اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ قرأت کی دو قسمیں ہیں: متواترہ اور شاذہ ـــــ (۱) متواترہ وہ قرأت ہے جو قراءِ عشرہ سے بطریق تواتر و شہرت ثابت ہوئی ہے اس کا پڑھنا صحیح اور اس کے قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا ضروری و لازمی و فرض ہے اور اس کا انکار اور استہزا گناہ اور کفر ہے ـــــ (۲) شاذہ اور جو قرأتیں قراءِ عشرہ سے بطریقِ تواتر و شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا اُن کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں اُن کے قرآن ہونے کا اعتقاد رکھنا اور قرآن کے اعتقاد سے اس کا پڑھنا یا سننا سنانا حرام ہے۔ نماز درست ہونے کے لئے قرأتِ متواترہ کا پڑھنا ضروری ہے اور صرف قرأتِ شاذہ نماز میں پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی تفصیل قاری کی لغزشوں کے بیان میں ص۱۶ پر آچکی ہے۔

قرأتِ متواترہ دس ہیں مگر عام طور پر لوگ قرأتِ سبعہ (سات) زیادہ پڑھتے ہیں اس لئے ان کے نام لکھے جاتے ہیں: ہر ایک امام کے دو راوی مشہور ہیں ہمارے امام عاصم ہیں اور ان کے دو شاگرد ہیں، شعبہ اور حفص، ہم حفص کی روایت پڑھتے ہیں اور اکثر ممالک میں یہی روایت پڑھی جاتی ہے اور اس کتاب میں اسی روایت کے مطابق تجوید کے قواعد بیان کئے گئے ہیں اگرچہ اکثر قاعدے وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے لیکن جہاں اختلاف ہے وہاں امام حفص کی روایت کو لیا گیا ہے۔ امام حفصؒ کی سند اس طرح پر ہے کہ انھوں نے قرآن مجید امام عاصم تابعیؒ سے حاصل کیا ہے اور انھوں نے زِرّؒ بن حُبَیْش اسدی اور عبداللہ بن حبیب سلمی سے انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ و حضرت علیؓ و حضرت زید بن ثابتؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور اِن سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔ اِن قراءِ سبعہ کے نام والقاب و کنیت اور ان کے راویوں کے نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) امام نافع مدنی بن ابی نعیم امام دار الہجرۃ کنیت ابو رویم یا ابو الحسن یا عبد الرحمٰن ۔ نام کے ساتھ مشہور ہیں ان کے ایک راوی عیسیٰ ابن مینا مدنی ہیں جن کی کنیت ابو موسیٰ لقب قالون ہے جو لقب سے مشہور ہیں اور دوسرے راوی عثمان بن سعید کنیت ابو سعید مصری لقب ورش ہے اور لقب سے مشہور ہیں —— (۲) امام عبد اللہ بن کثیر مکی۔ کنیت ابو سعید ابن کثیر سے مشہور ہیں ان کے ایک راوی احمد بن محمد مکی کنیت ابو الحسن لقب بزّی سے مشہور ہیں، دوسرے راوی محمد بن مکی کنیت ابو عمر لقب قنبل سے مشہور ہیں —— (۳) امام زبان یا یحییٰ یا ابو عمرو بصری کنیت ابو عمر سے مشہور ہیں اول راوی حفص بن عمرو کنیت ابو عمر لقب دوری سے مشہور ہیں، دوسرے راوی صالح بن زیاد کنیت ابو شعیب لقب سوسی سے مشہور ہیں ——
(۴) امام عبد اللہ بن عامر دمشقی کنیت ابو عمر، ابن عامر سے مشہور ہیں ۔ ایک راوی ہشام بن عمار کنیت ابو الولید ہے نام سے مشہور ہیں دوسرے راوی عبد اللہ بن احمد بن کثیر بن ذکوان دمشقی کنیت ابو عمر، ابن ذکوان کے ساتھ مشہور ہیں —— (۵) ابو عاصم ابن ابی النجود تابعی کوفی کنیت ابو بکر نام سے مشہور ہیں ایک راوی شعبہ بن عیاش کوفی کنیت ابو بکر، نام سے مشہور ہیں دوسرے راوی حفص بن سلیمان کنیت ابو عمر نام سے مشہور ہیں —— (۶) امام حمزہ بن حبیب کوفی کنیت ابو عمارہ نام سے مشہور ہیں ۔ اول راوی خلف بن ہشام کنیت ابو محمد نام سے مشہور دوسرے خلاد بن خالد کنیت ابو عیسیٰ نام سے مشہور ہیں ——
(۷) امام علی بن حمزہ کنیت ابو الحسن لقب کسائی سے مشہور ہیں ۔ ایک راوی لیث بن خالد کنیت ابو الحارث سے مشہور ہیں دوسرے حفص بن عمر کنیت ابو عمر لقب دوری سے مشہور ہیں ۔ (اختلافِ قرارت اور اس کے متعلق ضروری علم حاصل کرنے کے لئے کتب فن کی طرف رجوع کریں ۔)

امورِ متفرقہ کا بیان

قاری کے لئے جن چار علموں کا جاننا ضروری ہے ان کا کسی قدر بیان ہو چکا ہے اب اس فن کے متعلق دیگر بعض ضروری امور کا بیان کیا جاتا ہے ۔

مراتبِ تجوید قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھنے کے تین مرتبے ہیں —— (۱) ترتیل، اس کو تحقیق بھی کہتے ہیں یعنی نہایت اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور حروف کی صفات و مخارج اور وقف کا پورا پورا حق ادا کرنا ۔
(۲) حدر یعنی جلدی جلدی پڑھنا لیکن اس طرح پر کہ حروف کے مخارج و صفات میں فرق نہ آئے اور ایک دوسرے میں مخلوط نہ ہو جائیں ورنہ ناجائز و معیوب ہو جائے گا اور ہر آیت اور علامت پر نہ ٹھہرنا بھی حدر میں ہے تاکہ قرارت زیادہ ہو سکے ——
(۳) تدویر، بیان دونوں کے بین بین یعنی درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں ۔ اس میں ضعیف اوقاف پر وصل کرنا اور قوی اوقاف پر فصل کرنا بہتر ہے ۔ ائمہ قرّاء میں سے ورش اور حمزہ کے مذہب میں تحقیق، عاصم، ابن عامر، اور کسائی کے نزدیک تدویر اور ابن کثیر، ابو عمرو اور قالون کے یہاں حدر مختار ہے ۔

محاسنِ تلاوت محاسنِ تلاوت سات ہیں (۱) ترتیل، یعنی قرآن مجید کو مخارج وصفاتِ حروف کی رعایت اور وقوف کی حفاظت کے ساتھ پڑھنا ـــــ (۲) تجوید۔ ہر حرف کو کماحقہٗ بلا زیادتی و نقصان کے پڑھنا ـــــ (۳) تمکین، حروف کو اپنے مخارج وصفات میں جگہ دینا اور قواعد کو ان کے مواقع میں ادا کرنا ـــــ (۴) تبیین۔ حروف کو واضح اور صاف پڑھنا ـــــ (۵) تحسین۔ قرآن شریف کو خوبصورتی اور الحانِ عرب کے ساتھ پڑھنا ـــــ (۶) ترسیل قرآن شریف کے حروف کو ہمواری کے ساتھ یعنی پورا پورا پڑھنا نہایت لطافت سے ادا کرنا چبا چبا کر نہ پڑھنا ـــــ (۷) توقیر قرآن مجید کو نہایت خشوع وخضوع سے وقار کے ساتھ باوضو پڑھنا۔

معائبِ قرارت معائب قرارت سولہ ہیں اِن میں بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ۔ اِن عیوب سے بچنے کی بیحد کوشش کرنی چاہئے ورنہ موجب عذابِ الٰہی ہوگا ـــــ (۱) تہمیز۔ ہر حرف میں ہمزہ کی آواز نکالنا ـــــ (۲) تعجیل۔ اس قدر جلدی جلدی پڑھنا کہ ایک حرف دوسرے حرف سے جدا ہوکر سمجھ میں نہ آئے ـــــ (۳) تطویل۔ آواز کو مد کی مقدار سے زیادہ کھینچنا ـــــ (۴) تطنین۔ بے موقع غنہ کرنا اس کو صرصرہ یعنی گنگنی آواز کرنا بھی کہتے ہیں ـــــ (۵) ترجیع۔ آواز کو حلق میں پھرانا کہ حرف مکرر ہوجائیں ـــــ (۶) تعویق۔ حروف کی ادائیگی میں حد سے زیادہ دیر کرنا اور وسطِ کلمہ میں سانس توڑ دینا اور باقی ماندہ کلمہ سے شروع کرنا ـــــ (۷) ترعید۔ مدات وحرکات میں آواز کو ہلانا ـــــ (۸) تمطیط۔ آواز کو بیجا طور پر کھینچنا کہ جس سے ایک حرف دوسرے حرف سے اور حرکت دوسری حرکت سے مختلط ہوجائے۔ (۹) تمضیغ۔ حروف کو چبا کر پڑھنا ـــــ (۱۰) تنفیش حرکات کو پورا پورا ادا نہ کرنا ـــــ (۱۱) وثبہ اول حرف کو ناتمام چھوڑ کر دوسرا حرف شروع کردینا ـــــ (۱۲) رکزہ۔ بے محل ادغام کرنا ـــــ (۱۳) ہمہمہ۔ حروفِ مخفف کو مشدد پڑھنا۔ (۱۴) زمزمہ۔ گانے کے طرز پر پڑھنا اور اس کی ایک قسم ترقیص ہے یعنی آواز کو نچانا جیسے گویّے کبھی نیچی کرتے ہیں کبھی اوپر ـــــ (۱۵) عنعنہ۔ ہمزہ کو عین کی طرح پڑھنا ـــــ (۱۶) تحزین، ایسی آواز بنا کر پڑھنا جیسے کوئی روتا ہے۔ (اللّٰھم احفظنا من ھذہ المعائب۔)

لہجہ و نغمہ اگر لہجہ اور خوش آوازی سے قرآن مجید اس طرح پڑھا جائے کہ حروف اپنے مخارج سے صفات کے ساتھ صحیح طریق پر ادا ہوں اور قواعد تجوید کے موافق پڑھے تو جائز ومستحسن ہے اور اگر اس کے خلاف ہو یا قواعد موسیقی کی پابندی کی گئی ہو جو نغمہ کہلاتا ہے تو یہ مکروہ وحرام ہے جیسا کہ معائب قرارت میں بیان ہوا۔

آدابِ تلاوت و آدابِ معلم و متعلم قرآن شریف کے آداب تو بہت ہیں لیکن امور ذیل کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے ـــــ (۱) قرآن شریف چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے سیکھے اور کوئی دنیوی نیت، شہرت یا وجاہت یا مال حاصل کرنا دل میں نہ رکھے ـــــ (۲) جہانتک ہوسکے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ باوضو دوزانو یا چارزانو (چوکڑی مارکر) بیٹھ کر پڑھے اور پڑھتے وقت

اِدھر اُدھر نہ دیکھے، پڑھتے وقت چہرہ کو نہ بنائے اور کان یا رخسار پر ہاتھ رکھ کر کبھی نہ پڑھے کہ یہ گانے والوں کا طریقہ ہے (۳) لباس وغیرہ درست رکھے ممنوع لباس نہ پہنے —— (۴) تکبر کی ہیئت سے نہ بیٹھے —— (۵) خوشبو لگائے —— (۶) حسد کینہ، دوسروں کی تحقیر اور عجب سے بچے وغیرہ۔

معلّم یعنی استاد، اِن آداب کا خیال رکھے (۱) خوش خلق ہو —— (۲) دنیا کی طمع نہ ہو —— (۳) اُجرت کا قصد نہ ہو، اگر کوئی امداد کی نیت سے خدمت کرے تو لے لے —— (۴) حلیم اور کشادہ رُو ہو —— (۵) جب شاگرد کہیں بھول جائے تو اس کو نرمی اور آہستگی سے ٹوکے اگر وہ خود نکال لے تو بہتر ورنہ بتلادے —— (۶) شاگردوں کی علیٰ قدرِ مراتب خاطر داشت کرے۔ وغیرہ۔

متعلّم یعنی شاگرد سے تعلق رکھنے والے آداب یہ ہیں:- (۱) جو چیزیں پڑھنے میں رکاوٹ ڈالتی ہوں ان کو حتی الامکان کم کردے —— (۲) وقت کو غنیمت جانے دوسرے وقت پر نہ ٹالے —— (۳) سیکھنے میں شرم نہ کرے —— (۴) استادِ کامل کو تلاش کرے —— (۵) جب استاد کے پاس جائے تو کپڑے صاف ہوں —— (۶) عزت کی نگاہ سے اس کو دیکھے اور ادب سے اس کے سامنے آئے اور جو کچھ استاد بتائے یا جس وقت استاد پڑھے اس کو خوب غور سے سُنے اور دیکھے کہ حروف وصفات ودیگر قواعد کس طرح سے ادا کئے جاتے ہیں اور یاد رکھے اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنا قصور سمجھے۔ —— (۷) استاد کے سامنے باتیں نہ کرے —— (۸) ہم مکتب لڑکوں سے ادب کے ساتھ ملے اور سب حاضرین کو سلام کرے اور سب کے ساتھ تہذیب سے پیش آئے —— (۹) اگر استاد سختی کرے تو اس سے ناخوش نہیں ہونا چاہئے —— (۱۰) لوگوں کو کودتا پھاندتا نہ جائے جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے یا جس جگہ استاد اجازت دے وہاں بیٹھ جائے غل نہ مچائے بے ضرورت نہ ہنسے نہ باتیں بنائے نہ اِدھر اُدھر دیکھے۔ بلکہ استاد کی طرف متوجہ رہے —— (۱۱) جب استاد کسی کام میں مشغول ہو یا کوئی عذر ہو تو ایسے وقت نہ پڑھے۔ اگر پڑھنے میں استاد یا کوئی اور بزرگ آجائے تو قرات قطع کردے اور تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے —— (۱۲) جب پڑھنے کا ارادہ ہو تو اول مسواک اور وضو کرلے۔ غرضیکہ جس قدر ہوسکے آداب کا پورا پورا خیال رکھے کیونکہ بے ادب علم سے محروم رہتا ہے۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا بیان

جب قرآن شریف کسی سورۃ کے شروع سے یا درمیانِ سورۃ سے پڑھنے کا ارادہ کرے[له] تو سب سے پہلے استعاذہ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝ پڑھنا ضروری ہے (یعنی سنّت ہے جمہور کے نزدیک) استعاذہ انہی الفاظ سے پڑھنا بہتر و اولیٰ ہے جو بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ آیتِ قرآنی کے موافق اور ماہرینِ قراء کے نزدیک مختار و معمول بہا و پسندیدہ ہیں۔ ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے استعاذہ کرنا بھی جائز ہے خواہ وہ الفاظ مرویہ حدیث ہوں مثلاً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْمُعِيْنِ مِنَ الشَّيْطَانِ اللَّعِيْنِ اِلٰی

[له] یا کوئی آیت پڑھے۔

یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اور اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡقَوِیِّ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الۡغَوِیِّ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ اِبۡلِیۡسَ وَجُنُوۡدِہٖ ۝ وغیرہ۔ یا الفاظ غیر مرویہ ہوں جیسے اَللّٰھُمَّ اَعۡصِمۡنِیۡ مِنۡ اِبۡلِیۡسَ وَجُنُوۡدِہٖ لیکن استعاذہ مرویہ الفاظ سے اولیٰ ہے، مسئلہ۔ اگر قاری کسی غیر متعلق کلام کے لئے قرات قطع کردے اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو تو تعوذ کا اعادہ کرنا چاہئے لیکن اگر وہ کام قرات کے متعلق ہو مثلاً شاگرد کا استاد سے پوچھنا یا استاد کا بتانا یا دعائے ماثورہ یا تکبیر پڑھنا وغیرہ تو دوبارہ تعوذ پڑھنے کی ضرورت نہیں ـــــ مسئلہ۔ اگر قرات بلند آواز سے پڑھے تو تعوذ بھی بلند آواز سے پڑھے، قراتِ سری میں تعوذ بھی سری پڑھے ـــــ مسئلہ۔ تعوذ کا محل سب کے نزدیک قرات شروع کرنے سے قبل ہے بعد ختم قرات ثابت نہیں ہے ـــــ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ ماسوائے سورۂ توبہ کے ہر سورۃ کے شروع میں لکھی ہوتی ہے اس وجہ سے ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورۃ بیچ میں شروع کی جائے تب بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے پس اگر شروع سورۃ سے تلاوت شروع کرے تو صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ ضرور پڑھے اور اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورہ برارۃ (سورۂ توبہ) شروع کرے تو بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر کسی سورۃ کے بیچ میں سے کہیں سے پڑھنا شروع کیا تو اگرچہ سورۂ توبہ (براۃ) ہی کیوں نہ ہو برکت کے واسطے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے اور نہ پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پڑھنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تعوذ و بسم اللہ و سورۃ کے وصل و فصل کے احکام

شروع اور وسطِ قرات کے لحاظ سے تین صورتیں ہیں (۱) شروع قرات شروع سورت ـــــ (۲) شروع سورۃ درمیان قرات ـــــ (۳) شروع قرات درمیان سورت ـــــ ان تینوں کے احکام الگ الگ اس طرح پر ہیں ـــــ (الف) جب کسی سورت کی شروع سے قرات شروع کرے تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورت تینوں کو ملا کر اور جدا کرکے پڑھنے کی چار صورتیں بنتی ہیں اور چاروں جائز ہیں ـــــ (۱) اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور سورۃ تینوں کو ملا کر ایک سانس میں پڑھنا اس کو وصل کلی کہتے ہیں ـــــ (۲) تینوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک سانس میں پڑھنا اس کو فصل کلی کہتے ہیں ـــــ (۳) اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو ملا کر ایک سانس میں پڑھنا اور دوسرے سانس میں سورۃ شروع کرنا اس کو وصلِ اول فصلِ ثانی کہتے ہیں ـــــ (۴) اعوذ باللہ کو علیحدہ ایک سانس میں اور بسم اللہ کو سورۃ کے ساتھ ملا کر دوسرے سانس میں پڑھنا اس کو فصلِ اول وصلِ ثانی کہتے ہیں ـــــ

(ب) اور جب قرأت کرتے ہوئے کسی سورۃ کو ختم کرکے وہی سورۃ یا کوئی اور سورۃ شروع کی جائے تو اس صورت میں بھی پہلی سورۃ کی آخری آیت اور بسم اللہ اور دوسری سورۃ یا کسی سورۃ کے ملانے یا نہ ملانے کی چار صورتیں نکلتی ہیں، ان میں سے تین صورتیں وصلِ کل، فصلِ کل، فصلِ اول وصلِ ثانی جائز ہے اور ایک صورت وصل اول فصل ثانی جائز نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ کا تعلق بعد والی سورۃ سے ہے جو کہ پڑھی جائے گی نہ کہ اول سورۃ سے جو کہ پڑھی جا چکی ہے اور اگر کسی سورۃ کے ختم کرنے کے بعد سورۂ توبہ شروع کریں تو خواہ وصل کے ساتھ یا وقف یا سکتہ کرکے جس طرح چاہیں پڑھیں جائز ہے یعنی تینوں[ع]

[ع] وجہ جائز ہیں۔

(ج) اور اگر کسی سورۃ کے درمیان سے قرات شروع کرے تو اعوذ باللہ تو ضرور پڑھے اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے اختیار ہے پس اگر بسم اللہ بھی پڑھے تو صرف دو وجہیں جائز ہیں (۱) فصلِ کل (۲) وصلِ اول فصلِ ثانی اور بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں اعوذ باللہ کو شروع قرات سے فصل کر کے پڑھنا چاہئے اس میں وصل بھی جائز ہے بشرطیکہ شروع میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہ ہو — اعوذ باللہ کی طرح بسم اللہ بھی آہستہ اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں قرات کے تابع ہے اس کے خلاف کرنا بھی درست ہے اور تراویح ونوافل وغیرہ میں ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ کے جہر کے ساتھ پڑھنے میں قراء میں اور اسی طرح فقہا میں اختلاف ہے۔ امام عاصمؒ، قالونؒ کسائیؒ اور ابن کثیرؒ کے نزدیک بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھنا چاہئے ورنہ قرآن کا ختم پورا نہیں ہوگا اور آہستہ پڑھنے میں مقتدیوں کا قرآن پورا نہیں ہوگا۔ باقی قراء کے نزدیک نہ آہستہ پڑھے نہ پکار کر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وہ کلمات جن کی حرکات بدل جانے سے کفر لازم آتا ہے

جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں حرکات بدل جانے سے معنی اس طرح بدل جاتے ہیں کہ باعثِ کفر ہو جاتا ہے اور نماز باطل ہو جاتی ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے تاکہ یاد کر لیں اور تلاوت کے وقت خاص طور سے لحاظ رکھیں — (۱) اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفاتحہ) انعمتَ کی تَ کو پیش پڑھنے سے معنی بدل کر کفر کا باعث ہوتا ہے — (۲) وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (البقرۃ ع ۱۵) میں ابراھیمَ کے میم کی پیش اور ربُّہٗ کے با کی زبر نہ پڑھے — (۳) قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (البقرۃ ۳۳) میں داوٗدُ کی دوسری دال کو زبر اور جالوت کی تَ پر پیش نہ پڑھے — (۴) يُضٰعِفُ (البقرۃ ع ۳۶) میں عِ کے زیر کی بجائے زبر نہ پڑھے — (۵) اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ (سورہ براءۃ ع اول) میں رسولُہٗ لؔ کے پیش سے ہے لؔ کے زیر سے نہ پڑھے — (۶) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ (سورہ بنی اسرائیل ع ۲) کے ذال میں زیر ہے زبر سے نہ پڑھے ورنہ معنے اُلٹے ہو جائیں گے اسی طرح جہاں کہیں یہ لفظ زیر کے ساتھ ہو زبر سے نہ پڑھے — (۷) وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (الکہف ع ۸) میں مُنْذِرِیْنَ بکسرہ ذال ہے اگر اس کی ذال کو زبر سے پڑھے گا تو معنی غلط اور اُلٹے ہو جائیں گے اس سے بچے۔ اسی طرح جہاں کہیں مُنْذِرِیْنَ کی ذال کے نیچے زیر (کسرہ) ہو تو فتحہ (زبر) سے نہ پڑھے مثلاً (والصّٰفّٰت ع ۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۔ اور جہاں کہیں مُنْذَرِیْنَ ذال کے زبر کے ساتھ ہے وہاں زیر سے نہ پڑھے جیسا کہ یہیں والصّٰفّٰت ع ۲ میں فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ہے — (۸) وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ (طٰہٰ ع ۷) میں اٰدمُ کی میم کو زبر سے اور ربَّہٗ کی بَ کو پیش (ضمہ) سے نہ پڑھا جائے ورنہ معنی الٹے ہو کر کفر کا باعث ہوگا — (۹) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء ع ۶) میں کُنْتُ کی تُ کو پیش کی بجائے زبر سے نہ پڑھے — (۱۰) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر ع ۳) میں المصوِّرُ کے واؤ کو زیر کی بجائے زبر سے نہ پڑھے — (۱۱) فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (المزمل ع ۱) میں فرعونُ کی نُ کو پیش کی بجائے زیر اور الرسولَ کی لَ کی زبر کو پیش نہ پڑھے۔ اسی طرح اور بھی اکثر مقام ہیں جہاں حرکات کے تغیر اور حرفوں کے کم و بیش کرنے سے کلمات کے معنی بدل جاتے ہیں جو کفر یا کفر کے قریب ہو جاتے ہیں ان کا خیال کر کے بچنا چاہئے —

(اللھم احفظ لساننا عن تغییر اعراب القرآن وتبدیلہ ما کتبہ بحرمۃ نبینا سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعنا اجمعین)۔

ختم قرآن مجید کا طریقہ تراویح کے بیان میں درج ہے سلف صالحین میں بعض کا معمول دو ماہ میں ختم قرآن کا معمول تھا بعض کا دس روز میں اور بعض کا سات روز میں جس کے مطابق قرآن مجید کی سات منزلیں مقرر کی گئی ہیں اور یہ منازل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت عبداللہ بن عمرؓ مروی ہیں اور اکثر صحابہؓ کا معمول رہی ہیں ان کو منازل فمی بشوق کہتے ہیں۔ ہر منزل کے شروع کی سورت کے پہلے حرف کو جمع کرنے سے یہ لفظ حاصل ہوتا ہے۔ بعض کا معمول تین دن میں ختم کرنے کا ہمیشہ رہا ہے اس سے کم کا نہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے کچھ نہ سمجھا۔ (مزید مسائل تجوید اور قراءت سبعہ وعشرہ وغیرہ کے لئے دیگر بڑی کتب تجوید ملاحظہ فرمائیں۔ اس بیان میں جملہ مسائل تجوید اردو کی مشہور مروجہ کتب سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ جہاں کہیں غلطی ہوگئی ہو اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اصلاح کر دی جائے۔ مولف)

امامت کا بیان

(۱) امامت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول امامتِ کبریٰ، اس کو خلافت بھی کہتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے کاموں کا والی ہونا ہے یعنی امامتِ کبریٰ (خلافت) ریاست عامہ ہے جو لوگوں کی دین ودنیا کے مصالح کی حفاظت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نیابت کے طور پر ہوتی ہے۔ امام کا قائم کرنا مسلمانوں پر نہایت اہم واجبات میں سے ہے اس لئے کہ بہت سے واجباتِ شرعی اس امامت پر موقوف ہیں اس کے شرائط وغیرہ کی تفصیل علم کلام کی کتب میں مذکور ہے وہاں سے ملاحظہ فرمائیں ــــــ

دوم امامت صغریٰ یعنی امامتِ نماز اور وہ مقتدی کی نماز کا امام کی نماز سے چند شرطوں کے ساتھ وابستہ ہونا ہے پس امام اپنے مقتدی کی نماز کا ضامن ہوتا ہے (وہ شرطیں آگے الگ درج ہیں)۔ اب اس امامتِ نماز کا تفصیلی بیان آتا ہے۔

(۲) امامت اذان سے افضل ہے یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے اس پر ہمیشگی ثابت ہے۔ (امام شافعیؒ کے نزدیک اذان کہنے میں زیادہ ثواب ہے اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک بھی امامت افضل ہے اور بعض علماء دونوں کو برابر کہتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ اگر میرے ذمہ خلافت نہ ہوتی تو میں اذان کہا کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے امامت کے ساتھ اس کو جمع کرتا کیونکہ امامت اور اذان کا جمع کرنا افضل ہے لیکن کاروبار خلافت کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کے انتظار کی پابندی مشکل ہے اس لئے صرف امامت پر اکتفا کیا اور یہ مطلب نہیں کہ اذان امامت سے افضل ہے کیونکہ امامت تو وہ کرتے ہی تھے لہذا اذان کو امامت کے ساتھ جمع کرنے کی فضیلت بیان کرنا مقصود تھا۔ واللہ اعلم) نیز امامت اقتدا سے بھی افضل ہے۔

❖

جماعت کا بیان

جماعت کی تعریف
مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام ہوتا ہے اور سب مقتدی ہوتے ہیں جمعہ و عیدین کے علاوہ ہر نماز کی جماعت کے لئے کم ازکم دو آدمی ہوں جن میں سے ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھ دار لڑکا ہی ہو یعنی وہ ایک مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا نابالغ سمجھ دار بچہ ہو اور خواہ فرشتہ ہو یا جن ہو اور خواہ نماز مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کہیں اور ہو تو جماعت کہلائے گی اور جماعت کا ثواب ملے گا اور اگر اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو زیادہ ثواب ہے پس جس قدر جماعت زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کو اسی قدر زیادہ پسند ہے اور زیادہ ثواب دیتا ہے جس کی کوئی حد نہیں فرشتے قلمیں چھوڑ دیتے ہیں، جمعہ اور عیدین میں اخیر نماز تک امام کے علاوہ کم ازکم تین آدمی ہوں جو امامت کے اہل ہوں تب جماعت درست ہوگی۔ اگر ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے نہ ہوں گے تو جمعہ و عیدین کی نماز صحیح نہ ہوگی، کسی جن کا امام ہونا صحیح ہے اس لئے کہ جن بھی مکلف ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ انسانی شکل میں نمودار ہو، اور فرشتہ کی امامت درست نہیں اگرچہ آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا سلئے کہ فرشتہ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے نفل پڑھے گا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت کی وہ اوقات کی تعلیم کے لئے مخصوص تھی اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو۔

جماعت کی حکمتیں اور فائدے
نماز باجماعت کی بہت فضیلت اور تاکید احادیث میں آئی ہے اور جماعت کے تارک پر بہت سی احادیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہاں درج ہیں ——— (۱) ایک نماز پر ستائیس ۲۷ نماز کا ثواب ملنا ——— (۲) پانچوں وقت مسلمانوں کا آپس میں ملنا جس کی وجہ سے آپس میں محبت و اتفاق پیدا ہوگا۔ دوسروں کو دیکھکر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہوگی، نیک اور کامل لوگوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب و لطائف منور ہوں گے ——— (۳) جماعت میں بزرگ اور نیک لوگوں کی برکت سے گنہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا ——— (۴) ناواقفوں کو واقف لوگوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور وہ ایک دوسرے کو دیکھکر اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسرے کی اچھائی و عمدگی کو حاصل کریں گے پس یہ نماز کی تکمیل و صحت کا بہترین ذریعہ ہے ——— (۵) نماز میں خوب دل لگنا ——— (۶) ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتے رہنا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہوسکنا جس سے دینی اخوت و ایمانی محبت کا پورا پورا اظہار و استحکام ہوگا۔ حاجتمندوں و غریبوں کی حالت معلوم ہو کر ان کی امداد کا جذبہ اور عمل کی توفیق حاصل ہوگی ——— (۷) جو لوگ بے نمازی ہوں گے اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے گا اور ان کو تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا ———

(۸) چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا نزولِ رحمت و قبولیت کے لئے ایک خاص اثر رکھتا ہے۔
(۹) اس سے ایک خاص عبادت یعنی نماز کی شان ظاہر ہوتی ہے جو اسلام کی شان و شوکت اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند اور کفر کے کلمہ کو پست کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ شریعت مقدسہ کا بہت بڑا مقصد ہے اس لئے اس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے ــــ (۱۰) توریت میں لکھا ہے کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ثواب ہر شخص کو ملے گا مثلاً ہزار شخص ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نماز کا ثواب ملے گا (بحر الرائق بحوالہ علم الفقہ) ــــ (۱۱) نماز باجماعت ادا کرنے والوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے ــــ (۱۲) جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے ــــ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

جماعت کا حکم

(۱) پنج وقتی فرض نمازوں کو خواہ گھر میں پڑھی جائیں یا مسجد میں جبکہ کوئی عذر نہ ہو جماعت سے پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے بعض علماء نے اس کو واجب کہا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ سنت اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور اکثر کے نزدیک یہی قول صحیح تر و قوی تر ہے اور اس سے دونوں قولوں میں توفیق ہو جاتی ہے اختلاف نہیں رہتا۔ اسی لئے کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔ بلا عذر ایک بار بھی چھوڑ دے تو گنہگار اور سزا کا مستحق ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادت ہے اور اس کو سخت سزا دی جائیگی اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی امر معروف ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے۔ اگر عذرِ شرعی کے ساتھ جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہیں ہوگا (عذرات کا بیان عنقریب آئیگا)۔ بعض نے کہا کہ کبھی کبھی پڑھنا واجب ہے اور اس پر مداومت (ہمیشگی) سنت مؤکدہ ہے بعض کے نزدیک فرضِ عین اور بعض کے نزدیک فرضِ کفایہ ہے ــــ (۲) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے جن کے نزدیک عیدین کی نماز سنت ہے ان کے نزدیک بھی صحتِ نماز کے لئے جماعت شرط ہے ــــ
(۳) نمازِ تراویح کے لئے جماعت کل اہلِ محلہ پر سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے خواہ تراویح میں ختمِ قرآن مجید کیا جائے یا مختلف سورتوں کے ساتھ پڑھی جائیں اور خواہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ختم ہو چکا ہو ہر حال میں سنتِ کفایہ ہے پس اگر کل اہلِ محلہ تراویح کی جماعت کو ترک کریں گے تو سب سنت کے تارک ہوں گے اور اس میں گنہگار ہوں گے اور اگر بعض اہلِ محلہ نے تراویح جماعت سے ادا کی تو تمام اہلِ محلہ کے ذمہ سے یہ سنت ادا ہو گئی۔ پس اگر بعض نے اپنے گھر میں اکیلے پڑھی تو وہ سنت کے ترک کے گنہگار نہ ہوں گے البتہ اس کی فضیلت سے محروم ہوں گے ــــ (۴) رمضان المبارک کے وتروں میں صحیح و راجح قول کی بنا پر جماعت مستحب ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور زمانے کے وتروں میں جماعت مکروہ تنزیہی ہے جبکہ اس پر ہمیشگی کی جائے اور اگر ہمیشگی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی اتفاقیہ دو تین آدمی جماعت کے ساتھ پڑھ لیں تو مکروہ نہیں تین سے زیادہ کی جماعت ہر حال میں مکروہ ہے جیسا کہ نفلوں میں مکروہ ہے ــــ (۵) نمازِ خسوف (چاند گہن کی نماز)

ہیں تداعی (بلاوا) کے ساتھ جماعت مکروہ تحریمی ہے اسی طرح تمام نوافل میں جبکہ فرضوں کی طرح سے اہتمام کیا جائے اور اذان واقامت یا کسی اور طریقے سے لوگوں کو بلایا جائے تو جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے اگر بغیر اذان یا اقامت یا تداعی (بلانے) کے امام کے علاوہ ایک یا دو آدمی جمع ہو کر مسجد کے کسی گوشہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں یعنی مکروہ نہیں۔ اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو اس میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور چار یا اس سے زیادہ کی جماعت بالاتفاق ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ بلایا جائے یا نہ بُلایا جائے۔ اسی طرح محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی اگر محلہ کی مسجد جس میں امام اور جماعت کے وہ لوگ جو ہمیشہ آنے والے اور مقرر ہیں بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھ چکے ہوں تو اب وہاں اذان واقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بغیر اذان واقامت کے ہو اور ہیئت بدل دی جائے تو مکروہ نہیں اور محراب کے بدلنے سے یعنی جس جگہ پہلے امام نے نماز پڑھی ہے دوسرے امام کے اس جگہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جانے سے ہیئت بدل جاتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے (پس اگر کبھی کبھی ایسا موقع پیش آئے تو اس پر عمل کر لیا جائے اور التزام کے ساتھ دوسری جماعت نہ کی جائے تاکہ پہلی جماعت میں کمی و سستی واقع نہ ہو جائے ورنہ ہیئت بدلنے پر بھی مکروہ تحریمی ہی ہونی چاہئے۔ پہلی جماعت کا ثواب ہر حال میں زیادہ ہے اور دوسری جماعت میں اختلاف بھی ہے اس لئے اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور ہیئت بدل کر دوسری جماعت کر لینے کی اجازت ضرورۃً کبھی کبھار کے لئے ہے واللہ اعلم۔ مؤلف)۔ اگر محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت بغیر اذان کے ہوئی یا آہستہ اذان ہوئی یا اُس مسجد کے مقررہ امام اور نمازیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جماعت کی تو ان صورتوں میں دوبارہ جماعت کی جائے اور یہ جماعت پہلی جماعت کہلائے گی جماعتِ ثانیہ نہیں کہلائے گی۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن اور جماعت مقرر نہیں ہے جیسے عام راستے کی مسجد یا اسٹیشن یا سرائے کی مسجد ہیں اس میں اذان اور جماعت کا تکرار بلا کراہت جائز ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جداگانہ اذان واقامت سے نماز پڑھے (اس مسئلہ کی تفصیل اذان کے بیان میں بھی درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں)

—— (۶) اگر کسی شخص کو جماعت کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں نہ ملی تو اس کو دوسری مسجد میں جماعت کی طلب واجب نہیں، لیکن اگر دوسری مسجد میں جماعت کے واسطے چلا جاوے تو بہتر ہے اور اگر اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، اولیٰ و مستحب یہ ہے کہ اگر اپنے محلہ کی مسجد میں داخل نہ ہوا ہو تو دوسری مسجد میں تلاش کرے اور اگر اپنی مسجد میں داخل ہو گیا تو وہیں اکیلا پڑھ لے۔ اگر مسجد الحرام یا مسجد نبویؐ یا مسجدِ اقصیٰ میں کسی کی جماعت فوت ہو گئی تو اس پر دوسری جگہ جماعت کی تلاش مستحب نہیں ہے بلکہ وہیں اکیلا پڑھ لے کیونکہ ان مساجدِ ثلاثہ میں نماز کا ثواب دوسری مسجدوں سے بہت ہی زیادہ ہے۔ جب کسی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہو رہی ہے تو جب تک اس میں جماعت کا کچھ بھی حصہ مل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اور اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ ہے اور یہ گویا نماز سے اعراض کرنا ہے۔

(۷) جماعت میں مشغول ہونا کہ اس کی کوئی رکعت فوت نہ ہو وضو میں تین تین بار اعضا دھونے سے بہتر ہے اور تین تین بار اعضا کا دھونا تکبیر اولیٰ پانے سے بہتر ہے یعنی اگر وضو میں تین تین بار اعضا دھوتا ہے تو رکعت تو مل جائے گی مگر تکبیر اولیٰ نہ ملے گی تو تین تین بار دھوئے۔ اور اگر تین تین بار دھونے میں رکعت جاتی رہے گی تو افضل یہ ہے کہ تین تین بار نہ دھوئے اور رکعت نہ جانے دے[1] (لیکن یہ احتیاط رہے کہ جلدی میں کوئی جگہ خشک بھی نہ رہ جائے۔ مؤلف)

ترکِ جماعت کے عذرات

جن عذروں سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے وہ یہ ہیں:۔—— (۱) بیماری۔ یعنی کوئی ایسی بیماری ہونا جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک جانے میں مشقت ہو —— (۲) اپاہج ہونا یعنی لنگڑا لولا یا لنجا یعنی دونوں ہاتھ کٹے ہوئے یا شل ہونا) پس جس شخص کے دونوں پاؤں یا صرف ایک پاؤں یا دونوں ہاتھ کٹے ہوئے یا شل ہوں یا کوئی سا ایک ہاتھ اور اس کے مخالف جانب کا پاؤں کٹا ہوا ہو یا شل ہو وہ ترکِ جماعت کے لئے معذور ہے اور ایک ہی جانب کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا ہونا بدرجہ اولیٰ عذر ہے صرف ایک ہاتھ کا کٹا ہوا یا شل ہونا عذر نہیں یہی صحیح ہے —— (۳) مفلوج یعنی جو فالج کی بیماری کی وجہ سے چل نہ سکے۔ فالج ایک بیماری ہے جو بدن کی ایک جانب طول میں لاحق ہوتی ہے جس سے اس حصہ بدن کا احساس باطل ہو جاتا ہے اور وہ حرکت نہیں کر سکتا —— (۴) جو شخص مدت کا بیمار ہو یا کوئی اور ایسی بیماری ہو جس سے وہ بغیر مشقت کے نہ چل سکے —— (۵) بہت بوڑھا ہونا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو —— (۶) اندھا ہونا۔ اگر اس کو کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا ہو تب بھی وہ بالاتفاق معذور ہے اور یہی حکم اس عاجز کا بھی ہے جس کے پاس سواری اور خادم موجود ہو تو اس پر بھی بالاتفاق جماعت واجب نہیں اور ایسے شخص پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ بھی واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے —— (۷) بہت بارش ہونا یعنی جبکہ مینہ زور سے برس رہا ہو لیکن بہتر یہی ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھے —— (۸) مسجد کے راستے میں بہت کیچڑ ہونا لیکن جہاں تک ہو سکے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے —— (۹) سخت سردی ہونا کہ باہر نکلنے اور مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔ —— (۱۰) بہت شدید تاریکی (اندھیرا) ہونا اس طرح کہ مسجد کی طرف راستہ نہ سوجھے پس وہ اندھے کے حکم میں ہو گیا ایسی حالت میں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے —— (۱۱) آندھی اور تیز ہوا، یہ رات کے وقت میں عذر ہے دن کے وقت میں آندھی اور تیز ہوا عذر نہیں —— (۱۲) جبکہ کسی مریض کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو اور یہ خوف ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے مریض کو تکلیف یا وحشت ہو گی —— (۱۳) مسجد میں جانے سے کسی دشمن یا ظالم کے مل جانے کا خوف ہو اور وہ خوف خواہ اپنی جان پر ہو یا مال پر —— (۱۴) مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے وغیرہ کا خوف ہو مثلاً اس کو دکان یا مکان کے قفل لگانا ممکن نہ ہو یا ہنڈیا میں کھانا یا تنور میں روٹی ضائع ہو جانے کا خوف ہو اسی طرح اگر کسی دوسرے کا مال اس کے پاس امانت یا رعایت یا رہن وغیرہ کا ہو جس کی حفاظت اس پر واجب ہے اور

[1] مارشریعت از صغیری۔

اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو ــــ (۱۵) مسجد میں جانے سے کسی قرضخواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے یا اس کو روک لینے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو اور ادا نہ کرے تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترکِ جماعت کی اجازت نہیں ہوگی ــــ (۱۶) سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا۔ سفر فی نفسہٖ کوئی عذر نہیں، تنہا سفر کرنے میں خوف ہونا عذر ہے ــــ ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جاسکتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ شریعتِ مقدسہ میں حرج اٹھا دیا گیا ہے ــــ (۱۷) فقہ وغیرہ علمِ دین سیکھنے یا سکھانے یا تصنیف کرنے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو تو اگر کبھی کبھی بلا قصد جماعت ترک ہو جائے تو گنہگار نہ ہوگا اور معذور ہوگا لیکن اگر وہ ترکِ جماعت پر ہمیشگی کرے گا تو معذور نہ ہوگا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی ــــ (۱۸) پیشاب یا پاخانہ یا ریح کی غالب حاجت کے وقت ــــ (۱۹) جب کھانا حاضر ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک لگی ہو اور نفس اس کی طرف اس طرح سے راغب ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو اور جماعت کھڑی ہو تو وہ شخص جماعت کو ترک کرنے کے لئے معذور ہے اور وہ کھانا خواہ کسی وقت کا ہو اور یہی حکم پینے کا ہے ــــ (۲۰) نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا نہ پایا جانا مثل طہارت یا سترِ عورت وغیرہ ــــ (۲۱) امام کا مقتدی کے مذہب کی اس چیز میں رعایت نہ کرنا جس کی وجہ سے مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہو۔ (اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی)۔

فائدہ:- اگر ان مذکورہ بالا اعذارات میں سے کسی عذر کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہو سکا اور اس کی یہ نیت تھی کہ اگر عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا تو اس کو جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا لیکن اس سے مراد وہ عذر ہیں جو مانع ہیں جیسا کہ بیماری یا زیادہ بڑھاپا یا فالج وغیرہ نہ کہ بارش و کیچڑ و سردی و اندھا ہونا وغیرہ کہ ان صورتوں میں اگرچہ ترکِ جماعت جائز ہے لیکن شامل ہونا بہتر ہے ورنہ ترکِ جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ فافہم۔

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) اسلام، کافر پر جماعت واجب نہیں ــــ (۲) مرد ہونا، عورتوں پر جماعت واجب نہیں ــــ (۳) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں ــــ (۴) عاقل ہونا، مست و بیہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں ــــ (۵) آزاد ہونا، غلام پر جماعت واجب نہیں ــــ (۶) تمام عذروں سے خالی ہونا۔ (عذرات کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے)۔

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جو امام کے ساتھ قائم ہیں، ان کو شرائطِ امامت کہتے ہیں اور دوسری وہ جو مقتدی کے ساتھ قائم ہیں ان کو شرائطِ اقتدا کہتے ہیں لیکن چونکہ امامت اقتدا کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اقتدا امامت پر موقوف ہے اس لئے جو

شرائطِ امامت ہیں وہ اقتدا کی شرطیں بھی ہوسکتی ہیں اور جو اقتدا کی شرطیں ہیں وہ امامت کے لئے بھی شرطیں ہوسکتی ہیں پس یہ دونوں قسم کی شرطیں امام اور مقتدی دونوں کے لئے لازمی ہیں اور یہ دونوں مل کر جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں کہلائیں گی اب اِن دونوں قسم کی شرطوں کو الگ الگ عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اول۔ شرائطِ امامت

"شرائطِ امامت اور ان کی تفصیل یعنی کون امامت کے لائق ہے اور کس کے پیچھے نماز درست نہیں"۔ تندرست غیر معذور بالغ مردوں کی امامت کے لئے مندرجہ ذیل چھ شرطیں ہیں۔

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام

(۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا پس کافر و مشرک اور ایسے بدعتی یعنی بدمذہب کے پیچھے جس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے کسی شخص کی نماز درست نہیں ہے اور بدعت سے مراد یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہو خواہ وہ علم ہو یا عمل ہو یا حال ہو وہ حق ہے اُس کے خلاف اس کے بالمقابل کوئی نئی چیز پیدا کرکے اس کو دین متین یا صراط مستقیم ٹھہرالینا بدعت ہے پس ہر وہ بدعت جو سنت کی رافع ہو بدعتِ سیئہ شنیعہ ہے اگر یہ بدعت کسی دلیل کے شبہ و تاویل اور استحسان کی وجہ سے ہو اور سوادِ اعظم یعنی اہل سنت والجماعت کے معتقدات و مسلمات کے برخلاف ہو تو یہ فسق ہے ایسے بدعتی کو فاسق کہیں گے لیکن کافر نہیں کہیں گے اور اگر وہ بدعت یعنی دین میں نئی بات عناد یعنی دشمنیٔ اسلام کی بنا پر ہو اور صریحاً قطعی دلائل کا جن میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو انکار ہو تو یہ بدعت کفر ہے اور ایسا شخص قطعی کافر ہے۔ (یہ جو علمائے اہل سنت والجماعت نے لکھا ہے کہ جتنے لوگ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے، اس سے مراد وہی بدعت ہے جو دلیل کے شبہ اور تاویل کی بنا پر ہو اور جن قطعی امور میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے ان کے خلاف کرنے والا بالاتفاق قطعاً کافر ہے خواہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو)

جاننا چاہئے کہ بدعت پانچ قسم کی ہے اوّل محرّمہ یعنی وہ جو حرام و ممنوع ہے جس کا اوپر بیان ہوا — دوم واجبہ یعنی وہ چیزیں جو صدرِ اول کے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی تھیں اور بعد میں دین کی ضروریات میں معاون ہونے کی وجہ سے اختیار کرلی گئی ہیں جیسے صرف و نحو کا علم تاکہ قرآن و حدیث کو سمجھ سکیں اور دلائل کا قائم کرنا تاکہ گمراہ فرقوں کا رد کیا جاسکے وغیرہ۔ یہ دین میں معاون ہونے کی وجہ سے وجوب کا درجہ رکھتا ہے — سوم مندوبہ یعنی نئے نئے نیک کام رائج کرنا، جیسے مسافر خانوں، مہمان خانوں اور خانقاہوں وغیرہ کا بنانا اور ہر وہ نیک کام جو صدرِ اول میں رائج نہیں تھا یہ سب مندوب کا درجہ رکھتے ہیں — چھارم مباحہ اور وہ کھانے پینے پہننے و دیگر استعمالی اشیاء وغیرہ میں وسعت اختیار کرنا ہے جیسے عمدہ اور لذیذ کھانے پینے اور پہننے و برتنے کی چیزیں یہ سب مباحات میں سے ہیں — پنجم مکروہہ جیسے مساجد کو سنہری یا دیگر قسم سے منقش و آراستہ کرنا وغیرہ یہ مکروہات میں سے ہے (مسجد کے منقش کرنے کے احکام کی تفصیل احکامِ مساجد میں درج ہے) اگرچہ لغت کے اعتبار سے یہ پانچوں قسمیں بدعت کہلاتی ہیں لیکن ان میں قسمِ اول وہ بدعت ہے جو حرام و ممنوع ہے اور قسم پنجم بھی مکروہ ہونے کی وجہ سے قابلِ ترک ہے اور انہی دو قسموں پر فقہا کی اصطلاح میں بدعت کا

اطلاق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ سے یہی بدعتِ محرمہ مراد ہے اور قسم دوم و سوم و چہارم پر اصطلاحاً بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا یا پھر ان کو بدعتِ حسنہ بھی کہہ دیتے ہیں واللّٰہ اعلم بالصواب۔

مسلمانوں کے جو فرقے اہلِ حق یعنی اہلِ سنت والجماعت کے معتقدات کے خلاف ہیں مثلاً رافضی یعنی شیعہ و خارجی وغیرہ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت یا ان کے صحابی ہونے کا منکر ہے یا شیخین کو سب (گالی) یا تبرا کرتا ہو، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا جانتا ہو اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو غلطی پر جانتا ہو یا اور کسی ضروریاتِ دین کا منکر ہو یا جہمی یا قدری (جو اپنے آپ کو قادر کہتے ہیں) یا مُشبہہ (جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ مخلوق کے مشابہ کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اور اجسام کی طرح جسم ہے یا جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے دکھائی نہیں دے گا یعنی آخرت میں جنت کے اندر دیدارِ الٰہی کا منکر ہے یا کسی اور صفتِ الٰہی کا منکر ہے یا کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے والا ہے یا جزئیات کو اللہ تعالیٰ کے علم سے خارج کرنے والا ہو یا عالم کو قدیم جاننے والا ہو یا قیامت کا منکر یا حشرِ اجساد کا منکر ہو یا کراماً کاتبین کا یا عذابِ قبر یا شفاعت کا منکر ہے تو چونکہ یہ سب امور شرع شریف میں صدرِ اسلام سے متوارث چلے آ رہے ہیں اور ان پر اجماع ثابت ہے اور بعض دلیلِ قطعی سے ثابت ہیں پس ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ معراج کا منکر اگر مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانے کا منکر ہے تو کافر ہے کیونکہ یہ نصِ قطعی یعنی قرآن پاک کی آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ الآیۃ (سورۃ بنی اسرائیل) کا انکار ہے اور اگر بیت المقدس سے آگے معراج کا منکر ہے تو یہ شخص کافر نہیں ہے لیکن بدعتی و فاسق ہے۔ (مسائلِ کفر و شرک و بدعت کی تفصیل کتبِ عقائد سے معلوم کی جائے۔ مؤلف) بدعتی و فاسق یعنی غیر کافر کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن اس قدر ثواب نہیں جو متقی کے پیچھے پڑھنے میں ہوتا۔ پس مجبوری کی حالت میں اکیلا پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ مزید تفصیل آگے "جن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے" کے بیان میں ہے۔

(۲) عاقل ہونا، پس ہر وقت مست و مجنون رہنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ خود مکلف نہیں ہے اور عدمِ تحققِ نیت و عدمِ طہارت کی وجہ سے خود اس کی نماز درست نہیں ہوگی اور اگر ایسا جنون ہو کہ کبھی ہوش ہوتا ہو اور کبھی جنون تو ہوش اور افاقہ کے زمانے میں اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے خواہ افاقہ کا وقت معلوم ہو یا نہ ہو اور بیہوشی اور جنون کے وقت میں اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ پس جب معلوم ہو جائے کہ نماز کے وقت افاقہ ہو گیا ہے تو وہ افاقہ کے وقت مثل صحیح کے ہے اور اس کی امامت درست ہے اور جنون کے لوٹنے کے احتمال کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ اصل صحت ہے اور جنون عارضی بیماری ہے۔ اور اگر یہ تو معلوم ہے کہ اس کے جنون کو افاقہ ہو جاتا ہے لیکن نماز کے وقت اس کا حال معلوم نہیں ہوا کہ اب افاقہ ہے یا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں ہے۔ نشہ والے اور ناقص العقل دیوانہ (یا مدہوش بلا جنون) کے پیچھے بھی نماز درست نہیں ہے اس لئے کہ ان میں نیت اور طہارت کا ثبوت نہیں ہے اور ناقص العقل کو نابالغ کے حکم میں رکھتے ہیں پس وہ اپنے مثل کا امام ہو سکتا ہے اوروں کا نہیں۔

(۳) بالغ ہونا، پس بالغ کو نابالغ لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز و درست نہیں ہے۔ خواہ نماز فرض ہو یا نفل یعنی فرضوں کے علاوہ کوئی اور نماز ہو حتیٰ کہ نمازِ تراویح اور نمازِ جنازہ بھی درست نہیں ہے یہی صحیح و مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ ائمہ بلخ کے نزدیک تراویح اور مطلق سنتوں (یعنی نماز کے ساتھ کی سنتوں و کسوف و خسوف و استسقاء وغیرہ) و دیگر نوافل کا نابالغ کے پیچھے پڑھنا جائز ہے لیکن یہ مختار اور صحیح نہیں ہے اور اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ اگر لڑکا پندرہ سال کا ہو جائے تو اگرچہ اور کوئی بلوغ کی علامت ظاہر نہ ہو اُس کے پیچھے نماز فرض و واجب و تراویح و نوافل وغیرہ درست ہے۔ نابالغوں کے امام کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ نابالغ بھی نابالغوں کی امامت کر سکتا ہے جبکہ وہ سمجھ دار ہو۔ قریب البلوغ کو بھی بالغوں کا امام بننا درست نہیں ہے البتہ نابالغوں کا امام ہو سکتا ہے۔

(۴) مذکر (مرد) ہونا۔ مرد کی اقتدا عورت یا خنثیٰ مشکل کے پیچھے درست نہیں ہے خواہ کوئی نماز ہو یعنی نماز جنازہ و نوافل وغیرہ سب کا یہی حکم ہے اور بالغ مرد سب کا امام ہو سکتا ہے لیکن اس امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ عورتوں کی اقتدا درست نہیں ہوگی لیکن جمعہ و عیدین میں عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں عورتوں کی نیت کئے بغیر بھی ان میں عورتوں کو مرد کی اقتدا درست ہے یہی اصح ہے جیسا کہ شرائطِ اقتدا میں آتا ہے۔ مرد اگر صرف عورتوں کا امام ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ خلوت کے مکان میں نہ ہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو کسی دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضروری ہے پس اگر امام بالغ مرد ہو اور مقتدی سب عورتیں ہوں تو اگر امام ان سب عورتوں کا یا بعض کا محرم ہے تو جائز ہے پس اگر ان عورتوں میں سے کوئی عورت اس امام کی محرم یعنی زوجہ یا باندی یا ماں یا سگی بہن (یعنی جو رحم کے رشتے سے بہن ہو نہ کہ رضاعی یا سسرالی رشتہ کی بہن یعنی سالی ہو کیونکہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونا مکروہ ہے) یا کوئی دوسرا آدمی ہو تو ان کی امامت اس کیلئے درست ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اجنبی عورتوں کے امام کے ساتھ خلوت میں ہونے سے خلوت کی نفی نہیں ہوتی لیکن اگر ان میں کوئی اس امام کی محرم ہو یعنی ماں بہن یا بیوی وغیرہ یا کوئی دوسرا آدمی ہو تو خلوت جاتی رہے گی اور نماز درست ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر جماعت مسجد کے اندر ہو اور مسجد کا دروازہ کھلا ہوا ہو اور گوشہ مسجد میں نہ ہو تب بھی مرد بالغ کو صرف عورتوں کا امام بننا درست ہے خواہ ان میں کوئی محرم عورت یا کوئی دوسرا آدمی نہ بھی ہو کیونکہ مسجد میں خلوت متحقق نہیں ہے جبکہ دروازہ کھلا ہوا ہو اور گوشہ مسجد میں نہ ہو۔ عورت کو عورتوں کا امام بننا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے مگر نماز جنازہ میں مکروہ نہیں ہے پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو لیکن اس کے درمیان میں کھڑا ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن وہ گنہگار ہوگی پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہوا اور اس میں آگے کھڑا ہونے سے کم کراہت ہے۔ عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے اور اِس زمانے میں مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا بھی مکروہ ہے۔ خنثیٰ مشکل کو عورتوں اور خنثیٰ کی امامت اس وقت جائز ہے جبکہ وہ اُن سے

آگے بڑھ کر کھڑا ہو اگرچہ وہ مقتدی عورت یا خنثیٰ ایک ہی ہو، اور اگر وہ عورتوں کے درمیان میں کھڑا ہو تو اس کے مذکر ہونے کے احتمال کی وجہ سے اس کی اور عورتوں و خنثیٰ کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ خنثیٰ امام کی بوجہ اُن کی محاذات کے (اگر وہ مذکر ہو) اور اُن کی بوجہ امام کی نماز فاسد ہو جانے کے فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ: ۲، ۳، ۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام یا مقتدی ہیں سے یا مذکر ہوں گے یا مؤنث یا خُنثیٰ اور پھر ان تینوں میں یا بالغ ہوں گے یا نابالغ، یہ چھ صورتیں مرتب ہوئیں۔ پس مذکر بالغ کی امامت . . . سب کے لئے صحیح ہے اور اس کا اپنے جیسے یعنی مذکر بالغ کا مقتدی ہونا درست ہے اس کے سوا اور کسی کا مقتدی ہونا درست نہیں ہے خواہ کوئی نماز ہو یعنی فرض و واجب ہو یا سنت و نوافل و نماز جنازہ وغیرہ ہو ـــ مؤنث بالغ کی امامت صرف مؤنث کے لئے مطلقاً درست ہے لیکن کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ہے خواہ مؤنث مقتدی بالغ ہو یا نابالغ اور اس کا مقتدی ہونا مذکر بالغ یا مؤنث بالغ یا خنثیٰ بالغ کے پیچھے درست ہے لیکن مؤنث کے پیچھے تو مکروہ تحریمی ہے ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا خنثیٰ کے پیچھے بھی اس کے مؤنث ہونے کے احتمال سے مکروہ تحریمی ہے اور خنثیٰ کا آگے بڑھ کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اگر درمیانِ صف کھڑا ہو تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی ـــ خنثیٰ بالغ کی امامت صرف مؤنث کے لئے مطلقاً درست ہے اور مذکر کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے اور خنثیٰ کے لئے بھی مطلقاً درست نہیں ہے کیونکہ اس امام کے مؤنث ہونے کا اور مقتدی کے مذکر ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اقتدا مرد کے پیچھے درست ہے اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں کیونکہ اس امام کے مؤنث اور مقتدی کے مذکر ہونے کا احتمال ہے اور مؤنث کے پیچھے بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس کے مذکر ہونے کا احتمال ہے ـــ نابالغ لڑکے کی امامت اپنے مثل یعنی نابالغ مذکر و مؤنث و خنثیٰ کے لئے درست ہے بالغ کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے، اور اس کا اقتدا مذکر کے پیچھے مطلقاً درست ہے اوروں کے پیچھے درست نہیں ہے ـــ نابالغ مؤنث (لڑکی) کی امامت صرف اپنے مثل مؤنث یعنی نابالغ لڑکیوں کے لئے درست ہے اور نابالغ مذکر یعنی لڑکے کے لئے اس کا امام ہونا محتمل ہے[1] اور اس کا مقتدی ہونا ہر ایک کے پیچھے درست ہے۔ نابالغ خُنثیٰ کی امامت نابالغ مؤنث کے لئے درست ہے اور بالغ مؤنث کے لئے درست نہیں اور مذکر و خنثیٰ کے لئے مطلقاً درست نہیں ہے اس کا مقتدی ہونا صرف مذکر کے پیچھے مطلقاً درست ہے۔

(۵) قرأت۔ بقدر جواز نماز یعنی قراءتِ فرض کی مقدار قرآن یاد ہونا اور وہ کم از کم ایک آیت یاد ہونا ہے۔ ایسے شخص کو جسے ایک آیت یا اس سے زیادہ یاد ہو، حنفی فقہا کی اصطلاح میں قاری کہتے ہیں (امام شافعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ یاد ہونے سے قاری کہلاتا ہے) اور جس شخص کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو اُس کو امّی کہتے ہیں۔ پس قاری کی اقتدا امّی کے پیچھے درست نہیں ہے اسی طرح قاری کی اقتدا گونگے کے پیچھے بھی درست نہیں ہے۔ جس کو کچھ آیتیں یاد ہیں مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا بلکہ اس طرح پڑھتا ہے کہ معنی فاسد ہو جاتے ہیں وہ بھی امّی کے حکم میں ہے۔ ایسے امّی کی اقتدا جو تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہو گونگے کے پیچھے درست نہیں ہے البتہ گونگے کی نماز اس کے پیچھے درست ہے اور اگر امّی تکبیر تحریمہ پر قادر نہ ہو تو دونوں کی نماز ایک دوسرے کے پیچھے

[1] یعنی نابالغ درست ہوتا ہے دونوں کا احتمال ہے۔

درست ہے۔ گونگے کی نماز گونگے کے پیچھے اور امی کی نماز امّی کے پیچھے درست ہے۔ اگر ایک امّی کسی امّی اور قاری کا امام بنا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ امام کو قاری کا علم ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے قاری کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، یہی قوی مذہب ہے کیونکہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے نہیں بدلتا تو جب علم شرط نہ ہوا تو نیت بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگی۔ قاری کی وجہ تو ظاہر ہی ہے کہ وہ قدرت کے ہوتے ہوئے فرضِ قرأت کا تارک ہے اور اُمّی امام اور مقتدی دونوں کی اس لئے فاسد ہو جائے گی کہ امی کے لئے قاری کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنی نماز کو فرض قرأت کے ساتھ ادا کرنا ممکن تھا اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہوتی ہے پس وہ بھی باوجود قدرت کے فرضِ قرأت کے تارک ہوئے کیونکہ جب نماز پڑھنے میں اکٹھے ہو گئے اور جماعت پر رغبت پائی گئی تو وہ قاری کو آگے کرنے پر قادر ہوئے اور صاحبین کے نزدیک صرف قاری کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ قرأت کے فرض کا تارک ہے۔ اگر کوئی امّی کسی امی کا امام بنا اور اس نے نماز شروع کر دی پھر کوئی قاری آیا تو بعض کے نزدیک ان کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان میں جماعت کی رغبت پائی گئی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی جب تک کہ قاری ان کے ساتھ شامل نہ ہو جائے یا الگ اپنی نماز میں شروع نہ ہو جائے کیونکہ قاری کی طرف سے بھی رغبتِ جماعت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک قاری نماز پڑھتا تھا کہ ایک اُمّی آیا اور اس کے پیچھے اقتدا نہ کی بلکہ علیحدہ نماز پڑھ لی تو اس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ قاری مسجد کے دروازے پر یا مسجد کے پڑوس میں ہو اور امی مسجد میں اکیلا نماز پڑھے تو بلا خلاف امی کی نماز جائز ہے اور اس کو قاری کا بلانا یا انتظار لازمی نہیں ہے اور اسی طرح جبکہ قاری امی کی نماز کے سوا کوئی اور نماز پڑھ رہا ہو تب بھی امی کی نماز الگ جائز ہے اور اس کو قاری کی فراغت کا انتظار ضروری نہیں بالاتفاق لیکن اگر اُمّی و قاری نے الگ الگ نماز پڑھی مثلاً ان دونوں میں سے ہر ایک مسجد کے کسی گوشہ میں ہو اور دونوں کی نماز ایک ہی ہو تو بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ اُمّی قاری کی اقتدا سے قرأت پر قادر تھا اور بعض کے نزدیک جائز و صحیح ہے کیونکہ قاری سے جماعت سے نماز پڑھنے کی رغبت نہیں ظاہر ہوئی اور ان کے نزدیک دونوں طرف سے جماعت کی رغبت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک طرف کی رغبت کافی نہیں ہے اور یہی صحیح قول ہے پس جب امی جماعت میں راغب ہو اور قاری راغب نہ ہو تو امی کو اس قاری کا طلب کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ اکیلا نماز پڑھ لے یا کسی دوسرے امّی کی اقتدا کر لے جس کو رغبت ہو ــــ اگر امام کسی اُمّی کو خلیفہ کر دے اگرچہ پچھلی دو رکعتوں میں خلیفہ کرے کہ جن میں قرأت فرض نہیں ہے یا تشہد میں خلیفہ بنائے کہ یہ بھی محلِ قرأت نہیں ہے ہر حال میں امام و مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تشہد کے بعد خلیفہ کیا تو سب کی نماز درست ہو جائے گی ــــ اگر امّی و قاری و گونگا ہر ایک علیحدہ علیحدہ نماز پڑھے تو صحیح یہ ہے کہ سب کی نماز درست ہو جائے گی۔ کیونکہ گونگے کو قاری کے پیچھے جماعت پر قادر ہوتے ہوئے اکیلے نماز پڑھنا درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہی حکم امی کا بھی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ــــ امی پر واجب ہے کہ دن رات اس بات کی کوشش کرتا رہے کہ بقدرِ فرضِ قرأت یعنی اس قدر

قرآن سیکھے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے اگر وہ کمی و کوتاہی کرے گا تو عند اللہ معذور نہ ہوگا۔

(۶) صحیح ہونا یعنی عذرات سے سلامت ہونا پس غیر معذور (صحیح) کی اقتدا معذور کے پیچھے درست نہیں۔ عذرات یہ ہیں:۔۔۔ اول ہر وقت پیشاب جاری رہنا جس کو سلس البول کہتے ہیں یا نکسیر جاری رہنا یا زخم سے خون جاری رہنا یا ریاح جاری رہنا یا عورت کو استحاضہ کا مرض ہونا وغیرہ امراض پس ایسے عذر والے شخص کے پیچھے تندرست آدمی کی نماز درست نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ وضو کرنے میں یا وضو کے بعد وقت کے اندر یہ عذر لاحق ہو جائے اگرچہ نماز کے بعد ہو اور اگر وضو کے بعد وقت کے ختم ہونے تک اس مرض نے عود نہیں کیا تو یہ نماز جو اُس نے پڑھی انقطاعِ عذر کے وقت پڑھی ہے اور اس میں تندرست اس کا مقتدی ہو سکتا ہے اس کی مزید تفصیل معذور کے احکام میں درج ہے ۔۔۔۔ دوم تو تلا یا ہکلا ہونا۔ تو تلا آدمی یعنی وہ شخص جو بعض حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے مثلاً ر کی جگہ غ یا ل بولے اور س کی جگہ ث ادا کرے اور ہکلا یعنی وہ شخص جو حروف تہجی میں سے کوئی یا بعض حرف نہ بول سکے یا کسی یا بعض حرف کو مکرر ادا کرنے کی عادت ہو مثلاً کسی کو تمتمہ یعنی ت اور م کو لوٹا کر کہنے کی عادت ہو یا فافاہ یعنی ف کو مکرر ادا کرنے یا کثرت سے استعمال کرنے کی عادت ہو، یعنی کوئی کلمہ ادا کرتے وقت مشقت کی وجہ سے پہلے ف کی سی آواز نکال کر پھر اصل کلمہ ادا کرتا ہو یا کسی اور حرف کو کئی بار کہے بغیر ادا نہ کر سکتا ہو پس ایسے شخص کے پیچھے اس عذر سے سالم آدمی کی نماز درست نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص نماز میں بہت کھنکارتا ہو اُس کو امام نہیں بنانا چاہئے۔ اگر معمولی سی تتلاہٹ یا ہکلاہٹ کہ جس سے حروف صاف ادا نہیں ہوتے یا کوئی شخص بغیر مشقت کے حرفوں کو ادا نہیں کر سکتا لیکن تمتمہ یا فافاہ وغیرہ تتلاہٹ یا ہکلاہٹ نہیں کرتا اور جب حرفوں کو نکالتا ہے تو صحیح نکالتا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی قسم کی غلطی کرتے ہوں اور اگر وہ مختلف قسم کی غلطی کرنے والے ہوں تو ان میں سے کسی کی امامت جائز نہیں ہے مثلاً اگر ایک شخص سے ت ادا نہیں ہوتا اور دوسرے سے کاف ادا نہیں ہوتا تو ان کو ایک دوسرے کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ غلط پڑھنے والے آپس میں امامت کریں تو اگر ایک ہی طرح کی غلطی کریں تو سب کی نماز درست ہے اور اگر ایک دوسرے سے مختلف غلطی کرتے ہوں تو کسی کی امامت درست نہیں ہے اور ان کی نماز درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مقتدیوں میں ان حروف کو صحیح ادا کرنے والا شخص موجود نہ ہو اور اگر موجود ہو تو اس توتلے امام اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اور توتلے آدمی پر اور اس پر جس سے صحیح حروف ادا نہیں ہوتے واجب ہے کہ ہمیشہ دن رات حروف کی صحت میں کوشش کرتا رہے اور جہاں تک ہو سکے صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا وہ آیتیں پڑھے جن کے حروف صحیح ادا کر سکتا ہو لیکن سورۂ فاتحہ ہر حال میں پڑھے اس کو ترک نہ کرے۔ اگر یہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں تو زمانۂ کوشش میں اس کی نماز ہو جائے گی اور اپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کر سکتا ہے اور اگر کوشش ترک کر دیگا تو اس زمانے میں اس کی نماز درست نہیں ہوگی جبکہ وہ اکیلا پڑھے اور اس کا امام ہونا بھی درست نہیں لیکن صحیح پڑھنے والے کا مقتدی ہو جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر

م توتلے اور ہکلے آدمی کو اپنے جیسے کی امامت جائز ہے۔

قراءت فرض کی مقدار ایسی آیتیں پڑھ سکے جن میں نہ تتلاوے تو اب اس کو کوشش کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کسی دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازمی ہے۔ (آج کل یہ بات عام ہے کہ لوگ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے حتیٰ کہ ایسے لوگ امامت بھی کرتے ہیں جس سے اپنی نماز کے ساتھ دوسرے لوگوں کی نمازیں بھی خراب کرتے ہیں، لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دینا اور احتیاط کرنا لازمی ہے۔ (مؤلف) ـــــ سوم۔ نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا نہ پایا جانا۔ پس ایسے شخص کے پیچھے جس میں نماز کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے ایسے شخص کی نماز درست نہیں ہے جس میں نماز کی سب شرطیں موجود ہوں مثلاً طہارت (وضو و غسل) والے کی نماز غیر طاہر (معذور) کے پیچھے یا کپڑا پہننے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہیں ہے ننگا یعنی جس کے پاس ستر کے لائق کپڑا نہ ہو ننگوں کا امام ہو سکتا ہے لیکن ان کا تنہا دور دور بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا افضل ہے اور جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے پھر بھی اگر وہ جماعت سے پڑھیں تو امام بیچ میں ہو آگے نہ ہو۔ اس قسم کے مسائل کی تفصیل نماز کی شرطوں میں بیان ہو چکی ہے اور مزید معذور کے بیان میں آئے گی ـــــ امام نے اگر بلا طہارت نماز پڑھائی یا کوئی اور شرط یا رکن نہ پایا گیا جس کی وجہ سے اس کی امامت صحیح نہیں ہوئی تو امام کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس امر کی اطلاع مقتدیوں کو کر دے خواہ خود کہے یا کہلا بھیجے یا خط کے ذریعے سے ہو اور مقتدی اپنی اپنی نماز کا اعادہ کریں۔

معذور اپنے جیسے یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کر سکتا ہے کم عذر والے کی امامت نہیں کر سکتا کیونکہ امام کا حال مقتدی سے قوی یا اس کے مساوی ہونا شرط ہے اور معذور امام اور مقتدی دونوں کا عذر میں متحد ہونا ضروری ہے مثلاً دونوں کو سلس البول ہو یا دونوں کو ریح کا مرض ہو وغیرہ پس اگر دونوں کو الگ الگ قسم کے عذر ہوں مثلاً ایک کو ریح کا مرض ہے اور دوسرے کو سلس البول یعنی قطرہ آنے کا مرض ہے یا خون جاری ہے تو وہ ایک دوسرے کی امامت نہیں کر سکتے بلکہ الگ الگ پڑھیں اسی طرح اگر تندرست آدمی عذر کی وجہ سے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نماز ایسے حدث والے کے پیچھے جس کو ہر وقت حدث رہتا ہو صحیح نہیں ہے ـــــ ایک عذر والا شخص دو عذر والے شخص کا امام اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کا عذر مقتدی کے دونوں عذروں میں سے ایک ہو ورنہ نہیں، اور ایک عذر والے کو دو عذر والے کی اقتدا کسی طرح درست نہیں ہے۔ معذور نے اپنے مثل معذور اور صحیح کی امامت کی تو صحیح کی نماز درست نہیں ہوگی معذور کی درست ہو جائے گی پس اگر ننگا آدمی ننگوں اور کپڑا پہنے ہوئے لوگوں کا امام ہوا تو اس امام کی اور ننگے مقتدیوں کی نماز درست ہے اور کپڑا پہننے والوں کی درست نہیں بالاتفاق۔ اسی طرح اگر زخم والے کے پیچھے دوسرے زخم والے اور تندرست نے نماز پڑھی تو زخمی امام اور زخمی مقتدی کی نماز درست ہے تندرست کی درست نہیں ہے۔ امی کا مسئلہ جو ۵ میں بیان ہوا اس سے مختلف ہے کیونکہ امی کو قاری کے پیچھے نماز پڑھ کر قراءت پر قدرت حاصل تھی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہیں ہے کہ امام کا ستر یا طہارت مقتدی کیلئے کافی ہو، فافہم۔ امام معذور کے پیچھے مقتدی طاہر کی نماز درست نہیں ہے جبکہ حالت وضو میں حدث پایا گیا ہو یا بعد وضو وقت کے اندر طاری ہو، اگرچہ نماز کے بعد ہو۔ اور اگر نہ وضو کے وقت حدث تھا نہ ختم وقت تک [۴۳]

[۴۳] اس نے عود کیا تو جو نماز اس نے اس حالت میں پڑھی اس میں تندرست اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔

قسم دوم شرائطِ اقتدا

شرائطِ اقتدا یعنی جماعت کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں جو مقتدی کے ساتھ قائم ہیں مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) نیتِ اقتدا یعنی مقتدی کو امام کی متابعت (اس کے پیچھے نماز پڑھنے) کی نیت کرنا اور اس نیت اقتدا کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر اس طرح مقدم ہونا کہ نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی اجنبی یعنی نیت توڑنے والا فعل واقع نہ ہوا ہو جس کی تفصیل نیت کے بیان میں شروطِ نماز میں آچکی ہے۔ اور یہ شرط جمعہ و عیدین کی نماز میں نہیں ہے کیونکہ وہ جماعت سے مخصوص ہیں اس لئے ان میں نیتِ اقتدا کی ضرورت نہیں رہی۔

(۲) مرد امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی اقتدا صحیح ہونے کے لئے شرط ہے ورنہ عورتوں کی اقتدا درست نہ ہوگی لیکن جمعہ و عیدین کی نماز میں شرط نہیں ہے پس اگر امام نے ان میں عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو تب بھی ان کی نماز جمعہ و عیدین درست ہو جائے گی یہی اصح ہے۔ مرد امام کو مردوں کی امامت کی نیت کرنا یا عورت امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے البتہ بغیر نیت کے ثواب نہیں ملے گا اس لئے نیت کر لینا افضل ہے جیسا کہ نیت کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۳) مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔ پس مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس کے لئے ٹخنہ یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے یعنی مقتدی کے پاؤں کا ٹخنہ (ایڑیاں) امام کے پاؤں کے ٹخنہ سے آگے نہ ہو تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں کی انگلیوں سے آگے بڑھی ہوئی ہوں کیونکہ اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ ٹخنہ آگے نہ ہو یا اکثر پاؤں آگے نہ ہو۔ اسی طرح اگر مقتدی امام سے لمبے قد کا ہو اور سجدہ کے وقت اس کا سر امام کے سر سے آگے نکل جائے تب بھی مضائقہ نہیں جبکہ ٹخنہ آگے نہ ہو، کیونکہ سر کے آگے پیچھے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اشارہ سے نماز پڑھنے والے میں سر کا اعتبار ہے پس اگر اس کا سر امام کے سر کے برابر یا اس سے پیچھے ہے اگرچہ اس کے قدم امام کے قدم سے آگے ہوں تو اقتدا صحیح ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس اس کا سر امام کے سر سے آگے اور پاؤں امام کے پاؤں سے پیچھے ہیں تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ یہ حکم اُس اشارے سے نماز پڑھنے والے کا ہے جو کسی صحیح کا یا اپنے مثل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا مقتدی ہو اور وہ امام و مقتدی دونوں میں سے ہر ایک یعنی جو معذور ہیں بیٹھے ہوئے ہوں یا چت لیٹے ہوئے ہوں اور اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں لیکن اگر کروٹ پر لیٹا ہوا ہو تو مقتدی کو اپنے امام کی پیٹھ کے پیچھے کروٹ سے لیٹا ہوا ہونا شرط ہے اور اس کے لئے ہرگز سر کا اعتبار نہیں ہوگا۔ امام کے پاؤں کا مقتدی کے پاؤں سے آگے ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر دونوں برابر میں ہوں تب بھی اقتدا درست ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک قدم پر کھڑا ہو تو اسی ایک قدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونوں قدموں پر کھڑا ہے اور ان میں سے ایک قدم امام کے قدم کے محاذی ہے اور دوسرا پیچھے ہے تب بھی اس کی اقتدا بلا شبہ درست ہے اور اگر ایک قدم محاذی اور دوسرا قدم امام کے قدم سے آگے ہے تو اس میں دونوں احتمال ہیں محاذی قدم کا اعتبار کرتے ہوئے اقتدا

درست ہونا چاہیے اور آگے بڑھے ہوئے قدم کا اعتبار کرتے ہوئے اقتدا درست نہیں ہونا چاہیے بظاہر اسی کو ترجیح ہے۔

(۴) اتحادِ نماز۔ یعنی امام اور مقتدی دونوں کی نماز میں اتحاد ہونا اس طرح کہ ایک ہی نماز ہو یا امام کی نماز کا مقتدی کی نماز کو متضمن ہونا پس مقتدی امام کے فرض کے سوا کوئی اور فرض نہ پڑھتا ہو یا امام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ کی نہ ہو، فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے یا دوسری فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہے۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے تاکہ اگر مقتدی یہ نیت کرے کہ میں امام کی نماز پڑھتا ہوں تو وہ اس نیت سے اس کا شریک ہو سکے۔ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائے گی اگرچہ امام آخر کی دو رکعتوں میں قرا،ت نہ پڑھتا ہو کیونکہ فرض نفل کو بھی متضمن ہیں اور اس حالت میں امام کی نیت کر لینے سے اگر مقتدی کے ذمہ فرض نہیں ہیں تو وہ نماز نفل ہو جائے گی اسی طرح اگر ایک نفل پڑھنے والے نے ایک فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کی پھر نماز توڑ دی پھر اسی فرض میں اس کے پیچھے اقتدا کی اور اس نفل کو توڑنے کی وجہ سے جو قضا لازم آئی تھی اس کی نیت کی تو وہ نماز جائز ہو جائے گی رہا یہ سوال کہ نفل کی ہر رکعت میں قرا،ت فرض ہے اور فرض کے آخری دوگانہ میں قرا،ت سنت ہے تو فرض قرا،ت والے کی اقتدا سنت قرا،ت والے کے پیچھے لازم آئے گی جو مقتدی سے کم درجہ کا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کی وجہ سے امام کا تابع ہے اس لئے اس کی نفل نماز نے متابعت امام کی وجہ سے فرض کا حکم اختیار کر لیا اس لئے اب اس کے حق میں بھی ان دونوں رکعتوں میں قرا،ت سنت ہو گئی یہی وجہ ہے کہ اگر اقتدا کے بعد ان کو فاسد کر دے گا تو چار رکعت کی قضا لازم ہو گی۔ تراویح و سننِ مؤکدہ پڑھنے والے کا اقتدا فرض پڑھنے والے کے پیچھے یا تراویح کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہے اس لئے کہ تراویح و سننِ مؤکدہ سنتِ مخصوصہ ہیں اور ان کے لئے نیت میں تراویح و سنن مؤکدہ کا تعین یا متابعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ضروری ہے لیکن جن کے نزدیک مطلق نفل کی نیت تراویح و سنن مؤکدہ کے لئے کافی ہے ان کے نزدیک فرض پڑھنے والے یا دوسری نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے تراویح و سنن مؤکدہ پڑھنا درست ہے ؎ .... ظہر کی دو سنتیں پڑھنے والے کی اقتدا اس شخص کے پیچھے جو ظہر کی پہلی چار سنتیں پڑھتا ہو جائز ہے۔ نماز وتر کی جماعت میں ایسے شخص کے پیچھے جو اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اس شخص کی نماز جو وتر کے واجب ہونے کا معتقد ہے اقتدا جائز ہے کیونکہ صفتِ نماز میں اتحاد موجود ہے اگرچہ اعتقاد میں اختلاف ہے لیکن شرط یہ ہے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے ۔۔۔ نفل نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے بوجہ اتحادِ نماز درست ہے۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اس لئے کہ نذر واجب ہے پس قوی کی بنا ضعیف پر درست نہیں ہے اور نذر نماز والے کی اقتدا فرض نماز والے کے پیچھے یا دوسرے نذر نماز والے کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ ان نمازوں میں امام اور مقتدی میں سے ہر ایک ایسا ہے جیسا کہ دوسری فرض نماز پڑھتا ہو لیکن اگر دونوں نذر نماز والوں نے ایک ہی نذر کی نیت کی ہو تو اقتدا درست ہے مثلاً زید نے کسی نماز کی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ

؎ لیکن اقتدا درست نہ ہونا ارجح ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ تراویح میں شمار نہیں ہو گی یہ مراد نہیں کہ اقتدا باطل ہے۔ (مؤلف)

جو نذید نے نذر کی ہے وہی میں بھی کرتا ہوں تو جب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسلئے اتحادِ نماز پایا گیا اور اقتدا درست ہوگئی۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا حلف (قسم) کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں کیونکہ نذر قسم سے اقوی ہے اور اس کا عکس یعنی قسم والے کی نماز نذر والے کے پیچھے درست ہے۔ قسم والے کی نماز قسم والے اور نفل والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ قسم کا دوگانہ بھی نفل ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اس کو اختیار ہے خواہ دوگانہ پڑھ کر اپنی قسم سچی کرلے یا ترک کرکے کفارہ ادا کردے ـــــ دو شخصوں کے دوگانہ طواف پڑھنے کا حکم دو مختلف نذر کے دوگانہ پڑھنے والوں کے مطابق ہے یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہیں ہے کیونکہ ان کا سبب یعنی طواف الگ الگ ہے اور جن فقہا کے نزدیک دوگانہ طواف سنت ہے ان کے نزدیک اقتدا درست ہو جائے گی۔ ظہر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اور آج کی ظہر پڑھنے والے کی اقتدا کل کی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے یا ظہر پڑھنے والے کی اقتدا نماز جمعہ پڑھنے والے کے پیچھے اور جمعہ پڑھنے والے کی اقتدا ظہر پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ہے۔ دوسری فرض نمازوں کو بھی اسی پر قیاس کرلیں ـــ اگر دو شخص نفل نماز کی جماعت میں شریک ہوئے پھر دونوں نے اس کو فاسد کر دیا اور پھر سے اس کو پڑھا تو اس دوگانہ کو ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں مثلاً دونوں کسی امام کے پیچھے یا ایک دوسرے کے پیچھے دوگانہ تراویح پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اس دوگانہ کو ایک دوسرے کے پیچھے جماعت سے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ دونوں کی نماز متحد ہے اسلئے کہ اقتدا کے ساتھ ایک نے دوسرے کی نماز کو اپنے لئے معین کرلیا جیسا کہ ایک نماز نذر والا دوسرے کی نماز نذر کو اپنے لئے معین کرے تو دونوں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر دونوں تنہا نفل پڑھتے تھے اور دونوں نے اس کو فاسد کر دیا تو اب ان کو جماعت سے ادا کرنا اور ایک دوسرے کی اقتدا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مختلف دو نذر کرنے والوں کی طرح سبب مختلف ہونے کی وجہ سے نماز متحد نہ ہوئی ـــــ مسبوق کی اقتدا اپنی باقی نماز میں دوسرے مسبوق کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں اس وقت منفرد ہیں اور منفرد منفرد کا مقتدی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح لاحق کی اقتدا دوسرے لاحق کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں حکماً مقتدی ہیں اگر ان میں سے ایک امام ہو جائے تو وہ منفرد ہو جائے گا۔ کیونکہ امام منفرد کی طرح ہوتا ہے پس وہ اپنے امام کی اقتدا سے نکل جائے گا جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح لاحق کی نماز مسبوق کے پیچھے اور مسبوق کی نماز لاحق کے پیچھے درست نہیں ہے۔ (اسی طرح کسی اور کو بھی مسبوق یا لاحق کے پیچھے اقتدا درست نہیں ہے۔ مؤلف)

مسافر کا اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر صحیح ہے اور وقت نکلنے کے بعد یعنی قضا نمازمیں جن نمازوں میں قصر ہوتی ہے یعنی ظہر و عصر و عشا کی نمازوں میں درست نہیں ہے خواہ امام مقیم نے تکبیر تحریمہ وقت کے اندر کہی ہو اور پھر وقت نکل گیا ہو یا وقت نکلنے کے بعد کہی ہو کیونکہ خارج وقت میں مسافر پر صرف دوگانہ پڑھنا ہی لازم و مقرر ہے اب یہ اقامت یا اقتدائے مقیم سے بدل نہیں سکتا اور پوری نماز لازم نہیں ہوتی حتیٰ کہ اپنے شہر میں آکر بھی دو ہی رکعتیں قضا کرے۔ پس یہ دوگانہ لازم ہو کر اس کا یہ

قعدہ فرض ہو جائے گا اور امام کا قعدۂ اولیٰ واجب ہے اس لئے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں ہو گی اور پچھلے دوگانہ میں
اس لئے اقتدا صحیح نہیں ہو گی کہ پچھلے دوگانہ میں امام مقیم کے حق میں قرأت مسنون ہے اور مسافر مقتدی کے حق میں قرأت فرض ہے
اس لئے فرض والے کا اقتدا سنت والے کے پیچھے درست نہیں ہے۔ متنفل کی مفترض کے پیچھے اقتدا صحیح ہونے سے اس مسئلہ کا
رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ امام کی متابعت کی وجہ سے فرض کا حکم اختیار کر لیتا ہے اسی لئے اگر اقتدا کے بعد اس کو فاسد کر دے
تو چار لازم آتی ہیں اس لئے ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ لیکن اگر مسافر وقت کے اندر امام مقیم کے پیچھے اقتدا کی نیت سے تحریمہ
کہہ لے اور پھر وقت نکل جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گا اور مسافر اپنے امام کی متابعت میں چار رکعتیں پڑھے گا جیسا کہ وقت کے
اندر امام مقیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں مسافر پر پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ جن نمازوں میں قصر نہیں فجر و مغرب کی نماز میں خواہ وقت کے
اندر ہو یا وقت نکلنے کے بعد ہر حال میں مسافر کو مقیم کا اقتدا جائز ہے کیونکہ ان میں کوئی تغیر نہیں ہے اور دونوں کی نماز متحد ہے ـــ
مقیم کا مسافر کے پیچھے اقتدا کرنا خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد (یعنی قضا میں) صحیح ہے پس مسافر جب دو رکعت
پر سلام پھیر دے تو مقیم باقی دو رکعتیں لاحق کی طرح پوری کرے یعنی وہ ان میں گویا امام کے پیچھے ہے اس کی پوری تفصیل
مسافر کے بیان میں آئے گی ـــ ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے روز کی وہی نماز قضا پڑھنے والے کی اقتدا درست
نہیں ہے کیونکہ دونوں کی نماز متحد نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن چار رکعتی ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے روز
کی وہی نماز قضا پڑھنے والے کی اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ دونوں کی نماز متحد نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن چار
رکعتی ادا نماز پڑھنے والے کے پیچھے اُس روز کی وہی (یعنی اسی وقت کی) قضا نماز پڑھنے والے مقیم کی اقتدا درست ہے
اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر غروب سے پہلے عصر کی نماز کی نیت باندھی اور ابھی اس کی نماز
پوری نہیں ہوئی تھی کہ غروب ہو گیا تو اب اس کے پیچھے کسی مقیم شخص نے اقتدا کی تو اس کی اقتدا درست ہے باوجودیکہ
اس کی نماز قضا ہے کیونکہ اس نے غروب کے بعد تحریمہ باندھا ہے اور امام کی نماز ادا ہے کیونکہ اس نے وقت کے اندر یعنی
غروب سے پہلے تحریمہ باندھا ہے لیکن دونوں کی نماز عصر اسی روز کی ہے اس لئے واحد ہے اور اس قدر اختلاف اقتدا کا
مانع نہیں ہے جیسا کہ قضا نماز ادا کی نیت سے اور ادا نماز قضا کی نیت سے درست ہو جاتی ہے اور یہ اختلاف مانع
صحت نہیں ہوتا۔ (اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ بھی ہے جس میں ظہر کی نماز صاحبین کے قول پر عمل کرنے والے یعنی ایک مثل پر
پڑھنے والے کی امام ابو حنیفہؒ کے قول پر عمل کرنے والے یعنی دو مثل پر پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے اور ادا و قضا کا یہ اختلاف
مضر نہیں ہے) ـــ مسئلہ ہذا میں مسافر کا اقتدا اس مقیم کے پیچھے غروب کے بعد درست نہیں ہے کیونکہ وقت نکلنے کے بعد
اس کا تحریمہ چار رکعتی نماز میں مقیم کے پیچھے درست نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے (البتہ مسافر کا اقتدا وقت نکلنے کے بعد
اس مسافر امام کے پیچھے درست ہے جس نے وقت کے اندر عصر کی نماز شروع کی اور ختم نماز سے پہلے وقت نکل گیا جیسا کہ اوپر
اصول بیان ہوا۔ نیز جاننا چاہئے کہ یہ اصول عصر کی نماز میں ہی جاری ہوتا ہے واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۵) اتحادِ مکان۔ یعنی امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا۔ پس سواری سے اتر کر (پیدل) نماز پڑھنے والے کی اقتدا سوار کے پیچھے اور ایک سوار کی اقتدا دوسرے الگ سواری والے سوار کے پیچھے درست نہیں ہے کیونکہ ان کے مکان مختلف ہیں اور اگر دونوں ایک ہی سواری پر سوار ہوں تو پیچھے والا آگے والے کی اقتدا کر سکتا ہے کیونکہ دونوں کا مکان ایک ہے اسی طرح جبکہ امام ایک کشتی پر سوار ہو اور مقتدی دوسری کشتی پر سوار ہو تو اگر وہ اس کے ساتھ ملی ہوئی یعنی بندھی ہوئی نہ ہو تو اختلافِ مکان کی وجہ سے اقتدا درست نہیں ہے اور اگر دونوں کشتیاں بندھی ہوئی ہوں تو ایک دوسرے کی سواریوں کی آپس میں اقتدا درست ہے اس کی مزید تفصیل سواری اور کشتی پر نماز پڑھنے کے مسائل میں بیان ہوئی ہے۔ اتحادِ مکان خواہ حقیقۃً ہو جیسے مسجد یا گھر یا حکماً ہو جیسے میدان میں جبکہ درمیان میں جو خلا مثلاً نہر یا راستہ وغیرہ ہو اور اس کو پل پر یا راستہ میں صفیں بنا کر متصل کر لیا ہو تو اقتدا درست ہے۔

(۶) امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا۔ پس ایسا راستہ جس پر بیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ وخچر گذر سکیں امام اور مقتدی کے درمیان ہوگا تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس راستہ پر صفیں ملی ہوئی نہ ہوں اور اگر صفیں ملی ہوئی ہوں یا راستہ اس سے تنگ یعنی کم چوڑا ہو تو اقتدا درست ہے راستہ میں ایک آدمی کے کھڑے ہوتے بالاتفاق صفیں ملی ہوئی یعنی متصل نہ ہوں گی کیونکہ جماعت میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے اس کا وجود اس کے پیچھے والوں کے لئے عدم کی مثل ہو گیا اور تین آدمیوں کے کھڑا ہونے سے بالاتفاق صفیں مل جاتی ہیں۔ دو آدمیوں کے کھڑا ہونے سے صفیں ملنے کے حکم میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مل جاتی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نہیں ملتیں اور یہی قول اصح ہے۔ اسی طرح اگر راستہ کے طول میں صفیں بنائی جائیں اور امام ان کے آگے کھڑا ہے تو اگر امام اور اس کے پیچھے کی صف میں اس قدر فاصلہ نہیں کہ گاڑی گذر جائے تو نماز جائز ہوگی اور یہی حکم باقی تمام صفوں کے درمیان کا ہے پس اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہے اور درمیان میں اتنا چوڑا راستہ نہیں ہے کہ گاڑی گذر سکے لیکن پہلی اور دوسری صف کے درمیان اتنا راستہ ہے تو پہلی صف کی نماز صحیح ہو جائے گی اور دوسری صف کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام اکیلا سڑک کے ایک طرف ہے اور سب مقتدی سڑک کے دوسری طرف ہیں تو امام کی نماز جائز ہے اور مقتدیوں کی نماز فاسد ہے۔

(۷) بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا۔ بڑی نہر وہ ہے جس میں کشتیاں اور بجرے (ڈونگے یعنی چھوٹی کشتیاں) چل سکیں اور اس پر بغیر کسی تدبیر پل و کشتی وغیرہ کے عبور ممکن نہ ہو۔ پس ایسی نہر کا حکم عام راستہ کی طرح ہے کہ جب تک صفیں متصل نہیں ہوں گی اقتدا درست نہیں ہوگی اگرچہ وہ نہر مسجد میں ہو۔ اور اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے کہ پل پر لوگ کھڑے ہو جائیں یا کشتیاں باندھ کر ان پر لوگ کھڑے ہو جائیں پس اگر تین آدمی پل پر ہوں تو ان کی اور پار والوں کی سب کی اقتدا بالاتفاق درست ہے دو آدمیوں کے کھڑا ہونے میں اختلاف ہے اور ایک میں بالاتفاق اس کے پیچھے والے سب کی نماز فاسد ہوگی جیسا کہ راستہ کا حکم بیان ہوا۔ اگر نہر اتنی چھوٹی ہو کہ اس میں چھوٹی کشتیاں (بجرے) بھی نہ گذر سکیں تو وہ اقتدا کی مانع نہیں ہے ۔۔ اگر ایسی نہر

جس میں چھوٹی کشتیاں گذر سکیں حائل ہو لیکن اس وقت پانی تھوڑا ہو کہ پانی کی کمی کی وجہ سے کشتی نہ چل سکے اور اس میں اونٹ وغیرہ گذر سکتے ہوں تب بھی وہ اقتدا کی مانع ہے جب تک کہ صفیں متصل نہ ہو جائیں اور اگر وہ نہر خشک ہے اور اس میں راستہ کی طرح صفیں متصل ہو جائیں تو اقتدا درست ہے۔ مسجد یا میدان میں اگر امام اور مقتدی کے درمیان یا دوسری صفوں کے درمیان پانی کا چشمہ یا حوض یا کوئی اور ایسا ہی حائل یا خالی جگہ ہے تو اگر وہ دہ در دہ (۱۰×۱۰ گز شرعی) ہے تو اقتدا کا مانع ہے جبکہ اس کے ارد گرد لوگ کھڑے ہو کر صفیں متصل نہ ہو گئی ہوں اور اگر اس حوض وغیرہ کے اِردگرد یعنی دائیں بائیں لوگ کھڑے ہو کر صفیں ہو جائیں تو اس کے بعد والوں کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر وہ حوض وغیرہ چھوٹا یعنی دہ در دہ سے کم ہو تو مانع اقتدا نہیں خواہ اس کے دائیں بائیں لوگ کھڑے نہ ہوئے ہوں۔

(۸) کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے یا مقتدیوں کی صفوں کے درمیان حائل نہ ہونا۔ پس اگر میدان میں جماعت قائم ہوئی اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے کہ اس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکتی ہیں تو اقتدا صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان بھی اس قدر فاصلہ ہے تو پچھلی (فاصلہ کے بعد کی) صفوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اگر دو صفوں سے کم فاصلہ درمیان میں ہو تو مانع اقتدا نہیں ہے اور نماز درست ہو جائے گی۔ بہت ہی بڑی مسجد مثلاً مسجد قدس و جامع مسجد خوارزم وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے لیکن عام مساجد اگرچہ بڑی ہوں یعنی جب تک بہت ہی بڑی نہ ہوں مکان واحد کا حکم رکھتی ہیں اور ان میں خالی جگہ کے فاصلہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگرچہ بقدر دو صفوں یا زیادہ کے ہو اور وہ مانع اقتدا نہیں ہے۔ پس اگر امام محراب میں ہے اور کسی شخص نے مسجد کے کنارے پر اقتدا کیا اور درمیان میں دو صف یا اس سے زیادہ فاصلہ خالی ہے تو اقتدا جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ عید گاہ بھی عام مساجد کے حکم میں ہے یعنی اس میں بھی دو صف یا زیادہ کا فاصلہ مانع اقتدا نہیں اگرچہ وہ عید گاہ بڑی ہو۔ اور جنازہ گاہ میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کو بھی مسجد کے حکم میں لیا گیا ہے۔ فِنائے مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے اور فِنائے مسجد وہ ہے جو مسجد کے متصل ہو اور ان دونوں کے درمیان راستہ نہ ہو ——— چھوٹا مکان (گھر) مسجد کے حکم میں ہے یہی اصح ہے اور اس میں بھی صفوں کے اتصال کے بغیر اقتدا صحیح ہے اور بڑا مکان میدان کے حکم میں ہے اور بڑا مکان ایک قول کے بموجب وہ ہے جو ساٹھ گز شرعی کا ہو اور صحیح و مختار قول کے بموجب وہ ہے جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ کا ہو، اس سے کم کا ہو تو چھوٹا ہے۔ میدان میں جماعت قائم ہوئی، امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد پہلی دو صفوں نے ابھی تکبیر تحریمہ کا اللہ اکبر نہیں کہا تھا کہ تیسری صف نے تحریمہ باندھ لیا تو اقتدا صحیح ہو گی اور ان دو صفوں کا درمیان میں حائل ہونا تکبیر تحریمہ کے لئے مانع نہیں ہوگا کیونکہ صفیں تو متصل ہو گئیں اور جگہ خالی نہیں رہی۔

(۹) مقتدی پر امام کے حال کا مشتبہ نہ ہونا یعنی اس کے تبدیلِ ارکان (ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے) کا مقتدی کو علم ہونا خواہ امام یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو یا امام یا مکبّر کی آواز سن کر حاصل ہو پس اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو اور امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی پر مشتبہ نہ ہو تو اقتدا درست ہے اگرچہ وہ حائل اس قدر ہو کہ

مقتدی کو امام تک پہنچنے کا راستہ نہ ہو مثلاً دروازے میں جالیاں ہیں یا سوراخ چھوٹا ہے کہ امام تک جانا چاہے تو نہ جاسکے اور امام کو اس میں سے دیکھ رہا ہے اسی طرح امام اور مقتدی کے درمیان منبر کا حائل ہونا مانع اقتدا نہیں جبکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو جیسا کہ مسجد الحرام میں امام مقام ابراہیم میں کھڑا ہوتا ہے اور بہت سے لوگ خانۂ کعبہ کے پیچھے دوسری جانب اس امام کی اقتدا کرتے ہیں اور خانۂ کعبہ اُن کے اور امام کے درمیان حائل ہوتا ہے اور ہمیشہ سے اِس پر لوگوں کا عمل چلا آیا ہے اور کسی نے منع نہیں کیا۔

(خلاصہ یہ ہے کہ اتحادِ مکان اور عدمِ اشتباہِ حالِ امام یہ دو شرطیں الگ الگ ہیں پس اگر امام اور مقتدی کا مکان متحد ہوگا خواہ حقیقۃً جیسے مسجد یا گھر یا حکماً متحد ہو جیسے درمیان میں خلا یعنی راستہ یا نہر وغیرہ ہونے کی صورت میں صفوں کے متصل ہو جانے سے مکان متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے تو مانع اقتدا نہیں جبکہ امام کا حال مقتدی پر مشتبہ ہو تو اتحادِ مکان کے باوجود اقتدا درست نہیں ہے اور اگر مکان متحد نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً تو خواہ امام کا حال مشتبہ نہ بھی ہو تب بھی اقتدا درست نہیں ہے) جس مکان کی چھت مسجد سے بالکل متصل ہو اس طرح کہ بیچ میں راستہ نہ ہو تو اس چھت پر سے اقتدا درست ہے اور اگر درمیان میں راستہ ہو تو اقتدا درست نہیں مگر جبکہ راستہ میں صفیں کھڑی ہو کر مسجد کی صفوں سے متصل ہو جائیں تو اس مکان کی چھت پر سے اقتدا درست ہے۔ مسجد کے متصل کوئی دالان ہے اس میں مقتدی کا اقتدا درست ہے جبکہ امام کا حال مخفی نہ ہو۔ مسجد سے باہر چبوترہ ہے جو مسجد سے متصل ہے اور امام مسجد میں ہے تو مقتدی چبوترہ پر اقتدا کر سکتا ہے جبکہ صفیں متصل ہوں۔ اگر مسجد کی دیوار پر سے اقتدا کرے تو صحیح ہے۔ اگر ایسی دیوار پر کھڑا ہو جو اس کے گھر اور مسجد کے درمیان میں ہے اور امام کا حال مشتبہ نہیں ہوتا تو اقتدا صحیح ہے مسجد کے پڑوس میں رہنے والا اپنے گھر میں سے مسجد کے امام سے اقتدا کر سکتا ہے جبکہ اس کے اور مسجد کے درمیان میں کوئی عام راستہ نہ ہو اور اگر راستہ ہو تو صفوں کی وجہ سے بند ہو گیا ہو تب بھی جائز ہے۔ اگر مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد میں ہو تو اگر چھت پر دروازہ مسجد کی طرف ہو اور امام کا حال مشتبہ نہ ہو تو اقتدا صحیح ہے اور اگر امام کا حال مشتبہ ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر چھت میں دروازہ مسجد کی طرف نہ ہو لیکن امام کا حال مشتبہ نہ ہو تب بھی اقتدا صحیح ہے اسی طرح اگر مئذنہ (اذان کا مینار) پر کھڑا ہو کر امام مسجد کی اقتدا کی تب بھی جائز ہے۔ خلاصہ اِن سب کا یہ ہے کہ صحتِ اقتدا کے لئے امام کا حال بھی مشتبہ نہیں ہونا چاہئے اور مکان بھی حقیقۃً یا حکماً متحد ہونا چاہئے۔

(۱۰) امام اور مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، پس اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہو تو اُن کے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی اُن سب صفوں کی نماز استحساناً فاسد ہوگی، اور عورتوں کی صف ان کے لئے حائل سمجھی جائے گی۔ پوری صف سے مراد تین سے زیادہ عورتیں ہیں۔ اور اگر تین عورتیں ہوں گی تو ان کے پیچھے والی صفوں میں سے ہر صف کے ان تین تین آدمیوں کی نماز جو ان عورتوں کے محاذی ہوں گے اخیر صفوں تک فاسد ہو جائے گی اور باقی لوگوں کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر دو عورتیں ہوں تو ان کے پیچھے والی صرف پہلی صف کے اُن دو مردوں کی نماز فاسد ہو گی جو ان کے پیچھے محاذی ہیں اسی طرح ایک عورت سے بھی پیچھے والی صرف پہلی صف کے ایک ہی مرد کی جو اس کے محاذی ہے

نماز فاسد ہوجاتی ہے آخر صفوں تک نہیں ہے۔ تو امام اور مقتدیوں کے یا مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں حائل کے طور پر کھڑا ہونے کا حکم ہے اسی طرح اگر کسی صف کے اندر عورت مرد کے محاذی (برابر) میں کھڑی ہوجائے گی تب بھی مرد کی نماز فاسد ہوجائیگی اور وہ ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کریگی ایک اس کے دائیں طرف کا دوسرا بائیں طرف کا اور تیسرا اس سے پیچھے کی پہلی متصل صف کا جو اس کے محاذی ہوگا اور دو عورتیں چار آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی دو وہی دائیں اور بائیں والے اور دو پیچھے والے پہلی متصل صف کے ان دونوں کے محاذی اور تین عورتیں دائیں بائیں کے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی صفوں کے اخیر صفوں تک تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں بائیں کے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے والی تمام صفوں کے تمام مردوں کی نماز اخیر صف تک فاسد کریں گی لیکن اگر تین یا اس سے کم عورتوں اور ان سے پیچھے کے مردوں کے درمیان کوئی حائل ہو مثلاً کوئی لکڑی ایک ہاتھ لمبی کھڑی ہو یا دیوار ایک ہاتھ اونچی ہو تو مانع اقتدا نہیں ہے اور عورتوں کی پوری صف یعنی تین سے زیادہ کی صورت میں حائل کا اعتبار نہیں ہے اور وہ ہر حال میں مانع اقتدا ہے۔

(۱۱) یہ معلوم ہونا کہ امام مقیم ہے یا مسافر۔ خواہ یہ جاننا نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہو یا فارغ ہونے کے بعد پس اگر ایسی صورت ہو کہ کسی شہر یا گاؤں میں امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے بھول کر دو پڑھی ہیں یا سفر کی وجہ سے تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر آبادی سے باہر ایسا ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہاں اس کا مسافر ہونا ظاہر ہے اور اس کو بھولنے کی وجہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ (مزید تفصیل مسافر کی نماز کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۱۲) امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا پس اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اس کا اقتدا صحیح نہ ہوگا اگر مقتدی حنفی المذہب ہو اور امام شافعی المذہب یا کسی اور امام کا مقلد ہو تو اس کی اقتدا اس وقت تک کرسکتا ہے جبکہ وہ مسائل طہارت و نماز میں حنفی مذہب کے مطابق فرائض یعنی شروط و ارکانِ نماز کی رعایت کرتا ہو اور مقاماتِ خلاف سے بچتا ہو یا یہ معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے فرائض کی رعایت حنفی مذہب کے مطابق کی ہے یعنی اس کی طہارت ایسی نہ ہو کہ حنفی مذہب کے مطابق وہ طاہر نہ ہوتا ہو اور نہ نماز اس قسم کی ہو کہ احناف کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہو تو اس کی اقتدا درست ہے پس اگر شافعی امام خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے مثلاً اگر سبیلین کے سوا اور کسی مقام سے نجس چیز نکلے جیسے کوئی فصد کھلوائے یا پچھنے لگوائے یا نکسیر آجائے یا قے آجائے اور فصد پچھنے یا نکسیر یا قے کے بعد وضو کرلے تو اقتدا بلا کراہت درست ہے اس لئے کہ اکثر صحابہ کرام اور تابعین باوجود مجتہد ہونے کے اور مختلف مسائل میں مختلف مذہب رکھنے کے ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح بعض امور جن میں رعایت لازمی ہے یہ ہیں کہ امام قبلہ سے بہت نہ پھرتا ہو اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے ملک میں اگر سورج چھپنے کے موقعوں سے پھر گیا تو قبلہ سے پھر گیا اور متعصب نہ ہو یعنی حنفی مذہب والوں پر عیب و طعن نہ کرے اور اپنے ایمان میں شک نہ رکھتا ہو اور ایسے بند پانی میں جو تھوڑا ہو یعنی دہ در دہ (۱۰×۱۰ گز شرعی) سے چھوٹا ہو اور اس میں نجاست واقع ہوجائے وضو نہ کرے اور درہم سے زیادہ منی لگ جائے اور وہ تر ہو تو اپنے

کپڑے کو دھوتا ہو اور خشک منی کو کھرچ ڈالتا ہو (کیونکہ شافعی مذہب میں منی پاک ہے) اور وتر کو توڑ کر نہ پڑھتا ہو یعنی تینوں رکعت ایک ہی سلام سے پڑھتا ہو اور پانچ یا اس سے کم نمازوں کی قضا میں ترتیب کی رعایت کرتا ہو اور کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرتا ہو اور مستعمل پانی سے وضو نہ کرتا ہو تو ان رعایات کے کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی رعایت نہ کرے تو اقتدا درست نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں علما نے بہت اختلاف کیا ہے اور کئی اقوال ہیں مگر اس قول کو ترجیح ہے اور یہی احوط ہے کہ اگر امام فرائضِ مذہب مقتدی کی رعایت ہی نہیں کرتا تو اقتدا درست نہیں ہے اور اگر فرائض میں تو رعایت کرتا ہے لیکن واجبات وسنن میں مذہبِ مقتدی کی رعایت نہیں کرتا تو مکروہ ہے اسی طرح اگر مقتدی کو شک ہے کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں یا اس نماز میں رعایت کی ہے یا نہیں تو اس کے پیچھے مقتدی کی نماز مکروہ ہے اسی کو ترجیح ہے اور بعض نے اس کو خلاف اولیٰ سے تعبیر کیا ہے اور یہ قید لگائی ہے کہ جب اپنے مذہب کا امام بغیر کسی عذرِ شرعی کے میسر ہو ورنہ کراہت نہیں واللہ اعلم اور اگر صرف سنن میں رعایت نہیں کرتا یا وہ چیزیں کرتا ہے جو مقتدی کے نزدیک مکروہ ہیں اور اس کے نزدیک سنت ہیں مثلاً انتقالاتِ ارکان میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا اور بسم اللہ میں جہر کرنا یا اخفا کرنا وغیرہ تو اس میں کراہتِ تنزیہہ ہے پس اگر حنفی امام نہ ملے تو ایسے شافعی امام کی اقتدا کرے کیونکہ جماعت واجب ہے اس کو کراہتِ تنزیہہ کے ترک پر تقدم حاصل ہے اور ایسے اختلافات سے بچنا ناممکن ہے پس ہر ایک اپنے مذہب کا تبع ہے اور اس کو اس کے اپنے مشرب سے منع نہیں کیا جا سکتا ـــــ اگر مقتدی کو امام میں ایسی باتیں معلوم ہوں جن سے امام کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی مثلاً امام نے بغیر حائل کے اپنے ذکر کو چھو دیا یا مقتدی نے تھوڑی سی نجاست امام کے کپڑوں پر دیکھی تو اس کی اقتدا درست ہے جبکہ امام کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو یہی صحیح ہے کیونکہ مقتدی کی رائے کے مطابق اس کی نماز صحیح ہو گئی اور اس کے حق میں اپنی رائے ہی معتبر ہے اگرچہ بعض کے نزدیک درست نہیں ہے۔ حنفی مقتدی کو غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسئلہ میں بھی یہی تفصیل ہے جو ائمہ شافعی وغیرہ مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی بیان ہوئی جبکہ وہ متعصب نہ ہو اور حنفی مذہب والوں پر عیب و طعن نہ کرے اور ائمہ دین کو خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُرا نہ کہتا ہو۔ چونکہ آجکل اکثر غیر مقلدین کا حال یہ ہے کہ وہ تقلیدِ ائمہ کو حرام کہتے ہیں اور خود اجتہاد کے مدعی ہیں اور ان پر تعصب کا غلبہ ہے امام ابو حنیفہؒ و دیگر ائمہ و فقہائے دین کو بُرا کہتے ہیں پس جب ایسا شخص امام ہو تو اس کے پیچھے حنفی کا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے بچنا ہی چاہئے اور اگر پڑھ لی تو کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گی اور احتیاطاً اعادہ کر لینا مناسب ہو گا (مزید حسب ضرورت تحقیق و تفصیل علمائے کرام سے دریافت فرمالیں۔ مؤلف)

(۱۳) مقتدی کا ارکانِ نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے وہ مقتدی بھی نہیں رہے گا اور اگر امام سے پہلے ارکان ادا کرے گا تب بھی اقتدا درست نہیں ہو گا لیکن اگر اپنے امام کو اس رکن میں پالے گا جو اس نے امام سے پہلے کر لیا ہے تو اقتدا درست ہے مثلاً کسی شخص نے امام کے رکوع میں جانے سے پہلے رکوع کر دیا اور وہ رکوع میں ہی رہا یہاں تک کہ امام نے بھی رکوع کر دیا اور اس نے

اور اگر فرائضِ مذہب مقتدی کی رعایت کرتا ہو یا اس نماز میں کی ہو تو بلا کراہت اقتدا درست ہے پھر بھی اگر حنفی امام میسر ہو تو حنفی کو حنفی کی اقتدا افضل ہے

رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کرلی تو اس کی اقتدا درست ہوجائے گی اور اگر وہ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنے رکوع سے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہ ہوا تو اس کی اقتدا اور نماز فاسد ہوگئی۔

(۱۴) ارکان کی ادا میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا یعنی امام سے زائد نہ ہونا مثلاً اگر امام اور مقتدی دونوں رکوع و سجود سے نماز پڑھتے ہیں یا دونوں اشارہ سے نماز پڑھتے ہیں جبکہ امام کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور اس کے پیچھے مقتدی خواہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے یا امام اور مقتدی دونوں لیٹ کر اشارہ سے پڑھتے ہوں تو یہ مقتدی ارکان کی ادا میں امام کے مثل ہے اور اقتدا درست ہے لیکن اگر امام لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہوکر اشارہ کرتا ہو تو اس صورت میں اقتدا درست نہیں ہے کیونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے یہی مختار ہے ــــ اگر امام رکوع و سجود سے نماز پڑھتا ہے اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہے تو یہ امام سے کم ہونے کی مثال ہے اور اقتدا درست ہے۔ اگر امام اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع و سجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال ارکان کی ادا میں امام سے زیادہ اور قوی ہے اس لئے اس کی اقتدا درست نہیں ہے۔ لیکن امام مریض جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اور رکوع و سجود کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے کھڑے آدمی کی نماز درست ہے خواہ وہ کھڑا ہوا مقتدی رکوع و سجود کرتا ہو یا اشارہ سے پڑھتا ہو، یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف نوافل کے علاوہ ہے نوافل اگرچہ تراویح ہو بالاتفاق درست ہے اور معذور امام بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو تو بالاتفاق اس کی اقتدا کھڑے ہوکر پڑھنے والے کو جائز نہیں ہے۔ کبڑے (کوز پشت) کے پیچھے سیدھا کھڑا ہونے والے کی نماز جبکہ اس کے رکوع و قیام میں فرق ظاہر ہو بالاتفاق درست ہے خواہ وہ کھڑا ہونے والا مقتدی رکوع و سجود کرتا ہو یا اشارہ سے پڑھتا ہو اور اگر فرق ظاہر نہ ہو یعنی اُس کا کُبڑا پن حدِ رکوع کو پہنچ گیا ہو تو شیخین کے نزدیک جائز ہے یہی اکثر علماء کا مختار ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر امام کا پاؤں ٹیڑھا ہو یعنی ایسا لنگڑا ہو کہ وہ تھوڑے پاؤں پر کھڑا ہو پورے پاؤں پر کھڑا نہ ہو تو اس کی امامت جائز ہے لیکن ان تینوں یعنی عذر کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھانے والے اور کُبڑے اور لنگڑے شخص کی بجائے دوسرا شخص امام ہونا اولیٰ ہے۔

(۱۵) شرائطِ نماز میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا یعنی امام کے مثل یا اس سے کم ہونا چاہئے۔ شرائط میں مثل ہونے کی مثال یہ ہے کہ سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے اقتدا کرے تو درست ہے اسی طرح اگر کسی شرط کا فاقد اپنے مثل کی اقتدا کرے مثلاً ننگا آدمی دوسرے ننگے آدمیوں کی اقتدا کرے تو درست ہے لیکن افضل نہیں بلکہ ان کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ دور دور بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھیں اور اگر یہ جماعت کریں تو عورتوں کی جماعت کی طرح امام صف کے بیچ میں کھڑا ہو اگر آگے کھڑا ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ شرطوں میں امام سے کم ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام میں سب شرطیں ہوں اور مقتدی میں کوئی شرط مفقود ہو مثلاً مقتدی ننگا ہو اور امام ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اس صورت میں بھی اقتدا درست ہے اور مقتدی کا حال امام سے زائد یعنی اقویٰ ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام میں کوئی شرط مفقود ہو مثلاً ننگا ہو اور مقتدی میں سب شرطیں

پائی جاتی ہوں اس صورت میں اقتدا درست نہیں ہے ــــ آزاد عورت کی اقتدا ایسی باندی (لونڈی) کے پیچھے جس کا سر کھلا ہوا ہو درست ہونی چاہئے کیونکہ سر لونڈی کے حق میں ستر عورت نہیں ہے ــــ تیمم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت کرے تو شیخین کے نزدیک جائز ہے یہی معتبر ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے پس وضو والے کا امام ہونا اولیٰ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی اقتدا جائز نہیں یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ تیمم پانی نہ ہونے کی وجہ سے کیا ہو اور وضو والے کے پاس بھی فالتو پانی نہ ہو اور اگر وضو والے کے پاس فالتو پانی ہو تو تیمم والے کی اقتدا وضو والے کے لئے صحیح نہیں ہے اور اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونے کے باعث تیمم کیا تو مطلقاً اقتدا درست ہے کیونکہ اب پانی کا ہونا تیمم کو باطل نہیں کرتا۔ جنازہ کی نماز میں وضو کرنے والوں کو تیمم کرنے والے کی اقتدا بلا خلاف درست ہے۔ اگر موزہ کے مسح یا جبیرہ کے مسح والا امام ہو جائے اور مقتدی پیر دھونے والے ہوں تو اقتدا درست ہوگی۔ فصد کھلوانے والے کو یعنی اس جگہ پٹی باندھ کر اس پر مسح کرنے والے کو تندرست کی امامت کرنا جبکہ خون نکلنے کا خوف نہ ہو درست ہے۔

جن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے

(۱) بدعتی جبکہ اس کی بدعت اس درجہ کی نہ ہو کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار لازم آئے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس بدعت سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی جس کی تفصیل شرائط امامت میں بیان ہو چکی ہے۔

(۲) فاسق جو علانیہ فسق کرتا ہو جیسے شرابی، جواری، زناکار، سود خوار، چغلخور، ریاکار وغیرہ جو کبیرہ گناہ بالاعلان کرتا ہو (جاننا چاہئے کہ ایک مشت کی مقدار داڑھی بڑھانا سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کے خلاف کرنا یعنی منڈانا یا کٹا کر مشت سے کم مقدار کرنا مکروہِ تحریمی و فسق و کبیرہ گناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے)۔ فاسق معلن اور بدعتی کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس نماز کا لوٹانا واجب ہے بدعتی کا فساد فاسق سے زیادہ ہے۔ فاسق اگرچہ علم میں دوسرے مقتدیوں سے زیادہ ہو تب بھی اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر اسکی اہانت واجب ہے۔ اگر بدعتی یا فاسق امام کی مسجد کے سوا اور جگہ نماز مل جائے تو اس کی اقتدا نہ کرے بلکہ دوسری جگہ جائے البتہ جمعہ میں جبکہ ایک ہی جگہ ہوتا ہو اور امام بدعتی یا فاسق ہو اور وہ اس کے ہٹانے پر قادر نہ ہو تو مجبوری کی وجہ سے اس کی اقتدا جائز ہے اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اگر جمعہ بھی چند جگہ ہوتا ہو تو اس کی اقتدا نہ کی جائے بلکہ دوسری جگہ جا کر جمعہ پڑھے۔ اگر مجبوری کی وجہ سے پنجوقتہ نماز بدعتی یا فاسق کے پیچھے پڑھے مثلاً اِن کے سوا اور کوئی دوسرا شخص وہاں نہ ہو جو نماز پڑھا دے یا بدعتی و فاسق زور والے ہوں کہ ان کے ہٹانے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظیم پیدا ہوتا ہو تو مقتدیوں پر کراہت نہیں پس ایسی صورت میں جو شخص پنج وقتہ نمازیں فاسق یا بدعتی کے پیچھے پڑھے گا تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ متقی پرہیزگار کے پیچھے نماز پڑھنے کی برابر ثواب نہیں ملے گا پس ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا اکیلا پڑھنے سے اولیٰ ہے۔

(۳) غلام (یعنی جو شرع کی رو سے غلام ہو وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے) اگرچہ آزاد ہو گیا ہو اس کے پیچھے

نماز مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اکثر بے علم ہی رہ جاتے ہیں، نیز آزاد اصلی کو آزاد شدہ پر سبقت حاصل ہے۔

(۴) جاہل گنوار (گاؤں کے رہنے والے) بوجہ جہل کے۔

(۵) اندھا اور وہ شخص جس کو رات اور دن میں کم نظر آتا ہو بوجہ نجاست سے نہ بچ سکنے کے۔

(۶) ولدالزنا (حرامی) بوجہ غلبۂ جہل و لوگوں کے تنفر کے پس ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر یہ لوگ یعنی بدعتی و فاسق کے سوا جن کا بعد میں بیان ہوا علم و فضل والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ وجہ کراہت رفع ہو گئی بلکہ اگر وہ قوم میں زیادہ علم و فضل والا ہو تو اس کو امام بنانا اولیٰ ہے اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(۷) امرد یعنی بے ریش بالغ آدمی اس سے مراد خوبصورت بالغ نوجوان جس کے ڈاڑھی نہ نکلی ہو کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے اور وجہ اس میں خوفِ شہوت ہے یا غلبۂ جہل اور لوگوں کی نفرت ہے پس اگر زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے ـــــ (۸) کم عقل (سفیہ) یعنی جو مقتضائے شرع یا عقل کے مطابق کاموں میں اچھی طرح تصرف نہ کرتا ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تنزیہی ہے ـــــ (۹) فالج زدہ اور برص والا جس کا برص یعنی سفید یا سیاہ رنگ کے داغ کا مرض پھیل گیا ہو، جذام والا، لنگڑا یعنی جو قدم کا کچھ حصہ لگا کر کھڑا ہوتا ہو پورا پاؤں نہ لگاتا ہو، جس کا ایک ہاتھ ہو یا جس کا پیشاب بند ہو گیا ہو ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ ان میں بعض میں تنفر کی علت اور بعض میں طہارت کی تکمیل کا ممکن نہ ہونا پایا جاتا ہے۔

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے

جبکہ حاضرین میں بادشاہِ اسلام یا والی یا قاضی یا امام معیّنِ مسجد یا صاحب خانہ موجود نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں زیادہ اوصاف ہوں اس کو امام بنائیں بلکہ ہمیشہ کا امام مقرر کرنے کے لئے بھی اس بات کا لحاظ رکھیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی لیاقت برابر کی ہو تو غلبۂ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنائیں اور اگر ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی کم درجہ کے لائق کو امام کر دیں گے تو ترکِ سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے لیکن گنہگار نہیں ہوں گے

(۱) امامت کے لئے سب سے زیادہ اولیٰ وہ شخص ہے جو نماز کی صحت و فساد کے احکام و مسائل زیادہ جانتا ہو اگرچہ باقی علوم میں وہ پوری دستگاہ رکھتا ہو یا بالکل نہ جانتا ہو اور کوئی دوسرا شخص دوسرے علوم میں اس سے زیادہ تبحر ہو یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو اتنا قرآن یاد ہو جس سے قرأت کی سنت ادا ہو جائے یہی اظہر اور صحیح ہے کیونکہ یہ بیان اولیٰ ہونے کا ہے اس لئے اس کو سنت کی رعایت کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ نماز مکروہ نہ ہو، اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ بقدر فرض یاد ہو اور بعض نے کہا کہ بقدر واجب یاد ہو لیکن یہ نماز کی صحت کی شرط ہیں نہ کہ اولیٰ ہونے کی۔ اور وہ شخص قرآن صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اس کے دین (اعتقادات) میں کوئی خلل نہ ہو یعنی سنی المذہب ہو اور ظاہراً گناہوں اور فسق سے بچتا ہو اگرچہ اس کے سوا کوئی اور زیادہ پرہیزگار ہو جو اس کی برابر نماز کے مسائل نہ جانتا ہو۔

(۳) اگر دو شخص نماز کے احکام جاننے میں برابر ہوں تو ان میں سے جو شخص زیادہ قاری ہو یعنی علم قرأت و تجوید زیادہ جانتا ہو اور اس کے مطابق ادا کرتا ہو، حروف کی صفات و مخارج و کیفیت اور وقف اور اس کے متعلقات کو زیادہ جانتا ہو، وقف کی جگہ وقف، وصل کی جگہ وصل، تشدید کی جگہ تشدید، تخفیف کی جگہ تخفیف اور مد کی جگہ مد وغیرہ کرتا ہو، اگرچہ حفظ میں کوئی شخص اس سے زیادہ ہو۔ اگر قرأت میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ صاحبِ ورع یعنی پرہیزگار ہو وہ اولیٰ ہے۔ پرہیزگار سے مراد یہ ہے کہ جہاں حلال اور حرام میں شبہ ہو اُس سے بھی بچے ——— (۴) پھر جو عمر میں زیادہ ہو یعنی جس کا زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا ہو پس وہ جوان جو شروع سے مسلمان ہے اس بوڑھے پر جو چند دن ہوئے مسلمان ہوا ہو مقدم کیا جائے گا لیکن اگر دونوں مسلمان کے ہاں پیدا ہوئے ہیں یا ایک ساتھ اسلام لائے تو جو عمر میں زیادہ ہے وہ زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس کو عادتاً خشوعِ قلب زیادہ حاصل ہے اور لوگوں میں زیادہ معزز اور مرغوب فی الاقتدا ہے ——— (۵) پھر وہ جو اخلاق (لوگوں سے ملنساری) میں زیادہ اچھا ہو ——— (۶) پھر وہ جو زیادہ خوش شکل ہو اور خوش شکل سے مراد وہ ہے جو رات کی نماز یعنی تہجد بہت پڑھتا ہو اس لئے کہ بموجب حدیث شریف کثرتِ تہجد کو خوبصورتی لازم ہے بعض نے کہا کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں بلکہ ظاہری خوبصورتی مراد لینی چاہئے کہ خوبصورتی کی امامت جماعت کی کثرت کا سبب ہے ——— (۷) پھر وہ جس کا چہرہ زیادہ بشاش اور ہنس مکھ ہو (اور یہ حسنِ ظاہری سے الگ ہے کہ وہ اعضا کے تناسب کو کہتے ہیں لیکن خوش خُلقی جو اوپر مذکور ہوئی اور اس میں بظاہر کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کو بعض کتب میں یہاں الگ شمار کیا گیا ہے) ——— (۸) پھر وہ جو حسب میں زیادہ ہو اور حسب وہ بزرگی ہے جو باپ دادا کی طرف سے یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے ہو۔ (بعض کتب میں حسب کو خوبصورتی پر مقدم لکھا ہے) ——— (۹) پھر وہ جو نسب یعنی خاندان کے لحاظ سے زیادہ شریف ہو مثلاً سید اور لوگوں پر مقدم ہے ——— (۱۰) پھر وہ جس کی آواز زیادہ اچھی ہو ——— (۱۱) پھر وہ جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو اس لئے کہ اس سے اس میں عفت و محبت زیادہ پائی جائے گی اور یہ بات اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جبکہ اس کے محرموں اور ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ باقی صفات میں برابری کے وقت ان میں سے ہر شخص اپنی بیوی کے اوصاف بیان کرے جس سے لوگ معلوم کریں کہ کس کی بیوی زیادہ اچھی ہے ——— (۱۲) پھر وہ جس کے پاس مالِ حلال زیادہ ہو (اگر مال حرام ہوگا تو وہ فاسق ہوگا)، مالِ حلال سے عفت و قناعت حاصل ہوگی جس سے لوگوں کو اس کی امامت کی طرف رغبت ہوگی ——— (۱۳) پھر وہ جو جاہ میں زیادہ ہو یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کا مرتبہ زیادہ ہو ——— (۱۴) پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو ——— (۱۵) پھر وہ شخص جس کا سر تناسب کے اندر رہ کر بڑا ہو کیونکہ یہ عقل کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے بغیر تناسب طریق پر بڑا نہ ہو کہ یہ خللِ مزاج کی دلیل ہے ——— (۱۶) پھر مقیم مسافر پر مقدم ہے اور یہ شاید اس وقت ہے جبکہ سب مقتدی مقیم ہوں یا مقیم اور مسافر ملے جُلے ہوں اور جس صورت میں کہ سب مسافر ہوں صرف ایک مقیم ہو تو مقیم کے اولیٰ ہونے کی وجہ ظاہر نہیں اور بعض کے نزدیک مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں کسی کو اولویت نہیں ہے ——— (۱۷) پھر وہ شخص جو آزاد اصلی ہو اس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو مقدم ہے ——— (۱۸) پھر وہ شخص جس نے حدثِ اصغر سے تیمم کیا ہو بہ نسبت اس شخص کے

جس نے حدثِ اکبر سے تیمم کیا ہو مقدم ہے ؛ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ بے وضو ہونا جنابت سے ہلکا ہے اور بعض کے نزدیک حدثِ اکبر سے تیمم کرنے والا حدثِ اصغر سے تیمم کرنے والے پر مقدم ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارت وضو کے تیمم کی طہارت سے اقوی ہے کیونکہ وہ بمنزلۂ غسل کے ہے جو کہ وضو سے افضل ہے اور غسل حدث سے باطل نہیں ہوتا —— (۱۹) جب دو شخص کسی صفت میں مزاحم ہوں تو وہ شخص مقدم کیا جائے جو اس صفتِ مزاحم میں پہلے سے ہو یعنی زیادہ عرصہ سے ہو پس جس کا علم سب سے پہلے سے ہے مقدم کیا جائے گا اور جس کو فنِّ قرأت مدت سے آتا ہے وہ اس سے مقدم ہے جس کو چند روز سے آتا ہے اور جس کا ورع (پرہیزگاری) بہت دنوں کا ہو اس پر مقدم کیا جائے جس کا ورع کم مدت کا ہو پس اس طرح مقابلہ بہت حد تک کم ہو جائے گا اور قرعہ وغیرہ کی نوبت کم آئے گی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں علم و قرأت و ورع ایک ہی مدت سے ہوں غرضیکہ جو شخص زیادہ کامل ہوگا وہی افضل ہے اس لئے کہ مقصود کثرتِ جماعت ہے اور لوگوں کی رغبت ایسے شخص میں زیادہ ہوتی ہے —— (۲۰) اگر یہ ساری صفتیں دو یا زیادہ شخصوں میں جمع ہو جائیں اور کسی میں کوئی وجہ ترجیح کی موجود نہ ہو تو منصب امامت پر مقرر کرنے کے لئے ان میں قرعہ ڈالا جائے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو امامت کے لئے مقرر کیا جائے یا جماعت کے اختیار پر چھوڑ دیں کہ وہ جس کو چاہیں امام بنائیں۔ پھر اختیار کی صورت میں اگر مقتدیوں میں اختلاف ہو بعض ایک کو چاہیں اور بعض دوسرے کو تو اعتبار اکثر کا ہے یعنی جس کو زیادہ مقتدی پسند کریں وہی امام بنایا جائے۔ اگر مقتدی اولیٰ کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دیں گے تو بُرا کریں گے کیونکہ ترکِ سنت ہوگا لیکن گنہگار نہ ہوں گے مثلاً دو شخص فقہ اور نیکی میں برابر ہیں مگر ان میں سے ایک زیادہ قاری ہے اور مسجد والوں نے دوسرے (یعنی غیر قاری) کو امام بنا لیا تو ترکِ سنت کی وجہ سے بُرا کیا لیکن گنہگار نہ ہوں گے اس لئے کہ انھوں نے نیک آدمی کو امام بنایا ہے —— (۲۱) جس مسجد میں امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا حق نہیں ہے ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا دے تو مضائقہ نہیں* —— (۲۲) مسجد میں کچھ لوگ اندر کے درجے میں ہیں اور کچھ باہر اور مؤذن نے اقامت کہی اور باہر کے لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر باہر والوں کا امام بن گیا اور اندر کے لوگوں میں سے ایک شخص اندر والوں کا امام بن گیا تو جس نے پہلے نماز شروع کر دی اس کے اور اس کے مقتدیوں کے حق میں کراہت نہیں —— (۲۳) اگر کسی شخص کی امامت سے اس کے مقتدی کسی شرعی عذر سے ناراض ہوں مثلاً اس میں کوئی خرابی ہے یا وہ لوگ اس سے امام ہونے کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے نفرت رکھیں۔ (ابوداؤد) لیکن اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاقِ امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر ان میں کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے اور وہی مکروہ کا مرتکب ہے —— (۲۴) اگر محلہ میں امامت کے لائق ایک ہی شخص ہو تو اس پر امامت کرنا لازم نہیں اور وہ امامت کو چھوڑنے میں گنہگار نہیں۔

* پس اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امامت کی صفات میں امام محلہ کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے تب بھی امام محلہ ہی اولیٰ ہے لیکن اگر امام اور قوم اپنی رضامندی سے امام بنائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نہ ہوگا ــــ (۲۵) اگر کسی کے گھر میں جماعت ہو تو اگر صاحبِ خانہ میں امامت کے شرائط پائے جائیں تو وہی امامت کے لئے دوسرے لوگوں سے اولیٰ ہے اگرچہ اور کوئی علم و قرات وغیرہ میں اس سے بہتر ہو لیکن افضل یہ ہے کہ صاحبِ خانہ ان میں سے کسی کو بوجہ فضیلتِ علم و قرات وغیرہ آگے کردے کہ اس میں مہمان کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا تو بھی جائز ہے اور نماز ہو جائے گی کیونکہ ظاہر ہے کہ مالکِ مکان اپنے مہمان کے اکرام کی وجہ سے اس کو اجازت دیدیتا ہے۔ اور اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر انھیں کو امامت کا استحقاق ہوگا ــــ (۲۶) اگر کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اور اس میں کرایہ دار اور مالک مکان اور مہمان تینوں موجود ہوں تو کرایہ دار زیادہ حق دار ہے اور وہی اجازت دیگا اور اسی سے اجازت طلب کریں گے، اور اگر کسی کو عاریۃً (مانگا ہوا) دے رکھا ہے تو جو شخص مکان میں بطور عاریت رہتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کرایہ دار یا مانگ کر رہنے والے کو تصرف و ولایت حاصل ہے نہ کہ مالک کو ــــ (۲۷) بادشاہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں اگرچہ وہ صاحبِ خانہ ہو یا مسجد کا امام معین ہو کیونکہ بادشاہ کو ولایتِ عامہ حاصل ہے اور یہی حکم اس کے نائب یعنی والی و قاضی کا ہے کہ یہ امام محلہ و صاحب خانہ پر مقدم ہیں اور اگر یہ سب اکٹھے ہو جائیں تو بادشاہ مقدم ہے پھر والی (امیر شہر) پھر صاحب خانہ جبکہ کسی کے گھر میں ہوں اور اگر مسجد میں ہوں تو امامِ معینِ مسجد پس اگر کسی کے گھر یا محلہ کی مسجد میں بادشاہ یا والی یا قاضی ہو تو اگر صاحب خانہ یا امامِ مسجد اس کو تعظیماً بڑھا دے تو افضل ہے اور اگر وہ خود ہی بڑھ جائے تو جائز ہے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے اور کسی کو استحقاق امامت نہیں ہے۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور ترتیبِ صفوف کا بیان

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے کی کیفیت

(۱) اگر امام کے ساتھ ایک شخص یا ایک لڑکا ہو جو نماز کو سمجھتا ہو تو وہ امام کے داہنی طرف امام کے برابر کھڑا ہو یہی قوی مذہب ہے - اور اس کے مقابل امام محمدؒ کا قول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں، مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو۔ قدم کا اعتبار ٹخنے سے ہے پس انگلیوں کے آگے ہونے میں حرج نہیں جبکہ ٹخنے آگے نہ ہوں کیونکہ پیر چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ سر کے آگے پیچھے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اس کی مزید تفصیل شرائطِ اقتدا میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اگر اکیلا آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو تو جائز ہے لیکن برائی ہے بالاتفاق یعنی مکروہ تنزیہی شدید ہے جو تحریمی سے کم ہے کیونکہ اس میں سنت کی مخالفت ہے اور امام کو چاہئے کہ اس کو اپنے داہنی طرف کھڑا ہونے کیلئے کہدے اور اکیلا نماز شروع کر چکا ہے پھر کوئی شخص آکر اس کے بائیں طرف کھڑا ہو کر اس کی نماز میں شریک ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے دائیں طرف کرلے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے گھما کر اپنی دائیں طرف کھڑا کرلیا۔ اکیلا آدمی امام کے پیچھے

نہ کھڑا ہو کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی شدید ہے بوجہ مخالفت سنت کے۔ اگر مرد امام کے ساتھ اکیلا مقتدی عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے لیکن اگر عورت امام ہو تو پھر اکیلی عورت مرد کی طرح اس کے برابر میں کھڑی ہو ــــــ (۲) اگر امام کے ساتھ دو یا زیادہ مذکر مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اسطرح پر کہ ایک امام کے پیچھے اس کی سیدھ میں ہو اور دوسرا اس کے دائیں طرف ہو اسی طرح اگر تین ہوں تو تیسرا آدمی پہلے کے بائیں طرف کھڑا ہو اور چار ہوں تو چوتھا دوسرے کے دائیں طرف اور پانچواں تیسرے کے بائیں طرف کھڑا ہو علیٰ ہذا القیاس ترتیب قائم رکھیں (تاکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت رہے اور صف دونوں طرف بتدریج بڑھتی رہے۔ مؤلف) اگر ایک مرد اور ایک لڑکا سمجھ دار ہو تب بھی دونوں پیچھے ہی کھڑے ہوں۔ اگر جماعت میں ایک بالغ مقتدی ہو اور باقی سب نابالغ لڑکے ہوں تو اگر وہ قریب البلوغ ہوں تو سب امام کے پیچھے بالغ مقتدی کے ساتھ کھڑے ہوں اور اگر سب چھوٹے ہوں تو بالغ مقتدی امام کے برابر میں دائیں طرف کھڑا ہو اور لڑکے امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ دو مقتدیوں کی صورت میں اگر ایک مقتدی امام کے دائیں طرف اور ایک بائیں طرف ہو تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے یہی اصح ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی مقتدی ہو تو مرد امام کے داہنی طرف اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو ــــــ (۳) اگر دو سے زیادہ آدمی مقتدی ہوں تو امام کا ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے پس اگر امام ان کے ساتھ مل کر بیچ میں کھڑا ہو گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے ــــــ (۴) اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت یا لڑکی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ (غرضیکہ عورت یا لڑکی کو خواہ اکیلی ہی ہو ہر حال میں مردوں سے پیچھے کی صف میں کھڑا ہونا لازمی ہے۔ مؤلف) ــــــ

(۵) اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور باقی جماعت امام کے پیچھے ہے تو یہ بالاتفاق اس مقتدی کے حق میں مکروہ ہے اجماعاً اور امام پر اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ پس اگر جگہ میں گنجائش ہو تو اس مقتدی کو پیچھے صف میں ہٹ آنا چاہئے اس طرح پر کہ قبلہ سے منہ نہ پھیرے تاکہ کراہت دُور ہو جائے ــــــ (۶) اگر دو مرد نماز پڑھتے ہوں اور ان میں ایک مقتدی ہو جو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو پھر تیسرا شخص آکر تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے یا بعد میں اس مقتدی کو اپنی طرف کھینچ کر اس کے ساتھ امام کے پیچھے صف بنالے تو اس مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ تکبیر تحریمہ سے قبل یا بعد میں کھینچنے میں کوئی فرق نہیں ہے یہی صحیح ہے اور اگر امام اس تیسرے شخص کے آنے پر اپنے سجدہ کی جگہ سے اتنا آگے بڑھ جائے جتنا کہ فاصلہ امام اور صفِ اول میں ہوتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی پس اس صورت میں تیسرا آدمی پہلے مقتدی کی برابر کھڑا ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تیسرا آدمی آجائے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے تاکہ تیسرا آدمی اس کے ساتھ امام کے پیچھے صف بنالے اگر وہ خود نہ ہٹے تو وہ تیسرا آدمی اس کو اپنی طرف کھینچ لے جبکہ اس مقتدی کے متعلق نماز کو فاسد کر دینے کا خوف نہ ہو۔ (آجکل مسائل کے ناواقف ہونے کی وجہ سے اغلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے جس سے نماز ہی جاتی رہے پس آج کل نہ کھینچنا اور امام کا آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے) اور اگر وہ تیسرا آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا

تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر دے اور یہی طریقہ اولیٰ ہے اس سے کہ امام آگے بڑھے اس لئے کہ امام متبوع ہے اور وہ تابع ہیں اور اس لئے بھی کہ امام کے پیچھے صف بنانا مقتدیوں کا فعل ہے نہ کہ امام کا پس امام کا اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور مقتدی کا پیچھے ہٹنا اولیٰ ہے اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا امکان ہو یعنی پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہو اور مقتدی کے نماز فاسد کر لینے کا خوف نہ ہو ورنہ جس طرح ممکن ہو ویسا ہی کر لیا جائے یعنی اگر آگے جگہ کی گنجائش ہو تو امام آگے بڑھ جائے ورنہ دوسرا مقتدی برابر میں بائیں طرف کھڑا ہو جائے یہ سب اس وقت تک ہے جب تک کہ قعدۂ اخیرہ نہ کیا ہو پس اگر قعدۂ اخیرہ میں آکر ملے تو نہ امام آگے بڑھے اور نہ پہلا مقتدی پیچھے ہٹے بلکہ تیسرا آدمی امام کے بائیں طرف قعدہ میں بیٹھ کر اقتدا کرے۔ امام کا آگے بڑھنا یا مقتدی کا پیچھے ہٹنا اس نیت سے ہونا چاہئے کہ شرع کا حکم بجا لانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں اور اگر اس نیت سے کیا کہ آنے والا شخص ایسا کہتا ہے اس لئے اس کی بات مان کر کرتا ہوں تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ نماز میں مخلوق کا کہنا ماننا نماز کے منافی ہے پس ایسے موقع پر چاہئے کہ قدرے رُک کر اپنی رائے سے شرع شریف کا حکم سمجھ کر عمل کرنا چاہئے (یہ حکم ہر ایسے موقع کے لئے ہے جس میں نماز سے خارج کوئی آدمی نمازی کو کسی امر کی تلقین کرے جس سے نماز کی اصلاح ہوتی ہے مثلاً قبلہ کا رخ صحیح کرنے یا کوئی رکعت بھولنے وغیرہ کا علم کرائے تو اس کا کہنا مان کر عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر قدرے رُک کر اپنی رائے و نیت کو شرع شریف کے مطابق صحیح کر کے شرع کا حکم جان کر اس پر عمل کرے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس فرق کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہئے لقمہ دینے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے پس نمازی کا کسی دوسرے آدمی سے جو اس کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہے لقمہ لینا اور جو اس کے ساتھ نماز میں ہے اس سے لقمہ لینا اس کی تفصیل مفسداتِ نماز میں درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

ترتیبِ صفوف اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہیں یعنی مرد اور نابالغ لڑکے اور خنثیٰ اور عورتیں اور قریب البلوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ جتنی بھی صفوں میں آئیں، ان کے پیچھے نابالغ لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں، ان کے پیچھے خنثیٰ، ان کے پیچھے عورتوں کی صف یا صفیں ہوں ان کے پیچھے لڑکیوں کی ہو اگر اکیلا لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے (یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے۔ مؤلف) ـــــ اسی طرح خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں مل جائے لیکن عورت یا لڑکی ہر حال میں علیحدہ صف بنائے خواہ اکیلی ہو یا زیادہ کیونکہ اس کی محاذات سے مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں آزاد کو غلام پر مقدم کرے اور بالغ کو نابالغ پر یعنی پہلے آزاد مردوں[۱] کی صف ہو پھر غلام[۲] مردوں کی پھر آزاد[۳] نابالغ لڑکوں کی پھر غلام[۴] نابالغ لڑکوں کی پھر آزاد[۵] خنثیٰ بالغ پھر آزاد خنثیٰ نابالغ پھر غلام خنثیٰ بالغ پھر غلام خنثیٰ نابالغ پھر آزاد عورتیں پھر غلام عورتیں پھر آزاد لڑکیاں پھر غلام لڑکیاں کھڑی ہوں۔ اس طرح بارہ صفیں بنانا ممکن ہیں لیکن ان بارہ صفوں کا صحیح ہونا ضروری نہیں کیونکہ خنثیٰ صحتِ صف کو ضرر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خنثیٰ کا دوسرے خنثیٰ کی برابر یا اس کے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں ہے کہ شاید آگے والا عورت ہو اور پیچھے والا مرد یا برابر والوں میں سے

ایک خنثیٰ مرد ہو اور دوسرا عورت ہو پس بالغ خنثوں کو ایک صف میں اس طرح کھڑا کریں کہ ہر دو کے بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا ایک شخص کا فاصلہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ ان کا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کر دیں کیونکہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونے میں بھی ضرر ہے اس طرح صفیں گیارہ رہ جائیں گی اور ایک صورت یہ بھی منقول ہے کہ خنثیٰ بالغ و نابالغ آزاد و غلام سب کی ایک صف بطریق مذکور بنائی جائے یعنی ہر دو کے درمیان ایک آدمی کا فاصلہ خالی یا کوئی حائل ہو تو اس طرح سے کل صحیح صفیں نو ہو جائیں گی۔ (اس کی مزید تشریح شامی وغیرہ سے ملاحظہ فرمائیں یہ سب فرض کی ہوئی صورتیں ہیں تاکہ حسبِ ضرورت اس سے استفادہ کر سکیں۔ مؤلف)

عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے مگر بوڑھی عورت کو فجر اور مغرب اور عشا کی نماز کی جماعت میں مسجد میں آنا مکروہ نہیں ہے تاہم اس زمانے میں ظہورِ فساد کے سبب سے فتویٰ اس پر ہے کہ بوڑھی عورت کو بھی سب نمازوں میں آنا مکروہ ہے۔

جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں سیدھی ہونی چاہئیں کندھے سے کندھا ملا کر برابر کریں آگے پیچھے ہرگز نہ کھڑے ہوں اور بیچ میں فاصلہ نہ چھوڑیں۔ امام کو چاہئے کہ صفیں درست کرنے کے لئے حکم کرے یعنی یہ کہے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ نہ چھوڑیں اور اپنے کندھوں کو برابر رکھیں۔ امام صف کے نصف میں کھڑا ہو یہی سنت طریقہ ہے نصف سے ہٹ کر دائیں یا بائیں کھڑا ہونا خلافِ سنت اور بُرا ہے۔ جب امام وسطِ صف میں کھڑا ہو اب اگر کوئی مقتدی آئے تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور اگر امام کے ایک طرف زیادہ آدمی ہوں اور دوسری طرف کم ہوں تو آنے والے کے واسطے افضل یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑا ہو پس اگر دائیں طرف امام سے قریب ہے اور بائیں طرف دور تو دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر بائیں طرف امام سے قریب ہو اور دائیں طرف دور ہو تو بائیں طرف کھڑا ہو جائے اور اگر دونوں طرف امام سے قرب میں برابر ہوں تو امام کے داہنی طرف کھڑا ہونا احسن ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ امام کے بالمقابل عین پیچھے وہ شخص کھڑا ہووے جو جماعت میں سب سے افضل ہے۔ سب سے افضل سب مردوں کی سب سے پہلی صف ہے پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی وغیرہ علیٰ ہذا القیاس۔ پس پہلی صف میں کھڑا ہونا دوسری سے اور دوسری میں تیسری سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس لیکن نمازِ جنازہ میں آخر صف افضل ہے اس لئے کہ نمازِ جنازہ میں صفوں کا زیادہ ہونا منظور ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نہ کرے اس لئے شرع نے آخر صف کو فضیلت دیدی نیز اس میں تواضع کا زیادہ اظہار ہے اور نمازِ جنازہ دعائے شفاعت و مغفرت ہے جس کیلئے تواضع کی زیادہ ضرورت ہے۔

(فائدہ) اگر کسی کو ایذا پہنچنے کا خوف ہو تو صفِ اول کو ترک کرنا اور صفِ آخر میں کھڑا ہونا افضل ہے اور اس کو صفِ اول کا ثواب مل جائے گا۔ اگر کوئی صفِ اول کا آدمی کسی پیچھے والے علم و فضل یا عمر میں بڑے آدمی کے لئے ایثار کرے اور اپنی جگہ اس کو دیدے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔

اگر پہلی صف میں ایک آدمی کی جگہ ہو اور اس سے پچھلی صف بھر چکی ہو تو دوسری صف کو چیر کر یا اُن کے آگے سے گذر کر

چلا جائے اور وہ شخص اس میں گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ یہ قصور اُن مقتدیوں کا ہے جنھوں نے خالی جگہ چھوڑ دی اور انھوں نے اپنی عزت خود ضائع کردی کما ورد فی الحدیث ما فی الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ بلکہ اس شخص کے لئے ثواب اور مغفرت ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے مَنْ سَدَّ فُرْجَةً غُفِرَ لَهٗ جو شخص صف کی کشادگی کو بند کرے اس کے لئے مغفرت ہے (لیکن یہ ایسی جگہ کرے جہاں فتنہ و فساد کا احتمال نہ ہو کیونکہ آجکل بے علمی کا زمانہ ہے۔ مؤلف) — اگر نمازی نے نیت باندھنے کے بعد اپنے سامنے کی صف میں خالی جگہ دیکھی اور اپنی جگہ سے چل کر اگلی صف میں کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر تیسری صف سے چل کر گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے اور اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح صحنِ مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے بالاخانہ یا کسی طاق پر چڑھ کر نماز میں اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر کسی عذر سے کھڑا ہو مثلاً وہ شخص بلند آواز سے تکبیر کہنے والا ہو تاکہ جمعہ و عیدین وغیرہ زیادہ مجمع میں سب جگہ آواز پہنچ جائے تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے — اماموں کا ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اسی طرح مسجد کے ایک کونہ میں یا ایک طرف یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ مسجد الحرام میں امام کو مقام ابراہیم میں کھڑا ہونا افضل ہے — صف میں جگہ ہوتے ہوئے اس کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر صف میں جگہ باقی نہ ہو تو وہ رکوع تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا آدمی آجائے تو وہ دونوں پیچھے صف بنالیں اور اگر کوئی نہ آئے یہاں تک کہ امام رکوع کردے تو صف میں سے ایسے شخص کو جو اس مسئلہ کو جانتا ہو پیچھے کھینچ لے اور دونوں مل کر پیچھے صف بنالیں اور اگر اس مسئلہ کا جاننے والا نہ ملے بلکہ ڈر ہو کہ وہ بے علمی کی وجہ سے اپنی نماز فاسد کرلے گا تو کسی کو نہ کھینچے بلکہ اکیلا ہی پیچھے امام کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے (ہمارے زمانے میں یہی مناسب ہے۔ مؤلف) اور اگر وہ بلا عذر اکیلا پیچھے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط و مسائل

محاذات کی تعریف نماز میں عورت کا مرد کے آگے کھڑا ہونا یا مرد کے محاذی یعنی برابر میں اس طرح کھڑا ہونا کہ عورت کا قدم نماز کے دوران میں کسی وقت بھی مرد کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے تو اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ قدم کے برابر و مقابل ہونے سے پنڈلی اور ٹخنہ کا برابر ہونا مراد ہے۔ صحیح قول کے موافق یہی معتبر ہے پس اگر عورت کا ٹخنہ اور پنڈلی مرد کے ٹخنہ اور پنڈلی کے برابر میں ہوگی تو محاذات ثابت ہونے کی وجہ سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگرچہ عورت کا پیر مرد کے پیر سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے عورت کے پیر کا اگلا کچھ حصہ مرد کے پیر سے پیچھے رہے اور اگر عورت کا پیر مرد کے پیر سے اس قدر پیچھے ہو کہ دونوں ٹخنے اور پنڈلی بالکل برابر میں نہیں رہتے بلکہ عورت کے ٹخنے اور پنڈلی مرد کے ٹخنے اور پنڈلی سے پیچھے ہوں تو اصح قول کی بنا پر نماز فاسد نہیں ہوگی۔ قدم کے علاوہ عورت کے

کسی اور عضو کے مرد کے کسی عضو کے برابر ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی مرد کے قدم سے عورت کے قدم کے علاوہ اور کسی عضو کے محاذی ہونے سے مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے بلکہ صرف عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی ہوجانے کی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی پس اگر عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے محاذی نہیں ہے بلکہ وہ اس سے کچھ ہٹ کر نماز میں شامل ہوئی تو دونوں کی نماز درست ہے اگرچہ اس عورت کے بعض اعضاء رکوع و سجود کی حالت میں اس آدمی کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہوجائیں اس آدمی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

محاذات کی شرطیں

عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی چند شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔۔۔۔

(۱) وہ عورت ایسی ہو جو شہوت کی حد کو پہنچ گئی ہو اور جماع کے لائق ہو اگرچہ نابالغ ہو عمر کا اعتبار نہیں یہی اصح ہے پس اگر نو سال سے کم ہے لیکن اس کا جسم اس قابل ہے کہ وہ جماع کے لائق ہے تب بھی مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر ایسی دُبلی پتلی لڑکی ہو جو جماع کے قابل نہ ہو اگرچہ اس کی عمر نو سال کی ہوگئی ہو اور وہ نماز کو سمجھتی اور پڑھتی ہو تب بھی اس کے مقابل ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی ۔۔۔ بڑھیا عورت بھی اس مسئلہ میں مشتہاۃ یعنی لائق شہوت شمار ہوتی ہے اگرچہ وہ زمانہ ماضی میں مشتہاۃ تھی اور اب نہیں رہی یعنی اب مرد کو اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی پس بڑھیا عورت کی محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی ۔۔۔ ایسی عورت جس کے برابر میں کھڑا ہونے سے نماز فاسد ہوتی ہے خواہ اجنبی ہو یا اس آدمی کی بیوی یا کوئی محرم یعنی ماں بہن وغیرہ ہو ہر حال میں نماز فاسد ہوجائیگی۔

(۲) وہ دونوں نماز میں ہوں اور نماز ایسی ہو جس میں رکوع اور سجود کرتے ہیں اگرچہ عذر کی وجہ سے وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس نماز کو اشارہ سے پڑھتا ہو اور نماز سے مطلق نماز مراد ہے خواہ فرض ہو یا واجب یعنی عیدین و وتر یا سنت و نفل ہو اور خواہ دونوں کی نماز متحد نہ ہو یعنی امام کی نماز فرض ہو اور مقتدی اس کے پیچھے نفل پڑھتا ہو۔ پس سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر اور نماز جنازہ میں محاذات مفسد نہیں ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر نماز نہیں ہے اور اور نماز جنازہ بھی دعا ہے اور اس میں رکوع و سجود بھی نہیں ہے۔ (بعض کے نزدیک سجود السہو کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس وقت نماز کے فرائض پورے ہوچکے ہوتے ہیں اور وہ ایک حد تک نماز سے باہر ہوجاتا ہے پس اس میں وہی اصول و اختلاف جاری ہوگا جو مسائل اثنا عشریہ میں آگے بالتفصیل مذکور ہے۔ مؤلف)

(۳) وہ دونوں تحریمہ کی رُو سے نماز میں مشترک ہوں یعنی اِن دونوں نے کسی امام کی تحریمہ پر تحریمہ باندھی ہو یعنی ایک ہی امام کی اقتدا کی ہو یا عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر تحریمہ باندھی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ عورت شروع سے نماز میں شریک ہو بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے اس وقت عورت آکر شریک ہوئی تو بقیہ نماز میں محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی خواہ عورت نے محاذات سے پہلے تکبیر کہی ہو یا ساتھ ہی کہی یا بعد میں کہی ہو اس حکم میں برابر ہے اگر دونوں الگ الگ اپنی نماز پڑھتے ہوں یا ان میں سے ایک کسی امام کا مقتدی ہو اور دوسرا اس امام کا مقتدی نہ ہو بلکہ

اکیلا نماز پڑھے تو محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی البتہ یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں شہوت کا خطرہ غالب ہے ۔

(۴) وہ دونوں ادا کی رُو سے نماز میں مشترک ہوں ۔ ادا میں مشترک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نماز میں وہ مرد اس کا امام ہو یا ان دونوں نے کسی دوسرے شخص کی اقتدا کی ہو خواہ وہ شرکت حقیقۃً ہو یا حکماً ہو جب تک مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور امام اپنی نماز سے فارغ نہیں ہوتا اس وقت تک وہ حقیقۃً امام کے پیچھے ہے خواہ مقتدی شروع سے شامل ہونے والا یعنی مدرک ہو اور خواہ لاحق یا مسبوق ہو لیکن جب امام نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا تو چونکہ مدرک نماز پوری کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دے گا اس لئے وہ تو پوری نماز میں حقیقۃً امام کے پیچھے رہا ہے اور لاحق، امام کے سلام کے بعد جو لاحقانہ نماز ادا کرتا ہے وہ اس میں حکماً یعنی تقدیراً امام کے پیچھے ہے اور وہ حکماً امام کی ادا میں شریک ہے پس اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحقانہ نماز میں عورت مرد کے محاذی ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی ـــــ مسبوق، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی نماز کے ادا کرنے میں منفرد ہوتا ہے امام کے پیچھے نہیں ہوتا اس لئے بقیہ مسبوقانہ نماز کی حالت میں عورت کے اس مرد کے محاذی ہونے سے ادا میں شرکت نہیں پائی گئی اس لئے اس مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی ۔ (امام کے سلام کے بعد مسبوق کے ساتھ عورت کی محاذات کی صورت اس طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ دونوں مسبوق ہوں اور مثلاً پہلے پردہ حائل تھا اور امام کے سلام کے بعد کسی نے پردہ دور کر دیا) ـــــ اسی طرح راستے کی محاذات بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راستہ میں محاذات ہو گئی تو اس سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی اور اگر دونوں میں سے ایک لاحق ہو اور دوسرا مسبوق تب بھی اس بقیہ نماز میں محاذات مفسد نہیں ہے اور اگر دونوں لاحق و مسبوق ہوں تو جب دونوں لاحقانہ ادا کر رہے ہوں اس وقت محاذات مفسد ہو گی اور جب مسبوقانہ ادا کر رہے ہوں تو اس حالت میں محاذات ہو جانا مفسد نہیں ہے ۔ (لاحق و مسبوق کی تشریح و تفصیل الگ بیان میں درج ہے) ۔

(۵) مرد مکلّف ہو یعنی عاقل و بالغ ہو پس اگر نابالغ لڑکے کے ساتھ عورت کی محاذات ہو گی تو اس لڑکے کی نماز فاسد نہیں ہو گی ـــــ (۶) عورت عاقلہ ہو ۔ مراد یہ ہے کہ عورت ایسی ہو کہ جس کی نماز صحیح ہوتی ہو پس اگر مجنونہ عورت یا حیض یا نفاس کی حالت والی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہو گی اس لئے کہ وہ خود اس حالت میں نماز میں نہیں ہے کیونکہ ان کی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی ۔ (اس شرط کو الگ شمار کیا گیا ہے لیکن کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اوپر شرط ۳ میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ دونوں نماز میں مشترک ہوں اور مجنونہ یا حائضہ یا نفسا تو نماز میں ہی نہیں ہوتی اس لئے یہ مفہوم شرط ۳ میں آجاتا ہے البتہ اس کو اس کی وضاحت کہہ سکتے ہیں) ۔

(۷) امام نے اس عورت کی یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو اور عورتوں کی نماز کی نیت نماز شروع کرنے کے وقت ہوتی ہے اگرچہ نماز شروع کرتے وقت کوئی عورت شریک نہ ہو کیونکہ عورتوں کی امامت کی نیت صحیح ہونے کے واسطے عورتوں کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے ۔ نماز شروع کرنے کے بعد اگر عورتوں کی امامت کی نیت کی تو اس کا اعتبار نہیں ہے پس اگر امام نے

عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی یا نماز شروع کرنے کے بعد نیت کی تو اس صورت میں عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ بغیر نیت امامتِ زنان عورتوں کی نماز منعقد نہیں ہوگی لہذا وہ نماز میں اس کی شریک نہیں ہوئی (گویا یہ بھی شرط ۳؎ یعنی نماز میں اشتراک ہی کی وضاحت ہے)۔ اگر امام نے کسی معین عورت کی امامت کی یا اس عورت کے سوا دوسری عورتوں کی امامت کی نیت کی تو امام کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا پس معینہ عورت کی صورت میں اسی معینہ عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دوسری عورتوں کی محاذات سے فاسد نہ ہوگی اور استثنا کی صورت میں اس عورت کی محاذات سے جس کو مستثنیٰ کیا ہے نماز فاسد نہ ہوگی دوسری عورتوں کی محاذات سے فاسد ہو جائے گی۔ اکثر کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں عورتوں کی اقتدا کی صحت کیلئے امام کا ان کی نیت کرنا شرط نہیں ہے یہی اصح ہے اور نماز جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں ہے۔

(۸) پورے رکن میں محاذات برابر رہی ہو یعنی اتنی دیر تک محاذات رہے کہ ایک کامل رکن ادا ہو جائے اس سے کم مفسد نہیں۔ امام محمدؒ کے نزدیک رکن سے مراد بالفعل ہے یعنی اس مقتدی کو اس رکن میں جس قدر وقت لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقدار رکن یعنی تین تسبیح کی مقدار ہے۔ پس اگر ہر صف میں ایک ایک رکن ادا کرے مثلاً تکبیر تحریمہ ایک صف میں کہے اور رکوع دوسری صف میں کرے اور سجدہ تیسری صف میں کرے تو ان تینوں صفوں میں سے ہر ایک صف میں ایک ایک شخص اس کے دائیں اور بائیں اور پیچھے ہوگا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس طرح کل نو آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی یعنی ان تینوں صفوں میں سے ایک ایک اس عورت کے دائیں طرف والا آدمی اور ایک ایک بائیں طرف والا آدمی یہ چھ ہو گئے اور ایک ایک وہ آدمی جو ان تینوں صفوں کے پیچھے والی صف میں اس عورت کی سیدھ میں اس کے پیچھے ہوگا یہ نو ہو گئے۔

(۹) ان دونوں کی نماز پڑھنے کی جہت ایک ہو پس اگر جہت مختلف ہوگی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جہت کا اختلاف صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے اول یہ کہ دونوں خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھتے ہوں اور جہت بدلی ہوئی ہو۔ خانہ کعبہ کے باہر جہت بدلنے کے ساتھ محاذات کا ہونا ممکن نہیں ہے مگر اندھیری رات میں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ اندھیری رات ہو اور ہر ایک اپنی رائے (تحری) سے قبلہ کی جہت مختلف مقرر کر کے نماز پڑھے پس ان دونوں صورتوں میں عورت کے مرد کے محاذی ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ تحریمی ہے بوجہ شہوت کا ظن غالب ہونے کے۔

(۱۰) نماز شروع کرنے کے بعد شامل ہونے والی عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کرنا مرد کی نماز کو فاسد کرتا ہے پس اگر کسی شخص نے کسی عورت یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی اور اس کی نماز شروع کرنے کے بعد عورت اس کے محاذی ہو کر اس کی نماز میں شامل ہو گئی۔ اگر اس آدمی نے اس کے شامل ہوتے ہی اس عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور عورت نہ ہٹی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا کر دیا اور عورت نے اپنا فرض ترک کیا اور اگر کسی مقتدی کے برابر کھڑی ہو کر اس نماز میں شریک ہوئی؎ اور امام نے عورتوں کی امامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے کہ اگر اس مقتدی نے اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر دیا اور وہ نہ ہٹی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی مرد کی نہیں

؎ جماعت شروع ہونے کے بعد

[illegible]

اگر امام یا مقتدی نے جس کے محاذ میں وہ عورت کھڑی ہوئی ہے اشارہ نہیں کیا تو اس مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی عورت کی نہیں کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم بالغ عورت کے لئے ہے نابالغ چونکہ اس کی فرضیت کی مکلف نہیں ہے اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے یعنی اس کو اشارہ سے پیچھے ہٹانا بیکار ہے کیونکہ اگر وہ نہ بھی ہٹے تب بھی مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ وہ لڑکی مشتہاۃ (لائق شہوت) ہو۔ اگر مرد کے نماز شروع کرنے سے پہلے عورت مرد کے محاذی ہو جائے گی اور امام نے عورتوں کی امامت کی نیت بھی کی ہوگی تو اب اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنا کوئی فائدہ نہیں دیگا اور مرد کی نماز فاسد ہوگی[1]

(۱۱) اُن دونوں کے درمیان میں کچھ حائل نہ ہو۔ پس اگر وہ دونوں ایک مکان میں ہوں زمین پر ہوں یا چبوترہ پر مگر دونوں کے درمیان میں ستون یا دیوار یا کوئی پردہ یا کوئی اور سُترہ حائل ہو تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی حائل کی کم سے کم مقدار یہ ہے کہ کم سے کم بلندی اس قدر ہو جیسی کہ اونٹ کے کجاوہ کے آخر کی لکڑی ہوتی ہے یعنی ایک ہاتھ اونچی ہو اور انگلی کے برابر موٹی ہو تو اس کے حائل ہونے سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر وہ حائل ایک ہاتھ سے کم ہو تو وہ سترہ نہیں ہوگی اور اگر دیوار ایک ہاتھ اونچی ہو لیکن عورتیں اس دیوار سے اوپر ہوں تب بھی سترہ نہیں ہوگی اور اگر وہ دیوار بقدر قدِ آدم ہوگی تو جو مرد زمین پر ہیں اِن کے واسطے سترہ ہوگی اور جو دیوار پر ہیں ان کے واسطے سترہ نہ ہوگی جیسا کہ اگلے نمبر میں آتا ہے۔ یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکتا ہو تو وہ بھی حائل کے قائم مقام ہو جائے گا اور مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن اتنا فاصلہ اس صورت میں مانعِ فساد ہوگا جبکہ دونوں برابر میں ہوں یا مرد آگے ہو اور عورت اس کے پیچھے ہو اس کی سیدھ میں نہ ہو بلکہ دائیں یا بائیں اس قدر ہٹی ہوئی ہو کہ اس کے پیچھے سیدھ میں ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار جگہ خالی ہو پس یہ فاصلہ مانع فساد ہو جائے گا اور مرد کے پیچھے بالکل اس کی سیدھ میں کھڑا ہونا یا اس قدر دائیں یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہونا جس سے ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار اس کی سیدھ میں خالی جگہ نہ ہو مانع فساد نہیں ہے پس اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر عورت آگے ہوگی اور مرد پیچھے تو دونوں کے درمیان ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار خالی جگہ ہونا مانع فساد نہیں ہوگا البتہ آڑ یعنی ستون یا لکڑی یا پردہ وغیرہ اس صورت میں بھی مانع فساد ہوگا جبکہ آگے ایک یا دو عورتیں ہوں اور اگر تین یا زیادہ عورتیں مردوں کے آگے ہوں گی تو صف کے حکم میں ہو کر یہ آڑ مانع فساد نہیں ہوگی جیسا کہ آگے ع۱۲ میں بالتفصیل آتا ہے۔

(۱۲) اُن دونوں کا ایک مکان میں ہونا۔ پس اگر اُن میں سے ایک کسی قدِ آدم بلندی پر ہو اور دوسرا زمین پر ہو یعنی ایک اتنی بلند جگہ دکّان یا چبوترہ وغیرہ پر ہو کہ مرد کا کوئی عضو عورت کے کسی عضو کے محاذی نہ ہو تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی (اگرچہ یہ شرط محاذاتِ عورت کی تعریف میں آجاتی ہے مگر وضاحت کے لئے اس کو الگ شمار کر لیا جاتا ہے)۔ پس اگر مسجد میں قدِ آدم یا زیادہ اونچا سائبان یا بالاخانہ ہے اور اس سائبان یا بالاخانہ کے اوپر مرد ہیں اور اس کے نیچے عورتیں اُن مردوں کے مقابل یعنی سیدھ میں ہیں تو جو لوگ اوپر ہیں اُن کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ ان میں اور عورتوں میں اتحاد مکان نہیں ہے۔ لیکن اگر نیچے والی عورتیں مردوں سے آگے ہوں گی یا جتنے مرد بالاخانہ کے نیچے والی عورتوں سے پیچھے

[1] پس اگر امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے امام یا کسی مقتدی کے محاذی کھڑی ہوگئی اور پھر امام نے اس کی امامت کی نیت کی اور پھر اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا تو اس محاذی امام یا مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ اس وقت فائدہ دیتا ہے جبکہ وہ عورت امام کے نماز شروع کرنے کے بعد کھڑی ہوئی ہو اور امام نے شروع نماز کے

ہوں گے۔ تو اگر ایک یا دو عورتیں آگے ہوں گی تو یہ قدِ آدم ارتفاع اُن کے لئے سُترہ ہو کر مانع فساد ہو جائے گا اور ان مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر دو سے زیادہ عورتیں ہوں گی تو صف کا حکم اختیار کرکے پیچھے کی سب صفوں میں فساد کا اثر ڈالدینگی خواہ وہ مردوں کی صفیں قدِ آدم یا زیادہ بلندی پر ہوں کیونکہ حائل وارتفاع کے مانع ہونے کا اعتبار ایک یا دو عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے دو سے زیادہ کی صورت میں حائل وارتفاع کا اعتبار جاتا رہے گا البتہ دو سے زائد عورتیں آگے ہونے کی صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر آگے تین عورتیں ہیں تو ہر صف کے صرف اُن تین آدمیوں کی نماز آخر صفوف تک فاسد ہوگی جو ان کے محاذی (سیدھ میں) پیچھے ہیں اور باقی لوگوں کی نماز درست ہوگی اور اگر تین سے زیادہ عورتیں آگے ہیں تو اُن پر حقیقۃً پوری صف کا اطلاق ہوگا اور اس وجہ سے ان کے پیچھے کی تمام صفوں کے تمام مردوں کی نماز فاسد ہو جائیگی اسی پر فتوی ہے۔ (اگرچہ قیاس کا اقتضا یہ ہے کہ تین عورتیں یا زیادہ یعنی پوری صف ہو تو ان عورتوں کے پیچھے کی پہلی صف کے اُتنے ہی آدمیوں کی نماز فاسد ہونی چاہئے جو اُن کے بالمقابل پیچھے ہیں باقی آدمیوں کی اور باقی پچھلی صفوں کی نماز فاسد نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ ایک یا دو عورتیں آگے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے کیونکہ اس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے والی صفوں کے مردوں کے لئے سُترہ وحائل ہو جاتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کر دیا ہے اور اس استحسان کی وجہ وہ اثر ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً ثابت ہے وہ حدیث یہ ہے "مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاِمَامِ نَهْرٌ اَوْ طَرِيْقٌ اَوْ صَفٌّ مِّنَ النِّسَاءِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ" یعنی جب کسی شخص کے اور اس کے امام کے درمیان نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف حائل ہو تو اس کی نماز نہیں"۔ بعض کتب میں الفاظ میں کچھ اختلاف ہے یعنی اس طرح ہیں "من کان بینہ وبین امام نہر او طریق او صف من نساء فلیس ھو مع الامام" پس ایک دو تک عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں حائل وارتفاع کا اعتبار کیا گیا ہے اور تین یا زیادہ عورتوں کے آگے ہونے کی صورت میں صف کے حکم میں رکھتے ہوئے اعتبار نہیں کیا گیا اور قیاس کو ترک کرکے روایت پر عمل کیا گیا ہے جس کی تفصیل اوپر درج ہے۔

اگر صورت مذکورہ بالا کے بالعکس ہو یعنی اگر مسجد میں قدِ آدم یا زیادہ اونچے سائبان یا بالاخانہ کے اوپر عورتوں کی صفیں ہوں جنھوں نے امام مسجد سے اقتدا کیا ہو اور اس سائبان یا بالاخانہ کے نیچے اسی امام کے پیچھے مردوں کی صفیں ہوں تو جو لوگ عورتوں سے پیچھے ہوں گے ان کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔ اگر ایک امام کے پیچھے ایک ہی صف میں ایک طرف مرد کھڑے ہوں اور دوسری طرف عورتیں ہوں تو جو ایک شخص مردوں اور عورتوں کے درمیان ہے صرف اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور باقیوں کی درست ہو جائے گی کیونکہ وہ شخص باقی آدمیوں اور عورتوں کے درمیان بمنزلہ حائل وسُترہ کے ہو جائیگا۔ اگر عورتیں مردوں سے آگے ہوں لیکن اُن کے پیچھے بالکل سیدھ میں مرد نہ ہوں بلکہ ان کی بالکل سیدھ سے کم از کم ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی برابر ہٹ کر مرد ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

واضح رہے کہ عورت کو مرد کے محاذی کھڑا ہونے سے جن صورتوں میں مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے ان میں عورت کی نماز

فاسد نہیں ہوتی مگر دو صورتوں میں، صورتِ اول وہ ہے جو ۱۲ میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور وہ نہ ہٹی، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مرد خود امام ہو جس کے محاذ میں عورت کھڑی ہوئی ہے تو مرد امام کے ساتھ اس مقتدی عورت کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ جب امام کی نماز جاتی رہی تو مقتدی کی بھی خود بخود جاتی رہی پس امام کے برابر میں کسی عورت کے اس نماز میں شامل ہونے سے امام کے ساتھ سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ خنثیٰ مشکل کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح بے ریش لڑکے کی محاذات سے بھی مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ایک روایت یہ ہے کہ اگر خوبصورت لڑکا ہو تو فاسد ہو جاتی ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ تب بھی فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ تنزیہی ہے۔

خلاصہ:۔ جاننا چاہئے کہ شرائطِ مذکورہ محاذات کے ساتھ عورت کے مرد کے آگے یا محاذی ہونے کی چند صورتیں مرتب ہوتی ہیں جو معہ حکم مندرجۂ ذیل ہیں (۱) عورت کا امام کے آگے یا محاذی ہونا اس سے امام اور اس عورت اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی ــــــ (۲) عورت کا امام اور مقتدی مردوں کی صف کے درمیان میں یا مقتدی مردوں کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا اس صورت میں ایک عورت اپنے پیچھے والی صرف پہلی صف کے محاذی (سیدھ میں واقع ہونے والے) ایک مرد کی نماز فاسد کرے گی اور دو عورتیں صرف پیچھے والی پہلی صف کے دو محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تین تین محاذی مردوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں صفِ تام کے حکم میں ہونے کی وجہ سے پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی۔ ایک یا دو عورتیں آگے ہونے کی صورت میں اگر اُن کے اور مردوں کے درمیان سترہ بقدر ایک ہاتھ حائل ہوگا تو مانع فساد ہوگا اس سے کم مانع فساد نہیں اور تین یا زیادہ عورتیں آگے ہونے کی صورت میں سترہ حائل ہونے کا اعتبار نہیں اور فسادِ نماز کا حکم بدستور برقرار رہے گا ــــــ (۳) عورت کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا پس ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کرے گی ایک اپنے دائیں اور ایک بائیں اور ایک پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے آدمی کی، اور دو عورتیں چار آدمیوں کی یعنی ایک دائیں اور ایک بائیں اور دو پیچھے والی پہلی صف کے اپنی سیدھ والے دو آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی اور تین عورتیں ایک ایک دائیں اور بائیں والے* تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی ــــــ (۴) ایک ہی صف میں ایک طرف آدمی ہوں اور ایک طرف عورتیں ہوں اور ان کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہو تو صرف اس ایک آدمی کی نماز فاسد ہوگی جو عورت کے متصل محاذی ہوگا اور باقی آدمیوں کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ یہ آدمی باقی آدمیوں اور عورتوں کے درمیان بمنزلہ سترہ کے ہو جائے گا ــــــ (۵) قدِ آدم یا زیادہ اونچا چبوترہ یا سائبان یا بالاخانہ وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مرد ہیں اور نیچے ان کے محاذی عورتیں ہیں یا اس کے برعکس یعنی عورتیں اوپر ہیں اور نیچے ان کے محاذی مرد ہیں تو یہ قدِ آدم اونچائی مانعِ فسادِ نماز ہو جائے گی اور مردوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ قدِ آدم سے کم اونچائی مانع فساد نہیں ہوگی۔ لیکن جو مرد قدِ آدم بالاخانہ یا سائبان وغیرہ پر نیچے والی عورتوں کی محاذات سے پیچھے ہوں گے یا عورتیں بالاخانہ کی سیدھ سے

* آدمی کی اور پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی آدمیوں کی آخر صفوں تک نماز فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں دائیں اور بائیں والے ایک ایک کی،

آگے یعنی پیچھے بالاخانہ والے مردوں سے آگے ہوں گی تو اگر ایک یا دو عورتیں آگے ہوں گی تب بھی یہ بلندی مانع فساد ہو جائے گی اور اگر تین یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو صف کے حکم میں ہو کر یہ بلندی مانع فساد نہیں ہوگی پس پیچھے والے مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن تین عورتیں صرف پیچھے والی ہر صف کے تین تین محاذی مردوں کی نماز آخر صفوف تک فاسد کریں گی اور تین سے زیادہ عورتیں پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کر دیں گی۔ اور اگر عورتیں بالاخانہ پر آگے ہوں اور مرد نیچے ان کی سیدھ سے پیچھے ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی ــــ (۶) اگر عورتیں مردوں سے آگے ہوں لیکن ان کے پیچھے مرد بالکل ان کی سیدھ میں نہ ہوں بلکہ کم از کم ایک آدمی کے کھڑا ہونے کی مقدار ہٹ کر مرد کھڑے ہوں تو ان پیچھے والے مردوں کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

جن چیزوں میں مقتدی کو امام کی متابعت کرنی چاہئے اور جن چیزوں میں نہیں

(۱) اگر مقتدی قعدۂ اولیٰ کے تشہد میں شریک ہوا اور امام مقتدی کا تشہد پورا کرنے سے پہلے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعدۂ اخیرہ میں شریک ہوا اور امام نے مقتدی کا تشہد پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا یا مقتدی پہلے سے نماز میں شریک تھا لیکن امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پورا پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعدۂ اخیرہ میں سلام پھیر دیا اور ابھی مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا تو مختار یہ ہے کہ مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد پورا کرے کیونکہ یہ واجب ہے پھر امام کی متابعت کرے اور اگر تشہد پورا نہ کرے بلکہ امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے یا قعدۂ اخیرہ میں سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے کیونکہ جیسے تشہد کا پڑھنا واجب ہے متابعتِ امام بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کو کرنا بلا کراہت درست ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز کا مطلب یہاں یہ ہے کہ نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ درست ہو جائے گی کیونکہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے اور متابعتِ امام کر کے کھڑا ہونے یا سلام پھیرنے میں ترک واجب ہوگا جو کہ مکروہ تحریمی ہے اور تشہد پورا کر کے کھڑا ہونے یا سلام پھیرنے میں متابعت امام جو واجب ہے ترک نہیں ہوگی بلکہ اس میں تاخیر ہو جائے گی پس دونوں واجبوں پر عمل کرنا اگرچہ ایک کی تاخیر کے ساتھ ہو ضروری ہے بجائے اس کے کہ ایک واجب پر عمل کرنے کے لئے دوسرے کو ترک کر دیا جائے اور تشہد میں شامل ہونے والے مقتدی پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے تشہد کا پڑھنا واجب ہو گیا اگرچہ اس کے تشہد میں شامل ہونے کے بعد ہی امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے پس اس کو اپنا تشہد پورا کر کے امام کی متابعت کرنی چاہئے اگرچہ اس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ (جس قدر وہ امام سے پیچھے رہ جائے اس کو لاحق کی طرح پڑھ کر امام کے ساتھ مل جائے جیسا کہ آگے ۲۶۲ میں آتا ہے)۔ اگر امام نے اپنے تشہد سے فارغ ہو کر مقتدی کے تشہد سے فارغ ہونے سے پہلے عمداً حدث کیا یا قہقہہ لگایا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کے تشہد پورا کرنے سے پہلے عمداً حدث یا قہقہہ سے امام کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ حرمتِ نماز میں نہیں رہتا۔ اب جبکہ امام نے اپنا تشہد پورا

کرنے کے بعد یہ فعل عمداً کیا ہے تو امام کی نماز پوری ہو گئی اور مقتدی کا تشہد پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ فساد اس کی نماز میں سرایت کرے گا اور مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی ——— (۲) امام پہلے قعدہ کے تشہد سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور مقتدیوں میں سے کوئی شخص تشہد پڑھنا بھول گیا تھا یہاں تک کہ سب لوگ کھڑے ہو گئے تو جس شخص نے تشہد نہیں پڑھا ہے اس کو چاہئے کہ پھر لوٹے اور تشہد پڑھے پھر امام کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو (یعنی اگر تشہد پڑھ کر امام کے ساتھ قیام میں مل جائے تو فبہا ورنہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار قیام کر کے رکوع میں چلا جائے پس اگر امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ہو گئی تو اچھا ہے ورنہ پیچھے پیچھے اپنے رہے ہوئے ارکان کرتا جائے یہاں تک کہ امام سے مل جائے اور اگر امام کے سلام پھیرنے تک بھی امام کا شریک نہ ہو سکے تو باقی ماندہ نماز امام کے سلام کے بعد لاحقانہ ادا کر کے سلام پھیرے) ——— (۳) اگر امام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی تشہد تو پڑھ چکا ہے لیکن ابھی مقتدی نے درود نہیں پڑھا جو تشہد کے بعد ہے یا درود کے بعد والی دعا سے مقتدی ابھی فارغ نہیں ہوا تو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اسی طرح اگر امام نے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھا لیا اور مقتدی نے ابھی تین مرتبہ تسبیح پوری نہیں کی تو صحیح یہ ہے کہ امام کی متابعت کرے (کیونکہ امام کی متابعت واجب ہے اور یہ امور سنت ہیں اور ترکِ سنت تاخیر واجب سے اولیٰ ہے) ——— (۴) اگر مقتدی نے امام کے رکوع یا سجدہ سے پہلے سر اٹھا لیا تو چاہئے کہ پھر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے اور یہ دو رکوع یا دو سجدے نہیں ہوں گے ——— (۵) اگر امام نے بہت دیر تک سجدہ کیا اور مقتدی نے اس گمان سے کہ شاید امام نے دوسرا سجدہ کیا ہے سر اٹھا لیا اور پھر دوسرے سجدہ میں چلا گیا تو اگر پہلے سجدہ کی نیت کر کے گیا یا کچھ نیت نہ کی یا دوسرے سجدہ اور امام کی متابعت کی اکٹھی نیت کی تو پہلا ہی سجدہ ہو گا اور اگر صرف دوسرے سجدے کی نیت کی اور اس کے ساتھ کچھ اور نیت (یعنی متابعتِ امام کی نیت) نہیں کی تو دوسرا سجدہ ہو گا پس اگر وہ اس سجدہ میں اس وقت تک رہا کہ امام نے بھی دوسرا سجدہ کیا اور امام اس سجدہ میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو جائز ہے اور اگر امام کے دوسرا سجدہ کرنے سے پہلے یعنی دوسرے سجدہ کے لئے پیشانی زمین پر رکھنے سے پہلے اس مقتدی نے اپنا سر اٹھا لیا تو یہ اس کا دوسرا سجدہ جائز نہیں ہو گا اور اس پر اس سجدہ کا اعادہ واجب ہو گا۔ (یعنی امام کے ساتھ اس سجدہ کو دوبارہ ادا کرنا واجب ہو گا۔ مؤلف) پس اگر وہ اعادہ نہیں کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ———
(۶) اگر مقتدی نے سجدہ دیر تک کیا یہاں تک کہ امام نے دوسرا سجدہ بھی کر دیا اس وقت مقتدی نے پہلے سجدہ سے سر اٹھایا اور یہ گمان کر کے کہ امام پہلے ہی سجدہ میں ہے دوبارہ سجدہ میں چلا گیا تو یہ اس کا دوسرا سجدہ واقع ہو گا اگرچہ اس نے پہلے ہی سجدہ کی نیت کی ہو کسی اور کی نہ کی ہو کیونکہ یہ نیت اپنے محل میں نہیں ہوئی نہ مقتدی کے فعل کے اعتبار سے اور نہ امام کے فعل کے اعتبار سے ——— (۷) اگر کسی مقتدی نے سب رکعتوں میں رکوع و سجود امام سے پہلے کیا تو ایک رکعت بلا قرأت قضا کرے
(۸) اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کیا اور امام اس رکوع یا سجدہ میں اس کے ساتھ مل گیا تو مقتدی کی نماز جائز و درست ہے لیکن مقتدی کو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ بھولے سے ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

پانچ چیزیں جن میں امام کی متابعت کی جائے

پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں امام کی متابعت کی جائے یعنی اگر امام کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر امام چھوڑدے تو مقتدی بھی چھوڑدے اس لئے کہ واجب میں فعل یا ترک کے اعتبار سے امام کی متابعت واجب ہے جبکہ وہ واجب فعلی ہو یا ایسا قولی واجب ہو جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت ہوتی ہو، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں :- (۱) نماز عیدین کی تکبیریں ـــــ (۲) قعدۂ اولیٰ۔ پس اگر امام قعدۂ اولیٰ ترک کرکے کھڑا ہونے لگا تو جب تک امام کھڑا ہونے کے قریب نہ ہو جائے تو مقتدی ابھی اس قعدہ کے ترک میں اس کی متابعت نہ کرے بلکہ انتظار کرے کہ شاید یاد آجائے اور لوٹ آئے اور بلکہ اس کو سبحان اللہ وغیرہ کہہ کر بتائے تاکہ وہ واپس لوٹ آئے اگر وہ کھڑا ہونے سے قبل لوٹ آیا فبہا اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا یا کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہوگیا تو اب نہ بتائے بلکہ خود بھی قعدہ چھوڑ کر اس کی متابعت میں کھڑا ہو جائے ـــــ (۳) سجدۂ تلاوت ـــــ (۴) سجدۂ سہو ـــــ (۵) دعائے قنوت، جبکہ امام سے سہواً ترک ہوگئی ہو اور مقتدی کو خوف ہو کہ اگر قنوت پڑھے گا تو رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فوت ہو جائے گی تو مقتدی بھی دعائے قنوت ترک کرکے امام کی متابعت کرے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو قنوت پڑھ لے پھر رکوع کرے اس میں دوہرا ثواب ہے اور اگر اس حالت میں بھی قنوت ترک کرے تو جائز ہے۔

چار چیزیں جن میں امام کی متابعت نہ کی جائے

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام کرے تو مقتدی ان میں اس کی متابعت نہ کرے کیونکہ یہ بدعت و منسوخ ہیں اور اس چیز میں جس کا نماز سے تعلق نہ ہو امام کی متابعت نہیں کرنی چاہیے ـــــ (۱) امام جان بوجھ کر نماز جنازہ کی تکبیرات چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے ـــــ (۲) جان بوجھ کر تکبیراتِ نمازِ عیدین میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پر زیادتی کرے جبکہ مقتدی ان کو خود امام سے سنتا ہو اور اگر مؤذن (مکبّر) سے سُنے تو ترک نہ کرے کہ شاید غلطی ہوئی ہو ـــــ (۳) کسی رکن کا زیادہ کرنا مثلاً دوبار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا ـــــ (۴) بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑا نہ ہو پس اس صورت میں اگر امام قعدۂ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی بیٹھ کر اس کا انتظار کرے اگر وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اور اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو مقتدی تنہا سلام پھیرلے اور اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا تھا اور وہ پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تب بھی مقتدی اس کی متابعت کرے اور اگر اس صورت میں پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا ہو کیونکہ اب مقتدی کا اکیلا تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (یہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا بھی رکن کی زیادتی میں داخل ہے اس لئے الگ شمار کرنے کی ضرورت نہیں تھی البتہ وضاحت کے مناسب ہے)۔

نو چیزیں ایسی ہیں کہ خواہ امام ان کو کرے یا نہ کرے یعنی اگر امام ان کو چھوڑدے تو مقتدی ان کو ادا کرے کیونکہ سنن کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں امام کی متابعت واجب نہیں ہے اسی طرح واجب قولی میں بھی جبکہ اس کے کرنے سے واجبِ فعلی میں[۴]

۴ امام کی مخالفت لازم نہ آتی ہو امام کی متابعت لازم نہیں جیسا کہ تشہد و تکبیراتِ تشریق بخلاف قنوت و تکبیراتِ عیدین کے کہ ان میں واجب فعلی میں امام کی

مخالفت لازم آتی ہے اس وہ واجب فعلی قیام ہے جبکہ امام رکوع میں ہے ـــــ (۱) تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا ـــــ (۲) ثنا (سبحانك اللهم الخ) پڑھنا جبکہ امام سری نماز میں ہو اور ابھی الحمد پڑھتا ہو اور اگر امام سری نماز میں سورت پڑھ رہا ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک مقتدی ثنا نہ پڑھے امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ جہری نماز میں امام کے الحمد شروع کرنے سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے اس کے بعد نہ پڑھے ـــــ (۳) تکبیر انتقال یعنی رکوع میں جانے کے لئے یا سجدہ میں جانے یا سجدہ سے اٹھنے کے لئے اللہ اکبر کہنا ـــــ (۴) رکوع کی تسبیح اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی اس وقت تک ادا کرلے جب تک امام رکوع میں ہے ـــــ (۵) اگر امام سمع الله لمن حمده کہنا چھوڑ دے تو مقتدی ربنا لك الحمد کہنا ترک نہ کرے بلکہ کہہ لے ـــــ (۶) سجدہ کی تسبیح اگر امام چھوڑ دے تو جب تک امام سجدہ میں ہے مقتدی کہہ لے ـــــ (۷) تشہد پس اگر امام قعدہ میں بیٹھا اور تشہد نہ پڑھا تو مقتدی پڑھ لے لیکن اگر امام نے قعدۂ اولیٰ ہی ترک کردیا تو مقتدی بھی ترک کرے اور امام کی متابعت کرے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ـــــ (۸) سلام ترک کرنا یعنی اگر امام نے سلام کی بجائے کلام کردیا یا مسجد سے نکل گیا تو مقتدی سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کرلے لیکن اگر امام نے عمداً حدث کیا یا قہقہہ لگایا تو مقتدی سلام نہ پھیرے کیونکہ ان دونوں کی نماز فاسد ہوگئی ـــــ (۹) تکبیرات تشریق اگر امام ترک کرے تو مقتدی کہہ لے۔

مقتدی کے اقسام و احکام

مقتدی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) مدرک (۲) صرف لاحق (۳) صرف مسبوق (۴) لاحق مسبوق۔ اب ہر ایک کی تعریف اور اس کے متعلق احکام و مسائل الگ الگ عنوان سے بیان ہوتے ہیں۔

مدرک جس شخص نے پوری نماز یعنی اول رکعت سے آخری قعدہ کا تشہد پڑھنے تک تمام رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں خواہ وہ پہلی رکعت میں تحریمہ کے وقت شامل ہوا یا بعد رکوع تک کسی وقت شامل ہوا یعنی رکوع کے کسی جزو میں امام کے ساتھ شریک ہوگیا ہو اور خواہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا ہو یا امام کے ساتھ سلام پھیرا ہو فقہی اصطلاح میں ایسا شخص مدرک کہلاتا ہے یعنی امام کے ساتھ پوری نماز پانے والا۔ اب تک جو عام مسائل مقتدی کے متعلق بیان ہوتے رہے ہیں وہ مقتدی مدرک ہی کے متعلق ہیں مگر جہاں ضرورت ہوئی دوسری قسم کی وضاحت کردی گئی ہے۔

لاحق جس شخص نے امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی مگر اقتدا کے بعد اس کی کل رکعتیں یا بعض رکعتیں کسی عذر سے یا بغیر عذر کے فوت ہوگئیں وہ شخص لاحق کہلاتا ہے۔ عذر سے فوت ہونے کی صورتیں یہ ہیں مثلاً اقتدا کے بعد پہلی ہی رکعت میں سوگیا اور آخر نماز تک سوتا رہا اس طرح سے اس کی کل رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا درمیان میں دوسری یا تیسری رکعت وغیرہ میں سوگیا تو اس طرح بعض رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا کسی اور غفلت کی وجہ سے

یا بھیڑ کی وجہ سے کھڑا رہ گیا اور کل رکعتوں میں یا بعض میں رکوع و سجود نہ کرسکا یا نماز میں حدث ہو جانے کی وجہ سے وضو کے لئے گیا اور اس عرصہ میں امام نے کل یا بعض نماز پڑھ لی اور اس نے پھر آکر اس نماز پر بنا کی۔ اس صورت میں امام بھی لاحق ہوسکتا ہے وہ اس طرح کہ امام نے حدث ہو جانے کے بعد کسی کو خلیفہ کیا اور خود وضو کرنے گیا اس اثنا میں خلیفہ نے کل یا بعض نماز پڑھ لی (خلیفہ بنانے اور بنا کے مسائل آگے الگ بیان میں آتے ہیں) یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت امام کے ساتھ نہیں ملی ہے وہ اس میں لاحق ہے (اور دوسرا مسبوق ہے اس کی تفصیل نماز خوف میں درج ہے) یا مقیم نے مسافر کے پیچھے قصر نماز میں اقتدا کی تو مسافر امام کے سلام کے بعد وہ اخیر کی دو رکعتوں میں لاحق ہے یعنی حکماً امام کے پیچھے ہے اور وہ مسبوق بھی ہوسکتا ہے یعنی پہلی ایک یا دو رکعتیں امام کے ساتھ نہ پانے کی وجہ سے مسبوق بھی ہوگا یعنی وہ لاحق مسبوق کہلائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ بلا عذر فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے امام سے پہلے رکوع و سجود کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو اس کا امام سے پہلے رکوع و سجود کرنا لغو ہو کر امام کے ساتھ اس کی دوسری رکعت اس کی پہلی رکعت کی بجائے ہوگی اور تیسری بجائے دوسری کے اور چوتھی بجائے تیسری کے ہوگی اور آخر میں ایک رکعت اس کو لاحقانہ پڑھنی ہوگی تاکہ نماز پوری ہو جائے۔ لاحق کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) لاحق مدرک کے حکم میں ہے یعنی وہ حکماً امام کے پیچھے ہے پس جب اپنی فوت شدہ نماز پڑھے گا تو اس میں قرات نہیں کریگا بلکہ مدرک مقتدی کی طرح خاموش رہے گا اور اس کو اس لاحقانہ نماز میں سہو ہو جائے گا تو سجدۂ سہو نہ کرے گا کیونکہ مقتدی کا سہو امام اٹھا لیتا ہے اور اقامت کی نیت سے اس کا فرض نہیں بدلے گا یعنی اگر مسافر امام یا مسافر امام کے پیچھے مسافر مقتدی لاحق ہوگیا اور لاحقانہ نماز کو پڑھنے میں اس نے اقامت کی نیت کر لی تو دو ہی رکعت اس کے ذمہ رہیں گی چار نہیں ہو جائیں گی ——— (۲) لاحق کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں ان کے ادا کرنے کے بعد امام کی متابعت کرے یعنی اگر جماعت ابھی باقی ہو تو شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی بطورِ لاحق پوری کرلے مثلاً کسی شخص کو حدث ہوا اور وہ وضو کرنے گیا جب وضو کر کے آیا تو امام کو قعدۂ اخیرہ میں پایا تو یہ قعدہ میں شریک نہیں ہوگا بلکہ جہاں سے چھوڑ گیا تھا وہاں سے پڑھنا شروع کرے پس امام کے قیام کے بقدر (اندازاً) بغیر قرات کھڑا رہے پھر رکوع و سجود کرے اور قیام و رکوع و سجود میں امام سے زیادہ یا کم دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد اگر امام کو نماز میں پالے تو اس کے ساتھ ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی اسی طرح لاحقانہ پوری کرلے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ تکبیر کہی پھر سو گیا، یہاں تک کہ امام نے ایک رکعت پڑھ لی تب وہ ہشیار ہوا تو اگرچہ امام اس وقت دوسری رکعت میں ہوگا مگر اس شخص کو واجب ہے کہ پہلے وہ اپنی گئی ہوئی پہلی رکعت بغیر قرات کے پڑھے اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہولے اس کے خلاف کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا، یا مثلاً تیسری رکعت میں سو گیا اور چوتھی میں جاگا تو اسے پہلے تیسری رکعت بلا قرات پڑھنا واجب ہے اس کے بعد اگر امام کو چوتھی رکعت میں پائے تو امام کے ساتھ ہو جائے ورنہ اسے بھی بلا قرات

تنہا پڑھے اور جس جگہ امام کو مل سکے مل جائے اور اگر امام پہلے سلام پھیر دے تو یہ اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرے اگر اگر اس کے برخلاف کیا یعنی پہلے امام کی متابعت کی اور چوتھی رکعت امام کے ساتھ پڑھی پھر امام کے سلام کے بعد تیسری جو فوت ہو گئی تھی پڑھی تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر ترکِ ترتیب کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور سجدۂ سہو واجب ہو گا کیونکہ اس کو اپنی فوت شدہ نماز کو پہلے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں ترتیب واجب ہے شرط نہیں ہے پس اگر اس کے خلاف کیا یعنی پہلے امام کی متابعت کی پھر اپنی فوت شدہ نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور سجدۂ سہو کرنا لازم ہو گا کیونکہ ترکِ واجب ہوا ہے اور دانستہ ایسا کرنے سے وہ گنہگار ہو گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس کو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے کیونکہ دانستہ واجب ترک کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو سے اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہو گی یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ——

(۳) اگر امام سجدۂ سہو کرے تو لاحق اپنی باقی نماز کے ادا کرنے سے پہلے اس کی متابعت نہ کرے بلکہ لاحقانہ نماز پڑھ کر سجدۂ سہو ادا کرے —— (۴) لاحق مسافر تھا اور جو نماز امام کے ساتھ چھوٹ گئی تھی اس کو قضا کرتا تھا اسی حالت میں اس نے اقامت کی نیت کر لی یا مسافر کو حدث ہوا اور وہ اپنے شہر میں داخل ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں سفر کی نماز پوری کرے گا۔ امام زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس عرصہ میں امام اپنی نماز سے فارغ ہو چکے اور اگر امام ابھی فارغ نہیں ہوا تو بالاتفاق چار رکعتیں پڑھے گا —— (۵) امام نے چار رکعتوں کی نماز میں پہلا قعدہ بھول کر چھوڑ دیا اور اس کے پیچھے لاحق تھا مثلاً کوئی شخص تھوڑی دیر سو کر پھر ہشیار ہوا یا اس کو حدث ہو گیا تھا اور وہ وضو کے لئے چلا گیا تھا اس عرصہ میں امام نے کئی رکعتیں پڑھ لیں تو جو قعدہ امام سے چھوٹ گیا تھا اس میں وہ بھی نہ بیٹھے امام زفرؒ کے نزدیک بیٹھے۔

مسبوق جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں اور امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد سے آخر تک شامل رہا ہو اس کو اصطلاح فقہ میں مسبوق کہتے ہیں۔ کل رکعتیں نہ ملنے کی صورت یہ ہے کہ آخری رکعت کے رکوع کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا ہو اور بعض رکعتوں کے ملنے کی صورت یہ ہے کہ بعض رکعتیں مثلاً ایک یا دو یا تین رکعتیں ہو چکنے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہوا ہو۔ مسبوق کے بہت سے احکام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) مسبوق اپنی فوت شدہ نماز کے ادا کرنے میں منفرد ہوتا ہے پس وہ ثنا (سبحانک اللھم الخ) اور تعوذ (اعوذ باللہ الخ) اور قراءت پڑھے۔ اس لئے کہ وہ قراءت کے حق میں اس کی شروع کی رکعت ہو گی۔ پس جس طرح شروع رکعت میں ثنا پڑھتا ہے اس میں بھی پڑھے اور پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر قراءت پڑھے چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے —— (۲) مسبوق اپنی فوت شدہ نماز پہلے نہ پڑھے بلکہ پہلے امام کی متابعت کرے اور جب امام اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ فوت شدہ نماز اکیلا پڑھے۔ اگر امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد پہلے اپنی فوت شدہ نماز پڑھیگا اور پھر امام کی متابعت کریگا جیسا کہ لاحق کرتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اقتدا کی حالت میں اس کا منفرد ہونا درست نہیں

بلکہ مفسدِ نماز ہے (بعض کے نزدیک عدم فساد کا قول اقوی ہے اس لئے کہ اس میں ترتیب ساقط ہوئی ہے اور متاخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے لیکن اظہر قول فساد کا ہے۔ واللہ اعلم)

(۳) مسبوق جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھتا ہے وہ قراءت کے حق میں اس کی پہلی نماز ہے اور تشہد کے حق میں اس کی آخری نماز ہے یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتوں میں اپنی بقیہ رکعتوں کو ملا کر ہر دوگانہ پر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پس اس کی صورتیں یہ ہیں کہ اگر چار رکعت والی نمازوں میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو مسبوق کو چاہئے کہ ایک رکعت ثنا و تعوذ و بسم اللہ و الحمد و سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے (کیونکہ قراءت کے اعتبار سے یہ پہلی رکعت ہے اور ایک رکعت امام کے ساتھ والی اور ایک یہ مل کر دوگانہ پورا ہو گیا اس لئے اس پر قعدہ کرنا واجب ہوا) پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت الحمد اور سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ نہ کرے بلکہ کھڑا ہو جائے (کیونکہ یہ اب قعدہ کے حق میں اس کی تیسری رکعت ہے اور قراءت کے حق میں دوسری) اب تیسری رکعت میں اس کو اختیار ہے خواہ الحمد پڑھے یا ترک کرے لیکن پڑھنا افضل ہے (جیسا کہ قراءت کے بیان میں آچکا ہے) لیکن اس میں سورۃ نہ ملائے کیونکہ یہ قراءت کے اعتبار سے اس کی تیسری رکعت ہے پھر قعدہ اخیرہ کرے اور تشہد اور درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے، اور اگر امام کے ساتھ دو رکعتیں ملیں تو باقی دونوں میں الحمد اور سورت پڑھے، اگر ان میں الحمد اور سورت دونوں کو ترک کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ ان میں قراءت فرض ہے۔ (اگر الحمد یا سورت ایک کو چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو لازم آئیگا ورنہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ مؤلف) اور ان دو کے بعد قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور نماز پوری کرے کیونکہ پہلی دو پر امام کے ساتھ قعدہ کر چکا ہے۔ اگر امام سے پہلے دوگانہ میں قراءت ترک ہوئی اور وہ دوسرے دوگانہ میں اس قراءت کو قضا کرتا ہو اس وقت کوئی مسبوق اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو جب وہ مسبوق اپنی نماز قضا کرے تو اس میں بھی قراءت پڑھے پس اگر وہ اسمیں قراءت ترک کر دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر تین رکعت والی نماز یعنی مغرب میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو باقی دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھے اگر ان دونوں میں سے ایک میں بھی قراءت چھوڑ دی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور ان دونوں رکعتوں کے درمیان میں بھی قعدہ کرے (یعنی ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے کیونکہ امام کے ساتھ والی اور یہ رکعت مل کر دوگانہ ہو گیا پھر دوسری رکعت پڑھ کر بھی قعدہ کرے یہ اس کا آخری قعدہ ہوگا اس طرح اس کے تین قاعدے ہو جائیں گے)۔ اور اگر ایک رکعت گئی ہو (خواہ وہ نماز دو رکعت والی ہو یا تین والی یا چار والی ہو)........

تو یہ عام صورت ہے یعنی ثنا و تعوذ و قراءت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کر کے سلام پھیرے۔

(۴) امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کو امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہئے اگر کھڑا ہو گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر مکروہ تحریمی ہوگی کیونکہ اس سے امام کے ساتھ سلام میں متابعت ترک ہو گئی جو واجب تھی۔ لیکن عذر کی وجہ سے امام سے پہلے کھڑا ہو جانا چند صورتوں میں بلا کراہت جائز ہے یعنی اگر مسبوق نے موزہ پر مسح کیا ہو اور اس کو امام کے

سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں اس کی مدت گذر جانے کا خوف ہو یا معذور ہو اور اس کو وقت نکل جانے کا خوف ہو یا فجر یا جمعہ یا عیدین میں وقت نکل جانے کا خوف ہو یعنی فجر کی نماز میں سورج نکل آنے کا اور نماز جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہو جانے کا اور عیدین کی نماز میں ظہر کا وقت داخل ہو جانے کا خوف ہو یا حدث یعنی بے وضو ہو جانے کا خوف ہو یا کسی گذرنے والے کے اس کے سامنے سے گذرنے کا خوف ہو تو ان سب صورتوں میں مسبوق کو جائز ہے کہ امام کے فارغ ہونے یا سجدۂ سہو کا انتظار نہ کرے اور اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

(۵) اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہو گیا تو امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے جو کچھ وہ اپنی بقیہ نماز میں سے قیام و قراءت وغیرہ ادا کرے گا اس کا شمار نہیں ہوگا اس کے بعد کا البتہ شمار ہوگا مثلاً امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے یہ قراءت سے فارغ ہو گیا تو یہ قراءت کافی نہیں اور نماز نہ ہوگی لیکن اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو جس سے نماز ہو جاتی ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور یہ حکم ایک یا دو رکعت کے مسبوق کا ہے اور اگر تین رکعت کا مسبوق ہو تو اگر اس کو امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد صرف قیام مل گیا اگرچہ اس نے کچھ نہ پڑھا ہو تو نماز جائز ہو جائے گی اس لئے کہ وہ باقی دو رکعتوں میں قراءت کرے گا اور قراءتِ فرض دو رکعتوں میں ہی ہے خواہ کوئی سی ہوں (لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوگی کیونکہ مسئلہ ہذا میں صرف ادائیگی فرضیت کا ذکر ہے۔ مؤلف)

(۶) اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا اور امام کے سلام سے پیشتر اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا پھر سلام میں امام کی متابعت کی تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (اور اگر اس نے امام کی متابعت نہ کی اور پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا فساد بالکل ظاہر ہے۔ مؤلف) اور اگر قعدہ اور تشہد میں متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام سے الگ ہونے کے بعد امام کے فراغ سے پہلے اس کی متابعت ہو جائے گی اور یہ مفسد نماز ہے اور امام کے تشہد سے فراغ کے بعد اس کی سلام میں متابعت جیسا کہ پہلے بیان ہوا مفسد نہیں ہوتی جیسا کہ اس حالت میں عمداً حدث مفسد نہیں ہوتا ہے۔

(۷) مسبوق کو چاہئے کہ امام کے پہلا سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو جائے اور دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد بھی اپنی بقایا نماز پڑھنے کے لئے فوراً کھڑا نہ ہو بلکہ امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس پر سجدۂ سہو تو نہیں ہے یعنی اس وقت تک ٹھہرے کہ اگر اس نماز کے بعد سنتیں ہوں تو امام سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے اور اگر سنتیں نہ ہوں تو قبلے سے پھر جائے یا اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا اتنا وقت گذر جائے کہ اگر اس پر سجدۂ سہو ہوتا تو وہ ارادہ کر لیتا۔ یہ سب باتیں لازمی نہیں ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ امام پر سجدۂ سہو نہیں ہے اور وہ اپنی نماز سے فارغ ہو چکا ہے تو کھڑا ہو جائے ـــ (۸) امام کے آخری قعدہ میں امام کی متابعت کرے اور تشہد پڑھے جب تشہد پڑھ چکے تو اس کے بعد درود و دعائیں نہ پڑھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ امام کے سلام پھیرنے تک پھر کیا کرے مختار یہ ہے کہ اشھد

ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ بار بار پڑھتا رہے اور صحیح یہ ہے کہ تشہد کو ایسا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے قریب فارغ ہو اور جب اپنی مسبوقانہ نماز پوری کر کے قعدہ کرے تو اس میں تشہد کے بعد درود دعا پڑھے کیونکہ یہ اس کا آخری قعدہ ہے۔

(۹) اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں اول یہ کہ اس کا پہلا سلام امام کے پہلے سلام کے بالکل ساتھ واقع ہوا، دوم امام سے پہلے واقع ہوا تو ان دونوں صورتوں میں اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہو گا کیونکہ ابھی وہ حالتِ اقتدا میں ہے اور مقتدی کا سہو امام اٹھا لیتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ امام کے سلام کے ذرا بعد اس کا سلام واقع ہو تو اس پر سجدۂ سہو لازم آئے گا کیونکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد وہ منفرد ہو گیا اور یہ بھول کر سلام حالتِ انفراد میں واقع ہوا ہے یہی مختار ہے۔ (جاننا چاہئے کہ پہلی دو صورتیں یعنی امام سے پہلے یا بالکل ساتھ ہی مقتدی کے سلام کا واقع ہونا نادر الوقوع ہے بلکہ اغلباً امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی کا سلام واقع ہوتا ہے اس لئے اغلباً سجدۂ سہو کے لازم آنے کا ہی امکان ہوتا ہے اور لوگ اس بات سے غفلت برتتے اور سجدۂ سہو ترک کرتے ہیں اس لئے احتیاط لازمی ہے) اور اگر امام کے ساتھ سلام اس گمان سے پھیرا کہ اس کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے تو وہ عمداً سلام ہو گیا اور عمداً سلام پھیرنے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیرا پھر اس کو یہ گمان ہوا کہ ایسا کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے اس خیال سے اس نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت کر کے اللہ اکبر کہا تو اب پہلی نماز فاسد ہو گئی یعنی وہ پہلی نماز سے خارج ہو گیا اور نئے سرے سے نماز شروع ہو گئی برخلاف منفرد کے کہ اگر اس کو ایسا شک ہوا اور تکبیر کہہ کر نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی دل میں نیت کی تو پہلی نماز سے خارج نہیں ہوتا ——— (۱۰) سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے (سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرنے میں متابعت نہ کرے) پس اگر مسبوق اپنی مسبوقانہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور امام پر سجود السہو ہے۔ اگرچہ وہ مسبوق کے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے پہلے کا سہو ہو اور امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق پر واجب ہے کہ جب تک اپنی اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس لوٹے اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک ہو جائے اگر اس مسبوق نے عود نہ کیا اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک نہ ہوا تو اس کو چاہئے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنے کے لئے نہ لوٹا یہاں تک کہ اپنی اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب اس کو لوٹنا نہیں چاہئے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے اور اگر اپنی رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد لوٹ جائے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اپنی ایک رکعت پورا کرنے سے حالتِ انفراد مستحکم ہو چکی ہے وہ اب متروک نہیں ہو سکتی اور متابعت کرنے سے اس کا ترک لازم آتا ہے۔ اور صورتِ بالا میں بجائے سجدۂ سہو کے امام پر سجدۂ تلاوت ہو اور یاد آجائے اور وہ اس کے قضا کرنے کی طرف لوٹے تو اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو اس رکعت کو چھوڑ کر واپس لوٹے اور امام کی متابعت کرے اور اس کے ساتھ سہو کا سجدہ کرے پھر اپنی نماز

قضا کرنے کے لئے کھڑا ہوا، اگر اس حالت میں وہ مسبوق نہ لوٹا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اپنی رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد نہ لوٹے، اگر لوٹے گا اور امام کی متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ ایک رکعت پوری کرنے سے اس کی حالتِ انفراد مستحکم ہو چکی ہے جو متروک نہیں ہو سکتی۔ پس اگر متابعت کرے گا تو اس کا ترک لازم آئے گا۔ اور اگر امام سجدۂ تلاوت کی طرف نہ لوٹا تو مسبوق کی نماز سب حالتوں میں پوری ہو جائے گی اور جس قدر اس کے ذمہ ہے وہی ادا کرے گا۔ اور اگر صورت مذکورہ بالا میں بجائے سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت کے سجدۂ نماز یاد آیا اور پھر امام اس سجدۂ نماز کی طرف لوٹا تو مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اس کی متابعت کرے، اگر متابعت نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اپنی نماز کا سجدہ کر لیا ہے تو سب روایتوں کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ امام کی متابعت کے لئے لوٹے یا نہ لوٹے، اصل اس میں یہ ہے کہ اگر وہ جدا ہونے کے موقع میں اقتدا کرے یا اقتدا کے موقع میں جدا ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اب چونکہ وہ اپنی رکعت پوری کر لینے سے منفرد ہو گیا ہے، اس لئے متابعت کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اکیلا پڑھتا ہے تو اس سے نماز کے دو رکن ترک ہو گئے ایک سجدہ دوسرے قعدہ جو امام کے سجدہ کی طرف لوٹنے کی وجہ سے قعدہ اخیرہ نہیں رہا پس اب مسبوق اس کے تدارک سے عاجز ہے۔

(۱۱) سلام میں اور تکبیراتِ تشریق اور لبیک کہنے میں امام کی متابعت نہ کرے۔ اگر سلام میں اور لبیک میں امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر تکبیراتِ تشریق میں متابعت کی اور وہ اپنے آپ کو مسبوق جانتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۲) اگر امام کو سہو کا گمان ہوا اور اس نے سہو کا سجدہ کیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی جیسا کہ اس کو حکم ہے پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدۂ سہو نہیں تھا اس میں دو روایتیں ہیں، اشہر روایت یہ ہے کہ مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے جدا ہونے کے موقع میں اس سے اقتدا کیا ہے یہی اشبہ ہے بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور اس پر فتویٰ دیا ہے۔ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہمارے زمانے میں بوجہ غلبۂ جہل کے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر یہ معلوم نہ ہوا تو فقہا کے قول کے بموجب مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۳) اگر دو مسبوقوں نے اکٹھے یعنی ایک ہی رکعت میں امام کی اقتدا کی پھر جب اپنی مسبوقانہ نماز پڑھنے لگے تو ان میں سے ایک کو اپنی رکعتیں یاد نہ رہیں اس نے دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اپنی نماز پڑھی یعنی جتنی اُس نے پڑھی اس نے بھی پڑھی مگر اس کی اقتدا کی نیت نہ کی تو اس کی نماز صحیح ہو گئی اور اگر اس کی اقتدا کی نیت کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۴) اگر امام پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی تو اگر امام چوتھی رکعت میں بیٹھا تھا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مسبوق اب حالتِ انفراد میں ہے اور مسبوق کو کسی دوسرے کی اقتدا کرنا مفسدِ نماز ہے اور اگر امام چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا تھا تو جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے تب تک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور جب امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فرض جاتی رہے گی اور نفل ہو جائے گی۔ پس اگر امام نے چھٹی

رکعت ملالی تو مسبوق بھی اس کی متابعت کرے پھر مسبوقانہ کو ادا کرے اور یہ اس کے لئے بھی نفل ہو جائیں گے جیسا کہ امام کے حق میں ہوئے ہیں اور اگر وہ ان کو فاسد کر دے گا تو اس پر ان کی قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس نے یہ قصداً شروع نہیں کئے۔

(۱۵) مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں بلکہ مقتدی کے حکم میں ہے۔ اوّل یہ کہ نہ اس کی اقتدا کسی کو جائز ہے اور نہ اس کو کسی کی اقتدا جائز ہے (اگر مسبوق نے مسبوق کی اقتدا کی تو امام کی نماز درست ہوگی اور مقتدی کی فاسد خواہ وہ قرأت کرے یا نہ کرے) البتہ امام اسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے مگر خلیفہ ہونے کے بعد سلام نہ پھیرے گا اس کے لئے دوسرے کو خلیفہ بنائے گا (جیسا کہ خلیفہ بنانے کے بیان میں آئے گا) ــــــ دوم اگر مسبوق نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت سے تکبیر کہی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلی ٹوٹ جائے گی۔ بخلاف منفرد کے کہ اگر وہ اس صورت میں دل سے نیت کر کے زبان سے تکبیر کہے تو اس کی پہلی نماز نہیں ٹوٹے گی اور نئی شروع نہیں ہوگی ــــــ سوم مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے اور اگر مسبوقانہ نماز شروع کر دی ہے تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے لوٹ کر امام کی متابعت کرے جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہوا ــــــ چہارم۔ مسبوق پر بالاتفاق تکبیراتِ تشریق کہنا واجب ہے اور منفرد پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

(۱۶) مسبوق کا حکم اپنی مسبوقانہ نماز ادا کرنے میں سات چیزوں میں لاحق کے مخالف ہے ــــــ اوّل مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں قرأت پڑھے گا اور لاحق اس میں قرأت نہیں پڑھے گا ــــــ دوم مسبوق کو اپنی بقیہ نماز میں سہو ہو جائے تو وہ سجدۂ سہو کرے اور اگر لاحق کو اس میں سجدۂ سہو ہو جائے تو وہ سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے ــــــ سوم اگر مسبوق مسافر ہو اور اپنی فوت شدہ نماز پڑھنے میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض بدل جائے گا یعنی اس پر چار رکعت لازم ہو جائیں گی اور اگر مسافر لاحق ہو گیا تو اپنی فوت شدہ نماز پڑھنے میں اقامت کی نیت کر لینے سے اس کا فرض نہیں بدلے گا بلکہ دو رکعت ہی پڑھنی ہوں گی ــــــ چہارم مسبوق امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد پہلے امام کی متابعت کرے پھر اس کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔ لاحق پہلے اپنی لاحقانہ نماز ادا کرے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے ــــــ پنجم۔ اگر امام قعدۂ اولیٰ چھوڑ دے تو لاحق بھی اس کی متابعت میں چھوڑ دے جیسا کہ لاحق کے بیان میں ۵ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے مسبوق کا حکم اس کے برخلاف ہے (یعنی جبکہ وہ مسبوق امام کے قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہو جانے کے بعد شامل ہوا تو وہ اپنی بقیہ نماز ادا کرنے میں یہ قعدہ کرے، کیونکہ اب وہ منفرد کے حکم میں ہے۔ مؤلف) ــــــ ششم اگر لاحق کو اپنی بقیہ نماز کے ادا کرنے میں کسی عورت کی محاذات ہو گئی جو اس کی نماز میں شامل ہے مثلاً پہلے ان کے درمیان میں کوئی آڑ حائل تھی اور اب وہ آڑ دور ہو گئی تو اس لاحق کی نماز فاسد ہو جائیگی اور مسبوق کو اپنی بقیہ نماز میں یہ صورت پیش آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اب وہ دونوں منفرد ہیں ــــــ ہفتم امام کے سلام کی جگہ ہنس دینے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی لاحق کی فاسد نہیں ہوگی کیونکہ امام اور مدرک کی پوری ہو گئی اس لئے اس کی بھی حکماً پوری ہو گئی۔

مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے۔

مسبوق سات چیزوں میں لاحق کے خلاف ہے۔

مسبوق لاحق یا لاحق مسبوق

(۱) جس شخص کو شروع کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملیں ان میں وہ مسبوق ہو گیا اور پھر جماعت میں شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا اس کو مسبوق لاحق کہتے ہیں اور لاحق مسبوق بھی وہی ہوتا ہے (کیونکہ ایسی کوئی صورت نہیں بنتی کہ پہلے لاحق ہو اور پھر مسبوق ہو جائے اس لئے لاحق مسبوق کہنے سے بھی یہی مراد ہوتی ہے کہ پہلے مسبوق ہو پھر لاحق ہو جائے۔ مؤلف) پس ایسا شخص پہلے اپنی لاحقانہ نماز پڑھے اور اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں امام کی متابعت کرے اور اگر امام اپنی نماز پوری کر چکا ہے تو وہ سلام پھیرنے تک کی باقی نماز بھی لاحقانہ پڑھے گویا کہ وہ امام کے پیچھے ہے پس اس میں امام کی متابعت کا پورا خیال رکھے۔ اس کے بعد اُن رکعتوں کو ادا کرے جن میں وہ مسبوق ہے اور ان کو مسبوقانہ یعنی منفرد کی طرح ادا کرے جیسا کہ مسبوق امام کے سلام کے بعد ادا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص چار رکعت والی نماز کی دوسری رکعت میں جماعت میں شریک ہوا پھر سو گیا اور تین رکعتوں میں برابر سوتا رہا پھر بیدار ہوا تو پہلے وہ نماز یعنی تین رکعتیں قضا کرے جن میں سو گیا تھا اور مدرک کی طرح ان میں قرات نہ کرے صرف اندازاً اتنی دیر خاموش کھڑا رہے اور ان تین رکعتوں کی پہلی رکعت کے بعد قعدہ کرے اس لئے کہ وہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا تاکہ امام کی متابعت جو لاحق کو لازمی ہے پوری ہو جائے پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے۔ پھر تیسری پڑھ کر بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے۔ اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر اگر امام ابھی نماز میں ہو تو اس کے ساتھ شامل ہو جائے اور اس کے سلام کے بعد اپنی مسبوقانہ ایک رکعت ادا کرے، اور اگر اس کی لاحقانہ پوری کرنے سے پہلے امام سلام پھیر چکا ہے تب بھی وہ لاحقانہ پوری کرنے کے بعد میں اپنی ایک رکعت مسبوقانہ ادا کرے اور اس میں ثنا و تعوذ و تسمیہ و الحمد و سورۃ پڑھے۔ اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس میں قعدہ کرنا اس پر فرض ہے پس اس طرح وہ اپنی نماز پوری کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف کیا یعنی پہلے مسبوقانہ نماز ادا کی پھر لاحقانہ تو نماز درست ہو جائے گی لیکن گنہگار ہو گا اور اس پر سجدۂ سہو لازم ہو گا کیونکہ رکعتوں میں ترتیب واجب ہے جو اس سے ترک ہو گئی ہے (شامی)

مسبوق لاحق کے صحیح طریقے کے برعکس نماز ادا کرنے کی پانچ صورتیں بنتی ہیں: یہ کہ پہلے[۱] اس کو پڑھے جس میں سو گیا یعنی لاحقانہ پھر جو امام کے ساتھ ملے۔ یا پہلے[۲] مسبوقانہ پھر امام کے ساتھ جو ملے پھر لاحقانہ۔ یا پہلے[۳] مسبوقانہ پھر لاحقانہ پھر جو امام کے ساتھ ملے یا پہلے[۴] جو امام کے ساتھ ملے پھر لاحقانہ پھر مسبوقانہ۔ یا پہلے[۵] جو امام کے ساتھ ملے پھر مسبوقانہ پھر لاحقانہ۔ پس ان سب صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی اس کی نماز ہو جائے گی لیکن چونکہ ترتیب رکعات واجب ہے اس لئے اس واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔ (اور بوجہ کراہتِ تحریمیہ سے ادا ہونے کے اُس کا اعادہ واجب ہو گا۔ مؤلف)

(۲) اگر پہلی رکعت میں مسبوق تھا اور دو رکعتوں میں سو گیا تھا اور ایک رکعت میں اس کو شک ہو گیا کہ امام کے ساتھ ملی تھی یا نہیں تو جس ایک رکعت میں شک ہے اس کو آخر نماز میں قضا کرے امام کے ساتھ ملنے میں شک کی صورت

یہ ہے کہ اس کو یہ شک ہو کہ معلوم نہیں میری پیٹھ امام کی پیٹھ سے رکوع میں ملی ہے یا نہیں (یعنی اس کی شرکت رکوع میں امام کے ساتھ صحیح ہو گئی ہے یا نہیں۔ مؤلف)۔ پس ایسا شخص پہلے لاحقانہ نماز ادا کرے اور قعدہ میں بیٹھے پھر مسبوقانہ ادا کرکے قعدہ میں بیٹھے پھر شک والی رکعت اخیر میں ادا کرے اور قعدہ میں بیٹھے اور سجدۂ سہو ادا کرے اس کو ان تینوں قعدوں میں بیٹھنا فرض ہے اگر ایک قعدہ بھی ترک کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی ــــ (۳) اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آکر شریک ہوا تو بقیہ نماز اس طرح ادا کرے جس طرح لاحق مسبوق ادا کرتا ہے پس اس کی ایک رکعت تو مسافر امام کے ساتھ ہو چکی ہے جو واقع میں دوسری رکعت ہے اب وہ اپنی بقیہ تین رکعت مسافر امام کے سلام کے بعد اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں جو حقیقت میں اس کی تیسری رکعت ہے قرارت نہ پڑھے بلکہ اندازاً مقدار قرارت خاموش کھڑا رہے پھر رکوع و سجود کرکے کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت جو حقیقت میں اس کی چوتھی رکعت ہے بغیر قرارت کے ادا کرے۔ کیونکہ وہ ان دونوں رکعتوں میں حکماً امام کے پیچھے ہے اس رکعت کے ختم کے بعد قعدہ کرے کیونکہ امام نے اس میں قعدہ کیا ہے۔ اب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جو حقیقت میں اس کی پہلی رکعت ہے جو امام کے ساتھ ملنے سے پہلے فوت ہوئی ہے پس اس میں مسبوق کی طرح ثنا و تعوذ و بسم اللہ و الحمد و سورہ پڑھے کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے بخلاف پہلی دو رکعت کے کہ ان میں وہ مثل لاحق کے تھا۔ اس کے بعد قعدہ کرکے نماز پوری کرے کیونکہ یہ اس کا آخری قعدہ ہے۔ (عالمگیری)

نماز میں حدث (بے وضو) ہو جانے اور شرائطِ بنا کا بیان

اگر کسی شخص کو نماز میں بلا اختیار ایسا حدث ہو جائے جس سے وضو جاتا رہے اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہو اور وہ وضو کرکے اسی پر بِنا کرے یعنی جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا وہیں سے شروع کرکے پورا کرے اس کو بِنا کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اور یہ جب ہی جائز ہے جبکہ اس کی شرطوں کو پہچانتا ہو جو آگے بیان ہوتی ہیں۔ جو شخص بِنا کرے اس کو جس رکن میں حدث ہوا ہے اس رکن کا اعتبار نہیں بلکہ اس کا پھر اعادہ کرے۔ مرد اور عورت دونوں بِنا کے احکام میں برابر ہیں۔ نئے سرے سے نماز پڑھنے کو استیناف کہتے ہیں، بِنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف افضل ہے۔ بعض مشائخ کے نزدیک منفرد اور مقتدی اور امام سب کے لئے یہی حکم ہے اور بعض کے نزدیک یہ حکم منفرد کے لئے ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔ اور امام اور مقتدی کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر ان کو دوسری جماعت مل جائے تو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے اور اگر دوسری جماعت نہیں ملے گی تو اسی نماز پر بِنا کرنا افضل ہے تاکہ جماعت کی فضیلت باقی رہے یہی صحیح ہے۔

شرائطِ بِنا

بِنا کے جائز ہونے کے لئے تیرہ ۱۳ شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو بِنا جائز نہیں ہوگی۔ ــــ (۱) وہ حدث وضو کا واجب کرنے والا ہو اور اگر غسل کا واجب کرنے والا ہو گا مثلاً کسی کو سوچنے یا کسی عورت کی فرج وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہو گیا تو بِنا جائز نہیں ہے۔ یا نماز میں سو گیا اور احتلام ہو گیا تب بھی بِنا جائز نہیں

کیونکہ یہ موجبِ غسل بھی ہے اور نادر الوجود بھی جیسا کہ ع۲ میں آتا ہے ـــــ (۲) حدث ایسا نہ ہو جو کبھی اتفاقاً ہوتا ہو اور اس کا ہونا نادر الوجود ہو جیسے بیہوشی و دیوانگی و قہقہہ وغیرہ۔ اگر نماز میں کسی کو لاحق ہوا تو اس کو بِنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نادر الوجود ہیں پس وہ نئے سرے سے نماز پڑھے ـــــ (۳) وہ حدث سماوی ہو یعنی اس میں یا اس کے سبب میں بندہ کا کچھ اختیار نہ ہو پس اگر حدث بندہ کے اختیار سے ہوگا تو بِنا درست نہیں ہوگی بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے بندہ کے اختیار کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابویوسفؒ کے نزدیک بندہ سے مراد خود وہ نمازی ہے طرفین کے نزدیک عام ہے یعنی کسی انسان کے اختیار میں نہ ہو تو آسمانی ہوگا۔ پس اگر نماز میں قصداً پیشاب یا پاخانہ یا ریح خارج کردی یا قصداً نکسیر جاری کردی یا پھنسی دبادی جس سے مواد بہہ گیا یا قصداً منہ بھر کر قے کی وغیرہ تو ان صورتوں میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر بِنا جائز نہیں ہوگی کیونکہ یہ افعال نمازی کے اپنے اختیار سے ہوئے ہیں اور نمازی کے اپنے فعل و اختیار کے بغیر کسی اور انسان کے فعل سے حدث ہو جائے مثلاً کسی نے اس کے پتھر یا ڈھیلہ یا غلیلہ مارا اور سر پھٹ کر خون بہہ نکلا یا کسی نے اس کے زخم یا پھنسی کو دبا دیا اور اس سے خون بہہ نکلا وغیرہ تو ان صورتوں میں طرفین (امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور بِنا جائز نہیں ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس کی بِنا جائز ہو جائے گی۔ اگر چھت میں سے ڈھیلا یا تختہ یا پتھر وغیرہ گرا جس سے نمازی کا سر پھٹ گیا اور خون بہہ نکلا تو اگر وہ کسی شخص کے گذرنے کے سبب سے گرا تھا تو نئے سرے سے نماز پڑھے امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس کو بِنا کرنا جائز ہے اور اگر کسی گذرنے والے کی وجہ سے نہیں گرا تھا (بلکہ خود بخود گرا تھا مؤلف) تو بعض مشائخ کے نزدیک بلا اختلاف اس کو بِنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک اس میں بھی اختلاف ہے یہی صحیح ہے یعنی طرفین کے نزدیک بِنا جائز نہیں اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں مطلقاً بِنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر نمازی کسی درخت کے نیچے تھا اور اس میں سے پھل گرا اور اس سے زخم ہو کر خون بہہ نکلا تو اگر وہ کسی کے ہلانے کی وجہ سے گرا تو طرفین کے نزدیک بِنا جائز نہیں ہے اور ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر خود بخود گرا تو بعض کے نزدیک بلا خلاف بِنا جائز ہے اور بعض کے نزدیک وہی اختلاف ہے یہی صحیح ہے۔ اگر نمازی کے پاؤں میں کانٹا لگ گیا یا سجدہ کرنے میں پیشانی میں کانٹا لگ گیا اور بغیر اس کے قصد کے اس میں سے خون نکلنے لگا تو بعض کے نزدیک اس کو بِنا جائز ہے کیونکہ یہ بندہ کے فعل سے نہیں ہوا ہے بعض کے نزدیک اس میں وہی اختلاف ہے کیونکہ اس کے سبب یعنی رکھنے و لگانے میں بندہ کا اختیار ہے۔ اگر کسی نمازی کو چھینک یا کھانسی کی قوت سے ہوا خارج ہوگئی یا قطرہ آگیا تو بعض کے نزدیک اس کو بِنا جائز نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر کسی شخص کے بھِڑ نے ڈنک مارا اور اس سے خون نکلنے لگا تو اس کو بِنا جائز نہیں ہے۔ اگر عورت کی گدی اس کے فعل کے بغیر گری اور وہ تر تھی تو بالاتفاق وہ بِنا کرے گی اور اگر اُس کے ہلانے سے گری تو امام ابویوسفؒ کے نزدیک وہ بِنا کرے گی اور امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وہ بِنا نہ کریگی۔ اگر کسی کے دُنبل (پھوڑا) میں سے خون بہا تو اس کو دھووے اور وضو کرے اور بِنا کرے اور اگر دنبل کو

دبانے سے خون بہے یا اس کے گھٹنوں میں دنبل تھا اور جب اس نے سجدہ میں گھٹنے ٹیکے تو اس دنبل (زخم) کا منہ کھل گیا یا پیشانی میں پھوڑا تھا اور سجدہ میں اس سے خون جاری ہوگیا تو یہ عمداً حدث کرنے کے حکم میں ہے اور اس کے لئے بنا جائز نہیں ہے۔ اگر بلا اختیار و قصد منھ بھر قے ہوئی تو بنا کرنا جائز ہے اور اگر قصداً قے منھ بھر کی تو بنا جائز نہیں ہے۔

(۴) وہ حدث نمازی کے بدن سے ہوا اگر بدن پر کسی اور جگہ سے یعنی اس حدث کے علاوہ کسی اور وجہ سے مانع نماز نجاست آلگے تو بنا درست نہیں ہے پس اگر نمازی کے کپڑے پر خارج سے پیشاب کی چھینٹیں قدر درہم سے زیادہ لگ گئیں اور ان کو جا کر دھویا تو اس پر بنا نہ کرے۔ اسی طرح کوئی نجاست مانع نماز نمازی کے بدن یا کپڑے پر لگ گئی تو اگر وہ اسی حدث کے سبب سے لگی تو اس کو پاک کر کے اس پر بنا کر سکتا ہے اور اس حدث کے سبب سے نہیں لگی بلکہ کسی اور وجہ سے لگی تو اب اس کو پاک کر کے بنا نہیں کر سکتا بلکہ نئے سرے سے پڑھے امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے اور اگر کچھ نجاست اسی حدث کی وجہ سے لگی تھی اور کچھ نجاست کسی اور وجہ سے لگی تھی تو اب بنا نہیں کر سکتا اگرچہ دونوں نجاستیں ایک ہی جگہ ہوں۔ اگر نمازی کے کپڑے پر نجاست لگ گئی اور دوسرا پاک کپڑا موجود ہے اور اس کو نکال کر بدل لینا ممکن ہے تو اگر فوراً بدل لیا تو بنا جائز ہے اور اگر ایک رکن ادا کیا یا اتنا وقفہ کیا تو اب نماز فاسد ہوگئی بنا جائز نہیں اور اگر اس کپڑے کا نکالنا ممکن نہیں مثلاً دوسرا کپڑا موجود نہیں تو اگر اسی کپڑے سے نماز کا کوئی جزو ادا کیا تو بالاجماع نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کپڑے سے نماز کا کوئی جزو ادا نہیں کیا لیکن کچھ دیر ٹھہرا رہا تو اگرچہ بہت دیر ٹھہرا ہو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اسی وقت اس کپڑے کا نکال دینا ممکن ہے مثلاً دوسرا کپڑا مل گیا مگر اس نے اس کپڑے کو نہ نکالا اور اس سے نماز کا کوئی جزو بھی ادا نہیں کیا تو اس میں اختلاف ہے شیخین کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۵) اس نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ ادا نہ کیا ہو بلکہ حدث کے ساتھ نماز سے پھر جاوے۔

(۶) اور بغیر عذر رکن ادا کرنے کی مقدار ٹھہرے بھی نہیں۔

(۷) کوئی رکن چلنے کے ساتھ ادا نہ کرے پس اگر ایک رکن حدث کی حالت میں ادا کیا یا اس قدر ٹھہرا رہا کہ اس میں ایک رکن ادا کر لیتا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر حدث کے بعد وضو کے لئے جاتے ہوئے قرأت پڑھی یا واپس آتے ہوئے پڑھی تو صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی۔ تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنا) اصح قول کے بموجب بنا کو منع نہیں کرتی۔ اگر کسی نمازی کو خواہ وہ منفرد ہو یا امام یا مقتدی کو رکوع میں حدث ہوا اور اس نے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا، یا سجدہ میں حدث ہوا اور سر اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور دونوں جگہ ادائے رکن کی نیت کی تو اس امام یا مقتدی یا منفرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں سب مقتدیوں کی بھی اس کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر ادائے رکن کا ارادہ نہیں کیا تو اس میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں ایک کے مطابق بنا جائز ہے اور دوسری کے مطابق ناجائز ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ اگر بلا تسمیع و

بلا تکبیر اور بلا نیت ادا کے یا انصراف کی نیت سے سر اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ وہ اس کے لئے محتاج ہے پس اگر وہ امام ہے تو دوسرے کو خلیفہ کر دے اور پھر بنا کرے اور منفرد و مقتدی کو بھی بنا جائز ہے۔ اور بنا جائز ہونے کی صورت میں ان کو رکوع یا سجدہ کا اعادہ فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اور جب رکوع میں بے وضو ہو جائے تو جھکا ہوا پیچھے ہٹے اگر اس جگہ کھڑا ہو کر سر اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہو گی اور اگر وہاں سے ہٹ کر پھر سیدھا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہو گی اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلاً بھیڑ وغیرہ یا خون اترنے کی وجہ سے ادائے رکن کی مقدار دیر کرے گا تو اس کو بنا جائز ہے اسی طرح اگر نماز میں سو گیا اور اس حالت میں حدث ہو گیا پھر وہ کچھ دیر حدث کی حالت میں سوتا رہا پھر بیدار ہوا تو اسی وقت بنا کرے اب اگر بیداری کے بعد ادائے رکن کی مقدار توقف کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۸) حدث کے بعد کوئی ایسا فعل نہ کرے جو نماز کے منافی یعنی نماز کو توڑنے والا ہو مثلاً کھانا پینا وغیرہ نہ کرے ورنہ نماز فاسد ہو کر نئے سرے سے نماز پڑھے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے حدث کے بعد کلام کیا یا عمداً حدث کیا یا قہقہہ لگایا یا مجنون ہو گیا یا بیہوش ہو گیا یا جنابت ہو گئی وغیرہ ان سب صورتوں میں بنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سب افعال نماز کو توڑنے والے ہیں ——— (۹) حدث کے بعد جس فعل کی نماز کی حالت میں اسے اجازت تھی یعنی وہ فعل منافی نماز نہیں تھا اور اس نمازی کو اس کی ضرورت تھی تو اس کو قدرِ ضرورت سے زائد نہ کرے پس جائز افعال میں سے صرف وہی افعال کرے جو اس وقت ضروری یا ضروری امور کی ضروریات میں سے ہیں یا اس کے توابع و تتمات میں سے ہیں مثلاً کسی برتن سے پانی لیا پھر وضو کیا تو بنا جائز ہے۔ اگر قریب کے پانی سے دوسرے دور والے پانی کی طرف بڑھ گیا لیکن دو صفوں سے زیادہ نہیں بڑھا تو بنا جائز ہے اور اگر دو صفوں سے زیادہ بڑھ گیا تو بنا جائز نہیں نئے سرے سے پڑھے۔ اگر قریب کے پانی کو بھولنے کی وجہ سے آگے بڑھ گیا یا اس جگہ بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے آگے بڑھا اب بھی بنا جائز ہے۔ اگر کنواں نزدیک ہے مگر اس سے پانی بھرنا پڑے گا اور پانی بھی نہیں ہے تو بعض کے نزدیک اور پانی نہ ہونے اور ضرورت کی وجہ سے کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کر کے بنا کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ کنوئیں سے پانی نکالنا مانع بنا ہے۔ اگر کنواں قریب ہے اور اس سے پانی نکالنا پڑے گا اور رکھا ہوا پانی دور ہے تو کنوئیں کو چھوڑ کر دور رکھے ہوئے پانی سے وضو کرنا اور اس پر بنا کرنا جائز ہے کیونکہ کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کرنا مختار قول کی بنا پر مانع بنا ہے اور اس مسئلہ میں تو بلا ضرورت بھی ہے اس لئے بالاتفاق منع ہے۔ اگر کسی کو نماز میں حدث ہوا اور اس کا گھر حوض کی بہ نسبت قریب ہے اور گھر میں پانی موجود ہے لیکن اس نے حوض سے وضو کیا تو اگر حوض اور اس کے گھر میں دو صف کی مقدار یا اس سے کم فاصلہ ہو تو بنا جائز ہے اگر زیادہ فاصلہ ہو تو بنا جائز نہیں نئے سرے سے پڑھے۔ اور اگر گھر کے پانی کو بھول گیا اور اس کی عادت بھی حوض سے وضو کرنے کی تھی پس اس نے حوض سے وضو کیا تو بنا جائز ہے ——— اگر حوض پر قریب کے فاصلہ پر وضو کے لئے جگہ مل گئی پھر وہاں سے دوسری جگہ ہٹ گیا تو اگر کسی عذر کی وجہ سے ہٹا مثلاً وہ پہلی جگہ تنگ تھی یا بلا عذر دو صف سے کم ہٹا تو بنا کر سکتا ہے اور بغیر عذر دو صف سے زیادہ ہٹا

تو بنا جائز نہیں ۔۔۔۔ اگر نماز میں حدث ہوا اور وضو کرنے کے لئے اپنے گھر گیا اس کا دروازہ بند تھا اس کو کھولا پھر وضو کیا پس جب نکلے تو اگر چور کا خوف ہو تو دروازہ بند کر دے ورنہ کھلا چھوڑ دے ۔۔۔۔ اگر وضو کیا اور نماز میں کھڑا ہونے سے پہلے اس کو یاد آیا کہ میں نے سر پر مسح نہیں کیا اور جا کر مسح کر آیا تو بنا جائز ہے اور اگر نماز میں کھڑا ہونے کے بعد یاد آیا تو اب بنا جائز نہیں، نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر اپنا کپڑا وضو کی جگہ بھول گیا تھا اور واپس جا کر کپڑا اٹھا لایا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔
۔۔۔۔ نمازی کو حدث ہوا اور مسجد کے اندر برتن میں پانی تھا اس سے وضو کیا اور پھر اپنی نماز کی جگہ تک ایک ہاتھ سے برتن کو اٹھا کر لے گیا تو بنا کر سکتا ہے اور اگر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر لے گیا تو بنا جائز نہیں (کیونکہ یہ فعل منافی نماز ہے مؤلف)۔ اسی طرح اگر برتن سے لوٹے میں پانی لے کر ایک ہاتھ سے اٹھایا تو بنا کر سکتا ہے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا تو بنا نہیں کر سکتا۔ نمازی جب حدث کے بعد وضو کرے تو سنن و مستحبات کے ساتھ پورا وضو کرے یعنی تین تین بار اعضا کو دھوئے اور پورے سر کا مسح کرے اور کُلّی کرے ناک میں پانی ڈالے غرضیکہ وضو کی تمام سنتیں ادا کرے کیونکہ یہ اصل کے تابع میں یہی اصح ہے۔ البتہ اگر تین تین بار کی جگہ چار چار بار دھویا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اگر استنجا کیا اور ستر کھولا تو بعض کے نزدیک مطلقاً اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی خواہ وہ اس کے لئے مضطر ہو یا نہ ہو۔ بعض نے اس کی تصحیح کی ہے اور بعض نے کہا کہ اگر اس کے لئے مضطر نہ ہو مثلاً اس طرح بیٹھے کہ قمیص کے نیچے سے استنجا کرنا ممکن ہو تو استنجا کے لئے ستر کھولنے کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہیں ہوگی اور اگر ستر کھولنے کے لئے مضطر و مجبور ہو کہ اس کے بغیر اس کو استنجا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ستر کھولنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور بنا جائز ہو جائے گی بعض نے اس کی ترجیح کی ہے اور یہی زیادہ صحیح و معتمد ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنا ستر اور وضو کے لئے اپنے بازو و سر وغیرہ اعضائے وضو کھولے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے یعنی بعض کے نزدیک مطلقاً بنا جائز نہیں خواہ مضطر ہو یا نہ ہو اور اس کو صحیح کہا ہے اور بعض کے نزدیک اضطرار و مجبوری کی حالت میں کھولنے پر بنا جائز ہے اور مجبوری کے بغیر کھولنے پر نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا جائز نہ ہوگی اور اس کی تصحیح کی ہے اور یہی زیادہ صحیح و معتمد ہے کیونکہ عورت کے لئے جوازِ بنا منصوص علیہ ہے حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس کا وضو کے لئے اعضائے وضو کا کھولنا جو کہ اس کے لئے ستر میں داخل ہیں ضروری ہے البتہ اگر اس کو پردہ کے اندر سے دھونا ممکن ہو تو اب مجبور نہ ہونے کی وجہ سے اگر کھول کر دھوئے گی تو بنا جائز نہ ہوگی بلکہ نئے سرے سے پڑھے گی۔ اگر عورت نے دونوں بازو ایک ساتھ کھول دیئے تب بھی نماز جاتی رہی اور اس کو بنا جائز نہیں کیونکہ دوسرا بازو بلا ضرورت کھولا گیا ہے پس ضرورت کے وقت بھی پہلے ایک بازو کھول کر دھوئے اور اس کو ڈھانپ لے پھر دوسرا بازو کھولے۔ اگر نمازی حدث کے بعد وضو کے لئے گیا اور وضو میں اس کا ستر کھل گیا، یا اس نے خود کھولا تب بھی یہی حکم ہے کہ اگر اس کے بغیر چارہ نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور بنا جائز ہو جائے گی اور بلا ضرورت ہو تو فاسد ہو جائے گی۔

(۱۰) اُس حدثِ آسمانی کے بعد اُس پر اس سے پہلے کا کوئی حدث ظاہر نہ ہو تب بنا جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً کوئی شخص موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھتا تھا اور اس کو حدث ہو گیا اور وضو کے لئے گیا اور وضو کے درمیان میں اس کی مسح کی مدت پوری ہو گئی تو یہ پہلے کا حدث ظاہر ہونا کہلاتا ہے اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس کو بنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے نماز پڑھے ۱۲ اور یہی حکم مستحاضہ عورت کا ہے جبکہ اس کو نماز میں حدث ہو جائے اور وضو کے واسطے جائے ... . اور تندرست ہو جائے اور جبیرہ پر مسح کرنے والا کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر وضو کرنے جائے اور اس وقت زخم اچھا ہو جائے یا کسی کا زخم بہتا تھا جس کی وجہ سے وہ معذور کے حکم میں تھا اور جب وہ وضو کے لئے گیا تو نماز کا وقت نکل گیا یا کسی اور عذر کے ساتھ معذور کے حکم میں تھا اور وہ وضو کے لئے گیا کہ نماز کا وقت نکل گیا تو ان سب صورتوں میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس کو بنا جائز نہیں ہے۔

(۱۱) اگر صاحبِ ترتیب کو یہ حدث سماوی ہو جائے تو اس کو حدث کے بعد اپنی کسی نماز کا فوت ہو جانا یاد نہ آوے کیونکہ صاحبِ ترتیب کو کسی فوت شدہ نماز کے یاد آجانے کے بعد اس کو قضا کرنا وقتی نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن اگر اس فوت شدہ کو اس وقت قضا نہ کیا حتی کہ چھٹی نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اب وہ صاحبِ ترتیب نہیں رہے گا اور اب اس کی بنا والی نماز صحیح ہو جائے گی جیسا کہ اس کا اصول قضا نمازوں کے بیان میں درج ہے۔ اسی طرح اگر اس کی ترتیب کسی عذر مثلاً تنگیٔ وقت وغیرہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہو تب بھی بنا جائز ہے۔

(۱۲) مقتدی نے امام کے فارغ ہونے سے پہلے اپنی جگہ کے سوا دوسری جگہ اپنی نماز کو پورا نہ کیا ہو جبکہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسا حائل ہو جس کی وجہ سے اس کو اپنی وضو کی جگہ سے اقتدا جائز نہیں پس ایسے مقتدی کو حدث کے بعد وضو سے فارغ ہو کر اگر اس کا امام ابھی نماز سے فارغ نہیں ہوا اور اس کے اور امام کے درمیان کوئی ایسا حائل ہے جس کی وجہ سے وضو کی جگہ سے اقتدا جائز نہیں ہے اپنی جگہ واپس آکر بنا کر کے نماز پوری کرنی چاہئے۔ اگر کسی دوسری جگہ نماز پوری کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کا امام فارغ ہو چکا ہے تو اس جگہ واپس نہ آئے وہیں بنا کرے کیونکہ اب وہ منفرد کے حکم میں ہے۔ اگر واپس لوٹ آیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے میں اختلاف ہے۔ اگر امام اور اس مقتدی کے درمیان کوئی ایسا حائل نہیں جو اس کی وضو کی جگہ سے مانع اقتدا ہو تو اسی جگہ اقتدا کرلے امام کے پاس نہ آئے۔ منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والے کو حدثِ سماوی کے بعد وضو سے فارغ ہو کر اختیار ہے کہ وہیں اپنی باقی نماز بنا کر کے پوری کرلے یا اپنی نماز کی جگہ پر جائے لیکن اپنی جگہ پر جانا افضل ہے۔ اور اگر امام کو حدث ہوا تھا اور وہ کسی دوسرے کو امام (خلیفہ) کر کے وضو کو گیا تھا تو اگر وہ خلیفہ نماز سے فارغ ہو چکا ہے تو پہلا امام اب منفرد کے حکم میں ہے چاہے وہیں وضو کی جگہ نماز بنا کر کے پوری کرلے چاہے اپنی نماز کی جگہ آکر بنا کرلے۔ اور اگر ابھی خلیفہ امام نماز سے فارغ نہیں ہوا تو یہ پہلا امام اب اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے پس اگر اس کے اور خلیفہ کے درمیان ایسا حائل ہو جو وضو کی جگہ سے مانع اقتدا ہو تو اپنی نماز کی جگہ آکر یعنی صف میں جہاں جگہ ملے

شامل ہو کر اپنے خلیفہ امام کے پیچھے بنا کر کے نماز پوری کرے اگر واپس نہ لوٹا اور وہیں پڑھ لی تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر وضو کی جگہ سے کوئی حائل مانع اقتدا نہ ہو تو اسی جگہ پر بنا کر کے اقتدا کرے امام کے پاس نہ آئے۔

(۱۳) اگر امام کو حدث ہوا ہے تو کسی ایسے کو خلیفہ نہ کرے جو امامت کے لائق نہ ہو مثلاً اُمّی یا عورت یا نابالغ لڑکے کو خلیفہ نہ کرے پس اگر ان میں سے کسی کو خلیفہ کر دیا تو امام اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائیگی اور سب کو نئے سرے سے پڑھنی ہوگی۔

خلیفہ کرنے کا بیان

جن صورتوں میں نماز کا بنا کرنا جائز ہے ان میں امام کو جائز ہے کہ اپنے کسی مقتدی کو خلیفہ کر دے اس کو استخلاف کہتے ہیں اگرچہ وہ نماز جنازہ ہو یہی اصح ہے اور جن صورتوں میں بنا جائز نہیں ان صورتوں میں خلیفہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ جاننا چاہئے کہ استخلاف کے لئے تین شرطیں ہیں سب اول بنا کی تمام شرطوں کا پایا جانا جو اوپر مفصل بیان ہو چکی ہیں ـــــ دوم یہ کہ امام اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود سے آگے نہ بڑھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے ـــــ سوم یہ کہ خلیفہ میں امامت و خلافت کی صلاحیت ہو۔

جو شخص اس امام کا امام بننے کی شروع نماز سے صلاحیت رکھتا تھا وہ اس کا خلیفہ بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور جو شخص شروع نماز سے اس کا امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ اس کا خلیفہ بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ استخلاف کا حکم یہ ہے کہ خلیفہ امام ہو جاتا ہے اور امام امامت سے باہر ہو کر اس خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے اور یہ خلیفہ کا امام ہو جانا اور امام اول کا اپنی امامت سے نکلنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ دو باتوں میں سے ایک ہو جائے وہ یہ کہ یا تو خلیفہ امامِ اول کی نماز کی نیت کر کے اس کی جگہ پر کھڑا ہو جائے یا خلیفہ بنانے کے بعد امام مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ اس وقت تک خلیفہ اس کی جگہ اس کی نماز کی نیت سے کھڑا نہ ہوا ہو حتیٰ کہ اگر حدث کے بعد امام نے کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ خلیفہ اس کی جگہ اس کی نماز کی نیت سے کھڑا نہیں ہوا اور امامِ اول ابھی مسجد سے باہر نہیں نکلا تو وہ بھی اپنی امامت پر باقی ہے پس اس حالت میں اگر کوئی شخص آکر اس پہلے امام کی اقتدا کرلے تو اس کی اقتدا صحیح ہو جائے گی اور اگر پہلا امام اس حالت میں اپنی نماز فاسد کر دے تو سب نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خلیفہ کرنے کی مسنون صورت یہ ہے کہ جھکا ہوا پیچھے کو ہٹے اور ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اوروں کو یہ گمان ہو کہ نکسیر پھوٹی ہے اور پہلی صف میں سے کسی مقتدی کو اشارہ سے یا اُس کا کپڑا پکڑ کر محراب کی طرف کھینچنے سے خلیفہ کر دے کلام سے نہ کرے۔ اگر کلام کے ساتھ خلیفہ کیا خواہ قصداً یا سہواً یا جہلاً تو سب کی نماز فاسد ہوگی۔

امام کی اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود یہ ہیں کہ اگر میدان میں نماز ہو رہی ہے تو اگر وہ دائیں یا بائیں یا پیچھے کی جانب کو ہٹے تو جب تک تمام صفوں سے باہر نہیں نکلا اس کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے اور آگے کی جانب سترہ کی حد تک بڑھنے میں اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ تک بڑھنے میں اس کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے یہی معتمد ہے اگرچہ بعض کے نزدیک آگے کی جانب بھی جبکہ امام کے آگے سترہ نہ ہو تو اس کے پیچھے والی صفوں کی مقدار چلنے کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اکثر نے اسکو ضعیف کہا ہے

ان حدود سے آگے بڑھ جانے کے بعد اس کی نماز جاتی رہے گی اور اس کو خلیفہ کرنا درست نہیں ہوگا۔ اور اگر مسجد میں نماز ہو رہی ہو تو جب تک مسجد سے باہر نہیں نکلا اس امام کو خلیفہ کرنے کا اختیار ہے اور بغیر خلیفہ بنائے مسجد سے نکلنے کے بعد اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اب استخلاف درست نہیں ہوگا۔ اگرچہ صفیں مسجد کے باہر تک ملی ہوئی ہوں یہ شیخین کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اگرچہ امام محمدؒ کے نزدیک باہر سے خلیفہ بنانا درست ہے پس اگر امام کو حدث ہوا اور اس نے مسجد سے نکلنے کے بعد ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو مسجد سے باہر تھا مگر وہاں تک صفیں مسجد کی صفوں سے ملی ہوئی تھیں تو شیخین کے نزدیک اس کا خلیفہ کرنا درست نہیں ہوگا اور خلیفہ اور قوم کی نماز فاسد ہوگی اور اصح قول کی بنا پر امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ منفرد کے حکم میں ہوگیا ــــ مقتدی کا حکم اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود میں امام کی مثل ہے اور منفرد کا حکم مسجد کے اندر وہی ہے جو امام کا مذکور ہوا اور اگر میدان میں ہو تو اگر اس کے سامنے سترہ ہے تو چاروں طرف یعنی آگے پیچھے دائیں بائیں سترہ کی مقدار فاصلہ تک بڑھنے میں مسجد کے حکم میں ہے اور اس کے بعد خارج مسجد کے حکم میں اور اگر اس کے آگے سترہ نہیں ہے تو سجدہ کی جگہ تک کا چاروں طرف سے اعتبار کیا جائے گا اور اس حد تک داخلِ مسجد شمار ہوگا اس کے بعد خارجِ مسجد ہوگا۔ پس اگر منفرد حدث کے گمان سے ہٹا اور ان حدود سے باہر نہیں گیا کہ اس کو معلوم ہوگیا کہ حدث نہیں ہوا تو اسی نماز کو پورا کرلے اور اگر ان حدود سے نکل گیا تو نئے سرے سے پڑھے۔ اور عورت جب اپنی نماز کی جگہ (مصلی) سے اتری تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اس لئے کہ اس کے مصلے کو اس کے واسطے وہی حکم ہے جو مردوں کو مسجد کا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے مصلے پر اعتکاف کرتی ہے ــــ چھوٹا مکان یعنی جو معتبر قول کے بموجب چالیس ذراع (شرعی گز) تک ہو اور چھوٹی عیدگاہ اور جنگل کی عام مسجد، آبادی کی مسجد کے حکم میں ہیں اور بہت بڑی مسجد جیسے مسجد بیت المقدس و مسجد منصور وغیرہ اور چالیس گز شرعی سے بڑا مکان اور بڑی عیدگاہ میدان کے حکم میں ہیں ــــ جس امام کو حدث ہوا ہی اس کی امامت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ ان حدود سے باہر نہ نکل جائے جن کی تفصیل اوپر بیان ہوئی ہے یا کوئی مقتدی امامت کی نیت سے امام کی جگہ نہ بڑھ جائے خواہ وہ امام کے اشارہ سے بڑھے یا قوم اس کو بڑھا دے یا خود ہی بڑھ جائے اگرچہ امام ابھی حد مذکور سے نہ بڑھا ہو پس اگر کوئی مقتدی اس امام کی جگہ امامت کی نیت سے کھڑا ہوگیا تو خواہ وہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو تو وہ مقتدی امام ہوگیا اور وہ پہلا امام مقتدی ہوگیا۔ اب اگر امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کرے گا یا کلام کرے گا یا عمداً حدث کرے گا وغیرہ تو صرف امام کی نماز فاسد ہوگی قوم کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اب قوم اس کی مقتدی نہیں وہ تو خود مقتدی ہوگیا ہے بلکہ اس کے خلیفہ کی مقتدی ہے۔ خلیفہ کا امام کی جگہ چلے جانا اس کے امام ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ امامت کی نیت نہ کرے پس اگر بغیر نیت امامت کے امام کی جگہ کھڑا ہوگیا تو جب تک پہلے امام نے حدود مذکور سے تجاوز نہیں کیا وہ اپنی امامت پر باقی ہے اور اس حالت میں کوئی شخص آکر اس کی اقتدا کرے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی اور کلام کرنے یا حدثِ عمد یا اس کو فوت شدہ کے یاد آنے

وغیرہ سے سب نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بھی بیان ہو چکا ہے۔
جب امام کو حدث ہو گیا تو اس امام پر خلیفہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن پہلا استحقاق اسی کو ہے اور اگر امام کسی کو خلیفہ نہ بنائے تو قوم (مقتدیوں) کو اختیار ہے اگر قوم بھی نہ بنائے اور کوئی شخص خود ہی آگے بڑھ جائے تب بھی اس کا خلیفہ بننا جائز ہے۔ لیکن چونکہ پہلا حق امام کو پہنچتا ہے تو اگر امام نے ایک شخص کو بڑھایا اور قوم نے دوسرے شخص کو بڑھایا تو خلیفہ وہی شخص ہو گا جس کو امام نے بڑھایا ہے پس اس صورت میں جو لوگ قوم کے بنائے ہوئے خلیفہ کی اقتدا کریں گے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کے نیت کرنے سے پہلے قوم اس دوسرے خلیفہ کی اقتدا کی نیت کر لے تو دوسرا شخص امام ہو جائے گا۔ اگر امام نے حدث کے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور قوم نے کسی شخص کو آگے بڑھایا یا کوئی شخص بغیر کسی کے بڑھائے خود ہی آگے بڑھ گیا تو ان دونوں صورتوں میں اگر وہ شخص پہلے امام کے مسجد سے نکلنے سے پہلے امامت کی نیت سے امام کی جگہ کھڑا ہو گیا تو جائز ہے اور اگر اس کے امام کی جگہ کھڑا ہونے سے پہلے امام مسجد سے نکل گیا تو امام کے علاوہ خلیفہ اور قوم سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام نے کسی کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ قوم نے کیا اور نہ کوئی خود آگے بڑھا یہاں تک کہ امام مسجد سے باہر نکل گیا تو قوم کی نماز فاسد ہو جائے گی امام کی نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے منفرد کے حکم میں ہے بس امام وضو کر کے بنا کر سکتا ہے۔ اگر امام نے خلیفہ نہیں بنایا اور قوم کے ہر گروہ نے ایک ایک شخص کو بڑھایا تو جس کی طرف اکثر ہوں گے وہی امام ہو گا۔ اور اگر دونوں کی طرف برابر برابر ہوں تو اُن سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر وہ شخص خود بڑھے تو جو شخص پہلے امام کی جگہ پہنچ جائے وہی امام ہے اور اگر بڑھنے میں دونوں برابر ہوں اور بعضوں نے ایک سے اقتدا کیا اور بعضوں نے دوسرے سے تو جس کی اقتدا زیادہ آدمیوں نے کی وہ امام ہو گیا اور جس سے کم لوگوں نے اقتدا کی اس امام اور اُن مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں طرف آدمی برابر ہیں تو کسی کی ترجیح ممکن نہیں ہو گی اور دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام یا قوم نے کسی کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ کوئی خود آگے بڑھا اور امام مسجد سے باہر بھی نہیں نکلا بلکہ اس نے مسجد کے کنارے پر وضو کیا اور جماعت اس کی منتظر رہی پھر امام اپنی جگہ پر آیا اور ان کے ساتھ نماز پوری کی تو جائز ہے کیونکہ جب تک امام مسجد میں ہے اور کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ امامت کی نیت سے نہیں بڑھا تو وہ اپنی امامت پر قائم ہے اس لئے کہ مسجد میں پانی ہوتے ہوئے اس کو خلیفہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر خلیفہ کر دے گا تب بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی حتیٰ کہ جب تک اس کا خلیفہ کوئی رکن ادا نہ کرلے تب تک اس خلیفہ کی امامت مستقل نہیں ہوتی اور پہلے امام کی امامت کا حق اس بات پر معلق رہتا ہے پس اگر پہلا امام مسجد میں وضو کر کے واپس آگیا مسجد سے باہر نہیں گیا تو امامت اسی کی طرف لوٹ آئے گی پس وہ آگے اپنی جگہ بڑھ جائے اور نماز بنا کر کے پوری کرے اور خلیفہ پیچھے ہٹ جائے اور اگر پہلے امام کے مسجد میں وضو کر کے واپس آنے سے پہلے خلیفہ نے رکن ادا کر لیا تو اب پہلے امام کی امامت بالکل ختم ہو گئی اور خلیفہ کی

امامت مستقل ہوگئی پس پہلا امام مقتدی کی حیثیت سے اس کے پیچھے بنا کر کے نماز پوری کرے یا پہلے امام نے کوئی منافی نماز فعل کر دیا یا مسجد سے باہر چلا گیا تو اب بھی خلیفہ کی امامت مستقل ہو جائے گی ۔ فافہم ۔

اگر امام کو حدث ہوا اور اس نے مسجد کی صفوں کے آخر میں سے کسی کو خلیفہ کر دیا پھر آپ مسجد سے باہر نکل گیا تو اگر خلیفہ نے اسی وقت امامت کی نیت کر لی تو وہ امام ہو جائے گا مگر جو لوگ اس سے آگے ہوں گے ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز اور جو لوگ خلیفہ کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں ان کی نماز فاسد نہ ہوگی ۔ اور اگر اس خلیفہ نے یہ نیت کی کہ جب امام کی جگہ کھڑا ہوں گا اس وقت امام بنوں گا اور اس کے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے امام مسجد سے خارج ہو گیا تو ان سب کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ خلیفہ اور قوم کی نماز جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ امامِ اول کے مسجد سے نکلنے سے پہلے خلیفہ اس کی جگہ پہنچ کر امامت کی نیت کرلے یا اس کی جگہ پہنچنے سے پہلے نیت کرلے تاکہ امام کی جگہ امام کی موجودگی سے خالی نہ رہے پس اگر خلیفہ نے اسی وقت امامت کی نیت کر لی تھی جبکہ امام نے اس کو خلیفہ کیا تو اب اگر خلیفہ کے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے امام مسجد سے نکل گیا تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں مسجد امام سے خالی نہیں رہی ۔

اگر امام نے کسی کو خلیفہ کیا اور خلیفہ نے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو اگر پہلا امام ابھی مسجد سے خارج نہیں ہوا اور خلیفہ نے امام کی جگہ پہنچنے سے پہلے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو جائز ہے اور یہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ خود بڑھا ہے یا پہلے امام نے اس کو بڑھایا ہے اور اگر امام کی جگہ پہنچ کر ایسا کیا یا امام کے مسجد سے نکلنے کے بعد کیا تو جائز نہیں اور سب کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔۔۔۔ اگر امام کے پیچھے ایک ہی شخص ہو اور امام کو حدث ہو جائے تو وہ شخص استخلاف کے لئے معین ہو گیا خواہ امام اس کو اپنی نیت میں معین کرے یا نہ کرے ۔ کیونکہ اور کوئی اس کے مقابل نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام مسجد سے نکل جائے ورنہ وہ اپنی امامت پر باقی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور یہ بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص خلیفہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو پس اگر نابالغ لڑکا مقتدی ہوگا تو وہ استخلاف کے لئے متعین نہیں بلکہ اس مقتدی لڑکے کی نماز بالاتفاق فاسد ہو جائے گی اور امام کی نماز صحیح تر قول کے بموجب فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنی امامت پر باقی رہے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام نے اس مقتدی کو خلیفہ نہ بنایا ہو اور اگر امام اس نابالغ مقتدی کو خلیفہ کر دیگا تو بالاتفاق دونوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ تشہد اخیر سے پہلے خلیفہ کرے گا اور اگر قدر تشہد قعدہ کے بعد خلیفہ کرے گا تو امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنے فعل اختیاری سے نماز سے باہر ہوا ہے ۔

اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونوں بے وضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز فاسد نہیں ہوگی وہ بنا کر کے اپنی نماز پوری کرلے کیونکہ اس کی امامت قائم ہے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ وہ بغیر امام کے رہ گیا ۔۔۔

اگر کسی کو حدث ہوا اور اس کے ساتھ کوئی اور نہ تھا (یعنی منفرد تھا ۔ مؤلف) اور وہ ابھی مسجد سے نہ نکلا تھا کہ کسی اور شخص نے آکر اس سے اقتدا کر لیا پھر امام مسجد سے نکلا تو وہ دوسرا شخص پہلے کا خلیفہ ہو جائے گا ۔

مسبوق کو خلیفہ بنانے کے احکام

اولیٰ یہ ہے کہ امام مسبوق کو خلیفہ نہ کرے بلکہ کسی مدرک کو کرے کیونکہ وہ اس کی نماز پوری کرنے پر قادر ہے اور اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کردیا تو وہ قبول نہ کرے اور اگر وہ قبول کرلے تو بھی جائز ہے پس اگر مسبوق بڑھ گیا تو اس کو چاہئے کہ جہاں سے امام نے چھوڑا ہے وہاں سے نماز شروع کردے اور جب سلام کے قریب پہنچے تو کسی ایسے شخص کو بڑھادے جس کو پوری نماز ملی ہو پس وہ دوسرا شخص جماعت کے ساتھ سلام پھیردے پھر یہ مسبوق اپنی نماز پوری کرلے۔ اور اپنی مسبوقانہ نماز پہلے ادا نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یہی اظہر ہے جیسا کہ مسبوق کے بیان میں گذرا۔

اگر مسبوق خلیفہ نے امام کی نماز پوری کرکے کسی مدرک کو سلام پھیرنے کے لئے خلیفہ بنانے سے پہلے یا بعد قہقہہ لگایا یا عمداً حدث کیا یا کلام کیا یا کوئی اور منافی نماز فعل کیا یا مسجد سے خارج ہوا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور دوسرے مسبوق مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی کیونکہ ان کے ذمہ ابھی مسبوقانہ نماز باقی ہے اس لئے نماز پوری نہ ہونے کی وجہ سے منافی نماز فعل نماز کے اندر واقع ہوا جو مفسد نماز ہے اور باقی مقتدیوں کی نماز پوری ہوجائیگی کیونکہ وہ مدرک ہیں اور ان کے ارکانِ نماز پورے ہوچکے ہیں۔ اور پہلے امام کی نماز کے متعلق اس صورت میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ مسبوق خلیفہ کے منافی نماز فعل قہقہہ وغیرہ کرنے سے قبل وضو کرکے اس کے ساتھ شامل ہوکر اپنی نماز پوری کرچکا ہے اور کوئی رکن فوت نہ ہوا ہو تو مدرک مقتدی کی مثل اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ابھی اس کی نماز پوری نہیں ہوئی بلکہ کوئی رکن باقی ہے تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی یہی اصح ہے کیونکہ وہ ابھی مقتدی ہے اور امام کی نماز فاسد ہوجانے کی وجہ سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ مسبوق کو خلیفہ کرنے پر امام اس کو اشارہ سے بتادے کہ کیا باقی ہے پس اگر امام پر ایک رکعت باقی ہے تو خلیفہ کو اس طرح بتادے کہ ایک انگلی سے اشارہ کردے اور اگر دو رکعتیں باقی ہیں تو دو انگلیوں سے اشارہ کردے اور اگر امام سے رکوع چھوٹ گیا ہے تو اپنا ہاتھ گھٹنے پر رکھدے اور اگر سجدہ چھوٹ گیا ہے تو پیشانی پر ہاتھ رکھدے (یا ایک سجدہ کے لئے ایک انگلی رکھدے اور دو سجدے ہوں تو دو انگلیاں رکھدے)۔ اگر قرأت ترک ہوئی ہے تو منہ پر ہاتھ رکھدے اور اگر سجدۂ تلاوت باقی ہے تو پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ یا انگلی رکھے اور اگر سجدۂ سہو اس کے ذمہ ہے تو صرف دل یعنی سینہ پر ہاتھ رکھدے اور یہ سب اُس وقت ہے جبکہ خلیفہ کو یہ باتیں معلوم نہ ہوں اور اگر معلوم ہوں تو پھر اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

کسی شخص نے چار رکعت والی نماز میں امام کا اقتدا کیا اور امام کو حدث ہوگیا اور امام نے اس شخص کو خلیفہ کردیا اور اس مقتدی کو یہ معلوم نہیں کہ امام نے کسقدر نماز پڑھی ہے اور کتنی اس پر باقی ہے (یعنی وہ بعد میں ملا اور امام نے بھی اشارہ سے اس کو کچھ نہیں بتایا) تو اس خلیفہ کو چاہئے کہ چار رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً ہر رکعت پر قعدہ کرے کیونکہ ہر رکعت پر احتمال ہے کہ شاید یہ امام کی آخری رکعت ہو۔ اگر چار یا تین رکعت والی نماز میں ایسے مسبوق کو خلیفہ کیا جس کو دو رکعتیں نہیں ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو قعدے فرض ہیں ایک امام کا قعدۂ اخیرہ جو اس کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اس پر فرض ہوا ہے

اور ایک خود اس خلیفہ کا قعدہ اخیرہ ہے جو اس پر فرض ہے ہی۔ اگر مسبوق خلیفہ کو امام نے اشارہ کیا کہ اس نے پہلی دونوں رکعتوں میں قرات نہیں پڑھی ہے تو مسبوق خلیفہ پر چاروں رکعتوں میں قرات فرض ہے دو میں امام کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اور دو میں اس لئے کہ وہ اس کی مسبوقانہ ہوں گی اور مسبوق کو اپنی مسبوقانہ دو رکعتوں میں منفرد کی طرح قرات فرض ہے (اسی مسئلہ کی چیستان (پہیلی) پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جس پر فرض نماز کی چاروں رکعتوں میں قرات فرض ہے)

لاحق کو خلیفہ بنانے کے احکام

اگر حدث کے بعد امام نے کسی لاحق کو خلیفہ کر دیا تو جائز ہے پس خلیفہ کو چاہئے کہ قوم کو اشارہ کرے کہ وہ اس کی متابعت نہ کریں جب تک وہ اپنی لاحقانہ نماز پوری نہ کرلے پھر وہ پہلے اپنی لاحقانہ نماز پوری کرلے کیونکہ اس پر اپنی لاحقانہ نماز کا پہلے ادا کرنا واجب ہے پھر جہاں سے امام کی نماز رہی ہو اس کو پڑھے اور اس میں مقتدی اس کی متابعت کریں یہاں تک کہ وہ نماز پوری کر کے ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔ اگر اس لاحق خلیفہ نے پہلے امام کی نماز مقتدیوں کے ساتھ پوری ادا کر دی اور جب سلام کے موقع پر پہنچا تو کسی مدرک کو سلام پھیرنے کیلئے خلیفہ کر دیا اور پھر خود اپنی لاحقانہ نماز پوری کرلی تب بھی جائز ہے لیکن ترک واجب کا گناہ ہوگا۔

مسافر کا مقیم کو خلیفہ بنانا

اگر مسافر اور مقیم مقتدیوں نے کسی مسافر امام کا اقتدا کیا اور امام کو حدث ہوا اور اس نے کسی مقیم کو خلیفہ کر دیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس مقیم خلیفہ کو چاہئے کہ دو رکعتیں پوری ہونے کے بعد کسی مسافر مقتدی کو سلام کے لئے آگے بڑھا دے تاکہ وہ سلام پھیر دے کیونکہ مقیم مقتدی کے خلیفہ ہو جانے پر بھی مسافر مقتدی پر دو ہی رکعتیں پڑھنی ہوں گی چار پوری کرنی لازم نہیں ہیں۔ اور اس کے سلام پھیرنے کے بعد سب مقتدی اکیلے اکیلے دو دو رکعت بلا قرات پڑھیں کیونکہ وہ سب حکماً پہلے امام یعنی مسافر امام کے پیچھے ہیں۔ اب اگر وہ مقیم مقتدی اس مقیم خلیفہ کی اقتدا کریں گے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اب وہ خود مسافر امام کے مقتدی کی حیثیت سے ہے۔ مولف) اور اگر مسافر امام نے حدث کے بعد مسافر مقتدی کو خلیفہ کیا اور اس نے اس وقت اقامت کی نیت کرلی تب بھی جماعت والے مسافروں کو پوری نماز پڑھنی لازم نہیں ہوگی۔ امام کے حق میں بہتر و اولیٰ یہ ہے کہ کسی مدرک کو خلیفہ بنا دے اور مدرک کے سوا کسی دوسرے کو یعنی مسبوق و لاحق کو اور امام مسافر ہو تو مقیم کو خلیفہ نہ کرے اور جب امام ان میں سے کسی کو خلیفہ کر دے تو وہ قبول نہ کرے اور اگر قبول کرلیا تو جائز ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی۔

بنا و استخلاف کے دیگر متفرق مسائل

(۱) کسی کو نماز میں حدث کا گمان ہوا مثلاً اس کے بدن سے کوئی چیز نکلی اور اس نے اس پر خون کا گمان کیا یا قطرہ نکل آنے کا گمان کیا اور مسجد سے باہر نکل گیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدث نہیں ہوا تو وہ بالاتفاق نئے سرے سے نماز پڑھے کیونکہ بغیر دلیل کے صرف ظن سے عذر متحقق نہیں ہوتا پس ہو سکتا ہے کہ وہ ریح وغیرہ ہو اور بغیر عذرِ متحقق کے مسجد سے نماز کی اصلاح کے لئے نکلنا بھی مفسدِ نماز ہے اور اس میں عدم تحقق عذر کے علاوہ ایک وجہ اختلافِ مکان بھی ہے جو مفسدِ نماز ہے اور اگر وہ مسجد سے نہیں نکلا ہے

توامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جتنی باقی رہی ہے اسی پر بنا کر کے پوری کرلے اس لئے کہ مسجد مکان واحد ہے اور میدان میں صفوں کی آخری حد تک یہی حکم ہے۔ اور اگر اس کا وہ ظن متحقق ہو جائے تو مطلقاً نئے سرے سے پڑھے خواہ مسجد سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو اور حدث کا گمان ہونے کے بعد امام نے کسی شخص کو اپنی جگہ خلیفہ کر دیا پھر معلوم ہوا کہ اس کو حدث نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نہ نکلا ہو کیونکہ خلیفہ کرنا عمل کثیر ہے اور عذر کے ساتھ اس کی اجازت ہے بلا عذر اجازت نہیں اور یہاں بلا عذر پایا گیا ہے جو منافیٔ نماز ہے اور اگر اس کا ظن متحقق ہو گیا یعنی یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کو حدث ہوا ہے تو اب اس کے خلیفہ کر دینے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عذر کے ساتھ خلیفہ کرنا پایا گیا ہے (واللہ اعلم مؤلف)

حدث کے گمان کے بجائے اگر کسی شخص کو یہ گمان ہوا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کر دی یا کسی نے موزوں پر مسح کیا تھا اور گمان ہوا کہ مسح کی مدت گذر چکی یا تیمم کئے ہوئے تھا اور سراب (ریت کا میدان) دیکھ کر اس پر پانی کا گمان کر لیا، یا صاحب ترتیب کو یہ گمان ہوا کہ اس پر کوئی قضا نماز باقی ہے مثلاً ظہر کی نماز میں گمان ہوا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی یا کوئی داغ کپڑے پر دیکھا اور اس کو نجاست سمجھ لیا اور نماز سے پھر گیا تو اس کے پھرتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نکلے یا نہ نکلے کیونکہ یہ پھرنا نماز کو چھوڑنے کے طریق پر ہے —— (۲) اگر نماز پڑھنے والے کو یہ خوف ہوا کہ اُسے حدث ہو جائے گا اور وہ نماز سے پھر گیا پھر اس کو حدث ہوا تو اس پر بنا نہیں کر سکتا نئے سرے سے پڑھے —— (۳) حدث سماوی کے علاوہ قرات سے رُک جانا بھی استخلاف جائز ہونے کے لئے عذر شرعی ہے پس اگر امام شرمندگی یا خوف کی وجہ سے جو امام کو لاحق ہوا ہو قرات سے رک گیا ہو یعنی بالکل بھول نہ گیا ہو تو اگر اس نے اسقدر قرات نہ کی ہو جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو اس کو چاہئے کہ کسی دوسرے کو خلیفہ کر دے یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے (صاحبین کے نزدیک اس کی نماز قدر فرض قرات سے رک جانے کے باعث فاسد ہو جائے گی اس لئے نئے سرے سے پڑھے کیونکہ یہ عذر نادر الوجود ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ عذر نادر الوجود نہ ہو اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ بلا قرات اس نماز کو پورا کرے) اگر مقدارِ فرض قرات کرنے کے بعد رُکا تو بالاجماع خلیفہ نہ کرے بلکہ رکوع کر دے اور اسی طرح نماز پڑھتا رہے اگر وہ خلیفہ کر دے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس کو خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قرات کرنا بالکل بھول گیا (یعنی ایسا ہو گیا کہ پڑھ ہی نہیں سکتا) تو خلیفہ کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے اس لئے کہ امام اس صورت میں اُمّی ہو گیا پس قوم کی نماز فاسد ہو گئی اور امام کی نماز بھی اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بوجہ امی ہو جانے کے فاسد ہو جائے گی اور نئے سرے سے پڑھے گا اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس کو بنا جائز ہے استحساناً اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے۔ اور اگر منفرد کو یہ صورت پیش آجائے تو بوجہ امی ہو جانے کے اس کو بھی بنا جائز نہیں ہے (۴) اگر کسی شخص کو شدت سے پاخانہ یا پیشاب معلوم ہوا کہ نماز پوری نہیں کر سکتا تو اس کے لئے کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں (صاحبین کا اس میں خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح اگر پیٹ میں شدید درد ہوا اور کھڑا

نہیں رہ سکتا یا رکوع و سجود نہیں کر سکتا تو اس کے لئے خلیفہ کرنا جائز نہیں ہے وہ بیٹھ کر نماز پوری کرے کیونکہ کھڑا ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے جائز ہے اس لئے استخلاف کی ضرورت نہیں ـــــ (۵) نماز میں امام کا انتقال ہو گیا اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں ہوا ہو تو مقتدیوں کی نماز باطل ہو گئی نئے سرے سے پڑھنا ضروری ہے۔

مسائلِ دوازدہ (اثنا عشریہ) جاننا چاہیے کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام جو نماز کے منافی ہو قعدۂ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد کر لے تو اگرچہ بے وضو ہونے کے بعد کرے تو اس کی نماز فرضوں کے پورا ہونے کی وجہ سے پوری ہو جائے گی لیکن سلام کے ترک سے جو کہ واجب ہے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے نمازی سے بے اختیار کوئی کام منافی نماز ادا ہوا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی جبکہ وہ حدثِ آسمانی کے علاوہ ہو کیونکہ شرع نے حدثِ آسمانی کو خلافِ قیاس منافی نماز نہیں رکھا۔ اور اگر وہ مخالف نماز فعل قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد واقع ہوا تو بارہ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بِنا اس پر جائز نہیں ہو گی، کیونکہ جس روایت میں امام صاحب کے نزدیک اپنے فعل سے نمازی کا نماز سے باہر آنا فرض ہے اس کے مطابق ترکِ فرض ہوا اور جس روایت میں خروج بفعلِ نمازی فرض نہیں ہے تو اس وجہ سے فاسد ہو جائے گی کہ فرض میں تغیر ہو گیا مثلاً تیمم والے نے بعد قعدۂ اخیر پانی پر قدرت پائی تو پہلے تیمم فرض تھا اب متغیر ہو کر وضو فرض ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز درست ہے (یعنی اس کو اس پر بِنا کر کے پوری کرنا جائز ہے اور اگر بِنا نہ کرے تب بھی اس کی نماز فرض کے اعتبار سے پوری ہو گئی لیکن بوجہ ترکِ سلام کے جو واجب ہے اعادہ واجب ہو گا۔ مؤلف) صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے لیکن احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی، واللہ اعلم بالصواب۔ یہ مسائل اثنا عشریہ یعنی بارہ مسائل کے نام سے مشہور ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) پانی نہ ملنے یا پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے تیمم سے نماز پڑھتا تھا اور قعدۂ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی پر قادر ہو گیا یعنی پانی مل گیا یا پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا۔

(۲) کسی نے موزوں پر مسح کیا تھا قدر تشہد قعدہ اخیرہ کے بعد اس کی مدت گذر گئی اور اب پانی ملتا ہے اور سردی سے اپنے پاؤں کے ضائع ہونے کا خوف بھی نہیں ہے (لیکن اگر اس صورت میں پانی نہیں ملتا یا سردی سے اپنا پاؤں ضائع ہونے کا خوف ہے تو بعضوں نے کہا کہ نماز جاتی رہے گی اور صحیح تر یہ ہے کہ نماز باطل نہیں ہو گی البتہ پہلا مسح باطل ہو گا نیا مسح کر کے بِنا کرے ـــــ (۳) اُمّی کا کسی آیت کو سیکھنا اگر امی نماز پڑھتا تھا اور اس کو کوئی سورۃ مثلاً سورۂ اخلاص قدر تشہد قعدۂ اخیرہ بیٹھنے کے بعد یاد آ گئی یا کوئی شخص قرآن پڑھتا تھا اس سے سیکھنے میں مشغول ہوئے بغیر صرف سن کر یاد کر لی تو اگرچہ وہ اُمی کسی قاری کے پیچھے مقتدی ہو تو امام صاحب کے نزدیک ایک قول کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو گی اس پر اکثر فقہا ہیں اور ایک قول کے مطابق فاسد نہیں ہو گی اور بِنا جائز ہے یہی مختار ہے اور اس پر بھی اکثر فقہا ہیں اور اگر منفرد ہو گا

تو یہ اختلاف باقی رہے گا یعنی امام صاحب کے نزدیک فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور بنا جائز ہوگی اور اگر کسی قاری سے تعلیم کے ساتھ یاد کرے گا تو بوجہ عملِ کثیر کے بالاتفاق وہ اپنی نماز سے خارج ہو جائے گا اور اس کو بلاخلاف بِنا جائز نہیں ہوگی۔

(۴) اگر عذر کی وجہ سے ننگا نماز پڑھنے والے کو قدرِ تشہد قعدہ کرنے کے بعد ایسا کپڑا مل جائے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی اس میں ایسی نجاست نہ لگی ہو جو مانعِ نماز ہو یا ایسی نجاست لگی ہے اور اس کے پاس ایسی چیز موجود ہے جس سے نجاست کو دور کر سکے یا اس کے پاس نجاست دور کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے لیکن وہ کپڑا چوتھائی یا اس سے زیادہ پاک ہے اور اس سے ستر ڈھانپ سکتا ہے تو اس میں وہی امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف جاری ہو گا۔ اور اگر وہ کپڑا چوتھائی سے کم پاک ہو گا یا کل نجس ہو گا تو اس کا وجود و عدم برابر ہے پس اس کی نماز باطل نہیں ہوگی وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔

(۵) مسح کرنے والے کا اپنے ایک پاؤں سے موزہ تھوڑے عمل سے نکالنا مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنیٰ حرکت سے پاؤں سے نکل گیا عملِ کثیر کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس میں وہی اختلاف جاری ہوگا اور عملِ کثیر سے موزہ نکالے گا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی بالاتفاق کیونکہ اس میں اپنے اختیار سے نماز سے باہر آنا پایا جاتا ہے (لیکن بوجہ ترکِ سلام اعادہ واجب ہوگا۔ مؤلف)

(۶) کوئی شخص عذر کی وجہ سے اشارہ سے نماز پڑھتا تھا اور بقدرِ تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد رکوع اور سجدہ کی طاقت آ گئی کیونکہ اب اس کی نماز کا آخری حصہ اقوی ہے پس ضعیف پر قوی کی بِنا جائز نہیں ہے (اس لئے وہی اختلاف جاری ہوگا کہ امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک بِنا جائز ہے۔ مؤلف)۔

(۷) کسی نماز کا فوت ہونا یاد آیا اور ابھی ترتیب ساقط نہیں ہوئی ہے۔ اگر منفرد یا امام ہو تو اپنے ذمہ قضا نماز کا ہونا یاد آئے اور اگر مقتدی ہو تو امام کے ذمہ ہونا یاد آئے اور جس کے ذمہ قضا ہے وہ ابھی صاحبِ ترتیب ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ قضا اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو وہی خلاف جاری ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک نماز کا باطل ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اگر اس کے بعد پانچ وقتی نمازیں اور پڑھ لے گا اور اس قضا کو باوجود یاد آنے کے اس وقت تک ادا نہیں کرے گا تو اب وہ نماز بھی جائز ہو جائے گی اور اگر قضا شدہ کو ادا کر لے گا تو وہ نماز باطل ہو جائے گی اس کی تفصیل قضا نمازوں کے بیان میں آئے گی۔ اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز بالاتفاق ہو جائے گی۔

(۸) کسی قاری امام کا کسی امی کو خلیفہ کر دینا قبل تشہد تو مطلقاً اس سے بالاتفاق نماز فاسد ہوتی ہے اور تشہد اخیرہ کے بعد بھی بعض فقہا کے نزدیک بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ استخلاف عمل کثیر ہے جو یہاں بلا ضرورت ہے کیونکہ اُمی امامت کا اہل نہیں ہے اور بعض کے نزدیک بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی یہی اصح و مختار ہے اور اس بنا پر یہ صورت اختلافی نہیں رہتی۔

(۹) فجر کی نماز میں بقدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد سورج کا نکل آنا۔

(۱۰) جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو جانا (صاحبین کے نزدیک عصر ایک مثل پر ہوتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک

دو مثل پر تو اس میں مراد یہ ہوگی کہ امام قعدہ میں اتنی دیر تک بیٹھا رہے یا جس روایت میں صاحبین کے نزدیک بھی دو مثل پر ہوتا ہے اس کی بنا پر کہا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۱۱) معذور کے عذر کا دور ہونا پس اگر معذور کا عذر تشہد کے بعد دور ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ حکم موقوف رہیگا یعنی دیکھنا چاہیئے کہ اگر عذر مذکورہ اگلی نماز کے کامل وقت تک موقوف رہا تو امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اس کو اس کی قضا دینی ہوگی اور اگر اگلی نماز کے وقت کے اندر پھر وہ عذر لوٹ آیا تو یہ عذر کا دور ہونا نہیں ہے اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یعنی وہی نماز صحیح ہوجائے گی —— (۱۲) کسی نے زخم پر جبیرہ (کھپاچیں جن سے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہیں) باندھی تھیں زخم اچھا ہوکر وہ جبیرہ گر گئیں۔

بعض نے ان میں آٹھ مسئلہ اور زیادہ کئے ہیں اس طرح ۲۰ مسئلے بیس ہوجاتے ہیں اور بعض (یعنی بحر الرائق وغیرہ) نے ان کو بارہ ہی کے ضمن میں بیان کر دیا ہے اور وہ آٹھ مسئلے یہ ہیں —— (۱) نجس کپڑے میں نماز پڑھتا تھا قدر تشہد اخیر کے بعد ایسی چیز مل گئی جس سے نجاست دھو سکتا ہے —— (۲) باندی بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھتی تھی اور بعد تشہد اخیر کے آزاد ہوگئی اور اس نے فوراً اسی وقت سر نہیں ڈھک لیا۔ (بعض نے یہ دونوں مسئلے مسئلہ ۳ کے ضمن میں بیان کئے ہیں) ——

(۳) مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو یاد کرنا جبکہ امام صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اگر امام کو یاد نہ آیا تو صرف مقتدی کی نماز باطل ہوگی (یہ مسئلہ ۷ کے ضمن میں آیا ہے) —— (۴) آفتاب کا عید کی نماز میں تشہد کے بعد ڈھل جانا ——

(۵ و ۶ و ۷) قضا نماز پڑھنے والے پر قضا نماز میں اوقات ثلٰثہ مکروہہ یعنی آفتاب کا طلوع ہونا یا ٹھیک دوپہر کا ہوجانا یا وقت غروب یعنی تغیر شمس کا وقت آجانا (ان چاروں مسئلوں کو ۹ کے ضمن میں لائے ہیں) —— (۸) قدر تشہد اخیر کے بعد معذور کے وقت کا نکل جانا کیونکہ وقت نکل جانے کے بعد معذور کی طہارت باطل ہوجاتی ہے (اس کو ۲ یا ۱۱ کے ضمن میں بیان کرتے ہیں)۔

(مسئلہ) ان بیس جگہوں میں جب نماز باطل ہوجاتی ہے تو وہ نفل نہیں ہوجاتی مگر چند صورتوں میں نفل ہوجاتی ہے (۱) جبکہ فوت شدہ نماز کو یاد کرے —— (۲) فجر کی نماز میں آفتاب نکل آئے —— (۳) جمعہ میں ظہر کا وقت جاتا رہے —— (۴) اشارہ سے نماز پڑھنے والا جب رکوع وسجدہ پر قادر ہوجائے —— (۵) عیدین کی نماز میں آفتاب کا ڈھلنا اور قضا نماز میں اوقات مکروہہ کا داخل ہونا بھی اسی حکم میں ہونا چاہیئے۔

(مسئلہ) اگر ان بیس مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت امام کو بقدر تشہد قعدہ اخیرہ بیٹھنے کے بعد سجدہ سہو میں لاحق ہو تب بھی یہی حکم ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر وہ امام ہے تو اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل ہوجائے گی۔ اور اگر سلام پھیر دیا اور اس پر سجدۂ سہو باقی ہے اس وقت ان صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آئی تو اگر سجدہ کیا تو نماز باطل ہوجائے گی ورنہ باطل نہیں ہوگی۔ اور اگر امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد مقتدیوں نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا پھر امام پر ان صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آئی تو امام کی نماز باطل ہوگئی قوم کی نماز باطل

نہیں ہوگی اور اسی طرح امام نے سجدۂ سہو کیا اور قوم نے نہ کیا پھر امام پر ان میں سے کوئی صورت پیش آئی تب بھی یہی حکم ہے یعنی امام کی نماز باطل ہوگی قوم کی نہیں۔

(فائدہ) بِناکے جواز اور خلیفہ پکڑنے کے مسائل بہت مشکل اور علاًبہت احتیاط طلب ہیں لہذا بغرض علمیت ان کو پڑھنا اور یاد رکھنا چاہئے اور جب تک صحیح معنی میں ان کو سمجھ کر عمل کرنے کی قوت پیدا نہ ہوئے سرے سے پڑھنے پر ہی عمل رکھنا چاہئے کیونکہ استیناف ہی بالاجماع افضل ہے)۔

مفسداتِ نماز کا بیان

مفسداتِ نماز اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اُسے لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے نماز کے اندر منافی نماز قول و فعل اور نماز کی کسی شرط کے مفقود یا بلا عذر ترک ہونے یا رکن کے ترک ہو جانے یا واجب کے عمداً ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز کو فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں۔ (۱) اقوال یعنی وہ امور جو بولنے و تکلم سے تعلق رکھتے ہیں (۲) افعال یعنی جو فعل و عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔

پہلی قسم اقوال تکلم یعنی بولنا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ (۱) کلام اور اس کے مفسدِ نماز ہونے کی کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ کم از کم اس میں دو حرف ہوں یا ایک حرف ہو تو ایسا ہو جس کے معنی سمجھ میں آجاتے ہیں مثلاً عِ اور قِ یہ امر کے صیغے ہیں یعنی عِ بمعنی حفاظت کر اور قِ بمعنی بچا۔ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام میں داخل نہیں اس لئے نماز کو نہیں توڑتا پس کلام قلیل ہو یا کثیر نماز کے فاسد کرنے کے حکم میں برابر ہے ــــ دوم یہ کہ وہ کلام ایسا ہو جیسے لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں یعنی نماز سے متعلق اذکار نہ ہوں پس نماز کے اذکار یعنی تسبیح و تکبیر و قراتِ قرآن سے نماز فاسد نہیں ہوتی ــــ سوم اس طرح آواز سے کلام کرے کہ سُنا جائے اگرچہ اتنی آواز سے ہو کہ صرف خود ہی سُن سکے جبکہ کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی بھی آواز نہ ہو کہ خود سُن سکے اگرچہ حروف صحیح ادا کئے ہوں تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور خواہ بھول کر ہو یعنی بھول جائے کہ نماز پڑھتا ہے یا خطا سے ہو یعنی قرات یا اذکارِ نماز کا ارادہ کیا مگر غلطی سے اس کی جگہ کلام ادا ہو گیا مثلاً یٰاَیُّھَا النَّاسُ کی جگہ یَا زَیْدُ نکل گیا یا جہالت (بے علمی) کی وجہ سے ہو یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ کلام سے نماز جاتی رہتی ہے یا کسی نے اس کو کلام کرنے پر مجبور کیا یا عمداً یعنی اپنے ارادہ و خوشی سے کلام کیا خواہ اپنی نماز کی اصلاح کے لئے کیا مثلاً امام قعدہ کے موقع پر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے اس کو کہا کہ "بیٹھ جا"، یا قیام کے موقع پر بیٹھ گیا اور مقتدی نے کہا "کھڑا ہو جا" (ایسے موقع پر سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ مؤلف) اور وہ کلام مختار قول کی بِنا پر خواہ نماز کے اندر سوتے میں ہو یا بیداری میں ہو۔ ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ فرض نماز ہے تو نئے سرے سے پڑھنا فرض ہے ورنہ واجب ہے لیکن عمداً یا سہواً

کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جبکہ قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور اس سے پہلے نماز کے کسی حصہ میں کلام کیا ہو اور اگر بقدر تشہد قعدۂ اخیرہ کر لینے کے بعد عمداً یا سہواً کلام کیا تو نماز پوری ہو گئی مگر سلام کے ترک سے ترکِ واجب ہوا اسلئے مکروہ تحریمی ہوئی اور اس کا لوٹانا واجب ہے۔

(۲) سلام کرنا۔ پس اگر نمازی نے کسی شخص کو سلام کیا مثلاً سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا اسی جیسا کوئی اور لفظ کہا تو خواہ بھول کر ہو یا قصداً ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر بھول کر کسی کو سلام کرنے کا ارادہ کیا اور جب السلام کہا تو یاد آیا کہ اس کو نماز کی حالت میں سلام کرنا جائز نہیں پس خاموش ہو گیا تو اگر قیام کی حالت میں ایسا ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قیام اس کا (یعنی نماز سے باہر آنے کے سلام کا) محل نہیں ہے اس لئے اس کا گمان نہیں ہو سکتا سوائے نماز جنازہ کے کیونکہ اس میں نماز سے باہر ہونے کا سلام کھڑا ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر اُس کا گمان ہو سکتا ہے جیسا کہ اور نمازوں میں قعدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اگر قعدہ کی حالت میں یہ صورت پیش آئی اور مخاطب وہاں موجود ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مخاطب وہاں موجود نہ ہو تو بھول کر صرف السلام کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس صورت میں اس کو ذکر اعتبار کیا جائے گا اور اگر عمداً صرف السلام کہے گا تو مخاطب وہاں موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور پورا السلام علیکم کہنے سے ہر حال میں نماز فاسد ہو گی خواہ عمداً ہو یا سہواً اور مخاطب وہاں موجود ہو یا نہ ہو ——— اور اگر نماز کو پورا کرنے کے لئے نماز کے پورا ہونے سے پہلے بھول کر سلام پھیر دیا یعنی اس کو یہ گمان ہوا تھا کہ نماز پوری ہو چکی ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مثلاً چار رکعت والی نماز فرض میں اگر دو رکعتوں کے بعد اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ چوتھی رکعت ہے پھر یاد آیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی اسی طرح پڑھتا رہے اور پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے کیونکہ یہ نماز کے وصف میں سہو ہوا ہے اصل نماز میں نہیں یعنی اس نے چار پوری ہونے کے گمان سے سلام پھیرا ہے اس لئے یہاں اس کے گمان کا اعتبار ہوگا اور اگر نماز کی اصل میں سہو ہوا یعنی نماز ہی کو بھول گیا کہ کونسی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد اس کو تراویح سمجھ کر سلام پھیر دیا، یا ظہر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد جمعہ کے گمان سے سلام پھیر دیا، یا مقیم نے دو رکعتوں کے بعد اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا، یا فجر کی نماز کے گمان سے سلام پھیر دیا تو اِن سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی نئے سرے سے پڑھے، اس لئے کہ اس نے دو رکعت پر نماز قطع کرنے کا قصد کیا اور اصل نماز میں بھول لگی ہے اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ سہواً سلام پھیرنے میں وصفِ نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اصل نماز میں سہو ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً نماز کا سلام پھیرا تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی ——— مسبوق نے یہ سمجھ کر سلام پھیرا کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تو یہ عمداً سلام ہوا اس لئے نماز فاسد ہو گی اور اس پر بنا جائز نہیں اسی طرح اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیرا اور اس کو یہ یاد تھا کہ اس کی نماز ابھی باقی ہے تب بھی عمداً سلام ہو کر نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اپنا مسبوق ہونا بھول گیا تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اس لئے کہ بھول کر سلام کہنا تحریمہ نماز سے خارج نہیں کرتا۔

(۳) سلام کا جواب دینا۔ زبان سے سلام کا جواب دینا خواہ عمداً ہو یا سہواً نماز کو فاسد کرتا ہے کیونکہ یہ اذکار میں سے نہیں ہے بلکہ کلام اور خطاب ہے۔ اگر سلام کی نیت سے یا جوابِ سلام کی نیت سے مصافحہ کیا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بھی حقیقت میں کلام کے معنی میں ہے بلکہ اس کی وجہ عملِ کثیر ہونا ہے اشارہ سے بھی سلام کا جواب نہ دے کیونکہ یہ اگرچہ نماز کو فاسد نہیں کرتا مگر مکروہ ہے جیسا کہ مکروہاتِ نماز میں آئے گا۔

(۴) چھینک کا جواب دینا۔ اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے اس کو یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ خطاب بالغیر ہونے کی وجہ سے کلام میں داخل ہو گیا اور اگر خود نمازی کو چھینک آئی اور اس نے خود اپنی طرف خطاب کر کے یرحمك اللہ کہا (یعنی یوں کہا یرحمك اللہ یا نفسی) تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ یہ خطاب بالغیر نہیں ہے اس لئے کلام میں داخل نہیں اور مفسد نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی یرحمنی اللہ کہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ۔۔۔ اگر کسی شخص کو چھینک آئی اور نمازی نے الحمد للہ کہا تو اگر اس سے جواب کا ارادہ کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی اس لئے کہ یہ چھینک کے جواب کے لئے متعارف نہیں ہے اور اگر اس کے سمجھانے کا ارادہ کیا (کہ الحمد للہ کہے) تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نہ جواب کا ارادہ کیا اور نہ سمجھانے کا بلکہ ثنا اور تعظیم کے ارادہ سے کہا تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی ۔۔۔ اگر کسی نمازی کو چھینک آئی اور خود ہی الحمد للہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ یہ خطاب بالغیر نہیں ہے لیکن اس کو چاہئے کہ زبان سے نہ کہے بلکہ اپنے دل میں کہہ لے اور بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے اور صحیح یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر کہے۔ اگر مقتدی ہے تو الحمد للہ نہ آہستہ کہے نہ آواز سے کہے ۔۔۔ دو شخص نماز پڑھتے تھے ان میں سے ایک کو چھینک آئی اور ایک تیسرے ایسے شخص نے جو نماز نہیں پڑھ رہا تھا یرحمك اللہ کہا اور ان دونوں نمازیوں نے آمین کہا تو چھینکنے والے کی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ اس نے اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور دوسرے نمازی کی فاسد نہیں ہو گی اس لئے کہ یرحمك اللہ کہنے والے نے اس کے واسطے دعا نہیں کی تھی پس اس کا آمین کہنا اپنے حق میں جوابِ دعا نہیں ہے بلکہ اس نے دوسرے کے حق میں آمین کہی ہے خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ نماز سے باہر والے کی دعا چھینکنے والے کے لئے تھی تو چھینکنے والے کے آمین کہنے سے اس کا جواب متعین ہو گیا پس اب دوسرے نمازی کا آمین کہنا جواب نہ رہا۔ بخلاف اس کے اگر وہ نمازی ایک ہی ہو اور اس کو چھینک آئی اور خارج نماز کسی شخص نے یرحمك اللہ کہا اور اس نمازی نے آمین کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اب اس کا آمین کہنا جوابِ دعا کے لئے متعین ہو گیا ۔۔۔ اگر کسی شخص نے کسی کے لئے دعائے خیر یا دعائے بد کی اور کسی نمازی نے سن کر آمین کہا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور اگر نمازی نے کسی دوسرے نمازی سے ولا الضالین سنا اور آمین کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اور بعض نے کہا کہ فاسد ہو جائے گی اور متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(۵) اگر نماز میں کوئی خوشی کی خبر سنی اور الحمد للہ کہا اور اس سے اس کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی

کیونکہ یہ اس کے لئے متعارف ہے اور اگر جواب کا ارادہ نہیں کیا یا اپنے نماز میں ہونے کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۶) اگر نماز میں کوئی بُری خبر سنی مثلاً کسی کی موت کی خبر سُنی اور نمازی نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، پڑھا۔

(۷) اسی طرح اگر نماز میں کوئی تعجب کی خبر سنی اور سبحان اللہ، یا، لاالٰہ الا اللہ، یا اللہ اکبر کہا تو اگر ان دونوں صورتوں میں بھی جواب کا ارادہ نہیں کیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر جواب کا ارادہ کیا تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی کیونکہ جو ثنا اور قرآن ہے وہ نیت سے متغیر نہیں ہوتا اور طرفین کے نزدیک متغیر ہوتا ہے سوائے ان مواقع کے جہاں حدیث میں وارد ہے جیسے امام کو لقمہ دینا یا سبحان اللہ کہکر امام کی نماز کی اصلاح کرنا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہی اختلاف ۵ میں بھی جاری ہے۔

(۸) اسی طرح اگر نماز کی حالت میں قرآن پڑھا یا اللہ کا ذکر کیا اور اس سے کسی آدمی کو حکم کرنے یا منع کرنے کا ارادہ کیا مثلاً نماز کی حالت میں کسی سے کہے یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ، یا کہے اِقْرَأْ۔ یا کسی کے سوال کا جواب قرآن کی آیت یا اللہ کے ذکر سے دے مثلاً کسی نے پوچھا اَمَعَ اللّٰہِ اِلٰہٌ اٰخَرُ (کیا خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے) نمازی نے جواب دیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یا کسی نے پوچھا مَا مَالُکَ (تیرے کیا کیا مال ہیں) اس نے جواب میں کہا اَلْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ، یا کسی نے کہا مِنْ اَیْنَ جِئْتَ (تو کہاں سے آیا ہے) اُس نے جواب میں کہا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ، تو ان صورتوں میں بھی امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی بوجہ نیت سے متغیر ہونے کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی اور اگر جواب وغیرہ کا قصد نہ ہو بلکہ نماز میں ہونے کی اطلاع دینا مقصود ہو تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ قرآن یا ذکر و ثنا سے نہیں ہے مثلاً مَا مَالُکَ (تیرے کیا کیا مال ہیں) کے جواب کہے اَلْاِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْعَبِیْدُ تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر خطاب کی نیت سے قرآن پڑھا تو بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ قرآن خطاب کے لئے نہیں ہے پس خطاب کی نیت سے قرآن نہیں رہتا بلکہ کلام الناس ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو خطاب کرے یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ۔ یا یہ کہے وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی اور خواہ اس مخاطب کا نام یہی ہو یا نہ ہو جبکہ اس کو خطاب کا ارادہ کیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی کو جو دروازے پر ہے نمازی نے کہا وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اگرچہ اس میں ندا یا خطاب کا حرف نہیں ہے لیکن اُدْخُلْ (داخل ہو جا) کے معنی میں ہے۔

(۹) اگر نمازی کے بچھو نے ڈنک مارا اور اس نے بسم اللہ کہا تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ اس قسم کی بات نہیں ہے جیسے آدمی آپس میں باتیں کرتے ہیں اسی پر فتوی ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ کسی درد کی وجہ سے بسم اللہ کہا ہو مثلاً بیمار نمازی نے کھڑا ہوتے وقت یا جھکتے وقت مشقت یا درد کی وجہ سے بسم اللہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح اگر چھت میں سے کوئی چیز گری اور نمازی نے

بسم اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور فتویٰ اس پر ہے کہ فاسد نہیں ہو گی اور یہی حکم ان سب صورتوں میں بسم اللہ کی بجائے یارب کہنے والے کا ہے۔

(۱۰) اگر چاند دیکھ کر رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ کہا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۱) اگر بخار یا کسی اور مرض کے دفع کرنے کے لئے قرآن اپنے اوپر پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۲) اگر کسی نمازی نے اللہ تعالیٰ کا نام کسی سے سن کر جَلَّ جَلَالُهٗ کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ پر درود پڑھا یا امام کی قراءت سن کر صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهٗ کہا یا اگر امام نے ترغیب یا ترہیب کی آیت پڑھی اور مقتدی نے کہا صدق اللہ وبلغت رسلہ۔ تو اگر اس سے اس کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح اگر کوئی ارادہ نہیں کیا تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ بظاہر اس سے جواب کا ارادہ پایا جاتا ہے۔ اور اگر جواب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ تعظیم اور ثنا کے ارادہ سے کہے گا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

(۱۳) اگر نمازی نے کسی شخص سے آیت میں شیطان کا ذکر سنا اور اس کو لعنۃ اللہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر جواب کا قصد نہ ہو تو نماز فاسد نہیں ہو گی اور اگر وہ جملہ نہ قرآن ہو گا نہ ثنا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو گی۔

(۱۴) اگر کسی شخص نے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ پڑھا اور دوسرے شخص نے نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود پڑھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جواب کا قصد نہ ہو اگر جواب کا قصد ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۵) اگر کسی نمازی نے وسوسہ کے دور ہونے کیلئے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھی تو اگر وہ وسوسہ دنیاوی امور سے متعلق ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امورِ آخرت سے متعلق ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

(۱۶) کسی نے نماز کے سلام کے بعد پکار کر کہا کہ حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے سورہ فاتحہ پڑھو اور مسبوق نے سورہ فاتحہ پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۷) اگر ایسا شعر پڑھا کہ وہ بعینہ قرآن میں پایا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول: اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ۔ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۔ یا جیسے یہ قول ہے وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یا جیسے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا۔ اور اس پڑھنے میں شعر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی شعر یا خطبہ اپنے دل میں تصنیف کیا اور زبان سے نہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن برا کیا (یعنی مکروہ ہے)۔ (فائدہ) ان سب مذکورہ بالا صورتوں میں خلاصہ یہ ہے کہ الفاظِ قرآن یا ثنا نماز کے اندر کہنے سے جبکہ قصد جواب ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہونا مذکور ہوا ہے اور عمل کرنے کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی سوائے خطاب کے قصد سے قرآن پڑھنے کے کہ یہ صورت ان کے نزدیک بھی مفسد ہے جیسا کہ بیان ہوا

اور ان سب صورتوں میں اگر جواب کا قصد نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ میں نماز میں ہوں تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر وہ الفاظ نہ قرآن میں اور نہ ثنا ہیں تو بالاتفاق نماز فاسد ہوجائے گی۔ فافہم۔

(۱۸) اگر نمازی نے اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی اس لئے کہ یہ بغیر ضرورت کے نماز کے اندر سیکھنا اور سکھانا ہے اور یہ لقمہ دینا خواہ مقتدی کا مقتدی کو ہو یا منفرد نمازی کو ہو یا غیر نمازی کو ہو یا اپنے امام کے سوا کسی دوسرے امام کو ہو اور خواہ امام یا منفرد کا کسی دوسرے شخص کو لقمہ دینا ہو نماز فاسد ہونے کے حکم میں سب برابر ہیں جبکہ لقمہ دینے میں تعلیم یعنی بتانے کی نیت ہو تلاوت کی نیت نہ ہو لیکن اگر لقمہ دینے کی نیت سے نہیں پڑھا بلکہ تلاوت کی نیت سے پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ نیز اگر اس کے بتاتے وقت اس بھولنے والے کو خود یاد آگیا اور اس کے بتانے کو یاد آنے میں کچھ دخل نہیں تب اُس بھولنے والے کی نماز فاسد نہیں ہوگی مثلاً امام رُک گیا اور اس کو ایسے شخص نے لقمہ دیا جو کہ اس کے ساتھ نماز میں نہیں ہے اور اسی وقت امام کو بھی یاد آگیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر خود بخود یاد آجائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا پیچھے یاد آئے اور وہ اپنی یاد پر اعتماد کرکے پڑھے اور اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس کے لقمہ کی وجہ سے یاد آیا تو ہر حال میں نماز فاسد ہوجائے گی خواہ اس کے ساتھ ہی ہو یا پہلے یا پیچھے ہو اور یہ فیصلہ مبتلیٰ بہ کی اپنی دیانت پر موقوف ہے جیسا کہ لقمہ دینے والے کا تلاوت کی نیت سے پڑھنا مفسد نہ ہونا بیان ہوا ہے تو وہ بھی خود اپنے نفس سے فیصلہ کرے گا ....

.... مطلقاً ....

اپنے امام کی نماز کی اصلاح کے لئے قرآن یا ذکر و ثنا پڑھنا جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام قرارت میں اٹک گیا یا غلط پڑھ گیا تو نمازی کے اپنے امام کو لقمہ دینے سے نہ اس نمازی مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ لقمہ لینے سے امام کی نماز فاسد ہوتی ہے خواہ امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوجاتی ہے یا اس قدر نہ پڑھ چکا ہو اور دوسری آیت شروع کردی ہو یا نہ کردی ہو اور خواہ لقمہ دینا پہلی بار ہو یا دوسری تیسری بار ہو۔ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی صحیح قول کے بموجب امام یا مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر مقتدی نے کسی ایسے شخص سے سن کر لقمہ دیا جو اُن کے ساتھ اس نماز کی جماعت میں شامل نہیں ہے خواہ اپنی الگ وہی یا دوسری نماز پڑھتا ہو یا بالکل نماز نہ پڑھتا ہو تو سب کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ کیونکہ مقتدی کی نماز خارج آدمی کا بتایا ہوا لقمہ لینے سے فاسد ہوگئی اور اب یہ مقتدی خارج نماز ہوگیا تو اس کا لقمہ امام کے لے لینے سے امام کی نماز اور امام کے ساتھ سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی نماز فاسد ہوگی ۔ صحیح یہ ہے کہ لقمہ دینے والا مقتدی اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے قرارت کی نیت نہ کرے کیونکہ امام

(لیکن اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھ کر (جبکہ اٹھائے نہیں بلکہ اگر وہاں کھلا ہوا رکھا ہو اس میں دیکھ لے۔ مؤلف) یا دوسرے سے سن کر

پیچھے قراءت ممنوع ہے لقمہ دینا منع نہیں ہے۔ اور مقتدی کو فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ کچھ ٹھہرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکالے اس لئے کہ شاید امام کو اسی وقت یاد آجائے تو اس وقت مقتدی کی قراءت امام کے پیچھے بغیر ضرورت ہوگی۔ اسی طرح امام کے لئے بھی مکروہ ہے کہ مقتدیوں پر لقمہ دینے کی مشقت ڈالے اس لئے کہ وہ اس صورت میں گویا ان کے اوپر قراءت کی ضرورت ڈالتا ہے جو بلا ضرورت مقتدی کے لئے مکروہ ہے پس امام کے لئے بھی یہ بات مکروہ ہوگی۔ بلکہ امام کو چاہئے کہ اگر اس قدر پڑھ لیا ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے (یعنی بقدر مسنون قراءت کر چکا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کو ترجیح ہے اور بعض کے نزدیک بقدر واجب کو ترجیح ہے) تو رکوع کردے اور دوسری آیت کی طرف نہ جائے، اور اگر اتنا نہیں پڑھا تو کوئی دوسری آیت پڑھنے لگے جس کے ملانے سے معنی اتنے نہ بگڑتے ہوں کہ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو یا کوئی دوسری سورت شروع کردے، مقتدیوں پر ضرورت ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ بار بار ایک آیت پڑھے یا چپکا کھڑا ہو جائے یا غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہے یا رکوع نہ کرے لیکن اگر امام ایک آیت کا تکرار اس غرض سے کرے کہ اس کی قراءت رواں ہو کر اسے کلمہ یاد آجائے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح اگر امام کی عادت مقتدی کو معلوم ہو کہ جب رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔ لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے اگر کوئی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو بشرطیکہ نماز جانتا ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو بالغ کے لقمہ کا ہوتا ہے۔ اگر امام سے قراءت کے علاوہ کوئی اور غلطی ہوئی اور مقتدی نے سبحان اللہ کہہ دیا تو کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس سے نماز کی اصلاح مقصود ہے مثلاً اگر امام چار رکعت والی نماز میں پانچویں رکعت کے لئے یا دو رکعت کی نماز میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرنا چاہئے اسی طرح تین یا چار رکعتوں والی نماز میں امام نے دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگا تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہے سبحان اللہ کہہ کر امام کو یاد دلائے اور اگر قیام کے قریب پہنچ جائے تو مقتدی کو سبحان اللہ نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ جب امام قیام کے قریب ہو گیا تو پھر اس کو لوٹنا بعض کے نزدیک جائز نہیں پس اس وقت مقتدی کا سبحان اللہ کہنا کچھ مفید نہ ہوگا اگرچہ اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۱۹) نماز میں ایسی دعا مانگنا جس کا بندوں سے مانگنا محال نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث میں آئی ہے اس سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن قرآن میں آئی ہوئی دعا کو قراءت کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ دعا کی نیت سے پڑھے کیونکہ قراءت سوائے قیام کے کسی اور رکن میں مکروہ ہے۔ اور جو دعا قرآن یا حدیث میں نہیں آئی تو اگر اس کا بندوں سے مانگنا محال ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی مثلاً مغفرت یا عافیت یا رزق کی دعا مانگی یعنی یوں کہا: اللھم اغفر لی، اللھم عافنی، اللھم ارزقنی۔ یا یہ کہا اللھم اغفر لعمی یا اللھم اغفر لامی یا اللھم اغفر لخالی یا اللھم اغفر لزید یا اللھم ارزقنی رُؤْیَتَکَ یا اللھم ارزقنی الحج کہا تو ان سب صورتوں میں صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ مغفرت کا بندوں سے طلب کرنا محال ہے لقولہ تعالیٰ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا

گناہوں کو کون معاف کرتا ہے) اسی طرح رزق کا دینا بھی اللہ پاک ہی کا کام ہے لیکن اگر رزق کے ساتھ مال وغیرہ دنیاوی اشیاء کا ذکر کریگا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ اسبابِ رزق ہیں اور ان کا استعمال بندوں کے لئے بھی ہوتا ہے پس اگر یوں کہا اللھم ارزقنی مالاً یا اللھم ارزقنی بقلاً وقثاءً وعدساً وبصلاً یا یہ کہا اللھم ارزقنی فلانۃ تو نماز بلاخلاف فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسی دعا کی جس کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً یہ کہا اللھم اطعمنی یا اللھم اقض دینی یا اللھم زوجنی وغیرہ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور یہ فسادِ نماز کا حکم اس وقت ہے جبکہ تشہد کی مقدار بیٹھنے سے پہلے پڑھے اور اگر اس کے بعد پڑھے گا تو اس سے اس کی نماز پوری ہو جائیگی مگر کراہت تحریمی کے ساتھ ہوگی لہٰذا اس کا اعادہ واجب ہے۔ (اللھم ارزقنی من بقلھا وقثائھا وفومھا وعدسھا وبصلھا کہنے سے صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ الفاظ قرآن میں آئے ہیں اگرچہ ان چیزوں کا سوال بندوں سے محال نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ کہا اَکْرِمْنِیْ یا اَنْعِمْ عَلَیَّ تب بھی نماز فاسد ہونی چاہئے کیونکہ یہ بندوں کے لئے بھی مستعمل ہے لیکن بعض نے کہا کہ فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ قرآن میں اس کے معنی موجود ہیں یعنی اذا ما ابتلاہ فاکرمہ ونعمہ۔ اسی طرح یہ کہنا بھی مفسد نہیں ہے اللھم امددنی بمال۔ اگر کسی نے اللھم العن الظالمین کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی کیونکہ یہ قرآن میں موجود ہے اور اگر اللھم العن فلاناً (یعنی ظالم کا نام لیا) تو نماز فاسد ہو جائے گی)۔

(۲۰) کوئی نمازی جس وقت یا ایھا الذین اٰمنوا پڑھتا ہے تو سر اٹھا کر کہتا ہے لبیک یا سیدی تو بہتر ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر ایسا کیا بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی صحیح ہے۔

(۲۱) اگر حج کرنے والے نے اپنی نماز کے اندر لبیک کہا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ لبیک آدمیوں کے کلام کے مشابہ ہے۔

(۲۲) اگر ایامِ تشریق میں نماز کے اندر تکبیر تشریق (یعنی اللہ اکبر الخ) کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ ذکر ہے۔

(۲۳) اگر نماز کے اندر اذان کے کلمات بارادہ اذان کہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز کے اندر اذان سنی اور جو مؤذن کہتا ہے وہی کہنے لگا تو اگر اذان کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ فاسد نہ ہوگی، اور اگر اس کی کچھ نیت نہیں ہے تب بھی فاسد ہو جائیگی کیونکہ اس سے بظاہر جواب کا ارادہ پایا جاتا ہے۔

(۲۴) اگر نماز کے اندر لفظِ "نَعَمْ" اس کی زبان سے نکلا پس اگر اس کی عادت تھی کہ یہ لفظ اس کی کلام میں جاری ہوا کرتا ہے یعنی اس کی عادت اور اس کا تکیہ کلام ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر یہ عادت نہیں تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ وہ قرآن میں سے شمار ہوگا۔ اگر فارسی کا لفظ آرے یا بلے یا کسی اور زبان کا اس معنی کا لفظ مثلاً اردو میں ہاں کہا تب بھی ایک روایت کے مطابق وہی حکم ہے جو نعم کا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قرآن صرف معنی کا نام ہے اور ایک روایت کے مطابق نماز فاسد ہوگی کیونکہ قرآن الفاظ و معنی کا نام ہے۔ اسی طرح ہر وہ لفظ جو قرآن میں وارد ہوا اور کسی شخص کا تکیہ کلام ہو تو اس کے کہنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تکیہ کلام نہ ہو تو فاسد نہ ہوگی۔

(۲۵) اگر نماز میں آواز سے آہ یا اوہ یا اف کہا یا رویا جس سے حروف پیدا ہو گئے تو اگر یہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ جنت یا دوزخ کے ذکر سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہنا ہے، اللھم انی اسئلک الجنۃ و اعوذبک من النار۔ (الٰہی میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں)۔ اور ان الفاظ کے کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر درد یا مصیبت کے سبب ان الفاظ کے ساتھ رویا یا آہ وغیرہ کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر مریض اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہیں روک سکتا تو بوجہ ضرورت کے نماز فاسد نہیں ہو گی وہ گویا چھینکنے، کھانسنے و ڈکار و جمائی لینے کی مانند ہو گیا۔ اور اگر نماز میں ایسا رویا کہ صرف آنسو بہے اور آہ نہ نکلی تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اگر امام کی قرأت اچھی لگی اور رو کر کہنے لگا نعم یا اس کے ہم معنی اردو فارسی کا لفظ ہاں یا بلے یا آرے یا البتہ وغیرہ کہا تو نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ یہ الفاظ خشوع پر دلالت کرتے ہیں جو نماز میں مطلوب ہے اور اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی وجہ سے لذت میں آکر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اپنے گناہوں کی کثرت کا خیال کرکے آہ کی تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

(۲۶) کھنکارنا یا کھانسنا دو حرفوں سے یعنی اُح اُح کہنا بلا عذر یا بلا غرض صحیح ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کھنکارنا عذر کے ساتھ مثلاً کھانسی کا مرض ہے یا بے اختیار کھانسی آجائے یعنی اس طرح ہو کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بلا تکلف (بے اختیار) پیدا ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس سے بچ نہیں سکتا اور اگر خود اپنی طرف سے کسی صحیح غرض کیلئے کھنکارا تب بھی مفسد نہیں ہے مثلاً اپنی آواز کو درست کرنے کے لئے یا اچھا کرنے کے لئے کھنکارا یا امام سے کوئی غلطی قرأت میں یا اٹھنے یا بیٹھنے میں ہوئی اور اس کو بتانے کے لئے مقتدی کھنکارا یا کسی کو اپنے نماز میں ہونے پر اطلاع دینے کے لئے کھنکارا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اور اگر کھنکارنے یا کھانسنے سے حروف ظاہر نہیں ہوئے یا سنے نہیں جاتے تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہو گی لیکن بلا عذر ہو تو مکروہ ہے۔

(۲۷) چھینک یا ڈکار یا جمائی لینے کا بھی یہی حکم ہے کہ اگرچہ حروف پیدا ہوں بوجہ مجبوری کے اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن اگر مجبوری کے بغیر مقتضائے طبیعت سے زائد حروف تکلف سے ادا کرے گا مثلاً جمائی لینے والا اھاہ ھاہ دو دفعہ کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حروف حاصل نہیں ہوں گے تو مطلقاً نماز فاسد نہیں ہو گی جیسا کھانسی والے کی آواز بلا حروف کے ناک سے سانس نکلتے وقت ہوتی ہے۔

(۲۸) اگر اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو پھونکا تو اگر یہ پھونکنا سانس لینے کی مانند تھا کہ اس کی آواز سنی نہیں جاتی تو نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر اس طرح سننے میں آیا کہ اس میں سے حروف بھی پیدا ہوتے تھے تو وہ بمنزلہ کلام کے ہے اور اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۲۹) اگر کسی جانور کتے بلی گدھے وغیرہ کو بلایا یا ہنکایا مثلاً کتے کو ہُو کہہ کے یا کسی پرندے وغیرہ کو ہُش کہہ کے ہنکایا یا اسی طرح کسی اور جانور کو ہنکانے والی کسی آواز سے ہنکایا یا بلانے والی آواز سے بلایا تو اگرچہ اس سے الفاظ سنے جاتے ہیں

لیکن ان سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ بغیر ہجا کی آوازیں ہیں لیکن نماز میں ایسا کرنا مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک جس کو لوگ کلام سمجھتے ہوں خواہ اس سے حرف ہجا حاصل ہوں یا نہ ہوں وہ مفسد ہے۔

(۳۰) اگر نماز کے آخر میں تشہد پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا اور تشہد پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑا سا پڑھکر تشہد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ اس کا پہلا قعدہ تشہد کی طرف لوٹنے سے باطل ہو گیا پس جب تشہد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو گئی (کیونکہ اب قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کے ادا نہیں ہوا۔ مؤلف) اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا پہلا قعدہ قرأت تشہد کی طرف لوٹنے سے پورا باطل نہیں ہوگا صرف اسی قدر باطل ہوگا جس قدر تشہد اس نے پڑھا ہے یا کچھ بھی باطل نہ ہوگا اس لئے کہ تشہد پڑھنے کا مقام قعدہ ہے اور اس کے باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ سے اُس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے جس میں ائمہ سے کوئی روایت نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ الحمد اور سورت پڑھنا بھول گیا اور رکوع کر دیا اور رکوع میں یاد آیا پھر قرأت کے واسطے کھڑا ہوا پھر معلوم ہوا کہ قرأت کر چکا ہے اور نادم ہو کر بغیر قرأت کئے سجدہ میں چلا گیا اور رکوع کا اعادہ نہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ جب وہ قرأت کے لئے کھڑا ہوا تو اس کا رکوع باطل ہو گیا پس جب پھر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز باطل ہو گئی اور بعضوں نے کہا کہ سبب رکوع باطل نہ ہوگا اس لئے کہ رکوع کا باطل ہونا قرأت کی وجہ سے تھا اور جب اس نے قرأت نہ کی تو گویا اس نے یہ فعل ہی نہیں کیا (جیسا کہ یہ مسئلہ سجدۂ سہو کے بیان میں ہے)۔ .... یا کچھ بھی باطل نہ ہوگا۔

(۳۱) اگر قرآن مجید میں دیکھ کر بغیر اٹھائے ہوئے قرأت کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ یہ تعلّم ہے یعنی قرآن اس کو سکھاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے گویا نمازی کو غیر کی طرف سے تلقین و تعلیم ہوئی جو مفسدِ نماز ہے اگر قرآن محراب میں لکھا ہوا ہے اور اس سے پڑھتا ہے تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ظاہر روایت میں قرآن یا محراب سے دیکھکر تھوڑا پڑھنے یا بہت پڑھنے میں یا امام یا منفرد میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایسا اُمّی جو بغیر دیکھے نہ پڑھ سکتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ دیکھ کر پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی پس اس کو بلا قرأت پڑھنا چاہیئے یہی اس کے لئے کافی ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر بمقدار سورۂ فاتحہ کے پڑھا تو فاسد ہوگی اور اس سے کم پڑھا تو فاسد نہیں ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک آیت کی مقدار پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ فاسد نہ ہوگی یہی اظہر ہے اسلئے کہ یہ اتنی مقدار ہے جتنی سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز جائز ہو جاتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک قرآن یا محراب میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اگر اہل کتاب سے تشبّہ کی نیت سے کرے گا تو مکروہ ہوگا ورنہ مکروہ بھی نہیں۔ اور اگر اٹھا کر پڑھے گا تو بالاتفاق بوجہ عمل کثیر کے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ حصہ قرآن جو دیکھ کر پڑھتا ہے یاد ہے اور لکھے ہوئے سے بغیر قرآن اٹھائے کے پڑھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نہ اس میں سیکھنا ہے نہ عمل کثیر ہے۔ اگر

نماز میں کسی لکھے ہوئے پر نظر پڑی اور وہ آیت قرآن کی تھی اور اس کو سمجھ لیا تو بلا خلاف نماز جائز ہے۔ اگر نماز میں کسی فقہ کی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو سمجھ لیا تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح اگر محراب پر سوائے قرآن کے کچھ اور لکھا تھا اور اس کو نمازی نے دیکھا اور سمجھا تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز بالاجماع فاسد نہ ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے اندر کسی لکھی ہوئی چیز کو بغیر قصد کے دیکھنا اور سمجھنا خواہ وہ قرآن ہو یا فقہ وغیرہ بلا خلاف بالاتفاق نماز کو فاسد نہیں کرتا اور مکروہ بھی نہیں ہے لیکن اگر قصداً سمجھا ہو تو بھی صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

(۳۲) اگر نماز کے اندر قرارت کی جگہ صرف انجیل یا توریت یا زبور میں سے کچھ پڑھا اور قرآن کچھ نہ پڑھا خواہ وہ قرآن کو اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس قدر قرآن پڑھ لیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہو اور پھر کچھ آیات توریت یا انجیل کی جن میں ذکر الٰہی ہے پڑھیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ایسا کرنا نہیں چاہئے (تفصیل قرارت کے بیان میں ہے) —— (۳۳) نماز کے اندر تکبیرات انتقال میں اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے ہمزہ کو بڑھایا اور مد کیا یا اکبر کے ہمزہ کو مد کر دیا یا اکبر کی ب کو بڑھا کر یعنی اکبار پڑھا تو ان سب صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر تکبیر تحریمہ میں ایسا کیا تو سرے سے نماز شروع ہی نہیں ہوگی (اس کی تفصیل تکبیر تحریمہ کے بیان میں درج ہے وہاں سے ملاحظہ فرمالیں)۔

دوسری قسم افعال

افعال یعنی ایسے کام جن کے کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) عملِ کثیر۔ جبکہ وہ عمل نماز کی جنس سے نہ ہو یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگر وہ عمل کثیر نماز کی جنس سے ہو مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے ہو مثلاً حالتِ نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وضو کے لئے جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ عمل کثیر نہ ہو یعنی قلیل ہو اس سے نماز کسی حال میں فاسد نہیں ہوتی مگر جبکہ ایک رکن میں تین بار کیا جائے اس کی جزئیات مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) قلیل اور کثیر میں فرق کے متعلق پانچ اقوال ہیں:—— **اوّل**: یہ کہ دور سے دیکھنے والا یعنی جس کے سامنے نمازی نے نماز شروع نہ کی ہو یہ یقین کرے یا اس کو گمان غالب ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عمل کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر دیکھنے والا شک و تردد کرے کہ شاید نماز میں ہے یا نہیں تو وہ قلیل ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے —— **دوم** یہ کہ جس کام کی عادت دونوں ہاتھوں سے کرنے کی ہوتی ہے وہ عمل کثیر ہے اگرچہ وہ نمازی اس کو ایک ہی ہاتھ سے کرے جیسے عمامہ باندھنا، کرتہ پہننا، پائجامہ پہننا اور کمان سے تیر چھوڑنا وغیرہ اور جس کام کو ایک ہاتھ سے کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونوں ہاتھ سے کرے جیسے کرتہ اتارنا، پائجامہ کھولنا، ٹوپی پہننا یا اتارنا، اور لگام اتارنا وغیرہ اور جو کام عادتاً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے وہ قلیل جب تک ہی ہے جبکہ بار بار نہ ہو پس اگر ایک ہی رکن میں تین بار وہ عمل کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بعض نے عملِ کثیر کی اس تعریف کو ضعیف کہا ہے۔

سوم: یہ کہ تین حرکتیں متصل لگاتار کرنا عملِ کثیر ہے اس سے کم قلیل ہے ـــــ چہارم یہ کہ جس کے لئے فاعل کو علیحدہ مجلس کرنا مقصود ہو وہ کثیر ہے جیسا کہ بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ ـــــ پنجم جس کو نماز پڑھنے والا اپنی رائے میں کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ امام صاحب موصوف ایسی صورتوں میں کوئی اندازہ مقرر نہیں فرماتے بلکہ مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑ دیتے ہیں لیکن یہ قول مضبوط نہیں ہے کیونکہ عوام کو ان کی رائے پر چھوڑنا مناسب نہیں ہے پس اسی لئے پہلا قول اختیار کیا گیا ہے اور دوسرا قول بھی خود اس پہلے قول میں موجود ہے کیونکہ جس کو عادۃً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے اس سے بھی یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اپنے گمان غالب میں اس کو نماز میں نہیں سمجھتا اور تیسرا قول یعنی کسی فعل کا متواتر تین بار ایک رکن میں کرنا بھی اسی کو ظاہر کرتا ہے کہ دیکھنے والے کے گمان غالب میں وہ نماز میں نہیں ہے۔ پس اگر تلوار گلے میں ڈالی یا نکالی یا اپنی چادر اوڑھی یا ہلکی چیز اٹھائی جس کو ایک ہاتھ سے اٹھایا کرتے ہیں یا کسی بچہ کو یا کپڑے کو اپنے کاندھے پر اٹھایا[1] تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کوئی ایسی چیز اٹھائی جس کے اٹھانے میں تکلیف اور دقت ہوتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی ـــــ (۲) عملِ کثیر خواہ اختیار سے ہو یا بغیر اختیار کے معتمد یہ ہے کہ ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اختیاری کی مثال اوپر آچکی ہے کپڑا پہننا وغیرہ اور غیر اختیاری کی مثال یہ ہے کہ کسی کے دھکے سے یا سواری کے جانور کے کھینچنے سے اپنی نماز کی جگہ سے متواتر تین قدم ہٹ گیا یا اپنے سجدہ کی جگہ سے ہٹ گیا تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی ـــــ (۳) جب کوئی عملِ قلیل ایک ہی رکن میں تین بار لگاتار کیا جائے تو وہ بھی عملِ کثیر ہو جائیگا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ (اب اگلے نمبروں میں کچھ جزئیات لکھی جاتی ہیں جو عملِ کثیر کے اِن اصولوں پر مرتب ہوتی ہیں) ـــــ (۴) اگر کوئی شخص نماز پڑھتا تھا اور اس کو کسی شخص نے اٹھا کر سواری (جانور) پر بٹھا دیا یا اس کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا تو بوجہ عملِ کثیر کے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اس کا منھ قبلہ سے پھرے یا نہ پھرے اور اگر کسی نے اس کو اٹھا کر اسی جگہ رکھ دیا یا اس کو ڈال دیا پھر وہ اپنی جگہ قبلہ سے پھرے بغیر کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی ـــــ (۵) اگر کسی نمازی نے کسی آدمی کے ایک ہاتھ سے بغیر کسی آلے کے مثلاً طمانچہ مارا یا کوڑے وغیرہ سے مارا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ دشمنی یا ادب سکھانے یا کھیل کے طور پر ہے اس لئے عملِ کثیر ہے۔ اسی طرح اگر پتھر زمین سے اٹھا کر کسی انسان پر مارا یا پہلے سے وہ پتھر اس کے ساتھ تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ دشمنی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی طرح اگر پتھر اٹھا کر کسی پرندہ وغیرہ جانور پر مارا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے[2] اور اگر پتھر پہلے سے اس کے ساتھ تھا تو پرندہ وغیرہ جانور پر پھینکنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عملِ قلیل ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ افعالِ نماز میں سے نہیں ہے ـــــ (۶) اگر پے درپے تین پتھر پھینکے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا یا پے درپے تین بار بال اکھیڑے یا آنکھوں میں سرمہ لگایا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر پے درپے نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر مکروہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر کسی شخص نے پتھر اس طرح پھینکا کہ اپنے ہاتھ کو پھیلا کر خوب طاقت سے کھینچا اور ہوا میں پتھر پھینکا تو ایک

---

[1] جبکہ اس بچہ پر کوئی نجاست نہ لگی ہو اور وہ اپنے آپ نہ چمٹا ہو (مؤلف) ـــــ [2] اور امام محمد نے اصل میں ذکر کیا کہ اس کی نماز پوری ہو (یعنی فاسد نہیں ہوگی) اور پتھر ہاتھ میں ہونے یا زمین سے لینے میں کوئی فرق بیان نہیں کیا اور حلیہ میں اسی کو ترجیح دی ہے (ش) پس اگر کسی پرندے پر پتھر پھینکا تو مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوگی مگر مکروہ ہو۔ (ع)

پتھر کے پھینکنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ——— (٧) اگر کسی جانور پر سوار نماز پڑھ رہا تھا اور وہ سواری خود چل رہی تھی تو اسے اس کو ہانکنا نہیں چاہئے اور اگر وہ خود نہیں چلتی تھی اور اس نے اس کو ہانکا تو اگر اس کے ساتھ کوڑا ہے اور اُس نے اس کو اُس کوڑے سے ڈرایا اور ٹہکاری دی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اسلئے کہ یہ عمل قلیل ہے۔ اور اگر سواری پر نماز پڑھنے والے نے سواری کو تیز کرنے کیلئے مارا پس اگر اس نے اپنی ایک پاؤں کو حرکت دی یا اپنی سواری کو مارا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ زیادہ نہ ہو پس اگر اس کو ایک دفعہ یا دو دفعہ مارا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ایک رکعت میں پے در پے تین تین مرتبہ مارا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ نماز میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا نماز کو فاسد نہیں کرتا لیکن اگر سوار نمازی نے سواری کے جانور کو دونوں پاؤں پھیلا کر ہانکا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ایک پاؤں کو ہلایا مگر لگاتار نہیں ہلایا یعنی ایک یا دو دفعہ ہلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی (اور اگر تین بار پے در پے ہلایا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ مؤلف) اور اگر دونوں پاؤں کو ہلایا تو ایک ہی دفعہ کے ہلانے سے (مؤلف) نماز فاسد ہو جائیگی۔ اس قول میں دونوں پاؤں کے عمل کو دونوں ہاتھوں کے عمل پر اور ایک پاؤں کے عمل کو ایک ہاتھ کے عمل پر اعتبار کیا ہے اور اس میں اشکال ہے اسلئے کہ نماز میں دونوں ہاتھوں کا ملانا نماز کو فاسد نہیں کرتا جیسا کہ بیان ہوا ۴۴ ——— (٨) اگر کوئی نماز پڑھنے میں جانور پر سوار ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ ایسا کام ہے کہ بغیر دونوں ہاتھوں کے یعنی عمل کثیر کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا اور اگر جانور پر سے اترا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (جبکہ عمل قلیل کے ساتھ ہو اس طرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کرکے پھسل جائے۔ مؤلف) ——— (٩) اگر جانور کو لگام دی یا زین (کاٹھی) کسی یا زین اتاری تو نماز فاسد ہو جائے گی ——— (١٠) اگر نماز میں تین کلموں کی مقدار اس طرح لکھا کہ حروف ظاہر ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس سے کم لکھا یا اس طرح لکھا کہ حروف ظاہر نہیں ہوتے مثلاً پانی پر یا ہوا میں لکھا یا بدن پر خالی انگلی وغیرہ سے لکھا کہ حرف ظاہر نہیں ہوتے اگرچہ بہت لکھا ہو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن یہ فعل عبث ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے ——— (١١) اگر دروازہ بند کیا تو نماز فاسد نہ ہوئی اگر بند دروازہ کھولا تو نماز فاسد ہو جائے گی ——— (١٢) رفع یدین یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہی صحیح ہے۔ اگر دعا کے بعد نماز کے اندر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے تو نماز فاسد ہو جائے گی ——— (١٣) نماز کے اندر بچھو یا سانپ کے مارنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ اس کے لئے چلنا پڑے اور خواہ ایک ضرب میں مرے خواہ بہت سی ضربوں میں۔ اگر یہ حادثہ مقتدی پر واقع ہو اور جوتی ہاتھ میں لے کر اس کی طرف جائے تو اگرچہ امام سے آگے بڑھ جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ سفید ہوں یا سیاہ وغیرہ سب طرح کے سانپوں کا یہی حکم ہے یہی صحیح ہے اور سانپ و بچھو کا مارنا نماز میں اسی وقت مباح ہے جبکہ اس کے سامنے آجائے اور ایذا دینے کا خوف ہو، اور اگر ایذا دینے کا خوف نہیں ہے تو مکروہ ہے۔ بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اگر تین قدم نہ چلنا پڑے یا تین ضرب کی حاجت نہ پڑے تب نماز فاسد نہیں ہوگی ورنہ عمل کثیر کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی مگر مارنے کی اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے کیونکہ حدیث میں وارد ہے اقتلوا الاسودین فی الصلوٰۃ الحیۃ والعقرب۔ لیکن اس سے عمل کثیر کی اباحت ثابت نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب ——— (١٤) اگر کوئی عورت نماز پڑھتی تھی

۴۴ تو دونوں پاؤں کا ہلانا بھی دونوں ہاتھوں کے ہلانے کے حکم کے مطابق ہوگا اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی مؤلف) پس اوجہ بعض فقہا کا قول ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر دونوں پاؤں تھوڑے ہلائے (کہ دوسرے آدمی کو غور دیکھنے سے پتہ چلے۔ مؤلف) تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر زیادہ ہلائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور بچہ نے اس کی پستان کو چوسا تو اگر دودھ نکلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی دفعہ چوسا ہو اور اگر ایک یا دو دفعہ کے چوسنے سے دودھ نہیں نکلا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ جب دودھ نکلا تو یہ دودھ پلانا ہوا اور بغیر اس کے دودھ پلانا نہیں ہوا اور اگر تین چسکیاں لیں تو بغیر دودھ نکلے بھی اس عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اب یہ عمل کثیر ہو گیا بعض نے کہا کہ جبتک دودھ نہ نکلے خواہ کتنی چسکیاں لے نماز فاسد نہیں ہوگی اور اس کی تصحیح کی ہے (اقل کا بیان کیا ہے) (۱۵) اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور اس کے شوہر نے اس کی رانوں میں مجامعت کی تو اگرچہ اس سے کچھ رطوبت (منی وغیرہ) کا انزال نہ ہوا اُس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی طرح اگر شہوت سے یا بغیر شہوت عورت کا بوسہ لیا یا شہوت سے مَس کیا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ جماع کا فاعل مرد ہوتا ہے پس جب وہ دواعیِ جماع میں سے کوئی چیز عورت کے ساتھ کرے گا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے اس کا بوسہ لیا اور اس وقت مرد کو اس کی خواہش نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ عورت جماع کی فاعل نہیں ہے اس لئے اس کی طرف سے دواعیٔ جماع کا پایا جانا داخل جماع نہیں جب تک کہ مرد کو شہوت نہ ہو اس لئے مفسدِ نماز بھی نہیں —— (۱۶) جس عورت کو اس کا خاوند طلاقِ رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جائے گی۔ اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی مختار ہے کیونکہ نظر و فکر سے نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف اعضا کے فعل کے —— (۱۷) اگر نماز پڑھنے میں اپنے سر یا ڈاڑھی میں تیل ڈالا یا اپنے سر پر گلاب لگایا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ شیشی لے کر تیل سر پر ڈالا اور اگر تیل ہاتھ میں لگا ہوا ہے اس کو اپنے سر یا ڈاڑھی یا بدن سے پونچھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر اپنی ڈاڑھی یا سر میں کنگھی کی تو نماز فاسد ہو جائے گی —— (۱۸) اگر ایک رکن میں تین بار کھجلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ ہر بار ہاتھ اٹھا لیوے اور اگر ہر بار ہاتھ نہ اٹھائے یعنی ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دے تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائیگا پس اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی بلاضرورت ایک بار کھجانا مکروہ ہے —— (۱۹) اگر نماز پڑھتے میں چراغ کی بتی اُٹھائی یا چراغ میں بتّی رکھدی یعنی جو پہلے سے بٹی ہوئی رکھی تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ عمل قلیل ہے ——
(۲۰) اگر کسی نے نماز کے اندر بالوں کا جوڑا (بالوں کا گچھا) باندھا تو نماز جاتی رہے گی —— (۲۰) اگر کوئی شخص یا جاندار نماز پڑھنے والے کے آگے سے سجدہ کی جگہ سے گذر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ گذرنے والا مرد ہو یا عورت یا کوئی جانور مثلاً گدھا ہو یا کتا وغیرہ ہو لیکن گذرنے والا اگر انسان ہے تو گنہگار ہوگا اور عام گذرگاہ میں سترہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ نمازی گنہگار ہوگا اور یہ نمازی کے آگے سے کسی آدمی کا گذرنا یا نمازی کا سترہ نہ کرنا مکروہ ہے۔ (سترہ کے مسائل کی تفصیل مکروہات کے بیان میں درج ہے)۔

(۲) نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے خواہ جان کر ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ یہانتک اگر باہر سے ایک تل منہ میں لیا اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی اصح ہے اسی طرح اگر کوئی پانی

وغیرہ کا قطرہ یا اولا یا برف کا ٹکڑا اس کے منہ میں چلا گیا اور وہ اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر نمازی کے دانتوں میں کچھ کھانا لگا رہ گیا تھا اور وہ نماز کی حالت میں اس کو نگل گیا وہ اگر چنے سے کم تھا تو نماز فاسد نہ ہو گی مگر مکروہ ہو گی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہی اصح ہے اور اصول اس میں یہ ہے کہ جس چیز کے کھانے پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی صحیح ہے اور یہی اولیٰ ہو اگرچہ اس کے مقابل بعض نے یہ کہا ہے کہ جب تک منہ بھر کر نہ ہو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کسی چیز کے چبانے سے جبکہ متواتر تین دفعہ یا زیادہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی تین دفعہ سے کم میں فاسد نہیں ہو گی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ اگر چبانے کے ساتھ کچھ حلق میں اتر گیا تو عمل قلیل کی صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کسی کے منہ میں ہلیلہ (ہڑ) یا چھالیہ ہے تو اگر اس کو تین دفعہ سے کم چبایا اور اس میں سے کچھ بھی ٹوٹ کر حلق میں نہیں گیا تو نماز فاسد نہیں ہو گی اور اگر حلق میں کچھ ٹوٹ کر چلا گیا تو اگرچہ تھوڑا ہی ہو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر تین دفعہ یا زیادہ چبایا تو خواہ ٹوٹ کر حلق میں کچھ جائے یا نہ جائے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چبایا نہیں اور وہ تھوک کے ساتھ اندر چلی گئی تو اگر وہ چیز نماز سے پہلے سے منہ کے اندر تھی تو اگر چنے کی مقدار سے کم ہو گی تو فاسد نہیں ہو گی ورنہ فاسد ہو جائے گی اور اگر نماز میں باہر سے لے کر منہ میں ڈالی تو تھوڑی مقدار سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کا تین دفعہ یا زیادہ چبانا یا باہر سے کسی چیز کا پیٹ میں جانا اگرچہ قلیل ہو مفسد نماز ہے لیکن اس کا صرف ذائقہ حلق میں جانا مفسد نماز نہیں ہے جب تک وہ اصل چیز بھی گھل کر ساتھ نہ جائے۔ مثلاً کسی نے نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھائی اور نگل گیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اس کی مٹھاس کا اثر جو منہ میں موجود تھا وہ تھوک کے ساتھ اندر جاتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن اگر قند یا شکر یا مصری کو منہ میں رکھ لیا اور اس کو چبایا نہیں مگر نماز پڑھتے میں اس کی شیرینی گھل کر حلق کے اندر جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر پان منہ میں دبایا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر گوند کو بہت سا یعنی تین دفعہ یا زیادہ) چبایا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کسی نمازی کے دانتوں سے خون نکلا اور وہ اس کو نگل گیا تو اگر تھوک اس پر غالب تھا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ غلبہ کی علامت یہ ہے کہ حلق میں خون کا مزہ محسوس ہو یہی حکم روزہ کے لئے بھی ہے۔ پس نماز و روزہ توڑنے میں مزے کا اعتبار ہے اور وضو توڑنے میں رنگ کا۔ اسی میں احتیاط ہے۔

(۳) **نماز کے اندر چلنا**۔ اگر نماز کے اندر بلا عذر چلا تو اگر وہ متواتر کثیر چلا نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قبلہ کی طرف سے سینہ نہ پھرے۔ اور کثیر غیر متواتر چلنا ہو یعنی مختلف رکعتوں میں متفرق طور پر ہو یا قلیل چلنا ہو تو اگر قبلہ کی طرف سے پھر گیا۔ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بلا ضرورت منافی نماز سرزد ہوا ہے ورنہ نہیں لیکن مکروہ ہو گا کیونکہ جس کا کثیر ہونا نماز کو فاسد کرتا ہے اس کا قلیل بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اور اگر نماز کے اندر چلنا عذر کے ساتھ ہو تو اگر وہ نماز میں حدث ہونے کے بعد طہارت کے لئے چلنا ہو یا خوف کی نماز میں چلنا ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ مکروہ ہوتی ہے خواہ وہ چلنا قلیل ہو یا کثیر اور خواہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے یا نہ پھرے۔ اور خواہ مسجد سے باہر ہو جائے۔ اور اگر ان دو صورتوں کے

علاوہ ہو تو اگر اس چلنے کے ساتھ قبلہ سے پھر گیا خواہ چلنا قلیل ہو یا کثیر نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر قبلہ کی طرف سے اس کا سینہ نہیں پھرا تو اگر قلیل ہے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ ہوتی ہے اور اگر کثیر متواتر ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر کثیر غیر متواتر ہو تو اس کے مفسد یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مطلقاً نہ مفسد ہے نہ مکروہ جبکہ عذر کی وجہ سے ہو۔ کثیر کی حد مقتدی کے لئے ایک دم متواتر چلنے کے لئے دو صف کی مقدار ہے اس سے کم قلیل ہے پس اگر ایک دفعہ میں بقدر دو صفوں کے چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بقدر ایک صف کے چلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا پھر بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس طرح نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بہت چلا ہو جب تک مکان مختلف نہ ہو جائے یعنی اگر مسجد میں ہے تو مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور اگر میدان میں ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ ہو جائے اس کے بعد فاسد ہو جائے گی۔ جبکہ نمازی کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ امام کے لئے سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا کثیر ہے اور مفسد ہے کیونکہ اس کے ساتھ جو صف ملی ہوئی ہے اس کے درمیانی فاصلہ کی مقدار چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس سے زیادہ چلنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔ اور منفرد کے لئے اس کے سجدہ کی جگہ کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس سے زائد مفسد ہے اور عورت کے لئے گھر مسجد کے حکم میں ہے اور بعض کے نزدیک میدان کے حکم میں ہے۔ قبلہ سے سینہ پھر جانے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی خواہ چلے یا نہ چلے سوائے نماز میں حدث ہو جانے کے بعد طہارت کیلئے چلنے یا نماز خوف میں چلنے کے جیسا کہ اوپر اصول بیان ہوا۔ اگر مقتدی بلا عذر امام سے آگے بڑھ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر کسی شخص نے آگے کی کسی صف میں خالی جگہ دیکھی اور آگے بڑھ کر اس کو پُر کیا تو اگر وہ اس سے اگلی پہلی صف ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس سے اگلی دوسری صف ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱، ۲، ۳ بھی عمل کثیر کی وضاحت ہو سکتے ہیں مؤلف) اور یہ افعال و اقوال مذکورہ نماز کی شرط تحریمہ کے منافی ہیں۔

(۴) **نماز فرض ہونے کی شرطوں** میں سے بھی کسی شرط کا مفقود ہو جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے منجملہ ان کے نمازی کا اپنے دل میں مرتد ہو جانا ہے پس اگر کسی نے نماز کے اندر اپنے دل میں کفر کی نیت کی اگرچہ کچھ دیر بعد کے لئے کی ہو یا ایسے اعتقاد کی نیت کی جو کفر ہوتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ منجملہ ان کے نمازی کا نماز کے اندر مر جانا ہے اس کا نتیجہ امام کے حق میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد مر گیا تو مقتدیوں کی نماز باطل[1] ہو گئی ان کو نئے سرے سے پڑھنی چاہئے۔ منجملہ ان کے جنون و بیہوشی ہے اس کی تفصیل مریض کے بیان میں درج ہے۔

(۵) **نماز کی حالت میں صحت نماز کی شرطوں** میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا۔ منجملہ ان کے طہارت کا باقی نہ رہنا ہے اس کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی جس کی تفصیل نماز میں حدث ہو جانے اور بناء استخلاف کے بیان میں آچکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر حدث جو عمداً کیا جائے مفسدِ نماز ہے مثلاً اگر کسی شخص نے عمداً قے کی اور وہ قے منہ بھر کر تھی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ عمداً منہ بھر سے کم قے کرنا مفسدِ نماز نہیں ہے اور بے اختیاری سے منہ بھر قے کرنا وضو کو توڑتا ہے

[1] قعدۂ اخیرہ کے بعد امام کی موت سے مقتدیوں کی نماز کا باطل ہونا بھی ان مسائل میں سے ہے جو مسائل اثنا عشریہ پر زائد ذکر کئے گئے ہیں (ش)

نماز کو نہیں توڑتا اس لئے وضو کر کے اس پر بنا کر کے نماز پوری کر سکتا ہے۔ اور منہ بھر سے کم قے کی تو خواہ عمداً ہو یا بے اختیار نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر منہ بھر قے کی اور اس کو نگل گیا تو اگر وہ اس کو اُگل دینے پر قادر تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر منہ بھر نہ تھی تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب نماز فاسد نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب فاسد ہو جائے گی اور اس میں زیادہ احتیاط ہے ــــ منجملہ ان کے اگر ناپاک جگہ پر بغیر کسی حائل کے سجدہ کیا اگرچہ اس کو پاک جگہ پر دہرا لیا ہو نماز فاسد ہو جائے گی یہ طرفین کے نزدیک ہے کیونکہ اُن کے نزدیک نماز تقسیم کے قابل نہیں پس جب اس کا ایک جزو فاسد ہو گیا تو کل فاسد ہو گئی یہی اصح ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ کہ نماز اس لئے پاک جگہ پر سجدہ دہرا لینے سے نماز صحیح ہو گئی۔ اور اگر دونوں ہاتھ یا گھٹنے سجدہ میں ناپاک جگہ پر رکھے تو ظاہر روایت کی بنا پر نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان کا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ کسی عضو کا نجاست سے متصل ہونا ایسا ہو گیا گویا نجاست کو اٹھائے ہوئے ہے اگرچہ اس عضو کا رکھنا نماز میں فرض نہ بھی ہو ــــ منجملہ ان کے سترِ عورت کا کھل جانا ہے۔ پس اگر نمازی کا سترِ عورت بقدر چوتھائی عضو کے کھل گیا تو ایک رکن کی مقدار کھلا رہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام محمدؒ کے نزدیک رکن کی مقدار حقیقتاً ہونا ضروری ہے یعنی حقیقت میں اس نے اس حالت میں کوئی رکن ادا کر لیا ہو تب فاسد ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خواہ حقیقت میں ادا کر لیا ہو یا اتنا عرصہ لگا کہ کم سے کم اتنی دیر میں ادا ہو سکتا ہو اور اس کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس سے کم میں نہیں فاسد ہوگی یہی مختار ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی حکم ان سب صورتوں میں ہے جبکہ اتفاقاً نجاست پر اتنی دیر کھڑا رہا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے واقع ہو گیا یا امام سے آگے نکل گیا وغیرہ۔ لیکن اگر یہ صورتیں نمازی کے اپنے فعل سے پیش آئیں گی تو سب کے نزدیک فوراً نماز فاسد ہو جائے گی ــــ منجملہ ان کے قبلہ کی طرف سے سینہ کا پھرنا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے بلا عذر اپنا سینہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا پس اگر اپنے اختیار سے ایسا کیا تو خواہ تھوڑی دیر تک پھرا ہو یا زیادہ دیر تک ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اپنے اختیار سے نہیں پھرا تو اگر ایک رکن کی مقدار تک پھیرے رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس سے کم میں نہیں۔ اور اگر عذر کے ساتھ پھیرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور وہ عذر دو ہیں۔ اوّل نماز میں حدث ہو جانے کے بعد وضو کے لئے جانا۔ دوم نمازِ خوف میں دشمن کے مقابل جاتے آتے ہوئے قبلہ کی طرف سے پھرنا .... اگر کسی شخص کو حدث کا گمان ہوا پس اس نے قبلہ کی طرف سے منہ پھیرا پھر معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط ہے تو اگر مسجد سے خارج نہیں ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور مسجد سے نکلنے کے بعد بالاتفاق فاسد ہو جائے گی کیونکہ اختلافِ مکان بلا عذر مفسدِ نماز ہے اور مسجد ایک ہی مکان کے حکم میں ہے اور میدان میں صفوں کی حد تک یہی حکم ہے لیکن امام کی نماز جبکہ اس کی جگہ کوئی شخص خلیفہ ہو کر پہنچ گیا تو خواہ وہ پہلا امام مسجد ہی میں ہو تب بھی فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ گمان کیا کہ اس نے بلا وضو نماز شروع کر دی تھی اور قبلہ سے پھرا پھر معلوم ہوا کہ اس کا وضو ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ مسجد سے نہ نکلے کیونکہ یہ پھرنا نماز سے خارج ہونے کے طور پر ہے اس لئے مانعِ بنا ہے

لہ اور وہ اس کے معدہ کی طرف خود لوٹ گئی اور وہ اس کے واپس لوٹنے کو روکنے پر قادر نہیں تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس کو اپنے معدہ میں واپس لوٹا لیا اور وہ اس کے اگل دینے پر قادر تھا۔

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے والے کا مدتِ مسح کے پورا ہونے کے گمان سے پھرنا وغیرہ میں نماز فاسد ہو جائے گی خواہ مسجد سے نہ نکلے جیسا کہ بنا و استخلاف کے بیان میں مفصل آچکا ہے۔ اگر قبلہ سے صرف منھ پھیرا خواہ تھوڑا یا تمام لیکن سینہ نہیں پھیرا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر اپنا منھ پوری طرح دائیں یا بائیں دیر تک پھیرے رہا کہ دیکھنے والا اس کو یہ سمجھنے لگے کہ وہ نماز میں نہیں ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی ـــــ منجملہ ان کے نیت میں تبدیلی کے ساتھ تکبیر کہنا ہے پس ایک نماز سے کسی دوسری نماز کی طرف تکبیر کہہ کر منتقل ہوا تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور اس نے نئی تکبیر کہہ کر عصر کی یا کوئی نفل نماز شروع کر دی تو اس کی پہلی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس کا دوسری نماز شروع کرنا صحیح ہو گیا پس اگر دوسری نماز کی نفل کی نیت سے تکبیر کہی تو نفل ہے اور اگر صاحب ترتیب نے نماز عصر کی نیت سے تکبیر کہی تب بھی نفل ہے اور اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے خواہ چھ یا زیادہ قضا نمازوں کے جمع ہونے کی وجہ سے یا تنگیٔ وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو تب بھی نماز عصر کی نیت سے تکبیر کہنے پر وہ پہلی نماز سے نکل گیا اور وہ دوسری نماز اس کی عصر کی شروع ہو گئی۔ اور وہ دوسری نماز کا پہلی نماز سے غیر ہونا کسی بھی لحاظ سے ہو خواہ منفرد اقتدا کی نیت کرکے تکبیر کہے یا اس کے برعکس[له] یا ایک فرض سے دوسرے فرض کی طرف یا فرض سے نفل کی طرف یا نفل سے فرض کی طرف تکبیر کہہ کر منتقل ہو سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ پس اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہو اور اس نے اسی نماز میں فرضوں کی نیت کرکے تکبیر کہی یا ظہر پڑھتے ہوئے تکبیر کہہ کر جمعہ شروع کر دیا یا جمعہ پڑھتے ہوئے ظہر شروع کر دی تو پہلی نماز فاسد ہو کر دوسری شروع ہو جائے گی۔ اور اگر اسی نماز کی دوبارہ نیت کرکے تکبیر کہے گا تو وہ پہلی نماز ہی باقی رہے گی اور دوسری شروع نہیں ہو گی مثلاً اگر ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر نئے سرے سے اسی ظہر کی نیت کرکے تکبیر کہی تو جتنی نماز وہ پہلے پڑھ چکا ہے وہ فاسد نہ ہو گی پس اس رکعت کو نماز میں شمار کرکے پوری کرے اگر باقی نماز میں پہلی رکعت کو شمار نہ کیا اور اس کے حساب سے جہاں قعدہ اخیرہ ہوتا ہو وہاں نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اِن مذکورہ بالا سب صورتوں میں یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دل سے نیت کرکے تکبیر کہی ہو ورنہ اگر نیت کے الفاظ کو زبان سے بھی کہے گا تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی اور دوسری شروع ہو جائے گی مطلقاً یعنی خواہ وہ نماز وہی ہو یا کوئی اور ہو اس لئے کہ کلام پہلی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور زبان سے نیت کرنا کلام میں داخل ہے۔ اگر کسی نے تنہا نماز شروع کی پھر کسی اور شخص نے اس سے اقتدا کر لیا اور امام نے اس کے سبب سے دوبارہ نماز شروع کر دی تو دوسری بار نماز شروع کرنے کا اعتبار نہیں ہو گا اور اسی پہلی بار کے شروع کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اگر داخل ہونے والی عورت ہے تو پہلی نماز فاسد ہو کر دوسری شروع ہو جائے گی کیونکہ عورتوں کی امامت کی نیت سے نماز بدل گئی۔ اگر کسی نے اکیلے ظہر کی نماز شروع کی پھر تکبیر کہہ کر کسی امام سے ظہر کی نماز میں اقتدا کی نیت کر لی تو پہلی نماز باطل ہو جائے گی اور اقتدا کے بعد کی شروع ہو جائے گی۔ اگر اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر وہی نماز جماعت سے پڑھی تو پہلی نماز باطل نہیں ہو گی اور بعد والی جو جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہو جائے گی اور وہ جماعت سے نفل پڑھنے کا ثواب پائے گا لیکن یہ صرف ظہر اور عشا میں کر سکتا ہے فجر اور عصر میں اس لئے نہیں کہ ان کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے

له یعنی مقتدی تھا اور منفرد کی نیت کی یا منفرد تھا اور مقتدی ہونے کی نیت کی ۱۲

اور مغرب میں اس لئے نہیں کہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے۔ مؤلف) ـــــ کسی نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں جب سلام پھیرا تو یاد آیا کہ ایک سجدہ بھول گیا پھر بغیر منافی نماز فعل کئے کھڑا ہوا اور نئے سرے سے نماز شروع کر دی اور چار رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تو اس کی ظہر کی نماز اگلی و پچھلی دونوں فاسد ہو گئیں اس لئے کہ اس کی دوبارہ ظہر میں داخل ہونے کی نیت لغو ہے اور وہ پہلی نماز سے باہر نہیں ہوا پس جب اس نے ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرض نماز کے فارغ ہونے سے پہلے فرض اور نفل کو ملا دیا اس لئے ظہر کی نماز فاسد ہو گئی اس کو چاہئے تھا کہ کھڑا نہ ہوتا بلکہ نماز کا رہا ہوا سجدہ کر کے قعدہ کرتا اور پھر سجدۂ سہو کر کے قعدہ کرتا اور سلام پھیرتا اور اگر کھڑا ہو گیا تھا تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی لوٹ آتا اور سجدۂ نماز اور قعدہ اور سجدۂ سہو و قعدہ کر کے بدستور نماز پوری کر لیتا تو اس کی نماز ظہر صحیح ہو جاتی ـــــ کوئی شخص مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں بقدر تشہد بیٹھا اور اس کو یہ گمان ہوا کہ نماز پوری ہو گئی اور سلام پھیر کر کھڑا ہو گیا اور مغرب کی سنتوں کی دل سے نیت کر کے تکبیر کہہ کر سنتوں میں داخل ہو گیا تو خواہ سنتوں کی پہلی رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو مغرب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ فرض سے فارغ ہونے سے پہلے وہ نفل میں داخل ہو گیا ـــــ لیکن اگر مغرب کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر اس کو یاد آ گیا کہ نماز پوری نہیں ہوئی اور اس نے یہ سمجھا کہ اب سلام پھیرنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے اور کھڑے ہو کر اس نے دوبارہ اللہ اکبر کہا اور تین رکعتیں پڑھیں تو اگر ایک رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھ گیا تو مغرب کی پہلی نماز صحیح ہو گئی اس لئے کہ یہ اس کا آخری قعدہ تھا جو ادا ہو گیا اور اگر ایک رکعت کے بعد نہیں بیٹھا تو بوجہ ترک قعدۂ اخیرہ کے نماز فاسد جائے گی ـــــ اگر مغرب کی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھ کر اس کو یہ گمان ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر نہیں کہی تھی اور نئے سرے سے نماز شروع کی اور تین رکعتیں پڑھیں تو اس کی نماز جائز ہو گی اور اگر دو رکعتیں پڑھ کر یہ گمان ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر نہیں کہی ہے اور پھر نئے سرے سے نماز شروع کی اور تین رکعتیں پڑھیں تو اس کی نماز جائز نہیں ہو گی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے نئے سرے سے نماز شروع کر کے ایک رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو اس لئے کہ اس سے قعدۂ اخیرہ ترک ہوا ہے اور وہ فرض کے تمام ہونے سے پہلے نفل میں داخل ہو گیا۔ (اگر زبان سے بھی نیت کرے گا تو ان سب صورتوں میں نماز مطلقاً فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا) باقی نیت کے متعلق مفصل بیان نماز کی شرطوں میں نیت کے بیان میں آ چکا ہے اور اسی طرح دیگر نماز کی شرطوں کی تفصیلات وہاں الگ الگ عنوان سے آ چکی ہیں وہاں ملاحظہ فرما لیں۔

(۶) صحتِ نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا بلا عذر چھوڑنا مثلاً وضو یا سترِ عورت یا استقبالِ قبلہ بلا عذر نہ کیا تو نماز فاسد ہو گی، اور عذر کے ساتھ ہو مثلاً ستر کے لئے کپڑا موجود نہ ہو یا نجاست کو پاک کرنے کی چیز نہ ہو یا استقبالِ قبلہ پر قادر نہ ہو تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

(۷) نماز کے ارکان میں سے کسی رکن یعنی فرض کا عمداً یا سہواً ترک ہو جانا اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کو ادا نہ کرنا۔ جیسا کہ ایک سجدہ چھوڑ دیا، یا بلا عذر قرأت، یا رکوع ترک کر دیا اور سلام پھیرنے تک اس کو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت قعدۂ اخیرہ کے بعد یاد آیا اور پھر اس کو کیا تو اگر قعدہ کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۸) **پوری رکعت کی زیادتی** سے نماز فاسد ہو جاتی ہے رکن کی زیادتی سے فاسد نہیں ہوتی پس اگر کسی رکن کو زیادہ کیا مثلاً نماز میں رکوع یا سجدہ زیادہ کر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح اگر دو رکوع یا دو سجدے یا اس سے زیادہ بڑھا دیئے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر نماز پوری کرنے سے پہلے ایک رکعت پوری زیادہ کر دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا اور جب ایک سجدہ کر کے سر اٹھایا تو ایک اور شخص آ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں اس کے ساتھ داخل ہو گیا اور اس نے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں شریک ہونے کی بجائے پہلے رکوع اور دو سجدے کئے اور پھر وہ امام کے ساتھ شریک ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے پوری ایک رکعت یعنی رکوع و دو سجدے بڑھا دیئے لیکن اگر امام پہلے سجدے میں تھا اور کسی نے تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر رکوع کیا اور پھر پہلے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو اب اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ پوری ایک رکعت کی زیادتی نہیں ہوئی۔

(۹) **کسی واجب کا عمداً ترک کرنا** بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس کی تفصیل واجبات نماز میں درج ہے۔

(۱۰) **مقتدی کا اپنے امام سے پہلے** کسی رکن کو کر لینا اور پھر اس میں اس کا شریک نہ ہونا مفسد نماز ہے کیونکہ جو پہلے ادا کیا وہ حساب میں نہیں آتا اور امام کے ساتھ شریک نہ ہونے سے اس رکن کا ترک لازم آئے گا جو مفسد ہے مثلاً مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنا سر اٹھا لیا پھر اس رکوع کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد دوبارہ نہ کیا یہاں تک کہ امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ سلام سے پہلے فساد کا حکم نہیں لگے گا اس لئے کہ وہ اس کے ادا پر قادر ہے اور اسی طرح ہر منافی نماز فعل کے پہلے تک فساد کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ ابھی وہ ادا پر قادر ہے۔ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں (اول) اگر ہر رکعت میں اپنے امام سے پہلے رکوع و سجدہ کیا تو اس کو امام کے سلام کے بعد ایک رکعت بلاقرأت ادا کرنی پڑے گی۔ (دوم) اگر رکوع امام کے ساتھ کیا اور سجدہ پہلے کیا تو اس کو دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ (سوم) اگر رکوع پہلے کیا اور سجدہ ساتھ کیا تو چاروں رکعات بلاقرأت قضا کرے۔ (چہارم) اگر رکوع و سجدہ امام کے بعد کیا تو نماز صحیح ہے (پنجم) اور اگر رکوع و سجدہ پہلے کر کے پھر امام کو ان دونوں میں پالیا تب بھی صحیح ہے لیکن مکروہ ہے۔

(۱۱) **مسبوق کا سجدۂ سہو میں** اپنے امام کی پیروی اس وقت کرنا جبکہ وہ امام سے الگ ہو چکا ہو یعنی قدر تشہد قعدہ کے بعد امام کے سلام سے پہلے یا بعد اٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا اور اس کا سجدہ کر چکا تو اس وقت امام کو سجدۂ سہو یاد آیا اور اس نے سجدہ سہو کیا تو اب اگر وہ مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کریگا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے اس کا امام سے الگ ہونا متحقق ہو گیا اور اگر ابھی اپنے امام سے الگ ہونا اس کا متحقق نہیں ہوا اور وہ اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے تک متحقق نہیں ہوتا تو اب اس کو اپنے امام کی متابعت سجدۂ سہو میں لازم ہے لیکن اگر متابعت نہ کرے بلکہ اپنی بقیہ نماز قضا کرنے کے بعد سجدۂ سہو کر لے تب بھی جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۱۲) جس رکن کو نیند کی حالت میں کیا اگر اس کو دوبارہ نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس میں ترک شرطؔ پایا جاتا ہے۔ (مثلاً نماز پڑھتے ہوئے کسی رکنؔ میں سو گیا اور پورا رکن سوتا رہا تو جب جاگے اور اس پر آگاہ ہو تو اس رکن کو دوبارہ ادا کرے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ حکم اس وقت ہے جبکہ شروع رکن میں سو گیا اور پورا رکن سونے کی حالت میں ادا کیا لیکن اگر اس رکن میں جاگتے ہوئے داخل ہوا اور پھر اس رکن میں سو گیا تو وہ رکن شمار کیا جائے گا م

م اور اس کو لوٹایا نہیں جائے گا، اور اگر پوری رکعت سونے کی حالت میں ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۳) قرآن مجید کی قرات میں غلطی کا ہو جانا اس کی تفصیل قاری کی لغزشوں کے بیان میں درج ہے۔

(۱۴) عورت کا مرد کے کسی عضو سے محاذی کھڑا ہونا اس کی تفصیل مقتدی کے مقام کے بیان میں الگ عنوان سے درج ہے

(۱۵) امام کا مسجد سے بلا خلیفہ بنائے ہوئے نکل جانا یا ایسے آدمی کو خلیفہ بنانا جو اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا کرنا یا رکن کی مقدار توقف کرنا وغیرہ اِن مفسداتِ نماز کی تفصیل نماز میں حدث ہونا اور بنا اور استخلاف و مسائل اثنا عشریہ کے بیان میں درج ہے۔

اُن چیزوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں

مکروہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مکروہ تحریمی جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو یہ واجب کے بالمقابل ہے پس ترکِ واجب مکروہ تحریمی ہے اور یہ حرام کے قریب ہے۔ (۲) مکروہِ تنزیہی جو تحریمی نہ ہو بلکہ اس سے کم درجہ کا ہو اور یہ سنت اور اولیٰ و مستحب کے بالمقابل ہے پس ترکِ سنت مکروہ تنزیہی و خلافِ اولیٰ ہے اور حلال کے قریب ہے۔ لیکن مکروہ تنزیہی میں مراتب ہیں مستحب و سنت کے مراتب کے اعتبار سے بعض مؤکد تر ہیں اس لئے ان کے خلاف کرنا بھی مکروہ تنزیہی شدید اور تحریمی کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکروہ تحریمی شدت کی وجہ سے حرام کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور بعض سنتیں تاکید کی وجہ سے واجب کے قریب اور واجب فرض کے قریب پہنچ جاتے ہیں فافہم۔ پس مکروہِ تحریمی و تنزیہی کا علم واجبات و سنن و مستحبات کے علم سے بآسانی ہو سکتا ہے تاہم اس بیان میں بھی نماز کے مکروہات کی وضاحت درج ہے۔

(۱) سدلِ ثوب یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ لٹکتا رہے مکروہ تحریمی ہے۔ اور کپڑے کا خلافِ عادت و دستور یعنی اہلِ تہذیب کے طریقہ کے خلاف استعمال کرنا بھی سدل میں داخل ہے۔ پس اگر کرتہ پہنے اور اس کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے یا بغیر پہنے یونہی پیٹھ پر ڈال کر اس کی آستین کندھے کے اوپر سے سینے پر لٹکالے یا چادر یا شال یا رضائی کمبل وغیرہ اوڑھے اور اس کے دونوں سرے لٹکتے رکھے کندھے پر ایک سرا نہ ڈالے، یہ سب صورتیں سدل یعنی کپڑا خلافِ عادت لٹکانے میں داخل ہیں اور مکروہ تحریمی ہیں۔ اگر چادر وغیرہ کا ایک سرا دوسرے کندھے پر ڈال لیا اور دوسرا سرا لٹک رہا ہے تو مکروہ نہیں ہے اگر رومال سر پر یا دونوں کندھوں پر لٹکتا ہوا ڈال لیا مکروہ تحریمی ہے اگر رومال وغیرہ ایک ہی کندھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسا کہ عموماً اس زمانے میں چلتے وقت کندھے پر رومال ڈال لیتے ہیں بعض کے نزدیک مکروہ ہے بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور نماز سے باہر صحیح یہ ہے کہ اگر تکبر کے لئے نہ ہو تو مکروہ

لہ اور وہ اختیار یعنی ہر رکن کا جاگتے میں ادا کرنا ہے۔ ؎ یعنی قیام یا قرات یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ۔

نہیں ہے اور گلوبند (مفلر) وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بغیر لپیٹے دونوں سرے کندھوں کے اوپر سے سینے پر لٹکے ہوئے ہیں تو مکروہ ہے لیکن اگر گلے میں لپیٹنے کے بعد دونوں سرے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ عام عادت کے مطابق ہے۔ اگر قبا کو دونوں کندھوں پر ڈالے اور اپنے ہاتھ اس کی آستینوں میں نہ ڈالے یعنی اس کی آستین میں بغلوں کے پاس جو کشادگی رکھی ہوتی ہے جیسا کہ رومی قباؤں میں ہوتا ہے اس میں سے ہاتھ نکال کر آستین کے پیچھے پشت پر ڈال لے تو یہ بھی سدل میں داخل ہے اور مکروہ تحریمی ہے برابر ہے خواہ اس قبا کے نیچے قمیص ہو یا نہ ہو۔ اگر نمازی نے فرجی (فرغل۔ ایک لباس جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے) یا شقہ (ایک لباس جو آگے سے کھلا ہوتا ہے جیسے کوٹ، اچکن چوغہ وغیرہ) پہنا ہوا ہو اور ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے تو بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں بھی سدل پایا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ پکڑ لے لیکن مناسب یہ ہے نہ پکڑے کیونکہ یہ کپڑے کو اٹھانا اور ہاتھوں کو سنت کے خلاف مشغول کرنا ہے پس اس میں دوہری کراہت ہے ایک ہاتھ آستین میں نہ ڈالنا دوسرے اس کو اٹھانا۔ اور اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ قبا یا اچکن چوغہ وغیرہ کو آستینیں ہاتھوں میں ڈال کر پہنے ہوئے ہو اور آگے سے کھلا ہوا ہو یعنی درمیان سے اس کو رومال یا پٹکے وغیرہ سے نہ باندھا ہو اور نہ بٹن وغیرہ سے بند کیا ہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں صحیح یہ ہے کہ اگر اس کے نیچے قمیص وغیرہ ہے جو بدن کو چھپا لے تو مکروہ نہیں اور اگر اس کے نیچے قمیص وغیرہ نہیں تو مکروہ ہے۔ نماز سے باہر سدل کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہِ تحریمی نہیں ہے یہی صحیح ہے لیکن مکروہِ تنزیہی ہے * — قمیص کے دامن یا صافہ (عمامہ) کے شملہ وغیرہ کا لٹکنا سدل میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ عادت کے موافق پہننے میں داخل ہے۔

(۲) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ وہ اس کے بدن پر سر سے پاؤں تک مثل جھولی کے ہو جائے اور کوئی جانب ایسی اٹھی ہوئی نہ ہو جس سے ہاتھ باہر نکلیں مکروہ ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

(۳) آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ؏ جبکہ نماز کیلئے ایسا کرے اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کسی کام کے لئے یا وضو کرنے کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو ؏ — اور اگر نماز میں شامل ہونے اور رکعت ملنے کی جلدی میں آستین نہ اتاری اور جماعت میں شامل ہو گیا تب بھی یہی حکم ہے اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے۔ اگر نماز کے اندر آستین چڑھائی تو اگر کہنیوں تک چڑھائی تو بوجہ عمل کثیر کے مفسد ہے اور اور اس سے کم چڑھائی تو مفسد نہیں مگر مکروہ ہے۔ اگر ایسی قمیص یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھی جس کی آستینیں کہنیوں سے اوپر تک بنی ہوئی ہیں اور کہنیوں تک ہاتھ ننگے ہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہے۔

* اس سے بچنا اچھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بغیر عذر ہو پس اگر عذر سے ہو اور تکبر نہ ہو تو مطلقاً مکروہ نہیں اور اگر عذر سے ہو اور تکبر بھی ہو یا بلا عذر محض تکبر سے ہو تو مطلقاً مکروہ تحریمی ہے (ش وط)

؏ اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔

(۴) کسی کے پاس کرتہ موجود ہے اور وہ صرف پائجامہ یا تہمد پہن کر نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔

(۵) اگر عمامہ (صافہ) و ٹوپی وغیرہ ہوتے ہوئے سستی کی وجہ سے یا نماز کے لئے سر ڈھانپنے کو اہم نہ سمجھنے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ ہے اور اگر نعوذ باللہ نماز کی اہانت و تحقیر کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ بعض کے نزدیک بہتر ہے لیکن اولیٰ پھر بھی یہی ہے کہ سر ڈھانپ کر پڑھے اور دل کے ساتھ خشوع خضوع کرے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ خشوع دل کا فعل ہے اور ننگے سر ہونا وغیرہ افعالِ جوارح اس کے معاون ہیں لیکن نماز کے اندر ان کا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر خشوع ہی کی جہت سے یہ بات پیدا ہو جائے تو اس کا مستحسن ہونا مناسب ہے اگر کسی اور عذر سے ایسا کرے تب بھی مکروہ نہیں۔ اگر گرمی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تب بھی مکروہ ہے اس کو عذر نہ بنائے۔

(۶) عمامہ (صافہ) یا رومال اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا ہوا ہو مکروہ ہے نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ ہے ـــــ (۷) برنس (ایک قسم کی اونچی ٹوپی جو عیسائی پہنتے تھے) پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور خود وزرہ پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اور لڑائی میں نماز کے وقت اس کا پہننا مکروہ نہیں ہے۔

(۸) کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لیکر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالے یہ بھی مکروہ ہے

(۹) میلے کچیلے کپڑوں میں یعنی ایسے کپڑوں میں جن کو پہن کر دوسرے بڑے لوگوں کے پاس نہ جاوے اور کام کرنے کے کپڑوں میں نماز پڑھنا جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اور کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

(۱۰) نماز میں ناک اور منہ ڈھانک لینا یعنی ڈھاٹا باندھ لینا مکروہ ہے۔

(۱۱) نماز پڑھنے والے کو اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیل کرنا یا سجدے میں جاتے وقت اپنے سامنے یا پیچھے سے کپڑا سمیٹنا اور اٹھانا مکروہ تحریمی ہے خواہ عادت کے طور پر ہو یا کپڑے کو مٹی میں بھرنے سے بچانے کے لئے ہو اور ضرورت کیلئے نماز میں عمل قلیل کرنا پڑے تو جائز ہے۔ مثلاً نماز میں اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا یا کپڑے کو دائیں یا بائیں سے جھٹکا دیا کہ رکوع میں یا سجدے سے اٹھتے وقت اس کے بدن سے نہ لپٹ جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ جو کام نمازی کے لئے مفید ہو اور اس کو اسکی ضرورت ہو تو اس کے کرنے سے جبکہ عملِ کثیر نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آپ نے پیشانی سے پسینہ پونچھا ہے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تھے تو کپڑے کو دائیں یا بائیں جانب جھاڑتے تھے اسی طرح ضرورت کے وقت بدن کو کھجلانا جائز ہے جبکہ ایک ہی رکن میں تین بار یا اس سے زیادہ نہ ہو اس طرح کہ ہر دفعہ ہاتھ کو اٹھالے کیونکہ یہ عمل کثیر ہو کر مفسد نماز ہے اور جو کام نماز میں مفید نہیں وہ نماز میں مکروہ ہے۔ نماز کے اندر اگر ناک سے رطوبت نکلی تو اس کو زمین پر گرنے دینے سے پہلے پونچھ دینا اولیٰ ہے جبکہ عمل قلیل کے ساتھ ہو اور اگر مسجد کے اندر ہے تو ضروری ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کی بعد پیشانی سے مٹی یا تنکے پونچھنا مکروہ نہیں اور نماز کے اندر اگر اس کو اس سے ضرر تھا اور نماز میں خلل پڑتا تھا تو مضائقہ نہیں اور اگر خلل نہیں پڑتا تھا تو نماز کے اندر مکروہ ہے کیونکہ یہ پھر سجدہ کرے گا اور وہ پھر لگے گا اس لئے یہ فعل عبث ہوا آخری اسلئے کہ وہ قلیل نجاست اور میل کچیل سے خالی نہیں ہوتے۔

تشہد میں سلام سے پہلے پونچھنا مکروہ نہیں اور اس کا چھوڑنا افضل ہے۔ نماز کے باہر عبث یعنی اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا اور بے فائدہ کام اور باتوں کا کرنا مکروہ تنزیہی وخلافِ اولیٰ اور حسنِ اسلام کے منافی ہے (لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم مِن حُسنِ الاِسلامِ المَرءِ ترکُہٗ مالا یَعنِیہِ۔ الحدیث۔ یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی ہے کہ بے فائدہ کاموں کو ترک کرے)۔

(۱۲) نماز میں ٹوپی یا کرتا کا اُتارنا یا ان کو پہننا یا موزہ کا نکالنا اگر عمل قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے مثلاً صافہ یا ٹوپی اپنے سر سے اٹھا کر زمین پر رکھا یا زمین سے اٹھا کر سر پر رکھا تو نماز فاسد نہیں ہوتی مگر مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے اگر عملِ کثیر کی ضرورت پڑے مثلاً صافہ کو لپیٹنا پڑے یا بار بار اٹھانا پڑے تو نہ اٹھائے اور چھوڑ دے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نہ اٹھانے میں خشوع مقصود ہو تو نہ اٹھانا افضل ہے۔ صرف ٹوپی سے بغیر عمامہ (صافہ) کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں اگرچہ امام ہی ہو اور عمامہ کے ساتھ پڑھنا افضل ہے (اور ایک روایت کے بموجب عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر عمامہ کے مقابل ستر گنا زیادہ ثواب ہے مؤلف) ٹوپی پر بجائے عمامہ کے تولیہ یا رومال باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے بلکہ اس پر عمامہ کا اطلاق ہو کر باندھنے والا ثواب کا مستحق ہو گا (فتاویٰ رشیدیہ)۔ کاغذ کی ٹوپی سے نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رشیدیہ)۔

(۱۳) عمامہ کی کور (پیچ) پر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ جبکہ تکبر کی وجہ سے پیشانی یا عمامہ کو مٹی بچانے کے لئے ہو لیکن اگر عذر سے ہو مثلاً گرمی یا سردی کے بچاؤ کے لئے یا زمین کی سختی کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ مکروہ ہونا اس وقت ہے جبکہ وہ زمین کی سختی معلوم ہونے میں مانع نہ ہو اور اگر اتنا موٹا اور ملائم پیچ ہے کہ اس کے نیچے زمین کی سختی معلوم نہیں ہوتی تو ہرگز نماز جائز نہیں ہوگی، صرف پیشانی پر سجدہ کرنا اور ناک نہ لگانا بلا عذر مکروہ ہے عذر کے ساتھ مکروہ نہیں۔

(۱۴) اگر اپنی آستین بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو اگر آستین اس لئے بچھائی کہ منہ کو خاک نہ لگے تو مکروہ ہے اور اگر اس واسطے بچھائی کہ اس کے عمامہ اور کپڑوں کو خاک نہ لگے یا گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے ایسا کیا تو مکروہ نہیں ہے۔ کوئی شخص زمین پر نماز پڑھتا ہے اور کسی نے ایک کپڑا اس کے آگے بچھا دیا وہ اس پر سجدہ کرتا ہے تاکہ زمین کی گرمی سے بچے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۵) سجدہ میں پاؤں کو ڈھکنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص تنہا نفل پڑھتا ہے تو اس کو مضائقہ نہیں۔

(۱۶) اسبال یعنی کپڑے کو حدِ عادت سے بہت زیادہ لمبا رکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے۔ دامنوں اور پائینچوں میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو اور آستینوں میں انگلیوں سے آگے ہو نیچے اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبے (پس ان صورتوں سے نماز کے اندر اور باہر پرہیز لازمی ہے)۔

(۱۷) کسی ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو مثلاً نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو یا خفیفہ چوتھے حصہ سے زیادہ نہ ہو (اس کی تفصیل نجاست سے پاکی کے بیان میں درج ہے)۔

(۱۸) نماز میں سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کا ہٹانا مکروہ ہے لیکن اگر ان کی وجہ سے سنت کے مطابق پورا سجدہ نہ ہو سکے

یعنی پوری پیشانی نہ لگ سکے تو ایک یا دو بار ہٹا دینے میں مضائقہ نہیں اور تین دفعہ ہٹانے میں عملِ کثیر ہو کر نماز فاسد ہو جائے گی ظاہر روایت کے بموجب ایک بار ہٹائے اور بہتر یہ ہے کہ نہ ہٹائے اور اگر بغیر ہٹائے پیشانی بقدر واجب رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو کنکریوں کا ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی ضرورت پڑے۔

(۱۹) نماز کے اندر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا اور انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور انگلیاں چٹخانا یہ ہے کہ ان کو دبائے یا کھینچے کہ ان میں سے آواز نکلے۔ خواہ نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہو یا نماز کے لئے جاتے وقت ایسا کرے تب بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث پاک میں ان مواقع میں ممانعت آئی ہے۔ حالتِ نماز کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ نماز سے باہر انگلیاں چٹخانا یا انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اگر ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً جوڑوں کو آرام دینا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور بطور کھیل کے ہو جیسے پنجہ ڈالنا وغیرہ تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز میں عمل قلیل سے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

(۲۰) اپنے بالوں کا سر پر جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے کسی چیز ڈوری یا دھجی وغیرہ سے باندھ لے کہ کھل نہ جائیں یا گوندے چپکالے یا عورتوں کی طرح مینڈھیاں گوندھ کر سر کے گرد باندھ لے یا سر کے پیچھے یعنی گدی پر بالوں کو جمع کر کے کسی ڈوری یا دھجی وغیرہ سے باندھ لے تاکہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہ سب صورتیں مکروہ ہیں احادیث کے بموجب یہ کراہت تحریمی ہونی چاہئے لیکن اجماع اس پر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر نماز کے اندر بالوں کا جوڑا باندھے گا تو بوجہ عمل کثیر کے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲۱) نماز میں کوکھ (پہلو) پر یا کسی اور عضو کوکھ یا کمر پر اپنا ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز کے علاوہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲۲) دائیں بائیں کو اس طرح دیکھنا کہ کچھ یا تمام منھ (چہرہ) قبلہ کی طرف سے پھر جاوے مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک سینہ نہ پھرے اور سینے کو بلا عذر پھیرنا نماز کو فاسد کرتا ہے اور اگر بغیر سینہ پھیرے صرف منھ دائیں یا بائیں زیادہ دیر تک رکھا کہ دور سے دیکھنے والا سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی (جس کی تفصیل مفسدات نماز میں درج ہے) اور بغیر منھ پھیرے صرف گوشۂ چشم (کنکھیوں) سے اِدھر اُدھر دیکھنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی ضرورت کی وجہ سے ہو تو مباح ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲۳) نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۴) نماز میں قصداً جمائی لینا مکروہ تحریمی ہے بوجہ فعلِ عبث ہونے کے۔ اور اگر خود بخود آئے تو مضائقہ نہیں جہاں تک ہو سکے اس کو روکنا مستحب ہے اور اگر اس کو نہ روکے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز کے اندر روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اگر غالب ہو تو ہاتھ یا آستین منھ پر رکھ لے اگر قیام کی حالت میں جمائی آئے تو دائیں ہاتھ سے منھ بند کرے یعنی اس کو اختیار ہے کہ دائیں ہاتھ کی پشت یا اندرونی حصہ منھ پر رکھ لے اور قیام کے علاوہ نماز کی کسی اور حالت میں آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت منھ پر رکھ کر بند کرے۔ جب تک ہونٹ کو دانتوں سے دبا کر روک سکتا ہے ہاتھ یا آستین سے روکنا مکروہ ہے۔

نماز کے علاوہ بھی جمائی لینا مکروہ ہے (فائدہ:۔ جمائی امتلاءِ معدہ اور ثقلِ بدن سے پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے یہ شیطان کی طرف سے ہے یعنی شیطان اس میں مداخلت کرتا ہے کما ورد فی الحدیث۔ انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں علماء کرام نے جمائی روکنے کی مجرب ترکیب یہ لکھی ہے کہ اس وقت اپنے دل میں سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہیں لی اور وہ اس سے محفوظ ہیں) —— (۲۵) نماز میں انگڑائی لینا (یعنی سستی اتارنا) مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۲۶) نماز میں آنکھوں کا بند کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر آنکھیں کھلی رکھنے میں ایسی چیزوں کے دیکھنے سے جو دل کو منتشر کرتی ہیں خشوع میں فرق آتا ہو اور آنکھیں بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو اور دل خوب لگتا ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ بہتر ہے (لیکن تمام نماز آنکھیں بند کر کے نہ پڑھے بلکہ حسب ضرورت بند کر لیا کرے ورنہ کھولے رکھے اور نگاہ کو مستحب طریقے پر رکھے جیسا کہ مستحباتِ نماز میں بیان ہوا یہی انسب طریقہ ہے۔ مؤلف)

(۲۷) پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی شدت یعنی دباؤ معلوم ہوتے وقت یا غلبۂ ریح کے وقت نماز میں داخل ہونا مکروہ تحریمی ہے پس ان سے فارغ ہو کر نماز پڑھے۔ اور نماز کے اندر ان چیزوں کا غلبہ ہو جائے اور دل کو مشغول کریں تب بھی نماز پڑھتے رہنا مکروہ تحریمی ہے پس اس کو چاہئے کہ نماز کو توڑ دے اور ان حاجات سے فارغ ہو کر وضو کر کے پھر نماز پڑھے اگر اسی طرح پڑھتا رہے گا تو گنہگار ہوگا اور نماز کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ادا ہو جائے گی یعنی اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اور یہ حکم تمام نمازوں کیلئے یکساں ہے خواہ وہ فرض ہوں یا واجب و سنن و نوافل لیکن نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح پڑھ لے۔ اگر جماعت جاتے رہنے کا خوف ہو تب بھی ان ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھے خواہ جماعت ملے یا نہ ملے اور اگر فرض و واجب نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر قضائے حاجت کر کے وضو کرنے تک وقت جاتا رہے گا تو اسی حالت میں وقت کے اندر نماز پڑھ لے قضا نہ کرے کیونکہ وقت کی رعایت مقدم ہے اور کراہت کے ساتھ ادا کرنا بالکل قضا کرنے سے اولیٰ ہے۔ (اور اگر قلب کو مشغول نہ کرے تو نماز کا توڑنا مستحب ہونا چاہئے) بلکہ اس حالت میں توڑنے کی ضرورت بھی نہیں جیسا کہ شامی میں ہے۔

(۲۸) نماز میں دامن یا آستین سے اپنے آپ کو ہوا کرنا مکروہ ہے لیکن جب تک عمل کثیر یعنی تین بار نہ ہو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو پنکھا جھلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ دور سے دیکھنے والا اس کو نماز میں نہیں سمجھے گا۔

(۲۹) نماز میں قصداً بلا عذر یا بلا غرضِ صحیح کھانسنا اور کھنکارنا مکروہ ہے جبکہ حروف ظاہر نہ ہوں اور اگر حروف ظاہر ہوگئے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر مجبور ہے یا اصلاحِ نماز کیلئے ہے تو مفسد یا مکروہ نہیں خواہ حرف ظاہر ہوں یا نہ ہوں (تفصیل مفسداتِ نماز میں درج ہے)

(۳۰) نماز میں تھوکنا اور ناک سنکنا مکروہ ہے۔

(۳۱) نماز میں تشہد اور دونوں سجدوں کے درمیان اقعا یعنی کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اقعاء کی تشریح میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھ کر بیٹھے اور دونوں رانوں کو کھڑا کر کے پیٹ سے اور دونوں گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دے کیونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہے اور یہی حدیث میں منع ہے اور

امام کرخیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ دونوں پاؤں کھڑے کرے اور ان کی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ شکل مکروہ تحریمی نہیں البتہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مسنون نشست کے خلاف ہے۔ (بعض کے نزدیک اس کے خلاف حکم ہے یعنی پہلی صورت مکروہ تنزیہی ہے اور دوسری مکروہ تحریمی اور بعض کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ آگے کو جھکے بہر حال ان سب صورتوں سے بچنا چاہئے) ——— (۳۲) نماز کی حالت میں بلا عذر چار زانو (یعنی چوکڑی آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا بوجہ نشست مسنون کے ترک کے مکروہِ تنزیہی ہے اور نماز کے علاوہ آلتی پالتی مار کر بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

(۳۳) مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں باہیں (ہاتھ کہنیوں تک) زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳۴) اپنے ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے بلکہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دے۔ نمازی کو کسی کے سوال کا جواب ہاتھ یا سر سے دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، مثلاً کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کہا یا کسی نے پوچھا کہ تم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ مثلاً ہم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ اشارہ سے بھی جواب نہ دے۔

(۳۵) کسی آدمی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خواہ منہ کرنے والا دور ہو جبکہ درمیان میں کوئی حائل نہ ہو اسی طرح نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے پس اگر منہ کرنا نمازی کے فعل سے ہوگا تو کراہت نمازی پر ہے ورنہ کراہت اس دوسرے شخص پر ہوگی جس نے نمازی کی طرف منہ کیا۔ لیکن اگر ان دونوں کے درمیان میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پیٹھ نماز پڑھنے والے کی طرف ہو، یعنی نمازی کے آگے کی صف میں کوئی شخص اس کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھا ہو اور اس کے آگے کوئی شخص نمازی کی طرف منہ کئے ہوئے ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ شخص اس کے لئے سترہ (حائل) ہوگیا، اور ظاہر مذہب کی رو سے امام کو سلام کے بعد دعا کے وقت نمازیوں کی طرف منہ کرنا جبکہ اس کے منہ کے سامنے کوئی نمازی مسبوق کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو مکروہ تحریمی ہے اگرچہ درمیان میں صفوف حائل ہی کیوں نہ ہوں۔ (اس کلام سے معلوم ہوا کہ قیام کی حالت میں نمازی کے سامنے منہ کرکے بیٹھنا یا کھڑا ہونا ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ درمیان میں کوئی آدمی حائل بھی ہو واللہ اعلم۔ پس کسی بھی صورت میں نمازی کی طرف منہ کرنا مناسب نہیں ہے جبکہ نمازی کی طرف منہ کرکے بیٹھنے والا شخص اتنے فاصلے پر ہو جس سے نمازی کا خیال بٹے۔ مؤلف)۔

(۳۶) کسی کھڑے یا بیٹھے شخص کی پیٹھ کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں لیکن اگر بیٹھنے والے کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس کے رک جانے سے گھبرائے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے[1]۔ اور اگر وہ کھڑا یا بیٹھا شخص باتیں کر رہا ہے اگرچہ وہ قریب ہے تب بھی اس کی پیٹھ کی طرف کو نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن جب ایسی آواز میں بلند کرے کہ نماز پڑھنے والے کو اپنی قرأت وغیرہ میں خلل پڑنے اور خیال بٹنے کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(۳۷) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سامنے لوگ سو رہے ہوں مکروہ نہیں ہے لیکن اگر سونے والے سے ایسی شے کے

[1] پس یہ مکروہِ تنزیہی ہونا چاہئے (مؤلف)

ظہور کا خوف ہو جس سے مضحکہ پیدا ہو مثلاً گوز وغیرہ کی آواز پیدا ہونے کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(۳۸) منھ میں روپیہ یا پیسہ یا کوئی اور چیز رکھ کر نماز پڑھنا جبکہ اس کی وجہ سے قراءت سنت کرنے سے مجبور نہ ہو جائے تو مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر اس کی وجہ سے قراءت نہ ہو سکے مثلاً آواز ہی نہ نکلے یا اس قسم کے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳۹) آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں مثلاً سبحان اللہ وغیرہ کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا نماز کے اندر مکروہ تنزیہی ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل [1] صاحبین کے نزدیک اس میں کچھ مضائقہ نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ خلاف صرف فرضوں میں ہے اور نفلوں میں بالاجماع جائز ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ یہ خلاف نفلوں میں ہے فرضوں میں بالاجماع مکروہ ہے اور اظہر یہ ہے کہ سب میں خلاف ہے [2] اگر کسی شخص کو نماز میں گننے کی ضرورت پڑے جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح میں ضرورت ہے تو اشارۃً گنے ظاہراً نہ گنے یعنی اپنے دل میں شمار کرے یا انگلیوں کے سرے یعنی پوروں کو دبانے سے شمار کرے یعنی ہر دفعہ ایک ایک پور کو دبا تا جائے اور سب انگلیاں اپنی جگہ سنت طریقے پر رہیں اس میں بالاتفاق کراہت نہیں ہے مگر بعض نے کہا کہ خلافِ اولیٰ ہونا چاہئے کیونکہ دل دوسری طرف متوجہ ہو کر خشوع میں فرق آتا ہے۔(پس سوائے ان موقعوں کے جہاں سنت طریقے سے نماز میں کوئی تعداد پڑھنی پڑے جیسے صلوٰۃ التسبیح اور جگہ اس طریقے سے بھی بچنا اولیٰ ہے۔ مؤلف) اگر کوئی شخص مجبور ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اسی کے لئے صاحبین کے قول پر عمل کر لینے میں گنجائش ہے۔ زبان سے گنتی کرنا بالاتفاق مفسدِ نماز ہے نماز میں سورتوں کا گننا ہر حال میں مکروہ ہے اس لئے کہ وہ اعمالِ نماز میں سے نہیں ہے۔ نماز سے باہر تسبیح سے گننے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول کے بموجب مکروہ نہیں جبکہ ریا و سمعہ کے لئے نہ ہو پس اگر ریا و شہرت کے لئے رکھیگا تو مکروہ ہے۔

(۷۰) نماز میں سامنے یا سر کے اوپر یعنی چھت وغیرہ میں یا دائیں یا بائیں اور صحیح قول کی بنا پر پیچھے بھی کسی جاندار کی تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ تصویر معلق ہو یا نصب ہو یا دیوار یا پردہ وغیرہ میں منقوش ہو۔ اور سب سے زیادہ کراہت اس میں ہے کہ تصویر نمازی کے سامنے ہو پھر اس کے بعد یہ کہ اس کے سر پر ہو پھر یہ کہ داہنی طرف ہو پھر یہ کہ بائیں طرف ہو پھر یہ کہ اس کے پیچھے ہو ـــــ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویریں ہوں، مکروہ تحریمی ہے۔(اور نماز علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے) لیکن اگر کوئی شخص تصویر والا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور اس پر کوئی اور دوسرا کپڑا پہن لیا جس سے تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہیں ہوگی (لیکن اس کے پہننے کی کراہت رہے گی کیونکہ اس کا پہننا ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے۔) تصویروں کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ تصویریں بڑی بڑی ہوں کہ دیکھنے والے کو بے تکلف نظر آئیں اور اگر دیکھنے والے کو بغیر تامل و غور کے نظر نہ آئیں تو مکروہ نہیں۔ اس کی مزید واضح تشریح یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو تو اس کے اعضا جدا جدا نہ معلوم ہوتے ہوں تو چھوٹی ہے اور اس سے نماز مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اسی طرح ایسی تصویر سے نماز مکروہ نہیں جو بغیر سر کے ہو خواہ سر بنایا ہی نہ ہو یا بنا کر لکیروں سے کاٹ دیا ہو جس سے

[1] یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ [2] یہ غیر ظاہر الروایت میں ہے اور ظاہر الروایت میں ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاتفاق مطلقاً مکروہ ہے خواہ نفل ہو یا فرض اور خواہ اس کی طرف مضطر ہو یا نہ ہو (ش و ط وغیرہ)

نماز میں تصویر کے احکام

اس کا اثر باقی نہ رہا ہو، یا کھرچ ڈالا ہو یا سیاہی سرخی وغیرہ کوئی رنگ پھیر دیا ہو یا دھو ڈالا ہو جس نے چہرہ مٹ گیا ہو ـــــ لیکن اگر اس کے سر کو جسم سے ایک خط کے ذریعے منقطع کر دیا ہو اور سر اپنی حالت پر باقی ہو یعنی اس کے سر اور جسم کے درمیان ڈورا ڈال دیا ہو تو اس سے سر کا کاٹنا متحقق نہیں ہوگا پس کراہت بدستور باقی رہے گی اور اس خط ڈالنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ بعض جانوروں کے گلے میں طوق بھی ہوتا ہے۔ کاٹنے و مٹانے میں پورے چہرے کا مٹانا ضروری ہے اگر صرف آنکھوں یا بھوؤں (ابروؤں) کو زائل کیا تو اس کا اعتبار نہیں اور کراہت بدستور باقی رہے گی۔ اسی طرح . . . . ہاتھوں یا پاؤں کے کاٹنے کا بھی اعتبار نہیں اور کراہت پھر بھی باقی رہے گی۔ البتہ اگر تصویر کا ایسا عضو کاٹ یا مٹا دیا گیا ہو جس کے بغیر اس تصویر کا جاندار زندہ نہیں رہ سکتا تو اب اس تصویر کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں ان کی پوجا نہیں کی جاتی ـــــ اسی طرح غیر جاندار کی تصویر سے بھی نماز مکروہ نہیں ہے مثلاً درخت خواہ پھل دار ہو یا بغیر پھل کے و برتن و دیگر سامان و مکان وغیرہ کی تصویر سے مکروہ نہیں ہے کیونکہ ان سب چیزوں کی تصویروں کی عبادت نہیں کی جاتی (البتہ خاص ان درختوں و اشیاء وغیرہ کو سامنے کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے جن کی غیر مسلم پوجا کرتے ہیں)۔ اگر تصویر فرش (مصلّے) پر ہو تو صحیح یہ ہے کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ کرتا ہو تو مکروہ نہیں ہے ـــــ اگر کوئی تکیہ یا پردہ اس کے سامنے کھڑا ہو اور اس میں جاندار کی تصویر ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور اگر وہ تکیہ یا پردہ زمین پر پڑا ہو اس طرح کہ اس کو روندتا ہو یا اس سے سہارا لگاتا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر تصویر ذلّت کی جگہ ہو مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ یا قدموں سے روندنے کی جگہ یعنی فرش یا گدّی وغیرہ پر ہو جس کو لوگ روندتے ہوں یا اس کے اوپر بیٹھتے ہوں یا تکیہ پر ہو جس کی ٹیک لگاتے ہیں تو اس طرح پر مکان میں تصویر ہونے سے کراہت نہیں اور نہ اس مکان میں نماز پڑھنے میں کراہت ہے جبکہ سجدہ تصویر پر نہ ہو۔ اگر تصویر ہاتھ میں یعنی لٹکی ہوئی یا گڈی ہوئی ہو یا بدن پر کسی اور جگہ تصویر ہو مگر کپڑوں سے چھپی ہوئی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی غیر ظاہر تصویر منقش ہو یا تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو جیسے درہم و دینار جن پر بادشاہ کی تصویر ہو تو نماز میں کراہت نہیں لیکن اگر تھیلی یا جیب سے باہر کھلی ہوئی بڑی تصویر ہو تو مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر چھوٹی تصویر درہم و دینار وغیرہ پر ہو (جیسا کہ بعض وقت جیب سے باہر نکل کر آگے گر جاتے ہیں۔ مؤلف) تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی تصویر کا اپنے پاس یا گھر میں رکھنا یا بنانا منع ہے۔ پس اگر وہ تصویر چھوٹی ہے کہ جس سے نماز میں کراہت نہیں آتی یا ذلت کی جگہ ہے تو اس کے اپنے پاس یا گھر میں رکھنے میں کوئی کراہت نہیں اور اگر وہ تصویر بڑی ہے یا ایسی جگہ ہے کہ جس سے نماز میں کراہت آتی ہے تو اس کا اپنے پاس یا گھر میں رکھنا نماز کے علاوہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اور جاندار کی تصویر کا بنانا ہر حال میں حرام ہے مطلقاً خواہ چھوٹی ہو یا بڑی دستی ہو یا عکسی (فوٹو) جبکہ وہ کسی شرعی غرض یا توہین و ذلت کے لئے نہ ہو۔ (روپے اشرفی وغیرہ سکوں کی تصویریں اور پاسپورٹ حج وغیرہ کے لئے فوٹو لینا وغیرہ ضرورت کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں مزید تفصیل اپنے مقام پر آئیگی انشاءاللہ۔

(۱۴) نماز میں ایسے تنور کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ جل رہی ہو یا بھٹی کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ ہے

یا کوئی اور ایسی چیز آگے ہو جس کو کافر پوجتے ہیں مکروہ ہے اور اگر چراغ یا قندیل یا موم بتی کی طرف کو منہ کیا تو مکروہ نہیں ہے یہی مختار و اصح ہے ——— (۴۲) اگر نماز پڑھنے میں سامنے یا سر کے اوپر قرآن یا تلوار یا اس قسم کی کوئی اور چیز موجود ہو یا لٹکتی ہو جس کی پوجا نہیں کی جاتی تو مضائقہ نہیں اور کوئی کراہت نہیں۔

(۴۳) امام کو اکیلا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اگر دونوں پاؤں محراب سے باہر ہوں اور سجدہ محراب میں کرے تو مکروہ نہیں کیونکہ اندر اور باہر ہونے کی صورتوں میں قدم کا اعتبار ہوتا ہے پس جب قدم محراب سے باہر مسجد میں ہوں تو وہ مقتدیوں کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔ اگر امام تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں تو کراہت نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو امام کا اکیلا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔

(۴۴) امام کو دروں (دروازوں اور ستونوں کے درمیان کی جگہ) میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح مقتدی کو بھی جبکہ اکیلا ہو، اگر دو یا تین ہوں تو کراہت نہیں کیونکہ وہ صف کے حکم میں ہو گئے اور منفرد کے لئے کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح اس امام کو جو روزانہ کی نماز کے لئے مقرر ہے یعنی پہلی جماعت کے امام کو بلا ضرورت مسجد کے گوشہ یا کسی طرف میں یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا اور محراب کو ترک کرنا مکروہ ہے کیونکہ اجماع و عمل امت کے خلاف ہے اور اس کے لئے سنت یہ ہے کہ محراب یعنی وسط مسجد میں کھڑا ہو اگر وسط کو چھوڑ کر دوسری جگہ کھڑا ہوا تو اگرچہ اس کے دونوں طرف صف کے برابر حصے ہوں مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔ اور منفرد یا دوسری جماعت کے امام کے لئے بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۴۵) امام کا اکیلا چبوترے (اونچی جگہ) پر کھڑا ہونا جبکہ سب مقتدی نیچے ہوں بروئے حدیث مکروہ ہے۔ بظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اگرچہ بعض نے تنزیہی کہا ہے۔ اور اگر کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہوں تو اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ حکم اس چبوترہ کا ہے جو قدِ آدم بلند ہو اور اس سے کم کا مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ چبوترہ کی بلندی اس قدر معتبر ہے کہ جس سے امتیاز و فرق ہو جائے یہی ظاہر الروایت ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے۔ بعضوں نے سترہ پر قیاس کر کے ایک ذراع (شرعی گز ۲۴ انگل یعنی ایک ہاتھ) کا اعتبار کیا ہے اسی پر اعتماد ہے اور یہی صحیح ہے (اور فتوی کے لئے یہی مناسب ہے کیونکہ عوام کے لئے تعین بہتر ہے۔ مؤلف)۔ اگر بلندی اس سے کم ہو تو کراہتِ تنزیہی ہے۔ اگر صورتِ مذکورہ کے برعکس ہو یعنی اکیلا امام نیچے کھڑا ہو اور سب مقتدی چبوترہ پر ہوں یہ بھی صحیح قول کی بنا پر مکروہ و خلاف سنت ہے کیونکہ امام کا مقام مقتدیوں کے مقام سے کم درجہ پر ہو گیا لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ حدیث میں اس کی نہی وارد نہیں ہے جب امام چبوترہ پر ہو تو چبوترہ پر اور جبکہ امام نیچے ہو نیچے کچھ مقتدی بھی اگر امام کے ساتھ ہوں تو کچھ کراہت نہیں ہے اور مسلمانوں کے اکثر شہروں کی جامع مسجدوں میں اس بات کا عام رواج ہو گیا ہے کہ تنگی کے باعث امام محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور تنگی کے باعث امام کے ساتھ کوئی بھی مقتدی نہ ہو تب بھی عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تعلیم کے لئے امام اکیلا بلند جگہ پر کھڑا ہو تاکہ مقتدی اس کے افعال دیکھ کر

سیکھیں یا اکیلا مقتدی بلند جگہ پر اس لئے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہیں ہے۔

(۴۶) مقتدی کو بھی بلا عذر اکیلا بلند جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ امام کے ساتھ اور مقتدی کھڑے ہوں اور اسی طرح مقتدی کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا جبکہ صف میں جگہ موجود ہو مکروہ تحریمی ہے اور اگر صفوں میں جگہ موجود نہ ہو تو بعض نے کہا کہ اکیلا پیچھے کی صف میں کھڑا ہو جائے کیونکہ وہ معذور ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگلی صف میں سے کسی کو اپنی طرف پیچھے کھینچ لے اور اس کے پہلو میں کھڑا ہو جائے اور اصح یہ ہے کہ رکوع تک انتظار کرے تاکہ اگر کوئی آجائے تو اس کے ساتھ مل کر پیچھے صف بنالے ورنہ کسی ایسے آدمی کو صف میں سے اپنی طرف پیچھے کھینچ لے جو اس مسئلہ کا جاننے والا ہو اور اس سے کسی زحمت یا فساد نماز کا خطرہ نہ ہو ورنہ اکیلا کھڑا ہو جائے۔ آجکل ناواقفی کا غلبہ ہے اس لئے اکیلا پیچھے کھڑا ہونا اور کسی کو اپنی طرف نہ کھینچنا ہی افضل و اولیٰ ہے (اس کی تفصیل امامت کے بیان میں صفوں کی ترتیب میں بھی آئی ہے)۔

(۴۷) اکیلا نماز پڑھنے والے کو جماعت کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسلئے کہ قیام و قعود وغیرہ میں ان کی مخالفت ہوگی

(۴۸) نماز پڑھنے والے کی سجدہ کی جگہ میں سے کسی کا گزرنا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے اگرچہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن حدیثوں میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ اس مسئلہ میں فقہا نے بہت کلام کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی کس جگہ تک گذرنا مکروہ ہے۔ اصح یہ ہے کہ میدان اور بہت بڑی مسجد میں جو میدان کے حکم میں ہے نمازی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور گذرنے والا گنہگار ہے اس کے بعد سے نہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے میں قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر جمائے ہوئے ہو تو جتنی دور تک اس کی نگاہ پھیلے اتنی دور تک گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے بعد یعنی جب گذرنے والے پر اس کی نگاہ پھیل کر نہ پڑے تو مکروہ نہیں یہی صحیح ہے اور یہ موضع سجود کی وضاحت ہے کیونکہ تقریباً موضع سجود کا اطلاق اس پر ہوتا ہے اس لئے یہی مرجح ہے۔ (اور بعض نے دو یا تین صف کی مقدار مقرر کی ہے اور بعض نے تین گز شرعی (تین ہاتھ) اور بعض نے چالیس گز شرعی مقرر کئے ہیں)۔ چھوٹی مسجد اور عام بڑی مسجدوں میں یعنی جو بہت زیادہ بڑی نہ ہوں اور چھوٹے گھروں میں جو قولِ مختار کی بنا پر چالیس گز شرعی کی مقدار سے کم ہوں اگر نمازی کے آگے سترہ یا کوئی اور حائل نہ ہو تو قبلہ کی دیوار تک نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی و گناہ ہے کیونکہ یہ جگہیں مکانِ واحد کے حکم میں ہیں لیکن اگر سترہ وغیرہ حائل ہو جس کی تفصیل آگے قریب ہی آتی ہے تو پھر اس کے آگے سے گزرنے میں کراہت و گناہ نہیں ہے۔

(۴۹) چبوترہ یا تخت یا چھت وغیرہ اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جبکہ گذرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی گزرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ بلندی اتنی اونچی ہو کہ نمازی کے قدم گذرنے والے کے سر سے اونچے ہوں (یعنی وہ جگہ گذرنے والے کے قد سے اونچی ہو) تو مکروہ نہیں ہے۔ یہاں پر سترہ کی مقدار یعنی ایک ہاتھ ہونے کا قول ضعیف و غلط ہے ــــــ (۵۰) نمازی کے آگے سے گزرنے میں جبکہ سترہ یا حائل نہ ہو تو گذرنے میں گنہگار ہونے کی

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترہ کے مسائل

چار صورتیں ہیں:۔۔ اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجائش ہے کہ نمازی کے سامنے سے نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں گناہ خاص گزرنے والے پر ہوگا نمازی پر نہیں ۔۔ دوم اور طرف کو راستہ نہیں ہے اور نمازی نے راستہ روک لیا ہے تو اس صورت میں گناہ خاص نمازی پر ہوگا گذرنے والے پر نہیں ۔۔ سوم نمازی نے راستہ روک لیا ہے مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہے تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہوں گے نمازی بوجہ راستہ روکنے کے اور گذرنے والا بوجہ بچنے کے امکان کے۔ چہارم نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے کو اور کسی طرف بھی راستہ نہیں تو اس میں کسی پر گناہ نہیں کیونکہ معذور ہیں۔

(۵۱) اگر اگلی صف میں کوئی جگہ خالی چھوڑ کر پیچھے کھڑا ہو گیا تو اب نماز میں شامل ہونے والے شخص کو اس خالی جگہ تک جانے کے لئے اس کی گردن پھلانگ کر جانا جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس خالی جگہ چھوڑنے والے نے اپنی عزت آپ کھودی اور اگر آگے سے گذر جانا ممکن ہو تو گردن پھلانگنے کی بجائے نمازی کے آگے سے گذر جانا بہتر ہے۔

(۵۲) امام یا منفرد جب صحرا (میدان) میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گذرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ کھڑا کرے خواہ وہ لکڑی ہو یا کوئی اور چیز ہو جس سے آڑ ہو جائے جس کا طول کم از کم ایک ذراع (ایک ہاتھ یعنی دو بالشت) اور اس کی موٹائی کم سے کم ایک انگلی کی موٹائی کے برابر ہو لیکن قوی مذہب کی بنا پر موٹائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر اس سے پتلی ہو تب بھی کافی ہے تاکہ گذرنے والے کو قریب سے معلوم ہو جائے گا یعنی نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کی مقدار تک فاصلہ ہونا سنت ہے اس سے زیادہ سنت نہیں ہے۔ سترہ دونوں آنکھوں کے بیچ میں یعنی بالکل ناک کی سیدھ میں نہیں ہونا چاہیئے بلکہ داہنی یا بائیں ابرو (آنکھ) کی سیدھ میں ہو، اور داہنی ابرو کی سیدھ میں کھڑا کرنا افضل و مطابقِ سنت ہے۔ پس ایسے سترہ کے پرے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۵۳) اگر لکڑی (لاٹھی وغیرہ) کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھدے (یعنی لٹادے) اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے تاکہ گاڑنے کی طرز پر ہو جائے اور اگر ایسی کوئی چیز نہ ہو کہ گاڑ سکے یا رکھ سکے تو بعض مشائخ نے کہا کہ خط کھینچے اور اس کی کیفیت میں بھی اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ طول میں کھینچے تاکہ یہ سترہ کے سایہ کے مشابہ ہو جائے۔ امام نووی نے اس کو مختار کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ عرض میں محراب (یعنی ہلال یا کمان) کی شکل کا خط کھینچے۔ جب تک کسی چیز کا گاڑنا یا کھڑا کرنا ممکن ہے اس کا زمین پر رکھنا یعنی لِٹانا سترہ کے لئے کافی نہیں ہے اور جب تک کسی چیز کا رکھنا ممکن ہے خط کھینچنا کافی نہیں ہے۔ بعض مشائخ کے نزدیک زمین پر رکھدینا یا خط کھینچنا کسی حال میں کفایت نہیں کرتا دونوں طرف تصحیح موجود ہے اس لئے تینوں صورتوں میں سے جس پر عمل ممکن ہو کر لینا بہتر ہے پس زمین پر رکھنے اور خط کی صورت میں یہ فائدہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹنے اور منتشر ہونے سے محفوظ رہے گا جو کہ مقصود ہے اور ابو داؤد کی ضعیف روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف روایت پر عمل جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں صورتوں میں یعنی زمین پر رکھنے یا خط کھینچنے کی صورت میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہو جائے گا بلکہ وہ اسی طرح مکروہ ہے جب تک سترہ کھڑا نہ کیا ہو۔ اگر سترہ کے لئے

کوئی چیز نہیں ہے اور نمازی کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے تو اس کو سامنے رکھ لے اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ نمازی کا دل منتشر نہ ہو ورنہ کتاب یا کپڑے کے رکھنے سے بھی آگے سے گزرنا مکروہ ہے جب تک اتنی بلندی نہ ہو جائے جو سترہ کے لئے درکار ہے۔ درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہو سکتا ہے اور ان کے آگے ہوتے ہوئے پرے سے گزرنے میں مضائقہ نہیں مگر آدمی کا سترہ اس وقت کیا جائے جبکہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو کیونکہ نمازی کی طرف منہ کرنا منع و مکروہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ——— (۵۴) اگر دو شخص ملے ہوئے یعنی برابر برابر چلتے ہوئے نمازی کے آگے سے گزر گئے تو گناہ و کراہت اس کے واسطے ہوگی جو نمازی کے قریب ہوگا اور چونکہ یہ دوسرے کے لئے سترہ ہو گیا اس لئے اس کے حق میں کراہت نہ رہی۔

(۵۵) اگر دو شخص گذرنا چاہیں تو ان سے ایک شخص نمازی کے سامنے پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا شخص اس کی آڑ میں گذر جائے پھر پہلا شخص اسی طرح کرے اور دونوں اس طرح گذر جائیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے بیٹھا ہوا آدمی اٹھ کر چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ امداد الفتاویٰ میں بھی ایسا ہی ہے۔ مؤلف)۔

(۵۶) اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سترہ کے قابل ہو مثلاً اونچا مونڈھا یا کرسی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گذر جائے پھر اس چیز کو اٹھا لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز اٹھا لی جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

(۵۷) اگر گذرنے والے کے ساتھ ایسا عصا (لاٹھی) ہے جس کو کھڑا کرنا ممکن نہیں ہے تو اس کو نمازی کے آگے کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے تھام کر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے یا نہیں اس کی وضاحت نہیں ملی (شامی)۔ (بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کو ہاتھ سے چھوڑ کر اس کے گرنے سے پہلے گذر جائے اور پھر اس کو پکڑ لے۔ مؤلف)

(۵۸) اگر سوار ہو کر نمازی کے آگے سے گذرے گا تو چونکہ اکثر نمازی کے کسی عضو کے سامنے گذرنے والے سوار کا کوئی عضو ہونے کا امکان ہے اس لئے گنہگار ہوگا (ہاں اگر سواری اتنی بلند ہو کہ یہ امکان نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ مؤلف) پس سوار کو چاہئے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے کے لئے اپنا جانور بطور سترہ نمازی کے آگے کھڑا کر دے اور پھر اس کے دوسری طرف سے گذر جائے تو گنہگار نہیں ہوگا ——— (۵۹) بڑی نہر یا بڑا حوض جبکہ چھوٹی مسجد میں ہو تو یہ سترہ (حائل) نہیں بن سکتے۔ کنواں سترہ ہو سکتا ہے۔ اگر بڑی مسجد یا صحرا میں بڑی نہر یا حوض ہو تو سترہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہاں موضع سجود تک حد ہے اور یہ اس سے دور ہو جاتا ہے ——— (۶۰) اگر ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سامنے سے کسی کے گذرنے کا خوف نہ ہو اور اس کے سامنے عام راستہ بھی نہ ہو تو اگر سترہ کھڑا نہ کرے تو کچھ مضائقہ و کراہت نہیں ہے لیکن پھر بھی سترہ قائم کرنا اولیٰ ہے تاکہ دلجمعی ہو اور خیالات کے منتشر ہونے سے محفوظ رہے۔ اور ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے عام راستہ ہو سترہ کے ساتھ ہو یا بغیر سترہ کے دونوں طرح مکروہ تحریمی ہے کیونکہ راستہ چلنے کے لئے بنا ہے تو اس میں ایسی چیز جو اس کے مناسب نہ ہو نہیں ہونی چاہئے ——— (۶۱) امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہے پس جب امام کے آگے سترہ ہو تو

اگر کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے سے گذرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور یہی حکم مسبوق کے لئے بھی ہے کیونکہ اعتبار نماز شروع کرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت امام کا سترہ اس کے لئے کافی تھا پس اب بھی وہی کافی رہے گا۔

(۶۲) اگر سترہ ایسا ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو تب بھی وہ سترہ کہلائیگا اور اس کے پرے سے گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی موٹی رسی یا کپڑا وغیرہ کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہے جب نمازی رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو وہ سر کی حرکت سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور اس کا موضع سجود اس وقت بغیر سترہ کے رہ جاتا ہے پھر جب وہ نمازی کھڑا ہوتا یا بیٹھتا ہے تو پھر وہ چیز اپنی جگہ پر آجاتی ہے اور سترہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سترہ کا اعتبار قیام کی حالت میں ہے۔

(۶۳) اگر نمازی کے سامنے سترہ نہیں ہے اور اس کے سامنے سے کوئی شخص گزرنے لگے یا سترہ ہے مگر وہ شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو اجازت ہے کہ اس کو روکے یعنی ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارہ سے یا تسبیح (سبحان اللہ) زور سے کہہ کر یا جہر کے ساتھ پڑھنے سے یعنی جبکہ قیام میں ہو اور قرارت کر رہا ہو تو خواہ وہ نماز سری ہو یا جہری پکار کر پڑھنے سے اس کو آگاہ کرے پس سری نماز میں ایک دو کلمہ پکار کر پڑھنے سے کوئی کراہت نہیں آتی اور مقصود حاصل ہو جائیگا اور جہری میں اس جہر سے جس سے وہ پڑھ رہا ہو اور زیادہ جہر کے ساتھ پڑھ کر آگاہ کردے ان طریقوں کے علاوہ اور کوئی چیز زیادہ نہ کرے مثلاً کپڑا پکڑ لینا یا مارنا درست نہیں ہے بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہے گی۔ (اور اگر اس کے مارنے سے گزرنے والا مر گیا تو اس کی دیت یا قصاص لازم ہوگا اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ گذرنے والے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے یہ حکم ابتدا اسلام میں تھا جبکہ نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اس کے بعد منسوخ ہو گیا) تسبیح اور اشارہ دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے ایک کافی ہوتا ہے۔ یہ ہٹانے کا طریقہ مردوں کے لئے ہے اور اگر نماز پڑھنے والی عورت کے سامنے سے کوئی گذرے تو تصفیق (تالی) سے منع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو اپنی جگہ پر رہنے دے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مار دے کہ اس میں عمل تھوڑا ہے۔ اگر مرد نے تالی بجائی اور عورت نے سبحان اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہو گی مگر دونوں نے سنت کے خلاف کیا۔ اگرچہ گذرنے والے کو اس طریقے سے روکنے کی اجازت ہے یعنی یہ حکم رخصت ہے عزیمت نہیں پس عزیمت وافضل یہ ہے کہ روکنا ترک کرے اس لئے کہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

(۶۴) خانہ کعبہ کے اندر یا مقام ابراہیم کے پیچھے یا مطاف (طواف کی جگہ) کے حاشیہ کے اندر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع و مکروہ نہیں ہے۔ طواف کرنا بھی نماز کے حکم میں ہے تو طواف کرنے والوں کا نمازی کے آگے سے گزرنا ایسا ہے گویا اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہیں اس لئے ان کے گذرنے میں کراہت نہیں ہے۔

(۶۵) اپنے ہاتھ میں کوئی چیز تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر ایسی جگہ ہو کہ اس کے بغیر حفاظت ناممکن ہو تو مکروہ نہیں ہے۔
(۶۶) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست ہو یا ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ وہاں نجاست کا ہونا گمان کیا جاتا ہو مثلاً قبرستان یا حمام وغیرہ میں مکروہ ہے اس کی تفصیل پہلے مقاماتِ کراہتِ نماز کے بیان میں آچکی ہے۔
(۶۷) اگر نمازی کے سامنے نزدیک میں قبریں ہوں یعنی موضع سجود (کہ جہاں تک خاشعین کی نماز پڑھنے والے کی نگاہ پھیلتی ہے) اور نمازی کے آگے سے جہاں تک گزرنا مکروہ ہے) میں قبریں ہوں تو مکروہ ہے اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نمازی کے سامنے سے گزرے تو مکروہ نہ ہو یا درمیان میں کوئی شے سترہ کی مقدار کی حائل ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے اور ایک مقتدی کا سترہ دوسرے کیلئے کافی نہیں جبکہ سب کے سامنے قبریں ہوں بلکہ ہر ہر نمازی کے سامنے سترہ یا پردہ ہونا واجب ہے کیونکہ قبور کا سامنے ہونا مشابہ شرک وبت پرستی ہے۔ اسی طرح اگر قبرستان میں کوئی جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو جہاں قبریں یا نجاست نہ ہو تو اس میں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر قبریں دائیں یا بائیں یا پیچھے ہوں تب بھی مکروہ نہیں ہے۔
(۶۸) خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ اس کی تعظیم کے خلاف ہے مسجد کی چھت کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بلا ضرورت ہو۔ —— (۶۹) مسجد میں کوئی جگہ اپنی نماز کے لئے معین کر لینا مکروہ ہے۔
(۷۰) نماز میں بلا عذر چند قدم اس طرح چلنا کہ پے درپے نہ ہو یعنی ہر قدم کے بعد کچھ ٹھہرنا ہو جائے تو مکروہ ہے اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں (پے درپے تین قدم چلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اس کی تفصیل مفسداتِ نماز میں ملاحظہ فرمائیں)۔
(۷۱) جلدی میں صف کے پیچھے کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر تھوڑا چل کر صف میں مل جائے تو بلا عذر مکروہ ہے اور عذر کے ساتھ مکروہ نہیں ہے —— (۷۲) بلا عذر رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدہ میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا یا نماز میں اور جس موقع پر جہاں ہاتھ رکھنے سنت ہیں وہاں نہ رکھنا مکروہ ہے —— (۷۳) تکبیر تحریمہ و رکوع کے وقت سر کو نیچے جھکانا یا اونچا اٹھانا۔
(۷۴) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے تک اٹھانا۔
(۷۵) رکوع و سجود میں سنت کے مطابق ہیئت اختیار نہ کرنا مثلاً سجدہ میں دونوں رانوں کو پیٹ سے الگ نہ رکھنا وغیرہ
(۷۶) اقامت کے وقت بغیر امام کے آئے صفوں کا کھڑا ہو جانا —— (۷۷) امام کا نماز میں اس قدر جلدی کرنا کہ مقتدی مسنون مقدار کو پورا ادا نہ کر سکے —— (۷۸) امام کے پیچھے قرارت کرنا شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔
(۷۹) نماز میں مکھیوں یا مچھروں کا بلا ضرورت ہاتھ سے ہٹانا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت عمل قلیل سے ہٹانا مکروہ نہیں —— (۸۰) نماز میں بلا ضرورت عمل قلیل بھی مکروہ ہے —— (۸۱) اگر گلے میں کمان یا ترکش ڈال کر نماز پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اگر ان کی حرکت سے نماز میں خلل ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور نماز ادا ہو جائے گی۔
(۸۲) نماز میں کسی خوشبودار چیز کا سونگھنا مکروہ ہے —— (۸۳) سجدہ وغیرہ میں اپنے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سے پھیرنا —— (۸۴) کسی کی زمین غصب کر لی ہو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن غصب کرنے کے ظلم کا

عذاب ہوگا پس جو عمل بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اس کا ثواب ملے گا اور جو بندوں میں آپس میں ہے اس کا الگ حساب ہوگا۔ پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا ہل چلائے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مالک زمین اس کا دوست ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا تو زراعت والی زمین میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے رضامندی کا علم عرف علم سے تعلق رکھتا ہے۔ کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ وہ شیاطین کی جگہیں ہیں بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے عام راستہ، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، غسل خانہ، حمام، نالا، مویشی خانہ خصوصاً اونٹ باندھنے کی جگہ، اصطبل، پاخانہ کی چھت، ان سب مواضع میں نماز مکروہ ہے ایک زمین مسلمان کی ہو اور دوسری کافر کی ہو تو مسلمان کی زمین پر نماز پڑھے اگر اس میں کھیتی نہ ہو ورنہ راستہ پر پڑھے کہ اس میں اس کا حق ہے کافر کی زمین پر نہ پڑھے۔ (ان سب کی تفصیل مقاماتِ کراہتِ نماز میں اوقاتِ نماز کے بیان میں آچکی ہے)۔

(۸۴) ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے نماز مکروہ ہے مثلاً زینت اور لہو و لعب وغیرہ یا جس جگہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسا دے گا یا نماز میں بھول چوک ہو جائے گی وغیرہ پس ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۸۵) جوں یا مچھر جب تکلیف پہنچاتے ہوں تو اگر عمل کثیر کی حاجت نہ پڑے تو پکڑ کر مار ڈالنے میں مضائقہ و کراہت نہیں ہے جبکہ مسجد میں ہو، اگر مسجد سے باہر ہو تب بھی مارنے میں مضائقہ نہیں لیکن دفن کرنا اولیٰ ہے۔ مسجد میں دفن کے طور پر یا ویسے ہی ڈالنا مکروہ ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو۔ اور بغیر تکلیف پہنچائے و کاٹے کے پکڑنا مکروہ ہے۔ مسجد کے باہر جوؤں کو پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے، مچھر کو زندہ چھوڑ دینے میں کراہت نہیں ہے۔ نماز میں کھٹمل نے کاٹ کھایا تو اس کو پکڑ کر چھوڑ دے مارنا اچھا نہیں کیونکہ اس میں خون ہوتا ہے جو نمازی کے ہاتھ یا کپڑے وغیرہ کو لگ جائے گا اگرچہ وہ معافی کی حد کا ہو۔ اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے بغیر کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

(۸۶) فرض نمازوں میں الٹا یعنی ترتیب کے خلاف قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے اگر سہواً خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر شروع کرنے کے بعد فوراً خیال آجائے تو اسی کو پورا کرے کیونکہ سہواً مکروہ نہیں ہے اس لئے اب اس کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا مکروہ ہے۔ نوافل میں قصداً بھی خلاف ترتیب کرے تو کچھ کراہت نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک نوافل میں بھی مکروہ ہے۔

(۸۷) سجدہ یا رکوع میں بلاضرورت تین تسبیح سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تنگیٔ وقت یا ریل وغیرہ چلنے کے خوف سے ہو تو حرج نہیں ہے اسی طرح اگر مقتدی تین تسبیحیں نہیں کہنے پایا کہ امام نے سر اٹھا لیا تو امام کا ساتھ دے۔

(۸۸) قالین اور بچھونوں پر نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے جبکہ اتنے نرم اور دبیز نہ ہوں کہ سجدہ میں پیشانی نہ ٹھہرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح چادر و فرش و کمبل وغیرہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن زمین پر اور جو زمین سے اُگنے والی چیزیں ہیں ان پر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(۸۹) نماز کے لئے دوڑ کر چلنا مکروہ ہے۔

(۹۰) اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو اگر وہ ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہے تو نماز

درست نہیں ہے اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۹۱) فرض نمازوں میں بلا عذر کسی چیز مثلاً دیوار یا عصا کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور نوافل میں مکروہ نہیں ہے یہی اصح ہے

(۹۲) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اسی طرح تکبیر اولیٰ اور تکبیراتِ عیدین و دعائے قنوت کے وقت کے علاوہ کسی اور موقع پر نماز میں رفع یدین (دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا) مکروہ ہے۔

(۹۳) فرضوں میں ایک سورت کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے نفل میں اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ایک آیت کو بار بار پڑھے تو اگر ایسی نفلوں میں ہے کہ اکیلا پڑھتا ہے تو مکروہ نہیں اور اگر فرض نماز میں ہے تو حالتِ اختیار میں مکروہ ہے اور حالتِ عذر و نسیان میں مضائقہ نہیں۔ نفل کی دونوں رکعتوں میں ایک سورۃ کا تکرار یعنی دوسری رکعت میں پھر اسی سورۃ کو پڑھنا مکروہ نہیں ہے فرضوں میں ہو تو بلا عذر مکروہ ہے، ایک ہی سورۃ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا مقرر کر لینا اگر آسانی کی وجہ سے ہو اور یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوگی تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ اس اعتقاد کے ساتھ مکروہ ہے۔ تبرکاً کبھی کبھی ان سورتوں کا پڑھنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں مستحب ہے۔

(۹۴) ایک ہی سورۃ کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے جبکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دیا جائے۔ اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں نہ چھوٹنے پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور ان دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورۃ جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ کراہت فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا جن کے درمیان کوئی سورۃ ہو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت بھی فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفلوں میں کراہت نہیں۔ جمعہ کی نماز میں ایسی سورۃ پڑھنا جس میں سجدہ ہو مکروہ ہے۔ اسی طرح ان سب نمازوں میں جن میں قرأت جہر سے نہیں پڑھتے امام کے لئے سجدہ والی سورۃ پڑھنا مکروہ ہے (قرأت کے بیان میں مزید تفصیل درج ہے) —— (۹۵) ثنا و اعوذ باللہ و بسم اللہ و آمین و تسبیحاتِ رکوع و سجود، التحیات و درود و دعا کا جہر سے کہنا اور قرأت کو رکوع کے اندر پورا کرنا یا سجدہ سے اٹھتے وقت راستہ میں ہی قرأت شروع کرنا اور جو ذکر حالتِ انتقال (تبدیلِ ارکان) میں پڑھتے کے ہیں ان کو تبدیلِ رکن پورا ہونے کے بعد پڑھنا یا تسبیحات رکوع و سجود سر اٹھانے کے بعد پورا کرنا یہ سب امور مکروہ تنزیہی ہیں۔

(۹۶) بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر کوئی شخص نگہبانی کرنے والا اور خبر لینے والا نہیں اور وہ روتا ہے تو اگر عمل قلیل کے ساتھ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اس بچے کے جسم پر نجاست مانعِ نماز لگنا متحقق ہوگا تو اس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۹۷) اگر کوئی شخص تنہا نفل پڑھتا ہو تو اگر رحمت کی آیت پڑھے تو رحمت کی دعا مانگے اور دوزخ و عذاب کی آیت پڑھے تو دوزخ و عذاب سے پناہ مانگے اور مغفرت کی دعا کرے اس میں کوئی مضائقہ و کراہت نہیں ہے لیکن فرضوں میں ایسا کرنا مکروہ ہے اور امام اور مقتدی کو فرض و نفل سب میں مکروہ ہے ــــــ (۹۸) کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کو جھک جانا اور نماز میں کبھی ایک پاؤں پر زور ڈالنا اور کبھی دوسرے پاؤں پر زور ڈالنا مکروہ ہے کیونکہ نماز میں آرام کے ساتھ دونوں پاؤں پر زور دیکر کھڑا ہونا سنت ہے لیکن عذر ہو جیسا کہ نوافل میں طویل قرأت کی وجہ سے اس کی ضرورت ہوتی ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ قیام کے لئے اٹھتے وقت پاؤں آگے بڑھانا مکروہ ہے بیٹھتے وقت داہنے اعضا پر اور اٹھتے وقت بائیں اعضا پر زور دینا مستحب ہے اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(۹۹) اگر امام رکوع میں ہو اور کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہو اور رکوع میں اس واسطے دیر کی کہ آنے والے کو رکوع مل جائے تو اگر آنے والے کو پہچان لیا ہے اور اس کو پہچاننے کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر نہیں پہچانا تو بقدر ایک یا دو تسبیح کے دیر کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن پھر بھی اس بات کا ترک اولیٰ ہے۔

(۱۰۰) جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے تب نماز پڑھے ایسے وقت بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو جائے کہ کھانے کے بعد فرض و سنتِ مؤکدہ نہیں پڑھ سکے گا تو پہلے نماز پڑھ لے اسی طرح اگر جماعت جانے کا خوف ہو اور بھوک اس قدر شدید نہ ہو کہ بے چین کرے تو پہلے جماعت سے نماز پڑھ لے۔ اور اگر بھوک ایسی شدید ہو کہ نماز میں خشوع خضوع قائم نہ رہ سکے تو جماعت کو ترک کرے اور پہلے کھانے سے فارغ ہو جائے۔

(۱۰۱) صبح طلوع ہونے کے بعد سوائے ذکر خیر کے اور کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۱۰۲) اپنے جوتے یا کسی اور چیز کا اپنے پیچھے نماز میں رکھنا بوجہ دل کے اس کی طرف مشغول رہنے کے مکروہ ہے۔

یہ جتنی مکروہات کی صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان سب میں نماز ادا ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے شرائط و ارکان موجود ہیں لیکن چاہئے کہ نماز کو دوبارہ اس طرح سے پڑھیں کہ کوئی کراہت کی وجہ باقی نہ رہے جتنی نمازیں کراہت کے ساتھ ادا کی جائیں سب کا یہی حکم ہے پس اگر یہ کراہتِ تحریمی ہو تو اعادہ واجب ہے کیونکہ کراہت تحریمی واجب کے بالمقابل ہے اور اعادہ اس کے مرتبہ میں ہے۔ اور اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔

مسائلِ مساجد کا بیان

(یہاں مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں ہے جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کا ذکر وقف کے بیان میں مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں ان احکام کا بیان ہے جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں)۔

(۱) مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر مسجد کا مال و اسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو اگر ہر وقت

یہ خطرہ ہو تو سوائے نماز کے اوقات کے مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ نہیں ہے لیکن نماز کے اوقات میں اس وقت بھی مکروہ ہے اور اگر بعض اوقات میں خطرہ ہو تو بعض اوقات میں قفل لگانا مکروہ نہیں اس کے علاوہ میں مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے

(۲) مسجد کی چھت پر وطی (جماع) کرنا یا پیشاب پاخانہ کرنا اور اجنبی مرد و عورت وحیض و نفاس والی عورت کا اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد کے حکم میں ہے اگر گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کرلی ہو جس میں نفلیں وسنتیں وغیرہ پڑھتا ہو یا عورتیں نماز پڑھتی ہوں اور خواہ اس کے لئے محراب بھی بنالی ہو اور پاکیزہ وخوشبودار رکھتا ہو تو اس کی چھت پر بلکہ خود اس جگہ پر بھی وطی و پیشاب و پاخانہ کرنا اور جنبی و حائض و نفسا کا آنا جانا مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ شرعاً مسجد کے حکم میں نہیں ہے جب تک وقف اور اذن عام وغیرہ نہ ہو جیسا کہ جس گھر میں قرآن مجید رکھا ہو اور اس کی چھت پر پیشاب کرے یا اس پر آئے جائے یا لیٹے یا اوپر کی منزل میں رہے تو مکروہ نہیں ہے۔ عیدگاہ اور جنازہ گاہ (نماز جنازہ کی جگہ) کے بارے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کو مسجد کا حکم نہیں لیکن اقتدا کے جائز ہونے میں بسبب مکانِ واحد ہونے کے مسجد کی مثل ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں تا کہ لوگوں پر آسانی ہو۔ پس اس میں جنبی و حائض کا داخل ہونا مسجد کے حکم میں نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے لیکن وطی و پیشاب پاخانہ وغیرہ اس میں جائز نہیں کیونکہ بانی نے اس کو اس لئے نہیں بنایا ہے۔ فِنائے مسجد یعنی وہ مکان یا جگہ جو مسجد کے متصل ہو اور مسجد کے اور اس کے درمیان راستہ نہ ہو اس کا ایسا حکم ہے جیسا کہ عید کی یا جنازہ کی نماز کی جگہ کا ہے یعنی اتحادِ مکان کی وجہ سے اقتدار کے جائز ہونے میں مسجد کے حکم میں ہے خواہ صفیں متصل ہوں یا نہ ہوں یعنی اگر کوئی شخص فنائے مسجد میں کھڑا ہو کر امام سے جو مسجد میں ہے اقتدا کرے اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں اور مسجد بھری ہوئی نہ ہو تب بھی اقتدا صحیح ہے جیسا کہ مسجد کے طاقوں اور دیواروں پر اقتدا صحیح ہے اگرچہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں اور فنائے مسجد دیگر احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے پس اس میں جنبی یا حائض و نفسا کا داخل ہونا مکروہ نہیں ہے لیکن پیشاب پاخانہ وطی جائز نہیں اور اسی طرح مدرسہ اور خانقاہ و طلبہ کے رہنے کی جگہوں (رباط یعنی دار الطلبہ) اور حوض کی مسجد یعنی وہ چبوترہ جو حوض کے پاس بناتے ہیں تا کہ جو کوئی وضو کرے وہ اس پر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھ لے یا غیر نافذہ بازار (بند بازار) میں چبوترہ نماز کیلئے بنالیتے ہیں یا مسافروں کی سرائے میں چبوترہ نماز کے لئے بنالیتے ہیں ان مکانوں کا حکم مسجد کا نہیں ہے پس ان میں جنبی و حائض ونفسا کا داخل ہونا حلال ہے لیکن پیشاب پاخانہ وطی جائز نہیں ہے البتہ اگر مدرسہ و خانقاہ و سرائے و دار الطلبہ میں مساجد ہوں تو ان کا حکم بھی دوسری مساجد کا ہے اس لئے کہ ان میں اذنِ عام ہوتا ہے اور وہ مدرسہ وغیرہ بند کرنے پر بھی وہاں کے رہنے والے ان میں نماز پڑھتے ہیں اور جماعت کرتے ہیں اور یہ مسجد ہی کی نیت سے بنائی جاتی ہیں پس ان کے لئے احکامِ مساجد یعنی بیع کا حرام ہونا و دخول جنبی و حائض کا منع ہونا وغیرہ ثابت ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے

بلکہ محض جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی ہے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے خواہ وہاں لوگوں کو نماز کے لئے آنے سے منع نہ کیا جاتا ہو اسی طرح اگر کسی کے گھر کے اندر مسجد ہے اگر وہ گھر ایسا ہو کہ جب بند کیا جاتا ہے تو اس گھر کے لوگ اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہوں تو وہ مسجد جماعت ہے اور اس کے لئے مسجد کے احکام ثابت ہوں گے بیع اس میں حرام ہوگی اور جنبی و حیض و نفاس والی کا اس میں داخل ہونا حرام ہوگا، یہ اس وقت ہے کہ جب اس گھر کے لوگ اس مسجد میں نمازیوں کو جانے سے منع نہ کرتے ہوں اور اگر ایسا گھر ہو کہ جب وہ بند کیا جائے تو اس مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو اور جب گھر کا دروازہ کھولا جائے تب جماعت ہوتی ہو تو وہ اگرچہ لوگوں کو اس میں نماز سے منع نہ کرتے ہوں وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ شارع عام کی مسجد جس میں جماعت معین نہیں ہے وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے مگر ایسی مسجدوں میں اعتکاف نہ کیا جائے (بلکہ ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جائے جس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو) اگر شہر پناہ کی دیوار پر مسجد بنائی جائے تو فقہا نے کہا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا چاہئے اس لئے کہ وہ عوام کا حق ہے لیکن اس مسئلہ میں یوں تفصیل چاہئے کہ اگر وہ شہر غلبہ پاکر فتح کیا ہو اور امام کے اذن سے وہ مسجد بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جائز ہے اس لئے کہ امام کو اختیار ہے کہ راستہ میں مسجد بنا دے۔ پس شہر پناہ کی دیواروں کو مسجد بنا دینا بدرجۂ اولی جائز ہوگا۔ زمزم شریف کے کنوئیں کے اردگرد کی جگہ کا حکم بھی مسجد کا ہے کیونکہ وہ مسجد میں داخل ہے پس اس میں جنبی و حیض و نفاس والی کا جانا یا وہاں غسل کرنا یا تھوکنا منع ہے اور اس میں اعتکاف کرنا صحیح ہے اور اس میں دائیں پاؤں کو پہلے داخل کرنا وغیرہ احکامِ مسجد اس پر لگیں گے کیونکہ جو چیز مسجد میں داخل ہے وہ مسجد کے حکم میں ہے۔

(۳) مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور چھت پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔

(۴) مسجد کو بغیر عذر کے راستہ بنا لینا مکروہ ہے اور اگر مسجد میں سے گذرنے کی عادت بنا لے تو فاسق ہو جائے گا لیکن اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لے تو اگرچہ وہاں کچھ نہ ٹھہرے فسق سے بچ جائے گا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گذرتا ہے یعنی اس کو راستہ بنا لیا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے کہ جب وہ گذرے تو ہر روز ایک مرتبہ اس میں نماز تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے یعنی اگر دن میں کئی دفعہ گذرنا ہو تو ایک دفعہ نماز تحیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے ہر دفعہ ضروری نہیں۔ کوئی شخص مسجد میں سے گذرنے کے ارادے سے مسجد میں داخل ہوا جب درمیان میں پہنچا تو نادم ہوا تو بعض نے کہا کہ جس دروازے سے اس کو نکلنا تھا اس کے سوا کسی دوسرے دروازہ سے نکلے اور بعض نے کہا کہ وہاں نماز پڑھے پھر جدھر سے چاہے نکلے اور بعض نے کہا کہ اگر وضو نہ ہو تو جس طرف سے آیا ہے واپس جائے تا کہ وہ وجہ جو گناہ کا موجب ہوئی ہے معدوم ہو جائے۔

(۵) مسجد کو ہر گھناؤنی چیز سے بچانا چاہئے اور مسجد کے اندر نجاست کا لیجانا اگرچہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو مکروہ ہے، اسی طرح جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کو مسجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ پس مسجد کے اندر ناپاک تیل سے چراغ جلانا

اور مسجد کی استر کاری (لپائی) ایسے گارے سے کرنا جس میں ناپاک پانی ڈالا گیا ہو یا مسجد میں پیشاب کرنا یا فصد کھلوانا اگرچہ کسی برتن کے اندر پیشاب یا خون لیا جائے جائز نہیں ہے۔ اگر مسجد کی لپائی ایسے گارے سے کی جائے جس میں گوبر ملائی گئی ہو تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ مسجد کے اندر ریح خارج کرنا بھی نہیں چاہئے۔ سلف میں سے بعض نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ جب اس کی طرف محتاج ہو تو خارج کر لے یہی اصح ہے۔ مسجد کے اندر کلی وغیرہ کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کے پانی سے گھن آتی ہے کہ اکثر تھوک و رینٹھ سے خالی نہیں ہوتا لیکن اگر وہاں اس کام کے لئے کوئی جگہ بنی ہو جہاں نماز نہ پڑھتے ہوں تو بلا کراہت جائز ہے۔ مسجد کے اندر برتن میں وضو کرنا جائز ہے (لیکن پوری احتیاط شرط ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ پڑے۔ اور یہی حکم بغیر جنابت کے غسل کا ہے)۔ مسجد کے اندر اور مسجد کی دیواروں پر اپنے سامنے کنکریوں پر اور چٹائیوں وغیرہ پر اور چٹائیوں کے نیچے تھوکنا اور ناک سنکنا مکروہ ہے اگر ایسا کیا تو اس کا اُٹھانا اس کے ذمہ ہے اگر ضرورت پڑے تو اپنے کپڑے میں لے لے اور اگر اس امر پر مجبور ہے تو بوریا (چٹائی) کے نیچے تھوک وغیرہ ڈالنے سے بوریا کے اوپر ڈالنے میں برائی کم ہے اس لئے بوریا حقیقت میں مسجد نہیں ہے اور جو جگہ بوریوں کے نیچے ہے وہ حقیقت میں مسجد ہے۔ اور اگر اس میں بوریا نہ ہو تو زمین کے اندر دفن کر دے زمین کے اوپر نہ چھوڑے۔ اگر گیلی مٹی (کیچڑ) میں چلا ہو اور اس سے اس کے پاؤں آلودہ ہوں تو اس کو مسجد کی دیواروں یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے اور اگر مسجد کے بوریا (چٹائی) سے جو بیکار ہو گیا ہو اور اب اس پر نماز نہ پڑھتے ہوں پونچھے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر مسجد کی مٹی سے پونچھے تو اگر مٹی بستہ ہے تو مضائقہ نہیں اور اگر بکھری ہوئی ہے تو مکروہ ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ایسی لکڑی سے جو مسجد کی عمارت میں داخل نہیں بلکہ یونہی پڑی ہوئی یا لگی ہوئی ہے پونچھے تو مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوڑا جمع ہے تو اس سے پونچھ سکتے ہیں (مگر ان سب سے بچنا افضل ہے۔ مؤلف)۔

(۶) بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لیجانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر مسجد کے نجس ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۷) مسجد میں جوتیاں و موزے لیجانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح دیکھ بھال کر لے اور نجاست لگی ہو تو صاف کر لے۔ اگر جوتے و موزے پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن ہمارے زمانے کے عرف میں مسجد میں جوتے پہن کر جانا بے ادبی میں داخل ہے اور اس سے مسجد کے فرش کی آلودگی کا بھی خوف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرام کے زمانے میں مسجد نبوی میں اس وقت کنکریں بچھی ہوئی تھیں اس لئے آپ کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا اور اب لوگ ویسی احتیاط بھی نہیں کر سکتے اس لئے مسجد میں جوتی اُتار کر جانا چاہئے۔

(۸) مسجد میں کچا لہسن پیاز مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جبتک بُو باقی ہو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے فرشتوں کو اور

مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے پس ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس سے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے مثلاً گندہ دہن گندہ بغل کے عارضہ والا یا جس کے بدن یا کپڑوں میں بدبو ہو یا بدبودار زخم والا یا جس نے کوئی بدبودار دوائی لگائی ہو جبتک اس کی بدبو منقطع نہ ہو جائے اور قصاب و مچھلی فروش جبکہ ان کے کپڑوں یا بدن میں بدبو ہو (اور بکثرت حقہ سگرٹ پینے والے۔ مؤلف) اور کوڑھی اور سفید داغ والے ان سب کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔ اور اگر عذر سے یا بھول کر نماز کے وقت بدبودار چیز کا استعمال ہوا تو ترکِ جماعت و ترکِ مسجد کے لئے وہ معذور ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی حکم میں ہے وہ شخص جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو یعنی غیبت و چغلی وغیرہ کرتا ہو کہ اس کو بھی مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا۔ اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بدبو اُڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

(۹) گچ یعنی چونے وغیرہ کے مصالحہ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار بنانا جبکہ مسجد کی تعظیم کی نیت سے ہو اور محراب و قبلہ والی دیوار پر نہ ہو تو مکروہ نہیں، یہ حکم اسوقت ہے جبکہ اپنے مال سے کرے (لیکن فقراء پر خرچ کرنا افضل ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے) حرام یا مخلوط الاسباب مال سے کرنا مکروہ ہے۔ اور قبلہ والی دیوار اور محراب میں اپنے مال سے ہو تو مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے خشوع میں فرق آتا ہے بلکہ دائیں اور بائیں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس سے بھی دائیں بائیں کے نمازیوں کے خشوع میں فرق آتا ہے۔ نمازیوں کے پیچھے کی دیوار اور چھت میں اس لئے مکروہ نہیں کہ اس سے خشوع میں فرق نہیں آتا۔ اور نقش و نگار سے مراد باریک نقش و نگار اور اس کے مثل یعنی قیمتی لکڑیاں وغیرہ لگانا اور سفیدی کرنا ہے۔ وقف کے مال سے نقش و نگار کرنا حرام ہے اگر متولی وقف کے مال سے نقش و نگار یا سفیدی وغیر کرے گا تو ضمان یعنی اس کا عوض دینا پڑے گا کیونکہ متولی کو وہی کام جائز ہے جو اس کی تعمیر سے متعلق ہو اور جو نقش وغیرہ کی قسم سے ہو وہ جائز نہیں اور اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر خود وقف کرنے والے نے اسی طرح کے نقش بنوائے ہوں تو ضمان نہیں دے گا کیونکہ فقہا کا قول ہے کہ وقف کی تعمیر ویسی ہی کی جائے جیسی پہلے تھی یا وقف کرنے والے نے متولی کو اس کی اجازت دیدی ہو، یا مسجد کی مضبوطی کے لئے ہو تب بھی متولی پر ضمان نہیں ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر مسجد کا مال جمع ہو اور متولی کو یہ خوف ہو کہ ظالم اس کو تلف کردیں گے یا چھین لیں گے تو ایسے وقت میں مسجد کے مال سے نقش و نگار کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے جبکہ اس مسجد کو عمارتِ جدیدہ کی ضرورت نہ ہو ورنہ اس میں خرچ کرے اور اس صورت میں متولی پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ مسجد سے یہاں اندرونِ مسجد مراد ہے خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہے اور متولی کے لئے مال وقف کرنا تو بالکل ناجائز ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے خاص کر جبکہ اس سے وظائف والوں کی محرومی ہوتی ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر دیکھا گیا ہے۔

(۱۰) مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ہے اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ کبھی وہ لکھا ہوا اکھڑ کر گر پڑے اور پاؤں کے نیچے آئے اسی طرح مکان کی دیواروں پر لکھنے کا یہی حکم ہے اور مصلّی (جانماز

اور فرش (بچھونے) پر اسمائے الٰہی لکھے ہوئے ہوں تو اس کا بچھانا یا کسی اور استعمال میں لانا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے - اور اسی طرح اگر یہ خوف ہو کہ دوسرا شخص اس کا استعمال کرے گا تو دوسرے شخص کی ملکیت کر دینا بھی مکروہ تحریمی ہے اور دوسرے کے استعمال نہ کرنے کا کیا اطمینان ہے پس واجب یہ ہے کہ اس کو کسی بلند جگہ پر رکھ دے کہ اس پر کوئی چیز نہ رکھی جائے (تعویذوں کو لکھکر دروازہ پر لگانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں اہانت ہے اسی طرح بعض دسترخوانوں پر اشعار لکھتے ہیں ان کا بچھانا اور ان پر کھانا مکروہ ہے) -

(۱۱) مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہیئے اور اگر کنواں پہلے سے ہو اور اب یہ مسجد میں آگیا تو اس کو باقی رکھا جائے جیسے زمزم کا کنواں ہے -

(۱۲) مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں کافروں کے عبادت خانوں سے مشابہت ہے اور اس سے نماز کی جگہ گھرتی ہے لیکن اگر اس میں مسجد کا فائدہ ہو مثلاً اگر زمین میں بہت نمی ہو اور اس کے ستون نہ ٹھہرتے ہوں اور درخت بونے سے وہ نمی کم ہوجائے تو جائز ہے اور وہ درخت یعنی ان کی لکڑی اور پھل مسجد کا ہوگا۔ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور ان سے مسجد تنگ نہ ہو اور جماعت کی صفوں میں خلل نہ پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لئے لگائے کہ ان کے پھل و پتے اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے عبادت خانوں سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے -

(۱۳) مسجد میں چٹائیوں و دیگر سامان مسجد رکھنے کیلئے مسجد بنانے وقت کوئی مکان حجرہ وغیرہ بنا لینے میں مضائقہ نہیں ہے

(۱۴) مسجد کا چراغ کوئی گھر کو نہ اٹھا کر لیجائے اور گھر سے مسجد میں چراغ لیجائے۔ مسجد کا چراغ تہائی رات گئے تک مسجد میں روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اور اس سے زیادہ نہ چھوڑا جائے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں۔ مسجد کے چراغ سے تہائی رات تک کتاب بینی و درس و تدریس مطلقاً کر سکتا ہے اگرچہ جماعت ہو چکی ہو اور اس کے بعد اجازت نہیں مگر جہاں اس کے بعد تک جلتا رہنے کی عادت ہو -

(۱۵) مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اسی کو مختار کہا ہے (اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَھُمْ رَاكِعُوْنَ یعنی خیرات دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں -

(۱۶) گم شدہ چیز کا مسجد میں تلاش کرنا یعنی مسجد میں اس کے متعلق پوچھنا مکروہ ہے حدیث میں منع آیا ہے -

(۱۷) مسجد میں شعر پڑھنا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ شعر اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء و رسول علیہم السلام کی نعت یا صحابہ و بزرگان دین کی منقبت و وعظ و انعاماتِ الٰہی و حکمتوں کا ذکر اور متقیوں کی صفت کا بیان ہو تو ان کا پڑھنا بہتر ہے اور اگر ان میں گذشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی

ہجو یا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اور اگر خد و خال وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے۔

(۱۸) مسجد میں خرید و فروخت وغیرہ ہر عقد مبادلہ منع و مکروہ ہے صرف معتکف کو اجازت ہے جبکہ تجارت کیلئے نہ خریدنا بیچتا ہو بلکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو ضرورت سے زیادہ اسوقت بھی جائز نہیں (اس سے مراد ایسی خرید و فروخت ہے کہ جو مسجد پر غلبہ کر لے یعنی بازار کی مانند بنا دے ایسے ہی اشعار کا پڑھنا یا نماز سے پہلے حلقہ وغیرہ کا کرنا یا جوتی گانٹھنا وغیرہ امور کا اس طرح پر لوگوں کی طرف سے صادر ہونا کہ مسجد پر چھا جائے اور مسجد مسجد نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے ورنہ ایک دو آدمی کے ایسا کرنے میں کراہت نہیں ہے فافہم واللہ اعلم) عقد نکاح مسجد میں مستحب ہے۔

(۱۹) ذکر سے آواز کا بلند کرنا (یعنی ذکر جہر) مسجد میں اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریا کا خوف ہو یا نمازیوں و قاریوں کی یا سونے والوں کی ایذا کا خوف ہو اور اگر ان باتوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک ذکر جہر ہی افضل ہے اس لئے کہ اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنے والا بیدار دل رہتا ہے اور اس کی ہمت فکر کی طرف متوجہ رہتی ہے اور اپنے کان اس کی طرف لگاتا ہے اور یہ نیند کو دور کرنا اور نشاط کو بڑھاتا ہے اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ یعنی بہتر ذکر آہستہ و خفیہ کرنا ہے (اور نیز یہ ریا وغیرہ برائیوں سے خالی اور دائم الحصول ہے) فقہ سیکھنے والوں کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۰) مسجد میں مباح باتیں کرنا بھی مکروہ ہے جبکہ کلام کی خاطر مسجد میں بیٹھے اور اگر عبادت کے لئے بیٹھا اور اس کے بعد دنیا کا کلام کیا تو مکروہ نہیں ہے بعض نے مطلقاً کلام کو مکروہ کہا ہے خواہ عبادت کے لئے داخل ہوا ہو یا کلام ہی کی خاطر بیٹھے لیکن یہ منقول کے خلاف ہے اور اس میں بہت حرج ہے۔ (افسوس کہ اس زمانے میں لوگوں نے مسجدوں کو چوپال و بیٹھک بنا رکھا ہے یہانتک کہ بعض لوگوں کو مسجدوں میں گالیاں بکتے دیکھا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

(۲۱) چمگادڑ و کبوتر وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچ کر پھینکنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(۲۲) مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۲۳) مسجد کا کوڑا جھاڑو دیکر کسی ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔

(۲۴) مسجد میں کھانا پینا سونا اعتکاف کرنے والے اور مسافر کے سوا کسی کو جائز نہیں پس اگر کوئی شخص کھانے پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکر الٰہی کرے یا نماز پڑھ لے پھر اس کے بعد کھا پی لے یا سو دے تو مکروہ نہیں ہے (بعض نے صرف اعتکاف والے کو اجازت دی ہے مسافر کو نہیں اور اس کو راجح کہا ہے اس لئے مسافر بھی اعتکاف کی نیت کر کے اختلاف سے بچے اور اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا)۔

(۲۵) درزی کو مسجد میں بیٹھ کر سینا مکروہ ہے لیکن اگر اس کی حفاظت کے لئے اور وہاں سے لڑکوں کو نکالنے کے لئے بیٹھا ہو تو اس وقت مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کاتب اجرت پر لکھتا ہو یا کوئی اور پیشہ ور اپنا پیشہ مسجد میں بیٹھ کر کرتا ہو یہی حکم ہے

اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں کے لئے خصوصاً نماز کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں دنیا کے کام نہیں ہونے چاہئیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید تنخواہ لے کر پڑھاتا ہو وہ بھی پیشہ والوں میں داخل ہے اس کو مسجد سے علیحدہ بیٹھ کر پڑھانا چاہئے ہاں اگر مسجد میں لڑکوں کو گرمی یا کسی اور ضرورت کے باعث پڑھائے تو مکروہ نہیں اسی طرح بغیر اجرت کے پڑھائے یا کتابت وغیرہ کرے جبکہ کتاب بُری نہ ہو یا مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں۔

(۲۶) مسجد میں جو چیزیں چٹائی وغیرہ پڑی رہتی ہیں اگر اس میں سے کچھ (گھاس تنکا وغیرہ) اس کے کپڑے میں لپٹ کر آگیا تو اگر اس نے عمداً نہیں کیا ہے تو اس کا وہاں واپس لوٹانا اس پر واجب نہیں ہے۔

(۲۷) بغیر نماز کے مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب سے وہاں کی کوئی چیز خراب ہوگئی تو اس کی قیمت دینی پڑیگی

(۲۸) اگر کوئی شخص غصب کی زمین میں مسجد یا حمام یا دکان بنادے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن افضل نہیں اور اس دکان یا حمام کو کرایہ پر لینا جائز نہیں اور اس دکان سے چیز خریدنا حرام نہیں ہے۔

(۲۹) قبلہ کی طرف قصداً بلا عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلانا مکروہ ہے خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، کیونکہ اس میں بے ادبی ہے اور اس وجہ سے کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے لیکن ایسے شخص کی گواہی رد کرنے کا حکم ہے جس سے اس کا مکروہ تحریمی ہونا معلوم ہوتا ہے فافہم) اگر عذر سے یا بھول کر پھیلائے گا تو مکروہ نہیں ہوگا اور نابالغ کا حکم بھی یہی ہے یعنی اگر نابالغ کو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹادیا تو یہ بھی مکروہ ہے اور اس کی کراہت اس لٹانے والے پر عائد ہوگی کیونکہ جو بالغ پر حرام و مکروہ ہے اس کا نابالغ کے ساتھ واقع کرنا بھی حرام و مکروہ ہے جس کا گناہ اس بالغ کرنے والے پر ہے مثلاً لڑکے کو ریشم یا سونے چاندی کا زیور پہنانا شراب پلانا وغیرہ حرام ہے یا قبلہ کی طرف بچہ کو پیشاب کرانا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا گناہ ماں باپ یا اس فعل کے نابالغ سے کرانے والے پر ہے۔ اسی طرح مصحف شریف (قرآن مجید) اور شرعی کتابوں یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور ان کے اصول کی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچے پر ہوں کہ عرفاً پاؤں کی محاذات (برابری) ان کی طرف نہ ہو تو پھر پاؤں کا پھیلانا مکروہ نہیں ہے اور یہ جگہ کے دور اور نزدیک ہونے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ دور سے تھوڑی بلندی بھی پاؤں کی محاذات کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اگر بہت زیادہ دور ہو تو مطلقاً کراہت نہیں ہے کیونکہ اس کو عرف میں کتاب کی طرف پاؤں پھیلانا نہیں کہا جائے گا۔

(۳۰) جس شخص نے مسجد بنائی اور اس کو اللہ کے واسطے وقف کر دیا تو اس کی مرمت اور عمارت اور بوریا و چٹائی بچھانے اور لوٹے اور چراغ بتی (قندیل وغیرہ) اور اذان واقامت وامامت کا جبکہ وہ امامت کی لیاقت رکھتا ہو وہی شخص مستحق ہے اور اگر اس میں لیاقت نہ ہو تو اس کی تجویز سے کوئی اور شخص مقرر ہوگا اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے اولیٰ ہیں۔ بانیٔ مسجد نے ایک شخص کو امام و مؤذن مقرر کیا اور اہل محلہ نے کسی دوسرے کو تو اگر وہ افضل ہے جسے اہل محلہ نے پسند کیا ہے تو وہی بہتر ہے اور اگر برابر ہوں تو جسے بانی نے پسند کیا ہو وہی ہوگا۔ محلہ والوں کو

مسجد کے کاموں کے لئے متولی مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ اس کو قاضی (حاکم) نے مقرر نہ کیا ہو۔

(۳۱) دو مسجدوں کو ایک کر لینا یا ایک مسجد کو دو کر لینا نماز کے لئے جائز ہے درس اور ذکر کے لئے جائز نہیں کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ اُن میں درس اور ذکر جائز ہے۔

(۳۲) اگر مسجد میں وعظ اور تلاوتِ قرآن مجید ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سننا بہتر ہے تاکہ وہ علم حاصل کریں جو محض قرآن سننے سے ان کو حاصل نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ قرآن کے معانی و نکات و احکامِ شرعی کو سمجھ سکتے ہیں اُن کے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضروری ہے۔

(۳۳) مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے اور اُس کو اس جگہ سے کسی دوسرے کو ہٹا دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ دوسرا آدمی مدرس ہو (یعنی نمازی نہ ہو بلکہ درس دیتا ہو۔ مؤلف) کیونکہ مسجد کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے وضو وغیرہ کسی ضرورت کیلئے اُٹھ کر گیا اور اس کو جلدی ہی واپس آنا ہے خاص طور پر جبکہ اپنا کپڑا وغیرہ وہاں رکھ گیا ہو تو اب اس کا حق فائق ہو گیا ہے اور دوسرے بیٹھنے والے کو اس جگہ سے ہٹانا اس کے لئے جائز ہے۔ اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کے لئے کسی دوسرے بیٹھنے والے کو وہاں سے ہٹانا جائز ہے اگرچہ وہ بیٹھنے والا درس یا قراءت میں مشغول ہو۔ اسی طرح اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اس کا اٹھا دینا بھی نمازی کو جائز ہے بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ والوں میں سے نہ ہو اس کو اس مسجد میں نماز سے منع کریں۔ اسی طرح اگر کسی نے ضرورت سے زیادہ جگہ گھیر لی ہو تو اس سے دوسرے آدمی کو جگہ لینے کا حق حاصل ہے۔ (مسجد کے علاوہ بھی ہر اس جگہ میں جہاں سب مسلمانوں کا حق برابر ہے یہی حکم ہے مثلاً منیٰ یا عرفات میں حج کے لئے جو پہلے آکر اس پر اپنا خیمہ لگا لے یا بازار میں کام دستکاری کے لئے بیٹھنے کی جگہوں میں جو پہلے آکر بیٹھ جائے اسی کا حق ثابت ہے اور دوسرا اس کو نہیں اٹھا سکتا مگر جب وہ اٹھ گیا اور دوسرا آکر بیٹھ گیا تو اب اس کا حق ہو گیا)۔

(۳۴) مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اس میں خانہ کعبہ ہے اور اس میں بھی خانہ کعبہ افضل ہے کیونکہ اس کی شان میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الآیہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے یہی ہے جو مکہ میں ہے اور پھر باقی مسجد الحرام جو اس کو محیط ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر مسجد قدس (بیت المقدس کی مسجد) پھر مسجد قبا، اس کے بعد جامع مسجدیں پھر مسجد محلہ پھر مسجد شارع یعنی جس کا امام و موذن مقرر نہ ہو۔ جامع مسجدوں سے مراد وہ ہیں جن میں وسعت زیادہ ہو اور جماعت بہت ہوتی ہو اور ان میں افضل وہ ہے جو زیادہ قدیم ہو پھر وہ جس میں جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو۔ (صحیح یہ ہے کہ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں جس قدر اضافہ کیا گیا ہے وہ ثواب میں اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہے یعنی اضافہ والی جگہ میں بھی ایک ہزار نماز کا ثواب ہے جیسا کہ اصل مسجدِ نبوی میں ہے لیکن اصل اول مسجد کا اندازہ کر کے اس کو نماز کے لئے اختیار کرنا افضل ہے اور اصل مسجد کا طول سو ہاتھ اور اتنا ہی عرض ہے

ان دنوں میں اصل مسجد کی شناخت کے لئے ستونوں پر نشان مقرر ہے۔ لیکن فرض نماز کی جماعت میں امام کے قریب ہونا ہی افضل ہے) ۔ اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو بلکہ اگر محلہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو تو یہ جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ مسجد کا حق ہے جس کا ادا کرنا اور غیر مسجد میں نہ جانا اولیٰ ہے۔ جب چند مسجدیں برابر ہوں تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام زیادہ علم و نیکی والا ہو اگر اس میں برابر ہوں تو جو زیادہ قدیم ہو اور بعضوں نے کہا کہ جو زیادہ قریب ہو اور زیادہ راجح بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ محلہ کی مسجد کا امام اگر معاذ اللہ زانی یا سود خوار ہو یا اس میں کوئی اور خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز منع ہو تو اپنی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو جائے اور اگر وہ کر سکتا ہے تو معزول کر دے۔ اپنے استاد کی مسجد اس مسجد سے جو قدیم یا بڑی یا قریب ہو افضل ہے کیونکہ اس میں دو ثواب ہیں ایک جماعت کا دوسرے تحصیلِ علم کا۔

باب - وتر کا بیان

(وتر کو واؤ مکسور و مفتوح دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر مکسور زیادہ مشہور ہے۔ وتر لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور یہ جفت کی ضد ہے اور شرع کی اصطلاح میں اس خاص نماز کو کہتے ہیں جس میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور اس کا وقت عشا کے بعد ہے اور عام طور پر عشا کی نماز کے بعد فوراً ہی پڑھ لیتے ہیں۔ اس جگہ اسی نماز کے مسائل بیان ہوں گے)

حکم

(۱) وتر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین روایتیں ہیں ایک روایت میں فرض ہے اور ایک روایت میں سنتِ مؤکدہ اور یہی حکم صاحبین اور امام شافعی و دیگر ائمہ کے نزدیک ہے) ۔ اور ایک روایت میں واجب ہے یہی امام صاحب کا آخری قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ فقہا نے ان تینوں روایتوں میں اس طرح سے تطبیق دی ہے کہ وتر عمل کے لحاظ سے فرض ہے پس اس کے چھوڑنے سے گنہگار ہوگا اور اس کی قضا و ترتیب کا واجب ہونا فرضوں کی مانند ہے اور اعتقاد کے اعتبار سے واجب ہے یعنی اس کے واجب ہونے کا اعتقاد ضروری ہے پس فرضِ عملی واجب ہی کی ایک اعلیٰ قسم ہے اور ثبوت کے اعتبار سے یہ سنت ہے کیونکہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے قرآن سے نہیں۔ اس طرح یہ تینوں روایتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

(۲) پس وتر کا منکر کافر نہیں ہوتا یعنی اس کے واجب ہونے کا منکر کافر نہیں ہے لیکن اصل نماز وتر کا منکر کافر ہونا چاہئے کیونکہ نماز وتر خواص و عوام کے نزدیک دین کی ضروریات میں سے ہے اور دین کی ضروریات کا منکر کافر ہوتا ہے اور فرض نمازوں کی طرح نماز وتر کا ترک کرنے والا بھی فاسق و گنہگار ہے جبکہ سستی اور فسق کی وجہ سے ترک کرتا ہو لیکن اگر استخفاف کی وجہ سے یعنی دین کی ضروریات میں سے نہ جان کر ترک کرتا ہو تو کافر ہوگا اور یہی حکم ہر سنت اور واجب کا ہے کہ استخفاف کی نظر سے

ان کو ترک کرنے والا کافر ہو جائے گا خوب سمجھ لیجئے۔

(۳) وتر کی نماز کا بلا عذر بیٹھ کر اور سواری پر جائز نہ ہونا اور اگر قصداً یا سہواً چھوٹ جائے تو قضا واجب ہونا اور اس میں وتر کی نیت کا لازمی ہونا اور آخر رات تک اس کی تاخیر مکروہ نہ ہونا بلکہ تاخیر افضل ہونا وغیرہ بھی اس کے وجوب کی دلیلیں ہیں کیونکہ سنتیں اور نوافل بلا عذر بیٹھ کر اور سواری پر پڑھنا جائز ہیں اور ان کی قضا واجب نہیں ہے اور عشا کی سنتیں بوجہ فرضوں کے تابع ہونے کے نصف رات کے بعد مکروہ ہیں۔

(۴) وتر کی نماز ہر زمانے میں یعنی خواہ رمضان المبارک کا مہینہ ہو یا کوئی اور دن ہوں جہری نمازوں میں سے ہے پس اگر جماعت سے وتر ادا کئے جائیں تو نماز وتر کی تینوں رکعتوں میں امام کو جہر کرنا واجب ہے اور اگر اکیلا پڑھے تو اس کو اختیار ہے کہ جہر کرے یا نہ کرے کیونکہ جن ائمہ کے نزدیک نماز وتر واجب ہے اس صورت میں جہر کا واجب ہونا ظاہر ہی ہے اور سنت کا قائل ہونے کی صورت میں چونکہ یہ رات کی نماز ہے اور رات کے وقت نوافل جب جماعت سے ادا کئے جائیں تو ان میں جہر کرنا واجب ہے پس وتروں میں بھی جہر واجب ہوا اور جس نماز میں جماعت سے ادا کرنے کی صورت میں جہر واجب ہوتا ہے اس میں منفرد کو جہر و مخافت میں اختیار ہوتا ہے اور رات کے نوافل میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں امام کو جہر واجب ہے اور منفرد کو جہر و مخافت میں اختیار ہے پس وتر رمضان المبارک کے علاوہ بھی جہری نماز ہے اور ان کا جماعت سے ادا کرنا رمضان المبارک کے علاوہ بھی جائز ہے جبکہ تداعی کے طور پر اور تین سے زیادہ کی جماعت نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اور نوافل کا حکم ہے پس اس میں امام کو جہر کرنا واجب ہے اور منفرد کو اختیار ہے کہ جہر کرے یا نہ کرے اور چونکہ احتیاطاً تینوں رکعتوں میں قرأت یعنی الحمد اور سورت پڑھی جاتی ہے اس لئے تینوں رکعتوں میں جہر کرے واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف۔

وقت

وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق سے پہلے تک بلا کراہت ہے، جسے آخر شب میں جاگنے پر پورا بھروسہ ہو تو اس کو مستحب اور افضل یہ ہے کہ آخر رات میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو اور قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو عشا کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر اپنے وقت میں عشا کا تابع نہیں ہے اور عشا کی نماز کا اس سے مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس اگر بھول کر نماز وتر عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی۔

وتر پڑھنے کا طریقہ

نماز مغرب کی طرح نماز وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں اور ان کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور فرض نمازوں کا ہے اور اس کا پہلا قعدہ بھی فرضوں کی طرح واجب ہے پس اس قعدہ میں درود و دعا نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت میں کھڑا ہو تو ثنا و اعوذ نہ پڑھے اور اگر بھول کر قعدہ نہ کرے اور کھڑا ہو جائے تو پھر نہ بیٹھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے جیسا کہ فرضوں میں حکم ہے۔ لیکن وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے بعد کوئی سورت یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں ملانا چاہئے یعنی تیسری رکعت میں بھی مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورت ملانا احتیاطاً واجب ہے کیونکہ

صاحبین وتر کے سنت ہونے کے قائل ہیں پس احتیاط کا تقاضا ہے کہ نفلوں اور سنتوں کی طرح سب رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھی جائے۔ وتروں کے لئے کوئی سورت پڑھنا مقرر نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے پڑھے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنا حدیثوں میں آیا ہے اس لئے ان کا پڑھنا مستحب ہے اور کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھا کرے کوئی خاص سورۃ معین کرنا مناسب نہیں تاکہ لوگوں کو اس کے واجب ہونے کا اعتقاد نہ ہو جائے تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص کے بعد سورۂ الفلق و سورۃ الناس کا ملانا جو بعض روایتوں میں آیا ہے روایت و درایت کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لئے جمہور فقہا و علماء کا مختار نہیں ہے۔ اور صحیح قول کے بموجب تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے کوئی دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے اور وہ اس طرح پر ہے کہ جب تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے یہ سنت ہے اور اللہ اکبر کہے یہ واجب ہے پھر قیام کی حالت کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے یہی مختار ہے۔ (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ نہ باندھے بلکہ دعا مانگنے والے کی طرح چھاتی تک ہاتھ اٹھائے رکھے اور ہتھیلیاں آسمان کی طرف رکھے لیکن یہ قول ضعیف ہے) پھر دعائے قنوت پڑھے۔ مختار یہ ہے کہ خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ اور خواہ نماز وتر ادا ہو یا قضا اور خواہ رمضان المبارک میں ہو یا اور دنوں میں دعائے قنوت آہستہ پڑھیں اور آہستہ پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور تمام سال اسی طرح رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرے۔ قنوت میں قیام کی مقدار سورۂ اذا السماء انشقت کے بقدر کرے لیکن یہ حکم افضلیت کیلئے ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ قنوت دعا ہے خواہ مختصر ہی ہو پس وجوب مختصر سے بھی ادا ہو جاتا ہے یا یہ حکم ان کے نزدیک ہے جن کے نزدیک قنوت طول قیام ہے دعا نہیں۔ قنوت کی کوئی دعا مقرر نہیں ہے لیکن مشہور دعا کا پڑھنا اولیٰ اور سنت ہے اور مشہور دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ (بعض روایات میں الفاظ کا فرق ہے چنانچہ نستعینک کے بعد نَسْتَھْدِیْکَ اور الخیر کے بعد کُلَّہٗ اور عذابک کے بعد دونوں جگہ اَلْجِدَّ زیادہ ہے اور کہیں کہیں حرف واؤ کم ہے)۔ اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر و افضل ہے کیونکہ یہ دعا بھی منصوص ہے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ (اس دعا کے الفاظ میں بھی کتابوں میں کمی بیشی ملتی ہے اور بعض نے اس کو جمع کے صیغہ سے پڑھنا لکھا ہے یعنی اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت آخر اور جماعت کے لئے یہی موزوں معلوم ہوتا ہے مؤلف) اور بھی دعائیں حدیثوں میں آئی ہیں لیکن وہ غیر مشہور ہیں۔ جو شخص دعائے

قنوت اچھی طرح نہ پڑھ سکے یا یاد نہ ہو تو وہ یہ پڑھ لیا کرے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یا تین دفعہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ لیوے (عالمگیری وغیرہ میں جمع کے صیغے کے ساتھ اللھم اغفرلنا لکھا ہے) یا تین دفعہ یَارَبِّ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی (لیکن مشہور دعائے قنوت کو ضرور جلدی یاد کرنے اور صحیح کرنے کی کوشش کرے تاکہ سنت و فضیلت حاصل کرے مؤلف) اس کے بعد تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسبِ معمول نماز پوری کرلے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہے اور تیسری بار آواز کو بلند کرے۔

دیگر مسائل

(۱) نمازِ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ البتہ اگر اہلِ اسلام پر حادثۂ عظیمہ واقع ہو مثلاً کافروں نے نرغہ کیا ہو تو بالاتفاق عشا و فجر و مغرب کی جماعتوں میں مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے لئے قنوت نازلہ پڑھے اس کے متعلق مسائل کا آگے متصل ہی بیان درج ہے۔

(۲) رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل یہی صحیح ہے۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے طور پر ہو یعنی بلانے اور جماعت کا اہتمام کیا گیا ہو تو دیگر نوافل کی طرح مکروہ ہے۔

(۳) اگر کبھی سہواً یا قصداً چھوٹ جائے تو قضا واجب ہے اگرچہ بہت دن ہو جائیں پس جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہئے اور وتروں کی قضا بغیر نیتِ وتر کے جائز نہیں اور وتر کو قضا پڑھے تو قنوت بھی پڑھے البتہ قضا جبکہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو تو اس میں تکبیرِ قنوت کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع نہ ہوں۔

(۴) اگر کوئی شخص صاحبِ ترتیب ہے اور اس کو یہ یاد ہے کہ اس نے نمازِ وتر نہیں پڑھی اور وقت میں گنجائش بھی ہے اور اس نے فجر کی نماز شروع کردی تو فجر کی نماز فاسد ہے خواہ شروع کرنے سے پہلے یاد ہو یا درمیان میں یاد آجائے اسی طرح اگر نمازِ وتر میں یاد آیا کہ کوئی نماز اس کے ذمہ ہے تو اگر وقت تنگ نہ ہو اور قضا نمازیں چھ نہ ہو گئی ہوں تو وتر فاسد ہو جائیں گے۔

(۵) جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کو بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں۔ (صاحبین کے نزدیک چونکہ وتر سنت ہے اس لئے وتر یاد ہونے کی صورت میں نمازِ فجر فاسد نہیں ہوتی اسی طرح کسی نماز کے یاد ہونے کی صورت میں وتر فاسد نہیں ہوتے لیکن اگر وتر چھوٹ جائیں تو ان کے نزدیک بھی قضا کئے جائیں گے اور بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر جائز نہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں)۔

(۶) اگر قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور قیام کی طرف نہ لوٹے اور سجدۂ سہو کرلے۔ اور اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدۂ سہو کرلے مگر اسے ایسا کرنا نہیں چاہئے کیونکہ رکوع سے جو کہ فرض ہے قنوت کی طرف جو کہ واجب ہے رجوع کرنا ایک قول کے بموجب نماز کو فاسد کرتا ہے اور صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق فاسد تو نہیں کرتا لیکن بُرا ہے۔ اور اگر رکوع کا اعادہ بھی کرلیا اور سجدۂ سہو کرلیا تو بھی نماز ہو گئی لیکن یہ دوبارہ رکوع کرنا لغو ہو گا پس اس حالت میں اگر کوئی نیا مقتدی آکر امام کے پیچھے اس دوسرے رکوع میں شامل ہو تو

وہ اس رکعت کو پانے والا نہ ہوگا خوب سمجھ لیں۔ اگر رکوع سے سر اٹھانے پر یاد آیا کہ قنوت بھول گیا ہے تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جو بھول گیا ہے اس کے پڑھنے کی طرف عود نہ کرے اور سجدۂ سہو کرلے۔

(۷) اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت چھوٹ گئی اور رکوع میں یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر الحمد چھوڑ دی تھی تو الحمد کے ساتھ سورت اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو کرے ان دونوں صورتوں میں اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو جائز نہیں اس لئے کہ قرات اور رکوع میں ترتیب فرض ہے پس قرات کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع باطل ہوگیا اب دوبارہ رکوع کرنا فرض ہے اور اس رکوع میں اگر کوئی نیا مقتدی آکر شامل ہو تو وہ اس رکعت کو پانے والا ہوگا ــــ اور اگر امام کو وتر کے رکوع میں یاد آیا کہ اس نے قنوت نہیں پڑھی تو اس کو قیام کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے اور باوجود اس کے اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھ لی تو رکوع کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر اس نے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا تو جماعت کے جن لوگوں نے پہلے رکوع میں امام کی متابعت کی تھی وہ اس رکعت کو پانے والے ہوں گے اور جن لوگوں نے پہلے رکوع میں امام کی متابعت نہیں کی تھی اور دوسرے رکوع میں کی تھی وہ اس رکعت کو پانے والے نہیں ہوں گے۔

(۸) وتر کی قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے پس اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی باقی قنوت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائے قنوت کا بعض حصہ جو وہ پڑھ چکا ہے قنوت ہی ہے اور اگر امام نے قنوت پڑھ کر یا بغیر قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ قنوت نہیں پڑھی تو اگر رکوع جاتے رہنے کا خوف ہو تو رکوع کر دے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو قنوت پڑھے پھر رکوع کرے تاکہ قنوت کا پڑھنا اور اقتداء دونوں واجب پر عمل ہو جائے۔ اور ایسے موقع پر مطلقاً کوئی مختصر دعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔ مثلاً اللھم اغفرلی تین بار وغیرہ۔

(۹) اگر وتر کی نماز میں شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری ہے یا تیسری تو ایک قول یہ ہے کہ جس رکعت میں ہے اس میں قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں دو قعدوں سے پڑھے اور دونوں میں احتیاطاً قنوت پڑھے اور سجدۂ سہو کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی رکعت میں قنوت نہ پڑھے اس لئے کہ پہلی اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا بدعت ہے پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ قنوت واجب ہے اور جس چیز کے واجب ہونے اور بدعت ہونے میں شک ہو اس کو احتیاطاً کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر شک ہوا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس میں قنوت پڑھے اور قعدہ کرے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے اور قعدہ کرے اور سجدہ کرے۔ اگر بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہئے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

(۱۰) مسبوق کو چاہئے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے کیونکہ اس کی آخری نماز وہی ہے اور جب اپنے مقام پر پڑھ چکا تو اس کا تکرار مشروع نہیں۔ اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ قنوت نہیں

پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت پڑھنا قرأت کی طرح مقتدی کے لئے کافی ہو گیا اس لئے اب باقی دو رکعتوں میں اگر پڑھے گا تو بے جگہ پڑھنے والا اور دوبارہ پڑھنے والا ٹھہرے گا۔

(۱۱) قنوتِ وتر میں درود شریف نہ پڑھے ہمارے مشائخ نے یہی اختیار کیا ہے۔ (عالمگیری) لیکن در مختار و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں درود شریف کا پڑھنا بہتر اور مستحب لکھا ہے اور وہ یہ ہے: وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ یا بغیر سیدنا محمدؐ کے آیا ہے یا جو درود التحیات میں پڑھتے ہیں وہ پڑھے)۔

(۱۲) اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے جیسے شافعی المذہب اور مقتدی کا یہ مذہب نہیں تو اس میں اس کی متابعت کرے اور قومہ میں اس کے ساتھ پڑھے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ امام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتا ہو اور اگر امام ایک رکعت وتر پڑھے تو اس کی اقتدا نہ کرے بلکہ اکیلا الگ پڑھ لے۔

(۱۳) اگر فجر کی نماز میں شافعی المذہب امام نے قنوت پڑھی تو حنفی مقتدی کو چاہئے کہ نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے یہی صحیح ہے۔

"قنوتِ نازلہ" اور اس کے متعلقہ مسائل

آقائے دو جہاں رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی عام اور عالمگیر مصیبت نازل ہو جائے مثلاً غیر مسلم حکومتوں کی طرف سے حملہ اور تشدد ہونے لگے اور دنیا کے سر پر خوفناک جنگ چھا جائے یا دیگر بلاؤں اور بربادیوں اور ہلاکت خیز طوفانوں میں مبتلا ہو جائے اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی نازل ہونے والی مصیبتوں میں سے اشد ہے۔ تو ایسی مصیبت کے دفعیہ کے لئے فرض نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور جب تک وہ مصیبت دفع نہ ہو جائے یہ عمل برابر جاری رہتا تھا اور اس کا جواز عموماً جمہور ائمہ اور خصوصاً حنفیہ کے نزدیک باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے بلکہ جب کوئی عام مصیبت پیش آئے تو مصیبت کے زمانے تک قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے البتہ قنوتِ دوامی جو فجر کی نماز میں امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون ہے وہ حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے فقہ حنفی کی کتابوں میں جہاں قنوتِ فجر کو منسوخ کہا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ قنوتِ دوامی یعنی فجر کی نماز میں قنوت ہمیشہ پڑھنا منسوخ ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ ضرورت کے وقت اس سنت پر عمل کریں اور قنوتِ نازلہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کی کثرت ظلم و زیادتی اور فسق و فجور اور ہر قسم کے گناہوں سے پرہیز کریں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا پورا لحاظ رکھیں آپس میں محبت و ہمدردی اور اتفاق پیدا کریں لہو و لعب سے پرہیز کریں اور اپنے خالق خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں تضرع و زاری کے ساتھ مناجات و دعا کریں غرضیکہ ہر قسم کے اوامر و اخلاق حسنہ پر عمل کی کوشش کریں اور ہر قسم کی منکرات و برائی سے بچیں۔ حضرت حق تعالیٰ جل مجدہ کی رحمتِ کاملہ سے امید ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اخلاص و تضرع بھری دعائیں قبول

فرمائے گا اور ان کو اس گرداب بلا سے نجات و مخلصی عطا فرمائے گا۔ وما ذلك علی اللہ بعزیز۔

قنوتِ نازلہ کن نمازوں میں پڑھی جائے

احادیث میں اس قنوت کا ذکر مختلف طریقوں سے آیا ہے کسی حدیث میں صرف نماز فجر کا ذکر ہے اور کسی میں نماز عشا کا اور کسی میں دو تین نمازوں کا اور کسی میں پانچوں نمازوں کا پس صرف نماز فجر میں پڑھنے کی روایت اور جہری نمازوں میں پڑھنے کی روایت تو فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے اس لئے ان دونوں صورتوں میں کوئی تامل کی گنجائش نہیں۔ رہا پانچوں نمازوں میں پڑھنا تو دیگر ائمہ خصوصاً امام شافعیؒ بموجب حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواز کے قائل ہیں اس لئے پانچوں نمازوں میں پڑھنے والوں پر بھی نکیر نہ کی جائے۔

نماز میں کس جگہ اور کس طرح پڑھی جائے

باعتبار دلیل کے قوی یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یہی اولیٰ اور مختار ہے۔ پس فجر کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری رکعت اور عشا کی چوتھی رکعت میں رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں۔ اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ اکثر تجربہ اس کا شاہد ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام زور سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں ـــــ دعائے قنوت پڑھتے وقت قیام اور قنوتِ وتر کی طرح امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ باندھنا مسنون ہے یہی اولیٰ اور ارجح ہے اگر ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں تو امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق اس کی بھی گنجائش ہے اس لئے ان پر اعتراض نہ کرے اور تمام دعائے قنوت نازلہ پڑھنے اور ختم کرنے تک دوسری دعاؤں کی طرح سینے کے سامنے ہاتھ اٹھا کر پڑھنا کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں حدیث شریف میں اس کا بھی احتمال ہے اس لئے ان لوگوں سے جھگڑنا مناسب نہیں۔ تنہا نماز پڑھنے والے اور عورتوں کے لئے اپنی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھنے کی اجازت یا ممانعت کی کوئی تصریح نہیں ہے تاہم ممانعت کی کوئی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ فقہا نے اس قنوت کو امام کے ساتھ مقید کر دیا ہے اس لئے منفرد نہ پڑھے جیسا کہ شامی میں ہے: وظاہر تقییدھم بالامام انہ لا یقنت المنفرد۔ واللہ اعلم بالصواب

دعائے قنوت یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْنَا عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُوْنَ

اَوْلِیَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ٭ بعض بزرگوں نے دوسری دعاؤں کا بھی اضافہ کیا ہے۔

فصل - سنت اور نفل نمازوں کا بیان

نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرع میں نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے کر گناہ وعذاب نہ ہو۔ سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ وغیر مؤکدہ۔ پس جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے بعد خلفائے راشدین نے حقیقتاً یا حکماً ہمیشہ کیا ہو اور وہ فرض اور واجب کے علاوہ ہو یعنی حقیقۃً یا حکماً کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کہلاتی ہے اور ان کو سنن الہدیٰ اور سنن الرواتب بھی کہتے ہیں پس سنتِ مؤکدہ واجب کے قریب ہوتی ہیں اور فرضوں اور واجبوں کی تکمیل کرنے والی ہیں اگر بلا عذر ایک دفعہ بھی ترک کرے تو مستحق ملامت وعتاب ہے اور اگر ترک کی عادت کرے تو فاسق اور مستحق دوزخ ہے اور اس کی شہادت رد کی جائے گی اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل جس کا ترک شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپسند مگر اس حد تک نہیں کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے اس کو نفل بھی کہتے ہیں اور سنتِ زائد اور مستحب بھی کہتے ہیں - اور کبھی نفل کا اطلاق سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ پر یعنی فرض وواجب کے علاوہ ہر نماز پر بھی کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ فرض وواجب پر زائد ہیں اسی لئے فقہا نوافل کا باب باندھتے ہیں اور اس میں مؤکدہ وغیر مؤکدہ سنتوں کا بیان ہوتا ہے پس ہر سنت نفل ہے اور ہر نفل سنت نہیں اور جن مسائل میں نوافل کا حکم فرضوں سے مختلف ہے ان میں بھی سنت ونوافل حکم میں برابر ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ چنانچہ اب ان سب نمازوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

سننِ مؤکدہ (۱) فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں (۲) ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں --- (۳) مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں --- (۴) عشا کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں --- (۵) جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد بھی چار رکعتیں ایک سلام سے سنتِ مؤکدہ ہیں۔ (یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے، دونوں طرف صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار پڑھے پھر دو تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔) اس طرح روزانہ بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے روز سولہ رکعتیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کے روز اٹھارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔ چار رکعت والی سنتِ مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام

پھیریں۔ اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی دو دو رکعت پر سلام پھیرا تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے۔

سب سے زیادہ تاکید فجر کی دو رکعت سنتوں کی ہے یہ سنتیں واجب کے قریب قریب ہیں یہاں تک کہ امام صاحب سے بعض روایتوں میں اس کا واجب ہونا منقول ہے اور کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے سنتِ فجر کے منکر پر کفر کا خوف ہے اور اگر بغیر کسی شبہ و تاویل کے جان بوجھ کر ان کا انکار کرے گا تو قطعاً کافر ہو گا کیونکہ جس چیز پر اجماع ہے اس کا منکر ہونا کفر ہے۔ احادیث میں ان سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ جس شخص کو کھڑے ہونے کی قدرت ہو اس کو بلا عذر بیٹھ کر فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ اور فجر کی سنتوں کو بلا عذر گھوڑے وغیرہ سواری پر بھی پڑھنا جائز نہیں۔ اگر کسی عالم سے لوگ فتوے پوچھتے ہوں اور ہجوم رہتا ہو اس کو بھی فجر کی سنتوں کا چھوڑنا جائز نہیں ان کے علاوہ باقی سنتوں کا چھوڑنا بوجہ لوگوں کو اس کی طرف فتویٰ کی ضرورت ہونے کے جائز ہے۔ پس اگر اس وقت موقع نہ ملے تو موقوف رکھے اور جب وقت کے اندر موقع ملے پڑھ لے اور اگر وقت کے اندر بالکل فرصت نہ ملے تو معاف ہیں (قاضی یعنی حاکمِ شرعی اور طالبِ علم کے لئے بھی یہی حکم ہے)۔ اگر کسی نے فجر کی سنتیں پڑھیں اور اس کو یہ گمان تھا کہ ابھی رات باقی ہے یا دو رکعت نفل پڑھے اور یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر معلوم ہوا کہ اس وقت فجر طلوع ہو گئی تھی تو وہ فجر کی سنتیں ادا ہو گئیں اس لئے کہ ادا وقت کے اندر واقع ہوئی اور سنت فجر کے لئے سنت کی نیت ہونا ضروری نہیں نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ان میں پچھلی دو رکعتیں طلوعِ فجر کے بعد واقع ہوئیں تو یہ سنتِ فجر کے قائم مقام نہ ہوں گی کیونکہ سنت وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہے یہی وجہ ہے۔ طلوعِ فجر سے پہلے سنتِ فجر کا ادا کرنا جائز نہیں اگر سنتوں کے شروع ہوتے ہی فجر طلوع ہوئی تو جائز ہے اور اگر طلوع میں شک ہو تو جائز نہیں۔ اگر فجر طلوع ہونے کے بعد دو مرتبہ سنتیں پڑھیں تو جو آخر میں پڑھی ہیں وہی سنتوں میں شمار ہوں گی اس لئے کہ وہ فرض نماز سے قریب ہیں اُن میں اور فرض نماز میں اور کوئی نماز فاصل نہیں ہے اور سنت فرض سے ملی ہوئی ہونی چاہئے۔ فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں یعنی فجر کی نماز ہی قضا ہو جائے تو اگر سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو سنتیں اس سے ساقط ہو جائیں گی صرف فرضوں کی قضا کرے یہی صحیح ہے۔ اور اگر فجر کی سنتیں بغیر فرض کے قضا ہوں جیسا کہ جماعت جاتے رہنے کے خوف سے جماعت میں شامل ہو گیا اور سنتیں رہ گئیں تو شیخین کے نزدیک ان کو طلوعِ آفتاب کے بعد قضا نہ کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے اس کے بعد سے زوال سے پہلے پہلے تک قضا کر لے اس کے بعد قضا نہ کرے اور فرض کے بعد طلوعِ آفتاب سے قبل بالاتفاق سنتِ فجر یا کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے۔ اگر کسی نے سنتِ فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے تو قضا

پڑھنے میں سنت کا اعادہ نہ کرے۔ سنتِ فجر کے علاوہ اور وقتوں کی مؤکدہ سنتیں جب اپنے وقت میں فرضوں کے ساتھ یا اکیلی فوت ہوجائیں تو ان کو قضا نہ کرے۔ ظہر یا جمعہ کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں فوت ہوجائیں مثلاً امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوگیا اور چار سنتیں ابھی نہیں پڑھیں تو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد جب تک وقت باقی ہے ان کو پڑھ لے یہی صحیح ہے (وقت نکل جائے تو ان کی قضا نہیں جیسا کہ بیان ہوا) ان کو امام محمدؒ کے نزدیک فرضوں کے بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھ لے بعض کے نزدیک یہی افضل ہے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بعد کی سنتوں کے بعد میں پڑھے اور بعض کے نزدیک یہ افضل ہے (اور اسی پر زیادہ تر عمل ہے۔ مؤلف) فرض اکیلا پڑھے تب بھی مؤکدہ سنتوں کا ترک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور ترک کے جواز کی روایت ضعیف ہے۔

فجر کی سنت کا گھر پر اول وقت میں ادا کرنا سنت ہے اور ان کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے لیکن کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے تاکہ اس کے وجوب کا گمان نہ ہو۔ (امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھی جائے تو انسان دن بھر کی آفتوں سے بچا رہے گا مگر یہ حدیث شریف میں نہیں آیا اس لئے کبھی کبھی پڑھنے کا مضائقہ نہیں۔ مؤلف) فجر کی سنتوں کے بعد باقی سنتوں کی تاکید کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس کے بعد مغرب کی سنتوں کی تاکید ہے پھر ان دو سنتوں کی جو ظہر کے بعد ہیں پھر ان کی جو عشا کے بعد ہیں پھر ان کی جو ظہر سے پہلے ہیں اور بعض کے نزدیک فجر کے بعد ظہر کی پہلی چار سنتوں کا مرتبہ ہے اور پھر سب برابر ہیں۔ یہی اصح ہے۔

سننِ غیر مؤکدہ ان کو سنن الزوائد اور مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔ ان کا تارک گنہگار نہیں ہوتا اور ادا کرنے والا بہت ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔ (۱) عصر سے پہلے چار رکعت ـــــ (۲) عشا سے پہلے چار رکعت اور دو رکعت بھی جائز ہیں ـــــ (۳) عشا کے بعد چار رکعت۔ عصر سے پہلے اور عشا کے بعد دو رکعت بھی جائز ہیں لیکن چار چار افضل ہیں ـــــ (۴) مغرب کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و استغفار کے ساتھ رجوع کرنے والوں کی نماز۔ اس نماز کو خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے یا تین سلام سے تینوں طرح جائز ہے لیکن تین سلام سے پڑھنا یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے نماز اوابین کی زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں اور دو یا چار رکعت بھی جائز ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اوابین کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں اگرچہ محدثین کے نزدیک وہ احادیث ضعیف ہیں لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور اکثر سلف صالحین کا معمول ان پر رہا ہے۔ اور علما کے نزدیک زیادہ صحیح اور متحقق یہ ہے کہ یہ چھ اور بیس رکعتیں سنت مؤکدہ کے علاوہ ہیں اس لئے سنتِ مؤکدہ کی دو رکعت علیحدہ سلام سے پڑھے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ ظہر یا عشا کے بعد کی چار چار رکعتیں جداگانہ مستحب ہیں یا دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے ساتھ شمار کی جائیں گی اور اگر وہ سنت مؤکدہ سمیت

چار شمار ہوتی ہیں تو اس میں اختلاف ہے کہ ایک ہی سلام کے ساتھ دونوں ادا ہو جاتی ہیں یا نہیں ایک جماعتِ علما نے یہ کہا ہے کہ ایک ہی سلام کے ساتھ دونوں ادا نہ ہوں گی اور بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے وہ سنت مؤکدہ اور مستحب دونوں ادا ہو جائیں گی۔ اور یہی اختلاف مغرب کے بعد کی سنت مؤکدہ اور نوافل اوابین کے متعلق بھی ہے ــــ (۵) وتر کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور یہ اس شخص کے لئے ہے جو وتر سونے سے پہلے عشا کے بعد ساتھ ہی پڑھ لیتا ہے پس اگر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا میسر آیا فبہا ورنہ یہ دو رکعت اس کو تہجد سے کافی ہوں گی اور جو شخص اخیر رات میں وتر پڑھے اس کے لئے بھی دو رکعت بعد وتر پڑھ لینا جائز و ثابت ہے پس کبھی کبھی اس پر عمل کر لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِالَّیْلِ وِتْرًا (یعنی اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بناؤ) اس میں استحبابِ افضلیت کا حکم ہے نہ کہ وجوب کا۔ ان نوافل کی پہلی رکعت میں اذا زلزلت الارض کا پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۃ کافرون کا پڑھنا مستحب ہے لیکن کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے۔ ان نوافل کا بیٹھ کر پڑھنا عذر کی وجہ سے آیا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اس لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے تاکہ پورا ثواب ملے۔

یہ سنن و نوافل جو مذکور ہوئے وہ ہیں جو نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی سنت نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اب ان کا بیان بمعہ عنوان کیا جاتا ہے۔

تحیۃ الوضوء

(شکرانۂ وضو) وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے اسی طرح غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے اور ان کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص کا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اگر وضو کے بعد کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لے تو تحیۃ الوضو کے قائم مقام ہو جائیں گے اور اس کا ثواب مل جائے گا۔ جن وقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے تحیۃ الوضو بھی نہ پڑھے کیونکہ مکروہ ہے۔

تحیۃ المسجد

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے (اور یہ مسجد کی تعظیم ہے (تحیت) سے مراد ربِّ مسجد کی تحیت و تعظیم ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ بادشاہ کو سلام و تعظیم کرتا ہے نہ کہ گھر کو نیز مکان کی تعظیم صاحبِ مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے۔ پس خوب سمجھ لیجئے کہ اس سے غیر اللہ کی تعظیم کسی طرح مقصود نہیں ہے)۔ افضل یہ ہے کہ چار پڑھے اور افضل یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے اور اگر بھول وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ گیا اور پھر تحیۃ المسجد پڑھی تب بھی کچھ حرج نہیں اور وہ اس سے کافی ہو جائے گی۔ اگر مسجد میں آتے ہی فرض یا سنت یا کوئی اور نماز پڑھ لی وہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ اگر کوئی شخص فرض یا سنت وغیرہ نماز پڑھنے یا امام کی اقتدا کی نیت سے مسجد میں داخل ہوا

لیکن وہ فرض یا سنت وغیرہ دیر کے بعد پڑھے گا تو اس کے لئے بھی دو رکعت تحیۃ المسجد الگ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ اس شخص کے لئے مستحب ہے جو بغیر نماز کے درس یا ذکر وغیرہ کے لئے داخل ہوا ہو۔ اگر مسجد میں کسی عذر کی وجہ سے کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں یا کسی مرتبہ پڑھ لے۔ جس وقت نفل نماز مکروہ ہے تحیۃ المسجد پڑھنا بھی مکروہ ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تسبیح اور تہلیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ یعنی یہ چار کلمات کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور پھر درود شریف پڑھ لے اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو بے وضو ہونے یا کسی شغل یا کسی اور عذر کی وجہ سے اس وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکتا ہو۔

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق کی دو رکعت بھی ہیں اور چار بھی بلکہ چھ بھی ہیں۔ اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور ایک پہر دن چڑھنے تک ہے۔ افضل یہ ہے کہ جب فجر کی نماز ہو چکے تو مصلے پر سے نہ اٹھے وہیں بیٹھا رہے درود شریف یا کلمہ شریف یا کوئی اور ورد و وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد و دعا و تلاوت یا علمِ دین سیکھنے سکھانے یا وعظ و نصیحت یا طواف بیت اللہ وغیرہ میں لگا رہے یا کوئی اور نیک کام کرے دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے اور جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے اور آفتاب کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا لگیں تو دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھ لے تو ایک پورے حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے بظاہر حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے تو یہ ثواب ملتا ہے لیکن شارحین نے لکھا ہے کہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں مشغول ہونا ہے چنانچہ مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر پریشانی یا ریاکاری کا ڈر ہو تو خلوت میں جا کر مشغول ہووے۔ اور اگر فجر کی نماز کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج بلند ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تب بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

نمازِ چاشت

(نمازِ ضحیٰ) نمازِ چاشت کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں اور اوسط درجہ آٹھ رکعتیں ہیں اور بعض کے نزدیک زیادہ سے زیادہ آٹھ ہی ہیں اور آٹھ رکعت پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ ان کا ثبوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ہے، بہ نسبت بارہ رکعت کے کہ ان کا ثبوت صرف آپ کے قول سے ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور اکثر علما کے نزدیک افضل و مختار چار رکعت ہیں کہ اس کی حدیثیں صحیح تر اور اخبار و آثار انہیں اکثر وارد ہیں اور کمال کا ادنیٰ درجہ بھی چار رکعت ہی ہیں اگرچہ کفایت کے لئے دو رکعت بھی جائز ہیں۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان میں والشمس اور واللیل اور والضحیٰ اور الم نشرح پڑھے (یعنی چار رکعت میں)

اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے تک ہے اور مختار اور بہتر وقت یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ اور اس میں سورۂ والشمس اور سورۂ والضحیٰ کا پڑھنا مستحب ہے اور بظاہر اس سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دوگانہ میں یہی پڑھے۔ واللہ اعلم

(ف) ضحو اور ضحوۃ کے معنی دن کا چڑھنا ہے پس اس وقت کی نماز کو نماز ضحیٰ (صلوۃ الضحیٰ) کہتے ہیں اور ضحیٰ کی دو نمازیں ہیں ایک کو نمازِ اشراق کہتے ہیں اور وہ سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے ایک پہر دن چڑھنے تک ہے اور اس کو ضحوۂ صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری کو نماز چاشت کہتے ہیں اس کو ضحوۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں جس کا وقت اگرچہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کا افضل وقت دوسرا پہر شروع ہونے سے ہوتا ہے اور دوپہر تک ہے پس اکثر محدثین وفقہا کے نزدیک اگر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھی جائے تو نماز اشراق وچاشت ایک ہی چیز ہے اور اگر زیادہ دن چڑھے پڑھی جائے تو وہ صرف نمازِ چاشت ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ اکثر صلحا اس خیال سے کہ کاروباری مصروفیت کی وجہ سے شاید نماز چاشت پڑھ سکیں گے یا نہیں اشراق کی کم ازکم دو رکعت اور چاشت کی چار رکعت اشراق ہی کے وقت میں یعنی آفتاب نیزہ دو نیزہ بلند ہونے کے بعد پڑھ لیتے ہیں۔ مؤلف)

نمازِ تہجد (صلوۃ اللیل) صلوۃ اللیل یعنی رات کی نماز عام ہے اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رات میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر ہو جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالتے ہیں (لَا بُدَّ مِنْ صَلٰوۃٍ بِلَیْلٍ وَلَوْ حَلْبَ شَاۃٍ) اور فرضِ عشا کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ صلوۃ اللیل ہے پس سونے سے پہلے عشا کی نماز کے بعد نفل پڑھنے سے یہ سنت حاصل ہو جاتی ہے۔ رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ نمازِ تہجد خاص ہے اور یہ صلوۃ اللیل ہی کی ایک قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ عشا کے بعد رات میں سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں۔ سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں لیکن جو شخص سو کر اٹھنے کا عادی نہ ہو وہ سونے سے پہلے کچھ نفل پڑھ لیا کرے اس کو تہجد کا ثواب مل جائے گا اگرچہ ویسا ثواب نہ ہو گا جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھنے سے ہوتا ہے (امید ہے کہ انشاء اللہ اس سونے سے پہلے پڑھ لینے کی برکت سے سو کر اٹھنے کے بعد پڑھنے کی توفیق بھی حاصل ہو جائے گی۔ مؤلف)

نماز تہجد کے فضائل حدیثوں میں بہت آئے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض نمازوں کے بعد نمازِ شب یعنی تہجد کا مرتبہ ہے (اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ۔ رواہ مسلم مرفوعاً) یہ نماز صحابہؓ سے لیکر اس وقت تک تمام صلحائے امت کا معمول ہے بلکہ اگلی امت والے بھی اس نماز کو پڑھتے تھے اور حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نماز تہجد کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچتا۔ اس میں اختلاف ہے کہ نماز تہجد مستحب ہے یا سنت، زیادہ صحیح واشبہ یہ ہے کہ سنت ہے۔ اس کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھ کر سو رہے اس کے بعد اٹھ کر نماز تہجد پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ نصف شب کے بعد پڑھے۔ اگر نمازی یہ چاہے کہ دو تہائی رات سووے اور ایک تہائی رات عبادت کرے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف رات جاگنا چاہے تو آخری نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصے کرکے پہلے تین حصے میں سوئے یعنی آدھی رات

سوئے پھر چوتھے اور پانچویں حصہ میں یعنی تہائی رات جاگے اور پھر آخری چھٹے حصے میں سوئے کہ یہ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمائی ہے ـــــ اگر کوئی شخص نماز عشا کے بعد سو رہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے کیونکہ تہجد نفل کا نام ہے۔ (یہ حکم باعتبار غالب ہے ورنہ کسی بھی نماز سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ شامی) ـــــ اس کی رکعتوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے اس کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔ اس صورت میں یوں کہنا چاہئے کہ کمتر تعداد دو رکعت اور اوسط چار رکعت اور اکثر آٹھ ہیں۔ دس اور بارہ رکعت تک بھی ثبوت ملتا ہے۔ بارہ سے زیادہ نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اور وقت اور موقع کے مطابق کم وبیش کر کے پڑھا کرے تو سنت کے زیادہ موافق ہے۔ جو شخص تہجد کا عادی ہو اُسے بلا عذر چھوڑنا مکروہ ہے۔ نماز تہجد میں سورۂ بقر سورۂ آل عمران سورۂ نسا، سورۂ مائدہ سورۂ جمعہ سورہ یٰسٓ سورۂ اخلاص سورۂ مزمل کا پڑھنا منقول و بہتر ہے۔ بعض مشائخ سورۂ یٰسٓ شریف آٹھ رکعت میں تقسیم کر کے پڑھتے رہے ہیں۔ بعض سورۂ اخلاص کو مختلف طریقے سے پڑھتے ہیں کوئی ہر رکعت میں تین تین بار کوئی اول رکعت میں بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ مرتبہ اسی طرح ایک ایک کم کرتے ہوئے اخیر میں ایک بار پر نماز ختم کرتے ہیں وغیرہ، صحیح یہ ہے کہ کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور حافظ کے لئے بہتر یہ ہے کہ روزانہ منزل مقرر کر کے پڑھا کرے۔ اس وقت کے لئے منقولہ دعائیں یاد کر کے پڑھا کرے۔

عیدین اور پندرہویں شعبان اور رمضان کی اخیر راتوں میں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے خواہ تنہا نفل پڑھے یا تلاوتِ قرآن کرے یا ذکر و تسبیح و تحمید و تہلیل و درود شریف کا ورد کرے یا حدیث شریف پڑھے یا سُنے۔ اور یہ جاگنا اور عبادت کرنا وہ معتبر ہے جو تمام رات یا اکثر رات ہو، اور صرف جاگنا اور عبادت نہ کرنا بھی معتبر نہیں ہے۔ عیدین کی رات میں جاگنے سے اگر صبح کو نماز عید و قربانی میں فرق نہ آئے تب یہ جاگنا بہت بہتر و مستحب ہے لیکن اگر ان کاموں میں فرق آتا ہو تو اس کے لئے شب بیداری یہ ہے کہ نماز عشا و صبح جماعتِ اولیٰ سے ہوں کیونکہ صحیح حدیث میں فرمایا جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے آدھی رات عبادت کی اور جس نے نمازِ فجر جماعت سے پڑھی اس نے ساری رات عبادت کی۔ (جس کو تمام رات یا اکثر رات کا جاگنا میسر نہ ہو تو جسقدر بھی ہو سکے اسی قدر حاصل کرے تاکہ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ کے مصداق جس قدر فضیلت حاصل کر سکے کر لے۔ مؤلف)

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی اہم کام درپیش ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو اور کام کرنا مباح ہو یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے تو تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز استخارہ (فرضوں وغیرہ کے علاوہ) پڑھے اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکٰفرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھے اور بعض سلف سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں یہ زیادہ کرے وربك یخلق ما یشاء ویختار تا، یعلنون۔ یعنی سورۂ قصص کے ساتویں رکوع کی آٹھویں اور نویں آیت اور دوسری میں وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ آخر آیت تک یعنی بائیسویں پارہ ومن یقنت کے

دوسرے رکوع کی دوسری آیت یا جونسی سورتیں چاہے پڑھ لے ۔۔۔۔۔۔ ان دو رکعت کا سلام پھیرنے کے بعد دعائے استخارہ پڑھے اور اس دعا کے اول و آخر حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا مستحب ہے پس سورۃ الحمد شریف یا صرف الحمد للہ، اور درود شریف پڑھ لیا کرے ۔ دعائے استخارہ یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ۝ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ ۝

دونوں جگہ هٰذَا الْاَمْرَ کہتے وقت اپنے کام کو دل میں یاد کرے یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کرے مثلاً سفر کیلئے هٰذَا السَّفَرَ کہے اور کہیں ٹھہرنے کیلئے هٰذِهِ الْاِقَامَةَ کہے اور نکاح کے لئے هٰذَا النِّكَاحَ کہے ۔ کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے هٰذَا الْبَیْعَ کہے علیٰ ہذا القیاس ۔ اور جائز ہے کہ هٰذَا الْاَمْرَ کہے اور پھر اپنی ضرورت کا نام لے ۔ استخارہ روزانہ اس وقت تک کرے جب تک رائے ایک طرف پوری طرح جم نہ جائے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز تک استخارہ کی تکرار کرے ۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یَا اَنَسُ اِذَا هَمَمْتَ بِاَمْرٍ فَاسْتَخِرْ رَبَّكَ فِیْهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الَّذِیْ سَبَقَ اِلٰى قَلْبِكَ فَاِنَّ الْخَیْرَ فِیْهِ ۝ (ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس جب تو کسی کام کا قصد کرے پس اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے سات بار استخارہ کر پھر دیکھ جو کچھ تیرے دل میں القا ہو پس اسی میں تیرے لئے بہتری ہے) ـــــ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ دعا پڑھنے کے بعد باوضو قبلہ رو ہو کر سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہئے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہئے ۔ اگر دو رکعت معمولی نوافل و سنن مثلاً تحیۃ المسجد یا تحیۃ الوضو میں سے بھی پڑھ کر یہ دعا کرے تو جائز ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ دو رکعت الگ استخارہ کی نیت سے پڑھے اور اوقاتِ مکروہہ کے سوا جس وقت چاہے پڑھے اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض و نفاس کی وجہ سے یا اوقاتِ مکروہہ کی وجہ سے تو صرف دعا پڑھ کر استخارہ کرے ۔ حج اور جہاد اور دیگر عبادات اور نیک کاموں میں یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب کے کرنے اور حرام و مکروہ کے چھوڑنے کے لئے استخارہ نہ کرے یعنی اس طرح نہیں کرنا چاہئے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں کیونکہ ان کاموں کے لئے تو وہ مامور ہے ان میں تردد کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ ع

درکارِ خیر حاجتِ استخارہ نیست

البتہ تعینِ وقت و حالتِ مخصوص کے لئے ان میں استخارہ کر سکتا ہے مثلاً حج وغیرہ کے لئے سفر خشکی میں کرے یا دریا میں ۔

سواری مول لے یا کرایہ کرے، فلاں شخص کو اپنا رفیق سفر بنائے یا نہ بنائے، سفر آج کیا جائے یا کل وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو نمازِ استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا۔ ایک روایت میں یہ مختصر استخارہ منقول ہے اگر جلدی ہو تو یہ پڑھ لیا کرے۔ اَللّٰھُمَّ خِرْ لِیْ وَاخْتَرْ لِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اخْتِیَارِیْ (ترجمہ: اے اللہ پسند کر میرے لئے اور اختیار کر میرے لئے یعنی جو کچھ تو مناسب سمجھے اور مجھ کو میرے اختیار کے سپرد نہ کر) ۔ (اکثر مشائخ کا معمول یہ ہے کہ روزانہ صبح کو اشراق کے ساتھ اور شام کو مغرب کی سنتوں کے بعد نمازِ استخارہ دو رکعت اور اس کے بعد دعائے استخارہ ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں۔ مؤلف۔)

نمازِ حاجت

جب کوئی حاجت اور ضرورت پیش آوے خواہ وہ حاجت بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا بالواسطہ یعنی کسی بندے سے اس کا پورا ہونا تعلق رکھتا ہو مثلاً نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے بعض کتب میں چار رکعت بھی آیت کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کو بعد عشا کے پڑھے اور حدیثِ مرفوع میں ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی تین بار پڑھے اور باقی تین رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔ اس کے بعد جو حاجت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے انشاء اللہ حاجت روا ہوگی۔ یہ نمازِ حاجت روائی کے لئے مجرب ہے بعض بزرگوں نے اپنی بعض ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اپنی حاجت بیان کی ان کا کام پورا ہو گیا۔ بارہ رکعتوں کی روایت میں کلام ہے اور وہ غیر معتبر ہے۔ نمازِ استخارہ و نمازِ حاجت میں یہ فرق ہے کہ نمازِ استخارہ حاجت آئندہ کے لئے ہے اور نمازِ حاجت موجودہ کے لئے۔

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کا ثواب احادیث شریف میں بہت زیادہ آیا ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ نماز تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اے چچا اگر آپ اس کو پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، دانستہ اور نادانستہ، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ بخش دے گا اور آخر کو فرمایا کہ اگر آپ کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیز فرمایا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو ورنہ ہر ہفتہ میں (یعنی ہر جمعہ میں) ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو ہر مہینے میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لیں۔ (اس حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ

حسن کو پہنچ گئی ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک یہی مختار ہے)۔ بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں رکھتا۔

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اور اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یہ نماز سوائے اوقات مکروہہ کے ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے پڑھے اور اعتدال کا درجہ یہ ہے کہ اس کو ہر جمعہ میں زوال کے بعد نماز جمعہ سے پہلے پڑھا کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عمل اسی طرح پر تھا۔ اور اگر چاہے تو روزانہ دن یا رات میں سوائے اوقات مکروہہ کے جس وقت چاہے ایک مرتبہ پڑھ لے یا ہر ہفتہ کسی دن ایک مرتبہ یا ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے یا مہینے میں ایک مرتبہ یا سال میں ایک مرتبہ پڑھا کرے ورنہ کم از کم عمر میں ایک مرتبہ ہی پڑھ لے۔ اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث میں آئے ہیں ایک طریقہ جو عبداللہ بن مبارکؒ سے ترمذی شریف میں مذکور ہے یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک پڑھے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ(۱۵) مرتبہ پڑھے پھر حسب دستور اعوذ باللہ و بسم اللہ و الحمد شریف اور سورۃ پڑھے پھر قیام ہی میں وہی کلماتِ تسبیح دس بار پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس بار کہے پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد دس بار اور دونوں سجدوں میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس دس بار اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت یعنی جلسہ میں دس بار وہی کلمات کہے اسی طرح ہر رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور سورت ملانے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی میں دس مرتبہ اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان کے جلسہ میں دس دس مرتبہ کہے۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر(۷۵) مرتبہ اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ یہ کلماتِ تسبیح (یعنی کلمہ تمجید) ہو جائیں اور اگر ان کلمات کے ساتھ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھی ملا لے تو بہتر ہے کہ اس سے ثواب بہت ملتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں۔ دوسرا طریقہ جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف میں آیا ہے اس طرح ہے کہ ثنا کے بعد اور الحمد شریف سے پہلے کسی رکعت میں ان کلماتِ تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ ہر رکعت میں الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھے اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں اور جلسہ میں بدستور دس دس مرتبہ پڑھے اور دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر یعنی جلسۂ استراحت میں دس مرتبہ پڑھے اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ پڑھے اور دونوں قعدوں میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔ یہ دونوں طریقے صحیح ہیں لیکن پہلا طریقہ جو عبداللہ بن مبارکؒ سے (جو امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے ہیں اور علم و زہد و ورع میں ان کے مشارک ہیں) مروی ہے حنفی مذہب کے زیادہ موافق ہے اور بعض فقہا نے اسی کو اختیار کیا ہے اور دوسرے طریقے میں جلسۂ استراحت میں پڑھنا آیا ہے اور جلسۂ استراحت احناف کے نزدیک مکروہ ہے لیکن بعض فقہا نے اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے

اور چونکہ یہ نماز دیگر نوافل سے مختلف شان رکھتی ہے اس لئے وہ اس میں جلسۂ استراحت کو مکروہ نہیں رکھتے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس کے موافق تاکہ دونوں پر عمل ہوجائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس نماز کی کوئی سورت بھی معلوم ہے انھوں نے فرمایا کہ وہ سورتیں التکاثر، العصر، الکافرون اور اخلاص ہیں۔ اور بعض روایتوں میں اذا زلزلت اور والعادیات اور اذا جاء اور سورۂ اخلاص پڑھنی آئی ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ مثل الحدید، الحشر، الصف، التغابن کے پڑھنا بوجہ مناسبت نام کے افضل ہے (یعنی جو سورتیں تسبیح کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ مؤلف) بہتر یہ ہے کہ کوئی سورۃ معین نہ کرے بلکہ کبھی استحباب کے لئے مذکورہ سورتیں پڑھا کرے اور کبھی کوئی اور سورتیں جہاں سے چاہے پڑھا کرے۔ مؤلف۔

اگر سجدۂ سہو واجب ہوجائے تو سہو کے دونوں سجدوں میں مذکورہ بالا کلماتِ تسبیح نہ پڑھے جائیں کیونکہ اس نماز میں تسبیح مذکور کی تعداد تین سو ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر کسی جگہ بھول کر دس سے کم پڑھی جائیں یا بالکل نہ پڑھی جائیں تو اس کو دوسری جگہ پڑھ لے تاکہ وہ تعداد پوری ہوجائے اور اس کو اس کے لئے واپس اس مقام کی طرف لوٹنا نہیں چاہیئے جس میں وہ بھولا ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھ لے مثلاً اگر قیام میں رکوع سے پہلے تسبیح پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو رکوع میں پڑھ لے اسی طرح اگر قومہ میں بھول گیا تو سجدہ میں پڑھ لے لیکن اگر رکوع میں بھول گیا تو اسے قومہ میں نہ پڑھے بلکہ اسے بھی سجدہ میں پڑھے نیز اگر سجدہ میں بھول گیا تو جلسہ میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور ان کا رکوع اور سجدہ سے دراز کرنا غیر مشروع و مکروہ ہے اور رکوع و سجدوں کا آپس میں ایک دوسرے سے دراز ہونا مکروہ نہیں ہے۔

کلماتِ تسبیح کو انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ اگر دل کے ساتھ شمار کر سکے تو بہتر ہے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہوجائے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے پس دس مرتبہ کے لئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے بعد دبا دے۔ اور پندرہ مرتبہ کے لئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک مرتبہ دبائے اور ایک ہاتھ کی انگلیاں ایک مرتبہ ڈھیلی کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس نماز میں سلام سے پہلے یہ دعا پڑھنا بھی مروی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَحُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ۔

☆

نمازِ بوقتِ سفر و واپسیٔ سفر جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز نفل گھر میں پڑھ کر سفر کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے ان دو رکعتوں سے بہتر نائب اپنے گھر والوں میں نہیں چھوڑا جن کو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس پڑھتا ہے (رواہ الطبرانی)۔ اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اور کچھ دیر اس میں بیٹھ جائے پھر اپنے گھر جائے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن میں ہی چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ کہ رات میں اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتیں پڑھ کر اس میں بیٹھ جاتے۔ پس سفر پر روانگی کے وقت دو رکعت گھر میں پڑھنا اور واپسی پر مسجد میں پڑھنا مستحب ہے۔ مسافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

نمازِ توبہ جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

نمازِ قتل جب کوئی مسلمان ۔ ۔ ۔ قتل کیا جانے والا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

نمازِ احرام جو شخص حج کرنا چاہے اس کو حج کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یاایہا الکفرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔

فائدہ (۱): صلوٰۃ الرغائب جو کہ رجب کے مہینے کی پہلی شبِ جمعہ کو لوگ جمع ہو کر جماعت سے ادا کرتے ہیں ناجائز و بدعت و مکروہ ہے اور جو حدیث اس بارے میں بیان کی جاتی ہے محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور جو لوگ حیلہ کے لئے اس کو اپنے اوپر نذر کر لیتے ہیں تاکہ نفل و کراہت سے نکل جائے پس یہ باطل ہے البتہ تنہا نوافل سوائے اوقات مکروہہ کے ہر وقت جائز ہیں چاہے جسقدر پڑھے۔

(۲) نماز کی دیگر اقسام مثلاً کسوف و خسوف و جمعہ و عیدین و استسقاء و تراویح وغیرہ کا بیان آگے کسی مقام پر الگ الگ عنوان سے درج ہے۔ بعض کتب میں صلوٰۃ الوالدین، دو رکعت۔ دو رکعت نفل بارش نازل ہونے کے وقت، دو رکعت نفل دفع نفاق کے لئے، دو رکعت گھر سے نکلتے وقت اور دو رکعت گھر میں داخل ہوتے وقت۔ گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کے فتنے سے بچنے کے لئے پڑھنا بھی مستحب لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ بعض نوافل نمازیں جو ہر مہینے سے تعلق رکھتی ہیں یا دیگر مواقع سے متعلق ہیں وہ صحیح روایتوں میں نہیں ملتیں اس لئے ہم نے درج نہیں کیں اور وہ صوفیائے کرام کی کتابوں میں فضائل اعمال کی وجہ سے درج ہیں اس لئے اگر کوئی ان کو فضائل اعمال

کی نیت سے پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے کیونکہ نوافل خواہ جس قدر چاہے اور جس وقت چاہے سوائے اوقاتِ مکروہہ کے جائز ہیں بشرطیکہ اُن کو اُن سنن کا درجہ نہ دے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ مؤلف)

سُنن ونوافل کے مخصوص مسائل

(۱) بلا تخصیص نفل نماز سوائے اوقاتِ مکروہہ کے ہر وقت پڑھنا مستحب ہے۔ دن کی نفلوں میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اور رات کی نفلوں میں آٹھ رکعتوں سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات چار چار رکعت پر سلام پھیرے اس لئے کہ اس میں تحریمہ دیر تک باقی رہتا ہے پس اس میں مشقت زیادہ ہوگی اسی لئے فضیلت بھی زیادہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا نہ ہوگی اور اگر کوئی دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن کے وقت چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور رات کے وقت ہر دوگانہ پر سلام پھیرا جائے۔ یعنی رات کے وقت دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے بعض کے نزدیک امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے یہی روایات کے زیادہ مطابق ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں۔

(۲) سنتیں خواہ فرضوں سے پہلے کی ہوں یا بعد کی اور نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے سوائے ان نو نمازوں کے (۱) نماز تراویح، کیونکہ یہ جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور جماعت کا محل مسجد ہے۔ (۲) تحیۃ المسجد۔ (۳) واپسی سفر کے دو نفل۔ (۴) احرام کی دو رکعتیں جبکہ میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو۔ (۵) طواف کی دو رکعتیں جو کہ مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھی جاتی ہیں۔ (یہ واجب لغیرہ ہیں یعنی در اصل نفل ہیں اور ان کا وجوب عارضی ہے)۔ (۶) اعتکاف کرنے والے کے نوافل۔ (۷) سورج گہن کی نماز کیونکہ یہ بھی جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور جماعت کا محل مسجد ہے۔ (۸) جس کو یہ خیال ہو کہ گھر میں جا کر کاموں میں مشغول ہو جانے کے سبب سنن و نوافل فوت ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو افضل یہ ہے کہ سب ہی سنن و نوافل مسجد میں پڑھے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں ریا نہ ہو اور خشوع خضوع و اخلاص زیادہ ہو وہاں افضل ہے۔ (۹) نماز جمعہ سے قبل کی سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ جمعہ کے وقت سے پہلے جلدی مسجد میں جانا افضل ہے پس اس کے لئے یہ سنتیں مسجد میں پڑھنا لازمی افضل ہو جائے گا۔

(۳) جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنّتِ فجر کے۔ پس اگر کوئی شخص

گھر سے فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں آیا اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی خواہ قعدہ ہی مل جائے تو سنتیں پڑھ لے مگر صف کے برابر کھڑا ہو کر نہ پڑھے اور ایسے شخص کو مسجد کے دروازے پر سنتیں پڑھنا افضل ہے اس کے بعد اگر امام اندر کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر امام باہر کے حصہ میں نماز پڑھتا ہو تو اندر سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون یا دیوار یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے جو کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صفوں کے پیچھے بغیر کسی حائل کے سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اور سب سے سخت مکروہ یہ ہے کہ جماعت کی صف میں ملکر سنتیں پڑھے ۔ یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جب امام جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔ امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے جہاں چاہے نماز پڑھے اور خواہ وہ کوئی سی سنتیں ہوں۔ لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہو سکے گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہوتی ہو۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا تو فجر کی سنتیں بھی ترک کر دے اور جماعت میں مل جائے۔ اور جو سنتیں فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں اُن کو مسجد میں اُسی جگہ پڑھنا جائز ہے جہاں فرض نماز پڑھی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ وہاں سے کچھ ہٹ جائے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہیے کیونکہ امام کو اسی جگہ پڑھنا مکروہ ہے

(۴) سنت خواہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ اور نوافل کی ہر رکعت میں منفرد اور امام کے لئے الحمد کے ساتھ سورہ ملانا واجب ہے اگر قصداً سورت نہ ملائے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر بھول گیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا اور اگر کسی دوگانہ کی ایک رکعت یا دو رکعتوں میں بھول کر قرأت چھوڑ دی اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو وہ دوگانہ باطل ہو گیا۔ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی طرح سنن و نوافل میں بھی سب رکعتوں میں خاموش رہے ۔ نماز وتر کی ہر رکعت میں بھی احتیاطاً قرأت یعنی سورت کا ملانا واجب ہے جیسا کہ وتر کے بیان میں مذکور ہوا۔

(۵) چار رکعتی سنت مؤکدہ یعنی ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتیں پڑھے تو ان کے پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرے اور ان مؤکدہ سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو سبحانک اللھم اور اعوذ نہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے کیونکہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئیں ۔ لیکن علامہ شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آنا مسلّم نہیں کیونکہ ان کا حکم اور مؤکدہ سنتوں کا سا نہیں ہے اور ان کو دو سلاموں سے پڑھنا درست و جائز ہے ۔ اُن کے علاوہ جب چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ یا نفل نماز پڑھے تو اختیار ہے خواہ پہلے قعدہ میں درود شریف و دعا بھی پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحانک اللھم اور اعوذ باللہ بھی پڑھے کیونکہ نوافل کا ہر دوگانہ جدا نماز ہے اور خواہ فرضوں کی طرح صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں ثنا اور اعوذ بھی نہ پڑھے اور صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر الحمد شریف شروع کر دے اور آخری قعدہ میں درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

صحیح تر قول میں یہی دوسری صورت افضل ہے۔ اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ چھ یا آٹھ رکعت نوافل ایک سلام کے ساتھ پڑھے کہ جب ہر دوگانہ پر قعدہ کرے تو اختیار ہے کہ درود و دعا پڑھے اور ہر دوگانہ شروع کرتے وقت ثنا و تعوذ پڑھے یا درود و دعا و ثنا و تعوذ نہ پڑھے اور یہی افضل ہے۔ نماز نذر کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ درحقیقت وہ نفل ہیں اور ان کا وجوب عارضی ہے

(۶) اگر فجر کی دو مؤکدہ سنتیں اور ظہر کی چار مؤکدہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے کی ہیں پڑھ کر خرید و فروخت یا کھانے پینے یا باتیں کرنے یا کسی اور ایسے کام میں جو نماز کے منافی ہو مشغول ہوا تو بعض کے نزدیک سنتوں کا اعادہ کرے لیکن ایک لقمہ کھانے یا ایک بار پینے سے سنت باطل نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک مطلقاً سنت باطل نہیں ہوتی البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے یہی اصح ہے۔ اگر فرض کے بعد کی سنتوں کے وقت کھانا لایا گیا اور بدمزہ ہو جانے کا اندیشہ ہے تو کھانا کھالے اور پھر سنتیں پڑھے لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو پہلے سنتیں پڑھے پھر کھانا کھائے اور بلا عذر فرض کے بعد کی سنتوں میں بھی تاخیر کرنا مکروہ ہے اگرچہ ادا ہو جائیں گی اور مسنون دعا یعنی دعائے اللھم انت السلام الخ سے زیادہ تاخیر کرنا اگرچہ اوراد و وظائف ہی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے یعنی وہ سنتیں اپنے مسنون مقام پر ادا نہ ہونگی اگرچہ سنتیں ادا ہو جائیں گی۔

(۷) نماز نوافل میں قیام کا طویل ہونا کثرتِ رکعات سے افضل ہے یعنی جبکہ کسی معین وقت تک نماز پڑھنا چاہے تو اس وقت میں قیام کو لمبا کر کے کم رکعتیں پڑھنا افضل ہے اس سے کہ قیام میں کمی کر کے تعداد رکعات بڑھائی جائے۔ مثلاً دو رکعت میں قیام کو طویل کر کے اتنا وقت صرف کر دینا اتنی دیر میں چار رکعت پڑھنے سے افضل ہے یہی معتمد مذہب ہے۔ اسی طرح دیر تک رکوع و سجود کرنے سے دیر تک قیام کرنا افضل ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں دیر تک قیام کرنے سے دیر تک رکوع و سجود کرنا افضل ہے۔ اور اسی طرح طویل قیام سے کثرتِ رکوع و سجود یعنی کثرتِ تعداد رکعات افضل ہے۔ دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن پہلی روایت یعنی طولِ قیام کا افضل ہونا اصح و معتمد ہے اور یہی مذہب امام ہے واللہ اعلم بالصواب۔

رہا یہ سوال کہ گونگے آدمی کے حق میں طولِ قیام افضل ہے یا کثرت رکوع و سجود بظاہر اس کے حق میں رکوع و سجود کی کثرت طولِ قیام سے افضل ہے کیونکہ طولِ قیام قرارت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس کے لئے قرارت نہیں ہے لیکن بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے حق میں بھی طولِ قیام افضل ہے اس لئے کہ گونگا آدمی حکماً قاری ہے اور اس کے لئے قاری کا ثواب ہے۔

نفل نماز توڑ دینے کے مسائل

جاننا چاہئے کہ بندہ پر جو چیز اس کے لازم پکڑنے سے واجب ہو جاتی ہے وہ دو قسم ہے ایک وہ جو قول کے ساتھ واجب ہوتی ہے وہ نذر ہے اس کے احکام و مسائل آگے بیان ہوں گے اور ایک وہ جو اس کے فعل سے واجب ہوتی ہے اور وہ نفلوں کا شروع کرنا ہے اور وہ سات نفل ہیں۔ (۱) نفل نماز (۲) نفل روزہ۔ (۳) نفل طواف (۴) نفل حج (۵) نفل اعتکاف کرنا (۶) نفل عمرہ کرنا (۷) احرام نفل۔ طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہوں گے۔ اعتکاف کی صورت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کم از کم میعاد ایک دن ہو یا عشرۂ رمضان کا اعتکاف مراد ہوگا کہ وہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ احرام کی صورت یہ ہے کہ حج یا عمرہ کا تعین کئے بغیر

احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائے گا پھر اس کو اختیار ہے خواہ حج کے لئے کر لے یا عمرہ کے لئے۔ مزید تفصیل اپنے اپنے مقام پر ہے اب اس بیان میں نفل نماز کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

(۱) نفل نماز قصداً شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے پس اگر توڑ دے گا تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ اور اگر بغیر کسی عذر کے توڑ دیگا تو توڑ دینے کا گناہ بھی ہوگا۔ اور اپنے ارادہ کے بغیر نماز نفل فاسد ہو گئی تب بھی اس کی قضا واجب ہے مثلاً کوئی شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں پانی پر قادر ہوا، یا عورت نفل نماز پڑھ رہی تھی کہ اس کو اس دوران میں حیض آگیا تو ان کو اس نفل نماز کی قضا واجب ہوگی اور وہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد اس نفل نماز کی قضا پڑھے (اسی طرح اگر نفل روزہ کی حالت میں عورت کو حیض آجائے تو اس کو بھی طہارت کے بعد قضا کرنا واجب ہے) ـــــ اگر نفل نماز اپنے قصد سے شروع نہیں کی تھی مثلاً یہ گمان تھا کہ اس کے ذمہ فرض نماز پڑھنا باقی ہے اور فرض کی نیت سے اس کو شروع کیا پھر اس کو یاد آیا کہ وہ فرض اس کے ذمہ نہیں ہے تو اب یہ نفل ہے جو اس کے نفل کے ارادہ کے بغیر شروع ہو گئے پس اس کے توڑ دینے سے اس پر اس کی قضا واجب نہیں بشرطیکہ یاد آتے ہی توڑ دے اور اگر یاد آنے پر اس نماز کو پڑھنا اختیار کیا یعنی آگے پڑھتا رہا) تو اب توڑ دینے سے اس کی قضا واجب ہوگی کیونکہ اب وہ اپنے ارادے سے نفل شروع کرنے والا ہو جائے گا۔ شروع کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تحریمہ باندھے یعنی تکبیر تحریمہ سے نفل نماز شروع کرے، دوسری یہ کہ ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو لیکن ان دونوں صورتوں میں شرط یہ ہے کہ نماز کا شروع ہونا صحیح ہو پس اگر شروع صحیح نہ ہو یعنی نماز فاسد ہو جیسے کسی امی یا عورت کے پیچھے اقتدا کی یا بے وضو یا ناپاک کپڑوں میں نماز شروع کر دی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ وہ نفل نماز شروع ہی نہیں ہوئی پس حاصل یہ ہے کہ جب اپنے ارادہ سے صحیح طور پر نفل نماز شروع کر دی پھر اگر وہ نماز فاسد ہو جائے گی تو قضا لازم ہوگی (لیکن امی کے پیچھے نفل نماز کی اقتدا کرنے والے پر قضا لازم ہونی چاہئے کیونکہ اُمّی کے ساتھ اس کی نماز شروع ہو جائے گی اور جب وہ قرات کے مقام پر پہنچے گا تو اس وقت اس کی نماز فاسد ہوگی)۔ لیکن ان تین صورتوں میں نماز صحیح شروع ہو جانے کے باوجود قضا لازم نہیں ہوگی۔ اول کسی شخص نے کوئی فرض نماز مثلاً ظہر کی فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفلوں کی نیت سے اقتدا کی پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے ظہر کے فرض نہیں پڑھے پس اس نے اس نماز کو توڑ کر نئے سرے سے ظہر کی نماز کی تکبیر کہی تو اس پر ان نفلوں کی قضا نہیں ہے جن کی نیت سے اقتدا شروع کی تھی اور پھر توڑ کر ظہر کی نماز کی تکبیر کہی کیونکہ اس نے اپنے ذمہ اس نماز کو امام کے ساتھ ادا کرنے کو لازم کیا تھا سو اس کو ادا کر لیا ہے۔ اسی طرح اگر امام کو یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز نہیں ہے تو اس کی وہ نماز نفل ہو جائے گی اور اس امام کے اس کے پیچھے نفل کی نیت سے شامل ہونے والے مقتدی پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے ظہر کی نماز شروع کی اور اس کو یہ گمان ہے کہ اس نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور ایک شخص نے اس کے پیچھے نفل نماز کی نیت سے اقتدا کی پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز نہیں ہے

پس اس کی یہ نماز نفل ہو جائے گی اور اس امام پر اور اس مقتدی متنفل پر کوئی قضا لازم نہیں ہے۔ دوم کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ اس کے پیچھے یہی نفل پڑھوں پھر اس کو یاد آیا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور وہ اس کے ساتھ ظہر کی نیت کرکے داخل ہو گیا تو وہ اس کی ظہر کی نماز ہو جائے گی اور کوئی قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس میں بھی اس کی نیت امام کی نماز کے ساتھ ادا کرنے کی ہے جو اس کو حاصل ہے ــــ سوم اگر کسی شخص نے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے کی نیت سے اقتدا کی پھران نفلوں کو توڑ کر دوسری نفل نماز کی نیت سے اقتدا کی یا مطلق نفل کی نیت کی یعنی ان نفلوں کی قضا کی نیت بھی نہیں کی جن کو توڑا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے نفلوں کی نیت بھی نہیں کی بلکہ مطلق نفل نماز کی نیت کرکے پھر اس امام کی اقتدا کی تو ان سب صورتوں میں بھی کوئی قضا لازم نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کی نیت امام کے ساتھ اس نماز کو ادا کرنے کی ہے جو اس کو حاصل ہے۔

(۲) اوقاتِ مکروہہ میں شروع کرنے سے بھی نمازِ نفل شروع ہو جاتی ہے اور ان کا قطع کرنا اور غیر مکروہ وقت میں قضا کرنا افضل ہے بلکہ واجب ہے۔ اور اگر ان کو پورا کرلیا تو برا کیا اور ان کی قضا اس پر نہیں ہے یعنی منعقد ہو جانے کی وجہ سے جو وجوب لازم ہوا تھا وہ ادا ہو گیا۔ اسی طرح اگر ان کو کسی دوسرے مکروہ وقت میں قضا کرے گا تب بھی ادائے وجوب کے لئے کافی ہوگا جیسا کہ اسی مکروہ وقت میں پورا کرنے کی صورت میں کافی ہوتا ہے اس لئے کہ جیسے ناقص وقت میں وہ نفل واجب ہوئے ویسے ہی ناقص وقت میں ادا ہو گئے لیکن اگر ان کو قطع کر دیا تو ان کی قضا واجب ہے اور چونکہ اوقاتِ مکروہہ میں نفل نماز پورا کرنے سے کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں اس لئے کراہتِ تحریمہ سے نکلنے کے لئے اوقاتِ مکروہہ یعنی طلوع و غروبِ آفتاب اور ٹھیک دوپہر کے وقت اور دیگر اوقاتِ مکروہہ یعنی عصر کی فرض کے بعد سورج کے تغیر سے قبل اور صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے قبل سوائے سنتِ فجر کے شروع کئے ہوئے نوافل کا قطع کرنا اور ان کا کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہے اور اگر ان اوقاتِ مکروہہ میں نفل نماز شروع کرکے پوری کرلی تب بھی کراہتِ تحریمہ سے نکلنے کے لئے اس کا اعادہ واجب ہے (اس کی مزید وضاحت اوقاتِ نماز میں ہے)۔

(۳) اگر کسی نے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ یا نوافل کی نیت کی اور اس نے اول دوگانہ کے درمیان میں یعنی قعدۂ اولیٰ سے پہلے توڑ دیا یا اول دوگانہ میں بقدر تشہد بیٹھ کر دوسرے دوگانہ میں کھڑا ہوا اور دوسرے دوگانہ کے درمیان میں یعنی قعدہ پورا کرنے سے قبل توڑ دیا تو صرف دو رکعت کی قضا کرے پس اگر پہلا قعدہ کرلینے اور دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے کے بعد فاسد کیا تو صرف دوسرے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر پہلا قعدہ پورا کرنے سے پہلے فاسد کر دیا تو صرف پہلے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر پہلے قعدہ کے پورا ہونے کے بعد تیسری رکعت میں کھڑا ہونے سے پہلے توڑ دیا تو اب اس پر کسی دوگانہ کی قضا واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ پہلا دوگانہ پورا ہو گیا اور دوسرا ابھی تک شروع نہیں ہوا پس اگر چار رکعت نفل کی نیت سے نماز شروع کی اور پہلے دوگانہ میں قعدہ کیا اور تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا تو اب اس پر کسی دوگانہ

کی قضا لازم نہیں اسی طرح اگر سلام کی بجائے کلام کر دیا یا کوئی اور منافی نماز عمل کر دیا یا اس قعدہ میں تشہد نہیں پڑھا تو ان صورتوں میں بھی اس پر کسی دوگانہ کی قضا لازم نہیں ہے لیکن کلام وغیرہ منافی نماز عمل کی وجہ سے سلام جو واجب تھا اس کے ترک ہونے سے یا تشہد پڑھنا واجب تھا اس کے ترک ہونے کی وجہ سے اس دوگانہ کا اعادہ واجب ہوگا تاکہ وہ دوگانہ جو ترکِ واجب کی وجہ سے کراہت تحریمہ سے ادا ہوا ہے بلا کراہت ادا ہو جائے اسی طرح قعدۂ اولی میں بیٹھ کر دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے کے بعد توڑ دینے سے صرف دوسرے دوگانہ کی قضا بوجہ اس کے فاسد ہونے کے لازم ہوگی۔ اور پہلے دوگانہ کی قضا اس کے پورا ہو جانے کی وجہ سے لازم نہیں ہوگی لیکن چونکہ اس میں بھی سلام جو واجب تھا ترک ہو گیا ہے اور اب اس کی اصلاح سجدۂ سہو سے بوجہ فساد دوگانۂ ثانی ناممکن ہو گئی ہے پس یہ پہلا دوگانہ بھی کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ہوا ہے اس لئے اس کو بلا کراہت ادا کرنے کے لئے اعادہ واجب ہوگا اس فرق کو خوب سمجھ لیجئے۔ چار رکعت نوافل نماز کے پہلے یا دوسرے دوگانہ میں توڑ دینے کی صورت میں ایک ہی دوگانہ لازم ہونے کے مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک چار رکعت یا زیادہ نفل نماز کی نیت کرنے سے بھی دو رکعت ہی لازم آتی ہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نمازِ نفل چار رکعت کی نیت سے شروع کرنے سے فرضوں کی طرح چار رکعت لازم ہو جاتی ہیں اور چار سے زیادہ کی نیت کرنے کی صورت میں بھی چار ہی لازم آتی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے بھی طرفین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اس لئے اب یہ صورت متفقہ ہو گئی ہے کہ چار رکعت یا زیادہ نفل نماز کی نیت کرنے سے دو رکعت ہی لازم آتی ہیں اور توڑ دینے کی صورت میں دو رکعت کی ہی قضا لازم ہوگی لیکن چار صورتیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ اول جبکہ پہلا قعدہ ترک کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور دوسرے دوگانہ میں نماز کو فاسد کر دیا تو اب اس کو چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی کیونکہ اب یہ سب نمازِ واحد بمنزلۂ فرض ہو گئی ہیں جب اس کو فاسد کر دیا تو کل رکعتوں کی قضا لازم ہوگی یہی صحیح ہے اس کی تفصیل ۵ میں درج ہے۔ دوم جبکہ نفل پڑھنے والا شخص ایسے شخص کا مقتدی ہوا جس کو چار رکعتیں پڑھنا لازم ہوئی ہوں مثلاً کوئی شخص ظہر کی فرض نماز پڑھنے والے امام کا مقتدی ہوا پھر اس نماز کو توڑ دیا تو وہ چار رکعت قضا کرے خواہ اس کے شروع میں اقتدا کی ہو یا قعدۂ اخیرہ میں کیونکہ اب اس پر امام کی متابعت کی وجہ سے چار رکعت لازم ہو گئیں اس کی تفصیل ۶ میں درج ہے ــــ سوم جس شخص نے چار رکعت نماز نذر کی نیت کی ہو تو ان کو توڑ دینے سے اس پر بلا خلاف چار رکعت کی قضا لازم ہوگی کیونکہ اس میں وجوب کا سبب نذر ہے ــــ چہارم چار رکعتی سنتِ مؤکدہ یعنی ظہر یا جمعہ سے قبل کی چار رکعت مؤکدہ سنتیں ان کو شروع کرنے اور قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنے کے بعد اگر دوسرے دوگانہ میں توڑ دیا یا سلام پھیر دیا تب بھی چار رکعتیں قضا کرے یہی صحیح ہے جیسا کہ پہلے ان سنتوں کے بیان میں مذکور ہوا۔

(۴) اگر بلا قیدِ تعداد نفل نماز کی نیت کی یعنی دو یا چار رکعتوں کی تخصیص نہیں کی تو بالاتفاق دو رکعتوں سے زیادہ لازم نہیں ہوتیں۔

(۵) اگر کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ کے قعدہ میں نہیں بیٹھا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ نفل نماز کا ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے پس اس کا ہر قعدہ فرض ہے جب فرض ترک ہو گیا تو وہ دوگانہ فاسد ہو گیا اور دوسرے دوگانہ میں شروع ہونا بھی درست نہ ہوا اس لئے تمام نماز فاسد ہو گئی یہی قول امام محمدؒ کا ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی کیونکہ جب قعدہ ترک کر کے وہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اُس نے اِس کل نماز کو نماز واحد بنا لیا پس اب یہ نماز مشابہ بالفرض ہو گئی اور اس کا بیچ کا قعدہ واجب ہو گیا اور دوسرے دوگانہ کا قعدہ اخیرہ ہو کر فرض ہو گیا پس اب سجدۂ سہو کر لینے سے وہ نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی اور اگر سجدۂ سہو نہیں کرے گا تو کراہتِ تحریمہ کے ساتھ درست ہو گی اور اس کا لوٹانا واجب ہو گا تاکہ بلا کراہت تحریمہ ادا ہو جائے اور یہ استحسان ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ وہ دو رکعتیں شمار ہوں گی یا چار، صحیح یہ ہے کہ یہ چار رکعتیں شمار ہو جائیں گی ــــ اگر نفل نماز تین رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھیں یعنی دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا تو اصح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کو مغرب کی نماز تین فرض کے مشابہ کر کے اس میں استحسان کا حکم جاری نہیں ہو گا کیونکہ نفل نماز ایک رکعت کے ساتھ غیر مشروع ہے اس لئے فاسد ہے اور اس کی وجہ سے اس رکعت سے ماقبل کا دوگانہ بھی فاسد ہو جائے گا لیکن اگر بیچ کے دوگانہ میں بیٹھا ہو گا تو وہ دوگانہ درست ہو جائے گا البتہ سلام میں تاخیر ہونے کی وجہ سے کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا ہو گا اس لئے اس کا لوٹانا بھی واجب ہو گا اور اس کو چاہئے کہ خواہ پہلے قعدہ میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پوری کر لے اور قعدۂ اولیٰ میں نہ بیٹھنے کی صورت میں سجدۂ سہو بھی کر لے تاکہ چاروں رکعتیں درست ہو جائیں ــــ اور اگر چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعتیں نوافل ایک ہی قعدہ سے پڑھیں تو بعض نے کہا کہ جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ استحسان کی رُو سے چار رکعت کا ایک قعدہ سے جائز ہونا مشابہ بالفرض ہونے کے اعتبار سے ہے اور فرض نماز چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعت کی نہیں ہوتی جو اس پر قیاس کر کے استحسان کو اختیار کیا جاتا اور ایک قعدہ سے چھ یا زیادہ رکعت نفل نماز جائز ہو جاتی، پس اُن کا حکم اصل قیاس کی طرف لوٹ جائے گا اور قیاس کا حکم یہ ہے کہ وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس چھ یا زیادہ رکعتیں ایک ہی قعدہ سے پڑھنے کی صورت میں اصح یہ ہے کہ استحساناً و قیاساً وہ تمام نماز فاسد ہو جائے گی کوئی دوگانہ بھی درست نہیں ہو گا اور صرف ایک دوگانہ کی قضا واجب ہو گی اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ حکم مطلق نفل نماز کے متعلق بیان ہوا لیکن تراویح کا حکم دو باتوں میں عام نوافل کے حکم سے مختلف ہے ــــ اول یہ کہ چار رکعت ایک قعدہ سے ادا کرنے کی صورت میں عام نوافل میں چار رکعتیں شمار ہوتی ہیں لیکن تراویح میں وہ بمنزلہ ایک دوگانہ کے ہوں گی یعنی ایک دوگانہ شمار ہو گا ــــ دوم یہ کہ عام نوافل میں چھ یا زیادہ رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھنے کی صورت میں تمام نماز فاسد ہو جائے گی کوئی دوگانہ بھی شمار میں نہیں آئے گا اور صرف ایک ہی دوگانہ کی قضا واجب ہو گی لیکن تراویح میں اگر چھ یا زیادہ رکعتیں حتیٰ کہ کل یعنی بیس رکعتیں بھی ایک قعدہ اور ایک تسلیمہ سے پڑھیں تو صحیح یہ ہے کہ وہ ایک دوگانہ یعنی دو رکعتوں سے کفایت کریں گی پس

صرف دو رکعتیں شمار ہو جائیں گی (چونکہ چھ یا زیادہ رکعتوں کے ایک قعدہ سے ادا ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور دونوں طرف تصحیح ہے پس عام نوافل میں فساد کے حکم کی صحت کو ترجیح دی گئی ہے اور تراویح میں سنت موکدہ ہونے کی وجہ سے ایک دوگانہ کی صحت کے حکم کو ترجیح دی گئی ہے) رہی یہ بات کہ قعدۂ اولیٰ کا ترک عمداً ہو یا سہواً کیا دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بعض کے نزدیک دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرے تاکہ نماز بکراہتِ تحریمیہ نہ رہے اور عمداً کی صورت میں اس کا نام سجودِ عذر ہوگا لیکن معتمد یہ ہے کہ عمداً کی صورت میں سجودِ سہو نہیں ہے بلکہ اس نماز کا اعادہ واجب ہے تاکہ نماز بلا کراہت ادا ہو جائے ـــــ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل نماز کے پہلے قعدہ میں نہ بیٹھا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو امام محمدؒ کے قول کے بموجب پھر قعدہ کی طرف لوٹے اور قعدہ کرے۔ ظہر کی چار مؤکدہ سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور شیخین کے قول کے بموجب نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے اور اگر چار رکعتوں کی نیت نہ کی تھی یعنی صرف دو رکعت کی یا مطلق نفل نماز کی نیت کی تھی اور عدد رکعات کی قید نہیں لگائی تھی اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا پھر یاد آیا کہ قعدہ نہیں کیا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ لوٹے اور اگر نہیں لوٹے گا تو نماز نفل فاسد ہو جائے گی۔

ظہر و جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور چار رکعتی نذر کی نماز میں امام محمدؒ کے نزدیک نفلوں کا حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں نفلوں کا حکم ہے اور ایک روایت میں بطور استحسان ترکِ قعدۂ اولیٰ سے وہ نماز فاسد نہیں ہوتی آخر میں سجدۂ سہو کرلینا چاہئے یہی مختار ہے اور توڑ دینے کی صورت میں چار رکعت کی قضا کرنی ہوگی خواہ پہلے دوگانہ میں توڑ دے اور خواہ پہلا دوگانہ پورا کرکے دوسرے دوگانہ میں شروع کرنے سے پہلے توڑ دے یا سلام پھیر دے اور خواہ دوسرے دوگانہ میں توڑے اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ چاروں رکعتیں ایک ہی تسلیمہ کے ساتھ مشروع و مؤکدہ ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہیں پس یہ بمنزلہ نمازِ واحد کے ہیں اسی لئے ان کے پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے اگر بھولے سے پڑھ لیا تو اصح یہ ہے کہ اللھم صل علیٰ محمدؐ کی مقدار پڑھنے پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اس کی تیسری رکعت کے شروع میں ثنا و تعوذ نہ پڑھے۔ بعض کے نزدیک جمعہ کے بعد کی چار سنتوں کا بھی یہی حکم ہے یعنی ظہر و جمعہ سے قبل کی سنتوں کی طرح موکدہ ہیں اور بعض کے نزدیک ان کا حکم نوافل کی طرح ہے کہ ان کو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہے اور درود شریف تشہدِ اول پر زیادہ کرنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا وغیرہ پس عذر کی حالت میں اس قول پر عمل کرلینا درست ہے واللہ اعلم۔

وتر کی نماز میں امام محمدؒ کے نزدیک نفلوں کا حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں استحسان یہ ہے کہ پہلا دوگانہ ترک کر دینے سے نماز وتر فاسد نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو جاتی ہے اور یہی اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تین رکعت نماز نفل کا حکم بیان ہوا۔

(۶) اگر کسی نفل نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے امام کی اقتدا کی جس کو چار رکعتیں پڑھنا لازم ہوئی ہوں تو اقتدا کی وجہ سے اس مقتدی پر امام کی نماز لازم ہوجائے گی خواہ شروع نماز میں اس کا شریک ہو یا قعدۂ اخیرہ تک کسی بھی وقت شامل ہوجائے مثلاً اگر امام نے ظہر کی نماز شروع کی اور کوئی شخص نفل نماز کی نیت سے اس کے پیچھے شامل ہوا تو خواہ وہ قعدۂ اخیرہ میں ہی شامل ہوا ہو اس کو امام کی متابعت کی وجہ سے چار رکعت پڑھنا لازم ہوجائے گا پس وہ بقیہ نماز کو امام کے سلام کے بعد مسبوقانہ ادا کرے گا اور اگر شروع کرنے کے بعد اس کو توڑ دے گا تو چار رکعت کی قضا کریگا کیونکہ امام کی نماز چار رکعت ہے لیکن نوافل میں خواہ امام چار رکعت ایک سلام سے پڑھے یا زیادہ مقتدی پر اسی نماز کی قضا واجب ہوگی جس میں وہ توڑنے سے پہلے تک امام کے ساتھ شامل رہا۔ پس جس دوگانہ میں وہ نماز کو توڑ دے گا اس دوگانہ سمیت اس سے پہلے کی پڑھی ہوئی نماز کی قضا کرے گا خواہ امام اس کے بعد بھی کوئی اور دوگانہ اسی تحریمہ سے پڑھے پس اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نفل کی پہلی دو رکعتوں میں داخل ہوا اور اس نے امام کے دوسرے دوگانہ میں داخل ہونے سے پہلے کلام کردیا تو اس پر صاحبین کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور اگر امام کے دوسرا دوگانہ شروع کرنے کے بعد کلام کیا اور امام نے چاروں رکعتوں میں قرأت کرلی تھی تو چار رکعت کی قضا کرے گا اور اگر دوسرے دوگانہ میں اقتدا کیا تھا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم آئے گی۔ (کیونکہ امام کی متابعت سے اس پر چار لازم ہوگئیں تھیں جن میں سے دو رکعت اس نے امام کے ساتھ پڑھ لیں اور دو رکعت جو اس کو مسبوقانہ ادا کرنی تھیں امام کے ساتھ سلام پھیر دینے کی وجہ سے اس کے ذمہ رہ گئیں جن کی قضا لازم ہے۔ مؤلف)

کسی شخص نے چار رکعت نفل پڑھ کر پانچویں رکعت شروع کی اور ایک شخص نے پانچویں رکعت میں اس کا اقتدا کیا پھر امام نے اپنی نماز کو فاسد کردیا تو مقتدی چھ رکعتوں کی قضا کرے ـــــ اگر کسی نے دو رکعتیں پڑھی تھیں اور اس وقت کسی نے اس کے پیچھے اقتدا کیا پھر اس مقتدی کی نکسیر پھوٹی اور وہ وضو کرنے کو گیا اس کے بعد امام نے ایک اور رکعت یعنی کل تین رکعتیں پڑھ لیں پھر مقتدی نے کلام کرلیا اس کے بعد امام نے چھ رکعتوں پر نماز پوری کرلی تو مقتدی چار رکعتوں کی قضا کرے گا (کیونکہ مقتدی نے دوسرے دوگانہ میں نماز کو فاسد کردیا اس لئے وہ دو دوگانوں میں امام کا مقتدی رہا پس انہی پہلے دو دوگانوں یعنی چار رکعتوں کی قضا اس پر لازم ہوگی۔ مؤلف)

مسائلِ ثمانیہ یا ستّہ عشریہ

اگر چار رکعت نفل نماز کی نیت کی اور سب میں یا بعض رکعتوں میں قرأت ترک کی تو پندرہ صورتیں ہوجاتی ہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ہر رکعت میں قرأت کی تو اس طرح سولہ صورتیں ہوجاتی ہیں لیکن اس سولھویں صورت میں قضا لازم نہیں آتی۔ باقی صورتوں میں قضا لازم آتی ہے جس میں ائمہ کا اختلاف ہے اور چونکہ بعض صورتیں بعض صورتوں میں عقلاً داخل ہیں تو اس طرح یہ صورتیں کم ہوکر آٹھ ہوجاتی ہیں اس لئے ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ یا مسائل ستّہ عشریہ ہے۔ ان مسائل میں ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہؒ و

امام ابویوسفؒ وامام محمدؒ کا اختلاف ہے اوران مسائل میں ان اماموں کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پہلا دوگانہ تحریمہ کےساتھ صحیح شروع ہوتا ہے اور دوسرے دوگانہ کا تیسری رکعت کے قیام کے ساتھ شروع ہونا صحیح ہے جبکہ تحریمہ باقی ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں قرارت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہوجاتا ہے اس لئے کہ قرارت کے واجب ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے پس اس کا دوسرے دوگانہ میں شروع ہونا صحیح نہیں ہوا اس لئے دوسرے دوگانہ کے فاسد ہونے پر اس کی قضا لازم نہیں ہوئی بلکہ صرف پہلے دوگانہ کی قضا کرے کیونکہ ترک قرارت کی وجہ سے وہ فاسد ہوگیا ہے اور اگر پہلے دوگانہ کی کسی ایک رکعت میں قرارت ترک ہوئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ادا فاسد ہوتی ہے تحریمہ فاسد نہیں ہوتا اس لئے پہلے دوگانہ کی قضا واجب ہوگی بوجہ ترک قرارت کے جیسا کہ دو رکعتوں کے ترک قرارت سے واجب ہوتا ہے اور دوسرے دوگانہ میں شروع صحیح ہوجائیگا اور امام محمدؒ وامام زفرؒ کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں یا پہلی دونوں رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں قرارت چھوڑنے سے تحریمہ اور نماز کا ادا ہونا دونوں باطل ہوجاتے ہیں اور جب بلا قرارت رکعت کا سجدہ کرلیا تو اس دوگانہ پر دوسرے دوگانہ کی بنا صحیح نہیں اس لئے اس دوسرے دوگانہ کے فاسد ہونے پر اس کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی بلکہ صرف پہلے دوگانہ کی قضا لازم ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک پہلے دوگانہ کی دونوں رکعتوں یا کسی ایک رکعت میں قرارت چھوڑنے سے صرف ادا فاسد ہوجاتی ہے لیکن تحریمہ باطل نہیں ہوتا پس دوسرے دوگانہ میں شروع کرنا مطلقاً صحیح ہے ـــ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک مطلق ترکِ قرارت سے تحریمہ فاسد نہیں ہوتا خواہ ایک رکعت میں ہو یا دونوں میں اور امام محمدؒ وزفرؒ کے نزدیک مطلق ترک قرارت سے تحریمہ فاسد ہوجاتا ہے خواہ ایک رکعت میں ہو یا دونوں میں پس ان کے نزدیک ہر حال میں ایک ہی دوگانہ لازم آتا ہے تین صورتوں میں پچھلا دوگانہ باقی سب میں پہلا دوگانہ۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں ترک قرارت سے تحریمہ فاسد ہوتا ہے صرف ایک رکعت میں ترک ہونے سے فاسد نہیں ہوتا۔ اب یہ سولہ صورتیں بمعہ حکم ذیل کے نقشہ میں درج ہیں۔ چار رکعتوں کے لئے چار خانے مقرر کرکے قرارت کی جگہ ق اور ترکِ قرارت کی جگہ صفر (۰) درج ہے اور اس کے آگے تین خانوں میں تینوں اماموں کے نزدیک حکم درج ہے کہ دو کی قضا کرے یا چار کی۔ فتویٰ کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی روایت مختار ہے۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
رکعت اول	ق	۰	ق	۰	۰	۰	ق	ق	۰	ق	۰	۰	ق	ق	ق	۰
″ دوم	ق	۰	۰	ق	۰	۰	ق	۰	ق	۰	ق	۰	ق	ق	۰	ق
″ سوم	ق	۰	۰	۰	ق	۰	۰	ق	ق	۰	۰	ق	ق	۰	ق	ق
″ چہارم	ق	۰	۰	۰	۰	ق	۰	۰	۰	ق	ق	ق	۰	ق	ق	ق
حکم بنزد امام ابوحنیفہؒ	۰	۲	۴	۴	۲	۴	پچھلی ۲	۴	۴	۴	۴	پہلی ۲	پچھلی ۲	پچھلی ۲	پہلی ۲	پہلی ۲
″ امام ابویوسفؒ	۰	۴	۴	۴	۴	۴	۲و	۴	۴	۴	۴	۲و	۲و	۲و	۲و	۲و
″ امام محمدؒ وزفرؒ	۰	۲	۲	۲	۲	۲	۲و	۲	۲	۲	۲	۲و	۲و	۲و	۲و	۲و

(۱) اگر کسی رکعت میں قرارت نہ کی یا دوسرے دوگانہ میں سے صرف کسی ایک رکعت میں قرارت کی جیسا کہ نقشۂ مذکور میں ۲، ۵، ۶ سے ظاہر ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک چار رکعت کی قضا لازم ہوگی ——— (۲) اگر پہلی دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں قرارت کی اور باقی تین رکعتوں میں قرارت نہ کی جیسا کہ ۳، ۴ سے ظاہر ہے یا پہلے دوگانہ کی کسی ایک رکعت میں اور دوسرے دوگانہ کی کسی ایک رکعت میں قرارت کی اور دونوں کی ایک ایک رکعت میں قرارت ترک کی جیسا کہ ۸ تا ۱۱ سے ظاہر ہے تو ان چھ صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک چار چار رکعت کی قضا لازم ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضا لازم ہوگی ——— (۳) اگر پہلی دو رکعت میں قرارت کی اور پچھلی دو میں ترک کی جیسا کہ ۷ میں ہے یا پہلی دو رکعت میں اور پچھلی کسی ایک رکعت میں قرارت کی اور پچھلی کسی ایک رکعت میں ترک کی جیسا کہ ۱۳، ۱۴ میں ہے تو بالاجماع اس پر پچھلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی ——— (۴) اگر پہلی دو رکعتوں میں قرارت نہ کی اور پچھلی دونوں رکعتوں میں قرارت کی جیسا کہ ۱۲ میں ہے یا پہلی دو میں سے کسی ایک رکعت میں قرارت کی اور پچھلی دونوں رکعتوں میں قرارت کی جیسا کہ ۱۵، ۱۶ سے ظاہر ہے تو بالاجماع پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی ——— (۵) اگر کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت سے اقتدا کیا تو جو حال امام کا ہے وہی مقتدی کا ہے یعنی جن صورتوں میں ترکِ قرارت کی حالت میں امام کو چار رکعت کی قضا لازم آئے گی اس مقتدی پر بھی چار کی قضا لازم ہوگی اور جن صورتوں میں امام کو دو قضا لازم ہوگی اس مقتدی کو بھی دو رکعت کی قضا لازم ہوگی خواہ وہ مقتدی اس امام کے ساتھ تشہد میں شامل ہوا ہو۔

بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کے مسائل

جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہے اس کو اصح قول کے بموجب بیٹھ کر نفل پڑھنا بلا کراہت جائز ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوتا ہے (لیکن آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی کھڑے ہو کر پڑھنے کی طرح پورا ثواب ہے اور یہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے (کذا فی صحیح مسلم عن عبداللہ بن عمرو قلت حدثت یارسول اللہ انک قلت صلوٰۃ الرجل قاعداً علیٰ نصف الصلوٰۃ وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحد منکم)۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل وغیرہ تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور کھڑے ہونے کے مطابق ثواب ملے گا۔ صحیح یہ ہے کہ وتر کے بعد کی نفلوں کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو بیٹھ کر پڑھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ فرض و واجب بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں سنتِ فجر کا بھی یہی حکم ہے۔ سنتِ فجر کے علاوہ اور سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نماز تراویح ہو لیکن یہ عملِ سلف و توارث کے خلاف ہے اور نذر کی نماز جس کو کھڑے ہونے کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے یہی صحیح ہے۔ بعض کے نزدیک اس نذر کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا

لازمی ہے ـــــ جب نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کر دی پھر پہلی یا دوسری رکعت میں بلاعذر بیٹھ گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بطور استحسان بلا کراہت جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور پہلا دوگانہ کھڑے ہو کر پڑھا اور دوسرے دوگانہ میں بیٹھ گیا تو بالاتفاق جائز ہے ـــــ اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر تھک گیا تو اگر عصا (لاٹھی) یا دیوار پر سہارا لگالے تو مضائقہ نہیں اور مکروہ بھی نہیں ہے اور بغیر تھکے ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ ادب کے خلاف ہے لیکن نماز ہو جائیگی ـــــ اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی پھر کچھ بیٹھے بیٹھے پڑھ کر کھڑا ہو گیا خواہ ایک رکعت بیٹھ کر پڑھی اور ایک رکعت کھڑے ہو کر یا ایک ہی رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر پڑھا اور کچھ حصہ کھڑے ہو کر تو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے ـــــ اگر کوئی شخص نفل نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع کے وقت کھڑے ہو کر رکوع کرے تو اس کے واسطے افضل یہ ہے کہ کھڑا ہو کر کچھ قرات بھی کرلے پھر رکوع کرے تاکہ سنت کے موافق ہو جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر بغیر کچھ قرات کئے رکوع کر دیا تو جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور رکوع کر دیا تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا رکوع نہ کھڑے ہونے کی حالت میں واقع ہوا نہ بیٹھنے کی حالت میں۔ اگر فرض نماز عذر کے ساتھ اور نفل نماز عذر سے یا بلاعذر بیٹھ کر پڑھے تو حالتِ قرات (یعنی وہ حالت جو قیام کے قائم مقام ہے) میں اس کو اختیار ہے یعنی جائز ہے کہ چاہے اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں کے گرد حلقہ کرلے (یعنی گوٹ مار کر بیٹھے) اور چاہے چار زانو بیٹھے اور مختار و افضل یہ ہے کہ اس طرح بیٹھے کہ جیسے تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں اور ہاتھ قیام کی طرح سے ناف کے نیچے باندھے اور تشہد کے وقت بالاتفاق فرضوں کے تشہد کی طرح بیٹھے۔ نفل نماز بھی فرض نماز کی طرح بلاعذر لیٹ کر اشارہ سے جائز نہیں ہے اور عذر کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر رکوع کے قریب جھکا ہوا ہونے کی حالت میں نماز نفل شروع کی تو صحیح نہیں ہے۔

نماز نذر کا بیان

نماز نذر اُن نوافل میں سے ہے جو بندہ کے لئے اپنے قول سے اس پر واجب ہو جاتی ہے اس لئے یہ واجب لغیرہ ہے اور اس کا وجوب عارضی ہونے کی وجہ سے بعض احکام میں فرضوں کے مشابہ ہے اور بعض احکام میں نفلوں کے حکم میں ہے ـــــ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے نذر کی کہ ایک دن نماز پڑھوں تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اور اگر کسی نے مہینہ بھر کی نمازوں کی نذر کی تو مہینے بھر کے جتنے فرض اور وتر ہیں اتنی نمازیں اس پر لازم ہوں گی سنتیں لازم نہ ہوں گی لیکن اس کو چاہئے کہ وتر اور مغرب کی نمازوں کے بدلے چار چار رکعتیں پڑھے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے نذر کی ہے کہ اللہ کے واسطے بغیر طہارت دو رکعتیں پڑھوں تو امام محمدؒ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اس لئے کہ یہ نذر بالمعصیت ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر دو رکعتیں طہارت کے ساتھ پڑھنا لازم ہوں گی اور بغیر طہارت پڑھنے کی قید

لغو ہو جائے گی کیونکہ جو شخص طہارت پر قادر نہ ہو اس کے لئے بغیر طہارت نماز پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ معذور کے بیان میں آئے گا اس لئے یہ معصیت وغیر مشروع نہ ہوا اور یہ قید لغو ہو کر طہارت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہو گیا یہی معتمد و مختار ہے۔ اگر بغیر قرارت کے نماز پڑھنے کی نذر کی یا بغیر ستر عورت (یعنی ننگا) نماز پڑھنے کی نذر کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر قرارت کے ساتھ اور ستر عورت کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہو جائے گا اور یہ قیدیں لغو ہو جائیں گی اس لئے کہ جب کوئی چیز لازم ہوتی ہے تو وہ چیزیں بھی اس کے ساتھ لازم ہو جاتی ہیں جن کے بغیر وہ صحیح نہ ہوتی ہو اس لئے یہ قیدیں لغو ہو جائیں گی اور چونکہ مقتدی اور اُمّی کے لئے بلا قرارت نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح جس کے پاس کپڑا نہ ہو اس کو بلا ستر عورت نماز پڑھنا عبادت و مشروع ہے اس لئے نذر بالمعصیت نہ ہوئی اور اس کا پورا کرنا واجب ہوا۔ امام محمدؒ کا اس میں بھی اختلاف ہے یعنی اس پر کچھ لازم نہ ہو گا اور یہ بوجہ نذر بالمعصیت ہونے کے منعقد نہیں ہو گی ——— اور اگر نذر کی کہ میں اللہ کے واسطے ایک رکعت یا آدھی رکعت نماز پڑھوں تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اس لئے کہ رکعت کو ٹکڑے نہیں کیا جاتا اس لئے نصف رکعت سے کل رکعت لازم آئے گی اور چونکہ ایک رکعت نماز احناف کے نزدیک جائز و مشروع نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری بھی لازمی ہو جائے گی یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور یہی مختار ہے اور امام محمدؒ کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے ——— اسی طرح اگر تین رکعتوں کی نذر کی تو چار رکعتیں لازم ہوں گی اس لئے کہ نوافل نماز جب تک پورے دوگانے نہ ہوں صحیح نہیں ہوتی ——— اگر کسی نے ظہر کی نماز آٹھ رکعتوں سے پڑھنے کی نذر کی تو اس پر صرف ظہر کی چار رکعتیں لازم ہوں گی اس سے زیادہ اور کچھ لازم نہ ہو گا اسی طرح اگر یہ نذر کی کہ نصاب کی زکوٰۃ دسواں حصہ ادا کروں گا یا دو فرض حج ادا کروں گا تو اس پر زائد کچھ لازم نہ ہو گا اس لئے کہ یہ التزام غیر مشروع ہے پس ایسی نذر نذر بمعصیت ہے ——— کسی نے دو رکعتیں پڑھنے کی نذر کی اور ان کو بیٹھ کر ادا کیا تو اگر ان کو نذر میں کھڑے ہو کر پڑھنے کے ساتھ متعین نہیں کیا تھا تو جائز ہے یہی صحیح ہے اور بعض کے نزدیک کھڑے ہو کر پڑھنا لازمی ہے اور اگر ان کو سواری پر ادا کیا تو جائز نہیں ——— اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نذر کی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے اور کسی چیز پر سہارا دینا مکروہ ہے ——— اگر کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے میرے ذمہ یہ ہے کہ آج دو رکعتیں پڑھوں اور اس دن نہ پڑھیں تو ان دونوں رکعتوں کو قضا کرے اور اگر اللہ کی قسم کھائی کہ آج دو رکعتیں پڑھوں گا اور اس دن نہ پڑھیں تو قسم کا کفارہ دے اور قضا اس پر لازم نہیں قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا کپڑا دینا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ——— اگر کسی نے نذر کی کہ فلاں مقام پر نماز پڑھے گا اور اس سے کم درجے کے مقام پر ادا کی مثلاً مسجد الحرام میں ادا کرنے کی نذر کی اور اس کو مسجد بیت المقدس میں ادا کیا، یا مسجد الحرام یا بیت المقدس میں ادا کرنے کی نذر کی اور کسی اور کم درجے کی مسجد میں یا گھر کی مسجد میں ادا کی تو جائز ہے اس لئے کہ نماز سے مقصود قربتِ الٰہی ہے جو اس کو ہر جگہ حاصل ہے۔ نماز کے

مکانوں کی افضلیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ (امام زفر کا اس میں خلاف ہے) ——— اگر کسی عورت نے نذر کی (منت مانی) کہ کل نماز پڑھے گی یا روزہ رکھے گی دوسرے دن اُسے حیض آگیا تو اس کی قضا کرے اس لئے کہ حیض کا آنا وجوب کا مانع نہیں ہے ادا کا مانع ہے اور وجوب کے وقت وہ ادا کے قابل تھی لیکن ادا کے وقت قدرتی مانع پیش آگیا پس قضا واجب ہو گئی لیکن اگر کسی عورت نے یہ منت مانی کہ حالتِ حیض میں دو رکعت پڑھے گی یا روزہ رکھے گی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اس لئے کہ حیض نماز و روزہ کے منافی ہے پس یہ نذر بمعصیت ہے اس لئے اس کا پورا کرنا لازم نہیں آتا ——— اگر کسی نے سنتوں کی نذر کی اور اس نذر کو ادا کیا تو سنت ادا ہو گئی جیسا کہ اگر سنت شروع کر کے توڑ دی پھر پڑھی جب بھی وہ سنت ادا ہو گئی اور توڑ دینے پر واجب ہو جانے کی وجہ سے سنت سے نہیں نکلی۔ اور بعض کے نزدیک اس کی سنت ادا نہ ہو گی اس لئے کہ اس کے التزام کے سبب سے وہ دوسری نماز ہو گئی پس وہ سنت کے قائم مقام نہ ہو گی لہذا سنت میں نذر نہ کرنا افضل ہے اور نوافل کو نذر کر کے پڑھنا بھی بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک افضل نہیں یہی راجح ہے اس لئے کہ نذر کے سبب سے عبادت میں ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائے گا۔ نیز حدیث شریف میں نذر سے نہی وارد ہے رواہ مسلم ——— لیکن بعض نے اس کی توجیہ کی ہے کہ جب منت کسی شرط کے ساتھ نہ ہو مثلاً یوں نہ کہے کہ فلاں بیمار صحیح ہو جائے گا تو اتنی نماز پڑھوں گا کیونکہ ایسی منت کی نہی وارد ہے بلکہ تبرعاً محض قربۃً للہ تعالیٰ نذر کرے تو ایسی منت مان کر نفل پڑھنا بغیر منت کے پڑھنے سے افضل ہے فافہم۔

اگر کسی نے چار رکعت ایک تسلیمہ کے ساتھ پڑھنے کی منت مانی یا مطلق چار رکعت نماز کی منت مانی اور ایک تسلیمہ سے پڑھنے کے ساتھ اس کو مقید نہیں کیا تو اس کو ایک ہی تسلیمہ کے ساتھ چاروں رکعتیں پوری کرنا واجب ہے دو تسلیموں سے ادا کرنے میں وہ نذر ادا نہیں ہو گی پس اگر وہ دو تسلیموں سے پڑھیں یعنی ہر دوگانہ پر سلام پھیرا تو وہ منت پوری نہیں ہوئی اب پھر چاروں رکعتیں ایک تسلیمہ سے پڑھے۔ اور اگر چار رکعتیں دو تسلیموں سے پڑھنے کی منت مانی تو ان چاروں کو ایک ہی تسلیمہ سے ادا کرنا بھی جائز ہے اور اس کی منت پوری ہو جائے گی۔ اگر چار رکعت نماز نذر کی نیت سے شروع کی تو اُن کو توڑ دینے سے اس پر بلا خلاف چار رکعت کی قضا لازم ہو گی جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔

تراویح کا بیان

تعریف تراویح جمع ترویحہ کی ہے۔ ترویحہ آرام کرنے کو کہتے ہیں یعنی نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں۔

حکم ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعتیں نماز تراویح پڑھنا مردوں اور عورتوں کے حق میں بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ عین ہے کیونکہ اکثر خلفائے راشدین اور عامۃ الصحابۃ الکرام نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور اس کے

بعد سے آج تک علمائے کرام بلاانکار متفق چلے آرہے ہیں۔ تراویح حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے پہلا قول اصح ہے۔ پس اگر ایک شخص بھی ترک کرے گا تو وہ ترکِ سنت کا گنہگار ہوگا اور مکروہ کا مرتکب ہوگا۔ تراویح کے سنت ہونے کا سوائے روافض کے اور کوئی فرقۂ اسلام منکر نہیں ہے۔ اور یہ نماز دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہے یعنی دو دو رکعتوں کی نیت کرے اور ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرے اس طرح اس نماز میں پانچ ترویحہ ہوتے ہیں اگر جماعت کے ساتھ پانچ ترویحوں پر زیادتی کرے تو مکروہ ہے۔

وقت اس کا وقت صحیح قول کی بنا پر عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے یہی جمہور کا مذہب ہے۔ خواہ وتر ول سے پہلے پڑھے یا بعد میں دونوں طرح جائز ہے لیکن وتروں سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ اگر تراویح اور وتر پڑھنے کے بعد ظاہر ہوگیا کہ نمازِ عشا بغیر وضو پڑھی تھی اور تراویح اور وتر وضو سے پڑھے یا کوئی اور وجہ معلوم ہوئی جس سے صرف عشا کی نماز فاسد ہوئی تو عشا کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرے اس لئے کہ تراویح عشا کی تابع ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ وتر کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ وتر اپنے وقت میں عشا کا تابع نہیں اور عشا کی نماز کا اس پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے پس اگر بھول کر نمازِ وتر نمازِ عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہوجائے گی اور تراویح اگر عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ تراویح کا وقت نماز عشا کے ادا ہونے کے بعد ہے پس جو تراویح نماز عشا سے پہلے ادا کی اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک تراویح کی طرح وتر بھی منجملہ عشا کی نماز کے ہیں پس اُن کا وقت عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے تو اس لئے اگر بھول کر بھی عشا کی نماز سے پہلے پڑھ لے تو تراویح کی طرح صاحبین کے نزدیک اُن کا اعادہ واجب ہوگا ــــ حاصل یہ ہے وتر کے اعادہ میں اختلاف ہے اور تراویح اور عشا کی سنتوں کے اعادہ میں اگر وقت باقی ہو تو اختلاف نہیں بلکہ بالاتفاق اعادہ کرے ــــ تراویح میں تہائی رات تک یا آدھی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے آدھی رات کے بعد اس کے ادا کرنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ بعض کے نزدیک مستحب و افضل ہے اس لئے کہ یہ قیام اللیل ہے لیکن جس کو فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کے لئے احسن یہی ہے کہ تاخیر نہ کرے۔

دیگر مسائل (۱) تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے اور یہی صحیح ہے پس اگر کسی مسجد کے سب لوگ تراویح کی جماعت چھوڑ دیں تو انھوں نے برا کیا اور وہ سب ترکِ سنت کے گنہگار ہوں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سارے شہر میں کسی ایک مسجد میں جماعت سنتِ کفایہ ہے یا شہر کی ہر مسجد میں یا محلہ کی مسجد میں اور یہی آخری قول زیادہ ظاہر ہے اگرچہ تینوں کی تصحیح کی گئی ہے اور مسجد کے بعض لوگوں کے جماعت کر لینے سے باقی لوگوں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائیگی پس اگر اہلِ مسجد نے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی لیکن کسی ایک شخص نے جماعت چھوڑ دی اور اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھ لی تو اس نے جماعت کی فضیلت چھوڑ دی اور وہ اس میں ترکِ سنت کی برائی کا گنہگار نہیں ہوا۔ اور اس

صورت میں اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھ لی تو ان لوگوں نے جماعت کی فضیلت پالی لیکن مسجد کی جماعت کی فضیلت نہیں پائی۔ اگر اپنے گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے متقدمین کے نزدیک گھر میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے اور متاخرین کے نزدیک مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ جو نماز جماعت سے ادا کی جائے اس کے لئے مسجد میں ہونا افضل ہے اور آج کل دین میں سستی ہوگئی ہے اس لئے آہستہ آہستہ بالکل ترک کر دینے کا خوف ہے پس حالاتِ زمانہ کے مطابق متاخرین کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت ہے اور مسجد میں دوسری فضیلت بھی ہے پس اگر گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھے گا تو جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت تو مل جائے گی اور دوسری یعنی مسجد کی فضیلت چھوٹ جائے گی پس صحیح یہ ہے کہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی حکم فرض نمازوں کا ہے اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں جیسا کہ نماز کسوف وغیرہ ان سب کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کی لوگ اقتدا کیا کرتے ہوں یعنی کوئی بزرگ آدمی ہو یا کوئی بڑا فقیہ ہو اور اس کے آنے سے جماعت میں ترغیب و زیادتی ہوتی ہو اور اس کے نہ آنے سے جماعت میں کمی ہو جائے گی تو اس کو بلا عذر جماعت نہ چھوڑنا چاہئے۔

(۲) ہر ترویحہ یعنی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے بعض کے نزدیک مطلق چار رکعتوں کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے اور اس میں آسانی ہے اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اور پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی اسی قدر بیٹھنا مستحب ہے لیکن اگر امام سمجھے کہ پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا جماعت کے لوگوں پر بھاری ہوگا تو نہ بیٹھے پھر اس بیٹھنے کے وقت میں لوگوں کو اختیار ہے چاہے تسبیح پڑھتے رہیں یا قرآن پڑھیں یا خاموش بیٹھے رہیں یا چار رکعت نوافل اکیلے اکیلے پڑھیں اس وقفہ میں جماعت سے نوافل پڑھنا مکروہ ہے یا کوئی اور ورد پڑھے۔ مکہ معظمہ کے لوگ ایک طواف (سات چکر) کر لیتے ہیں اور دو رکعت نماز واجب الطواف پڑھ لیتے ہیں اور مدینہ منورہ کے لوگ چار رکعتیں اکیلے اکیلے پڑھ لیتے ہیں۔ ہر دو رکعت کے بعد بیٹھنا یا دو رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح دس رکعت کے بعد بیٹھنا بھی مکروہ ہے اس لئے کہ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھنا مشروع ہے ہر دو رکعت کے بعد مشروع نہیں اگر ہر ترویحہ میں بیٹھنا ترک کر دیں اور پوری بیس رکعتیں پڑھ کر آرام کریں تو فتویٰ کے مطابق مکروہِ تنزیہی ہے۔ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح تین بار پڑھے۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاۤءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰۤئِكَةِ وَالرُّوْحِ ۝ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ نَسْتَغْفِرُ اللهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ؕ

(۳) مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اور حیض و نفاس والی عورتیں جبکہ تراویح کے وقت حیض یا

نفاس سے پاک ہو جائیں اور وہ کافر جو اسی وقت اسلام لائے اِن سب کو تراویح پڑھنا سنت ہے اگرچہ ان لوگوں نے روزہ نہیں رکھا کیونکہ نمازِ تراویح روزہ کی تابع نہیں ہے پس جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھیں گے تو ان کو سنت کے ترک کا گناہ ہو گا۔

(۴) اگر عالم حافظ ہو تو افضل اور احسن یہ ہے کہ اپنی قرارت سے تراویح پڑھائے اور دوسرے کی اقتدا نہ کرے (لیکن جماعت سے پڑھنا ترک نہ کرے)۔

(۵) اگر محلہ کی مسجد کا امام قرآن غلط پڑھتا ہو یا مثل سرود و گانے کے پڑھتا ہو تو اپنی مسجد کے چھوڑ دینے اور دوسری جگہ تراویح کی جماعت تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ دوسرا امام قرأت میں بہتر اور آواز میں اچھا ہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اس کے محلہ کی مسجد میں ختم نہ ہوتا ہو تو اس کو محلہ کی مسجد چھوڑنا اور کسی دوسری مسجد میں جہاں ختم قرآن شریف ہوتا ہو جانا چاہئے ـــــ جماعت والوں کو چاہئے کہ تراویح میں محض خوش خواں کو امام نہ بنائیں بلکہ درست خواں کو امام بنائیں اس لئے کہ امام جب اچھی آواز سے پڑھتا ہے لیکن صحت کا خیال نہیں رکھتا تو حضورِ قلب اور غور و فکر میں خلل پڑتا ہے لیکن اگر کوئی شخص صحیح پڑھنے والا بھی ہو اور خوش آواز بھی تو وہ دوسرے سے بہتر ہے۔

(۶) کسی شخص کو تراویح کی جماعت گھر یا مسجد میں پڑھانے کے لئے اجرت دیکر مقرر کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ امام اجرت پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں (اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ کچھ دیں گے۔ بلکہ اگر معلوم ہو کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی درست نہیں ہے۔ ہاں اگر کہدیا جائے کہ کچھ نہیں دیں گے یا پڑھنے والا کہدے کہ کچھ نہیں لوں گا یا حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہیں تھا پھر پڑھے اور لوگ حافظ کی خدمت کے طور پر دیدیں تو اس میں حرج نہیں اور اس کا لینا درست ہے۔ پس جو کچھ حسب رواج و عرف دیتے ہیں م

(۷) اگر ایک مسجد میں دو مرتبہ تراویح کی جماعت کرے تو مکروہ ہے پس اگر کسی مسجد میں لوگ تراویح کی نماز پڑھ چکے ہوں پھر ان لوگوں نے دوبارہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو بوجہ عدم مشروعیت جُدا جدا پڑھیں یا اگر دوسرے لوگوں نے پڑھنا چاہا تو بوجہ کراہت جماعتِ ثانیہ چاہئے کہ جدا جدا پڑھیں ـــــ اگر کوئی امام دو مسجدوں میں تراویح پڑھاتا ہے اور ہر مسجد میں پوری پوری تراویح پڑھاتا ہے تو نا جائز ہے اس لئے کہ اس کو مکرر پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اب یہ اس کے نفل ہوں گے اور نفل کو جماعت سے ادا کرنا جبکہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں بالاتفاق مکروہ ہے . . - - - - - - - - . . .

. - - - - - - - - - - - - - - - - - - - . اور مقتدی نے اگر دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھی تو مضائقہ نہیں اور یہ نفل پڑھنے والے کی اقتدا سنت پڑھنے والے کے پیچھے ہو گی جو درست ہے۔ اور اس کو چاہئے کہ اگر پہلی مسجد میں تراویح کے بعد وتر پڑھ چکا ہے تو دوسری مسجد میں وتر نہ پڑھے ـــــ اگر کسی نے

م اور حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

عشا اور تراویح اور وتر کی نماز اپنے آپ گھر میں پڑھ لی پھر مسجد میں آکر امامت کی نیت سے دوسرے لوگوں کو تراویح پڑھائی تو یہ امام کے لئے مکروہ ہے اور جماعت کے لئے مکروہ نہیں ـــــ اور اگر اس نے امامت کی نیت نہیں کی بلکہ تنہا نماز شروع کردی اور لوگوں نے پیچھے سے آکر تراویح کی نیت سے اس کا اقتدا کر لیا تو امام اور مقتدی کسی کے واسطے مکروہ نہیں ہے

(۸) افضل یہ ہے کہ سب تراویح ایک امام پڑھاوے اور اگر دو امام پڑھاویں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک امام ترویحہ پورا کر کے الگ ہو مثلاً آٹھ رکعت ایک امام پڑھاوے اور بارہ رکعت دوسرا امام پڑھاوے اور اگر ایک دوگانہ کسی ترویحہ کے اوپر زیادہ کر کے الگ ہوا مثلاً پہلا امام دس رکعت کے بعد الگ ہو گیا اور باقی دس رکعت دوسرے امام نے پڑھائی تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحسن نہیں ہے۔ اور جب اس طرح دو اماموں کے پیچھے تراویح جائز ہو جاتی ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ فرض اور وتر ایک شخص پڑھائے اور تراویح دوسرا شخص پڑھائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر میں امامت کرتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں امامت کیا کرتے تھے اسی طرح اگر فرض ایک شخص پڑھائے اور وتر دوسرا شخص پڑھائے تو درست ہے یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض پڑھائے وہی وتر پڑھانے یہ غلط ہے (فتاویٰ رشیدیہ)

(۹) الف سمجھ والے نابالغ لڑکے کی امامت تراویح اور ایسی نفلوں میں جن میں کچھ تخصیص نہ ہو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور اکثر کے نزدیک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے لیکن اپنے جیسے یعنی نابالغوں کی امامت کرے تو مضائقہ نہیں ـــ

(ب) اگر تراویح فوت ہو جائیں تو ان کو قضا نہ کرے نہ جماعت سے نہ بغیر جماعت کے جیسے مغرب و عشا کی سنتیں فوت ہو جانے سے قضا نہیں کی جاتیں یہی صحیح ہے اور اگر ان کو قضا کرے گا تو وہ نفل ہوں گے نہ کہ سنت تراویح۔ اور اگر یاد آئے کہ گذشتہ شب میں ایک دوگانہ فاسد ہو گیا تھا تو اگر اس کو تراویح کی نیت سے قضا کرے تو مکروہ ہے اور اگر وتر پڑھنے کے بعد یہ یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئی ہیں تو بعض نے کہا کہ اس کو جماعت سے نہ پڑھیں اور بعض نے کہا کہ اس کو جماعت سے پڑھ لیں یہی اظہر ہے۔

(۱۰) اگر امام نے ترویحہ کا سلام پھیرا اور بعض جماعت والوں نے کہا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں اور بعض نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب امام اپنی رائے پر عمل کرے اور اگر امام کو کسی بات کا یقین نہ ہو تو اس کا قول اختیار کرے جو اس کے نزدیک سچا ہو۔ اور اگر تسلیموں کی گنتی میں شک پڑے یعنی یہ شک ہوا کہ بیس رکعتیں ہوئیں یا اٹھارہ یعنی دس تسلیمے ہوئے یا نو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اعادہ کریں یا نہ کریں اور جماعت سے اعادہ کریں یا الگ الگ اعادہ کریں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جُدا جُدا اعادہ کریں احتیاطاً تراویح کی تکمیل کے لئے اور نفل کی جماعت سے بچنے کیلئے

(۱۱) اگر سب لوگوں نے عشا کے فرض کی جماعت چھوڑ دی تو ان کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تراویح کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

اور اگر لوگوں نے عشا کی فرض نماز جماعت سے پڑھی اور تراویح کی جماعت شروع کی تو ایسے شخص کو جس نے

عشا کی نماز علیحدہ پڑھی ہو جائز ہے کہ ان لوگوں کی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ لے اس لئے کہ یہ جماعت تراویح مشروع ہے اور یہ شخص اس جماعت میں ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہے۔

(۱۲) وتر کی نماز جماعت کے ساتھ فقط رمضان المبارک میں پڑھے اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے پڑھنا نوافل کی طرح مکروہ ہے۔ رمضان المبارک میں وتر گھر میں اکیلا پڑھنے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یہی صحیح ہے (لیکن اس کی سنیت جماعت تراویح کی سنیت سے کم ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ وتر اکیلا اپنے گھر میں پڑھے اور اس کو مختار کہا ہے لیکن جماعت سے ہی افضل ہونا اصح ہے اور اسی پر آجتک عامۃ الناس کا عمل ہے۔

(۱۳) اگر کسی شخص نے فرض عشا کو جماعت سے پڑھا اور تراویح کو امام کے ساتھ نہ پڑھا یا کچھ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھا اور کچھ کو نہ پڑھا تو اس کو جائز ہے کہ وتر کو جماعت سے امام کے ساتھ پڑھ لے۔ اسی طرح اگر کچھ یا سب تراویح کو کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تب بھی وہ وتر اس امام کے ساتھ پڑھ لے۔ لیکن اگر فرض اور تراویح جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے۔ اگر تراویح کی جماعت سب نے نہ کی ہو تو سب لوگ جماعت سے وتر نہ پڑھیں اس لئے کہ سلف کے عمل سے ثابت ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔

(۱۴) اگر کوئی شخص ایسے وقت جماعتِ تراویح میں شامل ہوا کہ اس کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئی تھیں اب اگر وہ امام کے نمازِ تراویح ختم کرنے کے بعد اُن کے پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے تو وتر کی جماعت چھوٹ جائے گی تو اس کو چاہئے کہ پہلے وتر جماعت سے پڑھ لے پھر ان تراویح کی رکعتوں کو جو فوت ہو گئی تھیں پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص فرض نماز یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز تراویح کی اقتدا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے اور عملِ سلف کے خلاف ہے ـــــ اور اگر کوئی شخص تراویح کا پہلا دوگانہ پڑھتا تھا اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتدا کیا جو دوسرا دوگانہ پڑھتا تھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے جس طرح یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ظہر کی پہلی چار رکعتیں پڑھتا تھا اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتدا کیا جو ظہر کی اخیر کی دو رکعتیں پڑھتا تھا۔ اگر عشا کے بعد کی سنتوں کی نیت سے تراویح پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کیا تو جائز ہے۔

(۱۶) اس میں اختلاف ہے کہ تراویح و دیگر سنتوں کے لئے نیت میں تراویح و سنت کا تعین ضروری ہے یا نہیں یا مطلق نیتِ نفل کافی ہے دونوں طرف تصحیح ہے اور تعین کا قول احوط ہے اور مطلق نیت کا قول اصح ہے جیسا کہ نیت کے بیان میں مذکور ہوا۔ بعض کے نزدیک اصح یہ ہے کہ تراویح کی نیت ہر دوگانہ میں ضروری نہیں اس لئے کہ وہ کل بمنزلہ ایک نماز کے ہے یعنی شروع دوگانہ میں کل تراویح کی نیت کرلے اور باقی میں مطلق نیت کافی ہے۔ بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تراویح کے ہر دوگانہ میں نئی نیت کرے کیونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسی کو ترجیح ہے کیونکہ

وہ سلام کے ساتھ نماز سے حقیقۃً باہر ہو گیا پس اب نماز میں داخل ہونے کے لئے پھر نیت ضروری ہے اور بلاشبہ یہ احوط ہے تاکہ خلاف سے نکل جائے پس افضل یہ ہے کہ ہر دوگانہ پر الگ الگ نیت کرے۔ اگر تراویح امام کے ساتھ پڑھی اور ہر دوگانہ کے لئے نئی نیت نہ کی تو جائز ہے ـــ اگر عشا کی نماز کا سلام نہ پھیرا اور تراویح کی اس پر بنا کرلی تو صحیح یہ ہے کہ وہ صحیح نہ ہوگی اور یہ فعل مکروہ ہے۔ اور اگر عشا کی سنتوں میں تراویح کی بنا کی تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

(۱۷) رمضان المبارک میں تراویح میں ایک بار قرآن مجید کا ترتیب وار ختم سنت ہے قوم کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کریں۔ اور امام اور مقتدی ہر دوگانہ میں ثنا یعنی سبحانک اللھم الخ پڑھیں اور تشہد کے بعد درود اور دعا بھی پڑھیں لیکن اگر دعا کا پڑھنا جماعت کے لوگوں کو دشوار معلوم ہو تو امام کو دعا کا چھوڑ دینا جائز ہے لیکن درود شریف نہ چھوڑے اگرچہ صرف اللھم صل علی محمد پڑھ لے اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک درود پڑھنا فرض ہے۔

اور تراویح میں دو بار ختم کرنے میں فضیلت ہے اور تین بار قرآن مجید ختم کرنا افضل ہے لیکن اگر لوگ اسقدر سست ہوں کہ تمام رمضان المبارک میں تراویح میں پورا قرآن سننے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائیگا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو جسقدر گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے اس لئے کہ قرات کے طویل ہونے سے جماعت کا کثیر ہونا افضل ہے۔ ہمارے زمانے میں یہی افضل ہے پھر ایسی صورت میں بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے ہیں اور بعض ائمہ الھٰکم التکاثر سے سورۃ تبت تک ہر دوگانہ کی پہلی رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے ہیں اور ہر دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں اس طرح آخری ترویحہ کے پہلے دوگانہ کی پہلی رکعت میں النصر اور دوسری میں الاخلاص پڑھتے ہیں اور آخری دوگانہ کی پہلی رکعت میں تبت یدا اور دوسری میں الاخلاص پڑھتے ہیں پس النصر اور اخلاص پڑھنے کی صورت میں ان کے درمیان جو ایک سورۃ کا فصل واقع ہوگا یہ نوافل میں مکروہ نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ آخری ترویحہ کے پہلے دوگانہ میں النصر اور تبت پڑھے اور دوسرے دوگانہ میں المعوذتین پڑھے ـــ بعض ائمہ اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر ترویحہ کے اول دوگانہ میں سورۃ والعصر اور اخلاص پڑھتے ہیں اور دوسرے دوگانہ میں الکوثر اور اخلاص پڑھتے ہیں۔ اور بعض نے یہ اختیار کیا ہے کہ سورۃ الم ترکیف سے اخیر قرآن تک کی یہ دس سورتیں دس رکعت میں پڑھ دی جائیں یعنی ہر رکعت میں ایک سورت پڑھے پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہی سورتوں کو باقی دس رکعتوں میں دوبارہ پڑھ دے ان سب صورتوں میں یہی بہتر ہے اس واسطے کہ رکعتوں کی گنتی کی بھول نہیں پڑتی اور ان کے یاد رکھنے میں دل نہیں بٹتا، اور جو سورتیں چاہے پڑھے اختیار ہے مگر ہر رکعت میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے اس سے کم پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک لوگوں کا شوق معلوم نہ ہو جائے ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے۔

(۱۸) ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گزرے

اور اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے (امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں اکسٹھ ختمِ قرآن کیا کرتے تھے تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور انھوں نے پینتالیس برس عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ اور بھی اکابرِ امت سے اس قسم کی کثرتِ تلاوت منقول ہے)۔

شبینۂ متعارفہ اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس میں آج کل یہ رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کچھ لوگ لیٹے ہوئے ہیں کچھ لوگ چائے وغیرہ پینے میں مشغول ہیں کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے حافظ صاحب نہایت بے ذوقی کے ساتھ نہایت تیزی سے پڑھ رہے ہیں کہ سوائے یعلمون تعلمون کے کچھ پتہ نہیں چلتا اور اکثر ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی خرابیاں اور مکروہات کا ارتکاب ہوتا ہی پس ایسا شبینہ ناجائز ہے۔

(۱۹) افضل یہ ہے کہ تراویح کے سب دوگانوں میں قرأت برابر پڑھے۔ اگر کم و بیش پڑھے تو مضائقہ نہیں اور تراویح میں بھی اور نمازوں کی طرح ہر دوگانہ کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے قرأت کو بڑھانا بیشک مستحب نہیں ہے اور اگر پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت پر بڑھائے تو مضائقہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں قرأت برابر پڑھنا مستحب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے قرأت زیادہ کرے۔ امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں یا مثل اس کے پڑھے یہی صحیح ہے۔ قرأت میں اور دیگر ارکان کے ادا کرنے میں جلدی کرنا مکروہ ہے۔ جسقدر حروف کو اچھی طرح ادا کرے گا اسی قدر بہتر ہے (پس یہ جو کئی ختم کرنے کے لئے قرأت بہت زیادہ اور جلد پڑھتے ہیں اور طمانیتِ ارکان چھوڑتے ہیں نیز اعوذ و بسم اللہ پڑھنے اور رکوع و سجود کی تسبیحاتِ مسنونہ اور چار رکعتوں کے بعد بیٹھنے کو ترک کرتے ہیں یہ سب مکروہ تحریمی ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے)۔

(۲۰) اگر تراویح کی قرأت میں غلطی ہوئی اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورت یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ اس چھٹی ہوئی سورت یا آیت کو پڑھ کر پھر اس پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھے تاکہ ختم ترتیب کے موافق ہو (لیکن اگر اس پڑھے ہوئے کو دوبارہ پڑھنے میں دقت ہو تو صرف چھوٹی ہوئی سورت یا آیت کا پڑھ لینا ہی کافی ہے) اور اگر ایک دوگانہ میں کچھ قرآن پڑھا پھر وہ دوگانہ فاسد ہو گیا تو اس دوگانہ کی قرأت شمار میں نہ آئے گی اس لئے اس قرأت کا اعادہ کرے تاکہ ختم صحیح نماز میں ادا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ قرأت بھی شمار میں آجائے گی۔

(۲۱) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ تراویح کی نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں اس لئے کہ عملِ سلف کے خلاف ہے اور اس کے جواز میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور یہی صحیح ہے مگر دیگر نوافل کی طرح اس کا ثواب بھی کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہوتا ہے۔ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھے اور مقتدی کھڑے ہوں تو صحیح یہ ہے کہ ان کی نماز صحیح ہوگی اور جب کھڑے ہونے والے کا اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے

شبینہ متعارفہ ناجائز ہے

صحیح ہو گیا تو اس میں اختلاف ہے کہ جماعت والوں کے لئے کیا مستحب ہے. بعضوں نے کہا کہ بیٹھنا مستحب ہے تاکہ مخالفت کی صورت نہ رہے۔

(۲۲) اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو بطور استحسان کے نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ایسا ہوا اور اگر عمداً ایسا کیا تو لوٹانا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں اور دونوں میں اظہر روایت یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ اور وہ چار رکعتیں بعض کے نزدیک دو دوگانے ہوں گے اور بعض کے نزدیک بجائے ایک دوگانہ کے ہوں گی یعنی دو رکعتیں شمار ہوں گی یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عام نوافل کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی وہ چار رکعتیں شمار ہو جائیں گی اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ (رہا یہ امر کہ وہ کونسا دوگانہ شمار ہوگا پہلا یا دوسرا اور کون سے دوگانہ کا پڑھا ہوا قرآن لوٹایا جائے گا تو اس کی وضاحت کتب فقہ میں ابھی تک مل نہیں سکی لیکن قیاس یہ ہے کہ وہ پہلا دوگانہ شمار ہوگا اس لئے دوسرا دوگانہ اور اس میں پڑھا ہوا قرآن لوٹایا جائے گا اور چونکہ بعض کے نزدیک وہ بمنزلہ دو دوگانوں یعنی چار رکعت کے شمار ہوں گی تو اس قول کی بناء پر جس میں دونوں دوگانوں کو معتبر کہتے ہیں اعادۂ قرآن کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر احتیاطاً دوگانہ ایک اور پڑھ لے اور صرف اعادہ قرآن کے حق میں سہولت کے لئے دوسرے قول پر عمل کر کے اعادہ نہ کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور اگر دونوں دوگانوں میں پڑھا ہوا قرآن لوٹا لے تو بھی کوئی زیادہ دقت کی بات نہیں ہوگی اور احتیاط پر عمل ہو جائے گا جبکہ پڑھا ہوا قرآن اتنا زیادہ نہ ہو کہ اس کے لوٹانے سے مقتدیوں پر زیادہ مشقت ہو اور وہ رضامند نہ ہوں واللہ اعلم بالصواب) اگر کسی نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر اس کو قیام میں یاد آ گیا یعنی تیسری رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا تو چاہئے کہ لوٹے اور قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے پھر قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور بڑھا دے اور یہ چاروں رکعتیں ایک تسلیمہ یعنی ایک دوگانہ کے قائم مقام ہوں گی۔ اور اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد کے بیٹھ لیا ہے پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت کے سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا اور ایک رکعت اور بڑھا دی تو اس میں اختلاف ہے اکثر کا قول یہ ہے کہ دو تسلیمے یعنی چار رکعتیں ادا ہو جائیں گی یہی صحیح ہے۔

(۲۳) اگر تراویح کے دس تسلیمے پڑھے اور ہر تسلیمے میں تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو اس پر تراویح کی قضا لازم آئے گی اور کچھ نہ آئے گا یہی قیاس ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔ اور ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے بھی اسی طرح ہے اور استحسان کے طور پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس شخص کے قول کے بموجب جو اس نماز کو تراویح کے قائم مقام نہیں کرتا تراویح کی قضا واجب ہوگی اور تیسری رکعت کے سبب سے کچھ واجب نہ ہوگا خواہ بھول کر پڑھی ہو یا عمداً اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اگر بھول کر پڑھی ہے تو یہی حکم ہے اور عمداً پڑھی ہے تو ہر تیسری رکعت کے

بدلہ میں دو رکعتیں لازم ہوں گی پس وہ بیس تراویح کے ساتھ بیس رکعتیں اور پڑھے اور اس شخص کے قول کے بموجب جو آن کو تراویح کی جگہ جائز سمجھ لیتا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بھول کر پڑھی ہیں تو کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر عمداً پڑھی ہیں تو بیس رکعتیں لازم ہوں گی۔

(۲۴) اگر تراویح کی چھ یا آٹھ یا دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں پس اگر ہر دوگانہ میں بیٹھا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے مگر عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ توارث اور عمل سلف کے خلاف ہے خصوصاً جبکہ آٹھ سے زیادہ ایک تسلیمہ سے پڑھے اور اسی طرح اگر کل تراویح ایک سلام سے پڑھیں تو اگر ہر دو رکعت کے بعد بیٹھا ہے تو سب تراویح .... ادا ہو جائیں گی مگر عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ جب رات کے وقت آٹھ رکعت سے زیادہ نفل نماز ایک تسلیمہ سے پڑھنا مکروہ ہے تو تراویح بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگی اور عمل سلف کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر کسی دوگانہ میں نہیں بیٹھا صرف اخیر میں بیٹھا ہے تو وہ بطریق استحسان صحیح قول کے بموجب ایک تسلیمہ (ایک دوگانہ) ادا ہوگا جیسا کہ چار رکعت ایک قعدہ سے عام نوافل میں اگر یہ صورت ہو تو تمام نماز فاسد ہو جائے گی اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ اگر کسی وجہ سے نماز تراویح یا اس کا کوئی دوگانہ فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اس کو دوبارہ پڑھیں تاکہ ختم قرآن تراویح میں ناقص نہ رہے۔

: پڑھنے کا حکم اوپر بیان ہوا ہے یہی صحیح ہے۔

(۲۵) مقتدی کے واسطے یہ مکروہ تحریمی ہے کہ بیٹھ کر تراویح پڑھے اور جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے اس لئے کہ اس میں نماز کے اندر سستی اور منافقین کے ساتھ مشابہت ہے لیکن اگر سستی سے نہ ہو بلکہ بڑھاپے یا بیماری کے ضعف وغیرہ کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح بعض لوگ رکعت کے شروع میں شریک نہیں ہوتے اور جب امام رکوع میں جانے لگتا ہے تو شریک ہو جاتے ہیں یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہو تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہے بلکہ علیحدہ ہو جائے حتیٰ کہ نیند دور ہو جائے اور خوب ہوشیار ہو جائے اس لئے کہ نیند کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی اور غفلت ہوتی ہے اور قرآن مجید میں غور و فکر چھوٹتا ہے۔

(۲۶) کسی شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام نے قعدہ کیا تو سو گیا اس عرصہ میں امام نے سلام پھیر کر دوسرا دوگانہ بھی پڑھ لیا اور تشہد کے واسطے قعدہ میں بیٹھا اس وقت وہ شخص ہوشیار ہوا اگر اس کو یہ معلوم ہو گیا تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور جس وقت امام سلام پھیر دے تو کھڑا ہو کر دو رکعتیں مسبوقانہ جلد پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر امام کے ساتھ تیسرے دوگانہ میں (یعنی اس اگلے دوگانہ میں) شریک ہو جائے۔

(۲۷) تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہئے اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی سورت کا جزو نہیں پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا

قرآن کا سننا پورا نہ ہوگا اور ہر سورت کے شروع میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ دوسرے اماموں کے نزدیک یہ ہر سورۃ کا جزو ہے۔

(۲۸) امام کو چاہئے کہ جب ختم کا ارادہ کرے تو ستائیسویں شب میں ختم کرے۔ قرآن مجید کے ختم میں جلدی کر کے اکیسویں تاریخ یا اس سے پہلے ختم کر دینا ترک افضل ہے اور منقول ہے کہ مشائخ رحمہم اللہ نے تمام قرآن میں پانسو چالیس رکوع مقرر کئے ہیں اور قرآن میں اس کی علامت بنادی ہے تاکہ ختم قرآن ستائیسویں رات میں ختم ہو جائے اور ملکوں میں قرآن مجید میں دس دس آیتوں پر علامت بنائی گئی تھی اور اس کو رکوع مقرر کیا گیا تھا تاکہ تراویح کی ہر رکعت میں بقدر مسنون قرارت پڑھی جائے۔ اگر انیسویں یا اکیسویں شب میں یا اس سے بھی پہلے یا بعد میں قرآن ختم کر لیا جائے تو رمضان المبارک کے باقی دنوں میں تراویح نہ چھوڑے اور ان میں جہاں سے اور جس قدر قرآن مجید چاہے پڑھا کرے اس لئے کہ تراویح کا پڑھنا تمام ماہِ رمضان المبارک میں سنتِ موکدہ ہے اور اصح یہ ہے کہ ان باقی ایام میں تراویح کا چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۹) صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ یعنی سورۃ اخلاص کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آجکل دستور ہے مکروہ ہے اور نماز کے علاوہ ختم قرآن مجید کرتے وقت قل ہو اللہ تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے وقت پچھلی رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھے۔ (اس کی تفصیل قرارت کے بیان میں پہلے آچکی ہے)۔

(۳۰) تراویح کی رکعتوں کا شمار کرنا کہ کتنی باقی ہیں مکروہ ہے ایسے ہی بھوک اور پیاس کے وقت یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ کاش ہم پر روزے فرض نہ ہوتے۔

نماز توڑ دینے کے عذرات اور فرضوں کی جماعت میں شریک ہونے اور دیگر مسائل متعلقہ کا بیان

نماز توڑ دینے کے احکام

نماز روزہ وغیرہ عبادت کو قصداً بلا عذر توڑ دینا حرام ہے۔ اور کمال حاصل کرنے کے لئے توڑ دینا مشروع و مطلوب ہے اگرچہ ظاہراً اچھا نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ مسجد کو نیا بنانے کے لئے گرانا ضروری ہوتا ہے پس نماز کو توڑنا کبھی واجب ہوتا ہے جیسا کہ کسی شرعی ضرورت کے پیشِ نظر مثلاً جان بچانے کے لئے نماز کو توڑنا واجب ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا کہ نماز کو کامل کرنے یعنی جماعت میں شامل ہونے کے لئے توڑنا اور کبھی جائز و مباح ہوتا ہے جیسے مال ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو مباح ہے اور بلا عذر قصداً توڑنا حرام ہے۔ نماز توڑنے کے عذرات ذیل میں درج ہیں:-

نماز توڑ دینے کے عذرات کا بیان

(۱) اگر کسی شخص کا کوئی جانور بھاگ گیا یا چرواہے کو اپنی بکریوں میں بھیڑیے کا خوف ہوا، یا سانپ بچھو وغیرہ سامنے آ گیا اور اس کے ایذا دینے کا صحیح خوف ہے اور اس کو مارنے کے لئے عمل کثیر کی ضرورت پڑے (اگر عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے تو نماز نہ توڑے۔ مثلاً ایک یا دو ضرب ایک ہاتھ سے مارے یا ایک دو قدم چلے اور اس میں کراہت بھی نہیں جیسا کہ مکروہات کے بیان میں مذکور ہوا)۔ یا رات کو مرغی کھلی رہ گئی اور بلی اس کے پاس آ گئی اور اس کو مرغی کی جان کا خوف ہے تو ان سب صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل

(۲) اگر کسی کو مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہو اور اس کی قیمت کم از کم ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو خواہ وہ مال اپنا ہو یا کسی دوسرے کا اس کے لئے نماز کو توڑ دینا جائز ہے مثلاً کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا اور اس کے پاس سے کسی شخص نے کوئی ایسی چیز چرائی جس کی قیمت ایک درہم (آجکل کے چاندی کے بھاؤ سے تقریباً نو آنے) یا اس سے زیادہ ہے تو جائز ہے کہ وہ نماز توڑ کر چور کو پکڑے یا ڈھونڈے اس لئے کہ درہم مال ہے، اسی طرح یہ خوف ہو کہ دودھ اُبل جائیگا یا گوشت ترکاری وغیرہ کی ہانڈی ابل جائے گی یا جل جائے گی یا روٹی جل جائے گی وغیرہ صورتوں میں جبکہ ان کی قیمت ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو ان کی حفاظت کے لئے نماز کو توڑ دینا جائز ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور خواہ وہ مال اپنا ہو یا کسی غیر کا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ریل گاڑی سے اتر کر نیچے نماز پڑھ رہا ہے اور اس گاڑی پر اس کا اسباب رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں اور ریل گاڑی روانہ ہوگئی تو نماز توڑ کر گاڑی میں سوار ہو جانا درست و جائز ہے خواہ یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو۔

(۳) جب کوئی مصیبت زدہ فریاد رسی کے لئے پکارے خواہ اس نماز پڑھنے والے کو پکارے یا مطلقاً پکارے کسی شخص کو معین نہ کرے یا کسی کی ہلاکت کا خوف ہو اور وہ نمازی اس کی امداد پر قادر ہو تو اس پر نماز کا توڑ دینا فرض ہے۔ خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ مثلاً کوئی مظلوم فریاد کرے یا کوئی شخص چھت سے گرنے یا آگ میں جل جانے یا پانی میں ڈوب جانے کے خوف کے وقت کسی نمازی سے فریاد کرے یا بغیر کسی تعین کے کسی کو مدد کے لئے پکارے تو نماز کو توڑ دینا فرض ہے خواہ کوئی سی نماز ہو۔ اسی طرح اگر کوئی اندھا جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے اور اس اندھے کے کنوئیں میں گرنے کا ڈر ہے اگر اس کے گر پڑنے کا گمان غالب ہے تو اس کے بچانے کے لئے نماز توڑ دینا فرض ہے ان صورتوں میں اگر نماز نہیں توڑے گا اور وہ شخص گر کر یا جل کر یا ڈوب کر مر جائے گا یا اس کو کوئی نقصان پہنچے گا تو یہ نمازی گنہگار ہو گا۔ اگر اس نابینا کے کنوئیں میں گر پڑنے کا گمان غالب نہیں ہے البتہ امکان ہو تو نماز توڑنا فرض نہیں ہے البتہ جائز ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کو اس کا باپ یا ماں پکارے اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو جب تک وہ نماز سے فارغ نہ ہو جائے جواب نہ دے یعنی اس کے لئے نماز نہ توڑے خواہ اس باپ یا ماں کو یہ علم ہو کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے یا اس بات کا علم نہ ہو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ یونہی بغیر کسی فریاد کے پکاریں کیونکہ بلا ضرورت نماز کا توڑنا جائز نہیں، اور فریاد خواہی کے لئے پکاریں خواہ وہ امر غیر مہلک ہی کیوں نہ ہو تو جواب دے اور نماز توڑ دے۔ (کیونکہ غیر کی فریاد کو پہنچنے کے لئے نماز توڑنا فرض ہے تو ماں باپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ مؤلف)۔ ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر تک ہوں یعنی باپ ماں دادا دادی نانا نانی وغیرہ، مثلاً اگر ان میں سے کوئی بیمار ہے اور کسی ضرورت سے مثلاً پاخانہ وغیرہ جاتے یا آتے ہوئے اس کا پیر پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کر اسے اٹھالے لیکن اگر کوئی اور اٹھانے والا ہو تو نماز نہ توڑے اور اگر ابھی گرا نہیں ہے لیکن گرنے کا ڈر ہے اور اس نے پکارا تب بھی نماز توڑ دے کیونکہ امر غیر مہلک کے لئے فریاد رسی کرنے پر بھی نماز توڑ دینا فرض ہے۔ یہ حکم اس وقت کا

بیان ہوا جبکہ وہ نمازی فرض نماز پڑھ رہا ہے اور اگر نفل یا سنت پڑھتا ہو اُس وقت باپ ماں، دادا دادی نانا نانی میں سے کوئی پکارے لیکن اُس کو معلوم نہیں کہ وہ نماز میں ہے تو ایسے وقت بھی نماز توڑ کر اس کی بات کا جواب دینا فرض ہے خواہ وہ کسی مصیبت سے پکاریں یا بلا ضرورت یونہی پکاریں دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے۔ پس اگر وہ نماز توڑ کر جواب نہیں دیگا تو گنہگار ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نفل و سنت نماز نہ توڑے کیونکہ اس کا نماز میں ہونا معلوم ہوتے ہوئے اس کو پکارنا معصیت ہے اور خالق کی معصیت میں مخلوق کے لئے طاعت نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو کوئی تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دینا فرض ہے۔

(۵) اگر نماز میں پیشاب پاخانہ زور کرے یا ریح کا غلبہ ہو تو نماز توڑ دے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور فراغت حاصل کرنے کے بعد پڑھے خواہ جماعت بھی جاتی رہے کیونکہ پیشاب پاخانہ و ریح کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے پس اگر نماز میں ایسی حالت پیش آجائے تو نماز کا توڑنا واجب ہونا چاہئے اور اگر اسی حالت میں نماز پڑھیگا یا پوری کریگا تو وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی جس کا لوٹانا واجب ہونا چاہئے۔ لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا خوف ہو اس طرح کہ جب تک وہ اس ضرورت سے فارغ ہو کر وضو کر کے نماز پڑھے وقت نکل جائے گا تو اس صورت میں وہ نماز نہ توڑے کیونکہ وقت کے اندر کراہت کے ساتھ ادا کرنا قضا کرنے سے اولیٰ ہے۔

(۶) ائمہ کے اختلاف سے بچنے کے لئے نماز توڑ دینا مستحب ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جماعت یا نماز کا وقت فوت نہ ہو جائے مثلاً کسی نمازی کو اجنبی عورت نے چھو دیا تو اس صورت میں احناف کے نزدیک نماز نہیں ٹوٹتی اور امام شافعیؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے پس ایسے موقع پر اختلاف سے نکلنے کے لئے نماز توڑ دے اور نئے سرے سے پڑھے لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا خوف ہے یا جماعت میں ہے اور جماعت چلی جائے گی اگرچہ وقت باقی رہے گا تو ان دونوں صورتوں میں نماز نہ توڑے۔

(۷) اگر کوئی ذمی کافر اگر نماز پڑھنے والے سے کہے کہ مجھے مسلمان کر تو بھی نماز توڑ دینا فرض ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔

(۸) قابلہ (بچہ جنانے والی دایہ) کو اگر بچہ کی جان جانے کا خوف یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا بچہ کی ماں کے جانی نقصان کا خوف غالب ہو تو نماز توڑ دینا اور قضا کر دینا واجب ہے، اور خوف ہو لیکن گمان غالب نہ ہو تب بھی توڑ دینا اور موخر کرنا جائز ہے۔

(۹) جب کوئی شخص نماز فرض و واجب یا سنت و نفل پڑھ رہا ہو، اور وقتی فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی نماز کو توڑ دینا مشروع ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تفصیل ذیل میں الگ الگ عنوان کے ساتھ درج ہے۔

اکیلا فرض پڑھنے والے کو اسی فرض کی جماعت میں شامل ہونے کے مسائل

جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اس وقت کے فرض ہوں اور اسی وقتی فرض کی جماعت وہاں قائم ہو جائے

تواس میں شامل ہونے یا نہ ہونے کی یہ چند صورتیں ہیں :-

(۱) اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھ رہا ہے اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا ہے کہ اس جگہ اسی فرض کی جماعت شروع ہوگئی تو وہ اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے خواہ وہ نماز دو رکعتی فرض ہوں یعنی فجر یا تین رکعتی یعنی مغرب یا چار رکعتی یعنی ظہر و عصر و عشا، سب کا یہی حکم ہے۔

(۲) اگر ایک رکعت پڑھ چکا ہے اور دوسری رکعت میں ہے اور ابھی دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا اور وہ نماز چار رکعت والی نہیں ہے یعنی فجر و مغرب کی نماز ہے تب بھی اس کو توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں نمازوں میں دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نہ توڑے اور اپنے فرض کو ہی پورا کرلے اور پھر امام کے ساتھ بھی نہ شریک ہو اس لئے کہ وہ اپنے فرض ادا کر چکا ہے اب جماعت میں شامل ہونے سے اس کی نماز نفل ہوگی اور صبح کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور فرض مغرب کے بعد اگرچہ نفلوں کا وقت ہے لیکن تین رکعت نفل جائز نہیں اور اگر وہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ملا کر چار رکعت نفل پوری کرے گا تو امام کی مخالفت ہوگی یہ سب بدعت ہے اور منع ہے لیکن اگر وہ شخص جو اپنی مغرب کی نماز پڑھ چکا ہے پھر جماعت میں بھی شریک ہو گیا تو اگرچہ اس نے یہ بُرا کیا لیکن اس کو چاہئے کہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت اور ملا کر چار پوری کرلے یہی احوط ہے اس لئے کہ سنت کی موافقت امام کی موافقت سے بڑھ کر ہے اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اس کو چاہئے کہ چار رکعتوں کی قضا کرے کیونکہ وہ اقتدا کی وجہ سے اس پر لازم ہوگئیں جیسا کہ تین رکعت نماز کی نذر کرنے والے پر چار رکعت لازم ہو جاتی ہیں ———

اور اگر مغرب کی جماعت میں نفل کی نیت سے شامل ہو کر نماز پڑھنے والے نے ایسے امام کے پیچھے اقتدا کیا کہ جس نے تیسری رکعت میں قرارت نہیں کی اور مقتدی نے قرارت کرلی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر قرارت نہیں کی تب بھی امام کی متابعت میں اس کی نماز جائز ہوگی اور اگر امام تیسری رکعت گمان کر کے چوتھی کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس نفل پڑھنے والے مقتدی نے اس چوتھی رکعت میں بھی متابعت کی تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ امام تیسری رکعت میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو یہی مختار ہے کیونکہ اگرچہ امام کی نماز نفل ہوگئی لیکن پہلے فرض تھی پھر فرض سے نفل کی طرف منتقل ہو گیا۔ پس گویا اس نے دو نمازیں دو تحریموں سے پڑھیں تو اس صورت میں مقتدی کی ایک نماز بغیر عذر حدث کے دو اماموں کے پیچھے ہوگی اسلئے جائز نہیں۔

(۳) اگر کسی نے چار رکعتی فرض یعنی ظہر یا عصر یا عشا کی نماز کی ایک رکعت پڑھی یعنی پہلی رکعت کا سجدہ کرلیا پھر جماعت قائم ہوگئی تو واجب ہے کہ ایک رکعت اور پڑھ کر دوگانہ پورا کرلے اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور فرض جماعت کے ساتھ ادا ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تب بھی یہی دوگانہ پورا کرے یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

(۴) اگر چار رکعتی نماز (ظہر و عصر و عشا) کی تیسری رکعت میں تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو تیسری رکعت کے سجدہ سے پہلے

توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا ہے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو واجب ہے کہ اپنی نماز پوری کر لے اور اس کو توڑے نہیں اگر توڑے گا تو گنہگار ہوگا۔ پھر اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو ظہر اور عشا کی جماعت میں شامل ہو جائے اور یہ اس کے لئے افضل ہے کیونکہ یہ اس کے نفل ہو جائیں گے اور وہ جماعت سے نفل پڑھنے کا ثواب پالے گا اور فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز جماعت سے پڑھنا رمضان المبارک کے علاوہ بھی مکروہ نہیں ہے اور حدیث شریف میں ایسا ہی وارد ہے۔ اور اگر چاہے تو جماعت کی نماز میں شامل نہ ہو اور عصر کی نماز اپنی پوری کر لینے کی صورت میں جماعت میں شامل نہ ہو اس لئے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) جماعت قائم ہو جانے پر نماز توڑ دینے کا جن صورتوں میں حکم ہے یہ اس وقت ہے جبکہ اُس مقام پر جہاں (یعنی جس مسجد وغیرہ میں) یہ نماز پڑھتا ہو وہاں جماعت قائم ہو جائے اور اگر دوسری جگہ جماعت قائم ہوئی مثلاً کوئی شخص گھر میں نماز پڑھتا تھا اور مسجد میں جماعت قائم ہوئی یا کسی مسجد میں نماز پڑھتا تھا اور دوسری مسجد میں جماعت قائم ہوئی تو نماز کسی حالت میں نہ توڑے اگرچہ پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا ہو۔

(۶) ان مسائل میں جماعت قائم ہونے سے مراد امام کا نماز شروع کرنا ہے مؤذن کا تکبیر واقامت کہنا مراد نہیں ہے پس اگر مؤذن نے تکبیر اقامت شروع کی ہو اور کسی شخص نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ وہ نماز نہ توڑے بلکہ دو رکعتیں پوری کر لے۔

(۷) نماز توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسی طرح کھڑا ہوا یعنی حالتِ قیام ہی میں ایک طرف کا سلام پھیر دے اور پھر امام کا اقتدا کر لے یہی اصح ہے اور اس کو قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ قعدہ نماز کے تمام ہونے کے لئے شرط تھا اور یہ نماز تمام ہونا نہیں ہے بلکہ نماز کا توڑنا ہے اور ایک ہی سلام کافی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قعدہ کی طرف کو لوٹے اور بیٹھ کر سلام پھیرے بعض نے کہا کہ سلام نہ پھیرے بلکہ اسی طرح کھڑا ہوا تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ نماز شروع کرنے کی نیت کر لے کیونکہ جب اس نے کھڑے ہوئے تکبیر کہی اور امام کی نماز میں شروع کرنے کی نیت کی تو پہلی نماز اس کے ضمن میں ہی منقطع ہو گئی اور رفع یدین کے لئے (جیسا کہ نیت باندھتے وقت کرتے ہیں) اس کو اختیار ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اصح یہ ہے کہ ان سب صورتوں کا اختیار ہے لیکن پہلی صورت اولیٰ ہے۔ اور یہ تینوں صورتیں ہر حالت میں جائز ہیں خواہ وہ قیام کی حالت میں ہو یا رکوع و سجود کی حالت میں (اور بعض کے نزدیک کھڑے ہوئے دو سلام پھیرنا ہے اور قعدہ کرنے کی صورت میں بعض کے نزدیک تشہد پڑھے اور بعض کے نزدیک نہ پڑھے اور سلام ان دونوں صورتوں میں پھیرے۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

سنت و نوافل وغیرہ نماز پڑھتے ہوئے جماعت قائم ہو جانے کے مسائل

(۱) اگر کسی نے نفل نماز شروع کی پھر وہاں فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو گئی تو مختار یہ ہے کہ اس کو نہ توڑے اس نے رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس کا دوگانہ پورا کر لے پھر جماعت میں شامل ہووے۔ یہی حکم نذر کی نماز

اور قضا نماز کا ہے کہ اگر ان کو پڑھ رہا ہے اور جماعت کھڑی ہوگئی تو ان کو نہ توڑے اور پوری کرکے جماعت میں شامل ہوجائے۔ لیکن اگر وہ جماعت اسی قضا کی قائم ہوئی ہو جس قضا نماز کو وہ پڑھ رہا ہے تو پھر ادا کی طرح کرے یعنی جن موقعوں پر ادا کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے توڑنا مذکور ہوا ہے ان میں اس قضا کو توڑ کر اس کی جماعت میں شامل ہوجائے ——

تنبیہ: اگر صاحبِ ترتیب ہو تو وہ پہلے اپنی قضا نماز پڑھے اگرچہ جماعت جاتے رہنے کا خوف ہو لیکن اگر صاحب ترتیب نہ ہو اور جماعت فوت ہونے کا خوف بھی نہ ہو تو پوری کرکے جماعت میں شامل ہوجائے ورنہ نماز قضا توڑ کر جماعت حاضرہ میں شامل ہوجائے اور قضا بعد میں پڑھے یہی ظاہر ہے۔ (شامی)۔

(۲) اگر ظہر یا جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی چار سنتیں مؤکدہ پڑھتا تھا اور ظہر کی جماعت قائم ہوئی یا جمعہ کا خطبہ شروع ہوا تو صحیح و راجح قول یہ ہے کہ مطلقاً چار رکعت پوری کرلے خواہ پہلے دوگانہ کے وقت کھڑی ہوئی ہو یا دوسرے دوگانہ کے وقت، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر پہلا دوگانہ پڑھنے کی حالت میں جماعت کھڑی ہوئی ہو تو دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے اور پھر ان چاروں کو فرضوں کے بعد پڑھے۔ امام ابو یوسفؒ سے اسی طرح مروی ہے اور بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور اگر پچھلی دو رکعتوں میں جماعت کھڑی ہوئی تو خواہ وہ تیسری رکعت میں ہو اور ابھی سجدہ نہ کیا ہو یا سجدہ کرلیا ہو اور چوتھی میں ہو تو چاروں رکعتیں پوری کرکے سلام پھیر دے پھر جماعت میں شریک ہوجائے۔ (دونوں صورتوں میں گنجائش ہے موقع محل دیکھ کر جس پر چاہے عمل کرے۔ مؤلف)

(۳) اگر فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو جب تک قعدۂ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ ملنے کی توقع ہے اس وقت تک اس سنت کو قطع نہ کرے بلکہ پورا کرکے جماعت میں شامل ہوجائے اور اگر قعدۂ اخیرہ کے ملنے کی بھی توقع نہ رہے تو توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے اور سورج نکلنے کے بعد ان کی قضا کرے۔

(۴) اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ وقتی فرضوں کی جماعت ہو رہی ہے اور ابھی اس شخص نے مؤکدہ سنتیں نہیں پڑھیں تو فجر کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں (یعنی ظہر و جمعہ کی سنتوں) کو اگر یہ سمجھتا ہے کہ امام کے رکوع کرنے سے پہلے پوری کرلے گا اور جماعت سے اس کی کوئی رکعت نہیں جائے گی تو مسجد سے باہر (یعنی جماعت سے الگ کسی جگہ جیسا کہ فجر کی سنتوں میں بیان ہوا) پڑھ لے پھر اقتدا کرے اور اگر رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو امام کے ساتھ نماز شروع کردے اور پھر ان سنتوں کو فرضوں کے بعد پڑھے خواہ بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔ بعض نے بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھنے کو صحیح کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے ان کے بعد پڑھنے کو صحیح کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے اور اسی پر زیادہ تر عمل ہے۔ اور سنتِ فجر کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر اس کو قعدۂ اخیرہ مل جانے کے ظن غالب کی بنا پر امید ہے تو پہلے یہ سنتیں پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہوجائے۔ اور ان سنتِ فجر کو مسجد کے دروازے کے پاس پڑھے یعنی اگر مسجد سے باہر جگہ ہو تو وہاں پڑھے اگر جگہ نہ ہو تو مسجد کے اندر کسی ستون کی آڑ میں پڑھے یا اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو باہر پڑھے یا باہر ہو رہی ہو تو

تو اندر پڑھے اور اگر ایسا موقع نہ ہو تو کسی علیحدہ جگہ میں جس قدر جماعت کی صف سے دوری ممکن ہو وہاں پڑھ لے سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اس میں ہے کہ صف کے پیچھے بغیر آڑ کے پڑھے۔ اور اگر امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے سنتیں شروع کر چکا ہے تو جہاں چاہے پڑھ لے کچھ کراہت نہیں۔ اور یہ حیلہ کرنا کہ سنتِ فجر کی نیت باندھ کر توڑ دے پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور پھر فرضوں کے بعد فوراً سنتیں پڑھ لے کیونکہ اب یہ اس پر واجب ہو گئیں یہ بالکل ناجائز و ممنوع ہے۔ اور اگر تشہد میں ملنے کی امید نہ ہو تو سنتوں کو ترک کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ اسی طرح اگر امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے رکوع میں ہے یا دوسرے میں تو سنتیں چھوڑ دے اور امام کے ساتھ مل جائے۔ پھر ان چھوڑی ہوئی سنتوں کو آفتاب کے طلوع تک نہ پڑھے اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد (نیزہ بھر بلند ہونے کے بعد) اس سنت کا قضا پڑھ لینا بہتر ہے۔ اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات کی پابندی کرتے ہوئے ادا کرنے سے جماعت نہ ملے گی اور سنن و مستحبات کے ترک کی صورت میں مل جائے گی تو صرف فرائض و واجبات پر کفایت کرے یعنی ثنا و تعوذ کو چھوڑ دے سورۂ فاتحہ اور مختصر قراءت پڑھ کر رکوع و سجود میں ایک ایک مرتبہ تسبیح پڑھ کر صرف تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے اور یہی حکم سنت ظہر و جمعہ کا بھی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص نے سنت فجر پڑھ لیں اور فجر کی فرض نماز قضا ہو گئی تو جب قضا نماز پڑھے تو ان سنتوں کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی شخص کی فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک اگر قضا کرے تو دونوں کی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے وقت کے بعد کسی سنت کی قضا نہیں ہے اور سننِ غیر مؤکدہ یعنی عصر و عشا کے قبل کی سنتوں کی فرضوں کے بعد وقت کے اندر بھی قضا نہیں ہے اس لئے کہ عصر کے فرضوں کے بعد نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور عشا کے فرضوں کے بعد اگرچہ ان کا پڑھ لینا بلا کراہت جائز ہے لیکن وہ اس مستحب کی جگہ نہیں ہوں گے جو قبل فرض عشا پڑھنے سے ادا ہوتا۔

مقتدی جماعت کا پانے والا کب ہوتا ہے؟

(۱) جس شخص کو فرض نماز میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو یہ شخص بالاتفاق جماعت سے نماز پڑھنے والا نہیں ہوا۔ خواہ وہ نماز دو رکعت والی ہو یا تین یا چار رکعت والی ہو۔ لیکن اُس نے جماعت کا ثواب پالیا اگرچہ وہ قعدۂ اخیرہ ہی میں شامل ہوا ہو لیکن سب سے زیادہ ثواب تکبیر تحریمہ میں شامل ہونے والے کو ہوتا ہے پھر پوری نماز پانے والے کو ایک رکعت یا زیادہ نہ پانے والے سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

(۲) چار رکعت والی نماز میں تین رکعت امام کے ساتھ پانے والا اور تین رکعت والی نماز (مغرب) میں دو رکعت امام کے ساتھ پانے والا بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں ہوا البتہ جماعت کا ثواب پانے والا ہو گیا یہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وہ جماعت سے نماز پڑھنے والا ہو گیا کیونکہ اکثر کے لئے کُل کا حکم کیا جاتا ہے۔ چار رکعت والی

نماز میں دو رکعت امام کے ساتھ پانے والے کا وہی حکم ہے جو دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت پانے والے کا بیان ہوا کہ یہ دونوں بالاتفاق جماعت سے نماز پڑھنے والے نہیں ہوئے بلکہ جماعت کا ثواب پانے والے ہوئے اور لاحق کا حکم مدرک یعنی پوری جماعت پانے والے جیسا ہے ـــــ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا اور اس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی اور باقی میں مسبوق ہوا خواہ وہ دو رکعت والی نماز ہو یا تین رکعت والی یا چار والی تو بالاتفاق اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اسی طرح اگر چار رکعت والی میں دو رکعت امام کے ساتھ پائیں تب بھی بالاتفاق یہی حکم ہے کہ قسم نہیں ٹوٹے گی اور تین رکعت والی نماز میں دو رکعت پانے والے اور چار رکعت کی نماز میں تین رکعت پانے والے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہے اور بعض کے نزدیک اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی جب تک کہ وہ پوری نماز امام کے ساتھ نہ پائے کیونکہ اس مسئلہ میں اکثر کل کا قائم مقام نہیں ہوتا جیسا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ یہ روٹی نہیں کھائے گا تو جب تک کل روٹی نہیں کھائے گا اس وقت تک اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی یہی ظاہر تر ہے اور اسی قول کو ترجیح ہے۔ لاحق مدرک کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اپنی قسم کے توڑنے والا ہو جائے گا جبکہ اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھے گا اگرچہ اس نے امام کے ساتھ اکثر حصہ نماز نہ پایا ہو۔ اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ جماعت میں شامل نہیں ہوگا تو اگر وہ امام کے ساتھ جماعت کے کسی حصہ میں شامل ہو گیا خواہ تشہد میں ہی شامل ہو تو اسکی قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ جس نے کسی چیز کا آخری حصہ پالیا تو اس نے اس چیز کو پالیا۔ فافہم

(۳) جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی۔ اور اگر رکوع امام کے ساتھ نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہیں ہوگا۔

(۴) نمازی جب سلام پھیرتا ہے تو لفظ السلام کی میم کہنے سے نماز سے باہر ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں پس اس کے پہلے تک امام کی اقتدا درست ہے بعد میں نہیں۔

اذان کے بعد مسجد سے باہر جانے کے مسائل

جب کسی مسجد میں اذان ہو گئی ہو تو اس شخص کو جو مسجد میں موجود ہے اور اس نے اس وقت کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی اس مسجد سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھے بغیر نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ وہ پہلے سے مسجد میں موجود ہو اور پھر اذان ہوئی ہو یا اذان کے بعد مسجد میں آیا ہو۔ لفظ اذان سے مراد یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہو اور وہ اس وقت مسجد میں ہو خواہ اذان اس مسجد میں ہوئی ہو یا کسی اور مسجد میں یا کہیں بھی نہ ہوئی ہو اور اگر مسجد سے تو نہیں نکلا لیکن مسجد میں رہتے ہوئے بھی جماعت میں شامل نہیں ہوا جیسا کہ بعض فاسق لوگ ایسا کرتے ہیں تب بھی مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں اس کو مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی نہیں ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) اگر وہ کسی اور مسجد کا امام یا مؤذن ہو کہ اس کے نہ ہونے سے وہاں کی جماعت کے لوگ متفرق ہو جائیں گے تو ایسے شخص کو اجازت ہے کہ یہاں سے اپنی مسجد میں چلا جائے اگرچہ یہاں اقامت بھی شروع ہو گئی ہو۔ اور اگر اس کی مسجد

میں جماعت ہو چکی ہو تو اب یہاں سے جانے کی اجازت نہیں۔

(۲) جو شخص کسی دوسرے محلہ کا رہنے والا ہو اس کو بھی اپنے محلہ کی مسجد کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے اس مسجد سے نکلنا جائز ہے جبکہ ابھی وہاں جماعت نہ ہوئی ہو، اگرچہ وہ منتظمِ جماعت یعنی امام یا موذن نہ بھی ہو لیکن اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اس مسجد سے نہ جائے اور یہیں جماعت میں شامل ہو جائے تاکہ لوگوں کے اتہام سے بچے اور اگر اس کے محلہ کی مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو اب یہاں سے جانے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ یہاں آجانے سے اب اس مسجد والوں میں سے ہو گیا ——— (۳) اپنے استاد کی مسجد میں سبق کے لئے یا وعظ و مسائل سننے کے لئے جانا بالاتفاق جائز ہے تاکہ دوہرا ثواب حاصل کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو کل یا بعض سبق کے فوت ہونے کا خوف ہو اگرچہ اس سبق کا پڑھنا فرض و واجب نہ ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر نہ نکلے۔

(۴) اگر کسی ضرورت کے لئے نکلے اور اس کو گمان غالب ہے کہ جماعت سے پہلے آجائیگا تب بھی باہر جانے کی بلا کراہت اجازت ہے، مثلاً کوئی شخص صبح کی اذان کے وقت مسجد میں تھا اور اس کو معلوم ہے کہ جماعت دیر سے یعنی مستحب وقت ہو جانے پر ہوگی وہ کسی ضرورت کے لئے مسجد سے نکلا پھر واپس آیا اور جماعت سے نماز پڑھی تو اس کے لئے کوئی کراہت نہیں ہے۔

(۵) یہ مذکورہ بالا احکام اس وقت تک ہیں جب تک کہ اس شخص نے وہ نماز نہ پڑھی ہو لیکن اگر وہ ایک دفعہ تنہا اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو عشا اور ظہر کی نمازیں جب تک موذن نے اقامت نہیں کہی ہے مسجد سے باہر جانے میں مضائقہ نہیں ہے یعنی اس کو مسجد سے باہر جانا مکروہ نہیں ہے لیکن بلا عذر تنہا پڑھ لینے اور جماعت کا انتظار کرنے اور ترکِ جماعت کی کراہت کا مرتکب ہوا ——— اور اگر موذن نے اقامت شروع کر دی تو اب اس شخص کو بھی مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ بلا عذر جماعت کی مخالفت کرنے والا ہو گا بلکہ اس کو چاہئے کہ نفل کی نیت سے ان ظہر و عشا کی نمازوں میں شامل ہو جائے تاکہ نفل اور جماعت دونوں کو حاصل کرلے۔ اور عصر و مغرب اور فجر کی نمازوں میں یہ حکم ہے کہ ہر حال میں مسجد سے باہر چلا جائے خواہ تکبیر اقامت شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کیونکہ عصر و فجر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب کی تین رکعت نفل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس لئے ان تینوں نمازوں کی جماعت میں شامل ہونا اس کے لئے مکروہ ہے اور بغیر شامل ہوئے وہاں بیٹھا رہا تب بھی مکروہ ہے۔

قضا نمازوں کو پڑھنے کا بیان

کسی عبادت کو اس کے مقررہ وقت کے اندر شروع کر دینے کو ادا کہتے ہیں اور فرض یا واجب کو اس کا وقت ختم ہونے کے بعد عمل میں لانا یعنی شروع کرنا قضا کہلاتا ہے مثلاً ظہر کی نماز وقت کے اندر شروع کر دی تو ادا کہلائے گی اور اگر ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد شروع کی تو قضا کہلائے گی۔ وقت کے اندر شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کے وقت کے اندر

نماز کا تحریمہ باندھ لیا تو وہ نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہوئی۔ اگرچہ تحریمہ باندھنے کے بعد وقت نکل جائے۔ سوائے نماز فجر و جمعہ و عیدین کے کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا تو نماز جاتی رہی جیسا کہ اپنے اپنے بیان میں اس کا ذکر ہے۔ غیر واجب پر قضا کا لفظ مجازاً بولا جاتا ہے یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہے حقیقتاً نہیں جیسا کہ ظہر و جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی چار سنتِ مؤکدہ کو کہتے ہیں کہ فرض کے بعد قضا کرلے۔ یعنی فرضوں کے بعد بھی ظہر کا وقت ختم ہونے تک ان کی ادا کا وقت ہے لیکن چونکہ اپنے اصل موقع پر یعنی فرضوں سے پہلے ادا نہیں ہوئیں اس لئے مجازاً قضا کہہ دیا گیا اور وقت نکلنے کے بعد سنتوں و نفلوں کی قضا نہیں یعنی اگر پڑھے گا تو الگ مستقل نفل نماز ہو جائے گی ان سنتوں کی جگہ نہیں ہوگی۔ البتہ اگر شروع کرکے توڑ دیا ہو تو واجب ہو جانے کی وجہ سے قضا لازم ہوگی۔ اگر کسی عمل کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس خرابی کو دور کرنے کے لئے اس عمل کو دوبارہ کرنا اعادہ کہلاتا ہے، اگر نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہوئی ہے تو اعادہ واجب ہے اور اگر کراہتِ تنزیہی سے ادا ہوئی ہے تو اعادہ مستحب ہے خواہ وقت کے اندر اعادہ ہو یا بعد میں یہی حکم ہے اور یہی راجح ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وقت کے بعد کراہت تحریمی کی صورت میں بھی قضا مستحب ہے۔ جب کراہتِ تحریمی یا کسی واجب کے چھوٹنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا گیا تو اس میں اختلاف ہے کہ پہلی پڑھی ہوئی نماز فرض واقع ہوگی یا دوسری یعنی اعادہ کی ہوئی صحیح یہ ہے کہ دوسری نماز فرض ہوگی کیونکہ پہلی نماز فرض ناقص ہے اور دوسری نماز فرض کامل ہے یعنی فی ذاتہ مثل پہلے کے ہے لیکن بمعہ زیادتی وصف کمال کے ہے اور جب تک اعادہ نہ کرے پہلی نماز کے فرض ہونے کا حکم موقوف رہے گا اعادہ کے بعد دوسری فرض ہو جائے گی ورنہ پہلی فرض ناقص بدستور باقی رہے گی۔ فافہم۔ (شامی ملخصاً)

کسی عذر شرعی کے بغیر جان بوجھ کر نماز قضا کر دینا سخت گناہ ہے یعنی کبیرہ گناہ ہے جو کفر کے قریب ہے۔ اور صرف اس نماز کی قضا پڑھ لینے سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا جب تک اس کے بعد ساتھ ہی سچے دل سے توبہ نہ کرے پس اس پر فرض ہے کہ اس نماز کی قضا کرے اور پھر سچے دل سے توبہ بھی کرے تاکہ اس تاخیر کا گناہ معاف ہو جائے (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حج مقبول و مبرور سے بھی کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حج کے بیان میں آئے گا انشاء اللہ اور اللہ پاک ارحم الراحمین اگر چاہے تو کسی وسیلے اور سبب کے بغیر بھی گناہ کبیرہ و صغیرہ معاف کر دے تو وہ قادر مطلق ہے)۔ واضح رہے کہ نماز روزہ وغیرہ فرائض صرف توبہ کر لینے یا حج مقبول سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان میں تاخیر کر دینے کا جو گناہ کبیرہ اس سے سرزد ہوا ہے وہ معاف ہو جاتا ہے (کیونکہ توبہ سے طاعات (عبادات) معاف نہیں ہوتیں اس لئے کہ ان کا بدل ممکن و مشروع ہے پس ادا کا بدل قضا واجب ہوئی اور قضا کا بدل فدیہ ہے یعنی اگر قضا پر قدرت نہ ہوئی تو فدیہ واجب ہوگا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور ذنوب یعنی گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ عبادات ترک کرنے کا گناہ ان کی قضا دیدینے سے دور ہو جائے گا اور اس کو اس پر عذاب نہیں دیا جائے گا۔ لیکن ان کی وقت سے تاخیر کا گناہ جو کہ کبیرہ گناہ ہے محض قضا دے دینے سے دور نہیں ہوگا بلکہ قضا دینے کے بعد اس تاخیر کے گناہ سے توبہ کرنا بھی لازمی ہے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔

. . . . پس توبہ جب ہی صحیح ہے جب پہلے اس فوت شدہ فرض وواجب کو قضا کرے اگر اس کو تو قضا نہ کرے اور توبہ کئے جائے تو یہ توبہ نہیں کیونکہ وہ نماز وغیرہ فرض وواجب تو اب بھی اس کے ذمہ باقی ہے جب گناہ سے باز نہ آیا تو توبہ کیسی بلکہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے مذاق و ٹھٹھا کرنا ہے جو کفر ہے۔

البتہ کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں نماز کی قضا واجب نہیں ہوتی اور کچھ عذرات ایسے ہیں جن کی وجہ سے نماز قضا ہو جانے سے گنہگار نہیں ہوتا اس لئے پہلے ان دونوں کی الگ الگ عنوان سے تفصیل بیان کی جاتی ہے اس کے بعد قضا نمازوں کے مسائل بیان ہوں گے۔

جن صورتوں میں نماز کی قضا واجب نہیں ہے

(۱) مجنون پر جنون کی حالت میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں جو عقل کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہوں اور اسی طرح حالتِ عقل میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں جو اس سے جنون کی حالت میں فوت ہوئی ہوں جبکہ جنون نماز کے چھ وقت کامل تک برابر رہا ہو اور اگر جنون پانچ نمازوں تک رہے چھٹی نماز میں اس کو ہوش آجائے تو ان پانچوں نمازوں کی قضا اس کو لازم ہوگی ——— (۲) اگر کوئی شخص بیہوش تھا یا مرگی تھی یا ایسا مریض تھا کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا تو جو نمازیں اس حالت میں قضا ہوئیں اور وہ ایک دن رات کی نمازوں سے بڑھ گئیں یعنی اس حالت میں پورے چھ وقت گذر گئے تو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے (ان دونوں مسئلوں کی مزید تفصیل مریض کے احکام میں بیان ہوگی۔ انشاء اللہ)

(۳) جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو گیا (یعنی پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا) اس کے بعد پھر اسلام لے آیا تو جو نمازیں مرتد رہنے کی حالت میں اس سے چھوٹ گئیں اُن کی قضا اس پر واجب نہیں کیونکہ وہ مثل کافر اصلی ہو جاتا ہے اور کافر پر کفر کے وقت کی نمازوں کی قضا نہیں ہے اور جو مرتد ہونے سے پہلے زمانۂ اسلام میں چھوٹ گئی تھیں ان کی قضا اس پر واجب ہے کیونکہ نماز روزہ وغیرہ کا ترک معصیت ہے اور معصیت ارتداد کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور اس کی ارتداد سے پہلے کی پڑھی ہوئی نمازیں ردت کی وجہ سے ضائع ہو گئیں لیکن دوبارہ اسلام لانے پر اُن کا وقت نہ پانے کی وجہ سے اب اس پر ان کا اعادہ لازم نہیں آتا سوائے حج کے کہ وہ عمر میں ایک دفعہ فرض ہے پس ارتداد سے پہلے اگر حج کر لیا پھر مرتد ہو گیا تو وہ حج باطل ہو گیا اور ردت کے بعد دوبارہ اسلام لانے پر چونکہ اس کا وقت اس نے پالیا اس لئے حج کا اعادہ اس پر لازم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا پھر اسی نماز کے وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے کیونکہ اس کی وہ پڑھی ہوئی نماز مرتد ہونے کی وجہ سے باطل ہو گئی اور اب اس وقت کے اندر دوبارہ مسلمان ہونے کی وجہ سے نئے سرے سے پھر فرض ہو گئی۔

(۴) اگر کوئی کافر دارالحرب میں مسلمان ہوا اور ایک مدت تک نماز روزہ وغیرہ فرائض اس وجہ سے ادا نہ کئے کہ اس کو معلوم نہ تھا تو اس پر ان نمازوں اور روزوں وغیرہ کی قضا لازم نہیں ہے اور ایسی حالت میں مرنے کے بعد

اس پر عذاب بھی نہ ہوگا اس لئے کہ شریعت کا خطاب صرف علم سے یا علم کی دلیل سے لازم ہوتا ہے علم سے اس طرح کہ اس کو وہاں پر کوئی مسلمان اس کا علم کرا دے۔ (صاحبین کے نزدیک اگر ایک شخص نے بھی اس کو نماز فرض ہونے کی اطلاع دیدی تو نماز پڑھنا فرض ہو جائے گا اور فوت کرنے پر قضا لازم ہو جائے گی اور وہ اطلاع دینے والا مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت یا بچہ ہو یا فاسق ہو یا غلام ہو، اور ایک روایت میں عدالت شرط ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت صاحبین کے مطابق ہے اور دوسری روایت امام حسن سے اس طرح ہے کہ دو عادل مسلمان مردوں نے یا ایک آدمی اور دو عورتوں نے اطلاع دی ہو تب لازم ہوتی ہے ورنہ نہیں تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)۔ اور دلیل سے اس طرح کہ وہ کافر دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو، یا مسلمان ہونے کے بعد دارالاسلام میں آگیا ہو تو اس کے بعد جو نمازیں قضا ہوں گی ان کا پڑھنا اس پر فرض ہے کیونکہ دارالاسلام میں اسلام کے فرائض عام طور پر مشہور ہوتے ہیں اور ہر کوئی جانتا ہوتا ہے پس دارالاسلام میں عذر جہالت قبول نہیں ہوگا اور فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی۔

(۵) حیض و نفاس کی حالت میں نماز معاف ہے اس لئے اس کی قضا بھی نہیں اس کی تفصیل حیض و نفاس کے بیان میں آچکی ہے البتہ روزوں کی قضا دیوے جس کی تفصیل روزوں کے بیان میں آئیگی انشاء اللہ۔

نماز قضا کردینے کے عذرات

(۱) دشمن کا خوف نماز قضا کر دینے کے لئے عذر ہے مثلاً مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہے تو اس کی وجہ سے وقتی نماز کو مؤخر یا قضا کر سکتا ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو پس اگر سوار ہے تو سواری پر پڑھ سکتا ہے جس کی تفصیل سواری پر نماز پڑھنے کے مسائل میں بیان ہوئی ہے یا بیٹھ کر یا قبلہ کے سوا کسی اور طرف منہ کرکے پڑھ سکتا ہے اس حیثیت سے کہ اگر وہ کھڑا ہو کر یا قبلہ کی طرف منہ کرکے پڑھتا ہے تو دشمن اس کو دیکھ لے گا غرضیکہ جس طرح قدرت ہو پڑھ لے پس قدرت ہوتے ہوئے قضا کر دینے سے گنہگار ہوگا اور اگر قادر نہ ہو تو گنہگار نہیں ہوگا۔

(۲) قابلہ (بچہ جنانے والی دایہ) کو اگر یہ خوف ہو کہ اگر وہ نماز پڑھے گی تو بچہ مر جانے کا اندیشہ ہے تو وہ بھی نماز کو مؤخر یا قضا کر سکتی ہے پس اگر اس کو یہ گمان غالب ہو کہ بچہ مر جائیگا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے گا یا بچہ کا سر نکل آیا ہے اور زچہ (بچہ کی ماں) کی موت یا نقصان کا خوف غالب ہے تو اس کو نماز میں تاخیر کر دینا اور قضا کر دینا اور اگر نماز میں ہو تو نماز کو توڑ دینا واجب ہے اور خوف مذکورہ کا ظن غالب نہیں ہے تو بھی نماز کو مؤخر کر دینے یا توڑ دینے کا مضائقہ نہیں ہے یعنی جائز ہے۔

(۳) چونکہ نفاس بچے کے اکثر حصہ کی ولادت کے بعد شروع ہوتا ہے پس اس سے پہلے تک اس عورت پر نماز فرض ہے اس لئے چاہئے کہ اگر آدھا بچہ نکلا ہو اور نماز کا وقت جاتا رہے تو اس حالت میں بھی نماز فرض و واجب پڑھے اگر نہ پڑھے گی تو گنہگار ہوگی اس کی صورت یہ ہے کہ کسی برتن میں بچہ کا سر رکھ کر جس سے اس کو صدمہ نہ پہنچے اشارہ سے نماز پڑھے اور

وضو پر قادر نہ ہو تو تیمم کرلے۔ لیکن اگر اس ترکیب سے پڑھنے میں بھی بچہ کے مرجانے کا یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا اپنی جان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو تاخیر معاف ہے اور قضا کردینا جائز ہے پس وہ نفاس ختم ہونے کے بعد اس نماز کی قضا پڑھے۔

(۴) سوجانا یا بھول جانا بھی عذر ہے پس اگر سوتا رہ گیا یا بھول گیا اس وجہ سے نماز فوت ہوگئی تو اس کی قضا پڑھنی فرض ہے البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں ہے مگر جاگنے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اسی وقت پڑھ لے اب تاخیر کرنا مکروہ ہے وقت داخل ہونے کے بعد سونے کی اجازت نہیں ہے۔ پس اگر وقت داخل ہونے کے بعد سوگیا پھر وقت نکلنے کے بعد جاگا تو اگر جاگنے پر صحیح اعتماد نہیں تھا یا جگانے والا موجود نہ تھا پھر بھی وقت کے اندر سوگیا تو گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص کو جس نے رات کا اکثر حصہ جاگنے میں گذارا ہو اور گمان ہے کہ اب سوگیا تو وقت میں آنکھ نہ کھلے گی فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے بھی سونے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ عشا کی نماز سے پہلے بھی سونا مکروہ ہے جبکہ کوئی جگانے والا نہ ہو۔ کوئی شخص سو رہا ہے یا نماز پڑھنا بھول گیا تو جس کو معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ سوتے کو جگادے اور بھولے ہوئے کو یاد دلادے۔ جب اس بات کا اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز جاتی رہے گی تو اُسے رات میں دیر تک جاگنا بلا اجازتِ شرعی منع ہے۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

قضا کا حکم یہ ہے کہ (۱) جس صفت سے نماز قضا ہوئی ہے اسی صفت کے ساتھ ادا کی جائے۔ پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور حالتِ اقامت کی قضا حالت اقامت کی طرح ہے اور حالت سفر کی قضا حالتِ سفر کی طرح ہے پس جس شخص کی حالتِ اقامت میں چار رکعت والی فرض نمازیں قضا ہوئی ہیں اگر وہ ان کو سفر کے زمانے میں قضا کرے تب بھی پوری یعنی چار چار رکعت کے ساتھ قضا کرے گا اور جو چار رکعتی فرض سفر کے زمانے میں یعنی قصر قضا ہوئے ہوں اُن کو حضر میں یعنی اقامت کی حالت میں بھی قصر یعنی دو رکعتوں سے ہی قضا کرے گا لیکن اگر قضا کرنے کے وقت کوئی عذر ہے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا مثلاً جس وقت کوئی نماز فوت ہوئی اس وقت وہ کھڑا ہو کر پڑھ سکتا تھا اور اب جبکہ قضا کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کرلے اس کے بعد اگر اس کو صحت اور قیام پر قدرت حاصل ہوجائے تو پھر ان کو لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بعض سنتوں کی قضا سنت ہے یعنی وہ فجر کی سنتیں ہیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوئی ہوں اور ان کو زوال سے پہلے پڑھے تو فرضوں کے تابع ہو کر ان کی بھی قضا کی جائے گی یعنی فرض اور سنت دونوں کی قضا پڑھے اور اگر زوال کے بعد (دوپہر کے بعد) قضا کرے تو فقط فجر کے فرض قضا کرے سنت کی قضا نہ کرے۔ اگر صرف فجر کی سنت نہیں پڑھی اور فرض پڑھ لئے تو ان کی قضا نہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک سورج نکلنے کے بعد سے دوپہر سے پہلے تک پڑھ لینا بہتر ہے۔ ظہر اور جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر رہ گئیں تو ان کو فرضوں کے بعد جب تک ظہر کا وقت باقی ہے پڑھ لے وقت کے بعد نہ پڑھے۔ ان کو مجازاً قضا کہا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی سنت کی قضا نہیں ہے اگر پڑھے گا

تو وہ مستقل نفل نماز ہو جائے گی اس کی قضا نہیں ہو گی۔ وتر کی قضا واجب ہے۔ اسی طرح نذر کی نماز میں اگر کسی خاص دن یا وقت کی قید لگائی تو اسی دن یا اسی وقت پڑھنی واجب ہے اس کے بعد وہ قضا کہلائے گی اور اگر وقت یا دن معین نہیں کیا تو پھر جب بھی ادا کرے ادا ہی کہلائے گی۔ نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے اس کے توڑ دینے پر اس کی قضا بھی واجب ہے (تفصیل نفل کے بیان میں گذری)۔

(۲) اگر قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو اگر جہری نمازوں کو قضا کرنا ہے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر جہری نمازوں کو تنہا قضا پڑھتا ہے تو جہر اور آہستہ میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے جیسے وقت کے اندر تنہا نماز پڑھنے والے کا حکم ہے۔ اور اگر آہستہ قرات پڑھنے کی نمازیں ہیں تو خواہ امام ہو یا منفرد دونوں کو آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ وقت کے اندر حکم ہے۔ قضا نمازوں کا اعلان کے ساتھ ادا کرنا گناہ ہے کیونکہ نماز کا قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے (فجر اور عصر کے فرض پڑھنے کے بعد اس بات کا خاص خیال رکھے کہ جب لوگ چلے جائیں تب قضا نماز پڑھے یا گھر جا کر یا الگ جگہ میں پڑھے کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد نفل نہیں اور فجر کے فرضوں سے پہلے بھی نہیں ہیں اس لئے اس وقت بھی احتیاط کرے ورنہ خواہ مخواہ لوگ پوچھیں گے اور اس کو ظاہر کرنا پڑے گا) اگر نماز کا قضا ہونا کسی ایسے امر کی وجہ سے ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہو گئے ہوں تو ایسی صورت میں اعلان یعنی اذان وغیرہ کے ساتھ مسجد میں باجماعت پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں۔

(۳) زندگی کے تمام اوقات قضا نماز پڑھنے کے اوقات ہیں یعنی زندگی میں جب بھی قضا کر لے گا اس کے ذمہ سے اتر جائیگی سوائے اُن تین اوقاتِ مکروہہ کے کہ جن میں ہر قسم کی نماز و سجدہ ممنوع ہے جس کی تفصیل اوقاتِ نماز کے بیان میں گذر چکی ہے (یعنی طلوع آفتاب کا وقت ایک نیزہ بلند ہونے تک، استوار یعنی نصف النہار شرعی سے زوال شروع ہونے سے پہلے تک، غروب آفتاب یعنی سورج کے متغیر ہونے سے غروب تک ان تین وقتوں میں کوئی نماز قضا نہ کرے کہ منع ہے) لیکن جلدی قضا نہ کرنا اور بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے اس لئے جس وقت نماز یاد آئی یا جس کی نماز سو تا رہ جانے کی وجہ سے قضا ہوئی اور وہ سونے سے جاگا اور وہ اس وقت قضا نماز پڑھنے پر قادر ہے تو یہی اس کا وقت ہے یعنی اسی وقت فوراً پڑھنا واجب ہے اگر اس وقت نہ پڑھی اور دیر کی تو مکروہ ہے اور گناہ ہے البتہ اگر اس وقت مکروہ وقت ہو تو اسقدر دیر کرے کہ وقتِ مکروہ نکل جائے پھر پڑھے۔ نماز کو اپنے وقت سے تاخیر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور بلا کسی عذرِ شرعی کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے اگر اس نے فوراً اس کی قضا نہ پڑھی اور دوسرے دن پر ڈال دیا کہ فلاں دن پڑھ لونگا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت سے مر گیا تو دوہرا گناہ ہوا ایک تو نماز کے قضا ہو جانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا لیکن اگر اتنی نمازیں قضا ہو گئیں کہ جن سے ترتیب اس کے ذمہ نہیں رہی تو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی مہیا کرنے کی کوشش کرنا تاخیر کے لئے عذرِ شرعی ہے لہذا اس عذر سے تاخیر کرنا جائز ہے پس اپنے کام سے جس وقت اور جس قدر فرصت ملے اسی قدر پڑھ لیا کرے اور ان کو چھوڑنا نہ چاہئے جہانتک ہو سکے ایک ایک وقت میں دو دو چار چار

نمازیں قضا پڑھ کر جلدی پوری کرے اگر اتنا نہ ہو سکے تو ایک وقت میں ایک ہی نماز کی قضا پڑھ لیا کرے، یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔ نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نمازیں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ قضا نوافل سے اہم ہے اس لئے نوافل کی بجائے قضا پڑھا کرے لیکن وہ مشہور سنتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و تہجد و اشراق و چاشت و صلوٰۃ التسبیح و تحیۃ المسجد اور چار رکعت قبل نماز عصر و عشا و چھ رکعت نماز بعد مغرب یعنی صلوٰۃ الاوابین وغیرہ نوافل جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں (یعنی ان کا پڑھنا ترک نہ کرے)۔

(۴) قضا نماز میں یہ نیت کرنی چاہئے کہ میں فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں اور قضا کی نیت نہ بھی کرے تب بھی جائز ہے اس لئے کہ قضا کو ادا کی نیت سے اور ادا کو قضا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی نماز درست ہو گئی۔ اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضا کے وقت کا تعین ضروری ہے۔ اگر بہت سی نمازیں ہوں اور تعین یاد نہ ہو تو سہولت اس میں ہے کہ اس طرح نیت کرے "میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں جو کہ سب سے اول میں مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک نہیں پڑھی اس طرح ہر دفعہ اس کے ادا ہونے کے بعد دوسری نماز اول ہوتی رہے گی۔ (یا یوں نیت کرے کہ جو سب سے اخیر میں مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک نہیں پڑھی اس طرح ہر دفعہ ایک نماز ساقط ہو کر دوسری آخری ہوتی جائے گی۔ مزید تفصیل نیتِ نماز کے بیان میں گذر چکی ہے)۔ اس طرح نیت باندھ کر تمام نماز ادا نماز کی طرح پڑھے وہی ایک ہی طریقہ ہے۔

قضا نمازوں میں ترتیب کا حکم

قضا نمازوں اور وقتی نمازیں اور اسی طرح پانچ قضا فرض نمازوں میں اور اسی طرح فرض میں اور وتر میں ترتیب واجب ہے اس کی تین صورتیں ہوئیں یعنی یا تو وہ کل نمازیں قضا ہونگی یا بعض قضا اور بعض ادا ہوں گی یا وہ کل ادا ہونگی جیسے عشا کے فرض اور وتر پس ان سب میں ترتیب واجب ہے اور جمعہ بھی اسی حکم میں داخل ہے پس اس میں اور تمام نمازوں میں بھی ترتیب واجب ہے (لیکن چند صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے جو آگے متصل ہی بیان ہوں گی) اسلئے جب ان قضا نمازوں کو پڑھے تو جو سب سے پہلے قضا ہوئی ہے اس کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد والی اسی ترتیب سے قضا کرے اور وقتی نماز ان سب کے بعد پڑھے۔ مثلاً کسی شخص کی پورے ایک دن کی یعنی فجر سے عشا تک نمازیں قضا ہو گئیں تو اس کو چاہئے کہ پہلے فجر کی پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا کی قضا پڑھے اور عشا کے وتر فرضوں کے بعد پڑھے لیکن اگر فجر کی بجائے پہلے ظہر یا عصر کی پڑھی یا اور جگہ ترتیب بدل دی تو یہ نمازیں درست نہیں ہوئیں پھر بالترتیب پڑھے ـــــ اسی طرح اگر کسی کی ایک یا دو یعنی پانچ نمازوں تک قضا ہو گئیں تو جبتک ان کو نہ پڑھ لے تب تک کوئی ادا نماز نہ پڑھے اگر بغیر قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھ لے گا تو ادا درست نہیں ہو گی اس کو چاہئے کہ پہلے قضا نمازیں پڑھے پھر ادا کو دوبارہ پڑھے ـــــ اسی طرح اگر فجر کی نماز پڑھی اور اس کو یاد تھا کہ وتر نہیں پڑھے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز فاسد ہو جائے گی ـــــ اگر نفل یا سنت نمازیں کسی کو کسی فرض یا واجب

نماز کا فوت ہونا یاد آیا تو وہ نفل و سنت فاسد نہ ہوں گے اس لئے کہ ترتیب کا وجوب فرضوں میں خلافِ قیاس ثابت ہوا ہے اس لئے غیر فرض کو اس کے ساتھ نہیں ملائیں گے۔

صاحبِ ترتیب کی تعریف :۔ صاحبِ ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہ ہو یا پانچ نمازوں تک کی قضا اس کے ذمہ ہو خواہ وہ پانچ یا اس سے کم نمازیں نئی ہوں یا پرانی، مسلسل ہوں یا متفرق، یا نئی پرانی مل کر ہوں اور خواہ حقیقتاً قضا ہوں یا حکماً۔ جس کی تشریح آگے آتی ہے پس اگر پانچ سے زیادہ یعنی چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہو گئیں تو اب وہ صاحبِ ترتیب نہیں رہا جیسا آگے آتا ہے۔ لیکن وتر کو ترتیب کے لئے الگ نماز شمار نہیں کریں گے کیونکہ یہ عشا کے وقت میں ہے اور یہ عشا کی نماز کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے ـــ لڑکا جس وقت بالغ ہوا اس وقت اس نے نماز پڑھی تو وہ صاحب ترتیب ہی ہے جیسے عورت جس وقت بالغ ہوئی اور خونِ صحیح دیکھا تو ایک بار کے حیض سے صاحب عادت ہو جاتی ہے (لیکن نماز کے بعض اعمال میں باہم ترتیب فرض نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہوا پھر اس کے پیچھے سو گیا یا اس کو حدث ہو گیا اور امام آگے نکل گیا پھر یہ جاگا یا پھر وضو کر کے نماز میں شریک ہوا تو اس پر واجب ہے کہ اول وہ نماز پڑھے جو چھوٹ گئی ہے پھر امام کی متابعت کرے جب تک کہ امام نماز میں ہے پس اگر اول امام کی متابعت کی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی یعنی چھوٹی ہوئی نماز قضا کی تو بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد اگر آدمیوں کی . . . . کثرت کی وجہ سے پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا نہ کر سکا اور دوسری رکعت ادا کی پس دوسری رکعت پہلی رکعت ادا کرنے کے بعد ادا ہوئی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت قضا کی تو جائز ہے لیکن ان صورتوں میں ترتیب فوت ہونے کی وجہ سے بوجہ ترکِ واجب سجدۂ سہو واجب ہوگا)

ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں

تین صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے: پہلی صورت تنگیٔ وقت ہے پس (۱) تنگیٔ وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور وقت کی تنگی قضا اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط کرتی ہے نہ کہ قضاؤں کے لئے آپس میں ترتیب کو ساقط کرنے والی ہو کیونکہ ان کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاتا کہ وقت کی تنگی نے ان کی ترتیب کو ساقط کر دیا۔ پس وقت کی تنگی کا یہ مطلب ہوا کہ وقت اس قدر باقی نہ ہو کہ جس میں اس وقت کی اور قضا نماز دونوں پڑھ سکے چنانچہ اگر صرف اتنی گنجائش ہے کہ ایک نماز پڑھ سکتا ہے خواہ وقتی نماز کو پڑھ لے یا قضا کو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی اس لئے اس کو پہلے وقتی نماز پڑھنی چاہئے پھر قضا پڑھے۔ اگر ایسے تنگ وقت میں بھی قضا نماز کو پہلے پڑھے گا اور اسکی وجہ سے وقتی نماز کو قضا کر دے گا تو اس کی قضا نماز جائز ہو جائے گی لیکن گنہگار ہوگا۔

(۲) اگر وقت اتنا ہو کہ وقت کی نماز اور قضا نماز کو افضل طور پر یعنی سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ تو نہیں پڑھ سکتا لیکن مختصر طور پر یعنی سنن و مستحبات کو ترک کر کے دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تب بھی اس پر ترتیب فرض ہے

اُس کو چاہیے کہ وقتی اور قضا دونوں نمازوں میں قراءت اور تمام ارکان میں جواز کی حد تک تخفیف کرے اور سنن و مستحبات کو ترک کر کے دونوں نمازیں ترتیب کے ساتھ پڑھ لے اگر ایسا نہ کیا تو نماز نہ ہو گی اور اگر اس قدر بھی گنجائش نہ ہو تو اب ترتیب ساقط ہے۔

(۳) وقت کی تنگی کا اعتبار نماز کے شروع کرتے وقت ہے یعنی وقت کی تنگی سے ترتیب اس وقت ساقط ہو گی جبکہ نماز شروع کرتے وقت تنگ ہو اور اگر نماز شروع کرتے وقت وقت میں گنجائش تھی اور اس کو یہ یاد تھا کہ اس کے ذمہ اس سے پہلے وقت کی قضا ہے اور اس نے وقتی نماز میں طول دیا مثلاً قراءت اتنی لمبی پڑھی کہ وقت تنگ ہو گیا تو اس کی یہ وقتی نماز جائز نہیں ہو گی لیکن اگر اس کو توڑ کر پھر اس تنگ وقت میں شروع کرے تو جائز ہو جائے گی اور اگر وقتی نماز شروع کرتے وقت اس سے پہلی نمازِ قضا جو اس کے ذمہ تھی یاد نہ تھی اور قراءت کو لمبا کر دیا یہاں تک کہ وقت تنگ ہو گیا اب اس کو قضا نماز یاد آ گئی تو وہ نماز جائز ہو گئی اور اس کا توڑنا اس پر لازم نہیں ہے۔ مثلاً اگر کسی نے عصر کی نماز اول وقت میں شروع کی اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے اور عصر کی نماز اتنی دیر میں پڑھی کہ کراہت کا وقت داخل ہو گیا پھر یاد آیا کہ اس پر ظہر کی قضا باقی ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنی نماز اُسی طرح پڑھتا رہے لیکن اگر ظہر کی نماز یاد ہوتے ہوئے عصر کی نماز مستحب وقت میں شروع کر کے لمبی کر دی کہ کراہت کا وقت داخل ہو گیا تو یہ نماز درست نہیں ہو گی بلکہ اس کو توڑ کر دوبارہ پڑھے

(۴) تنگی وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہونے کیلئے اصل وقت کی تنگی کا اعتبار ہے مستحب وقت کا نہیں لیکن عصر کے وقت میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اصل وقت کا اعتبار ہے یعنی اصل وقت کے تنگ ہونے سے ترتیب ساقط ہو گی اور امام محمدؒ کے نزدیک مستحب وقت کا اعتبار ہے جس میں کوئی کراہت نہیں ہے یعنی مستحب وقت کی تنگی سے ترتیب ساقط ہو جائیگی۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ کسی شخص کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور عصر کے وقت میں یاد آئی اور وقت صرف اس قدر ہے کہ اگر وہ ظہر کی قضا پہلے پڑھتا ہے اور پھر عصر کی وقتی نماز پڑھتا ہے تو ظہر کی نماز سورج کے تغیر سے پہلے واقع ہو گی اور عصر کی تمام نماز یا اس کا کچھ حصہ تغیر سورج میں واقع ہو گا تو شیخین کے نزدیک اس کو ترتیب لازمی ہے اس لئے وہ پہلے ظہر پڑھے پھر عصر پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ترتیب ساقط ہو جائیگی اس لئے پہلے عصر کی نماز پڑھے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے۔ اگر اس صورت میں ظہر و عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا سورج کے متغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے تو ترتیب کی رعایت بالاتفاق واجب ہے اور اگر دونوں نمازیں غروب سے پہلے پڑھنا ممکن ہے لیکن ظہر کی نماز سے فارغ ہونا تغیر سورج سے پہلے ممکن نہیں ہے تو اس کیلئے بالاتفاق ترتیب لازمی نہیں ہے اسلئے کہ تغیر سورج کے بعد اسی روز کی عصر کی نماز کے سوا کسی اور نماز کے ادا کرنے کا وقت نہیں ہے اسی طرح اگر دونوں نمازیں سورج کے غروب سے پہلے ادا نہیں ہو سکتی ہیں صرف ایک نماز ہو سکتی ہے تب بھی بالاتفاق ترتیب ساقط ہے اور اول عصر کا ادا کرنا واجب ہے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے پڑھے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں مرتب ہوئیں ایک صورت میں بالاتفاق ترتیب ساقط نہیں ہوتی یہ اس وقت ہے جبکہ ظہر و عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا سورج کے متغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے، دوسری صورت وہ ہے جس میں بالاتفاق ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، یہ اس وقت ہے جبکہ ظہر کل یا بعض تغیر سورج کے بعد ادا ہو یا دونوں نمازیں غروب سے پہلے ادا ہو سکیں یا صرف اتنا وقت باقی ہے کہ غروب سے پہلے صرف ایک نماز ہو سکتی ہے دونوں ادا نہیں ہو سکتیں تو عصر کی وقتی نماز ادا کرے اور ظہر کو غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے بالاتفاق۔ تیسری صورت اختلافی ہے وہ یہ کہ ظہر تغیر سے پہلے ادا ہو سکے اور عصر کل یا بعض تغیر کے

بعد ادا ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک ترتیب ساقط ہے اور شیخینؒ کے نزدیک ساقط نہیں بلکہ لازم ہے جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہوا۔ نیز جاننا چاہیے کہ دراصل یہ اختلاف مشائخ کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اختلافِ روایت پر مبنی ہے یعنی ایک روایت اختلاف کی ہے اور بعض نے اسکی تصحیح کی ہے اور ایک روایت میں ہمارے علمائے ثلثہ (امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک عصر کے وقت میں بھی اصل وقت کا ہی اعتبار ہے اور اکثر نے اسکی تصحیح کی ہے اس کے معتبر ہونے کو چند وجوہ سے[م]

(۵) وقت تنگ ہونے میں نماز پڑھنے والے کے گمان کا اعتبار نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ حقیقت میں وقت تنگ تھا یا نہیں مثلاً اگر کسی پر عشا کی نماز قضا تھی اور اس کو گمان یہ ہوا کہ فجر کا وقت تنگ ہو گیا ہے اور عشا اور فجر دونوں کی گنجائش نہیں ہے اور اس نے فجر کی نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ فجر کا وقت بہت باقی ہے تو وہ فجر کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کے بعد پھر غور کرے کہ اگر دونوں نمازوں کے لائق وقت ہے تو دونوں نمازیں پڑھے ورنہ فجر کی نماز کا اعادہ کرے پھر بھی اگر وقت رہے تو پھر اسی طرح غور کرے کہ کس قدر وقت باقی ہے پھر بھی اگر فجر کے وقت میں وسعت ہے تو یہ پڑھی ہوئی فجر باطل ہو گئی پھر پڑھے اور اسی طرح آخر وقت تک کرتا جائے حتیٰ کہ اس کو حقیقتاً وقت کی تنگی ظاہر ہو جائے تو پھر وقتی نماز کو لوٹا دے اور سورج نکلنے کے بعد عشا کی قضا پڑھے اور اس طرح جو دوگانہ فجر طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلیں ہو جائینگی اور فجر پڑھنے کے بعد جس دفعہ یہ خیال ہو کہ دونوں کی گنجائش ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر پڑھے۔ اور اگر اس نے فجر پڑھنے کے بعد عشا کی نماز پڑھ لی اور فجر کا اعادہ نہ کیا اور اس قضا کے قعدہ میں مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو فجر کی نماز صحیح ہو گئی ——— اسی طرح اگر ظہر کے آخر وقت میں فجر کی نماز کی قضا یاد آئی اور اس کو یہ گمان ہے کہ وقت میں دونوں کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ظہر کی نماز پڑھ لی اور اس کے بعد بھی ظہر کا کچھ وقت باقی تھا تو وہ غور کرے کہ باقی وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ فجر اور ظہر دونوں پڑھ سکتا ہے تو ظہر کی جو نماز پڑھ چکا ہے وہ فاسد ہو گئی اس کو چاہیے کہ اول فجر کی نماز پڑھے پھر ظہر کا اعادہ کرے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر وقت اس قدر باقی ہے کہ فجر کی نماز پڑھ کر ظہر کی ایک رکعت پڑھ سکتا ہے اور اس طرح اگرچہ ظہر کی باقی رکعتیں وقت گذرنے کے بعد پوری ہونگی تاہم ظہر کی یہ نماز ادا کہلائے گی قضا نہیں۔ عیدین، جمعہ اور فجر کے علاوہ ہر نماز اس طرح جائز ہوگی جیسا کہ ادا کی تعریف میں بیان ہو چکا ہے کہ اس کا شروع ہونا وقت کے اندر ہو اگرچہ پورا ہونا وقت گذرنے کے بعد ہو۔

(۶) اگر قضا نمازیں ایک سے زیادہ ہوں اور وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ وقتی اور قضائیں سب ترتیب سے پڑھ سکے مگر صرف اس قدر گنجائش ہے کہ اس وقت کے فرض کے ساتھ قضا نمازوں میں سے بعض پڑھ سکتا ہے تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس سے ترتیب ساقط ہے اور اس کو وقتی نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور بعض کے نزدیک اُن بعض نمازوں میں جن کی گنجائش ہے اور وقتی نماز میں ترتیب لازم ہے پس جب تک اُن بعض نمازوں کو نہ پڑھ لے وقت کی نماز جائز نہ ہوگی اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے مثلاً اگر فجر کے وقت میں یاد آیا کہ عشا اور وتر کی نماز فوت ہو گئی ہے اور وقت صرف پانچ رکعتوں کا باقی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے

م ترجیح ہے مثلاً اول یہ کہ یہ اطلاق متون کے موافق ہے اور جب تصحیح میں اختلاف ہو جائے تو عمل متون کے موافق اولیٰ ہے۔ دوم یہ کہ یہ شیخین کا قول ہے اور امام محمدؒ سے بھی

قول کے بموجب اول وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کی وقتی نماز پڑھے پھر سورج طلوع ہونے کے بعد عشا کی قضا پڑھے اور اگر چھ رکعتوں کی گنجائش ہے تو پہلے عشا کے فرض قضا پڑھے پھر وقتی فجر پڑھے اور وتر سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کرے۔ اور اگر نو رکعتوں کا وقت ہو تو عشا اور وتر قضا کر کے فجر کے فرض پڑھے اور فجر کی سنتیں ان صورتوں میں ترک کرے۔ (اور ان سنتوں کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے) ——— اسی طرح اگر عصر کے وقت میں یاد آیا کہ اس نے فجر اور ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور وقت میں آٹھ رکعتوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تو اس کو چاہئے کہ اول ظہر کی قضا کرے پھر عصر پڑھے اور فجر کی قضا غروب کے بعد نماز مغرب سے پہلے پڑھے اور اگر وقت میں چھ رکعتوں سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اول فجر کی قضا نماز پڑھے پھر عصر کی وقتی نماز پڑھے پھر ظہر کی قضا غروب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے پڑھے۔

ترتیب کے سقوط کی دوسری صورت نسیان یعنی بھولنا ہے۔ پس (۱) قضا نماز کے بھولنے سے اور اُن چیزوں سے جو بھولنے کے حکم میں ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ بھولنا آسمانی عذر ہے اس میں بندہ کو اختیار نہیں ہے اور بھولنے کی صورت میں قضا نماز پڑھنے میں ترتیب کا حکم یاد آنے پر مشروط ہے یعنی اس کا وقت یاد آنے سے ہوتا ہے جب تک یاد نہ آئے گی اس وقت تک اس کا وقت نہیں ہوگا اور ترتیب لازم نہیں ہوگی۔

(۲) اگر وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی بھولی ہوئی قضا نماز یاد آئی تو وقت کی نماز جائز ہو گئی اس کے لوٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر وقتی نماز کے اندر سلام پھیرنے سے پہلے پہلے یاد آیا کہ اس کے اوپر کچھ یعنی پانچ یا کم نمازیں قضا ہیں خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی تو اب اس پر ترتیب لازم ہے اور اس کی وقتی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن یاد آتے ہی اس کو توڑ نہ دے بلکہ اگر وقت فراخ ہو تو دو رکعتیں پوری کر لے تاکہ نفل ہو جائیں اور اگر دوسرے دوگانہ میں ہے تو چاروں پوری کر لے تاکہ یہ چاروں نفل ہو جائیں یہی افضل ہے پھر اس کے بعد پہلے قضا نمازیں پڑھے پھر وقتی ادا کرے۔ اور اگر وقت تنگ ہو تو جتنی قضا کی وقتی کے ساتھ گنجائش ہے پہلے پڑھے پھر وقتی پڑھے اور اگر کسی قضا کی گنجائش نہیں ہے تو وقتی نماز کو نہ توڑے پوری کرلے اور قضا نمازیں دوسرے وقت میں پڑھے۔ یہ حکم منفرد کا بیان ہوا ہے اور اگر امام کو یاد آئے مثلاً امام کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے یاد آیا کہ مجھ پر فجر کی قضا ہے تو اس کو چاہئے کہ سلام پھیر دے اور پہلے فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر ادا کرے اور اگر مقتدی کو یہ صورت پیش آئے تو امام کے ساتھ نماز پوری کرلے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے یہ نفل ہو جائیں گے اس کے بعد پہلے قضا فجر پھر ظہر کی وقتی نماز اکیلا پڑھ لے۔ اور اگر جمعہ کی نماز پڑھنے والے کو یاد آیا کہ اس پر فجر کی نماز باقی ہے تو اگر ایسی حالت ہے کہ اگر اس نماز کو قطع کر کے فجر کی نماز میں مشغول ہوا تو جمعہ فوت ہو جائے گا لیکن وقت فوت نہیں ہوگا تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کو توڑ دے اور پہلے فجر کی قضا نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے جمعہ کو پورا کرلے افضل یہ ہے کہ جمعہ پورا کرلے پھر فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر پڑھے۔ اور اگر ایسی حالت ہو کہ فجر کی نماز قضا کرنے کے بعد بھی جمعہ مل جائے گا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ اول فجر کی نماز پڑھے پھر

نمازِ جمعہ میں مل جائے اور اگر ایسی حالت ہے کہ اگر نمازِ جمعہ توڑ کر فجر کی نماز میں مشغول ہوگا تو وقت جاتا رہے گا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ پہلے جمعہ پورا کرے پھر فجر کی نماز قضا کرے۔

(۳) اگر قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جن میں ترتیب لازمی تھی یاد آیا کہ اس قضا نماز سے پہلے کی کوئی قضا نماز پڑھنی باقی ہے تب وہی حکم ہے جو ۲ میں بیان ہوا۔ اور اسی طرح دو وقتی نمازوں یعنی عشا و وتر میں بھی بھولنے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پس اگر کسی نے وتر پڑھے اور اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس نے عشا کی نماز نہیں پڑھی ہے بعد میں یاد آیا اور عشا کی نماز پڑھی تو وتر کا اعادہ نہ کرے جیسا کہ اگر کسی نے بھولے سے عشا کی نماز بے وضو پڑھ لی اور وتر اور سنتیں وضو کے ساتھ پڑھیں پھر اس کو یاد آیا تو وہ عشا کے فرض اور سنتیں لوٹا دے اور وتر کا اعادہ نہ کرے کیونکہ اب بھولنے کی وجہ سے ترتیب اس سے ساقط ہو گئی لیکن سنتیں عشا کے تابع ہونے کی وجہ سے لوٹائے گا ـــــ اس مسئلہ کی دوسری نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس نے ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی ہے تو وہ صرف ظہر کی نماز لوٹا دے کیونکہ وہ بھولنے والے کی مانند ہے (لیکن عرفہ (حج) کے روز عرفات میں اس کے برخلاف حکم ہے یعنی وہاں عصر اور ظہر دونوں نمازوں کا اعادہ کرے اسلئے کہ وہاں عصر کی نماز ظہر کے تابع ہے)۔

(۴) ظنِ معتبر بھی ترتیب ساقط کرنے میں نسیان کے حکم میں ہے اور اسی طرح بعض کے نزدیک ترتیب کی فرضیت سے ناواقف ہونا بھی بھولنے والے کی مانند اور اسی کے حکم میں ہے مشائخِ بخارا نے اسی کو لیا ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک عذرِ جہالت کا اعتبار نہیں ہے بعض نے ان دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ الگ نہیں ہیں بلکہ نسیان ہی کے ملحق ہیں ـــــ ظنِ معتبر کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور اس کو یاد ہے کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو جائے گی پھر اس نے فجر کی نماز قضا کر لی اور ظہر کی قضا نہیں کی اور اس ظہر کے یاد ہوتے ہوئے اس نے عصر کی نماز پڑھ لی اور اس کو یہ گمان ہے کہ کوئی نماز اس کے اوپر قضا نہیں ہے تو یہ گمان معتبر ہے اور اس کی عصر کی نماز جائز ہو جائے گی۔ (کیونکہ ترتیب کا مسئلہ ائمہ میں اختلافی ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستحب ہے تو اس شخص کا عمل کسی مجتہد فیہ مذہب پر ہو گیا لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ شخص عالم نہ ہو اور کسی عالم سے پوچھے بغیر اپنے گمان میں اس کو اپنے امام کا مذہب سمجھتے ہوئے عمل کیا ہو ورنہ یہ ظن معتبر نہیں ہوگا ـــــ واضح رہے کہ جاہل کے مجتہد فیہ پر عمل کرنے کی صورت میں ظن کا اعتبار شروع میں نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت نماز کا فساد قوی ہے بلکہ اس نماز میں معتبر ہوگا جو اس مجتہد فیہ پر مبنی ہو اور اس کے بعد پڑھی گئی ہو کیونکہ اس وقت زیادہ ضعف پیدا ہو جائے گا اور فساد کا ضعف ظن کو معتبر کر دیتا ہے کیونکہ اس نے کسی امام کے مجتہد فیہ مسئلہ پر عمل کیا ہوتا ہے جو اس کے ظن میں اس کے امام کا مذہب ہے اور اس کو صحیح سمجھتے ہوئے اور اپنے ذمہ کوئی نماز نہ سمجھتے ہوئے دوسرے وقت کی نماز پڑھی ہے۔ مثال مذکور میں ظہر کی نماز میں اگر ترتیب واجب نہ جانے اور اس کو اپنے

امام کا مذہب سمجھے تو نماز فاسد ہوجائے گی لیکن عصر کی نماز میں ترتیب واجب نہ جانے اور اس کو اپنے امام کا مذہب سمجھے تو یہ ظن معتبر ہوگا اور پہلی نماز کا فساد ضعیف ہو کر دوسری نماز کی بنا اس مجتہد فیہ پر درست ہوجائے گی مزید تفصیل شامی میں دیکھیں ــــــ اگر کسی شخص کو ظہر کی نماز میں یہ شک ہوا کہ اس نے فجر کی نماز پڑھی ہے یا نہیں پس جب فارغ ہوا تو اس کو یقین ہوگیا کہ فجر کی نماز نہیں پڑھی تو اول فجر کی قضا نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ جب اس کا شک متحقق ہوگیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ گویا شروع میں ہی یقیناً اس کے ذمہ فجر کی قضا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی مسافر نے تیمم کر کے نماز شروع کی اور دورانِ نماز میں اس کو سراب نظر آیا پس وہ نماز پڑھتا رہا پھر اس کو نماز کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ تو پانی ہے تو وہ وضو کرے اور نماز کو لوٹاوے۔ ترتیب کی فرضیت نہ جاننے کی مثال یہ ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی پھر ظہر کے وقت فجر کی نماز یاد ہوتے ہوئے ظہر کی نماز پڑھی تو اس کی نماز درست ہوگی کیونکہ غالب طور پر اس عمر میں ترتیب کے فرض ہونے کا علم نہیں ہوتا اس لئے جہالت کے عذر سے ترتیب اس پر سے ساقط ہوگئی ــــــ

تیسری صورت: بہت سی قضا نمازوں کا جمع ہوجانا پس جب بہت سی نمازیں قضا ہوجائیں تو ترتیب ساقط ہوجاتی ہے۔ بہت ہوجانے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہوجائیں یہی صحیح ہے خواہ وہ قضا نمازیں سب نئی ہوں یا سب پرانی ہوں یا پرانی اور نئی مل کر ہوں متفرق ہوں یا متصل ہوں اور خواہ حقیقتاً قضا ہوں یا حکماً قضا ہوں، ان سب کی مثالیں آگے آتی ہیں پس جب چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہوجائیں تو قضا اور وقتی نماز میں ترتیب فرض نہیں رہتی اور اسی طرح قضا نمازوں میں آپس میں بھی ترتیب فرض نہیں رہتی۔ لیکن وتر کا حساب ان چھ نمازوں میں نہیں ہے کیونکہ اگرچہ اس کی قضا واجب ہے لیکن چونکہ اس کا الگ وقت نہیں ہے اس لئے اس کو عشا کے ساتھ شمار کر کے ایک نماز سمجھا جائے گا (لیکن اگر اس کو شمار میں ملایا جائے تو اس وقت یوں کہا جائے گا کہ وتر سمیت سات نمازیں جمع ہوجائیں)۔ نیز جاننا چاہیے کہ چھ یا زیادہ نمازوں کے جمع ہونے کی صورت میں دو وقتی نمازوں یعنی عشا و وتر میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی۔ اب ہم ان کی مثالیں بیان کرتے ہیں ــــــ (۱) نئی متصل قضا نمازوں کی مثال تو ظاہر ہی ہے مثلاً کسی کی ایک دن رات کی نمازیں مسلسل قضا ہوگئیں اور دوسرے دن کی بھی ایک نماز قضا ہوگئی یعنی صبح کی نماز سے لیکر دوسرے روز کی صبح کی نماز تک قضا ہوگئیں تو اب یہ صاحب ترتیب نہیں رہا اس لئے یہ ظہر کی وقتی نماز پہلے پڑھ سکتا ہے اور اس کے بعد تغیر سورج سے پہلے قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ پرانی متصل کی بھی یہی صورت ہے کیونکہ جب نئی متصل میں ترتیب لازم نہیں ہے تو پرانی متصل میں بطریق اولیٰ ترتیب لازم نہیں ہے ــــــ

(۲) متفرق قضا نمازوں کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے چھ دن فجر کی نماز یا کوئی اور نماز نہیں پڑھی اور باقی نمازیں پڑھتا رہا مگر ان کے پڑھتے وقت وہ قضائیں بھولا ہوا تھا تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہوگئی۔

(۳) نئی اور پرانی ملی ہوئی کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص سے مہینہ بھر کی نمازیں مسلسل قضا ہوگئیں پھر اس نے

نماز پڑھنا شروع کی اور ایک مدت تک نماز پڑھتا رہا لیکن اُن نمازوں کو قضا نہ کیا اس کے بعد پھر ایک نماز اس کی قضا ہو گئی اور اس نئی قضا کے یاد ہونے کے باوجود اس نے وقتی نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض فقہا کے نزدیک یہ وقتی نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک پرانی قضا کا کوئی اعتبار نہیں ان کو نئی کے ساتھ نہیں ملائیں گے اور جب تک چھ نئی نمازیں نہ قضا ہو جائیں گی اس کو ترتیب لازمی ہوگی بعض نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض کے نزدیک نئی اور پرانی مل کر اگر چھ یا اس سے زیادہ ہو جائیں گی تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اس لئے اس کی یہ وقتی نماز جائز ہے۔ بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے اور یہی معتمد ہے اور اسی پر عمل اولیٰ ہے۔

(۴) یہ ادا میں ترتیب ساقط ہونے کی مثالیں تھیں قضا میں ترتیب ساقط ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی کی مہینہ بھر کی نمازیں چھوٹ گئیں اور اس نے اس طرح قضا کیں کہ پہلے تیس نمازیں فجر کی پڑھ لیں پھر تیس نمازیں ظہر کی پڑھ لیں پھر تیس عصر کی پھر تیس مغرب کی پڑھ لیں پھر تیس عشا کی پھر تیس وتر کی پڑھ لیں تو صحیح ہیں۔

(۵) یہ حقیقتاً قضا کی مثالیں تھیں حکماً قضا کی مثال یہ ہے کہ کسی صاحبِ ترتیب شخص کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کے بعد اس قضا کے یاد ہوتے ہوئے اس نے پانچ یا زیادہ وقتی نمازیں پڑھ لیں اور اس عرصہ میں اس قضا نماز کو باوجود یاد ہونے اور وقت میں گنجائش ہونے کے نہ پڑھا ہو تو وہ ایک قضا نماز حقیقتاً و حکماً قضا ہے اور یہ پانچ نمازیں صرف حکماً قضا ہیں کیونکہ یہ اگرچہ فاسد ہو گئیں لیکن ان کا فساد موقوف ہے اب یہ سب مل کر چھ قضا نمازیں ہو گئیں لہٰذا ان میں ترتیب ساقط ہو گئی اور اب ان کا ادا کرنا پانچویں حکمی قضا کا وقت ختم ہونے کے بعد صحیح ہو جائے گا یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے کیونکہ اُن کے نزدیک جس طرح بہت سی نمازوں کے چھوٹنے سے قضا اور وقتی نماز میں ترتیب کی رعایت ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح بہت سی ایسی ادا نمازوں کے جمع ہو جانے سے بھی جن کی فرضیت بفسادِ موقوف فاسد ہوتی ہے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ اصل نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ ان کی فرضیت کا فاسد ہونا اس امر پر موقوف ہوتا ہے کہ اگر یہ وقتی نمازیں پانچ ہو گئیں اور اس عرصہ میں اس نے قضا باوجود یاد ہونے کے نہ پڑھی تو یہ سب مل کر چھ ہو گئیں اس لئے ترتیب ساقط ہو گئی اور یہ حکمی قضائیں سب صحیح ہو گئیں کیونکہ اب اِن کا خلافِ ترتیب ادا ہونا درست ہو گیا اور اگر پانچ وقتی نمازیں پوری ہونے سے پہلے وہ حقیقی قضا پڑھ لی تو یہ سب وقتی پڑھی ہوئی نمازیں فرض نہیں رہیں بلکہ نفل ہو گئیں اور اِن سب کو بھی قضا پڑھے۔ یہی مطلب ہے ان کے فساد کے موقوف ہونے کا اور فرضیت باطل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفل ہو جاتی ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک وہ قطعاً باطل ہو جاتی ہیں یعنی نفل بھی نہیں رہتیں۔ مثلاً کسی شخص نے فجر کی نماز قضا کر دی اور اس کے بعد باقی نمازیں پڑھتا رہا یہاں تک کہ دوسرے روز کا آفتاب طلوع ہو گیا اور وہ قضا نماز باوجود یاد ہونے کے اس عرصہ میں نہیں پڑھی تو وہ سب وقتی یعنی حکمی قضائیں صحیح ہو گئیں اور اگر طلوع سے پہلے کسی وقت مثلاً فجر کے

وقت یا عشا یا مغرب کے وقت اس نے وہ حقیقی قضا پڑھ لی تو اب اس سے پہلے جتنی وقتی نمازیں اس نے پڑھی تھیں سب نفل ہوگئیں اِن کی اب قضا کرے۔ اسی مسئلہ میں یہ معمہ کہا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچوں نمازوں کو درست کردیتی ہے اور ایک نماز پانچوں نمازوں کو فاسد کردیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ ہذا میں اگر پانچوں نماز پڑھنے کے بعد اس کا وقت نکلنے سے پہلے قضا نماز پڑھ لے گا تو پانچوں نمازیں فاسد ہوجائیں گی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھے گا تو پانچوں صحیح ہوجائیں گی۔ اس مسئلہ میں قضا کو یاد رکھتے ہوئے وقتی نمازیں پڑھنے کی صورت بیان ہوئی ہے لیکن اگر بھولنے کی وجہ سے وقتی نمازیں پڑھتا رہا تو بھولنا ترتیب کو ساقط کردیگا اور اگر کچھ قضا کو یاد رکھتے ہوئے پڑھیں اور کچھ قضا کو بھول کر پڑھیں تو جن میں قضا یاد ہے جب اُن پانچ نمازوں کا وقت ختم ہوجائے تب سب صحیح ہوجائیں گی اور جن میں قضا یاد نہیں رہی تھی ان کا اعتبار نہیں یعنی وہ اِن کے ساتھ نہیں ملائی جائیں گی۔

(۶) جب بہت سی نمازیں یعنی چھ یا اس سے زیادہ نماز قضا ہوجانے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تو اصح یہ ہے کہ ترتیب عود نہیں کرتی پس اگر کسی شخص نے اُن میں سے کچھ نمازیں قضا کرلیں یہانتک کہ باقی نمازیں چھ سے کم رہ گئیں تو اب بعض کے نزدیک ترتیب لوٹ آئے گی یعنی پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ جانے پر اب باقی نمازیں اس کو ترتیب سے قضا کرنا لازمی ہیں لیکن اصح قول کے بموجب ترتیب عود نہیں کرتی اس لئے وہ اب بھی ان کے یاد ہوتے ہوئے وقتی نماز پڑھ سکتا ہے اور اُن قضاؤں میں سے بھی جس کو چاہے پہلے پڑھ سکتا ہے یہی معتمد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مثلاً کسی کی ایک مہینہ کی نمازیں قضا ہوگئیں پھر ان سب کو قضا کیا فقط چار یا پانچ یا اس سے بھی کم ایک یا دو یا تین نمازیں رہ گئیں تو اب ان چار پانچ یا کم نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا فرض نہیں ہے اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھ لے اور یاد ہونے کے باوجود اِن باقی نمازوں کی قضا پڑھے بغیر ادا (یعنی وقتی) نماز پڑھ لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح پہلی دو صورتوں یعنی تنگیٔ وقت اور نسیان کی وجہ سے جب ترتیب ساقط ہوجاتی ہے تو اصح قول کے بموجب وقت نکلنے کے بعد پھر نہیں لوٹتی حتیٰ کہ اگر وقتی نماز پڑھنے کے درمیان میں وقت نکل گیا تو اصح قول کے بموجب وہ نماز فاسد نہیں ہوگی اور ادا کہلائیگی قضا نہیں کہلائے گی۔ اسی طرح جب بھولنے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی پھر نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا تو اب یہ ترتیب نہیں لوٹے گی اور قضا پڑھ کر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں آئے گا اگرچہ وقت میں بہت کچھ گنجائش ہو لیکن اگر بھولنے والے کو درمیان نماز میں یعنی سلام سے پہلے پہلے یاد آجائے یا وقت کی تنگی کی صورت میں وقتی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ وقت میں وسعت ہے تو پھر اس کی فرضیت باطل ہوجائے گی اور اعادہ لازم ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ فافہم۔

(۷) کسی کے ذمہ چھ یا زیادہ نمازیں قضا تھیں اس وجہ سے ان کا ترتیب سے پڑھنا اس پر فرض نہیں تھا لیکن اس نے ایک ایک دو دو کر کے سب قضا نمازیں پڑھ لیں اب اس کے ذمہ کسی نماز کی قضا پڑھنی باقی نہیں رہی نہ نئی کی نہ پرانی کی تو اب بالاتفاق نئے سرے سے صاحبِ ترتیب ہوگیا اس لئے اب پھر جب کبھی پانچ یا اس سے کم نمازیں قضا

ہوجائیں تو ترتیب سے پڑھنی فرض ہونگی اور ان پانچوں یا کم قضا نمازوں کو پڑھے بغیر ادا نماز پڑھنی درست نہیں البتہ اب پھر اگر چھ یا زیادہ نمازیں قضا ہوجائیں تو پھر ترتیب ساقط ہوجائے گی اور اُن کی قضا پڑھے بغیر وقتی نماز پڑھنا درست ہوجائے گا۔ (خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص زندگی میں کئی مرتبہ صاحبِ ترتیب ہوسکتا ہے اور کئی دفعہ اُس سے ترتیب ساقط ہوسکتی ہے جب چھ یا زیادہ قضا نمازیں اس کے ذمہ جمع ہوگئیں ترتیب جاتی رہی اور جب سب قضا پڑھ چکا کوئی باقی نہ رہی تو صاحبِ ترتیب ہوگیا۔ مؤلف)

قضا نماز کے متفرق مسائل

(۱) کسی شخص کی ایک نماز قضا ہوگئی اور وہ بھول گیا کہ کونسی نماز تھی اور گمان غالب بھی کسی نماز پر نہیں ہوتا تو ایک دن رات کی (یعنی پانچ) نمازوں کا اعادہ کرے۔ اسی طرح اگر دو نمازیں دو دن کی قضا ہوئیں اور اب یاد نہیں کہ کونسی تھی تو دونوں۔ دنوں کی سب نمازوں کو قضا کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر تین نمازیں تین دن کی یا پانچ نمازیں پانچ دن کی (یعنی ایک ایک نماز ایک ایک دن کی) قضا ہوئی اور بھول گیا تب بھی یہی حکم ہے کہ اُن دنوں کی سب نمازیں قضا کرے۔

(۲) اگر ایک دن کی ظہر اور دوسرے دن کی عصر قضا ہوئی اور یہ یاد نہیں کہ کونسی اول قضا ہوئی تھی تو گمان غالب سے کسی کو اول مقرر کرے اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو قضا پڑھے اور جس کو اول پڑھا ہے اس کو دوبارہ پڑھے اس لئے کہ اس طریقہ سے ترتیب کی رعایت ہوسکتی ہے اور عبادات میں احتیاط واجب ہے پس اگر اول ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کیا تو یہ افضل ہے اور اگر اول عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پڑھی پھر عصر کی نماز کا اعادہ کیا تو بھی جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک جب گمان غالب سے ایک کو مقرر کرنے سے عاجز ہے تو ترتیب اس سے ساقط ہوجائے گی پس دوبارہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔

(۳) عصر کی نماز پڑھنے والے کو اگر یہ یاد آیا کہ اس سے ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے اور یہ یاد نہیں کہ وہ ظہر کی نماز سے چھوٹا ہے یا اِس عصر کی نماز سے جس کو وہ پڑھ رہا ہے تو ایک طرف گمان غالب کرے اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو عصر کی نماز کو پورا کرکے اس شک کی وجہ سے کہ شاید وہ سجدہ اسی عصر سے چھوٹا ہو ایک سجدہ اور کرلے (اور پھر تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے مؤلف) پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے پھر عصر کی نماز دوبارہ پڑھے اور اگر عصر کا اعادہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(۴) کسی شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں پھر اس کو معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہیں کی ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسی نماز تھی تو احتیاطاً فجر اور مغرب کا اعادہ کرے۔ اور اگر یہ یاد آیا کہ صرف ایک رکعت میں قرأت چھوڑی ہے اور وہ نماز معلوم نہیں تو فجر اور وتر کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ دو رکعتوں میں قرأت چھوٹی ہے تو فجر اور مغرب اور وتر کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ چار رکعتوں میں قرأت چھوٹی ہے تو

ظہر اور عصر اور عشا کا اعادہ کرے اور وتر اور فجر اور مغرب کا اعادہ نہ کرے۔

(۵) شافعی مذہب والا اگر حنفی ہو جائے تو اگر کچھ نمازیں شافعی مذہب میں ہونے کے زمانے میں قضا ہو گئی تھیں اور اب حنفی ہونے کے زمانے میں اُن کی قضا پڑھتا ہے تو ان کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق پڑھے۔ اگر کوئی شافعی مذہب والا ایک رکعت وتر پڑھتا تھا پھر حنفی ہو گیا اور تین رکعت کو جائز سمجھنے لگا تو اس کو ان پہلے پڑھے ہوئے وتروں کی قضا لازم نہیں ہے آئندہ سے تین رکعت وتر پڑھا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی مالکی مذہب والا تیمم صرف کلائی تک کرتا تھا پھر حنفی ہو گیا تو اس کو اُن نمازوں کی قضا لازم نہیں جو تیمم صرف کلائی تک کر کے پڑھی تھیں۔ اور اگر کوئی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے کسی سے پوچھے بغیر ایک رکعت وتر پڑھتا رہا یا کلائی تک تیمم کرتا رہا پھر کسی سے پوچھا اور اس نے وتر کی تین رکعتوں کا حکم کیا یا تیمم کہنی تک بتایا تو جس قدر وتر کی نمازیں اس حالت میں پڑھی ہیں یا جو نمازیں کلائی تک تیمم کر کے پڑھی ہیں ان سب کا اعادہ کرے۔

(۶) کسی نابالغ لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی پھر سو گیا اور اس کو احتلام ہوا تو اب اس پر نماز فرض ہو گئی اور سونا خطاب شرع کا مانع نہیں ہے پس اگر وہ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے جاگ گیا تو عشا کی نماز کو دوبارہ پڑھے اور اس کی پہلے پڑھی ہوئی نماز نفل ہو جائے گی اور اگر وہ لڑکا فجر طلوع ہونے کے بعد جاگا تو بعض کے نزدیک عشا کی نماز قضا کرے گا یہی مختار ہے۔ لڑکی کا حکم اس کے خلاف ہے پس اگر لڑکی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو عشا کی قضا اس پر واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ جب واجب ہونے کی حالت میں حیض آجاتا ہے تو نماز کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور جب وجوب کے ساتھ ہی حیض ہو تو بدرجۂ اولیٰ وجوب کا مانع ہوگا۔ اور اگر لڑکی بھی احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو وہی حکم ہے جو لڑکے کا ہے اس مسئلہ کی یہ صورت علامت کے ساتھ بالغ ہونے کی تھی اور اگر لڑکا یا لڑکی اپنی عمر کے حساب سے یعنی پورے پندرہ سال کا ہو کر بالغ ہوا (اور بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی) تو اس وقت کی نماز جس میں وہ پورے پندرہ سال کا ہوا ہے اگر پہلے پڑھ چکا ہے نفل ہو جائیگی اور اس کا اعادہ فرض ہے۔

(۷) کسی عورت کی ایک نماز قضا ہو گئی پھر اس کو حیض ہوا پھر جب وہ حیض سے پاک ہو گئی تو اس قضا نماز کے یاد ہونے ہوئے اور وقت میں گنجائش کے باوجود اس کو قضا نہ کیا اور وقتی نماز پڑھی تو درست نہیں ہے (لہذا پہلے قضا پڑھے پھر وقتی نماز کا اعادہ کرے۔ ایام حیض کا فاصلہ معتبر نہیں ہے خواہ کتنا ہی زیادہ ہو کیونکہ جب نماز ان دنوں میں ساقط ہو گئی تو چھ نمازیں قضا جمع نہ ہوئیں پس وہ صاحب ترتیب ہے۔ مؤلف)۔

(۸) اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی قضا نماز باقی نہیں ہے اور نہ ہی کراہتِ تحریمہ کی وجہ سے کسی نماز کا لوٹانا اس کے ذمہ واجب ہے پھر بھی وہ اپنی عمر کی نمازیں احتیاط کے طور پر قضا کرتا ہے تو اگر کراہتِ تنزیہی کی وجہ سے ہے تو لوٹانا بہتر اور مستحب ہے اور اگر صرف شبہ اور وہم ہے کہ شاید کوئی نقصانِ فساد و کراہتِ نماز واقع ہوا ہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بلا کراہت جائز ہے مگر اس کو چاہئے کہ اوقاتِ مکروہۂ نوافل یعنی فجر کے وقت میں اور عصر کی نماز کے بعد

نہ پڑھے۔ اور وہ شخص ایسی احتیاطی قضا کی ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے تاکہ اگر اس کے ذمہ کوئی فرض باقی نہ ہو تو وہ نفل ہو جائیں اور مغرب کی نماز میں چار رکعتوں کو تین قعدوں سے پڑھے اس طرح کہ تیسری رکعت کے بعد قعدہ میں صرف تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت اور ملا کر چار پوری کرلے اور سجدۂ سہو بھی کرے پس اگر اس کے ذمہ مغرب باقی تھی تو وہ ادا ہو جائے گی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہیں کرتی اور اگر مغرب اس کے ذمہ نہیں تھی تو یہ چاروں نفل ہو جائیں گی اور قعدہ کی زیادتی نفل کو باطل نہیں کرتی۔ اور وہ شخص وتر کی بھی چار رکعت تین قعدوں سے مغرب کی طرح ادا کرے اور بدستور تیسری رکعت میں قنوت بھی پڑھے پس اگر وتر اس کے ذمہ ہیں تو ادا ہو جائیں گے اور نفل کی نماز میں قنوت پڑھنے سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ (اگر مغرب و وتر کی تین رکعتیں پڑھے گا تو چونکہ ان کے نفل واقع ہونے کا احتمال ہے اور نفل کی تین رکعتیں پڑھنا مکروہ ہے اس لئے اس کیلئے ایسا کرنا مکروہ و گناہ ہے اور ایک رکعت ملا کر بطریق مذکور اس کراہت محتملہ سے بچ سکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو یہ روایت مشہور ہے کہ انھوں نے اپنی تمام عمر کی نمازیں احتیاطاً کی بنا پر لوٹائی تھیں۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے لیکن اگر صحیح مان لیا جائے تو کہا جائے گا کہ ان کی ادائیگی میں یہی صورت اختیار کی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی ہے اور سلف میں سے اور بہت سے بزرگوں سے شبۂ فساد کی وجہ سے نمازوں کا اس طریق سے لوٹانا منقول و ثابت ہے)۔

(۹) قضائے عمری میں اگر کچھ نمازیں یقینی ہیں اور کچھ شک کے طور پر ہیں تو جو قضائیں یقینی ہیں ان کی قضا دینا فرض ہے پس جب یقینی قضائیں سب ادا کر چکے تو جو قضائیں شک کے درجہ میں ہیں یعنی ان کے فوت ہونے کا ظن غالب نہیں ہے تو ان کی قضا دینا مستحب ہے اور ان کا وہی طریقہ ہے جو ۸ میں بیان ہوا۔ (جس شخص کو یاد نہ ہو کہ اس کے ذمہ کتنی قضا نمازیں ہیں وہ گمان غالب پر عمل کرے اور احتیاطاً اس سے کچھ زیادہ ہی پڑھ دے۔ مؤلف)

(۱۰) بعض لوگ قضائے عمری شبِ قدر یا اخیر جمعۂ رمضان میں جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اسی ایک نماز سے ادا ہو گئیں یہ باطل محض ہے۔

فدیۂ نماز کے مسائل

(۱) اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں اور روزے قضا ہو گئے اور ان کی قضا کرنے کی مرتے وقت تک نوبت نہیں آئی تو اس کو مرتے وقت ان قضا نمازوں و روزوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے اگر نہیں کرے گا تو گناہ ہوگا۔

(۲) اگر کوئی شخص مرا اور اس پر بہت سی نمازیں و روزے قضا ہیں اور اس نے اپنی نمازوں و روزوں کا کفارہ دینے کی وصیت کی تو یہ وصیت ترکہ کے ایک تہائی مال میں جاری ہوگی خواہ وصیت زیادہ کی ہی کی ہو پس اس کے چھوڑے ہوئے مال کے ایک تہائی میں سے ہر نماز کے واسطے صدقۂ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو دیا جائے یا اس کی قیمت دیدی جائے بلکہ یہ افضل ہے کیونکہ فقیر کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ ہر وتر نماز کے لئے بھی اسی قدر

اور ہر روزہ کے لئے بھی اسی قدر فدیہ دے۔ (صاع وغیرہ کی تفصیل صدقۂ فطر کے بیان میں آئیگی۔ انشاء اللہ)۔

(۳) اگر کسی متوفی نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا یا جو کچھ چھوڑا ہے اس کی تہائی اس کی قضا نمازوں و روزوں وغیرہ کے کفارہ کے لئے کافی نہیں ہے یا اس نے کچھ وصیت نہ کی ہو تو اس کے وارث پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن اگر اس کا وارث اپنی طرف سے احسان کے طور پر ادا کرنا چاہے تو جائز ہے پس اگر وہ ترکہ میں سے بغیر وصیت احساناً فدیہ ادا کرے تو یہ اُس وقت جائز ہے کہ ترکہ تقسیم ہو جائے اور پھر وہ وارث اپنے حصہ میں سے دے یا سب وارث مل کر رضامندی سے دیں اور ان میں کوئی نابالغ نہ ہو، یا نابالغ کا حصہ نکال کر بالغ اپنے حصہ میں سے دے۔ اور ترکہ نہ ہونے کی صورت میں وارث یہ حیلہ کرے تو جائز ہے کہ نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا اس کی قیمت اپنے پاس سے یا قرضہ لے کر کسی مسکین کو فدیہ میں دیدیں اور اس کا قبضہ کرا دیں اور پھر وہ مسکین اپنی طرف سے اس کے کسی وارث کو ہبہ یا صدقہ کر دے اور وہ بھی اس پر قبضہ کر لے پھر یہ مسکین کو دیدے اسی طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہانتک کہ سب کفارہ پورا ہو جائے اور جب بہت زیادہ نمازیں روزے وغیرہ ہوں تو لوٹ پھیر کے دور کم کرنے کی سہولت کے لئے مثلاً ایک سال یا دو سال کا فدیہ حساب کر کے اپنے پاس سے یا قرضہ سے لیکر لوٹ پھیر کریں اور ایک ایک یا دو دو سال کا حساب کر کے پورا فدیہ ادا کر دیں۔ اور اگر وصیت کی مگر ترکہ اتنا کافی نہیں ہے کہ سب کا فدیہ ادا ہو سکے تو جسقدر ادا ہو سکتا ہے اس قدر اس تہائی ترکہ میں سے دیا جائے اور باقی رہی ہوئی نمازوں روزوں وغیرہ کے لئے وہی حیلہ کریں جو بیان ہوا ہے۔ (لیکن یہ حیلہ کسی سمجھدار مسکین آدمی کے ذریعہ سے کریں جو صحیح دل سے ہبہ یا صدقہ کرے کسی دباؤ سے نہ ہو، واللہ اعلم۔ مؤلف)

(۴) اگر کسی میت کے مال کی تہائی کافی ہے لیکن اس نے وصیت یہ کی کہ اس میں سے تھوڑا لیکر لوٹ پھیر کر کے فدیہ پورا کر لیں اور باقی ورثا لے لیں یا باقی کسی کے اوپر احسان کرنے کی یعنی بخشش کر دینے کی وصیت کی تو گنہگار ہوگا کیونکہ جو کچھ اس پر واجب ہے اس کو ترک کیا۔

(۵) بہت سی یا کل نمازوں و روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدینا جائز ہے لیکن روزۂ قسم اور ظہار وغیرہ کے کفارہ میں ایک فقیر کو ایک دن میں ایک سے زیادہ کا فدیہ دینا جائز نہیں کیونکہ ان سب میں عدد شرط ہے (تفصیل اپنی اپنی جگہ پر آئیگی انشاء اللہ) لیکن ایک دن کا فدیہ تقسیم کر کے ایک سے زیادہ فقیروں کو دینا یعنی کسی فقیر کو نصف صاع گیہوں سے کم دینا نماز روزہ قسم ظہار وغیرہ کسی فدیہ و کفارہ میں دینا جائز نہیں برخلاف صدقۂ فطر کے کہ اس کا تقسیم کر کے دینا جائز ہے۔ پس اگر پانچ نمازوں کے فدیہ میں سے سوا دو صاع گیہوں ایک فقیر کو دیئے اور ایک چوتھائی صاع ایک فقیر کو دیا تو چار نمازوں کا جائز ہوگا پانچویں نماز کا جائز نہ ہوگا یہی معتمد ہے۔

(۶) مرض الموت میں کسی شخص کو اپنی نماز کا فدیہ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز جب تک اشاروں سے بھی پڑھ سکتا ہے پڑھنی چاہئے اگر اس سے بھی عاجز ہو جائے تو نماز معاف ہے اس لئے فدیہ کی ضرورت نہ رہی پس اگر قضائیں رہ گئیں تو وہ وارثوں

کے لئے وصیت کرجائے کہ وہ اس کے تہائی ترکہ میں سے دیدیں لیکن روزوں کا فدیہ بہت زیادہ بڑھاپے کے وقت دیکتا ہے۔ خواہ رمضان المبارک کے شروع میں دیدے یا درمیان میں یا اخیر میں ہر طرح جائز ہے۔ اور بوڑھے شیخ فانی کے سوا اور کسی کو اپنے روزوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز نہیں حتی کہ اگر مریض یا مسافر روزے نہ رکھے تو دوسرے ایام میں یعنی جب مسافر سفر سے آجائے یا مریض تندرست ہوجائے ان کی قضا دے اور اگر دوسرے ایام میں نہ رکھے تو اس کو فدیہ کی وصیت کرنا فرض ہے اور اگر دوسرے ایام اس کو نہیں آئے یعنی مسافر اسی سفر میں یعنی اقامت سے پہلے یا مریض اسی مرض میں فوت ہوگیا تو اُن پر وہ روزے لازم نہیں ہوئے یعنی معاف ہوگئے اور اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں ہوا بخلاف شیخ فانی کے کہ روزے ادا یا قضا کرنے سے اس کا عجز موت سے پہلے متحقق ہوگیا پس وہ اپنی زندگی میں فدیہ دیدے نیز شیخ فانی کے بارے میں روزہ کا فدیہ ادا کرنے کی نص وارد ہے اور کسی کی نہیں۔

(۷) بعض ناواقف لوگ فدیہ اس طرح دیتے ہیں کہ نمازوں وروزوں وغیرہ کے فدیہ کی قیمت لگاکر سب کے بدلہ میں ایک قرآن مجید دیدیتے ہیں یا کسی فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمہ قرض لے لیا اور اس قرض کے بدلے میں ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہیں یہ محض بے اصل بات ہے اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوتا بلکہ صرف اسی قدر ادا ہوگا جس قیمت (ہدیہ) کا قرآن شریف ہے۔ بعض جگہ لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اپنے نمازوں روزوں زکاتوں قربانیوں اور کفارات وغیرہ کے لئے معمولی رقم کی وصیت کرتے ہیں اور بڑی وصیت اس بات کی کرتے ہیں کہ ختم قرآن وکلمہ شریف وغیرہ کے پڑھوا دیئے جائیں اور وہ رقم اُن پڑھنے والوں کو دیدی جائے یہ بالکل ناجائز ہے فدیہ وکفارہ کا ادا ہونا تو کہاں بلکہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ دنیاوی غرض کے لئے یعنی اجرت پر قرآن پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے اور اس پر اجرت لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور اسقاطِ فدیہ وکفارہ وغیرہ کے لئے لوگ اور بھی ناجائز قسم کے حیلے کرتے ہیں ان سب سے پرہیز لازمی ہے

(۸) اگر کسی میت نے اپنے کسی وارث کو وصیت کی مثلاً باپ نے اپنے بیٹے کو مرتے وقت کہا کہ میری طرف سے کچھ دنوں کی نمازیں اور روزے قضا کردینا تو اس وارث کے میت کی طرف سے ادا کردینے سے میت کے ذمہ سے وہ فرض نہیں اُتر سکتا اس لئے کہ نماز وروزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت جاری نہیں ہوتی بخلاف حج کے ـــ جاننا چاہیئے کہ عبادت تین قسم کی ہے اول محض مالی جیسے زکوٰۃ اس میں حالتِ عجز میں نیابت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ دوم محض بدنی اور وہ نماز وروزہ ہے ان میں مطلقاً نیابت صحیح نہیں ہے۔ سوم مرکبہ جیسے حج پس اگر حج نفلی ہے تو مطلقاً نیابت درست ہے اور اگر حج فرض ہے تو ایسے عجز کے وقت نیابت صحیح ہے جو موت تک دائمی ہو ورنہ صحیح نہیں تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔

سجدۂ سہو کا بیان

سہو بھول جانے کو کہتے ہیں ۔ شک کسی چیز کے ہونے نہ ہونے میں تردد کرنے کو کہتے ہیں جبکہ کسی جانب کو ترجیح وغلبہ ہو اور اگر تردد کے وقت کسی جانب کو ترجیح وغلبہ حاصل ہو تو اس کو ظن کہتے ہیں اور اگر وہ ظن بہت زیادہ ہو لیکن یقین کے درجہ تک نہ پہنچا ہو تو اس کو غلبۂ ظن کہتے ہیں اور جو جانب مغلوب ہے اس کو وہم کہتے ہیں ۔ سہو اور نسیان میں لغت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، دونوں کے معنی ہیں چیز کا ضرورت کے وقت یاد نہ آنا لیکن بعض کے نزدیک یہ فرق ہے کہ کسی معلوم چیز سے ایسی غفلت ہو جانا کہ ادنیٰ سی تنبیہ پر وہ یاد آجائے اس کو سہو کہتے ہیں اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہیں لیکن فقہا کے نزدیک سہو اور نسیان اور شک کا ایک ہی حکم ہے۔ اس بیان میں پہلے سجدۂ سہو کے مسائل بیان ہوں گے پھر نماز میں شک ہو جانے کے مسائل کا بیان ہوگا۔

سجدۂ سہو کی تعریف جب کبھی نماز میں کمی زیادتی ہو کر ایسا نقصان واقع ہو جائے کہ اس سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرکے اس نقصان کی تلافی ہونا شرع شریف نے مشروع کر دیا ہے پس اس تلافی کے لئے جو دو سجدے نماز کے ختم پر ختمِ نماز کے سلام سے پہلے کئے جاتے ہیں ان کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔ اور وہ نقصان جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے نماز میں بھول کر کسی فرض یا واجب میں تاخیر ہونا یا کسی واجب کا ترک ہونا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حکم (۱) سجدۂ سہو کی ضرورت کے وقت سجدۂ سہو کرنا واجب ہے یہی صحیح ہے اور اس کے ترک پر گنہگار ہوگا اور یہ گناہ نماز کے لوٹانے سے دور ہو جائے گا اور سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے کرنا واجب ہے لیکن سجدۂ سہو کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ وقت میں اس کی گنجائش ہو اور مکروہ وقت نہ ہو ورنہ سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۲) سجدۂ سہو کا حکم فرض و واجب و سنت و نفل سب نمازوں میں برابر ہے یعنی ہر قسم کی نماز میں ترک واجب پر سجدۂ سہو واجب ہے ——— (۳) اگر نماز میں ایک سے زیادہ مرتبہ سہو ہوا خواہ متعدد سہو ایک ہی جنس کے ہوں یا مختلف جنس کے ہوں ایک دفعہ سجدۂ سہو یعنی سہو کے دو ہی سجدے کافی ہیں حتیٰ کہ اگر نماز کے تمام واجبات چھوڑ دیئے تب بھی دو ہی سجدے کافی ہوں گے دو سے زیادہ سہو کے سجدے مشروع نہیں ہیں۔ مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرتا ہے پھر اپنی بقیہ نماز میں سہو ہو جانے کی صورت میں دوبارہ سجدۂ سہو کرتا ہے تو وہ اس مسئلہ کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی نماز میں منفرد ہوتا ہے۔ پس وہ حکماً دو نمازیں ہو گئیں اگرچہ تحریمہ ایک ہی ہے پس یہ ایک نماز میں تکرارِ سجدۂ سہو نہیں ہوا۔

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ مع ضروری احکامِ متعلقہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد (التحیات) پڑھنے کے بعد ایک طرف یعنی صرف داہنی طرف سلام پھیرے اور اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور نماز کے سجدہ کی طرح

سجدہ کرے اوراس میں بدستور تین مرتبہ یا زیادہ تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور اطمینان سے بیٹھ کر پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرا سجدہ اسی طرح کرے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اُٹھائے اور بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے اور نماز ختم کرے یہی طریقہ اصح ہے یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر عامۃ الناس کا عمل چلا آرہا ہے اور یہی درست ہے یعنی خواہ نماز میں زیادتی کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا ہو یا کمی کی وجہ سے ہر حال میں ایک طرف یعنی داہنی طرف کا سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنا درست و افضل ہے لیکن اگر کوئی ایک سلام بھی نہ پھیرے اور سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرلے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مجتہد فیہ ہے۔ یا سامنے ہی سلام کہہ کر سہو کے سجدے کرلئے جائیں تب بھی جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق دونوں طرف سلام پھیرے پھر سجدۂ سہو کرے لیکن قوی بات یہ ہے کہ ایک ہی طرف یعنی داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو نہ کرے بلکہ نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلا سلام دو چیزوں یعنی نماز سے باہر ہونے اور قوم کی تحیت کے لئے ہے اور دوسرا سلام صرف باقی نمازیوں کی تحیت کے لئے ہے اس لئے یہ دوسرا سلام کلام کی مانند ہو گیا اور کلام منافی نماز ہے اس لئے سجدۂ سہو کو ساقط کرتا ہے پس اعادہ لازم ہے۔

(۲) درود اور دعا سجدۂ سہو کے بعد کے قعدہ میں پڑھے یہی صحیح و مختار ہے اور بعض کے نزدیک سجدۂ سہو کرنے سے پہلے کے قعدہ میں پڑھ لے بعد کے قعدہ میں نہ پڑھے اور بعض کے نزدیک زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے اور بعد دونوں قعدوں میں التحیات کے ساتھ درود و دعا پڑھ لے اس لئے پہلی جگہ بھی پڑھ لینا ہی بہتر ہے لیکن نہ پڑھنے میں بھی نقصان نہیں۔

(۳) سہو کے دونوں سجدوں کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہیں ہے۔ نماز کا رکن وہی قعدہ ہے جو سجدۂ سہو سے پہلے کیا گیا ہے اور وہ قعدہ سجدۂ سہو سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وہ قوی ہے بوجہ رکن و فرض ہونے کے البتہ سجدۂ سہو سے اس قعدہ کا تشہد اور سلام باطل ہو جاتا ہے۔ سجدۂ سہو کے بعد قعدہ کا حکم اس لئے ہوا تاکہ نماز کا ختم قعدہ پر ہو اور چونکہ تشہد و سلام باطل ہو چکا ہے اب تشہد کا پڑھنا بغیر قعدہ کے نہیں ہو سکتا ہے اس لئے یہ قعدہ مشروع و واجب ہوا۔ پس اگر کسی شخص نے سجدۂ سہو کے بعد کا قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا یا چل دیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی یعنی نماز کے فرائض پورے ہو جائیں گے لیکن اس کو قعدہ کرنا اور التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا واجب تھا جن کو اس نے ترک کیا اس لئے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن نماز کے سجدۂ اصلی اور سجدۂ تلاوت سے قعدہ اور تشہد دونوں بیکار ہو جاتے ہیں پس اگر نماز کا کوئی سجدہ رہ گیا تھا یا سجدۂ تلاوت اپنے موقع پر نہیں کیا اور اب قعدۂ اخیرہ کے بعد کیا تو وہ قعدہ جاتا رہا اب دوبارہ قعدہ کرنا فرض ہے۔ اگر بغیر قعدہ کئے نماز ختم کردی تو نماز صحیح نہ ہوئی اور اس کا لوٹانا فرض ہے وجہ یہ ہے کہ سجدۂ اصلی اقویٰ ہے کیونکہ وہ رکن اصلی ہے اور قعدۂ اخیرہ رکن زائد ہے۔ اور سجدۂ تلاوت کی صورت میں

اگرچہ سجدۂ تلاوت واجب ہے لیکن یہ وجوب ادا سے پہلے ہے چنانچہ اگر کوئی ادا نہ کرے تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ یہ واجباتِ نماز میں سے نہیں ہے واجباتِ تلاوت میں سے ہے لیکن ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا جس کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ ادا کرنے کے بعد قراءت کے تابع ہونے کی وجہ سے رکن اصلی کا حکم اختیار کر لیتا ہے بخلاف سجدۂ سہو کے کہ وہ واجب ہے اور قعدۂ اخیرہ رکن ہے اس لئے واجب رکن کو بوجہ ضعف کے باطل نہیں کر سکتا۔

جن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے

(۱) جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے —— (۲) جب کسی واجب میں بھول کر تاخیر ہو جائے —— (۳) جب کسی فرض میں بھول کر تاخیر ہو جائے —— (۴) جب بھول کر کسی فرض کو مقدم کر دے —— (۵) جب کسی فرض کو بھول کر دوبارہ کر دے مثلاً دو رکوع کر دیئے —— (۶) جب بھول کر کسی واجب کی کیفیت بدل دی مثلاً آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھا۔ درحقیقت ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو کا سبب ترکِ واجب ہی ہے (کیونکہ تاخیر فرض وواجب کی صورت میں دوسرا فرض وواجب جو متصل کرنا تھا ترک ہوا ہے یہی صورت تکرار وتقدیم فرض وتبدیلِ کیفیت کی بھی ہے کہ واجب ترک ہو کر ہی یہ صورتیں مرتب ہوتی ہیں۔ مؤلف)

جن صورتوں میں سجدۂ سہو تدارک ممکن نہیں بلکہ اعادہ ضروری ہے

(۱) اگر نماز کے فرائض میں سے کوئی چیز عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس کے لئے سجدۂ سہو جائز نہیں بلکہ نماز کا لوٹانا فرض ہے۔ اور اگر بھولے سے کوئی فرض چھوٹ جائے اور قضا میں اس کا عوض ممکن ہے تو قضا کرے یعنی سلام سے پہلے پہلے اس کو کر لے اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لے تو نماز صحیح ہو جائے گی جیسا کہ نماز کا سجدہ چھوٹ گیا وغیرہ جس کی تفصیل آگے آتی ہے اگر اس کو نماز میں سلام سے پہلے ادا نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز دانستہ چھوڑ دے تو نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن ایسی ناقص ہوتی ہے کہ سجدۂ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر سہواً کوئی واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور نماز کا اعادہ بھی ضروری نہیں ہے

(۱) ترکِ سنت ومستحب پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا پس اعوذ باللہ، بسم اللہ، سبحانک اللھم، تکبیرات انتقالات یعنی جھکنے اٹھنے وغیرہ کی تکبیریں چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن عیدین کی نماز کی دوسری رکعت کے رکوع میں جانے کی تکبیر واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ عیدین کی نماز میں یا اور نمازوں میں جہاں رفع یدین سنت ہے وہاں رفع یدین کا چھوڑ دینا یا ہاتھ باندھنے میں بایاں ہاتھ اوپر اور دایاں نیچے رکھنا یا بھول کر اول بائیں طرف کو سلام پھیر دینا یا رکوع وسجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس کو

ترک کر دینا یا آپس میں بدل دینا یا رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہنا یا آخری قعدہ میں درود و دعا نہ پڑھنا وغیرہ غرضکہ جو چیزیں فرض و واجب نہیں ہیں بلکہ سنت و مستحب ہیں ان کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور نہ ہی نماز کا اعادہ لازم آتا ہے لیکن ان سنن و مستحبات کے ترک پر اعادہ کر لینا مستحب ہے خواہ ترک سہواً ہوا ہو یا قصداً۔ (فرائض و واجبات و سنن کی تفصیل صفتِ نماز میں بیان ہو چکی ہے)۔

(۲) اگر کوئی ایسا واجب ترک ہوا جو نماز کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا وجوب امرِ خارج سے ہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں مثلاً خلافِ ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترکِ واجب ہے مگر ترتیب کے موافق پڑھنا واجباتِ نماز میں سے نہیں بلکہ واجباتِ تلاوت سے ہے اس لئے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں لیکن سجدۂ تلاوت کی تاخیر پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے حالانکہ یہ واجباتِ تلاوت میں سے ہے نہ کہ واجباتِ نماز میں سے لیکن جب ادا کر لیا تو اب یہ قرأت کے تابع ہو کر اس کے حکم میں ہو گیا (فافہم)۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے

(۱) وقت تنگ ہونا پس اگر کسی شخص پر صبح کی نماز میں سجدۂ سہو تھا اور اس نے پہلا سلام پھیرا تھا اور ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا تھا کہ سورج نکل آیا تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو گیا اور اس پر اس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ و عیدین کا وقت جاتا رہے گا تب بھی سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور اعادہ لازم نہیں ہو گا۔

(۲) وقت مکروہ و ممنوع نہ ہونا، اگر کسی شخص کو عصر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا ہو اور پہلا سلام پھیرنے کے بعد سجدے کرنے سے پہلے سورج متغیر ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو گیا۔ (طلوع آفتاب، نصف النہار اور غروب کے وقت یعنی سورج متغیر ہونے کے بعد سجدہ کرنا اور سجدہ والی نماز پڑھنا منع و مکروہ تحریمی ہے پس ان وقتوں میں سجدۂ سہو بھی مکروہِ تحریمی ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے۔ بعض فقہا نے اس کو صرف قضا نماز کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور بعض کے نزدیک قضا اور ادا دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

(۳) جو چیز نماز کو توڑنے والی اور مانع بنا ہے مثلاً عمداً حدث کرنا یا کلام کرنا وغیرہ اگر سلام کے بعد وہ چیز پائی گئی تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے پس اگر سجدۂ سہو کا ساقط ہونا نمازی کے اپنے فعل سے واقع ہوا ہے تو اعادہ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (بعض نے کہا کہ خواہ اپنے فعل سے ہوا ہو یا بغیر اپنے فعل کے ہر حال میں اعادہ کرے کیونکہ نماز ناقص واقع ہوئی ہے اور سجدۂ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا تھا اس لئے لامحالہ اعادہ لازمی ہے کیونکہ دونوں میں سے ایک ضروری ہے جب ایک ساقط ہوا تو دوسرا لازم ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۴) اگر کسی پر فرض نماز میں سہو ہوا اور سلام کے قبل اس نے اس پر عمداً نفل کی بنا کر لی تو نفل کے بعد سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ اب اس سے یہ ساقط ہے لیکن ان فرضوں کا لوٹانا واجب ہو گا کیونکہ وہ دو واجبوں یعنی سجدۂ سہو کے ترک

اور عمداً سلام کی تاخیر کے باعث کراہت تحریمی سے ادا ہوئے ہیں لیکن اگر بھول کر نفلوں کی بنا فرضوں پر ہو گئی جیسا کہ فرض کی چوتھی رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کرکے بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت اور ملالے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں لیکن چونکہ یہ نفل عمداً فرضوں پر بنا نہیں کئے گئے اس لئے غیر مقصود ہونے کی وجہ سے علیحدہ نماز نہیں ہوئی اور فرض کے سلام میں تاخیر بھی عمداً نہیں ہوئی اس لئے اس کا اعادہ لازم نہیں اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے بخلاف پہلی صورت کے اور اگر نفل کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں سہو ہوا اور سجدۂ سہو کرنے سے قبل اسی پر بنا کرکے دو رکعتیں اور پڑھیں تو اخیر میں سجدۂ سہو کرلے کیونکہ یہ دونوں دوگانے ایک نماز ہو گئے

سجدۂ سہو کے متعلق اصول بیان ہو چکے اب جزئیاتِ مسائل بیان ہوتی ہیں۔

سجدۂ سہو واجب ہونیکی جزئیات مسائل

(۱) الحمد اور سورت کی قرأت کے متعلق۔ اگر فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں یا وتر اور سنتوں و نفلوں کی کسی رکعت میں سورۂ الحمد چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر سورۂ الحمد کی ایک آیت بھی چھوڑ گیا تو سجدۂ سہو ہوگا کیونکہ پوری سورۂ الحمد یعنی اس کی ہر آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر فرضوں کی اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد پڑھنا چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا ــــــ اگر فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت ملانے سے پہلے الحمد دوبارہ پڑھے یا دوسری دفعہ آدھی سے زیادہ پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ لیکن اگر سورت ملانے کے بعد دوبارہ الحمد پڑھے یا فرضوں کی اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد دوبارہ پڑھے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا ــــــ اگر پہلی مرتبہ الحمد پڑھی تھی مگر ایک حرف باقی رہ گیا تھا یا بہت سی (یعنی آدھی سے زیادہ) الحمد پڑھ لی تھی تھوڑی سی باقی رہ گئی تھی اور پھر اسی رکعت میں بھول کر دوبارہ الحمد پڑھی تو وہ دو مرتبہ پڑھنے کے حکم میں ہے ــــــ اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فقط الحمد پڑھی اور بھول کر سورۃ چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا ــــــ اگر الحمد کے ساتھ ایک یا دو چھوٹی آیتیں پڑھیں اور بھول کر رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں یاد آیا تو پھر قیام کا اعادہ کرے اور تین آیتیں پوری کرے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا ــــــ اگر فرضوں کی اخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملائی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اگرچہ قصداً ملائی ہو، اسی پر فتویٰ ہے مگر امام کو نہ چاہئے ــــــ اسی طرح اگر پچھلی رکعتوں میں الحمد نہ پڑھی تب بھی سجدۂ سہو نہیں ہے ــــــ اگر سورۃ کو الحمد پر مقدم کیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا پس اگر پہلی یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا اور تھوڑی سی سورت پڑھنے کے بعد یاد آیا تو سورت کو چھوڑ دے اور الحمد پڑھے پھر سورۃ پڑھے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ وہ الحمد سے پہلے سورۃ کی کم سے کم ایک آیت پڑھ چکا ہو، اس سے کم پڑھا ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ رکن کی مقدار سے کم ہو گی اور قرأت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے جو باعثِ تاخیر ہے۔ اسی طرح اگر پوری سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے یا رکوع میں یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا کہ الحمد نہیں پڑھی تو واپس لوٹے اور الحمد پڑھے پھر سورۃ اور رکوع کا

اعادہ کرے اور سجدۂ سہو کرے تاکہ الحمد اور سورۃ ترتیب وار ہو جائیں اور پہلا رکوع قرات کی طرف لوٹنے سے لغو ہو جانے کی وجہ سے اس کا اعادہ فرض ہے اگر رکوع کا اعادہ نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہانتک کہ اگر کوئی شخص قرات کے ارادہ سے رکوع سے کھڑا ہوا پھر اس کو معلوم ہوا کہ قرات کر چکا ہے پس وہ سجدہ میں چلا گیا اور قرات نہیں کی اور رکوع کا اعادہ نہیں کیا تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ قرات کے لئے کھڑا ہونے سے اس کا رکوع باطل ہو گیا۔ اگرچہ بعض کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی (جیسا کہ مفسدات نماز میں بھی آیا ہے) اگر بغیر سورت پڑھے رکوع کر دیا پھر یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گا یہی صحیح ہے ـــــ اگر صرف الحمد یا سورت چھوٹ جانے کی صورت میں رکوع سے ان کے پڑھنے کی طرف نہ لوٹے بلکہ ایسے ہی نماز پوری کر لے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی ـــــ اگر رکوع یا سجدہ یا تشہد میں بھول کر قرات کی تو سجدۂ سہو واجب ہو گا لیکن تشہد کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ قعدۂ اخیرہ کا تشہد ہے اور اس میں پہلے قرات پڑھی پھر تشہد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا اور اگر پہلے تشہد پڑھا اور پھر قرات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا اور پہلے قعدہ کی صورت میں ہر حال میں سجدۂ سہو لازم ہو گا کیونکہ بعد میں پڑھنے سے قیام میں تاخیر ہو گئی ـــــ اگر پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے کی سورت پڑھی مثلاً پہلی میں قل یاایہا الکفرون پڑھی اور دوسری میں انا اعطینا ک پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا (لیکن دانستہ ایسا کرنا مکروہ ہے بھول کر ہو تو مکروہ بھی نہیں) ـــــ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس وقت سجدۂ تلاوت کرنا بھول گیا پھر اس کو یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا اس لئے کہ سجدۂ تلاوت کو آیتِ سجدہ کے ساتھ ملانا واجب ہے اور وہ اس سے ترک ہوا اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں پہلا قول اصح ہے ـــــ اگر نماز میں ایک سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا اور بھول کر دوسری پڑھ دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔ ایک ہی رکعت میں الحمد کے بعد دو تین سورتیں پڑھیں تو کچھ ڈر نہیں اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں لیکن فرضوں میں ایسا کرنا اچھا نہیں ہے اور نفلوں میں اس کا کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کا معین کرنا واجب ہے۔ پس اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورت ملاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت میں ملاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا بالکل اخیر رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ کسی رکعت میں سورت نہیں ملائی تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائیگی۔

(۳) نماز میں ہر رکعت میں جو فعل مکرر (دوہرے) ہیں ان میں ترتیب واجب ہے اس لئے جب وہ خلاف ترتیب واقع ہوں تو سجدۂ سہو واجب ہے مثلاً اگر کسی سے کسی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ گیا اور آخر نماز میں یاد آیا تو وہ سجدۂ نماز ادا کرے اور پھر قعدہ کرکے پھر سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کرکے سلام پھیرے اس لئے کہ اس سجدہ میں ترتیب

چھوٹ گئی اور اس سے پہلے جتنے ارکان کرچکا ہے اُن کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ مثلاً کسی کا تیسری رکعت کا ایک سجدہ رہ گیا اور چوتھی رکعت کے قعدہ سے پہلے پہلے کسی وقت یاد آیا اور کرلیا تو اب اس سے پہلے جس قدر ارکان ادا کرلئے ہیں ان کو نہ لوٹائے اور سجدۂ سہو کرلے اور اگر قعدۂ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے یاد آیا اور سجدۂ نماز ادا کیا تو اب صرف وہ قعدہ جاتا رہا دیگر ارکان کا اعادہ نہ کرے لیکن اس قعدہ و تشہد کا اعادہ کرکے پھر سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کرکے سلام پھیرے۔ اسی طرح قرارت اور رکوع میں ترتیب واجب ہے پس اگر کسی شخص نے بھول کر قرارت سے پہلے رکوع کیا تو اس کو چاہئے کہ رکوع سے لوٹے اور قرارت کرے اور پھر رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے پہلے رکوع کا اعتبار نہیں کیونکہ قرارت کی طرف لوٹنے سے وہ باطل ہوگیا۔ اس لئے قرارت کے بعد اس کا اعادہ فرض ہے پس اگر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز جاتی رہی۔

(۴) تعدیلِ ارکان، صحیح یہ ہے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ (رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا) اور جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں اطمینان یعنی کم از کم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (اکثر لوگ اس کی طرف سے غافل ہیں اور عادتاً اس کے تارک ہیں اس سے ان کی نماز واجب الاعادہ ہے۔ مؤلف)

(۵) فرض نماز کا پہلا قعدہ واجب ہے اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۶) تشہد (التحیات) پڑھنا۔ اگر پہلے یا دوسرے قعدہ میں خواہ نماز فرض و واجب ہو یا نفل و سنت ہو تشہد نہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کچھ تشہد پڑھا کچھ نہ پڑھا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا ـــــ اگر قیام میں تشہد پڑھا تو اگر فرض نماز کی پہلی رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ الحمد سے قبل ثنا کا محل ہے اور التحیات میں بھی اللہ پاک کی ثنا ہے۔ اسی طرح اگر نیت باندھنے کے بعد سبحانک اللھم کی جگہ دعائے قنوت پڑھ دی تو سہو کا سجدہ واجب نہیں خواہ دعائے قنوت کے بعد سبحانک اللھم پڑھے یا نہ پڑھے۔ اور اگر فرض نماز کی اخیر کی دونوں رکعتوں میں قیام میں تشہد یا کچھ تسبیح وغیرہ ذکر پڑھا یا الحمد کے ساتھ کوئی قرارت پڑھی تب بھی سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور اگر فرض نماز کی دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پڑھا ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کیونکہ دوسری رکعت قیاساً اول کی مثل ہے بعض نے کہا کہ واجب ہوگا اس لئے کہ دوسری رکعت میں قرارت سے شروع کرنا واجب ہے اور اگر وتر یا نفل نماز کے قیام میں تشہد پڑھا تو سب رکعتوں میں وہی حکم ہے جو فرض نماز کے پہلے دوگانہ کا اوپر لکھا گیا ہے (یعنی پہلی رکعت میں الحمد سے پہلے ہو تو سجدۂ سہو نہیں اور دوسری رکعت میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور تیسری رکعت پہلی کے حکم میں اور چوتھی رکعت دوسری کے حکم میں ہے واللہ اعلم۔ مؤلف) اور اگر فرض نماز کی پہلی ایک یا دو رکعتوں میں اور وتر و نفل و سنت کی کسی بھی رکعت میں

الحمد کے بعد تشہد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اس لئے کہ الحمد پڑھنے کے بعد سورت پڑھنا واجب ہے اور تشہد پڑھنے سے اس واجب میں تاخیر ہوئی - اگر تشہد پڑھنے کی جگہ الحمد یا کوئی قرأت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اس کی تفصیل قرأت کے بیان میں آچکی ہے ـــــ اگر پہلے قعدہ میں دوبار تشہد پڑھا خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل وغیرہ تو سجدۂ سہو واجب ہوگا ـــــ اگر نماز فرض و وتر و سنت مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں تشہد پر زیادتی کر کے درود بھی پڑھا تو اگر اللھم صل علی محمدؐ یا اس سے زیادہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یہی اصح ہے پس اگر اس سے کم پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں - نفل و سنت غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف کے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا - اگر دوسرے یعنی آخری قعدہ میں دوبار تشہد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا - اگر آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا تو جب تک کوئی فعل نماز کے منافی واقع نہیں ہوا لوٹے اور تشہد پڑھے اور شیخین کے نزدیک اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا - مثلاً کسی نے چوتھی رکعت میں بقدر تشہد قعدہ کر کے بھولے سے سلام پھیر دیا اور تشہد نہیں پڑھا تو وہ تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے پھر سجدۂ سہو کرے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیر کر نماز پوری کرے -

(۷) اگر رکوع کی جگہ سجدہ کیا یا سجدہ کی جگہ رکوع کیا یا کسی رکن کو دوبارہ کر دیا یا کسی رکن کو اس کے موقع سے پہلے یا پیچھے ادا کیا تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا جیسا کہ شروع میں اصول بیان ہوئے ہیں - *

(۸) اگر کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ گیا یا بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہو گیا تو اگر امام یا منفرد ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا مثلاً فرض یا وتر نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو اس پر واجب ہے کہ قعدہ کی طرف لوٹے اور تشہد پڑھے اور اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب نہ لوٹے اور سجدۂ سہو کر لے پس اگر وہ قعدہ کی طرف لوٹے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی - بعضوں نے اس حکم کی تصحیح کی ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز ادا ہو جائے گی مگر ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور اس صورت میں بھی تاخیر فرض یعنی قیام یا ترک واجب یعنی قعدہ کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا - فرضوں اور وتروں کے دوسرے یعنی آخری قعدہ اور سنتوں و نفلوں کے ہر قعدہ میں قیام (سیدھا کھڑا ہونے) کے بعد بھی یاد آنے پر لوٹ آنا لازمی ہے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہے - سیدھا کھڑا ہونے سے مراد پورا کھڑا ہو جانا یا کھڑا ہونے کے قریب ہو جانا ہے اور اس کا اعتبار آدمی کے نیچے کے آدھے دھڑ سے ہوتا ہے پس اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا خواہ پیٹھ ابھی جھکی ہوئی ہو تو قیام سے قریب ہے اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے یہی معتبر ہے اس مسئلہ میں امام اور منفرد کا حکم بیان ہوا لیکن اگر مقتدی بھول کر کھڑا ہو گیا اور امام بیٹھا ہوا ہے تو مقتدی کو ضروری ہے کہ لوٹ آئے تاکہ امام کی مخالفت نہ ہو کیونکہ اس کا اپنے امام سے پہلے کھڑا ہونا غیر معتبر ہے اور اس کا یہ لوٹنا قیام جو کہ فرض ہے چھوڑنا نہیں کہلائے گا بخلاف امام اور منفرد کے کہ ان کے حق میں قیام کو چھوڑنا ہے جو کہ باعثِ گناہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس اس صورت میں مقتدی کو امام کی متابعت لازمی ہے اس لئے لوٹے اور تشہد پڑھے اگرچہ اس کو یہ ڈر ہو کہ

* اگر کسی شخص کو چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کے رکوع میں یاد آیا کہ اس کی دوسری رکعت کا ایک سجدہ بھولے سے رہ گیا ہے تو بعد رکوع سے لوٹے سجدہ ادا کرے پھر تشہد پڑھے پھر اٹھ کر تیسری رکعت کا قیام اور رکوع کرے کیونکہ اس کا پہلا کیا ہوا قیام و رکوع بیکار (کالعدم) ہو گیا اور آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر تیسری رکعت کا رکوع کر لینے کے بعد یہ

اس کے تشہد پورا کرنے تک تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملے گی۔ اور اگر امام پہلا قعدہ کئے بغیر کھڑا ہو گیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت کریں اور کھڑے ہو جائیں ــــــ اگر کوئی شخص چار رکعت والی فرض نماز میں چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا دھڑا بھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تب بھی بیٹھ جائے حتیٰ کہ اگر کھڑا ہو کر الحمد اور سورۃ بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی لوٹ جائے غرضیکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جس وقت یاد آجائے بیٹھ جائے کیونکہ رکعت سے کم تک ترک کرنے کا موقع ہے پس اس کو التحیات پڑھ کر تاخیر فرض یعنی اخیرہ قعدہ کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا چاہیئے اور اگر اس وقت یاد آیا جبکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو اب قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور اگر چاہے تو سلام نہ پھیرے بلکہ ایک رکعت اور ملا کر دوگانہ پورا کرلے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو نہ کرے یہی اصح ہے اور اب فرض نماز نفل کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے یہ سب یعنی چھ رکعت نفل ہو گئے پس فرض نماز نئے سرے سے پڑھے اور اگر چاہے تو ایک رکعت اور نہ ملائے اور پانچویں پر سلام پھیر دے پس اب اس کی چار رکعتیں نفل ہو گئیں اور ایک رکعت بیکار گئی لیکن ایک رکعت ملا کر دوگانہ پورا کر لینا مندوب و بہتر ہے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تھا مگر قدر تشہد سے کم ہوا تھا کہ کھڑا ہو گیا تو بھی لوٹ آئے اور جتنی دیر پہلے بیٹھا تھا وہ بھی حساب میں لگے گا یعنی لوٹنے کے بعد جتنی دیر بیٹھا یہ اور پہلے کا بیٹھنا دونوں مل کر اگر بقدر تشہد ہو گئے تو فرض ادا ہو گیا بس اگر اس کے بعد کلام کر دیا تو اس کی نماز جائز ہو گئی (یعنی فرض ادا ہو گیا) مگر سجدۂ سہو اس صورت میں بھی واجب ہے۔ عصر کی نماز میں بعض کے نزدیک چھٹی رکعت نہ ملائے اور بعضوں نے کہا کہ ملائے یہی اصح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد نفل اپنے اختیار سے پڑھے تو مکروہ ہے اور جب اختیار سے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے نیز جبکہ فرض نفل بن گئے تو فرض کے بعد نفل نماز کہاں رہے جو کراہت ہو۔ بلکہ یہ تو فرض سے پہلے ہو گئے جس میں کراہت نہیں ہے اور یہی حکم صبح کی نماز کا بھی ہے پس صحیح یہ ہے کہ صبح اور عصر میں ایک رکعت اور ملانے میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ مغرب کی نماز میں اگر قعدۂ اخیرہ بھول کر ترک کر دیا اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اور رکعت نہ ملائے کیونکہ اس کی چار پوری ہو گئیں اور ایک رکعت اور ملانے کی صورت میں پانچ ہو جائیں گی اور طاق نفلیں مطلقاً مکروہ ہیں اور مغرب سے پہلے نفل پڑھنا ویسے بھی مکروہ ہے (لیکن یہاں بوجہ مجبوری چار رکعتیں ہو گئیں اس لئے کراہت نہ رہی پس اب مزید رکعت ملا کر طاق رکعتیں کرنے سے بلا وجہ ارادۂ مکروہ کا مرتکب ہو جائے گا۔ مؤلف)

قعدۂ اخیرہ کو ترک کر کے کھڑا ہونا خواہ عمداً ہو یا سہواً اس بارے میں دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ اگر زائد رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ جائے تو ہر صورت میں سجدۂ سہو کرنے سے فرض نماز درست ہو جائے گی اور زائد رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد ہر صورت میں یعنی عمداً ہو یا سہواً فرض نماز نفل کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

زائد رکعت کا سجدہ کر لینے کی صورت میں فسادِ نماز کے حکم میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس کی نماز کس وقت فاسد ہوتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ جس وقت اس نے سجدہ کے لئے سر رکھا اسی وقت اس کی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ ان کے نزدیک زمین پر سر رکھتے ہی سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جب سجدہ سے سر اٹھائے گا اس وقت نماز فاسد ہو گی کیونکہ ان کے نزدیک سر رکھ کر پھر اٹھانے سے سجدہ کا فرض ادا ہوتا ہے اس بارے میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ اور فائدہ اس اختلاف کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر سجدہ میں حدث ہوا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی نماز کی درستی ممکن نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ممکن ہے پس وہ جائے اور وضو کرے اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے اور اصح یہ ہے کہ وہ سہو کا سجدہ نہ کرے۔

قعدۂ اخیرہ کرنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو جانے کے مسائل

اگر فرضوں کی چوتھی رکعت پر بیٹھا (یعنی قعدۂ اخیرہ کیا) اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آجائے بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر اسی وقت سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور پھر التحیات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ پوری کر لے اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے۔ چار رکعت فرض ہو گئیں اور دو نفل ہو جائیں گی۔ یہی حکم مغرب کی نماز کا ہے جبکہ قعدۂ اخیرہ کر کے کھڑا ہو گیا ہو، اور یہ دو رکعت صحیح قول کے بموجب ظہر مغرب اور عشا کے فرضوں کے بعد کی سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان سنتوں کا نئی تحریمہ سے ادا کرنا سنت ہے۔ اور اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا تب بھی فرض نماز ادا ہو گئی لیکن اس نے برا کیا کیونکہ یہ مسنون طریقہ پر ادا نہیں ہوا چار فرض ہوئے اور ایک رکعت بیکار گئی۔ بعض کے نزدیک عصر کی نماز میں چھٹی رکعت نہ ملائے اور بعضوں نے کہا کہ ملالے یہی اصح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد نفل اپنے اختیار سے پڑھے تو مکروہ ہے اور جب اختیار سے نہ ہو تو مکروہ نہیں اور فجر کی نماز میں اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد قعدہ کر لیا پھر تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا اور اس کا سجدہ کر لیا تو بعض کے نزدیک چوتھی رکعت نہ ملائے لیکن صحیح یہ ہے کہ فجر اور عصر میں ایک اور رکعت ملانے میں کوئی فرق نہیں ہے اور مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے اختیار سے نہیں کیا ہے۔

قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑے ہونے کے مسائل

اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں (یعنی قعدۂ اولیٰ میں) بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہئے اور اگر سجدہ کر لیا تب بھی نماز ہو جائے گی پس وہ چار رکعت پوری کر لے اور سجدۂ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہی حکم چار سے زائد رکعتوں والی نفل نماز کا ہے کیونکہ اگرچہ نفل نماز کا ہر قعدہ قعدۂ اخیرہ یعنی فرض ہے اور ہر دوگانہ مستقل نماز ہے پس قیاس کی رو سے یہ نفلیں فاسد ہو جانی چاہئیں یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب یہ دوسرے دوگانہ کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس نے سب نماز کو ایک کر دیا اس لئے بیچ کا قعدہ استحساناً مشابہ بالفرض ہونے کی وجہ سے فرضوں کے قعدہ کی طرح واجب ہو گیا اور آخری قعدہ فرض ٹھہرا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن یہ حکم صرف چار رکعت نفل شروع کرنے کی صورت

میں ہے، اور اگر دو رکعت نفل کی نیت کی تھی اور پھر کھڑا ہو گیا تو بالاتفاق لوٹنا چاہیئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چھ یا آٹھ یا زائد نفل رکعتوں کی نیت کر کے ایک ہی قعدہ سے پڑھے اور بیچ کے قعدے ترک کرے تو قیاس کو اختیار کیا جائے گا اور لوٹنا ضروری ہوگا ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ چار رکعت سے زائد فرض نہیں ہے اور تین رکعت نفل ایک قعدہ سے اس لئے جائز نہیں کہ اگرچہ فرضِ مغرب کے مشابہ ہیں لیکن وتر نفل غیر مشروع ہے۔ واللہ اعلم۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل نوافل کے بیان میں درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۹) قنوتِ وتر۔ اگر بھول کر دعائے قنوت کو چھوڑ دے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ قنوت کا چھوڑنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ رکوع سے سر اٹھالیا اس کی تفصیل نمازِ وتر کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ اگر وہ تکبیر چھوڑ دی جو قرأت کے بعد اور قنوت سے پہلے ہے (یعنی قنوت کی تکبیر) تو سہو کا سجدہ کرے اس لئے کہ وہ عیدین کی تکبیروں کی طرح واجب ہے بعض کے نزدیک یہ تکبیر واجب نہیں ہے اور شامی میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سبحانک اللھم پڑھ گیا پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ اگر بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرے۔

(۱۰) عیدین کی تکبیریں۔ اور یہ چھ تکبیریں ہیں یعنی ہر رکعت میں تین تکبیریں جس کی تفصیل عیدین کی نماز میں درج ہے۔ اگر ان تکبیروں کو چھوڑ دیا یا کم کیا یا زیادہ کیا یا ان کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ ادا کیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا کمی اور زیادتی تھوڑی اور بہت برابر ہے۔ اگر امام عید کی تکبیریں بھول گیا اور اس نے رکوع کر دیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اور تکبیریں کہہ کے رکوع کرے اور سجدہ سہو کرے اور جس مسبوق نے امام کو رکوع میں پایا تو وہ تکبیریں رکوع میں کہہ لے۔ اگر عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اس لئے کہ وہ بھی عید کی تکبیروں کے ساتھ مل کر واجب ہے اور ان تکبیروں کا ادا اکبر کے لفظ سے ہونا واجب ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور لفظ کہے گا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ پہلی رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب نہیں ہے اس لئے کہ وہ عید کی تکبیروں سے ملی ہوئی نہیں۔ پس اس کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ جمعہ اور عیدین اور فرض و نفل نماز میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے لیکن جمعہ اور عیدین میں جبکہ جماعتِ کثیرہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔

(۱۱) جہر اور آہستہ پڑھنے میں سہو ہونا۔ اگر امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اس میں اختلاف ہے کہ جہر اور آہستہ کس قدر پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ بعض کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں اس قدر کا اعتبار ہے جس قدر قرأت سے نماز جائز ہو جاتی ہے یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک چھوٹی آیت اور صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یہی اصح ہے۔ الحمد اور غیر الحمد میں اس میں کچھ فرق نہیں۔ بعض کے نزدیک جہر و اخفا دونوں میں مطلقاً سہو سے خواہ کم ہو یا زیادہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور اسی کو ظاہر الروایۃ کہا ہے اور اسی پر

اعتماد کیا ہے لیکن روایت اور درایت کے مطابق صحیح وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا پس ایک آیت سے کم یعنی ایک دو لفظ کے جہر کی جگہ آہستہ یا آہستہ کی جگہ جہر کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ــــ اگر امام نے سورۂ فاتحہ کا کچھ حصہ یا کل یا سورۃ کل یا بعض کو آہستہ پڑھا پھر یاد آیا یا کسی منفرد نے ایسا کیا اور پھر کسی شخص نے اس کا اقتدا کیا تو بعض کے نزدیک فاتحہ وسورت کا جہر کے ساتھ اعادہ کرے تاکہ ایک ہی رکعت میں آہستہ اور جہر کا جمع کرنا لازم نہ آئے جو کہ بُرا ہے بعض نے اسی کو ترجیح دی ہے اور بعض کے نزدیک فاتحہ وسورت کا اعادہ نہ کرے بلکہ جہاں تک پڑھ چکا ہے اس سے آگے (یعنی سورۂ فاتحہ کا بقیہ اور سورہ کا کل یا بقیہ) جہر کے ساتھ پڑھے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔ پس دونوں طرح جائز ہے اور دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے۔ اسی طرح اگر سری نماز میں سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ بھول کر جہر سے پڑھا پھر یاد آیا تو باقی کو آہستہ پڑھ کر پورا کرے اور سجدۂ سہو کرے۔ منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والے پر جہر کی جگہ آہستہ یا آہستہ کی جگہ جہر کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں چیزیں جماعت کی خصوصیت ہیں۔ منفرد پر سرّی نماز میں آہستہ پڑھنے کے واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک منفرد پر بھی سری نماز میں جہر سے پڑھنے پر سجدۂ سہو واجب ہے کیونکہ سری نماز میں منفرد کو بھی آہستہ پڑھنا ان کے نزدیک واجب ہے یہ روایت النوادر ہے اور اکثر شارحین وفقہا اسی طرف گئے ہیں پس احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک منفرد پر سری نماز میں آہستہ پڑھنا واجب نہیں اس لئے اس پر اس کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اس پر بھی اکثر فقہا کا فتویٰ ہے۔ اور جہری نمازوں میں جہر سے پڑھنا بالاتفاق منفرد پر واجب نہیں بلکہ اس کو اختیار ہے خواہ جہر سے پڑھے یا آہستہ لیکن جہر اس کے لئے افضل ہے تاکہ نماز جماعت کی ہیئت پر ادا ہووے اسی لئے اس کا اذان واقامت سے ادا کرنا افضل ہے ــــ اگر ثنا یا اعوذ یا بسم اللہ یا آمین یا دعا یا تشہد کو سہواً بلند آواز سے پڑھا تو خلافِ سنت ہوا مگر اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے رات کے وقت نفل نماز یا وتر یا تراویح کی امامت کی اور امام نے بھولے سے جہر نہ کیا تو سجدۂ سہو واجب ہے کیونکہ رات کی نماز میں نفل میں فرضوں کی متابعت کے لئے جہر کرنا واجب ہے اور اگر جان کر قرأت آہستہ پڑھی تو برا کیا اور اس کو لوٹانا واجب ہے

(۱۲) تفکر یعنی نماز میں اتنی دیر سوچا جو تاخیرِ واجب کا سبب ہو جائے۔ اگر الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا ہے یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر (یعنی درمیانی یا آخری قعدہ) التحیات کے لئے بیٹھا تو فوراً التحیات شروع نہیں کی یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کھڑا سوچتا رہا یا دونوں سجدوں کے بیچ میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدۂ سہو واجب ہو گا غرضیکہ جب بھولے سے کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ اصل اس مسئلۂ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر ادائے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی

قرارت یا رکوع یا سجدہ سے روک دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور اس میں ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ
کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جائے تو اس سے سجدۂ سہو لازم ہو گا کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے
یعنی فرض یا واجب کو اس کے مقام پر ادا کرنا واجب تھا وہ ترک ہو گیا۔ اور اگر تفکر سے ادائے فرض یا ادائے واجب میں
کوئی تاخیر واقع نہیں ہوئی اس طرح پر کہ ارکان و واجبات ادا کرتا رہا اور تفکر بھی کرتا رہا تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں
ہو گا۔ یہی اصح ہے اگرچہ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر تفکر کی وجہ سے قرارت یا تسبیح سے رک گیا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہو گا
ورنہ نہیں اور اس قول کی بنا پر اگر نمازی کو تفکر نے رکوع کی تسبیح سے روک دیا اور وہ رکوع کی حالت میں ہے تو اس پر
سجدۂ سہو لازم ہو گا لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدۂ سہو لازم کرنے والے تفکر کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے
بعض کے نزدیک فرض یا واجب کی اپنے مقام سے اس طرح تاخیر ہونا کہ فرض یا واجب کا اپنے شغل سے ایک رکن ادا کرنے کی
مقدار منقطع رہنا ہی اصح ہے اور اس صورت میں بالاجماع سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ بعض نے کہا کہ مجرد تفکر سے جو کہ دل کو
مشغول کر لے خواہ فرض و واجب اشغالِ نماز پے در پے ادا ہوتے رہیں سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ
اس سے نماز کے کمال میں تو نقص آتا ہے جس سے پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن ترکِ واجب لازم نہیں آتا جو سجدۂ سہو لازم
ہوتا، فافہم —— اگر نماز میں یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور اس میں بہت دیر تک فکر کرتا رہا پھر اس کو یقین
ہو گیا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں پس اگر اس تفکر کی وجہ سے کسی رکن کے ادا کرنے میں صرف یہ نقصان ہوا کہ نماز
پڑھتا رہا اور فکر کرتا رہا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہو گا جیسا کہ اوپر اصول بیان ہوا اور اگر اس کا تفکر بہت دیر تک رہا
یہاں تک کہ ایک رکعت میں یا سجدہ میں خلل پڑا یا رکوع یا سجدہ میں تھا اور دیر تک اس میں سوچتا رہا اور اس کے تفکر
کی وجہ سے اس کے حال میں تغیر ہوا تو استحساناً اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گا اس لئے کہ اگرچہ اس کے تفکر سے صرف
قیام یا رکوع یا سجدہ طویل ہو گیا اور یہ اذکار سنت ہیں لیکن اس تفکر کی وجہ سے اگلے فرض یا واجب میں تاخیر ہو گئی اور یہ
تاخیر سنت کے قائم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ تفکر کی وجہ سے ہوئی ہے اور تفکر اعمالِ نماز میں سے نہیں ہے۔ اگر بالکل
اخیر رکعت میں التحیات اور درود و دعا پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، اسی سوچ میں خاموش
بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آیا کہ میں نے چاروں
رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد یہ شک ہوا تو سجدۂ
سہو نہیں۔ اگر نماز میں حدث ہوا اور وضو کرنے کے لئے گیا اس وقت یہ شک ہوا اور اس سوچ میں وضو میں اسقدر
دیر ہوئی تو سجدۂ سہو لازم ہو گا (شک کے مسائل اس بیان سے آگے متصل ہی آتے ہیں) تفکر کی مقدار جس سے سجدۂ سہو
واجب ہوتا ہے ہر جگہ ایک رکن ادا ہو سکنے کی مقدار ہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار یہی صحیح ہے اور
قرارت میں ما یجوز بہا الصلوٰۃ اور تشہد کے بعد اللھم صل علی محمد کی مقدار معتبر ہے اور ان کا حاصل بھی

تین تسبیح کی مقدار ہوتا ہے خوب سمجھ لیں۔

(۱۳) تکرارِ رکن۔ اگر بھولے سے دو رکوع کرلئے یا تین سجدے کرلئے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

سجدۂ سہو کے دیگر متفرق مسائل

(۱) امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدۂ سہو واجب ہے. خواہ مقتدی مدرک ہو یا لاحق یا مسبوق ہو۔ اگر کوئی شخص امام کے بھولنے کے بعد نماز میں شریک ہوا تو امام کی متابعت سے اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر کوئی شخص ایسے وقت میں شریک ہوا کہ امام سہو کا ایک سجدہ کرچکا ہے تو دوسرے سجدہ میں اس کی متابعت کرے اور پہلے سجدہ کو قضا نہ کرے اور اگر امام کے ساتھ ایسے وقت میں ملا جبکہ وہ سہو کے دونوں سجدے کرچکا ہے تو ان دونوں کو قضا نہ کرے۔

(۲) مقتدی کے اقتدا کی حالت میں خود اپنے سہو سے اس پر کسی طرح سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد، کیونکہ اگر سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہوجائے گا اور اس کے ذمہ نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے کیونکہ مقتدی کی ایسی غلطی جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے امام اٹھا لیتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں لیس علیٰ من خلف الامام سہو یعنی جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر سہو نہیں ہے) اگر امام سے کسی وجہ سے سجدۂ سہو ساقط ہوگیا مثلاً امام نے کلام کردیا یا عمداً حدث کیا یا مسجد سے خارج ہوگیا وغیرہ تو مقتدی پر سے بھی سجدۂ سہو ساقط ہوگیا اور جس حالت میں امام پر نماز کا اعادہ واجب ہے مقتدی پر بھی اعادہ واجب ہے اور جس حالت میں خود اس کے امام پر اعادہ واجب نہیں ہے اس حالت میں مقتدی پر بھی اعادہ واجب نہیں ہے۔

(۳) مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے یعنی ہر حال میں اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں سلام میں امام کی متابعت نہ کرے یعنی جب امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ بدستور قعدہ کی حالت میں بیٹھا رہے اور جب امام سہو کے سجدے کرے تو یہ بھی اس کے ساتھ سجدے کرے اور امام کے ساتھ تشہد پڑھے پھر جب امام سلام پھیرے تو اس کے بعد یہ مسبوق اپنی باقی نماز کی قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو اور پھر اپنی بقیہ نماز پوری کرکے آخیر میں سجدۂ سہو نہ کرے اور سلام پھیر کر نماز کو تمام کردے۔ جب امام ختمِ نماز کا سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا جائز نہیں اگر قصداً سلام پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی اور اگر قصداً نہیں پھیرا بلکہ سہواً پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا سلام امام کے سلام سے پہلے یا بالکل ساتھ یعنی فوراً بغیر وقفہ کے تھا تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے لیکن ایسا ہونا بہت نادر ہے اور اگر مسبوق کا سلام امام کے سلام کے کچھ بھی بعد ہوا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے کیونکہ وہ اس وقت منفرد ہے اور اُس نے حالتِ انفراد میں سلام پھیرا ہے جس سے نماز ختم ہوگئی اور اب اس پر بقیہ نماز کی بنا ہوئی اس لئے سجدۂ سہو لازم ہوا۔ پس وہ کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کرکے

اخیر میں سجدۂ سہو کرے ۔۔۔ اگر مسبوق نے اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ اس کو سلام پھیرنا ضروری ہے تو یہ بھی قصداً سلام پھیرنا ہوا پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر بنا جائز نہیں ہوگی۔

(۴) مسبوق کو چاہیئے کہ امام کے سلام کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرا رہے یعنی جب امام دوسری طرف کا سلام پھیر لے تب اپنی باقی نماز کے لئے کھڑا ہو اس لئے کہ شاید امام پر سہو ہو۔ (اور اس سہو کی صورت یہ جب وہ پہلے سلام کے بعد سجدۂ سہو میں جائے تو یہ بھی اس کی متابعت کرے مؤلف)

(۵) اگر مسبوق نے سجدۂ سہو امام کے ساتھ نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس سے سجدۂ سہو ساقط نہیں ہوگا پس استحساناً وہ اپنی نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرے کیونکہ تحریمہ متحد ہونے کی وجہ سے یہ سب ایک نماز کے حکم میں ہے اور اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق کھڑا ہو گیا پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر سجدۂ سہو ہے اور اس امام نے سجدۂ سہو کیا تو اگر مسبوق نے ابھی تک اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اس رکعت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کی طرف لوٹے اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے پھر جب امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پوری کرے اور وہ قیام وقرات ورکوع جو پہلے کر چکا ہے اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا بلکہ پھر سے کرے۔ اور اگر امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹا اور اسی طرح نماز پڑھتا رہا اور آخر میں سجدۂ سہو کر لیا تب بھی اس کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر امام نے اس وقت سجدۂ سہو کیا جبکہ مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تو اب امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹے اس صورت میں اگر امام کی متابعت کی تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کیا پھر جب اپنی باقی نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور اس میں بھی سہو ہو گیا تو اس میں بھی سجدۂ سہو کرے اس لئے کہ وہ اس میں منفرد ہے اور یہ حکماً الگ نماز ہے اور منفرد پر اپنے سہو سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ اور اگر اُس مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز میں بھی اس کو سہو ہوا تو وہی سجدۂ سہو جو آخر میں کریگا وہ دونوں سہوؤں کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ سجدۂ سہو کا تکرار مشروع نہیں ہے۔

(۷) امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے اس لئے کہ وہ تمام نماز میں اس کا مقتدی ہے لیکن لاحق پہلے اپنی لاحقانہ نماز (یعنی جو امام کے ساتھ سے فوت ہو گئی) کو قضا کرے گا اور پھر اپنی نماز کے آخر سجدۂ سہو کرے گا اس لئے کہ وہ تمام نماز کو اسی طرح ادا کرے گا جس طرح امام نے ادا کی ہے اور امام ہی کی ترتیب کے ساتھ نماز پوری کر کے امام کی طرح نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے گا۔ اگر لاحق نے اپنے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ بے محل ہوا ہے اور اس سے اس کی نماز فاسد بھی نہیں ہوگی اس لئے کہ اس نے صرف دو سجدے ہی زیادہ کئے ہیں اور یہ مفسد نماز نہیں ہے پس اس کو اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو کرنا چاہیئے ۔۔۔ لاحق کو اپنی لاحقانہ نماز ادا کرنے میں جو سہو ہو اس کا سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ وہ اس میں حکماً مقتدی ہے اور مقتدی پر اپنے سہو سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔

(۸) اگر کوئی شخص تین رکعت میں مسبوق ہو اور ایک رکعت میں لاحق ہو پس اس کے امام نے سجدہ سہو کیا تو یہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہ کرے بلکہ پہلے ایک رکعت لاحقانہ یعنی بغیر قراءت کے قضا کرے اس لئے کہ وہ لاحق ہے اور پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرے اس لئے کہ امام کے سجدۂ سہو کا یہی موقع ہے اور لاحق حکماً امام کے پیچھے ہے پھر ایک رکعت قراءت کے ساتھ قضا کرے اور قعدہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر ایک رکعت الحمد اور قراءت کے ساتھ اور ایک رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھ کر قعدۂ اخیرہ کرکے سلام پھیرے۔ اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی ایک رکعت میں مسبوق ہو اور تین رکعت میں لاحق ہو تو تین رکعت بلا الحمد اور قراءت پڑھ کر تیسری رکعت کے بعد سجدۂ سہو کرے پھر ایک رکعت الحمد اور قراءت کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیرے۔

(۹) اگر امام نے خوف کی نماز میں سجدۂ سہو کیا اور دوسرے گروہ نے امام کی اقتدا کی تو یہ گروہ مسبوق کے حکم میں ہے اس لئے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور پہلا گروہ لاحق کے حکم میں ہے اس لئے یہ لوگ جب اپنی نماز پوری کر چکیں اس وقت سجدۂ سہو کریں (خوف کی نماز کا مفصل بیان آگے آئے گا انشاء اللہ)۔

(۱۰) مقیم اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو سجدۂ سہو میں مسبوق کا حکم ہے یعنی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے پھر اپنی بقیہ دو رکعت پڑھے اور اگر ان میں بھی سہو ہو جائے تو آخر میں پھر سجدۂ سہو کرے یہی صحیح ہے اگرچہ بعض نے اس کو لاحق کے حکم میں رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ صرف قراءت کے حق میں لاحق کی مانند ہے۔

(۱۱) امام کو سہو ہوا پھر اس کو حدث ہوا اور اس نے ایک مسبوق کو آگے کر دیا تو مسبوق اس نماز کو پورا کرے مگر سلام نہ پھیرے بلکہ کسی ایسے شخص کو آگے بڑھا دے جو شروع سے نماز میں شریک ہے وہ شخص سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے اور مسبوق اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے شروع سے نماز ملی ہو تو سب لوگ اپنی باقی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ہر شخص اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

(۱۲) اگر کسی شخص پر سجدۂ سہو واجب ہے اور وہ بھولے سے نماز قطع کرنے کے واسطے دونوں طرف سلام پھیر دے تو وہ سلام کے بعد بھی داخلِ نماز رہتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اسی جگہ بیٹھا رہا اور قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا نہ کسی سے بولا اور نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا تب بھی کچھ حرج نہیں۔ پس یاد آنے پر اب وہ سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی ــــ اور اگر سجدۂ سہو یاد ہوتے ہوئے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہیں کروں گا تب بھی جب تک ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے اور اس پر بنا جائز نہیں ہوتی مثلاً کلام کرنا یا قہقہہ یا حدثِ عمد یا مسجد سے نکلنا یا قبلہ سے منہ پھرنا وغیرہ نہ پایا جاوے اس وقت تک سجدۂ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی کیونکہ اس کی یہ نیت لغو ہے ــــ اگر کسی کے ذمہ سجدۂ تلاوت یا سجدۂ نماز ہو یا دونوں ہوں یا سجدۂ سہو کے ساتھ دونوں

یا دونوں میں سے ایک ہو اور وہ بھول کر سلام پھیر دے تو بھی یاد آنے پر جبتک کوئی فعل مانع نماز دبنا واقع نہ ہو ان کو ادا کرے اور سجدۂ تلاوت و نماز میں ترتیب کو ضروری سمجھے اور ان کی ادائیگی میں ہر ایک کی نیت کرنا واجب ہے پھر تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرے۔ لیکن اگر ان کو یاد رکھتے ہو عمداً سلام پھیر دیا تو اب نماز منقطع ہوگئی پس اگر کوئی فرض ترک ہوا ہے تو اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ فرض ہے اور جو واجب ترک ہوا اس کی وجہ سے اعادہ واجب ہے۔

پس اگر کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور اس میں سہو ہوا اور اسی نماز میں آیت سجدہ پڑھی تھی اس کا سجدہ بھی نہیں کیا اور ایک رکعت کا بھی ایک سجدہ چھوٹ گیا پھر سلام پھیر دیا تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول یہ سب فعل بھولے سے کئے تو اس صورت میں اس کی نماز بالاتفاق فاسد نہیں ہوگی کیونکہ سہواً سلام پھیر دینے سے نماز کے اندر رہتا ہے اور تحریمہ سے خارج نہیں ہوتا۔ اس کو چاہئے کہ نماز اور تلاوت کا سجدہ ترتیب کے مطابق کرے پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے۔ دوم سب فعل عمداً کئے۔ سوم تلاوت کا سجدہ بھول کر چھوڑا اور نماز کا سجدہ جان کر چھوڑ دیا ان دونوں صورتوں میں اس کی نماز بالاتفاق فاسد ہوگئی اس لئے کہ عمداً سلام پھیر دینے سے تحریمہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہارم نماز کا سجدہ بھول کر چھوڑا اور تلاوت کا جان کر چھوڑا اس صورت میں ظاہر روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ صرف سجدۂ نماز باقی ہے اور اس کو یاد ہوتے ہوئے یا سجدۂ نماز اور سجدۂ سہو دونوں باقی ہیں اور دونوں کو یاد ہوتے ہوئے سلام پھیر دیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر صرف تلاوت کا سجدہ باقی ہے اور یاد ہوتے ہوئے سلام پھیر دیا تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہی ظاہر روایت ہے۔

(۱۳) جس شخص پر سجدۂ سہو واجب ہے اس کے سلام پھیر دینے سے نماز سے باہر ہو جانے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک وہ اس وقت تک داخلِ نماز رہتا ہے جب تک کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے نماز جاتی رہے خواہ وہ سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے اور ترک سجدۂ سہو کی نیت کرلے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سلام کے بعد اس کا نماز سے نکلنا یا نہ نکلنا سجدۂ سہو پر موقوف ہے پس اگر اس نے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرلیا تو وہ نماز میں داخل ہے اور اگر سجدۂ سہو نہ کرے تو نماز سے خارج ہوگیا۔ نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ اس شخص کے سلام پھیرنے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کا اقتدا کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں صحیح ہے خواہ وہ سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر وہ اس کے بعد سجدۂ سہو کرے تو اس کی اقتدا صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر سلام کے بعد سجدۂ سہو سے پہلے اس نمازی نے قہقہہ مارا تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ ان کے نزدیک ابھی وہ نماز میں ہے اور نماز کے اندر قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ اس کے بعد وہ سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے اس لئے کہ ان کے نزدیک سلام سے وہ نماز سے خارج ہوگیا اور اگرچہ اس کا یہ خروج سجدۂ سہو پر موقوف تھا لیکن قہقہہ بمنزلہ کلام کے ہے جو کہ فعل منافی نماز ہے اس لئے وہ اب بالکل نماز سے

خارج ہوگیا اور سجدۂ سہو سے نماز کی طرف لوٹنا ناممکن ہوگیا پس قہقہہ نماز سے خارج وضو کو نہیں توڑتا اور سجدۂ سہو اس پر سے ساقط ہوگیا اور نماز اس کی سب کے نزدیک پوری ہوگئی۔ اسی طرح اگر سلام کے بعد اس نے اقامت کی نیت کر لی اور وہ مسافر تھا تو امام محمدؒ کے نزدیک اب اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے خواہ وہ اس کے بعد سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے اور اس کو چاہیے کہ وہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے اور شیخین کے نزدیک اس کے فرض متغیر نہیں ہوگئے یعنی چار رکعت نہیں ہوں گے اور سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ نیت اقامت کے بعد سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے اس لئے کہ سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں تو ظاہر ہی ہے کہ اس کا نماز سے خارج ہونا متحقق ہوگیا اور سجدۂ سہو کرنے کی صورت میں اگر نیت اقامت صحیح مان لی جائے تو سجدۂ سہو نماز کے بیچ میں واقع ہوتا ہے جو باطل اور بے اصل ہے اور اگر سجدۂ سہو کو لغو قرار دیا جائے تو نیتِ اقامت صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ جب تک سجدۂ سہو نہ کرے وہ نماز سے خارج ہے پس اس سے دور لازم آتا ہے اور سجدۂ سہو ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ اب وہ بالکل نماز سے خارج ہوگیا اور نیتِ اقامت لغو ہو کر سابقہ نیت برقرار رہی اور سجدۂ سہو اس پر سے ساقط ہوگیا۔ یہ بحث سلام کے بعد سجدۂ سہو سے قبل کی تھی لیکن سلام سے قبل اگر مسافر اقامت کی نیت کر لے تو اس میں شک نہیں کہ بالاتفاق اس کے فرض چار ہو جائیں گے کیونکہ ابھی وہ بالاتفاق حرمتِ نماز سے باہر نہیں ہوا۔ اسی طرح سلام کے بعد سجدۂ سہو کر لینے پر بھی اقامت کی نیت کرنے سے اس کے فرض چار ہو جائیں گے بالاتفاق، کیونکہ اب بھی وہ بالاتفاق حرمتِ نماز میں ہے امام محمدؒ کے قول پر تو ظاہر ہی ہے اور شیخین کے قول پر سجدۂ سہو کر لینے سے وہ حرمتِ نماز کی طرف لوٹ آیا ہے۔

(۱۴) کسی شخص نے دو رکعت فرض یا نفل پڑھیں اور ان میں سہو ہوا اور سلام کے بعد یا پہلے سجدۂ سہو کر لیا تو اب اس کو اس دوگانہ پر کسی اور نماز کا بنا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس طرح اس کا سجدۂ سہو کرنا بلاضرورت بیکار ہو جاتا ہے کیونکہ سجدۂ سہو واجب ہے اور واجب کا بلاضرورت بیکار کر دینا مکروہ تحریمی ہے اور فرض نماز کی صورت میں بوجہ نفل میں داخل ہو جانے کے سلام میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور دونوں صورتوں میں نفل کا بغیر نئے تحریمہ کے شروع کرنا بھی لازم آتا ہے اور یہ دونوں باتیں بھی کراہت کا باعث ہیں پس اس سے بچنا چاہئے لیکن اگر بنا کر لی تو صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ تحریمہ باقی ہے اور مختار یہ ہے کہ سجدۂ سہو کا اخیر میں اعادہ کرے کیونکہ پہلا سجدہ نماز کے درمیان میں واقع ہوگیا ـــــ اگر مسافر نے سجدۂ سہو کے بعد اقامت کی نیت کی تو اب اس پر چار رکعتیں لازم ہو جائیں گی پس وہ چار رکعتیں پوری کر کے اخیر میں سجدۂ سہو کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس مسافر کو اس صورت میں دو رکعت پر مزید دوگانہ کا بنا کرنا بلاکراہت جائز ہے کیونکہ اب اس کو چار رکعتیں پوری کرنا اقامت کی نیت کی وجہ سے لازم ہوگیا ہے پس وہ اس دوگانہ پر بنا نہ کرے تو اس کی دو رکعتیں فرض باطل ہو جاتی ہیں اور اگر بنا کر لے گا تو صرف سجدۂ سہو جو واجب ہے باطل ہوگا اور واجب کا بطلان فرض کے بطلان سے خفیف ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا۔

(۱۵) چار یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے یا یہ خیال کرکے کہ چار ہو گئیں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے نماز جاتی رہتی ہے اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کرلے اور سجدہ سہو کرلے کیونکہ بھولے سے سلام پھیرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور اگر یہ گمان کیا کہ مجھ پر دو ہی رکعتیں ہیں مثلاً چار رکعت والی نماز میں اپنے آپ کو مسافر تصور کیا یا ظہر میں یہ گمان کیا کہ جمعہ ہے یا نیا مسلمان ہوا ہے اس نے سمجھا کہ ظہر کے دو ہی فرض ہوتے ہیں یا نماز عشا کو تراویح سمجھا یا کوئی رکن فوت ہو گیا اور یہ یاد ہوتے ہوئے کہ اس پر ایک رکن باقی ہے سلام پھیرا تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی پھر پڑھے اس لئے کہ یہ سلام عمداً ہوا کیونکہ اس نے اس نماز کو دو رکعت ہی جان کر سلام پھیرا ہے اور یہ سہو اس کو اصل نماز میں واقع ہوا ہے جو کہ موجب فساد نماز ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس کو پورا ہونے کے خیال سے سلام پھیرا اس لئے اس کا سلام سہواً ہوا نیز یہ نماز کے وصف میں سہو ہوا جو موجب فساد نہیں ہے۔

(۱۶) اگر امام کو سہو ہوا پھر حدث ہوا اور اس نے کسی شخص کو خلیفہ کر دیا تو خلیفہ سلام کے بعد سہو کا سجدہ کرے اور اگر خلیفہ کو اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو ایک ہی دفعہ سجدۂ سہو کرنا دونوں کے سہو کو کافی ہو گا جیسا کہ امام کے دو یا زیادہ مرتبہ کے سہو میں ہوتا ہے اور اگر پہلے امام کو سہو نہیں ہوا تھا بلکہ خلیفہ کو سہو ہوا تو خلیفہ کے سہو سے پہلے امام پر بھی سجدۂ سہو واجب ہو گا اور اگر پہلے امام کو حدث ہونے پر خلیفہ کرنے کے بعد سہو ہوا تو اس سے کسی پر کچھ واجب نہیں ہوتا کیونکہ اب وہ امام مقتدی کے حکم میں ہے اسی طرح اگر خلیفہ کو خلیفہ بننے سے پہلے سہو ہوا تو امام یا خلیفہ کسی پر کچھ واجب نہیں۔

(۱۷) اگر سہو کے سجدے میں سہو ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا کیونکہ اس طرح یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا اور ایک نماز میں ایک ہی دفعہ سجدۂ سہو مشروع ہے جیسا کہ شروع میں بیان ہوا اگر سجدۂ سہو میں شک ہوا کہ کیا یا نہیں تو ظنِ غالب پر عمل کرے۔

مسائلِ شک کا بیان

(۱) شک کے معنی ہیں کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کرنا اس طرح کہ کسی جانب کو ترجیح حاصل نہ ہو یعنی ہونے یا نہ ہونے میں برابر کا تردد ہو، اور اگر ان دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح ہو تو اس کو ظن کہیں گے اور اس کے مخالف جانب کو وہم اور ترجیح میں زیادتی ہو لیکن یقین کے درجہ تک نہ پہنچے تو اس کو غلبۂ ظن کہتے ہیں۔

(۲) شک کی سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے خواہ گمان غالب پر عمل کرے مثلاً اس کا گمان غالب یہ ہے کہ دوسری رکعت ہے تو وہ دوسری اختیار کرے اور خواہ کمی کی جانب کو اختیار کرے یعنی جبکہ اس کے گمان پر کوئی چیز غالب نہیں ہوئی لیکن کمی کی جانب اختیار کرنے میں مطلقاً سجدۂ سہو واجب ہے خواہ ایک رکن کی مقدار تفکر کرے یا نہ کرے کیونکہ اس صورت میں زیادتی کا احتمال ہے۔ اور گمان غالب پر عمل کرنے کی صورت میں اگر تفکر کرتے ہوئے ایک رکن (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا) کی مقدار تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا ورنہ نہیں کیونکہ عدم تاخیر میں کوئی وجہ

سجدۂ سہو کو واجب کرنے والی نہیں ہے اور غلبۂ ظن بمنزلہ یقین کے ہے پس جب کسی نے تحری کی اور اس کے ظن پر کسی ایک جانب کا غلبہ ہوا تو اس کو اس کا اختیار کرنا لازمی ہے۔ (تفکر کی تفصیل سجدۂ سہو میں آچکی ہے)۔

(۳) جس شخص کو نماز میں شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں مثلاً یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور ایسا اتفاق پہلی ہی دفعہ ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔ اور نئے سرے سے نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ وہ پہلی نماز کو کھڑے یا بیٹھ کر سلام پھیر کر یا کوئی عمل نماز کو توڑنے والا مثلاً کلام وغیرہ کر کے توڑ دے لیکن بیٹھ کر سلام پھیرنا اولیٰ ہے اور فقط نماز توڑنے کی نیت کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے نماز سے خارج نہیں ہوتا پہلی بار شک ہونے کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ بھولنا اس کی عادت نہ ہو یہ معنی نہیں کہ کبھی اپنی عمر میں سہو نہ ہوا ہو۔ بعض فقہا نے کہا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ کو اکثر شک یعنی شک کرنے کی عادت کہا ہے اس بنا پر اگر اس کو اپنی عمر میں دو دفعہ شک ہوا تو شک کرنے کی عادت میں داخل ہو گیا۔ اکثر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض نے اس کو لیا ہے کہ اُس نماز میں دو دفعہ شک ہوا ہو اور بعض نے سال میں دو دفعہ شک ہونے کو لیا ہے۔ پس اگر اکثر شک ہو جاتا ہے اور شک کرنے کی عادت ہے تو دل میں سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال ہے نہ کمی کی طرف گمان جاتا ہے نہ زیادتی کی طرف تو کمی کی جانب کو مقرر کر لے کیونکہ یہ یقینی ہے مثلاً اگر اس کو یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ دوسری ہے یا تیسری تو دوسری مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری ہے یا چوتھی تو تیسری مقرر کر لے لیکن جہاں جہاں قعدہ کا شک ہے ان سب جگہ وہ قعدہ کرے خواہ واجب یعنی قعدۂ اولیٰ کا شک ہو یا فرض یعنی قعدہ اخیرہ کا پس نتیجہ یہ نکلا کہ شک کے بعد کی ہر رکعت پر قعدہ کرے تاکہ قعدہ کا فرض و واجب ترک نہ ہو۔ مثلاً اگر چار رکعتوں کی نماز میں شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس کو پہلی رکعت مقرر کر لے اور اس میں قعدہ کرے کیونکہ اس کے دوسری ہونے کا بھی احتمال ہے پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کے بھی دوسری ہونے کا احتمال ہے پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کے چوتھی ہونے کا احتمال ہے پھر کھڑا ہو ایک رکعت آخری پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کے بھی چوتھی رکعت ہونے کا احتمال ہے اس طرح کل چار قعدے کرے تیسرا اور چوتھا قعدہ فرض ہے باقی یعنی پہلا اور دوسرا دو قعدے واجب ہیں۔ چوتھے قعدہ کے بعد سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے اسی طرح اگر یہ شک ہو کہ دوسری ہے یا تیسری تو دوسری مقرر کر لے اور اس پر بھی قعدہ کرے پھر تیسری پر قعدہ کرے پھر چوتھی پر قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے باقی صورتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ اگرچہ ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترکِ فرض و واجب سے بچنے کے لئے ضرورتاً اس کو اختیار کیا گیا ہے اور اصول یہ ہے کہ جب کوئی چیز بدعت اور واجب کے درمیان تردد کا باعث ہو تو احتیاطاً اس کو کرنا واجب ہے اور جو چیز بدعت و سنت میں تردد کا

باعث ہو اُس کا ترک احتیاطاً ضروری ہے۔

(۴) اگر فجر کی نماز میں قیام کی حالت میں یہ شک ہوا کہ تیسری رکعت ہے یا پہلی (اور کسی طرف گمان غالب نہیں ہوا مؤلف) تو رکعت پوری نہ کرے بلکہ قیام ترک کر کے قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور التحیات پڑھ کر قیام کرے اور دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پھر سجدۂ سہو کر کے نماز کو پوری کرے اگر اس صورت میں اسی رکعت کو جس میں شک ہوا ہے پوری کرے گا تو نماز فرض فاسد ہو جائے گی اور اس کا نئے سرے سے پڑھنا فرض ہوگا۔ اور اگر یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس رکعت کو پورا کر سکتا ہے یعنی اس کو پہلی رکعت قرار دے کر پورا کر کے اس پر قعدہ کرے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ملا کر قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے ــــــ اور اگر مذکورہ بالا صورت میں یعنی فجر کی نماز میں قیام کی بجائے سجدہ کے اندر شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے خواہ پہلے سجدہ میں شک ہو یا دوسرے میں اس لئے کہ اگر پہلی رکعت ہے تو اسی طرح پڑھتے رہنا واجب ہے اور اگر دوسری رکعت ہے تب بھی اس کی تکمیل واجب ہے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو کرے ــــــ اور اگر فجر کی نماز کے سجدہ میں شک ہوا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو اگر پہلے سجدہ میں ہے تو اس کو نماز درست کر لینا ممکن ہے اس لئے کہ اگر اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دوسری رکعت ہے اور اس کا پورا کرنا اس پر واجب ہے پس نماز جائز ہوگی اور اگر تیسری رکعت ہے تب بھی امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ جب اس کو پہلے سجدہ میں یاد آ گیا تو وہ سجدہ کالعدم ہو گیا جیسا کہ چار رکعت والی فرض نماز کی صورت میں پانچویں رکعت کے پہلے سجدہ میں حدث ہونے سے کالعدم ہو جاتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو جائیگی اور اگر یہ شک دوسرے سجدے میں ہوا تو اس کی نماز بالاتفاق فاسد ہو گئی ــــ اگر فجر کی نماز میں یہ شک ہوا کہ دوسری ہے یا تیسری پس اگر کسی طرف گمان غالب نہیں ہے تو اگر قیام میں ہے تو فوراً بیٹھ جائے یعنی قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور قعدہ کر کے سجدۂ سہو کرے۔ اگر اس صورت میں سجدہ کرنے سے قبل قیام سے قعدہ کی طرف نہیں لوٹا تو نماز فاسد ہو گئی کیونکہ فرض قعدہ اس سے ترک ہوا اور اگر شک والی رکعت کا رکوع کر کے قعدہ میں چلا گیا اور تشہد پڑھ کر پھر دو سجدے کر لئے تو چونکہ رکوع کے بعد قعدہ میں بیٹھنے سے وہی رکوع باقی رہتا ہے تو اگر اس کی یہ رکعت اصل میں دوسری تھی تو اس قعدہ سے اس کی نماز تمام ہو جائے گی اور اگر اصل میں پہلی رکعت ہے تو اس قعدہ سے قبل کا قیام و رکوع باطل نہیں ہوا لہذا وہ ایک اور رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ دونوں رکعتیں ہر صورت میں مکمل ہو گئیں ــــــ اگر یہی شک قعدہ کی حالت میں ہوا تو سوچ کر گمان غالب حاصل کرے پس اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ یہ دوسری رکعت ہے تو اسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہے اور اگر گمان غالب ہوا کہ تیسری رکعت ہے تو اپنے قعدہ کو سوچے اگر گمان غالب یہ ہو کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہوا تب بھی نماز فاسد ہو گی اور اگر گمان غالب

یہ ہے کہ دوسری رکعت کے بعد بیٹھا ہے تو نماز جائز ہے اسی کو پورا کرلے۔ اسی طرح اگر چار رکعتوں کی نماز میں یہ شک ہوا کہ وہ چوتھی ہے یا پانچویں تب بھی یہی حکم ہے جو کہ فجر کی نماز میں دوسری و تیسری رکعت کا بیان ہوا اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری یا پانچویں ہے تو اسی طرح عمل کرے جس طرح فجر کی پہلی و تیسری رکعت کا حکم بیان ہوا یعنی قیام ترک کرکے قعدہ کی طرف لوٹ جائے اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو اور دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور سورہ پڑھے پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرے۔

(۵) اگر وتر کی نماز میں حالت قیام میں یہ شک ہوا کہ وہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور کسی طرف گمان غالب نہیں بلکہ دونوں طرف یکساں گمان ہے تو اس رکعت کو دعائے قنوت پڑھ کر پورا کرے اور قعدہ کرکے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی قنوت پڑھے یہی اصح و مختار ہے۔

(۶) اگر نماز میں کسی کو یہ گمان غالب ہوا کہ اس کو حدث ہوا ہے یا اس نے مسح نہیں کیا تھا اور اس کو اس کا یقین ہو گیا اور اس کو اس میں کچھ شک باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا یعنی اس کو یہ یقین ہوا کہ حدث نہیں ہوا یا یہ کہ بیشک اس نے مسح کرلیا ہے تو اگر اس نے پہلی صورت میں یعنی حدث ہونے یا مسح نہ کرنے کے یقین کی حالت میں کوئی رکن ادا کرلیا تھا تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے ورنہ وہی نماز پڑھتا رہے جائز ہے۔

(۷) اگر کسی کو نماز کے اندر جبکہ ایک رکن ادا کر چکا ہو یہ شک ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر کہی تھی یا نہیں یا یہ شک ہوا کہ حدث ہوا ہے یا نہیں یا یہ شک ہوا کہ کپڑے کو نجاست لگی ہے یا نہیں یا یہ شک ہوا کہ سر کا مسح کیا ہے یا نہیں تو اگر یہ شک پہلی دفعہ ہی ہوا ہے تو نئے سرے سے نماز پڑھے یعنی تکبیر کہنے میں شک کی صورت میں نئے سرے سے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھے اور حدث کے شک کی صورت میں وضو کرکے نئے سرے سے نماز پڑھے اور کپڑے پر نجاست لگنے کے شک کی صورت میں نجاست کو دھو کر کپڑا پاک کرکے پھر نماز پڑھے اور سر کے مسح کے شک کی صورت میں سر کا مسح کرکے پھر نماز پڑھے اور اگر یہ شک پہلی دفعہ نہ ہوا ہو تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور اس پر وضو کرنا یا کپڑا دھونا وغیرہ واجب ہوگا یہ حکم نماز کے اندر شک ہونے کا ہے اور اگر بعد فراغ کے شک ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۸) نماز کے اندر شک ہوا کہ مسافر ہے یا مقیم تو چار رکعتیں پڑھے اور اس کو احتیاطاً دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی اس لئے کہ فرض قعدہ ترک ہو جانے کا احتمال ہے۔

(۹) امام جب دو رکعتیں پڑھ چکا اور دوسری رکعت کا سجدہ کرچکا پھر اس کو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا یہ شک ہوا کہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو اپنے مقتدیوں کی طرف ملاحظہ کرے یعنی گوشۂ چشم سے دیکھے اگر وہ کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بیٹھ جائیں تو یہ بھی بیٹھ جائے اس پر اعتماد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں جبکہ شک باقی نہ رہے۔

(۱۰) اگر منفرد یا امام کو رکعتوں کی ادائیگی میں شک ہوا اور جب اس نے سلام پھیرا تو دو معتبر شخصوں نے اس کو خبر دی، تو ان کا قول اختیار کرنا بالاتفاق واجب ہے اور اس کے شک کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر ایک معتبر شخص نے خبر دی مثلاً یہ خبر دی کہ تو نے تین رکعتیں پڑھی ہیں اور نمازی کو چار رکعت کا یقین نہیں بلکہ گمان غالب ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا لوٹانا احتیاطاً واجب ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک اس کو اپنی رائے پر عمل کرنا چاہئے اور خبر دینے والے کے قول کا اعتبار نہ کرے لیکن ان کے نزدیک لوٹا لینا مستحب ہے۔ اور اگر یقینی طور پر چار رکعت کا پڑھنا یاد ہو تو پھر کسی کے نزدیک لوٹانا واجب نہیں اور وہ مخبر کے قول کا اعتبار نہ کرے۔ اگر نماز پڑھنے والے کو خبر دینے والے کے متعلق شک ہوا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وہ احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے کیونکہ اس کے صدق میں شک کرنا نماز میں شک کرنا ہے اور اگر دو معتبر شخصوں کے قول میں شک ہوا تب بھی نماز کا اعادہ کرے اور اگر خبر دینے والا معتبر نہیں تو اس کے قول پر اعتبار نہ کرے۔

(۱۱) اگر تعداد رکعات میں شک نہیں ہوا اگر خود اس نماز کی صفت میں شک ہوا مثلاً ظہر کی نماز پڑھنے والے نے جب ایک رکعت ظہر کی نیت سے پڑھ لی تو دوسری رکعت میں شک ہوا کہ یہ عصر کی نماز پڑھتا ہوں اور تیسری رکعت میں شبہ ہوا کہ نفل پڑھتا ہوں اور چوتھی میں ظہر کا شبہ ہوا تو ظہر ہی ہے اور اس شک کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف ہونے کا بیان

(۱۲) اگر امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہوا مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں اور امام نے کہا کہ چار پڑھی ہیں تو اگر امام کو اپنے ٹھیک پڑھنے کا یقین ہو تو ان کے قول سے نماز کا اعادہ نہ کرے لیکن مقتدی اعادہ کریں کیونکہ ان کے ظن میں ان کی نماز فاسد ہے اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب اعادہ کرے۔ اور اگر کچھ مقتدی امام کے ساتھ ہیں اگرچہ ایک ہی ہو اور کچھ کا ان سے اختلاف ہے تو امام کا قول اختیار کیا جائے اور اگر ایک شخص نے یقین کیا کہ نماز پوری یعنی چار رکعت ہوئی ہے اور ایک شخص نے یقین کیا کہ ناقص یعنی تین رکعت ہوئی ہے اور امام اور باقی مقتدیوں کو شک ہے تو صرف اس شخص پر اعادہ لازمی ہے جس کو ناقص ہونے کا یقین ہے امام اور مقتدیوں پر کچھ بھی واجب نہیں اور اعادہ مستحب بھی نہیں۔ اور اگر امام کو نقص کا یقین ہے تو ان سب کو اعادہ لازم ہے مگر ان میں سے جس شخص کو نماز کے پورا ہونے کا یقین ہے اس کو اعادہ لازم نہیں ہے ۔۔۔ اور اگر صرف ایک شخص کو ناقص ہونے کا یقین ہو اور امام اور باقی مقتدیوں کو شک ہے تو اگر وقت ہے تو احتیاطاً لوٹا لینا اولیٰ ہے اگر اعادہ نہ کریں تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دو معتبر شخص یقین کے ساتھ کہتے ہوں کہ نماز میں کمی ہوئی ہے تو اعادہ لازم ہے۔

(۱۳) شک کے یہ تمام مسائل نماز کے اندر شک ہونے کے بیان ہوئے ہیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں پس اگر کسی شخص کو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد شک ہوا تو نماز کے جواز کا حکم دیا جائیگا اور شک کا اعتبار نہ ہوگا لیکن اگر کوئی احتیاط کی راہ سے پھر نماز پڑھ لے تو اچھا ہے تاکہ دل کی

کھٹک نکل جائے اور شبہ نہ رہے لیکن پہلی نماز پوری کر کے دوبارہ پڑھے اس نماز کو نہ توڑے) - اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ تو یقین ہے کہ نماز کا کوئی فرض رہ گیا ہے لیکن صرف اس کے تعین میں شک واقع ہوا کہ وہ کیا ہے تو اس شک کا اعتبار ہوگا کیونکہ اصل چیز یعنی فرض کا ترک تو متیقین ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور شک صرف اس کے تعین میں ہے پس اس کو پھر سے نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ وہ ایک سجدہ کرے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ ادا کرے پھر قعدہ کرے پھر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے اس لئے کہ احتمال ہے کہ رکوع ترک ہوا ہو پس سجدے اس کے بغیر لغو ہو گئے پس اس کو ایک رکعت دو سجدوں والی لازمی ہو گی۔

(۱۴) اگر کسی شخص کو شک ہوا کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں تو اگر وقت باقی ہے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہیں مگر جبکہ یقین ہو جائے تو قضا دیوے۔

(۱۵) ایک امام جماعت سے نماز پڑھ کر چلا گیا پھر اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ظہر کی نماز تھی بعض نے کہا کہ عصر کی تھی تو اگر ظہر کا وقت ہے تو نماز ظہر کی ہو گی اور اگر عصر کا وقت ہے تو عصر کی ہو گی اور اگر وقت میں بھی شک ہے تو دونوں فریق کی نماز جائز ہو جائے گی لیکن از راہِ دیانت اعادہ کریں۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

تمام قرآن شریف میں تلاوت کے چودہ[۱۴] سجدے ہیں۔ ان میں سے چار سجدے قرآن مجید کے نصف اول میں ہیں اور دس نصف دوم میں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ کے نزدیک بھی چودہ ہی ہیں لیکن ان کے نزدیک سورۂ صٓ میں سجدہ نہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے یعنی پہلا اور دوسرا سجدہ جو سورۃ کے آخر میں ہے اس میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہے پس اس کے پڑھنے یا سننے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدہ واجب نہیں ہے۔ باقی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں مفصلات یعنی سورۃ النجم، وانشقت، واقرا میں یعنی ان تین جگہ ان کے نزدیک سجدہ نہیں۔ پس اگر حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے اقتدا کرے اور امام نے سورۂ حج کے دوسرے سجدے پر سجدہ کیا جہاں حنفیوں کے نزدیک سجدہ نہیں ہے تو امام کی متابعت کی وجہ سے حنفی مقتدی بھی یہاں سجدہ کرے لیکن اگر خارج نماز شافعی سے اس آیت کو سنے تو اس پر سجدہ نہیں ہے۔ اور اگر حنفی نے مالکی امام کے ساتھ اقتدا کی اور اس نے سجدہ اس مقام پر نہیں کیا جہاں حنفی کے نزدیک سجدہ ہے اور اس کے نزدیک نہیں ہے تو حنفی مقتدی بھی سجدہ نہ کرے کیونکہ اقتدا کی حالت میں وجوبِ سجدہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے پس اگر حنفی امام بھی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر بھی نہیں خواہ اس نے سنا ہو یا نہ سنا ہو جیسا کہ آگے تفصیل میں آتا ہے۔

آیاتِ سجدہ کے مقام پر عوام کی سہولت کے لئے قرآن مجید کے حاشیہ پر لفظ سجدہ لکھا رہتا ہے اس آیت کو پڑھ کر یا

سن کر ایک سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ ان آیتوں کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) سورۂ اعراف کے اخیر میں یہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝

(۲) سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

(۳) سورۂ النحل کے پانچویں رکوع کی یہ آیت: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ایک روایت میں یہاں تک اور ایک روایت میں يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ تک آیت سجدہ ہے پس یہی اولیٰ ہے۔

(۴) سورۂ بنی اسرائیل کے بارھویں رکوع میں یہ آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ تک ایک روایت میں اور دوسری میں وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ تک اور یہی اولیٰ ہے۔

(۵) سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں یہ آیت اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝

(۶) سورۂ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۝ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۝ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝

(۷) سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝

(۸) سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ تک بروایتے اور ایک روایت میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ تک اور یہی اولیٰ ہے۔

(۹) سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

(۱۰) سورۂ صٓ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت: فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝ تک بروایتے و بروایتے دیگر فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ تک اور یہی اولیٰ ہے۔

(۱۱) سورۂ حٰمٓ سجدہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت: فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْاَمُوْنَ ۝

(۱۲) سورۂ النجم کے اخیر میں یہ آیت، فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ۝

(۱۳) سورۂ اذا السماء انشقت میں یہ آیت، فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝

(۱۴) سورۂ اقراء میں یہ آیت، وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

واضح رہے کہ جس جگہ صحابہ کرامؓ اور قاریوں میں سجدہ کے مقام میں اختلاف ہوا ہے تو وہاں آخری آیت تک سجدہ میں تاخیر کرنے میں زیادہ احتیاط ہے تاکہ بالاتفاق سجدہ کی ادائیگی ہو جائے کیونکہ نماز کے اندر سجدۂ تلاوت کرنے میں ایک یا دو آیت کی تاخیر نماز کے لئے مضر نہیں ہے اور آیتِ سجدہ پڑھنے سے پہلے سجدہ کرنا نماز میں نقصان کا موجب ہے اس لئے کہ وہ وجوب سے پہلے ادا ہوگا اور یہاں اسی لحاظ سے یہ آیتیں تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

شرائط سجدۂ تلاوت کیونکہ یہ نماز کے اجزا میں سے ایک جزو ہے اس لئے تحریمہ اور نیتِ تعیین کے سوا سجدۂ تلاوت کیلئے سب وہی شرطیں ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں مثلاً طہارت، استقبالِ قبلہ، مطلق نیتِ سجدۂ تلاوت، ستر عورت وغیرہ۔ پس پانی پر قادر ہوتے ہوئے تیمم کرکے سجدۂ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تحریمہ نماز کے مختلف افعال قیام و قرات و رکوع و سجود وغیرہ کو فعلِ واحد کر دیتی ہے اور سجدۂ تلاوت خود فعل واحد ہے اس لئے تحریمہ سے مستغنی ہے اور نیتِ تعیین یعنی یہ نیت کرنا کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بھی اس کے لئے شرط نہیں ہے مگر یہ نیت کرنا کہ یہ سجدۂ تلاوت ہے یہ اس کے لئے شرط ہے جیسا کہ شرائط میں شمار کیا گیا ہے۔ پس مطلقاً سجدۂ تلاوت کی نیت کافی ہے اور اگر نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور فوراً سجدۂ تلاوت کیا تو پھر اس نیت کی بھی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

فرائض و سنن و مستحبات و مفسدات وغیرہ اس کا فرض یعنی رکن پیشانی زمین پر رکھنا ہے یا جو اس کا قائم مقام اور بدل ہو مثلاً نماز پڑھنے والے کا رکوع یا مریض کے واسطے اشارہ یا سفر میں جانور پر سواری کی حالت میں اشارہ سے ادا کرنا۔ نماز سے باہر اگر سجدہ کی جگہ رکوع کرے گا تو کافی نہ ہوگا۔ بیمار نے حالتِ صحت میں پڑھی ہوئی آیتِ سجدہ کا سجدہ بیماری میں اشارہ سے ادا کیا تو جائز ہے اور سوار نے جب کہ سجدہ کی آیت شہر سے باہر سواری پر پڑھی یا سنی ہو تب سواری پر اشارہ سے ادا ہو جائے گا اگرچہ وجوبِ سجدہ کے بعد اتر پڑا ہو اور پھر سوار ہو گیا ہو لیکن زمین پر ادا کرنا افضل ہے اور جو سجدہ جانور پر سواری میں واجب ہوگا وہ زمین پر ادا ہو جائیگا بلکہ زمین پر ہی افضل ہے اور اگر سجدہ زمین پر واجب ہوا تو اس کا سواری پر ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کامل واجب ہوا ہے۔ اور اگر سواری سے اتر کر سجدہ کی آیت پڑھی پھر اس کو خوف پیدا ہوا جس کی وجہ سے سوار ہو گیا تو اب یہ سجدہ جو زمین پر واجب ہوا خوف کی حالت میں سواری پر ادا کیا تو جائز ہے امن کی حالت میں جائز نہیں۔ سجدۂ تلاوت کے لئے دو تکبیریں پکار کر کہنا سنت ہے ایک تکبیر یعنی اللہ اکبر اس وقت کہنا جبکہ سر سجدہ کے لئے رکھے ایک تکبیر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت کہنا اکیلا ہو تو اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سُنے اور امام اتنا جہر کرے کہ اور مقتدیوں کو بھی سنائی دے۔

ہی سجدہ میں بھی سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہنا سنت ہے تین بار سے کم نہ کرے جس طرح فرض نماز میں اس سے کمی نہیں کی جاتی اور اگر سجدہ میں کچھ نہ پڑھا تب بھی جائز ہے جیسا کہ فرض نماز کے سجدہ میں ہوتا ہے۔ یہ حکم فرض نمازوں کے لئے ہے یعنی فرض نمازوں میں سجدۂ تلاوت میں نماز کے سجدہ کی طرح سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور اگر آیت سجدہ نفل نمازوں میں یا نماز سے باہر پڑھی جائے تو اس کے سجدۂ تلاوت میں اختیار ہے چاہے یہی تسبیح پڑھیں یا وہ دعائیں و تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہیں پڑھے مثلاً یہ پڑھے سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ط اور دونوں کو جمع کرلے تو بہتر ہے اور بھی دعائیں وارد ہیں مثلاً اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِي عِنْدَكَ بِهَا أَجْرًا وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ۔ اور صحابہ کرامؓ سے جو آثار مروی ہیں[۲] وہ نماز سے باہر کے سجدہ میں پڑھ سکتا ہے۔ کھڑے ہو کر سجدے میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب و افضل ہیں اور اس میں بہت ثواب ہے لیکن اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جاوے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھے کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے لیکن تکبیر نہیں چھوڑنی چاہئے کہ یہ سلف کے خلاف ہوگا اگرچہ سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اس سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا اور التحیات اور سلام نہیں ہے۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے انہی چیزوں سے یہ سجدہ بھی فاسد ہو جاتا ہے مثلاً جان بوجھ کر حدث کرنا یا کلام کرنا یا قہقہہ کرنا اور اگر یہ چیزیں سجدہ کے اندر واقع ہوں تو سجدہ کا اعادہ واجب ہوگا جیسا کہ نماز کے سجدہ کا حکم ہے مگر اتنا فرق ہے کہ سجدۂ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور عورت کے محاذات سے یہ سجدہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر سجدۂ تلاوت میں سوگیا تو نماز کے سجدہ کی طرح اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی صحیح ہے۔

سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ

سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب سجدہ کا ارادہ کرے تو کھڑے ہو کر اس کی نیت دل میں کرے اور زبان سے کہے کہ اللہ کے واسطے سجدۂ تلاوت کرتا ہوں (عربی زبان میں نیت کے الفاظ یہ ہیں: نَوَيْتُ اَنْ اَسْجُدَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَنْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ) پھر ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے اور کھڑا ہو جائے اور اس کو تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نماز کے اندر سجدہ کرے تو دل میں نیت کرلے زبان سے نہ کرے اور اگر فی الفور سجدہ کرے تو نیت ضروری نہیں ہے۔ مؤلف) بعض لوگ قرآن شریف پر ہی سجدہ کر لیتے ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور سر سے نہیں اترتا۔

اسبابِ وجوبِ سجدۂ تلاوت:۔ سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں (۱) خود آیتِ سجدہ کو تلاوت کرنا۔

---

[۱] یا یہ کہے: سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔ [۲] مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِيْ وَبِكَ اٰمَنَ فُؤَادِيْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا يَّنْفَعُنِيْ وَعَمَلًا يَّرْفَعُنِيْ۔

تلاوت کا مطلب یہ ہے کہ صحیح حروف نکالے اور اس سے ایک آواز پیدا ہو جس کو وہ خود سُن لے جبکہ کوئی عذر نہ ہو (مثلاً بہرہ نہ ہو پس بہرہ آدمی کے لئے سماع ضروری نہیں) یا کوئی اور آدمی جو اس کے منھ کے پاس کان لگائے وہ سُن لے یہی صحیح ہے - (امام کرخیؒ کا قول یعنی حروف کا صحیح ادا ہونا اگرچہ خود بھی نہ سن سکے ضعیف ہے) - اگر کسی نے سجدہ کی آیت اس طرح پڑھی کہ صرف ہونٹوں کو ہلایا تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

(۲) آیتِ سجدہ کا کسی انسان سے سننا اور یہ شرط پڑھنے والے اور اس کے مقتدی کے علاوہ (مقتدی کا حکم ۳ میں آئیگا) دوسرے شخص کے لئے ہے خواہ وہ قرآن شریف سننے کا قصد کرے یا نہ کرے پس کبھی اور کام میں لگا ہوا ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی تب بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا اور اگرچہ وہ فارسی وغیرہ کسی اور زبان میں سُنے یعنی آیت سجدہ کا ترجمہ دوسری زبان میں سُنے یہ اس وقت ہے جبکہ اس کو اس کی خبر دی جائے اور اگر اس کو خبر نہ ہو کہ یہ آیت سجدہ ہے تو وہ معذور ہے - اگر کسی جانور مثلاً طوطا مینا وغیرہ سے سجدہ کی آیت سُنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا۔

(۳) ایسے شخص کی اقتدا کرنا جس نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتدا سے پہلے یا اقتدا کے بعد تلاوت کی ہو اور خواہ اس نے ایسی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ کسی مقتدی نے نہ سنی ہو یا بعض نے نہ سنی ہو جب بھی ان نہ سننے والے مقتدیوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے کیونکہ ان پر امام کی متابعت واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر سجدہ واجب نہیں اگرچہ آیت کو سنا ہو - ان تینوں اسباب کی مزید جزئیات یہ ہیں :-

(۱) جس طرح پوری آیتِ سجدہ کی تلاوت سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اسی طرح آیتِ سجدہ کا بعض حصہ تلاوت کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ ایک کلمہ اول میں یا بعد میں ملا کر پڑھنے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے (غیر صحیح قول یہ ہے کہ جب تک آیتِ سجدہ کا اکثر حصہ بمعہ لفظ سجدہ کے نہ پڑھے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا خواہ وہ اکثر حصہ کلمۂ سجدہ سے پہلے کا ہو یا بعد کا یا درمیان کا ہو حکم میں برابر ہے) - اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن اس نے آخر کا لفظ جس میں سجود کا مادہ پایا جاتا ہے نہ پڑھا تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہے - اور اگر اکیلا وہی لفظ پڑھا جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے تب بھی اس پر سجدہ واجب نہیں ہے - اگر وَاسْجُدْ پڑھا اور خاموش ہو گیا اور وَاقْتَرِبْ نہ پڑھا تو سجدہ واجب ہوگا۔

(۲) آیتِ سجدہ لکھنے یا اس کی طرف نظر کرنے یا زبان سے پڑھے بغیر دل سے پڑھنے یا ہجی یعنی ایک ایک حرف پڑھنے سے (یعنی ایک دم نہ پڑھے بلکہ اس طرح پڑھنے سے جیسے بچوں کو ہجے کرانے والا پڑھتا ہے) سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا - اگر نماز میں قرآن شریف کو ہجی کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ قرآن کے حروف ہیں لیکن

یہ قرأت کے قائم مقام نہ ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ قرآن نہیں پڑھا جیسا کہ فرائض نماز میں قرأت کے بیان میں آچکا ہے)۔

(۳) اگر سجدہ کی آیت کا ترجمہ فارسی یا کسی اور زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر ہر حال میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا خواہ وہ اس کو آیتِ سجدہ کا ترجمہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سننے والے پر بھی ہر حال میں سجدہ واجب ہوگا خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک اگر وہ سمجھتا ہے یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیتِ سجدہ کا ترجمہ ہے تو سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور معتمد یہ ہے کہ امام صاحب نے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے (بعضوں نے کہا کہ بالاجماع واجب ہوگا اور اس کو صحیح کہا ہے) اور اگر عربی میں آیتِ سجدہ پڑھی تو بالاتفاق ہر صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا خواہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو لیکن عجمی پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک وہ نہ جانے۔

(۴) اگر بہرے آدمی نے سجدہ کی آیت پڑھی اور خود اس کو نہ سُنا تو اس پر سجدہ واجب ہوگا اگر کسی کے نزدیک سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر کام کی مشغولی کے سبب اس نے نہ سُنی تو اصح یہ ہے کہ اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، (اگرچہ بعض کے نزدیک واجب ہے)۔

(۵) اگر کسی نے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا جنگل میں بلند آواز سے آیتِ سجدہ پڑھی اور اس کی صدائے بازگشت یعنی ٹکرا کر لوٹ آنے والی گونج کی آواز کسی نے سُنی تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا اور اگر کسی پرندے مثلاً طوطا مینا وغیرہ نے آیتِ سجدہ پڑھی اور کسی شخص نے سُنی تو اصح یہ ہے کہ اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے۔

(۶) کسی شخص نے پوری آیتِ سجدہ ایک جماعت سے اس طرح سنی کہ ایک ایک شخص سے ایک ایک لفظ سُنا تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کسی ایک پڑھنے والے سے نہیں سُنا اور پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہے (یعنی اگر ایک آدمی سے اسقدر سن لے گا جسقدر سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے تب واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ مؤلف)۔

(۷) سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے میں اصل یہ ہے کہ جس شخص میں نماز واجب ہونے کی اہلیت ہو خواہ ادا کے طور پر یعنی اسی وقت اہل ہو یا قضا کے طور پر جیسے جنبی یا نشہ والا یا سونے والا تو اس میں سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی بھی اہلیت ہے ورنہ نہیں۔ پس اگر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والا کافر ہو یا ایسا مجنون ہو جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو یا نابالغ ہو یا ایسی عورت ہو جو حیض یا نفاس میں ہے یا اس نے دس دن سے کم حیض یا چالیس دن سے کم نفاس سے پاک ہو کر تلاوت کی ہو تو ان سب پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا اور اگر یہ لوگ کسی اور سے آیتِ سجدہ سنیں تب بھی ان پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ نہ اس وقت یعنی ادا اس کے اہل ہیں اور نہ بعد میں یعنی قضاءً۔ اور اگر ان سے کوئی عاقل بالغ مسلمان یعنی جو سجدۂ تلاوت کے وجوب کا اہل ہے سُنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا سوائے ایسے مجنون کے جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو یعنی ایک دن رات سے زیادہ جنون رہتا ہو کیونکہ اس کے پڑھنے سے سننے والوں پر بعض کے نزدیک

سجدہ واجب نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ سجدہ واجب ہوگا دونوں روایتیں صحیح ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور اگر مجنون کا جنون ایک دن رات تک یا اس سے کم ہو تو اس پر بوجہ وجوبِ نماز کا اہل ہونے کے سجدۂ تلاوت اپنے پڑھنے یا سننے سے واجب ہوگا اور اس سے سننے والے پر بالاولیٰ واجب ہوگا۔

(۸) اگر بے وضو یا جُنبی سجدہ کی آیت پڑھیں یا سُنیں تو ان پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا کیونکہ وہ قضا؛ یعنی تاخیر کے ساتھ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے اہل ہیں اور مریض کا بھی یہی حکم ہے پس اگر سجدہ پر قادر نہ ہو تو نماز کے سجدہ کی طرح اسے بھی اشارہ سے کر لے۔

(۹) اگر کسی شخص نے سوتے ہوئے آیتِ سجدہ پڑھی تو اگر جاگنے پر اُسے خبر دی جائے کہ اس نے سوتے میں آیتِ سجدہ پڑھی تھی تو اس پر سجدہ واجب ہونے یا نہ ہونے میں روایتوں اور تصحیح میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب ہوگا (اور اگر اس کو کسی نے خبر نہیں دی تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔ مؤلف) اور سوتے ہوئے سے آیتِ سجدہ سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہونے یا نہ ہونے میں بھی اختلافِ روایات ہے اور دونوں طرف تصحیح ہے لیکن اصح یہ ہے کہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ سماع کے لئے تلاوتِ صحیحہ شرط ہے جس کے لئے تمیز ضروری ہے۔

(۱۰) اگر کسی نے نشہ کی حالت میں سجدہ کی آیت پڑھی تو اس پر اور اس سے سننے والوں پر سجدہ واجب ہوگا۔

(۱۱) عورت نے اگر اپنی نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ اس کو حیض آگیا تو وہ سجدہ اس سے ساقط ہوگیا۔ اگر خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کی اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ حیض آگیا تب بھی اس سے سجدہ ساقط ہوگیا، یہی صحیح ہے۔ کیونکہ جس طرح حیض ابتدا میں وجوب کا مانع ہے اسی طرح اس وجوب کے باقی رہنے میں بھی مانع ہے۔ مرتد کا مسئلہ جو آگے مذکور ہے اس کی نظیر ہے۔ بعض کے نزدیک اس صورت میں سجدۂ تلاوت ساقط نہیں ہوتا بعض نے اس کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۲) اسی طرح اگر کسی مسلمان نے آیتِ سجدہ پڑھی پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا تو اس پر سے سجدۂ تلاوت ساقط ہوگیا پھر اگر وہ مسلمان ہوا تو اس پر وہ سجدۂ تلاوت اب واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ کفر جس طرح ابتدا میں مانع وجوب ہے اسی طرح مانع بقا بھی ہے

نماز میں آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل

(۱) اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے تو اُسی وقت سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں خواہ وہ سنیں یا نہ سنیں اور خواہ جہر کی نماز میں ہو یا آہستہ کی نماز میں مگر مستحب یہ ہے کہ آہستہ قرأت کی نماز میں امام سجدہ کی آیت نہ پڑھے۔

(۲) اگر امام سے کسی ایسے شخص نے آیتِ سجدہ سُنی جو اس کے ساتھ نماز میں نہیں ہے اور بعد میں بھی اس کے ساتھ اس نماز میں شامل نہیں ہوا تو اس پر بھی سجدۂ تلاوت لازم ہوگا یہی صحیح ہے اور اگر وہ شخص اس کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے اس کے ساتھ اس نماز میں شریک ہوگیا تو امام کے ساتھ سجدہ کر لے یہ کافی ہے اور اگر اس کے سجدہ کرنے کے بعد نماز میں داخل ہوا تو سجدہ نہ کرے نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے بعد، امام کا سجدہ اس کے لئے کافی ہے۔ یہ حکم باتفاق الروایات

اس وقت ہے جبکہ اسی رکعت میں آخر تک شامل ہوجائے جس میں امام نے آیتِ سجدہ پڑھی ہے اور اگر اس کے بعد کی کسی رکعت میں شامل ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ حکم مطلق ہے اس لئے وہ بھی سجدہ نہ کرے نہ نماز کے اندر اور نہ بعد میں کیونکہ اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کے اندر کا ہوگا تو خارج نماز ادا نہیں ہوسکتا اور نماز کے اندر ادا کرنے سے امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ سجدہ کرے۔ اگر آیتِ سجدہ پڑھنے والا پہلے منفرد تھا اور کسی شخص نے اس سے وہ آیتِ سجدہ سنی پھر اس کی اقتدا کرلی تب بھی اس مقتدی کیلئے وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا۔

(۳) اگر امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت میں سجدہ نہ کرے اگرچہ اس نے آیتِ سجدہ سنی ہو۔

(۴) اگر کسی مقتدی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو نہ خود اس پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ اس کے امام اور دوسرے مقتدیوں پر نہ نماز میں نہ نماز کے بعد اور اگر سننے والا اس کے امام اور اس کے ساتھی مقتدیوں کے علاوہ کوئی شخص ہے تو اس پر سجدہ واجب ہوگا جیسا کہ اگلے نمبر میں اس کی وضاحت ہے۔

(۵) اگر نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے خواہ وہ سننے والا منفرد ہو یا امام ہو یا کسی اور امام کا مقتدی ہو اور وہ آیتِ سجدہ پڑھنے والا خواہ سننے والے کے امام کے سوا دوسرا امام ہو یا اس دوسرے امام کا مقتدی ہو یا منفرد ہو یا بالکل نماز میں نہ ہو تو سننے والے پر بعد نماز سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ پس اس کو چاہئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے اور اگر نماز کے اندر سجدہ کیا تو کافی نہ ہوگا بلکہ بعد نماز اس کا اعادہ کرنا لازمی ہے اور نماز میں سجدہ کرلینے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی یہی صحیح ہے کیونکہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور سجدہ کی زیادتی رکعت سے کم ہے۔ لیکن بوجہ کراہت تحریمی اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے کیونکہ یہ واجب کی ادائیگی سے مانع ہوا ہے جو ممنوع ہے۔ لیکن اگر اس نمازی سامع نے اس تلاوت کرنے والے کے ساتھ اس کی متابعت میں سجدہ کیا تو اب اس کی نماز جاتی رہی اس لئے کہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ بھی زیادہ کرنا یا کسی بھی امر میں اس کی متابعت کرنا نماز کو فاسد کرتا ہے اور اس مسئلہ میں بھی گو حقیقی اقتدا نہیں لیکن اس سے مشابہت ہے اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہے۔

(۶) نمبر ۵ میں جو حکم بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ غیر سے سننے والا نمازی خود اس آیت کو تلاوت نہ کرے اگر خود بھی اس آیت کو پڑھ لیا تو اگر پہلے پڑھ چکا ہو اور پھر اس شخص سے سنا اور نماز میں سجدہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور اگر پہلے سن چکا ہے پھر خود اس کی تلاوت کی تو اس میں دو روایتیں ہیں معتبر یہ ہے کہ وہ بھی نماز کے بعد سجدہ کا اعادہ نہ کرے لیکن یہ صورت امام اور منفرد کیلئے ہے مقتدی کیلئے نہیں اس لئے کہ مقتدی کا آیتِ سجدہ کو پڑھنا معتبر نہیں ہے یعنی اس کے نماز کے اندر پڑھنے سے سجدہ لازم نہیں ہوتا پس باہر سے سنا ہوا اس کے تابع نہیں ہوسکتا اس لئے اس کو باہر سے سننے کی وجہ سے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنا چاہئے

(۷) سجدۂ تلاوت نماز کے اندر رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن سجدہ کرنا افضل ہے کیونکہ یہ اصل ہے اور رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا ہونے میں یہ شرط ہے کہ فوراً بلا تاخیر ہو اگر تاخیر کرے گا تو پھر رکوع سے ادا نہیں ہو گا بلکہ اس کیلئے سجدہ کرنا ہی مخصوص ہو جائے گا جب تک کہ وہ نماز کی حرمت میں ہو اور تاخیر کے لئے سجدۂ سہو بھی کرے۔ رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا ہونے کا حکم نماز کے ساتھ خاص ہے۔ نماز سے باہر صحیح یہ ہے کہ رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوتا اور جس نے ادا ہو جانا لکھا ہے اس نے قولِ ضعیف لیا ہے اور اس کی نقل میں غلطی ہوئی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے واضح کیا ہے۔ پس اگر نماز میں سجدۂ تلاوت کے لئے نماز کے رکوع کے علاوہ رکوع کیا یا نماز کے سجدہ کے علاوہ سجدہ کیا تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح سجدۂ تلاوت نماز کے رکوع سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور اس میں بھی رکوع کا فی الفور بلا تاخیر ہونا شرط ہے اگر فی الفور نہ کیا تو پھر جب تک حرمتِ نماز میں ہے اس کے لئے سجدہ ہی ادا کرنا خاص ہو جائے گا اور رکوع سے ادا نہ ہو گا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کرے۔ سجدۂ تلاوت میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کے بعد تین آیت یا اس سے زیادہ پڑھ لے پس اگر آیتِ سجدہ کے بعد تین آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لیا تو فوراً سجدہ کرنے کا حکم جاتا رہا اور اب رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر آیتِ سجدہ سے آگے ایک یا دو آیت کی تلاوت کی ہو تو تلاوت کا سجدہ نماز کے رکوع یا سجدے میں ہی بالاتفاق ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیتیں اور پڑھ لیں تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ادا ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک ادا نہیں ہوتا اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ ایسا سورت کے وسط میں ہو لیکن اگر سورۃ کے آخر میں آیتِ سجدہ کے بعد تین آیتیں اور تلاوت کرے تو بالاتفاق اس کے بعد رکوع کرنے سے سجدہ ادا ہو جائے گا جبکہ اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی ہو۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ انشقاق میں آخر سے کچھ پہلے آیتِ سجدہ ہے تو اگر چاہے سورت ختم کر کے نماز کا رکوع کرے اور اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے اور اگر چاہے آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کرے اور پھر کھڑا ہو کر سورت پوری کرے اور نماز کا رکوع کرے۔

(۸) اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور یہ ارادہ کیا کہ اس کا رکوع کرے تو راجح یہ ہے کہ رکوع کرتے وقت اس کی نیت ضروری ہے اور اس کا موقع رکوع کے ارادہ کے وقت ہے۔ پس اگر رکوع کرتے وقت اس کی نیت نہ کی تو یہ رکوع اس کے لئے کافی نہیں اور اگر رکوع کے اندر نیت کی اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہیں اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نیت کی تو بالاجماع جائز نہیں ہے۔

(۹) اگر امام نے آیتِ سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی مگر مقتدی نے نیت نہ کی تو مقتدی کی طرف سے کافی نہیں لہذا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے اور قعدہ کا اعادہ کرے کیونکہ سجدۂ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہے جیسا کہ نماز کے سجدے سے لغو ہو جاتا ہے اور اس میں بھی تشہد پڑھنا واجب ہے پھر سلام پھیرے۔ اگر یہ قعدہ چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ یہ حکم جہری نماز کا ہے سرّی نماز میں چونکہ مقتدی کو علم نہیں کہ امام نے کیا پڑھا ہے اس لئے

وہ معذور ہے اور امام کی نیت اس کے لئے کافی ہے (لیکن اگر امام سلام کے بعد مقتدی کے کلام کرنے اور مسجد سے نکلنے سے پہلے خبر دیدے کہ اس نے آیت سجدہ پڑھی اور رکوع میں اس کی نیت کی ہے تو اب اس مقتدی کو سجدۂ تلاوت کرنا اور اس کے بعد قعدۂ اخیرہ کرکے سلام پھیرنا لازمی ہے واللہ اعلم مؤلف)

(۱۰) رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کرتے ہوئے نماز کے رکوع کی بھی نیت کرے ورنہ نماز کا رکوع ادا نہیں ہوگا اور یہ صرف سجدۂ تلاوت کی جگہ ہوگا۔

(۱۱) نماز کے سجدہ سے بھی اسی طرح سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے جس طرح رکوع سے جبکہ فوراً ہو جس کی تفصیل رکوع کے بیان میں آچکی ہے اور اس کیلئے نیت کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ پس اگر امام نے رکوع سے سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو تو اسی سجدۂ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا خواہ امام نے اس سجدہ کے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور مقتدی بھی خواہ نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اس لئے امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے کیونکہ اگر وہ رکوع میں نیت نہیں کرے گا اور سجدہ میں نیت کرلے گا یا بالکل نیت نہیں کریگا تو مقتدی پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس کا سجدۂ تلاوت بھی اس سجدہ سے ادا ہو جائیگا کیونکہ سجدہ ہی اس میں اصل ہے بخلاف رکوع کے پس اگر امام رکوع میں نیت کرلے گا اور مقتدی اس میں نیت نہیں کرے گا تو وہ مقتدی کے لئے کافی نہیں ہوگا پس احتیاط اس میں ہے کہ امام رکوع سے سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے تاکہ امام اور مقتدی سب کا سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز میں ادا ہو جائے۔

(۱۲) اگر امام نے جہری نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدہ کرنا اولیٰ ہے اور اگر سری نماز میں پڑھی تو رکوع کرنا اور اس میں نیت نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ مقتدیوں کو دھوکا نہ لگے اور امام کے رکوع میں نیت نہ کرنے سے سجدۂ نماز میں سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے۔

(۱۳) جمعہ و عیدین و سری نمازوں میں اور جس نماز میں جماعتِ عظیم ہو امام کو آیتِ سجدہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر آیت کے فوراً بعد نماز کے رکوع و سجود کردے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے تو کراہت نہیں۔

(۱۴) اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت پڑھی تو اگر وہ سورت کے بیچ میں ہے تو افضل یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کرے پھر کھڑا ہو اور سورت ختم کرے اور رکوع کرے اگر سجدہ نہ کیا بلکہ نماز کے لئے رکوع کردیا اور اس میں نیتِ سجدۂ تلاوت کرلی تب بھی جائز ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اگر اسی وقت سجدہ یا رکوع نہ کیا اور سورت پوری کرنے کے بعد رکوع کیا اور نیت سجدہ کی کرلی تو کافی نہیں ہے اور اس رکوع سے سجدۂ تلاوت ساقط نہیں ہوگا کیونکہ تاخیر کی صورت میں رکوع کافی نہیں ہوتا بلکہ سجدہ ہی کرنا خاص ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس جب تک وہ حرمتِ نماز میں ہے اس کا سجدہ کرنا اس پر واجب ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی کرے اور اگر آیتِ سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کے عوض میں رکوع کردے اور اگر سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو چاہئے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اگلی سورت میں سے کچھ اور پڑھے پھر رکعت کا رکوع کرے اور اگر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ نہ پڑھا اور

رکوع کردیا تب بھی جائز ہے۔ اور اگر نہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد رکوع کیا اور نہ سجدۂ تلاوت ہی کیا بلکہ تین آیت یا اس سے زیادہ آگے تلاوت کرگیا تو پھر رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا جیسا کہ بیان ہوچکا ہے پس جب تک وہ نماز میں ہے یا سلام پھیر دینے کے بعد کوئی فعل منافی نماز واقع نہیں ہوا اس پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا اور اگر قعدۂ اخیر بیٹھنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرے گا تو قعدۂ اخیر کا اعادہ بھی فرض ہوگا۔ اگر سورت کے اخیر میں ختم سورت سے دو تین آیتیں پہلے آیتِ سجدہ ہو تو اختیار ہے چاہے اس کا رکوع کرے اور چاہے سجدہ کرے اور چاہے یہ رکوع یا سجدہ اسی وقت کرے یا ختم سورۃ کے بعد کرے ہر طرح جائز ہے جیسا کہ بیان ہوا (لیکن اگر ختم سورت پر سجدۂ تلاوت کرے تو پھر کھڑے ہوکر دوسری سورت کا کچھ حصہ پڑھ کر رکعت کا رکوع کرنا افضل ہے۔ مؤلف)۔

(۱۵) اگر نماز میں آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والا سجدۂ تلاوت اس کے موقع پر کرنا بھول گیا پھر اس کو تین آیت یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ میں یاد آیا تو اسی وقت سجدۂ تلاوت کرلے پھر جس رکن میں تھا اسی رکن میں آجائے اور اس رکن کا اعادہ کرے اور اگر اس کا اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز جائز ہوگی سوائے قعدۂ اخیرہ کے کہ اس کا اعادہ فرض ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت اور سجدۂ نماز سے قعدۂ اخیرہ باطل ہوجاتا ہے بخلاف سجدۂ سہو کے۔ اور تاخیر کی ہر صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد جب تک حرمتِ نماز میں ہے یعنی منافی نماز کوئی فعل اس سے سرزد نہ ہوا تب بھی یاد آنے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے اس کے بعد قعدۂ اخیرہ کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔ عمداً تاخیر کرنے کی صورت میں بھی سلام کرنے سے پہلے تک یہی حکم ہے اور عمداً تاخیر کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا۔ سلام پھیرنے کے بعد اب ادا نہیں کرسکتا اور سوائے توبہ کے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(۱۶) امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور جماعت کے کچھ لوگ مسجد کے صحن میں تھے امام نے سجدۂ تلاوت میں جانے کے لئے تکبیر کہی اور صحن کے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ رکوع کے واسطے تکبیر کہی ہے پس انھوں نے رکوع کیا تو معلوم ہونے پر ان کو چاہئے کہ وہ رکوع کو ترک کرکے سجدۂ تلاوت کریں اور اگر معلوم نہیں ہوا بلکہ جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ سے اٹھا تو ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام رکوع سے اٹھا ہے پس انھوں نے بھی تکبیر کہہ کر رکوع سے سر اٹھایا تو اگر پھر کچھ اور زیادتی نہیں کی تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر کسی نے ایک رکوع کیا اور پھر ایک سجدہ کیا تو اس کو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جس نے رکوع کیا اور دو سجدے کئے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اس لئے کہ اس نے سجدۂ تلاوت اور دوسرے سجدہ کے ساتھ ایک رکعت پوری پڑھ لی اور ایک رکعت کی زیادتی مفسد نماز ہے۔

(۱۷) اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت تلاوت کی اور ابھی سجدۂ تلاوت نہیں کیا تھا کہ اس کی نماز سوائے حیض کے کسی اور وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب سجدۂ تلاوت نماز کے باہر ادا کرے کیونکہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت

ہی رہ گئی اس لئے اب یہ سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کا نہ رہا۔ اور حیض سے فاسد ہونے کی صورت میں سجدۂ تلاوت اُس سے ساقط ہو جائے گا پس اگر کسی عورت کو نماز کے اندر حیض آ گیا جس کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی تو اگر اس نے حیض آنے سے پہلے سجدہ کی آیت تلاوت کی تھی اور سجدہ نہیں کیا تھا تو اب سجدۂ تلاوت اس سے ساقط ہو گیا۔ نماز کے باہر اگر ایسا ہو تب بھی سجدۂ تلاوت اس سے ساقط ہو جائے گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اگر اس نمازی نے آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدۂ تلاوت کر لیا تھا پھر اس کی نماز فاسد ہوئی تو اب اس نماز کی قضا اس پر لازم ہو گی مگر سجدہ کا اعادہ لازم نہیں ہو گا۔

(۱۸) جو سجدہ نماز سے باہر واجب ہوا ہے وہ نماز میں ادا نہیں ہو گا سوائے اس صورت کے جبکہ سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے اسی وقت نماز میں داخل ہو کر اسی آیت کو نماز میں تلاوت کرے اور پھر نماز میں اس کا سجدہ کرے تو یہ نماز سے باہر والا اس کے تابع ہو کر ادا ہو جائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اور جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے باہر ادا نہ ہو گا بلکہ دوسری نماز میں بھی ادا نہیں ہو گا (اور اس کے چھوڑنے میں گنہگار ہوتا ہے اور اب اس کے سوا اس کی اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ توبہ و استغفار کرے کہ یا اللہ یا ارحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے) لیکن اگر سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے نماز کو فاسد کر دیا تو اب یہ سجدہ محض تلاوت کا رہ جانے کی وجہ سے نماز سے باہر ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

(۱۹) اگر رکوع میں یا سجدہ میں آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہو گا بعض کے نزدیک واجب تو ہوتا ہے لیکن اسی رکوع یا سجدہ سے ادا ہو جاتا ہے اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اگر تشہد میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا پس وہ سجدہ کرے۔

(۲۰) اگر منبر پر سجدہ کی آیت پڑھی تو خود اس پر اور سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے خواہ وہ پڑھنے والا منبر کے اوپر سجدہ کرے یا نیچے اُتر کر کرے۔ اور جنھوں نے نہیں سُنی ان پر واجب نہیں بخلاف نماز کے۔

(۲۱) اگر خارجِ نماز سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز شروع کر دی اور کوئی اجنبی فعل فاصل نہ ہوا اور اس نماز میں بھی وہی آیت پڑھی تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہو گا کیونکہ اقوی اضعف کا تابع نہیں ہو سکتا اور اگر مسئلہ ہذا میں خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد ابھی سجدہ نہیں کیا تھا تو ایک ہی سجدہ یعنی نماز والا سجدہ کافی ہے پہلا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ نماز میں کیا ہوا سجدۂ تلاوت خارج نماز سے اقوی ہے اس لئے وہ اس کے تابع ہو گیا کیونکہ صحیح یہ ہے کہ نماز سے مجلس نہیں بدلتی متحد ہی رہتی ہے اور اگر اس نے نماز میں بھی سجدۂ تلاوت نہ کیا تو وہ دونوں سجدے اس سے ساقط ہو گئے اس لئے کہ خارج نماز والے نے بھی بوجہ اتحادِ مجلس نماز والے کا حکم لے لیا اس لئے تبعاً اس کی وجہ سے ساقط ہو گیا یہی اصح ہے لیکن وہ گنہگار ہو گا اس لئے اس کو توبہ کرنا لازمی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا

(۲۲) اگر ایک رکعت میں آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر اسی رکعت میں اُس آیت سجدہ کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ واجب نہ ہوگا اور اگر نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس میں اس کا سجدہ کر لیا اور دوسری یا تیسری رکعت میں اس کا اعادہ کیا تب بھی دوبارہ اس کا سجدہ واجب نہیں یہی اصح ہے۔

(۲۳) اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر سلام پھیرنے کے بعد اُسی جگہ دوبارہ وہی آیت پڑھی تو بعض فقہا نے کہا کہ اس پر دوسرا سجدہ کرنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے ان دونوں قولوں میں اس طرح موافقت کی گئی ہے کہ سجدہ واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ سلام کے بعد کلام یا منافی نماز کوئی کام کیا ہو اس لئے کہ کلام مجلس کے اتحاد کے حکم کو توڑ دیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کیا تو دوسرا سجدہ واجب نہیں ہے کیونکہ جب تک حرمتِ نماز میں ہے مجلس متحد کا حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اس کا سجدہ نہیں کیا یہاں تک کہ سلام پھیر دیا اس کے بعد اُسی جگہ پھر وہی سجدہ کی آیت پڑھی تو ایک ہی سجدہ کرلے پہلا سجدہ اس کا ساقط ہو گیا

(۲۴) سجدہ کی آیت کسی رکعت میں پڑھی اور سجدہ نہیں کیا پھر حدث ہو گیا اور وضو کرنے چلا گیا پھر آیا اور کسی دوسرے آدمی سے اسی سجدہ کی آیت کو سُنا تو اس پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک نماز کے اندر ادا کرے اور دوسرا سلام کے بعد ادا کرے۔ اور اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی یا دوسرے سے سنی اور اس کا سجدہ کر لیا پھر حدث ہوا اور وضو کر کے اس پر نماز بِنا کی اور پھر اسی آیت کو کسی اور سے سُنا تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور وہ اس کو بعد سلام کے یعنی نماز سے باہر ہونے کے بعد ادا کرے۔ بخلاف اس کے کہ اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کر کے اس پر بِنا کی اور پھر اس نے وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہوگا۔ (خواہ پہلے وہ سجدۂ تلاوت کر لیا تھا یا نہیں مؤلف۔ ان سب مسائل کی بنیاد اتحادِ مجلس کا ہونا یا نہ ہونا ہے جس کی تفصیل آگے تداخل اور تبدیل و اتحادِ مجلس کے بیان میں آتی ہے۔ مؤلف)

تداخل یعنی کئی سجدوں کے بدلے ایک ہی سجدہ کافی ہونے اور تبدیل و اتحادِ مجلس کا بیان

سجدۂ تلاوت کے لئے تداخل کا بھی حکم ہے یعنی ایک سجدہ کا دوسرے سجدے کے تابع ہو کر ایک ہی سجدہ کافی ہونا تاکہ حرج دور ہو جائے کیونکہ ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں حرج ہے خصوصاً سیکھنے اور سکھانے والوں پر دقت ہو گی جو شرعاً مرفوع ہے اور تداخل کی بنا یہ ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ سب کے لئے کافی ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اسی مجلس میں کسی دوسرے سے سُنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور جہاں ایک سجدہ کافی ہوتا ہے وہاں اس کیلئے سجدہ کا مکرر کرنا مندوب بھی نہیں ہے (بخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے کہ ایک ہی مجلس میں جتنی دفعہ آپ کا نامِ نامی آئے گا ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور باقی دفعہ مندوب ہے کیونکہ درود شریف مستقل ذریعہ تقرب الٰہی ہے بخلاف سجدۂ تلاوت کے کہ وہ بغیر تلاوتِ آیت سجدہ ذریعہ تقرب نہیں ہے)

م اس کے بعد دوبارہ وہی آیت تلاوت کی تو

پس اگر تلاوت کرنے والا ایک ہی آیت کو پڑھتا بھی ہے اور سُنتا بھی ہے یا اس کے برعکس یعنی پہلے سنتا ہے پھر پڑھتا ہے یا مکرر پڑھتا ہے یا مکرر سنتا ہے تو دونوں کے عوض ایک ہی سجدہ کافی ہے ــــ کئی سجدوں کے لئے ایک سجدہ کافی ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت اور ایک ہی مجلس ہو خواہ جتنی دفعہ پڑھتا ہو پڑھ کر اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کر سجدہ کرلے پھر اُسی آیت کو بار بار پڑھتا رہے یا درمیان میں کسی وقت سجدہ کرلے اور اس کے بعد بھی اسی آیت کو پڑھتا رہے تب بھی وہی ایک ہی سجدہ کافی ہے مثلاً ایک آیتِ سجدہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی تین بار پڑھ کر سجدۂ تلاوت کرلیا اس کے بعد دو دفعہ اور پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے پانچوں مرتبہ کی تلاوت کے لئے کافی ہو گیا کیونکہ سبب متحد ہونے کی وجہ سے اپنے پیشتر و یا بعد کی تلاوت میں تداخل کا موجب ہو گیا یعنی اول تلاوت ہی وجوبِ سجدہ کا سبب ہوتی ہے پس اس کے مابعد کی چاروں تلاوتیں اس کے تابع ہوئیں پس جہاں بھی سجدہ کرے گا اپنے سبب کے بعد ہی ہو گا ــــ بہتر یہ ہے کہ پہلی مرتبہ آیتِ سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کرلے تاکہ عبادت جلد بجالائی جائے۔ بعض کے نزدیک تاخیر احوط ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ ایک ہی آیت کے مکرر ہونے سے سجدہ کے مکرر ہونے کا سبب تین باتوں میں سے ایک کا ہونا ہے ــــ اول اختلافِ تلاوت۔ دوم اختلافِ سماعت۔ سوم اختلافِ مجلس۔ پہلی دو باتوں سے آیتوں کا بدلنا مراد ہے یعنی سجدہ کی مختلف آیتیں پڑھنا یا سننا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آیت و مجلس کا متحد ہونا ایک سجدہ کافی ہونے کے لئے شرط ہے اور اگر مجلسیں مختلف ہوں اور آیت ایک ہی ہو یا مجلس ایک ہو اور آیتیں مختلف ہوں تو کئی سجدوں کے بدلے ایک سجدہ کافی نہ ہو گا بلکہ سب ہی کرتے ہوں گے۔ اگر سننے والے کی مجلس بدل گئی اور پڑھنے والے کی نہ بدلی تو سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہو گا اور پڑھنے والے پر ایک ہی واجب ہو گا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس بدلی سننے والے کی نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہو گا اور سننے والے پر مختار یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہو گا۔ مجلس بدلنے کی دو قسمیں ہیں: اول حقیقی یعنی ایک مجلس سے دوسری مجلس میں دو قدم سے زیادہ چل کر پہنچنا جیسا کہ اکثر کتب میں ہے اور بعض کے نزدیک تین قدم سے زیادہ چل کر پہنچنا جب تک ان دونوں مکانوں کو مکانِ واحد کا حکم نہ ہو مثلاً چھوٹی مسجد اور گھر کی مختلف جگہیں نہ ہوں کیونکہ ان کے لئے اتحادِ مکان کا حکم ہے پس اگر سجدہ کی ایک ہی آیت کو مکان یا مسجد کے مختلف کونوں میں پڑھے گا تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا اور یہی حکم کشتی کا ہے اگرچہ چل رہی ہو اور سواری پر نماز پڑھنے والے کا ہے جبکہ وہ جنگل میں گذر رہا ہو اور آیتِ سجدہ چند بار تلاوت کرے کہ اس پر بھی ایک ہی سجدہ واجب ہو گا کیونکہ یہ اس کے لئے مکانِ واحد کے حکم میں ہے ــــ اور دوسری قسم حکمی ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ پڑھنے کے درمیان میں عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید فروخت کی یا نکاح کیا یا ایک دو لقمے سے زیادہ کھایا یا لیٹ کر سویا یا عورت نے بچہ کو دودھ پلایا تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائے گا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں ایک دو لقمہ کھا لیا یا ایک دو گھونٹ پانی پی لیا یا بیٹھ کر سویا یا بیٹھا ہوا تھا پھر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہوا تھا

بیٹھ گیا یا دو قدم چلا (بعض کے نزدیک تین قدم چلا) یا سواری سے اُترا ہوا تھا پس اسی جگہ سوار ہو گیا یا اس کا بیٹھنا یا تلاوت کرنا یا تسبیح یا تہلیل کرنا طویل ہوا تو ان سب صورتوں میں ایک ہی سجدۂ تلاوت کافی ہو گا۔

تبدیلِ مجلس کی مختلف صورتوں کی تفصیل یہ ہے:۔ (۱) مسجد یا گھر کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے سے مجلس نہیں بدلتی اگرچہ وہ مسجد یا گھر بڑا ہو لیکن اگر گھر بہت ہی بڑا ہو جیسا کہ شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ اگر جامع مسجد کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ میں چلا گیا تب بھی مکرر سجدہ واجب نہ ہو گا اور اگر جامع مسجد میں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں گیا تو جہاں تک مسجد کے امام کے ساتھ اقتدا صحیح ہو سکتی ہے وہاں تک ایک ہی مکان سمجھا جائے گا اور بہت ہی بڑی مسجد یعنی جس میں صحتِ اقتدا کے لئے اتصالِ صفوف شرط ہے جیسا کہ امامت کے بیان میں آچکا ہے اس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ اصل اس میں یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جس میں ایک طرف نماز پڑھنے والے کی اقتدا دوسری طرف نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو سکتی ہے اس کو مکانِ واحد کا حکم ہے اور اس میں سجدۂ تلاوت کا تکرار واجب نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ نہیں تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے۔

(۲) کشتی کے چلنے سے کشتی کے سوار کی مجلس نہیں بدلتی (ریل کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے)۔

(۳) سواری کے جانور کے چلنے سے اگر اس کا سوار نماز پڑھتا ہو اور آیتِ سجدہ مکرر تلاوت کرے تو ایک ہی سجدہ کافی ہے اس لئے کہ اس کو اتحادِ مجلس کا حکم ہے کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کر دیتی ہے اور ضرورت کی وجہ سے اس کے اختلافِ مکان کو اتحادِ مکان کا حکم دیا گیا ہے ورنہ نماز فاسد ہو جاتی اور چلتی سواری پر نماز جائز نہ ہوتی اور اگر چلتی سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو اور آیتِ سجدہ مکرر تلاوت کرے تو مکرر سجدہ واجب ہو گا کیونکہ اب سواری کا چلنا سوار کی طرف منسوب ہو گا گویا وہ خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے۔ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار اپنی اپنی نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں اور ان دونوں میں سے ایک نے آیتِ سجدہ دو دفعہ تلاوت کی اور دوسرے نے کوئی دوسری آیتِ سجدہ ایک دفعہ پڑھی اور دونوں میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کی تلاوت کو سُنا تو پہلے شخص پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک نماز کے اندر اپنی قرأت کی وجہ سے ادا کرے دوسرا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھی سے سننے کی وجہ سے کرے اس لئے کہ وہ نماز کے اندر کا سُنا ہوا نہیں ہے۔ اور دوسرے شخص پر ایک سجدہ نماز کے اندر اپنی قرأت کی وجہ سے اور دو سجدے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھی کے دو دفعہ کی تلاوت کے سننے کی وجہ سے واجب ہوں گے، یہ نوادر کی روایت کی بنا پر ہے اور ظاہر الروایۃ میں نماز کے بعد بھی ایک ہی سجدہ واجب ہو گا اور اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ سننے والے کا مکان بھی پڑھنے والے کی طرح واحد ہے ـــــ اگر سواری پر دو شخص جماعت سے نماز پڑھیں جیسا کہ محمل میں دونوں ہوں اور ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی تو امام کے آیتِ سجدہ مکرر پڑھنے سے امام اور مقتدی دونوں پر ایک ہی سجدہ

واجب ہوگا اور اگر دو تو ں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہوں اور ایک آدمی آیتِ سجدہ مکرر تلاوت کرے اور دوسرا سنے تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر مکرر واجب ہوگا۔ (لیکن یہ بھی نوادر کی روایت کی بنا پر ہے اور ظاہر الروایۃ کی بنا پر سننے والے پر بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا کیونکہ نماز کی وجہ سے اس کا مکان بھی واحد ہے جیسا کہ پڑھنے والے کا ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے واللہ اعلم۔ مؤلف) ـــــ اگر سجدہ کی آیت زمین پر پڑھی پھر جانور پر سوار ہوا پھر اس کے چلنے سے پہلے اُتر آیا تو مجلس نہ بدلے گی۔ اسی طرح اگر کسی جگہ آیتِ سجدہ پڑھی پھر کھڑا ہو کر وہیں جانور پر سوار ہوا پھر اس جانور کے چلنے سے پہلے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تب بھی مجلس نہ بدلے گی اور اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرنا واجب ہے اور اگر جانور چلدیا پھر اس نے اسی آیت کو دوبارہ پڑھا تو دو سجدے واجب ہوں گے اسی طرح اگر جانور پر سوار ہو کر سجدہ کی آیت پڑھی اور اس کے چلنے سے پہلے اُتر آیا پھر اس کو دوبارہ پڑھا تو ایک سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرے۔ اگر آیتِ سجدہ کو چلتی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے مکرر پڑھا اور اس کا غلام پیدل چلتا ہے تو غلام پر سجدہ مکرر واجب ہوگا اور سوار پر ایک ہی واجب ہوگا کیونکہ سوار (پڑھنے والے) کی مجلس بوجہ نماز کے متحد ہے اور غلام (سننے والے) کی مجلس بدل پیدل چلنے کی وجہ سے بدل رہی ہے۔ اور اگر اس کے برعکس ہو مثلاً سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہوا ور تلاوت کرنے والا پڑھتا جاتا ہے تو سننے والے پر مکرر سجدہ نہیں ہوگا پڑھنے والے پر ہوگا۔

(۴) اگر عمل قلیل کیا مثلاً ایک دو لقمہ کھانا کھایا یا ایک دو گھونٹ پانی پیا یا ایک دو کلمہ بات کی یا بیٹھا تھا اور کھڑا ہوا یا کھڑا تھا اور بیٹھ گیا یا ایک دو قدم چلا یا بیٹھ کر سویا یا سلام کا جواب دیا یا چھینک کا جواب دیا تو ان سب صورتوں میں مجلس تبدیل نہیں ہوگی کیونکہ یہ کام عرفِ عام میں مجلس کو توڑنے والے نہیں سمجھے جاتے۔ اور اگر عمل کثیر کیا مثلاً تین لقمے یا زیادہ کھایا، یا تین گھونٹ یا زیادہ پیا، یا تین کلمے یا زیادہ کلام کیا یا لیٹ کر سویا، یا نکاح کیا یا خرید و فروخت کی، یا کسی طرح کا اور کام مثلاً کپڑا سینا وغیرہ کیا، یا تین قدم یا زیادہ چلا، تو مجلس بدل جائے گی اور مکرر تلاوت سے مکرر سجدہ واجب ہوگا کیونکہ عرف میں یہ کام اتحادِ مجلس کو توڑنے والے شمار ہوتے ہیں اور ان کاموں سے مجلس کا نام بدل جاتا ہے پس عرف کے موافق مجلس بھی بدل جائے گی اور سجدۂ تلاوت اسی مجلس کی طرف مضاف ہوگا جس مجلس میں تلاوت کی گئی ہے اگرچہ وہ مکانِ واحد ہی ہو مثلاً اگر کوئی شخص مسجد یا مکان میں ایک ہی جگہ کھانا کھاتا ہے تو اب اس کی یہ مجلس کھانے کی طرف منسوب ہوگی اور پھر اسی جگہ سبق پڑھتا ہے تو اب یہ مجلسِ درس ہے اور پھر اسی جگہ خرید و فروخت میں لگ جاتا ہے تو یہ مجلسِ بیع ہے وغیرہ فافہم۔

(۵) بہت دیر تک ایک حالت میں بیٹھے رہنے یا بہت دیر تک قرأت کرنے یا سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ وغیرہ پڑھنے یا وعظ یا درس میں دیر تک رہنے سے مجلس تبدیل نہیں ہوتی۔

(۶) کپڑے کا تانا کرنے میں یعنی تننے کے لئے آنے اور جانے میں، کسی چیز کو کود کر کوٹنے میں، زمین کے جوتنے یعنی ہل چلانے میں، کھلیاں پامال کرتے ہوئے، میدان میں یعنی مسجد و مکان کے علاوہ کسی جگہ میں تین قدم یا زیادہ پیدل چلنے میں، خراس یا رہٹ یا کولھو کی لکڑی پر بیٹھ کر جانور کے پیچھے گھومتے ہوئے یا ان کے پیچھے چلتے ہوئے آیتِ سجدہ کا تکرار کیا تو مجلس بدل جائے گی اور ہر مرتبہ کے پڑھنے میں سجدہ واجب ہوگا۔ اگر چکی والے مکان میں آیتِ سجدہ مکرر پڑھی تب بھی صحیح یہ ہے کہ سجدہ مکرر نہ ہوگا۔ ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جانے میں بھی خواہ قریب ہو یا بعید اصح یہ ہے کہ مجلس بدل جائیگی اور سجدہ مکرر واجب ہوگا۔ اگر دریا یا بڑی نہر کے اندر پانی میں تیرتا ہوا ہو تب بھی ہر مرتبہ کے پڑھنے میں مکرر سجدہ واجب ہوگا اور اگر کسی ایسے حوض یا چشمے میں تیرتا ہو جس کی حد معلوم ہے یعنی اس کا طول و عرض کسی مسجد کے طول و عرض کی مانند ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب ہوگا۔ اور ان سب صورتوں میں سامع کے لئے بھی تبدیلِ آیت کا حکم ہے اگر ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تانا تن رہا ہے تب بھی بوجہ عمل کثیر مجلس بدل رہی ہے۔

سجدۂ تلاوت کے دیگر متفرق مسائل

(۱) اگر مباح وقت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور مکروہ وقت میں سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور اسی وقت میں سجدہ کیا تو جائز ہے۔

(۲) اگر آیتِ سجدہ نماز سے باہر پڑھی تو فوراً سجدہ کرنا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کرلے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے اور اس میں تاخیر مکروہ تنزیہی ہے اور اس کو جس وقت بھی ادا کرے گا تو ادا ہی ہوگا قضا نہیں۔ اگر کسی وجہ سے اسی وقت سجدہ نہ کرسکے تو تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو یہ کہہ لینا مستحب ہے: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ اور پھر وہ سجدہ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی کرلینا چاہئے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(۳) اگر پڑھنے والے کے پاس ایسے لوگ ہوں کہ ان کو سجدہ کرنے کی عادت ہو اور وہ وضو سے ہوں اور وہ اپنے دل میں یہ سمجھے کہ ان پر سجدہ کرنا گراں نہ ہوگا تو اس کو چاہئے کہ جہر سے پڑھے اور اگر وہ لوگ بے وضو ہوں تو چونکہ وہ اس وقت سجدہ نہ کریں گے اور دوسرے وقت شاید بھول جائیں تو گنہگار ہوں گے یا اس کو یہ گمان ہو کہ وہ سنیں گے اور سجدہ نہ کریں گے یا اُن پر سجدہ کرنا گراں ہوگا یا اُن کا حال معلوم نہ ہو کہ سجدہ کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں تو چاہئے کہ آہستہ پڑھے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز سے باہر ہو۔

(۴) اگر کوئی شخص کام میں مشغول ہو اور اس کے پاس آیتِ سجدہ تلاوت کی جائے تو اس پر سجدہ کے واجب ہونے یا نہ ہونے کی تصحیح میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب ہے اور وہ زجر کے لئے سننے والے کے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے کہ کلامِ خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول ہوا اور بعض کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اس پر سجدہ واجب نہیں ہے سننا جو وجوب کا سبب ہے اور بقول ے وجوب کی شرط ہے نہیں پایا گیا اور اسی کو معتمد کہا ہے۔

(۵) آیتِ سجدہ کو چھوڑ دینا اور باقی سورۃ کو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارتِ قرآن مجید کے

نظم کو توڑنا اور اس کی ترکیب کا بگاڑنا نیز قرآن مجید کے کچھ حصہ کا ترک اور سجدہ سے فرار وانکار لازم آتا ہے اور یہ بات مسلمانوں کے اعمال اور مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہے اور قرآن مجید کے نظم و ترکیب کے اتباع کا حکم ہے بقولہٖ تعالیٰ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (سورۃ القیمہ) ۔ صرف سجدہ کی آیت کو پڑھنا اور باقی سورۃ کو نہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھنا اول میں نہ آخر میں تو کچھ نقصان نہیں یعنی مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ بھی قرآن سے ہے اور جو چیز قرآن سے ہے اس کی قرات عبادت ہے جیسا کہ سورتوں میں سے کسی ایک سورت کا پڑھنا کہ وہ مکروہ نہیں ہے پس صرف ایک آیت کا پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے اور اس میں نہ کراہتِ تنزیہی ہے نہ تحریمی ۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نماز کے علاوہ پڑھے لیکن اگر نماز میں پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے کیونکہ نماز میں صرف ایک آیت کی قرات ترک واجب کی وجہ سے، جو کہ تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا ہے مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ آیتِ سجدہ تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تو مکروہ نہیں ۔ مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آیتیں اس کے شروع میں یا آخر میں ملا کر پڑھ لے یا ایک آیت اول میں ایک آخر میں پڑھ لے تاکہ یہ وہم ہو کہ اس آیت کو دوسری آیتوں پر فضیلت ہے کیونکہ اس لحاظ سے تمام آیتیں اللہ تعالیٰ کا کلام اور ایک رتبہ میں ہیں اگرچہ بعض آیتوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات پر شامل ہونے کی وجہ سے فضیلت ہے مگر جہاں شارع علیہ السلام نے فضیلت دی ہے وہیں پر فضیلت دے جیسا کہ وارد ہوا ہے ۔ سورۂ اخلاص ثواب میں ایک تہائی قرآن کی برابر ہے وغیرہ لیکن قرآن ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں فافہم ۔

(فائدہ) علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں سجدہ والی سب آیتیں تلاوت کر کے سب سجدے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا فرما دے اور اس کی مشکل حل فرما دے، اور ہر حادثہ سے جو اس کے لئے غم و حزن کا باعث ہو محفوظ فرما دے ۔ اور اس کو اختیار ہے خواہ ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے یا سب آیتوں کو ایک دفعہ پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرے ۔ اور یہ چودہ آیتوں کا اس طرح پڑھنا مکروہ نہیں ہے یعنی مکروہ تنزیہی بھی نہیں اور ان کا ملا کر پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ چند سورتیں مختلف جگہوں سے ملا کر پڑھنا جیسا کہ نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور معوذتین کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ نماز میں بھی الحمد کے ساتھ کوئی سورت یا آیتیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں جو کہ مکروہ نہیں ہے اور اس سے نظمِ قرآن میں کوئی فرق نہیں آتا بخلاف اُس صورت کہ آیتِ سجدہ کو ترک کرے اور اس سے پہلی آیت کو اس سے آگے کی آیت سے ملا دے اس طرح نظم میں فرق آتا ہے اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۔

(۶) نماز سے باہر مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اس سے پہلے سر نہ اُٹھائے اور مستحب ہے کہ سجدۂ تلاوت جماعت سے ادا کریں اس طرح کہ تلاوت کرنے والا آگے بڑھ جائے اور باقی لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں لیکن یہ حقیقت میں جماعت و اقتدا نہیں ہے ۔ پس اس سجدہ میں عورت مرد کی امام ہو سکتی ہے اور عورت مرد کے محاذی ہو جائے تو سجدہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر کسی وجہ سے امام کا سجدہ فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کا

فاسد نہیں ہوگا۔ اور اس میں صفیں بنانا اور امام کا آگے ہونا لازمی نہیں ہے پس اپنی اپنی جگہ پر سجدہ کرنے اور تلاوت کرنے والے کے آگے یا اس سے پہلے سجدہ کرنے یا اس سے پہلے سر اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے سجدہ ادا ہو جائے گا۔

سجدۂ شکر کا بیان

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدۂ شکر کا اعتبار نہیں اور وہ اُن کے نزدیک مکروہ ہے اس پر ثواب نہیں ملتا اور اس کو چھوڑنا اولیٰ ہے۔ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ اُن کے انکار سے اس کے وجوب کا انکار کرنا مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا پس اگر ہر نعمت پر اس کے سجدۂ شکر کے وجوب کا حکم دیا جائے تو اس میں دقت و حرج ہے پس مباح ہوا۔ بعض نے کہا کہ اُن کی مراد نفی سے پورے شکر کی نفی ہے اس لئے کہ پورا شکر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسا عمل فرمایا ــــ متعدیہ ہے کہ امام صاحبؒ کا صاحبین کے ساتھ سجدۂ شکر کے سنت ہونے میں اختلاف ہے جواز میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ و خلفائے راشدین سے منقول ہے اور اس میں عاجزی و عبادت ہے پس فتویٰ اس پر ہے کہ لوگوں کو سجدۂ شکر سے منع نہ کریں۔

(۲) اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی نعمت ظاہر ہو، یا اللہ تعالیٰ اس کو فرزند دے یا مال دے یا کسی کو اس کی گم شدہ چیز مل جائے یا کوئی مصیبت اس سے دور ہو جائے یا کوئی شخص غائب ہو گیا یا دور گیا ہوا تھا وہ آ جائے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ اللہ کے واسطے قبلہ کی طرف کو شکر کا سجدہ کرے اور اس میں اللہ کی حمد و تسبیح پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر سر اٹھاوے جیسے سجدۂ تلاوت کا قاعدہ ہے اس کا بھی وہی آداب اور طریقہ ہے۔

(۳) نماز کے بعد اُن وقتوں میں جن میں نفل پڑھنا مکروہ ہے سجدۂ شکر بھی مکروہ ہے اور وقتوں میں مکروہ نہیں۔

(۴) بغیر کسی سبب کے سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں۔

(۵) بعض لوگ نماز کے بعد جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں اور جس مباح کو لوگ سنت یا واجب سمجھنے لگیں وہ مکروہ ہے ــــ (۶) بعض ناواقف لوگ وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں اور بعض لوگ ان سجدوں کے واسطے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان سجدوں کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ إِلَى آخر ما ذکر۔ حالانکہ یہ حدیث بتصریح محدثین موضوع و باطل اور بے اصل ہے۔ لہٰذا ان سجدوں کو سنت کے خیال سے ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور ہر حال میں اس کو ترک ہی کرنا چاہئے۔

مریض اور معذور کی نماز کا بیان

(۱) جو شخص بیماری یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہے وہ بیٹھ کر فرض و واجب نماز پڑھے اور رکوع و سجدے کرے۔ عذر کے ساتھ عاجز ہونے کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جس عذر سے روزہ کا افطار جائز ہو جائے اُس عذر کے ساتھ قیام کا فرض بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ جس سے تیمم جائز ہو بعض نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے بعض نے کہا کہ قیام اور اس کی ضروریات سے عاجز ہو لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کو کھڑا ہونے سے ضرر ہوتا ہو، خواہ وہ عذر فرض و واجب و سنتِ فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہوا سی پر فتوی ہے اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو۔ مثلاً کھڑا ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑا ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور نا قابل برداشت درد ہوتا ہو ان سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھکر رکوع و سجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔

(تنبیہ ضروری:۔ آجکل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ وہی لوگ اُسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں اسی طرح بعض لوگ ریل گاڑی وغیرہ میں بلا وجہ محض سُستی کر کے بیٹھ کر یا قبلہ کی سمت پر قادر ہوتے ہوئے کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں اُن کو اس بات کی نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور جو فرض و واجب نمازیں قیام یا سمت قبلہ وغیرہ پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر یا غیر طرف پڑھی ہوں ان کو لوٹانا فرض و واجب ہے۔)

(۲) اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جسقدر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے پس اگر اس بات پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور قرارت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قرارت کے لئے بیٹھ جائے یا اگر تکبیر کہہ کر تھوڑی سی قرارت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قرارت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہو اتنی دیر کھڑا ہو کر قرارت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جائے، یہی صحیح مذہب ہے پس جسقدر قیام پر قادر ہے اگر اس کو ترک کر دے گا تو خوف ہے کہ اس کی نماز جائز نہیں ہو گی۔ اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑا ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اس کے سوا اور کچھ جائز نہیں اسی طرح اگر عصا (لاٹھی) یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑا ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز درست نہ ہو گی اور اس کا لوٹانا فرض ہو گا۔ اس لئے کہ جس طرح پورے قیام پر قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام اس پر فرض ہے۔

(۳) اگر مریض ایسا کمزور ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اور مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد قیام پر

قادر نہیں ہوگا تو اس میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ مسجد میں جانا اس سے ساقط ہے اور وہ اپنے گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے یعنی اگر گھر میں جماعت میسر ہو تو جماعت سے پڑھے ورنہ اکیلا پڑھ لے اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہو جائیگا تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اس لئے کہ ان کے ترک پر ان کا کوئی بدل نہیں ہوگا اور قیام کے ترک پر بیٹھنا اس کا بدل وقائم مقام ہو جائے گا۔

(۴) قیام پر قادر نہ ہونے پر مریض و معذور کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اصح یہ ہے کہ کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ جس طرح اس پر آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔ کیونکہ جب عذر نے مریض سے ارکان ساقط کر دیئے تو ہیئتوں کو بطریقِ اولیٰ ساقط کر دیگا لیکن اگر دو زانو بیٹھنا (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دو زانو بہتر ہے ورنہ گھٹنوں پر یا چار زانو یا اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دو زانو ہو جائے بالاجماع ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو بیٹھ جائے۔

(۵) اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا ایسے آدمی سے جو اس کی اطاعت کرے یعنی اس کا لڑکا یا غلام یا خادم یا پڑوسی یا اجنبی شخص جو اس کی اطاعت کرے یا تکیہ یا کسی اور چیز پر سہارا لگا کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس کے سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا مختار قول کے بموجب جائز نہیں۔ (قادر ہونے سے مراد عجز حقیقی و حکمی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ قیام کے لئے اوپر بیان ہوا پس اگر اس سے بھی مرض میں زیادتی وغیرہ ہونے کا عذر ہو تو پھر لیٹ کر اشارہ سے پڑھنا جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے مؤلف)

(۶) تندرست آدمی کو بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن بلا عذر ایسا کرنے میں نصف ثواب ملتا ہے اور عذر کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے جیسا کہ نوافل کے بیان میں مذکور ہوا نفل نماز میں جیسا کہ ابتدا میں بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیانِ نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں یہی زیادہ صحیح ہے۔ بیٹھکر نفل پڑھتے وقت تندرست آدمی کے لئے قعدہ کی طرح دو زانو بیٹھنا بہتر ہے۔ تندرست آدمی اگر نفل نماز میں تھک گیا تو دیوار یا لاٹھی وغیرہ پر ٹیک (سہارا) لگانے میں کراہت و حرج نہیں ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز تراویح میں اکثر بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو طولِ قراءت کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بظاہر فرض نماز میں بھی اگر کوئی تھک جائے تو اس کو بھی سہارا لگانا بلا کراہت جائز ہے۔

(۷) اگر قیام و رکوع و سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے مگر یہ ضروری نہیں امکانی حد تک سر کو بالکل زمین سے قریب کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ رکوع کے لئے تھوڑا جھکے اور سجدہ میں اس سے زیادہ جھکے تاکہ سجدہ رکوع سے ممتاز ہو جائے پس اگر رکوع و سجود برابر کرے گا تو نماز صحیح نہ ہو گی۔ اگر رکوع و سجود سے

عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ قرب زمین کی وجہ سے اس میں سجدہ کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے اور اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدۂ سہو و سجدۂ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔

(۸) سجدہ کے لئے تکیہ یا اینٹ یا تختی وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ چیز اس نے خود اُٹھائی ہو یا کسی دوسرے نے اس کے لئے اُٹھائی ہو۔ پس اگر ایسا کیا جائے یعنی تکیہ یا تختی وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھائی جائے تو اگر اس کا سر سجدہ کے واسطے رکوع کی نسبت زیادہ جھکتا ہے تو جائز ہے اور یہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا سمجھا جائیگا۔ (یعنی اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے لئے یہ صورت جواز کی ہے۔ مؤلف) لیکن یہ فعل بُرا ہے۔ اور اگر رکوع اور سجدہ میں اس کا سر نہ جھکتا ہو اور تکیہ یا تختی وغیرہ رکوع و سجدہ کے لئے اس کی پیشانی پر لگا دیجائے یا وہ خود لگالے یا سر کو جھکاتا ہو لیکن رکوع و سجود کے لئے برابر جھکاتا ہو اور ان میں کوئی فرق نہ کرتا ہو تو رکوع و سجود کے لئے یا صرف سجود کے لئے اشارہ نہ پایا جانے کی وجہ سے اس کی نماز درست نہیں ہوگی یہی اصح ہے۔ اور اگر تکیہ یا اینٹ وغیرہ اونچی چیز زمین پر یا چوکی وغیرہ پر جس پر نماز پڑھتا ہو رکھی ہوئی ہو اور اس پر سجدہ کرتا ہو تو نماز جائز ہے پس اگر کوئی اونچی چیز جو زمین پر رکھی ہوئی ہے اس پر سجدہ کیا اور رکوع کے لئے صرف سر سے اشارہ نہ ہوا بلکہ پیٹھ بھی جھکائی تو رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز صحیح ہے بشرطیکہ سجدہ کرنے کے شرائط پائے جائیں مثلاً اس چیز کا جس پر سجدہ کیا اس قدر سخت ہونا کہ اس قدر پیشانی دب گئی ہو کہ پھر دبائے سے نہ دبے اور اس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ نہ ہو، ان شرائط کے پائے جانے کے بعد حقیقت میں اس کے رکوع و سجود پائے گئے پس اس کو رکوع و سجود سے پڑھنے والا کہیں گے اشارہ سے پڑھنے والا نہیں کہیں گے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا شخص اس کی اقتدا کر سکتا ہے اور یہ شخص جب اس طرح سے رکوع و سجود کر سکتا ہے اور وہ قیام پر قادر ہے تو اس پر قیام فرض ہے اور اگر شروع میں قیام پر قادر نہیں تھا لیکن نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں قیام پر قادر ہو گیا تو جس قدر باقی رہ گئی ہے اس کو کھڑے ہو کر پورا کرنا فرض ہے لہذا جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مگر شرائط مذکورہ کے ساتھ کوئی چیز زمین پر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے اس پر فرض ہے کہ اس چیز کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کرے اس کے لئے اشارہ سے نماز جائز نہیں اور اگر وہ چیز جس پر سجدہ کیا ایسی نہیں جس میں شرائط مذکورہ پائی جائیں (یعنی اس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ ہے یا اس کے نیچے زمین کی سختی محسوس نہیں ہوتی بلکہ پیشانی اور بھی دب سکتی ہے تو حقیقۃً سجود نہ پایا گیا بلکہ یہ سجدہ کے لئے اشارہ ہوا۔ پس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدا نہیں کر سکتا یا رکوع میں صرف سر سے اشارہ کیا یا صرف سر جھکایا اور پیٹھ کو نہ جھکایا تو یہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا سمجھا جائیگا پس کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدا بھی نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ صرف اشارہ ہے رکوع نہیں ہے اور جب رکوع نہیں تو سجدہ بھی معتبر نہیں اور اگر یہ شخص دورانِ نماز میں قیام پر قادر ہوا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

(۹) اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے، اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔

(۱۰) اگر بیٹھنے پر قادر نہیں اگرچہ وہ عذر حکمی ہو مثلاً کسی نے آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھنا ہے اس لئے کہ جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے (پس ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے اس لئے اس کا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے) اور اشارہ سے رکوع و سجود کرے لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلا ضرورت یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔ اور چاہئے کہ اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیں تاکہ وہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور منھ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے کیونکہ بالکل چت لیٹنا تندرست کو بھی اشارہ سے روکتا ہے تو پھر مریض کو تو اور بھی مشکل ہے ـــ اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منھ قبلہ کی طرف کو کرکے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولیٰ و افضل ہے۔ اور دائیں کروٹ لیٹنے کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہے۔

(۱۱) اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اس کو کوئی ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ قیام نہیں کر سکتا مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو بیٹھ کر باقی نماز پڑھے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور رکوع و سجود کرے اور اگر رکوع و سجود پر بھی قادر نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے یہی صحیح و معتمد ہے اس لئے کہ بقیہ نماز ضعیف ادا ہو گی اور ضعیف کی بنا قوی پر کر لینا اولیٰ ہے اس سے کہ تمام نماز کو ضعیف ادا کرے (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نئے سرے سے پڑھے)۔

(۱۲) جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع و سجود سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہو گیا یعنی قیام پر قادر ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھ لے (امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے) اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشاروں سے پڑھی پھر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع و سجود کرنے پر قادر ہو گیا تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ نئے سرے سے نماز پڑھے اس لئے کہ رکوع و سجود کرنے والے کی اقتدا اشارہ کرنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے پس اسی طرح اس کی بنا بھی درست نہیں ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ رکوع و سجود کی قدرت ایک دفعہ اشارہ سے رکوع و سجود کر لینے کے بعد حاصل ہوئی ہو لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع و سجود کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اسی نماز کو رکوع و سجود کے ساتھ پورا کر لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس صورت میں ضعیف کی بنا قوی پر لازم نہیں آتی کیونکہ ابھی وہ صرف تحریمہ ہی کی حالت میں ہے۔ اور اگر چت یا کروٹ پر

لیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی تھی تو خواہ رکوع و سجود کے اشارہ سے پہلے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رکوع و سجود کرنے پر قادر ہو گیا یا بعد میں قادر ہوا ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے اس کو بنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ قیام یا قعود کی حالت اشارے اقوی ہے پس اقوی کی بنا ضعیف پر جائز نہیں۔

(۱۳) عذر کے ساتھ اشارہ سے جو نمازیں پڑھی ہیں صحت کے بعد اُن کا اعادہ نہیں اسی طرح اگر کسی کی زبان ایک دن رات تک بند رہی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ جب کسی عذر سماوی کی وجہ سے نماز کے شرائط یا ارکان میں سے ساقط ہو جائے تو اس حالت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے لیکن اگر وہ عذر بندوں کی طرف سے ہو تو اس کا اعادہ لازمی ہے۔

(۱۴) جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ یا ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ اِن کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں پھر جب اس کو صحت ہو جائے تو اس پر ایسی نمازوں کی قضا لازم ہونے یا نہ ہونے میں چار صورتیں ہیں، اول یہ مرض ایک دن رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا اور اس کو عقل قائم نہ رہی تو اس صورت میں بالاتفاق حالتِ مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے — دوم مرض بیہوشی کے ساتھ ایک دن رات یا اس سے کم رہا ہو مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں اجماعاً یہ نمازیں صحت ہونے پر قضا پڑھے۔ اگر ایک دن رات میں پھر اتنی صحت ہو گئی کہ سر کے اشارہ سے ادا کرنے پر قادر ہو گیا تو اب اُن نمازوں کی قضا لازمی ہے پس اُن کو اشارہ کے ساتھ ادا کرلے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا کیونکہ شاید مر جائے تو گنہگار ہو گا اور یہ فرض اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اب مرتے وقت ان کے فدیہ کی وصیت کرنا لازمی ہے۔ اور اگر اسی مرض میں مر جاوے اور اس قدر افاقہ بھی نہ ہوا کہ سر کے اشارہ سے ادا کر سکتا تو اس پر وہ نمازیں واجب نہیں ہوئیں اور ان کا فدیہ بھی لازم نہیں ہو گا پس اس کے لئے وصیت کرنا بھی لازم نہیں ہے —— سوم دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی —— چہارم مرض دن رات سے کم رہا اور عقل قائم نہ رہی ان دونوں صورتوں میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک قضا لازم ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اس کی تصحیح کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک قضا لازم نہیں ہے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(۱۵) اگر مریض نے چار رکعتیں فرض نماز عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھیں اور جب چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھا تو تشہد پڑھنے سے پہلے اس نے قرأت کی اور رکوع کیا تو وہ بمنزلہ قیام کے ہو گیا یعنی ایسا ہے جیسے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا چوتھی رکعت کے بعد تشہد ادا کئے بغیر کھڑا ہو جاتا لہٰذا جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تشہد کی طرف لوٹے اور سجدۂ سہو کرے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز جاتی رہی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اور اگر اس نے دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھایا اور قیام کی نیت کی مگر الحمد پڑھنے سے پہلے یاد آگیا کہ قعدہ نہیں کیا

تو تشہد پڑھے اور اس کی نماز ہو گئی اس پر سجدۂ سہو بھی نہیں اور اگر الحمد شروع کرنے کے بعد یاد آئے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے۔ اسی طرح پڑھتا رہے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔

(۱۶) مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب چوتھی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو اس کو یہ گمان ہوا کہ یہ تیسری رکعت ہے پھر اُس نے قرات کی اور اشارہ سے رکوع و سجود کیے تو اس کی نماز بوجہ ترک قعدہ فاسد ہو گئی اور اگر تیسری رکعت میں تھا اور اس کو دوسری رکعت سمجھا اور قرات شروع کردی پھر معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے بلکہ اسی طرح قرات پڑھتا رہے اور نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

(۱۷) مریض اپنی نماز میں قرات و تسبیح اور تشہد و درود و دعا اسی طرح پڑھے جیسے تندرست پڑھتا ہے اور اگر ان سب یا کچھ سے عاجز ہو تو چھوڑ دے۔ تندرست اور مریض میں صرف اُن چیزوں میں فرق ہے جن میں مریض عاجز ہے اور جن پر مریض قادر ہے ان کا حکم اس پر تندرست کی مانند ہے۔

(۱۸) جو نمازیں عذر شرعی سماوی (یعنی بندہ کی طرف سے نہ ہو) کی وجہ سے ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے کی حالت میں پڑھی ہیں اُن کا اعادہ نہ کرے بخلاف وقت کے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا پس اگر مریض وقت سے پہلے جان بوجھکر یا غلطی سے یا سہواً اس خیال سے نماز پڑھ لے کہ پھر بیماری کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے گا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی، وقت کے اندر اس کا اعادہ کرے اور اگر قبلہ کو پہچانتا ہو اور قبلہ کی طرف منھ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو اس کا مُنھ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو اسی طرح نماز پڑھے اور پھر اُس نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اُس کا منھ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو اس کو کہے کہ میرا منھ قبلہ کی طرف کو پھیر دے اگر اس کو حکم نہ کیا اور قبلہ کے سوا کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مریض نجس بچھونے پر ہو تو اگر پاک بچھونا نہیں ملتا، یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے تو نجس بچھونے پر نماز پڑھ لے اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اگر ایسا شخص مل جائے جو کہ اس کا بچھونا بدل دے تو چاہئے کہ اس کو کہے اور اگر نہ کہا اور نجس بچھونے پر نماز پڑھ لی تو جائز نہیں ہوگی کسی مریض کے نیچے نجس کپڑے ہیں تو اگر اس کا یہ حال ہے کہ جو بچھونا بدل کر اس کے نیچے بچھایا جائے گا وہ فوراً یعنی قبل اس کے کہ وضو اور نماز سے فارغ ہو اس قدر نجس ہو جائے گا جو نماز کا مانع ہے تو اسی حالت میں نماز پڑھے اسی طرح اگر دوسرا بچھونا فوراً یعنی نماز پڑھتے پڑھتے نجس تو نہیں ہوتا لیکن بچھونا بدلنے میں حرکت کی وجہ سے اس کو بہت تکلیف ہوگی یا مرض میں زیادتی ہوگی تو نہ بدلیں اور وہ اسی پر نماز پڑھے اور کوئی شک نہ کرے اس لئے کہ وہ اس کے حق میں پاک ہے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص ایسا بیمار ہو کہ نماز کے کسی خاص رکن پر بغیر حدث قادر نہ ہو تو وہ رکن اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یعنی وہ حدث نہ کرے بلکہ اس رکن کو چھوڑ دے پس اگر کسی شخص کے زخم ہو اور اس کی وجہ سے

جب وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور اس کے سوا رکوع و قیام اور قرات پر قادر ہے تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے یہی مستحب و افضل ہے لیکن اگر قیام و قرات اور رکوع کھڑے ہو کر ادا کرے اور سجدہ بیٹھکر اشارہ سے ادا کرے تب بھی جائز ہے لیکن افضل نہیں ــ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اس کو پیشاب جاری ہو جائے گا یا قطرہ آجائے گا یا زخم بہنے لگے گا یا قرات بالکل یعنی بقدر فرض بھی نہ کر سکے گا یا چوتھائی ستر کھل جائے گا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کوئی حرج نہ ہوگا تو اس پر فرض ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے جبکہ اس عذر کو کسی اور طرح سے نہ روک سکے۔ اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے پیشاب یا زخم سے خون جاری ہوتا ہو اور لیٹنے سے کچھ جاری نہ ہوتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھکر رکوع و سجود کے ساتھ نماز ادا کرے اس لئے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بلا عذر جائز نہیں ہے جیسا کہ نماز حدث (بے وضو ہونے) کے ساتھ بلا عذر جائز نہیں ہے پس ارکان کی ادائیگی کے ساتھ نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی اور امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ ان سب مذکورہ صورتوں میں اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے بالاجماع ــ اسی طرح اگر کسی شخص کو کھڑا ہونے میں دشمن کا خوف ہو یا ایسے چھوٹے خیمہ یا مکان میں ہو کہ اس میں کھڑا نہیں ہو سکتا اور اگر وہ باہر نکلے تو کیچڑ اور بارش کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ باہر مچھر اس طرح کاٹتے ہوں کہ خون نکل آتا ہے تو اندر ہی بیٹھ کر پڑھے کیونکہ یہ بھی عذر ہے اور ان سب صورتوں میں بھی اعادہ لازم نہیں ہے کیونکہ یہ بھی عذر سماوی ہیں۔

(۲۰) اگر کسی شخص کا غلام بیمار ہو جو وضو پر قادر نہیں تو مالک پر واجب ہے کہ اس کو وضو کرادے اور اگر کسی کی عورت ایسی بیمار ہو کہ خود وضو نہ کر سکے تو خاوند پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر خاوند ایسا بیمار ہو تو عورت پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے لیکن اگر عورت خاوند سے یا خاوند عورت سے امداد طلب کرے اور وہ مدد کرے تو وضو کرنا فرض ہے اور تیمم جائز نہیں اگرچہ امداد کرنا اُن پر واجب نہیں تھا۔ فافہم۔

(۲۱) اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوش رہا تو ان نمازوں کو قضا کرے اور اگر بیہوشی پانچ نمازوں سے بڑھ جائے یعنی چھ نمازیں ہو جائیں تو اب ان نمازوں کی قضا نہ کرے کیونکہ یہ بسبب حرج کے اس سے ساقط ہو گئیں اور جنون کا حکم مثل بے ہوشی کے ہے یہی صحیح ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ برابر بیہوشی رہے اور اس مدت میں کبھی افاقہ نہ ہو لیکن اگر افاقہ ہوتا ہو اور افاقہ کا ایک وقت مقرر ہے مثلاً روزانہ صبح کے وقت مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے اور کچھ ہوش آجاتا ہے اور تھوڑی دیر افاقہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ مرض لوٹ آتا ہے اور وہ بیہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس افاقہ سے پہلے اگر بیہوشی ایک دن رات سے کم تھی تو بیہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور ان نمازوں کی قضا واجب ہو گی۔ اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو لیکن کبھی یکایک افاقہ ہو جاتا ہے اور تندرستوں کی سی باتیں کرتا ہے پھر بیہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بیہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی۔ اگر کسی درندہ

جانور یا آدمی کے خوف یا سخت بیماری سے ایک دن رات سے زیادہ بیہوش رہا تو بالاجماع قضا اس سے ساقط ہو جائے گی، کیونکہ یہ ضعفِ قلب کی وجہ سے ہے جو کہ مرض ہے اور مرض بہ سببِ آسمانی ہوتا ہے ـــــ اگر شراب پی اور اس کے نشہ کی وجہ سے ایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی خواہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانے تک رہے اور خواہ دوائی کی غرض سے پی ہو یا کسی نے مجبور کر کے پلا دی ہو تب بھی قضا واجب ہے کیونکہ بندوں کے فعل سے اللہ کا حق ساقط نہیں ہوتا ـــــ اسی طرح اگر بھنگ یا کوئی اور دوائی پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل درست نہ رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اس لئے سب وقتوں کی قضا دیوے۔ (لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اگر بھنگ کا استعمال دوائی کے طور پر ہو تو چونکہ یہ مباح ہے پس وہ مرض کی مانند ہو گیا اور اس پر چھ نمازوں تک بیہوشی رہنے کی صورت میں قضا لازم نہیں ہے لیکن اگر بھنگ کا استعمال نشے کے لئے کرے گا تو شراب کی طرح معصیت ہے اور کوئی نماز اس سے ساقط نہیں ہوگی اور شراب کو اگر مباح طریقہ سے پئے گا مثلاً کسی کے مجبور کرنے سے پی لے گا تو اس کا حکم بھی امام محمدؒ کے نزدیک بھنگ کی طرح ہوگا) ـــــ اگر ایک دن رات سے زیادہ سوتا رہا تو یہ سب نمازیں قضا کرے کیونکہ عادتاً ایک دن رات سے زیادہ کوئی نہیں سوتا پس یہ بھی بندہ کا اپنا فعل ہے آسمانی نہیں ہے۔

(۲۲) اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ گیا کہ غنودگی وغیرہ کی وجہ سے اس کو رکعتوں کا شمار اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہیں رہتا تو اس پر اس وقت کی نمازوں کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ صحت کے بعد ان کی قضا پڑھ لے لیکن اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے اور یہ بتلانا تعلیم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے اس لئے یہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ یہی حکم اُس شخص کا ہے جس کو زیادہ بڑھاپے کے سبب عقل میں فتور آ گیا ہو اور رکعتوں کی تعداد اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہ رکھ سکتا ہو تو دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے۔ اس مسئلہ میں محض شک و شبہ مراد نہیں کہ وہ تندرست کو بھی ہوتا ہے اور شک کے مسئلے سجدۂ سہو کے بعد بیان ہوئے ہیں۔

(۲۳) اگر کسی کے دانتوں میں درد ہوتا ہو اور منہ میں سردپانی یا کوئی دوائی ڈالے بغیر درد میں سکون نہیں ہوتا تو اس کو چاہئے کہ اگر کوئی شخص امامت کے لائق مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اسی حالت میں یعنی منہ میں دوائی رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قراءت وغیرہ نہ کرے۔

(۲۴) مریض کے واسطے مستحب ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ جمعہ کی نماز سے امام فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کرے تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے۔

(۲۵) مریض کی جو نمازیں حالتِ مرض میں قضا ہو گئیں ان کو جب صحت ہونے پر قضا کرے تو اس طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اور اگر اُس حالت کی طرح پڑھی جس حالت کی نماز فوت ہو گئی تھی مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے تو نماز

جائز نہ ہوگی۔ اور اگر صحت کی حالت میں کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں اور اُن کو بیماری کی حالت میں قضا کرتا ہے تو اس طرح پڑھے جس پر اب قادر ہے یعنی بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز ہوجائے گی اس وقت صحت کی طرح سے پڑھنا واجب نہیں (پس یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی طاقت آجائیگی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع سجدے کرنے لگوں گا تب پڑھونگا کیونکہ یہ سب شیطانی خیالات ہیں، دینداری کی بات یہ ہے کہ جب بھی قضا کی توفیق وارادہ ہوگیا فوراً پڑھ لے دیر نہ کرے کیونکہ معلوم نہیں کتنی زندگی باقی ہے اور کب موت آجائے پھر توفیق اور وقت ملے یا نہ ملے)۔

مسافر کی نماز کا بیان

مسافر اور سفرِ شرعی کی تعریف

(۱) مسافر ہر سفر کرنے والے کو کہتے ہیں مگر شریعت میں مسافر اُس کو کہتے ہیں جو اتنی دور جانے کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے جہاں تین دن میں پہنچ سکے اس سے کم سفر میں مسافر نہیں ہوتا اور جب وہ مسافر بستی سے باہر ہوجائے اس وقت سے ہی مسافر شمار ہوتا ہے۔ تین دن میں پہنچنے سے یہ غرض نہیں کہ سارا دن چل کر تین دن میں پہنچے کیونکہ کھانے پینے اور نماز و دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضروری ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہر روز صبح سے زوال تک چلنا معتبر ہے اس طرح کہ درمیان میں اس قدر ٹھہرنا بھی جائے جتنا عادۃً آرام لینا چاہیئے۔ چال سے مراد درمیانی چال ہے اور وہ خشکی میں اونٹوں اور پیدل چلنے والوں کی چال ہے اور دن سے سال کا چھوٹے سے چھوٹا دن مراد ہے اور وہ دن اس جگہ کا مراد ہے جہاں دن رات معتدل ہوں، لہذا جن شہروں میں بہت ہی چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔

(۲) ٹھیک بات تو یہی ہے کہ فرسخوں، کوسوں اور میلوں کے حساب کا اعتبار نہیں کیونکہ کوس کہیں بڑے ہوتے ہیں کہیں چھوٹے بلکہ ہر جگہ تین منزل کی مسافت ہی معتبر ہے لیکن عوام کی آسانی کے لئے خشکی میں اڑتالیس میل انگریزی کی مسافت تین منزل کے برابر سمجھ لی گئی ہے اور ہمارے زمانے کے علماء کا اسی پر فتویٰ ہے (اگرچہ بعض نے اس سے کم وبیش میل بھی متعین کئے ہیں)

(۳) دریا و سمندر کے راستے میں تین دن کشتی کی چال سے ایسی حالت میں معتبر ہیں کہ ہوا اعتدال کے ساتھ ہو نہ بہت تیز ہو نہ ساکن ہو، اسی طرح پہاڑی راستہ میں بھی وہیں کی چال کے تین دن اعتبار کئے جائیں گے اگرچہ ہموار زمین میں وہ راستہ تین دن سے کم میں طے ہو۔ ہر مقام میں اسی چال کا اعتبار ہوتا ہے جو اس کے حال کے لائق ہو۔ زمین کی چال کا دریا کی چال میں اور دریا کی چال کا زمین کی چال میں اعتبار نہیں ہوتا پس وہاں ہی کی عادت کے بموجب چال کا اعتبار ہوگا اور اشتباہ کے وقت وہاں کے لوگوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

(۴) مدت کا اعتبار اس راستے سے ہوتا ہے جس راستے سے وہ جاتا ہے خواہ ان دونوں راستوں میں سے کسی راستے کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض صحیح ہو یا نہ ہو، پس اگر کسی شہر کا قصد کیا اور اس کے دو راستے ہیں ایک تین دن رات کا راستہ ہے

اور دوسرا کم کا تو اگر دور کے راستے سے چلا تو مسافر ہو جائے گا اور قریبی راستے کی طرف سے چلا تو مسافر نہیں ہو گا بلکہ پوری نماز پڑھے گا۔ اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہیں ایک دریا کا راستہ جو تین دن میں پورا ہوتا ہے اور دوسرا خشکی کا راستہ جو دو دن میں پورا ہوتا ہے تو اگر دریا کے راستے سے جائے گا تو نماز میں قصر کرے گا اور خشکی کے راستے میں قصر نہیں کرے گا اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی خشکی کے راستے سے تین دن میں پہنچے اور دریا کے راستے سے دو دن میں تو خشکی کے راستے میں قصر کرے اور دریا کے راستے میں قصر نہ کرے، اسی طرح ایک راستہ ہموار زمین میں ہے جو دو دن کا ہے اور دوسرا پہاڑی زمین میں جو تین دن کا ہے تو پہاڑی راستے میں قصر کرے اور ہموار راستے میں قصر نہ کرے اور اس کے برخلاف کا حکم بھی برخلاف ہے وقس علی ہذا۔

(۵) اگر عادت کے بموجب تین دن کی راہ تھی اور کوئی شخص ریل گاڑی یا ہوائی جہاز یا موٹر یا گھوڑے یا تانگہ یا بیل گاڑی وغیرہ پر سوار ہو کر دو دن یا کم میں پہنچ گیا تب بھی شرعاً مسافر ہے پس نماز قصر کرے خواہ کتنی ہی جلدی پہنچ جائے اور اگر تین دن سے کم کے راستے کو کسی سست سواری بیل گاڑی وغیرہ پر تین یا زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں ـــــ اگر کسی ولی نے تین دن کی راہ کو اپنی کرامت سے بہت تھوڑے زمانے میں طے کیا تو ظاہر یہی ہے کہ مسافر کے احکام اس کے لئے ثابت ہوں گے مگر امام ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدیر میں اس کا مسافر ہونا مستبعد فرمایا اس لئے کہ اس میں مشقت جو قصر کی علت ہے نہیں پائی جاتی۔

احکامِ سفر

(۱) وہ احکام جو سفر سے بدل جاتے ہیں یہ ہیں: نماز[۱] کا قصر ہونا، روزہ[۲] نہ رکھنے کا مباح ہونا، موزوں[۳] کے مسح کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا، جمعہ[۴] و عیدین اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جانا، آزاد[۵] عورت کو بغیر محرم کے باہر نکلنا حرام ہو جانا۔ (اس بیان میں نماز قصر ہونے کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔)

(۲) نماز میں قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی مسافر پر چار رکعتوں والی فرض نماز یعنی ظہر، عصر اور عشا میں دو رکعتیں فرض ہیں اور فجر و مغرب اور وتر کی نمازیں اپنے حال پر رہتی ہیں یعنی ان میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مسافر پر قصر کرنا واجب ہے اور پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے جیسے کوئی ظہر کے فرض چھ رکعت یا فجر کے فرض چار رکعت پڑھے تو گنہگار ہو گا۔ پس اگر مسافر نے قصر نماز میں چار رکعتیں پڑھ لیں اور دوسری رکعت میں بقدرِ تشہد قعدہ کیا تو اخیر میں سجدہ سہو کر لینے سے نماز جائز ہو جائے گی اور پہلی دو رکعتیں فرض اور اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن قصداً ایسا کرنے سے گنہگار یعنی مکروہ تحریمی کا مرتکب ہو گا کیونکہ اس سے چار واجب ترک ہوں گے ایک قصر جو کہ واجب ہے اور دوسرا قعدۂ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ، قعدۂ اخیرہ ہے اُسے اس کے بعد فوراً سلام پھیر دینا چاہئے تھا جو اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا، تیسرا نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کا ترک، چوتھا نفل کو فرض میں ملا دینا) اور اگر بھولے سے ایسا ہو گیا تو گناہ بھی نہیں اور اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد نہ بیٹھا تو قعدۂ اخیرہ کے ترک سے جو کہ فرض ہے اس کی فرض نماز باطل ہو گئی اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں اس لئے فرض نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اسی طرح اگر پہلی

دونوں رکعتوں میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت چھوڑ دی اور آخری رکعتوں میں پڑھی تو اس کے فرض صحیح نہیں ہوں گے اس لئے کہ اس کو پہلی دونوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورۃ ملانا فرض ہے۔ لیکن اگر وہ تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اقامت کی نیت کر لے تو اس کے فرض باطل نہیں ہوں گے مگر اس کو تیسری رکعت کا قیام و رکوع لوٹانا چاہئے کیونکہ وہ پہلا قیام و رکوع نفل میں واقع ہوا ہے اس لئے فرض کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اور قرأت اگر اس نے پہلی دو رکعتوں میں کر لی ہے تو آخری دو رکعتوں میں اس کو اختیار ہے کرے یا نہ کرے اور اگر پہلی رکعتوں میں نہیں کی تو آخری میں ان کی قرأت کی قضا کرے اور یہ حکم برابر ہے خواہ قعدۂ اولیٰ میں بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ میں نیت کی تو فرض نفل ہو جائیں گے، یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک سجدہ پیشانی کے رکھنے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ حکم ان کے نزدیک اس وقت ہے جبکہ قعدۂ اولیٰ میں نہ بیٹھا ہو اگر بیٹھا ہو تو دو رکعت فرض پورے ہو جائیں گے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک جب تک سجدہ سے سر نہ اٹھائے تب تک نیت اقامت کر لینے سے اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے یہی اصح ہے۔

(۳) سنتوں میں قصر نہیں ہے یعنی جہاں چار سنتیں پڑھی جاتی ہیں مسافر بھی چار ہی پڑھے۔ بعض فقہا نے مسافر کے واسطے مؤکدہ سنتوں کا چھوڑنا جائز لکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف اور جلدی کی حالت میں مثلاً یہ کہ چل رہا ہے اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا ڈر ہے سنت نہ پڑھے کیونکہ یہ ترک عذر کی وجہ سے ہے اور امن و بے خوفی کی حالت ہو اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا ڈر نہ ہو مثلاً کسی منزل پر ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھے۔ بعض نے کہا کہ فجر کی سنتیں خاص طور پر پڑھے اور ان کو ترک نہ کرے کیونکہ یہ مثل واجب کے ہیں اور بعض نے کہا کہ مغرب کی دو مؤکدہ سنتوں کا بھی یہی حکم ہے پس ان کا ترک نہ کرنا بھی بہتر ہے۔

(۴) سفر کے احکام ہر مسافر کے واسطے ہیں خواہ اس کا سفر طاعت کے لئے یعنی مشروع کام کے لئے ہو مثلاً خرید و فروخت یا حج و عمرہ وغیرہ کے لئے جانا یا معصیت یعنی غیر مشروع کام کے لئے ہو جیسے رہزنی وغیرہ کے لئے جانا بہر حال مسافر کے احکام اس کے واسطے ثابت ہوں گے اور اسی طرح سوار اور پیدل چلنے والے کا حکم بھی برابر ہے۔

(۵) جب اپنے شہر یا بستی (یعنی آبادی) سے باہر نکل جائے اور مکانات کو پیچھے چھوڑ دے اس وقت سے قصر کرے اور جب تک آبادی کے اندر چلتا رہے تب تک مسافر نہیں ہوا اس لئے قصر نہ کرے کسی اور آبادی کا اعتبار نہیں لیکن اگر ایک یا کئی گاؤں شہر پناہ سے ملے ہوئے ہوں تو ان سے نکل جانا بھی معتبر ہوگا اور جو گاؤں فنائے شہر سے ملا ہوا ہے شہر والے کے لئے اس گاؤں سے باہر ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اُس سے باہر نکلنے سے پہلے قصر کرے۔ اسی طرح شہر کے متصل جو باغ ہوں اگرچہ اُن کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں اور ان میں ان کے مکان اور جھونپڑیاں ہوں اُن باغوں سے نکل جانا بھی ضروری نہیں اس لئے کہ باغ آبادی میں داخل نہیں اگرچہ وہ آبادی کے بالکل متصل ہوں ـــــ فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، مٹی کوڑا ڈالنے کی جگہ، اگر یہ شہر سے متصل ہو تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر شہر اور فنا کے درمیان دو سو گز یا زیادہ فاصلہ ہو یا درمیان میں کھیت ہو تو فنا سے باہر ہو جانا

ضروری نہیں۔ اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو وہ شہر سے متصل کے حکم میں ہے۔ (بخلاف جمعہ کے کہ جمعہ کا قائم کرنا فنائے شہر میں ہر حال میں صحیح ہے خواہ وہ شہر سے متصل ہو یا کھیت وغیرہ سے جدا ہو جاتی ہو کیونکہ جمعہ برخلاف سفر کے شہر کے مصالح میں سے ہے)۔ اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو اور متصل نہ ہو تو وہاں پہنچ کر قصر پڑھے۔

(۶) جس طرف سے شہر سے نکلتا ہے اسی طرف سے اس شہر سے نکلنے کا اعتبار ہے پس اگر ایک طرف سے شہر سے باہر نکل گیا اور دوسری طرف شہر کے مکانات اس کی سیدھ میں پڑتے ہیں تو وہ مسافر ہو گیا نماز قصر کرے اور دوسری طرف کے سیدھ میں پڑنے والوں کے مکانوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور جس طرف سے نکلتا ہے اگر اس طرف کوئی ایسا محلہ ہو جو اب شہر سے جدا ہو گیا ہو اور پہلے ملا ہوا ہو تو جب تک اس محلہ سے باہر نہ ہو جائے نماز قصر نہ کرے۔ اور جو محلہ ویران ہو گیا اور اس میں عمارت نہیں رہی خواہ وہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا یا اب بھی ملا ہوا ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں ہے۔ اور جس طرف سے آبادی سے نکلا ہے اگر اس کے دونوں طرف اس کی سیدھ میں آبادی پڑتی ہے تو اس کا اعتبار کیا جائیگا اور اس سے باہر ہونا شرط ہوگا صرف ایک طرف سیدھ میں پڑنے والی آبادی سے باہر ہونا شرط نہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ بظاہر فنائے متصل کا سیدھ میں پڑنا بھی آبادی کے سیدھ میں پڑنے کے حکم میں ہے۔

(۷) اسی طرح جب سفر سے اپنے شہر کی طرف لوٹے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو جائے تب تک وہ مسافر ہے لہذا پوری نماز نہ پڑھے بلکہ قصر پڑھے۔ شہر سے ملحق آبادی یعنی فنائے شہر کا بھی یہی حکم ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس آبادی سے نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے اس میں داخل ہونے سے مقیم ہو جاتا ہے۔

(۸) جب تک شہر یا بستی کی آبادی سے سفر شرعی کی نیت کے ساتھ باہر نہ ہو جائے صرف نیت کرنے سے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر سفر شرعی کی نیت کے بغیر آبادی سے نکلا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔ پس جب تین منزل کے سفر کا قصد کر کے آبادی سے نکلا تب قصر کرے اور اگر اتنا قصد نہ کرے یا بالکل کچھ قصد نہ کرے تو خواہ تمام دنیا کے گرد پھر آئے اس کو سفر کے احکام حاصل نہیں ہوں گے۔ مثلاً کسی ایسے گاؤں کے ارادہ سے نکلا جس میں اس کے گاؤں سے دو دن کا راستہ ہے وہاں پہنچکر دوسری جگہ کا ارادہ ہو گیا جو وہاں سے دو دن کے فاصلہ پر ہے اس طرح خواہ کتنا ہی پھرے مسافر نہ ہوگا البتہ واپسی کے وقت اگر مدتِ سفر پائی گئی یعنی تین منزل کا سفر ہو گیا تو قصر کرے اسی طرح اگر کسی ملزم یا دشمن یا بھاگے ہوئے یا قرضدار کا پیچھا کرے تو اول اپنے گمان غالب پر عمل کرے پس اگر تین منزل پر پہنچ کر مل جانے یا کام بن جانے کا گمان غالب ہو تو نماز قصر کرے اور اگر شروع سفر میں اس گمان کے ساتھ نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ اس کو کہاں ملے گا تو وہ نماز پوری پڑھے خواہ کتنی ہی مدتِ سفر یا قیام ہو جائے لیکن واپسی کے وقت اگر مسافتِ سفر پائی جائے تو قصر کرے۔ یا اور اسی طرح کا سفر کرے جس میں تین دن کے متصل سفر کا قصد نہ ہو مثلاً یہ قصد ہو کہ دو دن کی راہ پہنچکر کچھ کام کرنا ہے وہ کام کر کے

پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا یا مثلاً تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلا لیکن گھر ہی سے یہ نیت ہے کہ راستہ میں فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہ ہوا اور اس کو قصر جائز نہیں ہے۔ اس قصد میں صرف گمان کا غلبہ کافی ہے یقین شرط نہیں یعنی اگر گمان غالب ہو کہ تین دن کا سفر کروں گا تو قصر کرے ورنہ پوری پڑھے اور یہ بھی شرط ہے کہ نیت کی اہلیت رکھتا ہو یعنی عاقل و بالغ ہو۔ لڑکے اور دیوانہ کی نیت کا اعتبار نہیں پس اگر ایک نابالغ لڑکا اور ایک کافر اور ایک حائضہ عورت تین دن کی مسافت پر چلیں اور دوسری منزل پر لڑکا بالغ ہو جائے اور کافر مسلمان ہو جائے اور عورت حیض سے پاک ہو جائے تو لڑکا اور عورت پوری نماز پڑھیں گے اس لئے کہ یہ دونوں ابتدائے سفر میں عذر آسمانی کی وجہ سے نماز کے اہل نہ تھے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے بعد ایک یا دو منزل سفر ہو یعنی تین منزل سے کم سفر باقی ہو، اور اگر آگے کا سفر تین منزل یا اس سے زیادہ باقی ہے تو یہ دونوں قصر کریں گے اس لئے کہ ان کے حق میں اس دوسری منزل سے سفر معتبر ہو گا اور کافر جو مسلمان ہوا ہے وہ یہاں سے ہر حال میں قصر کرے گا خواہ سفر تین دن سے کم باقی ہو یا زیادہ اس لئے کہ وہ ابتدائے سفر میں بوجہ عذرِ اختیاری کے ادائے نماز کا اہل تھا اس لئے اس کے حق میں سفر اوّل منزل سے معتبر ہوا۔

(۹) اگر بادشاہ نے رعایا کی تفتیشِ احوال کے لئے سفر کیا اور مقصود حاصل ہونے پر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن شرعی سفر کی مسافت کا ارادہ نہیں کیا تو قصر نہ کرے لیکن واپسی میں اگر سفر بہ مدتِ مسافت یعنی تین دن یا زیادہ کا ہو تو قصر کرے اور اور اگر شروع سفر میں ہی تین دن کا ارادہ ہو تو قصر کرے اور اگر بادشاہ کا سفر کسی اور غرض کے لئے ہو تو مسافتِ شرعی کی صورت میں قصر کرے ورنہ نہیں خواہ اپنے ملک میں ہو یا کسی دوسرے ملک میں کیونکہ یہ غلط ہے کہ تمام ملکِ محروسہ اس کے لئے بمنزلہ ایک شہر کے ہے پس نیت سفر کے ساتھ شرعی سفر کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے۔

(۱۰) سرکاری ملازم و حکام جو اپنے علاقہ میں دورہ کرتے ہیں تو اگر دورہ مسافتِ شرعی کی مقدار کا ہے تو نمازیں قصر پڑھیں ورنہ پوری ادا کریں یہ نہیں کہ حکام کے حق میں علاقہ ایک شہر کا حکم رکھتا ہو۔ دورہ کے مسافتِ شرعی کی مقدار ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دورہ میں جو مقام ایسا ہو کہ وہاں پہنچ کر آگے بڑھنے کو اپنے صدر مقام کی واپسی سمجھا جاتا ہو یعنی وہاں تک جانے سے اپنے صدر مقام سے وقتاً فوقتاً دوری بڑھتی جاتی ہو اور جب اس مقام سے سفر کیا جائے اپنے مستقر یعنی صدر مقام سے قریب ہوتا جاتا ہے تو اس مقام کو منتہائے سفر کہا جائے گا۔ پس اگر مستقر سے اس مقام تک مسافتِ قصر ہے تو قصر کیا جائے گا جبکہ دوسرے شرائط قصر بھی پائے جائیں اور اگر مسافتِ قصر پر نہیں ہو گا تو قصر نہیں ہو گا مثلاً دائرۂ ذیل میں (الف / ب) نقطۂ الف اس کا مستقر ہے اور نقطۂ ب وہ مقام ہے جہاں تک سفر مقام الف سے دوری کا باعث ہے اور اس سے آگے کا سفر مقام الف سے قرب کا باعث ہے تو ب اس کے سفر کا منتہی سمجھا جائے گا پس اگر الف سے ب تک تین دن کی مسافت ہے تو اس تمام سفر میں قصر کرے ورنہ نہیں۔ (یہ مسئلہ امداد الفتاویٰ جلد اول سے مستفاد ہے، مزید تفصیل علمائے کرام سے معلوم کریں۔ مؤلف)۔

(۱۱) مسافر صرف نیت سے مقیم ہو جاتا ہے پس اگر تین منزل کا ارادہ کر کے چلا پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر کو واپس ہو گیا تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا تب ہی سے مسافر نہیں رہا اگرچہ جنگل میں ہو۔ اس لئے کہ جیسے تین دن کے سفر کے ارادہ سے بستی سے نکلنا سفر شروع ہونے کی شرط ہے اسی طرح سفر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ سفر کے تین دن پورے ہو جائیں پس اگر تین دن پورے ہونے کے بعد واپسی کا ارادہ کیا تو اپنے شہر میں واپس آنے تک قصر کرے اور اگر تین دن پورے ہونے سے پہلے واپسی کا ارادہ کرلے تو وہیں سے پوری نماز پڑھے مثلاً ایک شخص چار منزل کے سفر کے ارادہ سے اپنے شہر سے چلا اور دو منزل جا کر واپسی کی نیت کی تو اب اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور واپسی کی نیت سے پہلے جو قصر نمازیں پڑھی ہیں درست ہیں پس اگر کسی وجہ سے ان نمازوں کو نہیں پڑھ سکا تو ان کو قصر ہی قضا کرے اور اگر تین منزل جا کر واپسی کی نیت کرے تو اپنے شہر میں داخل ہونے تک قصر کرے۔

نیتِ اقامت کے مسائل

(۱) جب تک کسی گاؤں یا شہر (یعنی آبادی) میں ایک ساتھ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تب تک برابر سفر کا حکم رہے گا اور یہ مقیم ہونے کے لئے آبادی کی شرط اس وقت ہے جبکہ تین منزل چل لے اگر تین منزل نہیں چلا اور واپسی کا ارادہ کیا یا اقامت کی نیت کی تو جنگل میں بھی مقیم ہو جائے گا۔

(۲) مسافر کے لئے مقیم ہونے اور پوری نماز پڑھنے کی چھ شرطیں ہیں اول اقامت کی نیت کرنا۔ دوم برابر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرنا خواہ وہ نیت حقیقتاً ہو یا حکماً اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہیں ہوگا۔ سوم اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو کیونکہ جو کسی کے تابع ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں چہارم چلنا موقوف کرنا پس اگر اقامت کی نیت کی اور اسی طرح چلا جا رہا ہے تو نیت صحیح نہیں۔ پنجم جہاں ٹھہرنے کی نیت کی وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یعنی شہر یا بستی ہو، اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد جزیرہ میں ٹھہرنے کی نیت کی تو صحیح نہیں۔ ششم ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے پس اگر دو موضعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا مثلاً ایک موضع میں دس دن اور دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہوگا۔ بعض نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے وہ یہ کہ اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔

(۳) اگر مسلمانوں کا لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے خیمے ہوں اور راستے میں کہیں جنگل میں اتر کر خیمے لگا دیں اور وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ سب ساتھ لے چلنے کا سامان ہے مسکن نہیں ہے اور جو لوگ ہمیشہ جنگل میں ڈیروں خیموں میں رہتے ہیں وہ لوگ جنگل میں جہاں رہتے ہیں وہیں مقیم ہیں اگرچہ وہ اپنی جائے قیام کو کچھ کچھ فاصلہ پر بدلتے رہتے ہوں لیکن جب وہ اپنی جائے قیام سے ایک ساتھ ایسے مقام پر جانے کی نیت کر کے نکلیں جو وہاں سے مسافتِ قصر پر ہو تو مسافر ہو جائیں گے اور اب اُن کے کسی جگہ اقامت کی نیت کرنے سے مقیم ہو جانے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مقیم نہیں ہوتے اور بعض کے نزدیک وہ پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے ٹھہریں تو مقیم ہو جائیں گے بشرطیکہ جہاں وہ ٹھہریں وہاں پانی اور گھاس

دستیاب ہوتا ہو جو مدت اقامت کے لئے کافی ہو کیونکہ اُن کے لئے جنگل ایسا ہی ہے جیسا ہمارے لئے شہر اور گاؤں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور وہ خیموں والے جب ایسی جگہ جائیں جو مدتِ سفر سے کم دور ہو تو مقیم ہی رہیں گے اور ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ میں جانے کے سبب سے جبکہ وہ مدتِ سفر سے کم دور ہو اقامت جاتی نہیں رہے گی لیکن اگر ایسی جگہ جائیں کہ دونوں جگہوں میں مدتِ سفر کا فاصلہ ہو تو اس صورت میں اگر سفر کی نیت کریں تو قصر کریں اور اگر نیتِ سفر نہ کریں تو قصر بھی نہ کریں اور اگر خیمہ والوں کے ساتھ غیر خیمہ والا اقامت کرے تو صحیح تر یہ ہے کہ اس کی اقامت درست نہیں ہوگی

(۴) کشتی و جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی سے متصل نہ ہو اور ملاح وغیرہ ملازمینِ جہاز و کشتی مسافر ہیں اگرچہ ان کے اہل و مال و متاع ہمراہ ہوں جب وہ شرعاً مسافر ہو کر روانہ ہو چکا ہے تو اب وہ مسافر ہی رہے گا۔ اور کشتی و جہاز وطن نہیں ہے ـــ اور اس پر اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہیں ہوگا لیکن دو صورتوں میں وہ مقیم ہے، اول جبکہ ابھی تک وہ جہاز یا کشتی آبادی سے باہر نہیں نکلی جبکہ وہ بندرگاہ یا کشتی کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی کے متصل ہے تو وہ ابھی تک وطن اصلی کی اقامت سے مقیم ہے کشتی کی اقامت . . . , . . . کی وجہ سے نہیں۔ دوم جب وہ کشتی یا جہاز کسی ایسے کنارہ پر لنگر انداز ہوتا ہے جو کسی شہر یا بستی سے متصل ہے یعنی شہر سے سلسلۂ آبادی متصلاً وہاں تک چلا آتا ہے درمیان میں کوئی کھیت یا باغ یا کوئی بڑا میدان و جنگل حائل نہیں تو وہ کنارہ بھی حکمِ مصر میں ہوگا اس صورت میں وہاں اقامت کی نیت معتبر ہو جائے گی اور اگر اس طرح سے متصل نہیں ہے تو وہ حکمِ مصر میں نہیں ہوگا اور وہاں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔

(۵) اگر کسی شہر میں برسوں اسی ارادہ پر رہے کہ جب اس کا کام ہو جائے گا چلا جاؤں گا اور ایک ساتھ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مثلاً یہ نیت ہے کہ دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو چلا جاؤں گا جب وہ دن گذر گئے پھر یہی قصد ہے کہ دو چار دن اور لگ جائیں گے اس طرح خواہ پندرہ دن یا اس سے کتنا ہی زیادہ رہے قصر نماز ہی پڑھتا رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر نیت میں تردد رہا اور یہی خیال رہا کہ پندرہ دن سے پہلے چلا جاؤں گا تو ایسی نیت سے اقامت نہیں ہوگی جبتک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے۔ اور اگر قافلہ یا جہاز کے ساتھ جانا ہو اور قافلہ یا جہاز کا پندرہ دن یا زیادہ دیر کر کے جانا معلوم ہو تو حکماً یہ نیت اقامت ہو جائے گی اور وہ پوری نماز پڑھے مثلاً حج کے جانے والے لوگ جب بغداد یا شام میں پہنچیں اور وہاں ٹھہرنے کی نیت نہ کریں اور یہ ارادہ کریں کہ بغیر قافلہ کے نہ جائیں گے جب قافلہ جائے گا تو جائیں گے اور یہ بات معلوم ہے کہ قافلہ اب سے پندرہ روز میں یا زیادہ دنوں میں جائے گا تو پوری چار رکعتیں پڑھیں قصر نہ کریں اس لئے کہ ضمناً و حکماً اقامت کی نیت ہو گئی۔

(۶) اگر کوئی شخص دو مقاموں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اگر وہ دونوں مقام مستقل جدا جدا ہوں جیسے مکہ اور منیٰ یا کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا اور اگر ایک مقام دوسرے کا تابع ہو یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں پر جمعہ

واجب ہوتا ہو یعنی ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ سُنائی دیتی ہو، مثلاً کوئی بستی جو شہر سے اتنی قریب ہو کہ شہر کی اذان وہاں سنائی دیتی ہو[1] یا دو موضع جو حکماً متحد ہوں اس طرح کہ جب تک دونوں سے باہر نہ ہو جائے نماز قصر نہیں ہوتی تو ان دونوں مقاموں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرنے سے مقیم ہو جائے گا مثلاً یوں نیت کی کہ شہر میں دس روز اور اُس متصلہ گاؤں میں پانچ روز رہوں گا تو اقامت درست ہے۔

(۷) اگر دو بستیوں میں پندرہ روز اس طرح ٹھہرنے کی نیت کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہوں گا اور رات کو دوسری بستی میں تو درست ہے اور جہاں رات کو رہنے کا قصد ہے وہاں مقیم ہو جائے گا۔ مثلاً یہ نیت کی کہ پندرہ روز کی راتیں منیٰ میں رہوں گا اور اُن پندرہ روز کے دن کا حصہ مکہ مکرمہ میں رہوں گا تو منیٰ میں مقیم ہو جائے گا پس اگر پہلے دن وہاں گیا جہاں دن میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے یعنی مثال مذکور میں مکہ میں تو وہاں داخل ہونے سے مقیم نہیں ہوگا (پس جب تک رہے دونوں جگہ قصر کرے۔ مؤلف) اور اگر پہلے وہاں گیا جہاں رات میں رہنے کا قصد ہے یعنی منیٰ میں تو مقیم ہو جائیگا پھر یہاں سے مکہ میں گیا تو بھی مقیم ہی ہے مسافر نہیں ہوا پس اب جب تک رہے دونوں جگہ پوری نماز پڑھے پھر جب منیٰ سے رخصت ہو کر یعنی اقامت ختم کر کے مکہ میں آئے تو قصر نماز پڑھے کیونکہ اب یہ وطنِ اقامت نہیں رہا۔

(۸) جب حج کو جانے والے لوگ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہوں اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کریں تو اقامت صحیح نہیں اس لئے کہ حج میں منیٰ اور عرفات کو ضرور جائے گا تو شرط پوری نہیں ہوگی اور یہ ایسا ہوا جیسا کہ نیتِ اقامت موضعِ اقامت کے سوا یعنی بیجگہ کرنا اور اس کی حالت کا اس کے ارادہ کے منافی ہونا کیونکہ وہ پندرہ دن سے پہلے خروج کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۹) اگر اسلامی لشکر نے دارالحرب میں کسی شہر یا اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا یا دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ شہر یا اس کے قلعہ میں یا ایسی جگہ کیا جہاں شہر نہ ہو اور وہاں وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تب بھی نماز قصر کریں اسلئے کہ ایسے موقعوں میں قرار بھی ہوتا ہے اور فرار بھی اور اس کی نیت اس کے ارادہ کے منافی ہوتی ہے پس وہاں اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ شہر کا محاصرہ سمندر کی سطح پر سے کیا ہو کیونکہ اس سمندر کی سطح کے لئے دارالحرب کا حکم ہے ۔ اگر کوئی شخص دارالحرب میں امان حاصل کر کے داخل ہوا اور موضعِ اقامت میں اقامت کی نیت سے ٹھہرا تو اس کی نیت اقامت صحیح ہے کیونکہ امن کے باعث اس کا کوئی مزاحم نہیں ہوگا پس وہ تردد سے خالی ہے۔ اگر دارالحرب میں حربیوں میں سے کوئی شخص مسلمان ہوا اور حربیوں کو اس کے اسلام کی خبر ہوئی اور وہ اس کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرنے لگے اور وہ ان کے خوف سے تین دن کے سفر کا ارادہ کر کے بھاگا تو وہ مسافر ہو گیا اگرچہ کسی جگہ ایک مہینے تک یا اس سے زیادہ چھپا رہا ہو اس لئے کہ اب وہ ان سے لڑنے والا ہو گیا اور اس کا حال متردد ہے کہ مدتِ اقامت سے پہلے جب بھی موقع ملے گا وہ نکل جائے گا۔ اور اگر اسی شہر میں چھپا رہا تو مقیم رہے گا کیونکہ جب تک

[1] یہ بعض کے نزدیک ہے لیکن ارجح و اصح یہ ہے کہ اگر وہ بستی اپنا الگ نام رکھتی ہے فنائے شہر کی آبادی نہیں ہے تو اس بستی والوں پر جمعہ کے لئے شہر میں آنا فرض نہیں اور نہ اس بستی میں جمعہ جائز ہے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں آتا ہے۔ (مؤلف)

وہاں سے مدت سفر کے ارادہ سے باہر نہ نکلے مسافر نہیں ہوگا اور یہی حکم اس شخص کے واسطے ہے جو امن مانگ کر دار الحرب میں داخل ہوا اور پھر ان لوگوں نے اپنا عہد توڑ کر اس کے قتل کا ارادہ کیا وہ اسی شہر میں چھپ گیا تو نماز پوری پڑھے اسلئے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا جب تک وہاں سے شرعی سفر کے ارادہ سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہوگا ـــــ اگر دار الحرب میں کوئی مسلمان قیدی ہو پھر یکایک اُن سے چھوٹ جائے یعنی بھاگ جائے اور کسی غار وغیرہ میں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو مقیم نہ ہوگا کیونکہ یہ محل اقامت نہیں ہے اور اس کا حال متردّد ہے ـــــ اور اسی طرح اگر دار الحرب میں کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہوگئے اور اہلِ حرب نے ان سے لڑائی شروع کردی تو جب تک وہ لوگ جو مسلمان ہوگئے ہیں اپنے شہر میں ہوں پوری نماز پڑھیں کیونکہ وہ وہاں مقیم ہی ہیں اور اگر اہلِ حرب اُن کے شہر پر غالب آجائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کر کے وہاں سے نکلیں تب بھی وہ نماز پوری پڑھیں گے اور اگر تین دن کے سفر کا قصد کر کے نکلیں گے تو نماز میں قصر کریں گے اور اگر پھر اپنے شہر میں آویں اور اب مشرکین اس شہر میں نہ ہوں یعنی مشرک اس پر قبضہ کر کے وہاں مقیم نہیں ہوئے تو اب یہ نماز پوری پڑھیں گے کیونکہ اب یہ مقیم ہوگئے۔ اور اگر مشرکین ان کے شہر پر غالب ہو کر وہیں مقیم ہیں پھر مسلمان واپس آئے اور مشرکین پر غالب آگئے اور مشرکین شہر کو خالی کر کے بھاگ گئے یا مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور کسی شہر پر غالب ہوجائے تو اگر مسلمان اس شہر میں اپنا گھر اور منزل بنالیں اور وہاں سے نکلنے کا قصد نہ کریں تو وہ دار الاسلام ہوگیا اس میں پوری نماز پڑھیں اور اگر اس کو اپنا گھر نہ بنائیں لیکن ایک مہینہ یا زیادہ (یعنی پندرہ دن یا زیادہ) ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو نماز میں قصر کریں یہ نیت اقامت غیر معتبر ہے کیونکہ وہ شہر ابھی تک دار الحرب باقی ہے اور وہ محارب ہیں بخلاف پہلی صورت کے (کہ اس کو مسکن بنالینے سے وہ دار الاسلام ہوگیا)۔

(۱۰) اگر کوئی تاجر کسی شہر میں اپنی حاجت کے واسطے داخل ہوا اور وہ اپنی حاجت پوری کرنے کے واسطے پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا حال یہ ہے کہ جب اس کی حاجت پوری ہوجائے گی چلا جائے گا اور اگر حاجت پوری نہ ہوگی تو ٹھہرا رہے گا پس اس کی نیت مضبوط نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سفر شرعی سے کم مقدار کی جگہ پر جانے کا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ سفر کی رخصتیں یعنی نماز کا قصر کرنا اور روزہ کا افطار وغیرہ اس کو حاصل ہوجائے اور اس کے لئے یہ حیلہ کرے کہ کسی تین منزل یا زیادہ دور کے سفر کی نیت کرے تو یہ غلط ہے اور اس سے افطار و قصر جائز نہ ہوگا اس لئے کہ یہ نیت جھوٹی اور اس کے عزم کے منافی ہے اور دل کے یقین یا غلبۂ ظن سے نہیں ہے پس ایسی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر مسافر اقامت کی نیت کرے لیکن حقیقت میں اقامت کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ مقیموں کی طرح نماز پوری پڑھے یا مقیم مقتدیوں کو پوری نماز پڑھاوے تو ایسی نیت سے مقیم نہیں ہوگا پس اس کے فرض چار نہیں ہوں گے بلکہ دو فرض اور دو نفل ہوں گے اور جو مقتدی اس کے پیچھے اس کے ساتھ پوری نماز پڑھیں گے ان کی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے ہوں گے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کی اقتدا کی نیت کریں لیکن اگر اس سے جدا نماز

پڑھنے کی نیت کریں اور صورۃً اس کی موافقت کریں تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تابع و متبوع کی نیت کے مسائل

(۱) جو شخص کسی کا تابع ہو اور اس کی فرمانبرداری اس پر لازم ہو تو وہ اسی کی نیتِ اقامت سے مقیم ہوگا اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہوگا اس لئے کہ متبوع کی نیت معتبر ہے اور تابع کی نیت معتبر نہیں اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کر سکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے ارادہ میں مستقل ہے اور وہ اصل ہے پس وہ اقامت و سفر پر قادر ہے اور جو شخص اقامت اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا پس عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے امیر کے ساتھ یا امیر خلیفہ کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے بموجب وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے لیکن عورت اپنے شوہر کے تابع اس وقت ہوتی ہے جب وہ اُس کا مہر معجل ادا کر دے اور اگر ادا نہ کرے تو وہ شوہر کے تابع نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ اپنے شہر سے نکلنے سے روک سکتی ہے اور اس زوجہ کو اختیار ہے کہ مہر معجل کی ادائیگی سے پہلے اپنے نفس کو اپنے خاوند سے روک لیوے اور جہاں وہ رہتا ہے وہاں نہ رہے اور جب خاوند کے ساتھ سفر پر نکلے تو جب کسی شہر یا گاؤں میں پہنچے تو اپنی نیتِ اقامت اس کے لئے صحیح ہے کیونکہ وہ اس وقت اپنے خاوند کے تابع نہیں ہے اگرچہ وہ جنگل میں اس کے تابع تھی۔ اور مہر مؤجل والی عورت ہر حال میں اپنے خاوند کے تابع ہے۔ اور غلام اگر مکاتب ہو تو اس پر اپنے آقا کی اطاعت لازمی نہیں ہے اس لئے کہ اس کو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر سفر کا اختیار ہے لہذا وہ آقا کے تابع نہ ہوا۔ اور شاگرد اگر استاد کے ذمہ کھاتا ہو تب استاد کے تابع ہے ورنہ تابع نہیں۔ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اسوقت تابع ہے جبکہ ماہانہ یا سالانہ مزدوری ملتی ہو اور اگر یومیہ (روزانہ) پاتا ہو تو چونکہ شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہے اسلئے وہ تابع نہیں ہوگا بلکہ اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی اندھا کسی اپنے رہنما کے ساتھ سفر کرے تو اگر وہ رہنما اجرت پر ہو تو اندھے کی نیت کا اعتبار ہے اور اگر بطور احسان کے ہو تو اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہے۔ اور سپاہی اپنے امیر کا اس وقت تابع ہے جبکہ کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے ملتا ہو اور بادشاہ نے امیر کے ساتھ نکلنے کا اس کو حکم دیا ہو اور اگر اپنے پاس سے کھاتا ہو تو اس کی اپنی نیت معتبر ہوگی۔ جو سپاہی سردار کے تابع تھے جب لشکر کو شکست ہوئی سب متفرق ہو گئے اور ہر طرف کو منتشر ہو گئے اور معیت اور اپنے امیر سے کھانا ملنا ختم ہو گیا تو ہر ایک مستقل رائے والا ہو گیا اور تابع نہیں رہا پس اقامت و سفر میں اب ہر ایک کی اپنی نیت کا اعتبار ہے۔

(۲) بالغ بیٹا اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو وہ باپ کے تابع ہے اور اس کی اپنی نیت معتبر نہیں ہے۔

(۳) جو شخص قرض کے بدلے قید ہو اور اپنے قرضخواہ کی قید میں ہو تو اس میں صاحبِ قرض کی نیت کا اعتبار ہے اور یہ اس وقت ہے جب قرضدار اس قرض کو ادا نہ کر سکتا ہو اور ایسی صورت میں صاحبِ قرض کے لئے اس کو قید کرنا

حلال نہیں ہے۔ اور اگر ادا کر سکتا ہے تو قرضدار کی نیت کا اعتبار ہے پس اگر وہ پندرہ دن سے پہلے ادا کر دینے کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے تو قصر کرے گا اور اگر وہ یہ ارادہ کرے کہ اس کا قرض ادا نہ کروں گا تو وہ مفلس کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے صاحب قرض کی نیت کا اعتبار ہوگا لیکن ادا نہ کرنے کے عزم کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(۴) قیدی کی اپنی نیت معتبر نہیں بلکہ وہ قید کرنے والے کے تابع ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو کسی دشمن نے قید کر لیا تو اگر اس دشمن کا ارادہ تین دن کے سفر کا ہے تو یہ قصر کرے اور اگر اس کا ارادہ معلوم نہ ہو تو اس سے پوچھ لے پس اگر وہ خبر نہ دے اور وہ دشمن مقیم تھا تو یہ نماز پوری پڑھے اور اگر مسافر تھا تو قصر کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ متحقق ہو کہ وہ مسافر ہے ورنہ وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کو کسی ظالم نے پکڑا ہو پس وہ جب تک تین دن کا سفر پورا نہ ہو جائے قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اس کے بعد قصر کرے۔

(۵) تابع کو اپنے متبوع کی نیت کا جاننا ضروری ہے پس جب غلام اپنے آقا کے ساتھ نکلے تو اس کو چاہئے کہ اس سے پوچھ لے اسی طرح ہر تابع کو اپنے متبوع سے پوچھ لینا چاہئے اور وہ جو کچھ کہے اس کے مطابق عمل کرے اور اگر وہ کچھ نہ بتائے تو دیکھے کہ وہ متبوع مقیم ہے یا مسافر اگر وہ مقیم ہے تو تابع بھی خود کو مقیم سمجھے اور اگر وہ مسافر ہے تو تابع بھی خود کو مسافر سمجھے یہانتک کہ اس کے خلاف متحقق ہو جائے۔ اور اگر یہ بھی نہ معلوم ہو تو تین دن تک پوری نماز پڑھے اور تین دن کی راہ طے کرنے کے بعد قصر کرے اور اگر سوال نہ کر سکے تو وہی حکم ہے جو کہ اس صورت میں ہے جبکہ سوال کیا اور کچھ جواب نہ ملا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو اپنے متبوع کی اقامت کا حال معلوم نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ وہ مقیم ہو جاتا ہے۔ . . . . اور بعضوں نے کہا کہ وہ مقیم نہیں ہوتا مسافر ہی رہتا ہے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ معلوم ہونے سے پہلے حکم ہو جاتے میں حرج اور نقصان ہے اور شریعت میں حرج کو دور کیا جاتا ہے۔ پس اگر متبوع مسافر نے اقامت کی نیت کر لی اور تابع کو کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا تو اس علم سے پہلے جو نمازیں اس نے قصر پڑھی ہیں ظاہر روایت کے بموجب ان کا اعادہ کرے اور اصح اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہی دوگانہ قصر پڑھی ہوئی نمازیں جائز ہیں۔ اسی طرح اگر تابع نے چند روز پوری نماز یعنی چار چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا پھر اس کے مالک نے اس کو خبر دی کہ میں جب سے نکلا ہوں سفر کی نیت سے نکلا ہوں تو اصح یہ ہے کہ وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔

(۶) ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتیں پڑھے گا تو دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہیں پڑھے گا اور دوگانہ پر سلام پھیر دیگا تو دونوں کی نماز درست نہیں ہوگی اور دونوں کو دوبارہ پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا۔ غلام کی اس لئے کہ اس کو چار پڑھنی چاہئے تھیں اور دو پڑھیں اور آقا کی اس وجہ سے کہ غلام کی نماز پر جو کہ صحیح نہیں ہے اس کی نماز کی بنا ہے۔ اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کی امامت کرے اور اس جماعت میں اور بھی

مسافر ہوں اور ایک رکعت کے بعد مالک نے اقامت کی نیت کر لی تو اس کی نیت اس کے غلام کے حق میں صحیح و معتبر ہے اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب اور جماعت والوں پر اس کا حکم جاری نہیں ہوگا پس غلام کو چاہئے کہ دو رکعتیں پڑھے اور پھر مسافروں میں سے کسی کو سلام پھیرنے کے واسطے آگے بڑھا دے پھر غلام اور مالک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں اور ان میں سے ہر ایک چار رکعتیں پڑھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مالک اپنی نیت غلام کو اس طرح بتا دے کہ غلام کے برابر کھڑا ہو جائے پھر دو انگلیاں کھڑی کرے اور ان سے اشارہ کرے پھر چار انگلیاں کھڑی کرے اور ان چار انگلیوں سے اشارہ کرے ــــ اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کے ساتھ سفر میں تھا مالک نے اُسے کسی مقیم کے ہاتھ بیچ ڈالا اور غلام نماز میں تھا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے پس اگر اس نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو اس پر اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔
یہ تینوں صورتیں جو اس نمبر میں بیان ہوئیں ان میں غلام پر مالک کی نیتِ اقامت سے چار رکعتوں کا لازم آنا خواہ اس کو علم نہ ہو اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس قول میں نیتِ متبوع کا علم تابع کو ضروری نہیں اس قول کی بنا پر یہ حکم ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جب تک غلام کو مالک کی نیت کا علم نہ ہو وہ مقیم نہیں ہوگا اور اگر اس کو نماز کے اندر علم ہو گیا مثلاً انگلیوں کے اشارہ سے مالک نے بتا دیا تو اب پوری پڑھنا لازمی ہے خواہ اکیلا نماز میں ہو یا امامت کر رہا ہو یا کسی مسافر کا مقتدی ہو اب اگر قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور اعادہ لازمی ہوگا۔

(۷) اگر کسی غلام کے سفر میں دو مالک ہوں ایک نے اقامت کی نیت کی اور دوسرے نے نہ کی پس اگر ان دونوں نے اس کو باری باری خدمت کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ غلام مقیم آقا کی خدمت کے روز پوری نماز پڑھے اور مسافر آقا کی خدمت کے روز قصر کرے اور اگر اس غلام کی خدمت کی باری ان دونوں مالکوں میں مقرر نہیں ہے تو وہ جب اپنی نماز اکیلا پڑھے تو چار رکعتیں پڑھے اور ہر دوگانہ پر احتیاطاً ضرور قعدہ کرے ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ یہ احتیاط اس کے حق میں واجب ہے نہ کہ مستحب اس لئے کہ بیچ کا قعدہ اس کے حق میں فرض ہے اور آخری دونوں رکعتوں میں قرات کرے اور اسی طرح جب مسافر کے ساتھ اقتدا کرے تو اس کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دو رکعتیں امام مسافر کے فارغ ہونے کے بعد اپنی علیحدہ پڑھے، ان دو رکعتوں میں اس کے قرات کرنے کے بارے میں اختلاف ہے لیکن جب مقیم کی اقتدا کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں پڑھے۔
اور صورتِ ہذا میں یعنی باری مقرر نہ کرنے کی صورت میں اگر دونوں یعنی مقیم اور مسافر مالک اپنے مشترک غلام کو امام بنا دیں تو پہلی دو رکعتیں پڑھ کر مقیم مالک اُس وقت تک قعدہ میں بیٹھا رہے کہ غلام امام اور مسافر مالک جو کہ مقتدی ہے اٹھ کر دوسری دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں پھر مقیم مالک اٹھ کر اپنی دو رکعت ادا کرے تو اس کی نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں اس لئے کہ اگر پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد بیٹھا نہ رہا بلکہ اٹھ کر اپنی نماز پڑھنے لگ گیا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی کہ امام اپنی نماز پڑھ رہا ہے اور یہ اپنی، پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اُٹھ کر اپنی نماز جداگانہ نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ ہی متابعت کر کے چار رکعت پوری کرلے تب بھی اس کی نماز ناجائز ہوگی اس لئے کہ غلام امام کی پہلی دو رکعت

یقینی فرض ہیں اور پچھلی دو رکعت شکی ہیں اور مقیم مالکی کی چاروں رکعتیں یقینی فرض ہیں اس لئے پچھلی دو رکعتوں میں یقینی فرض والے کی اقتدا شکی فرض والے کے پیچھے قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئے گی اس وجہ سے اس کی نماز جائز نہیں ہوگی اور ٹوٹ جائے گی۔

مسافر اور مقیم کی امامت و اقتدا کے مسائل

(۱) مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے[۱] پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتدا کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعتِ امام*، اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے کیونکہ جس وجہ سے چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ اور قعدۂ اولیٰ مقتدی مسافر کے حق میں بھی واجب ہو جائیگا فرض نہیں رہیگا حتیٰ کہ اگر امام اس کو ترک کرے اگرچہ جان کر ہو اور مسافر اسکی اتباع کرے تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن وقت نکل جانے کے بعد مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہیں یہ حکم چار رکعتی نمازوں کا ہے یعنی جن میں نماز قصر ہوتی ہے کیونکہ اگر مسافر اول دوگانہ میں مقیم کی اقتدا کرے گا تو نفل والے کے پیچھے ہوگا اسلئے کہ قعدۂ اولیٰ اس کے حق میں فرض ہے اور مقیم کے حق میں واجب جو فرض سے ادنیٰ ہونے کی وجہ سے نفل میں داخل ہوا اور اگر پچھلے دوگانہ میں اقتدا کریگا تو قراءت کے حق میں فرض والے کا اقتدا نفل والے کے پیچھے ہوگا کیونکہ پچھلے دوگانہ میں قراءت مقیم کے حق میں سنت ہے اور مسافر کے حق میں فرض ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں یعنی مغرب و فجر ان میں وقت کے اندر اور وقت نکلنے کے بعد دونوں صورتوں میں مسافر مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے۔

چار رکعت والی قضا نمازوں میں مسافر کا اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز قضا ہو یا صرف مقتدی کی نماز قضا ہو امام کی قضا نہ ہو مثلاً کسی مقیم شخص نے ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر وقت نکل گیا اس کے بعد کسی مسافر نے اس کا اقتدا کیا تو یہ نماز مسافر کے حق میں قضا ہے اور مقیم کے حق میں قضا نہیں بلکہ ادا ہے پس اس صورت میں اس کی اقتدا درست نہیں ہے اور اگر مسافر نے وقت کے اندر اس کی اقتدا کی تھی اور نماز پوری کرنے سے پہلے وقت ختم ہوگیا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ اب دونوں کی نماز ادا ہے۔ اور اگر صرف امام کے حق میں قضا ہے مقتدی کے حق میں قضا نہیں تو اقتدا درست ہے مثلاً امام شافعی المذہب ہے یا صاحبین کے قول پر عمل کرتا ہے اور مقتدی حنفی ہے اور ایک مثل وقت ہونے کے بعد اور دو مثل سے پہلے حنفی مقتدی نے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کے نزدیک یہ نماز قضا ہے اور مقتدی کے نزدیک ادا اس صورت میں اس کی اقتدا درست ہے۔ اگر مسافر نے مقیم امام کی نفل کی نیت سے اقتدا کی پھر اس نماز کو فاسد کر دیا تو چار رکعتیں لازم آئیں گی کیونکہ اس نے امام کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔

(۲) مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے وقت کے اندر اور وقت کے بعد یعنی ادا و قضا دونوں میں درست ہے جبکہ[۲] دونوں ایک ہی نماز قضا کریں پس اگر امام مسافر ہے اور مقیم مقتدی ہو تو امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور جو مقتدی

* امام کی متابعت کی وجہ سے —— [۱] خواہ وہ آخری قعدہ میں شامل ہو اور خواہ وقت بقدر تحریمہ ہی باقی ہو یہی اصح ہے اور خواہ مسافر مقتدی کے شامل ہونے کے بعد امام کے نماز پورا کرنے سے پہلے وقت نکل جائے یہی صحیح ہے (مؤلف عفی عنہ) —— [۲] یعنی جبکہ امام اور مقتدی دونوں قضا پڑھتے ہوں یا مقتدی قضا پڑھتا ہو اور امام ادا پڑھتا ہو جیسا کہ امام مقیم وقت نکلنے سے پہلے تحریمہ باندھے اور مقتدی مسافر وقت نکلنے کے بعد شامل ہو جیسا کہ آگے آتا ہے۔ (مؤلف عفی عنہ)

مقیم ہوں وہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اصح قول کے بموجب باقی کی دو رکعتوں میں وہ قراءت نہ پڑھیں کیونکہ وہ لاحق کی مثل ہیں بلکہ سورۂ الحمد کی مقدار اندازاً چپ کھڑے ہوکر رکوع و سجود کریں اور قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کریں اور اگر ان دو رکعتوں میں سجدۂ سہو لازم ہو تو وہ بھی نہ کریں کیونکہ وہ اِن دونوں رکعتوں میں حکماً امام کے پیچھے یعنی لاحق کے مانند ہیں۔ اور دونوں قعدے مقیم مقتدی مذکور پر فرض ہیں ایک امام کے اتباع کی وجہ سے اور دوسرا قعدۂ اخیرہ ہونے کی وجہ سے ہے ہی۔ اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا پھر امام نے اقامت کی نیت کر لی قبل اس کے کہ مقتدی اس رکعت کو سجدہ سے مقید کرے تو واپس لوٹے اور امام کی متابعت کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس کے سجدہ کر لینے کے بعد امام نے اقامت کی نیت کی تو امام کی متابعت نہ کرے اگر کریگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳) صحیح تر قول کے بموجب مسافر امام کے لئے یہ مستحب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے مقتدیوں کو کہدے کہ اپنی نماز پوری کر لو میں مسافر ہوں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہدے کیونکہ ممکن ہے کوئی مقتدی اس کا حال نہ جانتا ہو پس اگر شروع نماز میں نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے کیونکہ امام کے حال سے آگاہ ہونا فی الجملہ شرط ہے خواہ ابتدا میں معلوم ہو یا اخیر میں یہ ضروری نہیں کہ شروع ہی میں ہو (اور اگر شروع میں کہدیا ہے تب بھی بعد میں کہدینا بہتر ہے تاکہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں تھے انھیں بھی معلوم ہو جائے)

نماز کے اندر نیّت بدلنے کے مسائل

(۱) اگر مسافر نماز میں نماز کے وقت کے اندر اقامت کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے۔ پس اگر کسی نے ایک رکعت پڑھنے کے بعد اقامت کی نیت کی اس کے بعد وقت نکل گیا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے کیونکہ نیت اقامت وقت کے اندر پائی گئی ہے خواہ وہ منفرد ہو یا مقتدی ہو اور خواہ مسبوق ہو یا مدرک اور خواہ نماز کے شروع میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں ہو یعنی سلام سے پہلے یا سجدۂ سہو و سلام سے پہلے یا دونوں کے بعد ہو، اور اگر سلامِ نماز کے بعد سجدۂ سہو سے پہلے ہو تو اس نیت کا اعتبار نہیں جیسا کہ اگلے نمبر میں تفصیل درج ہے۔ اور اگر مسافر لاحق ہو اور مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کی تو نماز پوری نہ پڑھے کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اور امام کے فارغ ہونے سے امام کے فرضِ قصر مستحکم ہو گئے پس وہ امام کے حق میں متغیر نہیں ہو سکتے اس لئے مقتدی لاحق کے حق میں بھی نہیں بدل سکتے۔ اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر لاحق نے اقامت کی نیت کے بعد کلام کر لیا ہے اور ابھی نماز کا وقت باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر وقت نکل گیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر وقت نکل گیا ہے اور وہ ابھی نماز میں ہے مثلاً ایک رکعت کے بعد وقت نکل گیا پھر دوسری رکعت میں اقامت کی نیت کی تو اس نماز میں اس کے فرض چار رکعت نہیں ہوں گے کیونکہ نیتِ اقامت وقت نکلنے کے بعد پائی گئی ہے پس دو رکعت پر سلام پھیر دے اور اس کے بعد کے وقتوں کی چار

رکعتیں پڑھے، اور یہ حکم سوائے لاحق کے ہر قسم کے نمازی کے لئے ہے۔

(۲) اگر مسافر نے سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدۂ سہو تھا جو ادا نہیں کیا تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی اور سجدۂ سہو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے قول کے بموجب اس سے ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ اگر وہ سجدۂ سہو کی طرف عود کرے گا تو اس کے فرض چار رکعت ہو جائیں گے اور اس طرح سجدۂ سہو نماز کے اندر واقع ہوگا اس لئے نماز باطل ہو جائے گی اور اگر سجدۂ سہو کر لیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز چار رکعت ہو جائے گی خواہ ایک سجدہ کیا یا دو سجدے کئے ہوں اور اگر سجدہ کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ جب اس نے سجدہ کیا تو تحریمۂ نماز پھر لوٹ آیا اور وہ صورت ہو گئی کہ گویا اس نے اقامت کی نیت نماز کے اندر کی ہے۔

(۳) اگر کسی نماز کے اول وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس نماز کا فرض نہیں بدلے گا یعنی وہ قصر پڑھی ہوئی نماز کافی ہے اب چار رکعت نہ پڑھے۔ اور اگر ابھی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کے ذمہ چار رکعت فرض ہو جائیں گی کیونکہ یہی وقتِ ادا ہے اگرچہ وقت اتنا کم باقی ہے کہ اس میں پوری نماز نہیں پڑھ سکتا بلکہ تھوڑی پڑھ سکتا ہے حتیٰ کہ اگر صرف تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنے کی مقدار وقت باقی ہو تب بھی نیتِ اقامت معتبر ہوگی۔ اسی طرح مقیم اگر اسی حالت میں یعنی جبکہ ابھی تک نماز نہیں پڑھی اور اخیر وقت میں مسافر ہو جائے تو قصر کرے اگرچہ اس وقت اللہ اکبر کہنے کی مقدار وقت باقی ہو اس لئے کہ فرضوں کے بدلنے میں آخر وقت معتبر ہے خواہ اتنا ہی ہو کہ اس میں تکبیر تحریمہ کہہ سکے یہ اس وقت ہے جبکہ ابھی تک وہ فرض نماز نہ پڑھی ہو تو اگر مقیم اس وقت میں مسافر ہو جائے گا تو قصر پڑھے گا اور اگر مسافر مقیم ہو جائے گا تو پوری یعنی چار رکعتیں پڑھے گا اور اگر نیت بدلنے سے پہلے وہ فرض ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے اور اس نیت کا اثر آگے والے وقتوں پر پڑے گا۔ اگر مسافر نے وقت گذرنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو اس نیت کا اعتبار نہیں اور وہ سفر کی نماز یعنی قصر قضا پڑھے گا کیونکہ جب وقت نکل جائے تو سببِ فرضیتِ نماز کل وقت ہے نہ کہ وہ جزو جس میں ادا کی جائے یا جزو اخیر کما فی کتب الاصول۔

(۴) اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی نماز اپنے وقت میں قصر پڑھی پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا مثلاً اپنے گھر کسی ضرورت کے لئے لوٹ آیا پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر اور عصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو اب وہ ظہر کی دو رکعتیں پڑھے اور عصر کی چار رکعتیں پڑھے کیونکہ اب وہ ایسا ہو گیا کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اس لئے آخر وقت کا اعتبار کیا جائے گا اور اب وہ ظہر کے آخر وقت میں مسافر ہے اور عصر کے وقت میں مقیم ہے۔ اور اگر ظہر و عصر کی نماز ایسے حال میں پڑھی کہ وہ مقیم تھا پھر آفتاب غروب ہونے سے پہلے سفر کیا پھر اس کو یاد آیا کہ ظہر اور عصر کو بے وضو پڑھا ہے تو ظہر کی چار اور عصر کی دو رکعت قضا کرے کیونکہ اس صورت میں وہ ظہر کے

آخر وقت مقیم ہے اور عصر کے آخر وقت میں مسافر۔ مؤلف)

(۵) کسی مسافر نے اور مسافروں کی امامت کی اور امام کو حدث ہوگیا اور اس نے کسی مسافر کو خلیفہ کردیا اور اس خلیفہ نے اقامت کی نیت کرلی تو مقتدی کا فرض نہ بدلے گا یعنی جو مسافر مقتدی ہیں ان کی نمازیں دو ہی رکعت رہیں گی اسی طرح اگر اس مسافر امام نے حدث کے بعد کسی مقیم کو خلیفہ کیا تب بھی مقتدی مسافر دو رکعت ہی پڑھیں اور اگر پہلے امام نے حدث کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے اقامت کی نیت کرلی تو اس کی اور سب مقتدیوں کی فرض کی چار رکعتیں ہو جائیں گی۔

(۶) قضا نماز سفر اور اقامت میں ادا کے مشابہ ہے اس لئے کہ قضا ثابت ہونے کے بعد متغیر نہیں ہوتی پس اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت میں اس کو پڑھنا چاہے تو قصر پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر میں پورا پڑھے جیسا کہ اس کو ادا میں پڑھتا کیونکہ جب وقت نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسی واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہے گی اس میں تغیر نہیں آئے گا البتہ وقت کے اندر بدل سکتی ہے یعنی نیت اقامت کرنے سے یا سفر کرنے سے جبکہ ابھی تک وہ نماز نہ پڑھی ہو یا مسافر کے مقیم کی اقتدا کرنے سے بدل جائیگی جیسا کہ بیان ہوا ہے لیکن مریض کا حکم اس سے مختلف ہے یعنی وہ حالتِ صحت کی قضا اپنے مرض میں جیسے ہوسکے ویسے پڑھ لے خواہ بیٹھ کر یا لیٹ کر اور خواہ رکوع و سجود سے یا اشارہ سے جس پر قادر ہوگا عذر کی وجہ سے اسی طرح درست ہو جائے گی اور حالتِ مرض کی قضا اگر تندرستی میں بیٹھ کر پڑھے گا تو درست نہ ہوگی بلکہ تندرست کی طرح پڑھنا لازمی ہے کیونکہ عذر جاتا رہا۔ مزید تفصیل مریض کے بیان میں ہے۔

وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کی تشریح

(۱) وطن دو قسم ہے (اول) وطنِ اصلی، اور وہ اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے جبکہ وہ وہاں رہتا ہو، یا وہ جگہ ہے جہاں اس کے اہل و عیال رہتے ہوں اور اس نے اس کو گھر بنالیا ہو، یا وہ جگہ ہے جہاں اس نے سکونت اختیار کرلی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہیں جائے گا۔ وطنِ اصلی کو۔۔۔۔۔۔ وطنِ اہلی اور وطن الفطرۃ اور وطن القرار بھی کہتے ہیں۔ اگر کسی مسافر آدمی نے کسی شہر میں شادی کرلی اگرچہ اس کو وطن نہیں بنایا یا وہاں پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت نہیں کی تو بعض کے نزدیک وہ مقیم نہیں ہوگا اور بعض کے نزدیک مقیم ہو جائے گا یہی اوجہ ہے۔ اور اگر عورت مسافر نے کسی شہر میں شادی کی تو صرف شادی کرلینے سے بالاتفاق مقیم ہو جائے گی۔ اگر کسی کی دو عورتیں دو شہروں میں رہتی ہوں تو وہ دونوں جگہیں اس کے لئے وطن اصلی ہیں خواہ ان میں مسافتِ سفر سے کم فاصلہ ہو اور دونوں جگہ پہنچ کر وہ مقیم ہو جائے گا۔ اگر کسی بالغ کے والدین کسی شہر میں رہتے ہوں اور وہ شہر اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ اس کے اہل وہاں رہتے ہیں تو وہ جگہ اس کے لئے وطن نہیں لیکن اگر اپنے پہلے وطن کو ترک کرکے وہاں سکونت اختیار کرنے کا عزم کرلے تو اب یہ وطنِ اصلی ہو جائے گا۔ عورت اگر شادی کے بعد مستقل طور پر اپنی سسرال میں رہنے لگی تو اب سسرال اس کا وطن اصلی ہے اس کا میکا وطنِ اصلی نہیں رہا پس اگر تین منزل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر اپنے میکے گئی اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ

ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی اور مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے گی۔ اور اگر سسرال میں ہمیشہ رہنے کا ارادہ نہیں بلکہ عارضی طور پر گئی ہے تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے کیونکہ ابھی یہی اس کا اصلی وطن ہے۔ (دوم) وطنِ اقامت اور اس کو وطنِ سفر اور وطنِ مستعار اور وطنِ حادث بھی کہتے ہیں۔ اور یہ وہ شہر یا بستی ہے جہاں مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

(۲) وطنِ اصلی وطنِ اصلی سے باطل ہو جاتا ہے خواہ ان کے درمیان مسافتِ سفر ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اول وطن میں اس کے گھر والے نہ رہے ہوں اور اس اول وطن کو ترک کر دیا ہو ورنہ وہ باطل نہیں ہو گا پس اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسری جگہ اپنا گھر بنا لیا اور اپنے بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا اب پہلے شہر اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب دوسرا شہر اس کا وطنِ اصلی بن گیا اور پہلا شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں اس لئے اب اگر پہلے شہر میں سفر کرتے وقت جانا پڑے تو نماز قصر کرے لیکن اگر اپنی زوجہ کے ساتھ منتقل نہ ہو اور دوسرے شہر میں دوسرا نکاح کر لے تو پہلا وطن باطل نہ ہو گا اور دوسرا شہر بھی وطنِ اصلی بن جائے گا (کیونکہ تعددِ وطنِ اصلی مشروع ہے۔ مؤلف) پس دونوں میں سے جس میں بھی جائے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور اگر وطنِ اصلی سے اپنے اہل و عیال و سامان سمیت کسی دوسرے شہر کو چلا گیا اور اس کو وطن بنا لیا لیکن پہلے شہر میں اس کا گھر اور زمینیں باقی ہیں تو بعض نے کہا کہ وہ وطن باقی نہیں رہے گا اس لئے کہ اعتبار اہل کا ہے نہ کہ گھر کا جیسا کہ اگر کسی نے کسی شہر میں شادی کر لی اور وہیں سکونت اختیار کر لی حالانکہ اس میں اس کا کوئی گھر نہیں ہے تو وہ اس کا وطنِ اصلی ہو جائے گا اور بعض نے کہا کہ وہ اس کا وطن باقی رہے گا اور وہ ان دونوں شہروں میں پوری نماز پڑھے گا۔

(۳) وطنِ اصلی، سفر کرنے اور وطنِ اقامت سے باطل نہیں ہوتا اس میں قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل یا اپنے سے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے اپنے سے کمتر سے نہیں پس مسافر جب بھی اپنے وطنِ اصلی میں آئے اور جتنا بھی اس میں ٹھہرے اگرچہ ایک ہی نماز کا وقت ہو پوری نماز پڑھے خواہ وہاں اپنے اختیار سے آیا ہو یا اثنائے سفر میں کسی ضرورت کے لئے ہی وطنِ اصلی میں آ جائے یا گذرنے کی نیت سے اس میں داخل ہو اور خواہ اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں پوری نماز پڑھے کیونکہ اس کا شہر اقامت کے لئے مقرر ہے پس اس کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وطنِ اصلی میں داخل ہونے سے سفر بھی ختم ہو جاتا ہے خواہ اپنے اختیار سے اس میں آئے یا کسی ضرورت کے لئے مثلاً کوئی چیز بھول گیا اور اس کو لینے کے لئے آیا ہو یا راستہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اس میں سے گذرنا پڑتا ہے ہر حال میں سفر ختم ہو جائے گا اور اب جب یہاں سے تین دن کی مسافت پر نئے سرے سے نکلے گا تب مسافر ہو گا۔

(۴) ایک وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت سے اور شرعی سفر کرنے سے اور وطنِ اصلی سے باطل ہو جاتا ہے اگر ایک وطنِ اقامت کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطنِ اقامت بنا لیا اور وہاں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو

پہلا وطنِ اقامت ختم ہوگیا خواہ ان دو جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو اب جب دوبارہ اس میں شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو دوگانہ قصر پڑھے گا اسی طرح اگر کوئی شخص وطنِ اقامت سے سفرِ شرعی پر روانہ ہوجائے تو وہ وطنِ اقامت باطل ہوگیا اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر اس جگہ آوے تو اگر دوبارہ یہاں اقامت کی نیت نہ کرے نماز قصر ادا کرے اگر سفرِ شرعی سے کم پر روانہ ہوگا تو وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا کیونکہ مطلقاً نکلنا معتبر نہیں جب تک مسافت قصر کی نیت سے نہ ہو اسی طرح جب اپنے شہر یعنی وطنِ اصلی میں داخل ہوگیا تب بھی وطنِ اقامت باطل یعنی ختم ہوگیا اب جب دوبارہ شرعی مسافر ہو کر یہاں آئے گا تو قصر کرے گا لیکن اگر پھر پندرہ دن یا زیادہ کی اقامت کی نیت کرے گا تو مقیم ہوجائے گا اور اب دوبارہ یہ وطنِ اقامت بن جائے گا۔

(۵) وطنِ اصلی مقرر کرنے کے لئے اول سفر ہونا شرط نہیں کیونکہ وہ بالاجماع وطنِ اصلی ہے اور وطنِ اقامت کے مقرر کرنے سے پہلے سفر کی شرط ہونے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ وطنِ اقامت تین روز کے سفر کے بعد مقرر ہوتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ تین دن کے سفر سے پہلے بھی ہوجاتا ہے اگرچہ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے درمیان تین دن کا فاصلہ نہ ہو یہی ظاہر روایت ہے۔

(۶) بہت سے علما نے وطن کی ایک قسم وطنِ سکنی بھی بیان کی ہے یعنی وہ جگہ جس میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہو لیکن محققین نے اس کو بیان نہیں کیا اس لئے کہ اس کے ذکر سے نہ مقیم کیلئے کوئی خیر ہے نہ مسافر کیلئے پس اس کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں

متفرق مسائل

(۱) جمعہ کے روز زوال سے پہلے سفر کے واسطے نکلنا مکروہ نہیں اگرچہ ایسی جگہ جانے کے لئے نکلے جہاں جمعہ فرض نہ ہو زوال کے بعد اس کو جمعہ کے ادا کرنے سے پہلے نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس کو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا واجب ہے پس جمعہ ادا کرکے پھر سفر کرے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں مذکور ہے۔

(۲) عورت تین دن یا زیادہ کا سفر بغیر بالغ محرم یعنی شوہر بھائی باپ وغیرہ کے نہ کرے نابالغ لڑکا اور وہ شخص جو خفیف العقل (دیوانہ) ہو محرم نہیں ہوتا اور عورت کو صرف اس کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے اور بہت بوڑھا جس کی عقل درست ہو محرم ہو سکتا ہے اس کے ساتھ عورت سفر کر سکتی ہے بلکہ عورت کو ایک دن یا دو دن کی راہ جانا بھی بغیر محرم کے منع ہے یعنی بہتر نہیں لیکن اگر قافلہ کے ساتھ ہو تو تین دن سے کم کی راہ بغیر محرم کے جانا جائز ہے اور محرم کے لئے بھی ضروری ہے کہ سخت فاسق بیباک اور غیر مامون نہ ہو — (۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پنجشنبہ کو سفر فرمایا کرتے تھے اور اسی دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور دوشنبہ (پیر) کو بھی آپ کا سفر فرمانا ثابت ہے اس لئے ان ایام میں سفر کرنا مستحب و بہتر ہے۔ اور سفر پر جانے سے پہلے دو رکعت نماز نفل گھر پر پڑھنا سنتِ غیر مؤکدہ ہے اسی طرح سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعت پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ نوافل نماز میں بیان ہوا — (۴) مسافر کو اگر چوروں اور ڈاکوؤں یا کسی دشمن یا بلا کا خوف ہو اور ساتھیوں کے آجانے کا بھی گمان نہ ہو یا قافلہ نماز پڑھنے کے بقدر نہ ٹھہرے تو م

م اس کو نماز میں تاخیر کرنا یعنی قضا کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ معذور ہے۔

سواری پر اور کشتی میں نماز پڑھنے کے مسائل

سواری پر نماز نوافل پڑھنے کے مسائل

(۱) شہر سے باہر گھوڑے وغیرہ جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور جدھر کو جانور جاتا ہو اُدھر ہی کو اشارہ سے نماز پڑھے، کیونکہ سواری پر نماز میں استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے نہ نیت کے وقت اور نہ درمیان میں لیکن شروع کرتے وقت اگر ممکن ہو تو استقبالِ قبلہ مستحب ہے۔ جس طرف کو جانور کا رُخ ہے اگر اس کے خلاف کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا بلا ضرورت ہے۔

(۲) شہر کے اندر جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں یہی مشہور ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہر میں بھی بلا کراہت جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ خشوع کے مانع ہے۔

(۳) صحیح یہ ہے کہ شہر سے باہر نکلنے کے بعد مسافر اور غیر مسافر اس حکم میں برابر ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے کھیتوں وغیرہ کی طرف یا گرد و نواح میں جاتا ہو اور شرعی مسافر نہ ہو تو بھی اس کو سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے۔ شہر سے باہر نکلنے کی حد میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ شہر سے باہر نکل کر جہاں سے مسافر کے واسطے نماز قصر کرنا جائز ہوتا ہے اسی جگہ سے سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۴) سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ سب نفل کے حکم میں ہیں اور ان کا ادا کرنا جانور پر جائز ہے لیکن سنتِ فجر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سواری پر بلا عذر جائز نہیں کیونکہ ان کی تاکید بہت آئی ہے۔

(۵) سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اشاروں سے نماز پڑھے یعنی زین یا پالان پر جس طرح سواری پر بیٹھا ہوا ہو نیت باندھ کر قرأت وغیرہ بدستور پڑھ کر رکوع اور سجدے اشارہ سے کرے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھکا ہوا ہو اور بدستور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدے میں کسی چیز پر اپنا سر نہ رکھے خواہ جانور چلتا ہو یا کھڑا ہو اگر کوئی چیز اپنے آگے رکھ کر اس پر سجدہ کریگا یا جانور کی زین (کاٹھی) پر سجدہ کرے گا تب بھی وہ اشارہ ہی سمجھا جائے گا اور نماز جائز ہو جائے گی اور فاسد نہیں ہوگی جبکہ سجدہ رکوع سے پست واقع ہوا ہو لیکن اس کا یہ فعل بے فائدہ اور عبث ہے اس لئے مکروہ ہے کیونکہ سواری پر نماز اشاروں سے مشروع ہوئی ہے اور اگر وہ آگے رکھی ہوئی چیز یا زین ناپاک ہے تو اس پر سجدہ کرنے کی صورت میں نجاست پر سجدہ واقع ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) جب سواری پر شہر سے باہر نماز پڑھتا ہو تو جانور کے ہانکنے کے مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر جانور اپنے آپ چلتا ہو تو اس کو ہانکنا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ نہ چلتا ہو اور اس کو کوڑے سے ڈراوے یا تھوڑا سا پاؤں ہلائے یا مارے جب تک وہ عملِ قلیل ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ورنہ فاسد ہو جاتی ہے۔

(۷) اگر نفل نماز سواری پر شہر سے باہر شروع کی پھر نماز پوری ہونے سے پہلے شہر میں داخل ہو گیا تو مختار یہ ہے کہ وہ سواری سے اتر کر نماز کو پوری کر لے خواہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر لیکن اب باقی نماز قبلہ کی طرف رُخ کر کے پوری کرے۔ (یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے کیونکہ ان کے نزدیک شہر کے اندر نفل نماز سوار ہو کر پڑھنا جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک چونکہ شہر میں سواری پر نفل جائز ہیں اس لئے ان کا پورا کرنا بھی جائز ہے)

(۸) اگر نفل نماز زمین پر شروع کی اور پھر جانور پر سوار ہو کر اس کو پورا کیا تو جائز نہیں اور اگر سواری پر شروع کی اور زمین پر اتر کر پورا کیا تو جائز ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں نماز تکبیر تحریمہ اس نماز کی ہے جو رکوع و سجود کے ساتھ واجب ہے پس بغیر عذر اس واجب کو نہیں چھوڑ سکتا اور دوسری صورت میں تحریمہ رکوع و سجود والی نماز کا ہے اور اتر کر رکوع و سجود سے ادا کیا جو اس سے کامل تر ہے۔ (اترنے کی صورت یہ ہے کہ عمل قلیل سے ہو اس طرح کہ پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے اور سوار ہونے کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اس کو اٹھا کر سواری پر رکھ دیا اور اگر عمل کثیر پایا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی)۔

(۹) اگر جانور پر نجاست ہو کچھ حرج نہیں اور مانع نماز نہیں خواہ بہت ہو اور خواہ اس کی زین (کاٹھی) یا رکابوں پر ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر نمازی کے بدن یا لباس پر ناپاکی ہو گی تو نماز جائز نہیں ہو گی۔ پس اگر نمازی کے پاؤں میں ناپاک جوتی ہو تو اس کو اتار کر رکاب میں پاؤں رکھ کر نماز پڑھے۔

(۱۰) اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھیں اگر جماعت سے نماز پڑھیں گے تو امام کی نماز جائز ہو جائے گی اور جماعت کی نماز فاسد ہو گی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مقتدی امام سے الگ جانوروں پر سوار ہوں اگر امام اور مقتدی ایک ہی جانور پر سوار ہوں تو سب کی نماز جائز ہو جائے گی۔

(۱۱) جانور پر محمل میں اور گاڑی میں نفل نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر پڑھنے کا اوپر بالتفصیل بیان ہوا خواہ وہ گاڑی یا سواری کھڑی ہو یا چلتی ہو قبلہ رُخ ہو یا نہ ہو اور اُترنے پر قادر ہو یا نہ ہو لیکن نفل کا تنہا پڑھنا درست ہے جماعت سے نہیں مگر ایک سواری پر ہوں تو درست ہے پس اگر دو شخص ایک محمل میں سوار ہیں اور نفل میں ایک دوسرے کا اقتدا کر لیں تو جائز ہے خواہ وہ دونوں اس محمل کے ایک ہی جانب ہوں یا دونوں جانبوں میں ہوں یا ایک سواری پر دونوں آگے پیچھے ہوں اس لئے کہ ان دونوں میں کوئی ایسی چیز حائل نہیں جو اتحاد مکان و اقتدا کی مانع ہو۔ اور اگر ہر ایک جدا جدا جانور پر محمل میں سوار ہے تو مقتدی کی نماز جائز نہ ہو گی امام کی جائز ہو گی یہی صحیح ہے اس لئے کہ صحتِ اقتدا کے لئے اتحادِ مکان شرط ہے اور دونوں جانوروں کے درمیان جو راستہ چلتا ہے خواہ وہ ایک صف سے کم ہو اتحادِ مکان کے منافی ہے پس وہ صحتِ اقتدا کا مانع ہے۔

(۱۲) پیدل چلنے کی حالت میں بالاجماع نماز جائز نہیں ہے۔

فرض نماز سواری پر پڑھنے کے مسائل

(۱) فرض نماز جانور پر سواری کی حالت میں بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح جو نمازیں ملحق بہ فرض ہیں جیسے نمازِ جنازہ اور واجب نمازیں یعنی وتر و نذر کی نماز اور اُس نفل یا سنت نماز کی قضا جو شروع کر کے توڑ دی ہو اور جو آیتِ سجدہ زمین پر پڑھی تھی (یعنی جبکہ وہ سوار نہیں تھا) اس کا سجدۂ تلاوت یہ سب سواری پر بلا عذر جائز نہیں مگر عذر میں جائز ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت میں فجر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اور وہ جواز کے عذرات یہ ہیں: جانور سے اُترنے میں اپنی جان پر یا کپڑے دن (مال و اسباب) پر یا جانور پر چور یا درندہ یا دشمن کا خوف ہو یا ساتھیوں کے چلے جانے کا ڈر ہو یا جانور ایسا شریر ہو کہ اگر اس سے اُترے گا تو بہت مشقت یا دوسرے کی مدد کے بغیر چڑھ نہ سکے گا یا بہت بوڑھا یا بیمار ہو کہ ضعف کی وجہ سے دوسرے کی مدد کے بغیر خود نہیں چڑھ سکتا اور ان دونوں صورتوں میں کوئی دوسرا چڑھانے والا نہیں، یا عورت ہو کہ محرم موجود نہیں اور بغیر مدد کے اُتر چڑھ نہیں سکتی یا تمام زمین میں کیچڑ ہو کہیں خشک جگہ نماز کے واسطے نہ ہو اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ کیچڑ اس قدر ہو جس میں اس کا منھ دھنس جائے یا اس کا منھ اور جو کپڑا وہ بچھائے لت پت ہو جائے اور اگر اس قدر نہ ہو لیکن زمین تر ہو تو زمین پر اتر کر فرض و واجب نماز پڑھے اور اگر عورت کو کسی فاسق سے خوف ہو تو یہ بھی عذر ہے۔ اور جب ان عذرات کی وجہ سے فرض و واجب نماز سواری پر پڑھے تو پھر جب عذر دور ہو جائے اور اُترنا ہو جائے تو نماز کا اعادہ لازم نہیں۔ اگر زمین پر سب گارا ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس سواری بھی نہیں تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے۔

(۲) ان عذراتِ مذکورہ کی حالت میں سواری پر فرض و واجب نمازیں مع اقسامہٖ جائز ہونے کے لئے شرط ہے کہ اگر سواری کو ٹھہرا کر قبلہ کی طرف منھ کر کے پڑھنا ممکن ہے تو سواری کو ٹھہرالے اور قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے ورنہ جائز نہیں ہوگی اور اگر سواری کو تو ٹھہرانا ممکن ہے لیکن استقبالِ قبلہ ممکن نہیں تو ٹھہرانا لازمی ہے اور استقبالِ قبلہ اس سے ساقط ہے اور اگر ٹھہرانا ممکن نہ ہو لیکن استقبالِ قبلہ ممکن ہو تو یہی لازمی ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو سکے کرلے اور اگر کسی قدر بھی ممکن نہ ہو تو پھر جدھر کو چاہے رُخ کر کے نماز پڑھ لے۔

(۳) جن صورتوں میں فرض و واجب نمازیں سواری پر ادا کرنا جائز ہیں ان سب میں باقی مسائل وہی ہیں جو نفل نماز سواری پر پڑھنے کے بیان میں مذکور ہوئے ہیں۔

(۴) اگر محمل اور گاڑی (بہلی یکہ وغیرہ) کا ایک سرا (جُوا) جانور کے اوپر ہو اور وہ گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض و واجب بغیر عذر جائز نہیں اور سنت و نفل بلا عذر بھی جائز ہیں۔ اگر گاڑی کا سرا (جُوا) جانور پر نہ ہو تو وہ زمین و تخت کے حکم میں ہے اور اس وقت اس پر نماز فرض بلا عذر بھی جائز ہے مگر قیام پر قدرت ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر قیام پر قادر نہ ہو اور اترنا بھی ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے

اسی طرح اگر محمل کے نیچے لکڑی گاڑدی ہو جیسا کہ پائے ہوتے ہیں جس سے وہ زمین پر ٹھہر جائے تو اب وہ زمین و تخت کے حکم میں ہے اور اس میں نماز فرض کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر قیام ممکن نہ ہو اور نہ اترنا ممکن ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۵) محمل کے ایک طرف خود سوار ہے دوسری طرف اس کی ماں یا زوجہ یا اور کوئی محرم عورت سوار ہے جو خود اُتر چڑھ نہیں سکتی اور یہ خود اُتر چڑھ سکتا ہے مگر اس کے اُترنے میں محمل گر جانے کا اندیشہ ہے تو اس حالت میں اس کو بھی محمل میں فرض وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

(۶) ایسا بیمار جس کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے اس کو جانور پر یا بہلی یا یکہ (گاڑی) پر فرض وواجب نماز پڑھنا بلا عذر درست نہیں خواہ گاڑی کو ٹھہرا ہی لیا ہو جب تک جوا جانور کے کندھوں پر ہے تب تک بلا عذر نماز درست نہیں اور کھڑے ہونے پر قادر نہ ہونا اور بیٹھنے پر قادر ہونا ایسا عذر نہیں ہے جس سے جانور پر فرض وواجب نماز جائز ہو جائے۔ پس جب تک بیل یا گھوڑا وغیرہ کھول کر الگ نہ کر دیا جائے اس تک اس کو فرض وواجب نماز اس پر پڑھنا درست نہیں ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی کو نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے تو پالکی اور میانہ پر بھی نماز پڑھنا درست ہے جبکہ وہ کسی آدمی کے کندھے پر نہ ہو لیکن جس وقت پالکی کہاروں وغیرہ کے کندھوں پر ہو اس وقت پڑھنا درست نہیں زمین پر رکھوا لے تب پڑھے (مستورات کو چاہئے کہ سفر میں نماز کا بہت خیال رکھیں اور جب نماز کا وقت آجائے تو بہلی یا تانگہ وغیرہ سے اُتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہو کر نماز پڑھ لیں اسی طرح اگر بہلی وغیرہ پر وضو نہ کر سکیں تو اتر کر کہیں آڑ میں بیٹھ کر وضو کر لیں۔ اگر برقعہ پاس نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپٹ کر اتریں اور نماز پڑھیں ایسا گہرا پردہ جس میں نماز قضا ہو جائے حرام ہے، پردہ شریعت کی حد کے مطابق ہونا چاہئے البتہ بلا ضرورت پردہ میں کمی کرنا بے غیرتی اور گناہ ہے)

کشتی و جہاز میں نماز پڑھنے کے مسائل

(۱) اگر کشتی یا جہاز پانی پر چل رہا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بلا عذر بیٹھ کر فرض وواجب نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس میں اکثر دوران سر ہوتا ہے پس غلبۂ امکان کے باعث عذر متحقق ہو گیا لیکن خلافِ افضل اور مکروہ ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرے اشارہ سے جائز نہیں۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں یہی اظہر ہے اور یہی مختار و معتبر ہے۔ پس عذر کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ اس کے عذرات یہ ہیں؛ سر کا گھومنا (چکرانا) اور گر پڑنا، قدم نہ جمنا، اور کشتی سے باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا

(۲) اگر کشتی پانی میں چل نہ رہی ہو بلکہ کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں کیونکہ یہ مثل زمین کے ہے لیکن اگر کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے زمین پر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہوتا ہو تو اس میں بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہے اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹھہرا ہوا ہے تو اس میں فرض وواجب وغیرہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ تخت پر جائز ہے خواہ اس سے باہر نکلنا ممکن بھی ہو اور زمین پر کچھ بھی ٹھہری ہوئی نہ ہو۔ اور اگر اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں فرض و

واجب نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ سواری کے جانور کے حکم میں ہے اس لئے نیچے اتر کر نماز پڑھے اور اگر اترنا بلا ضرر ممکن نہ ہو تو پھر اس میں کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے۔

(۳) اگر کشتی دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہے (یعنی گہرے پانی میں بندھی ہوئی ہے) اور ہلتی ہے تو اصح یہ ہے کہ اگر ہوا اس کو بہت ہلاتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کے حکم میں ہے اور اگر تھوڑا ہلاتی ہو تو ٹھہری ہوئی کے حکم میں ہے (اور دونوں کے احکام اوپر بیان ہو چکے)۔

(۴) کشتی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کو منہ کرنا لازمی ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل اور جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کو پھیر لے اور ہر دفعہ کشتی کے گھومنے کے ساتھ ساتھ نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف گھومتا جائے حتیٰ کہ نماز قبلہ کی طرف پوری کرلے اور اگر باوجود قدرت کے قبلہ کی طرف کو نہیں گھومے گا تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی بالاتفاق کیونکہ یہ اس کے لئے بمنزلہ گھر کے ہے اور سواری پر نماز پڑھنے کا حکم اس کے خلاف ہے اور اگر کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو تو نماز کو مؤخر کرے یہاں تک کہ قبلہ پر قادر ہو جائے یا وقت نکلنے کے قریب ہو جائے پس اگر وقت جاتے رہنے کا خوف ہے اور ابھی تک جہتِ قبلہ پر قادر نہیں ہوا تو پھر جس طرف ہو سکے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

(۵) کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورتوں میں رکوع و سجود پر قادر ہونے کی صورت میں اشاروں سے نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں بخلاف سواری کے، خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض کیونکہ یہ اس کے لئے بمنزلہ گھر کے ہے اور اگر ایسا عذر ہو جس سے گھر پر جائز ہوتی ہے تو جائز ہوگی۔

(۶) جو شخص کشتی کے اندر ہو اس کو اس شخص کی اقتدا جو دوسری کشتی میں نماز پڑھتا ہو جائز نہیں یعنی مقتدی کی نماز نہ ہوگی اور امام کی ہو جائے گی۔ لیکن اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی ہوں خواہ بندھی ہوئی ہوں یا ویسے ہی پاس پاس ہوں تو اقتدا جائز ہے پس اگر وہ دونوں کشتیاں ایسی پاس ہوں کہ بغیر کسی دقت کے ایک سے دوسری میں کود سکتا ہے تو وہ دونوں ملی ہوئی کے حکم میں ہیں اور دونوں گروہوں کی نماز جائز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہو مثلاً نہر کی برابر ہو گا تو مانع اقتدا ہو گا۔ اگر امام کنارے پر کھڑی ہوئی کشتی میں ہے اور مقتدی کنارے پر زمین پر کھڑے ہوں یا اس کے برخلاف یعنی امام زمین پر کھڑا ہو اور مقتدی کشتی میں سوار ہوں تو اگر ان کے درمیان میں راستہ ہے یا بڑی نہر ہے تو اقتدا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔ اور اگر کشتی کے سائبان پر کھڑا ہو کر اس امام کا اقتدا کیا جو کشتی میں ہے تو اقتدا صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہو اور اگر امام سے آگے ہو گا تو صحیح نہیں۔ اگر نماز کے اندر کشتی کو باندھے تو یہ عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے نئے سرے سے پڑھے۔

ریل گاڑی میں نماز پڑھنے کے مسائل

ریل گاڑی میں نماز پڑھنا خواہ فرض و واجب ہو یا نفل جائز ہے خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو۔ اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ ریل زمین پر رکھے ہوئے تخت کی مانند ہے اور اگر اس کو جانور پر رکھی ہوئی گاڑی کی مانند بھی مان لیا جائے تب بھی بوجہ عذر کے

اترنے کی ضرورت نہیں اور عذر یہی ہے کہ چلتی ریل میں اُتر نہیں سکتا اور کھڑی ریل میں ریل کے چل دینے یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے اگر یہ امید ہو کہ نماز کا وقت رہنے تک اس کو اترنا ممکن ہے تب بھی ریل میں ہر حال میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز شروع کرنے کے وقت عذر ہونا معتبر ہے اگرچہ آخر وقت میں اس کا زوال متوقع ہو۔ لیکن آخر وقتِ مستحب تک انتظار کرنا مستحب ہے۔ البتہ ریل میں نماز پڑھنے والے کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور اگر ریل کے گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو یہ بھی قبلہ کی طرف گھوم جائے ورنہ نماز نہ ہوگی اور اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو تو اخیر وقت تک انتظار کرے اور جب دیکھے کہ اب وقت جاتا ہے تو پھر جس طرف کو ہو سکے منہ کرکے نماز پڑھ لے جیسا کہ کشتی پر نماز پڑھنے میں بیان ہوا اور تخت کی طرح فرض و واجب نمازیں کھڑے ہو کر پڑھنی چاہئیں اگر قیام پر قدرت نہ ہو مثلاً ریل کی حرکت سے چکر کھانے یا گر جانے کا خوف ہو جیسا کہ بعض ناہموار لائنوں پر ہوتا ہے تو بیٹھ کر پڑھنا درست ہے خواہ کسی شکل سے بیٹھ کر پڑھے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ ایک تختہ پر کھڑا ہو کر پڑھے اور دوسرے پر سجدہ کرے تو پھر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اگرچہ اس صورت میں گھٹنے زمین پر نہیں لگتے پس اس طرح کھڑے ہو کر پڑھے بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس شکل سے استقبالِ قبلہ پر قادر ہو جائے تو استقبالِ قبلہ ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

باب۔ جمعہ کی نماز کا بیان

فضائل یوم جمعہ

جمعہ کے روز کے فضائل و خصائص احادیث میں بہت آئے ہیں جن میں سے چند بیان کئے جاتے ہیں ــــ (۱) یہ دن ہفتہ کے دنوں میں سب سے بہتر و افضل دن ہے ــــ (۲) یہ دن مسلمانوں کے لئے عید (خوشی) کا دن ہے ــــ (۳) اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ــــ (۴) اسی دن میں آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن میں جنت سے نکلے اور زمین پر اتارا گیا (بہشت سے نکلنا اس لئے فضیلت ہوئی کہ انبیا و اولیاء کی پیدائش اور بے شمار حسنات کا باعث ہوا) اور اسی دن میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اور اسی دن میں انھیں وفات ہوئی (جو باعث ہے لقاءِ الٰہی کا) ــــ (۵) اسی دن میں قیامت قائم ہوگی (جو نیکوں اور متقیوں کے لئے دخولِ جنت و دیدارِ الٰہی کا موجب ہے) ــــ (۶) جنت والوں کو اس روز دیدارِ الٰہی ہوا کرے گا یعنی بعض اشخاص کو اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کرے گا جس کی تفصیل کتبِ فن میں موجود ہے) ــــ (۷) اس روز دوزخ گرم نہیں کی جاتی ــــ (۸) اس روز مُردے عذابِ قبر سے محفوظ رہتے ہیں اور جو کوئی مسلمان مرد یا عورت اس دن یا اس کی رات میں مر جائے وہ عذابِ قبر و فتنۂ قبر سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے اجرِ شہید کا لکھا جاتا ہے ــــ (۹) اس دن میں روحیں اکٹھی ہوتی ہیں

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل وطہارت بقدر امکان کرے اس کے بعد اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے کسی آدمی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے (دوسری حدیث میں ہے کہ جس وقت امام منبر پر آکر بیٹھ جائے اسی وقت سے نماز پڑھنا اور کلام کرنا ناجائز ہے) تو اس شخص کے گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے (صحیح بخاری شریف) ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیدل جائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سُنے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ ایک سال کی نمازوں کا اور ایک سال کے روزوں کا۔ (ترمذی شریف)۔

(۱۱) تارکینِ جمعہ پر سخت وعیدیں حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں فرمایا بیشک میں نے پکا ارادہ کیا کہ ایک شخص کو حکم کروں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے (یعنی اپنی جگہ امام کردوں) پھر خود ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو نمازِ جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں (یعنی بلا وجہ جمعہ چھوڑ دیتے ہیں) (صحیح مسلم شریف) ــــ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین جمعے سستی سے (یعنی بلا عذر) چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے (مشکوٰۃ شریف) ــــ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے پے درپے تین جمعے چھوڑ دیئے اس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا (ابو یعلی) اور بھی بہت سی حدیثیں فضائل ووعید میں وارد ہیں، حدیث کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اُسے دیگا (بخاری ومسلم) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے اس وقت کے تعین میں بہت سی روایتیں ہیں ان میں قوی دو ہیں ایک یہ کہ امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے ختمِ نماز تک ہے (لیکن اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگے۔ اور بغیر ہاتھ اٹھائے زبان سے بھی نہ مانگے نہ آواز سے نہ بغیر آواز کے، کیونکہ خطبہ کے وقت ایسا کرنا منع ہے جیسا کہ آگے آئیگا البتہ اگر کوئی شخص بغیر ہاتھ اٹھائے اپنے دل ہی دل میں دعا مانگ لے تو مضائقہ نہیں اور خطیب جو خطبہ میں اپنے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کرتا ہے وہ بھی سب کی طرف سے کافی ہے) ــــ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسی کو بعض نے عصر سے غروب تک کہا ہے (اور ہر روز بھی ایک ساعتِ قبولیت ہوتی ہے پس جمعہ میں دو ساعتیں ہو گئیں اور شاید کہ یہ دوسری ساعت جمعہ کے روز عصر سے غروب تک ہو تاکہ دونوں قول جمع ہو جائیں۔ واللہ اعلم)

(۱۳) جمعہ کا دن جمعہ کی رات سے افضل ہے کیونکہ اس رات کی فضیلت جمعہ کی نماز کی وجہ سے ہے۔

نمازِ جمعہ کا حکم

جمعہ کی نماز فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت کی تاکید ظہر کی نماز سے زیادہ ہے۔ یہ دلیل قطعی یعنی قرآن پاک کی آیت اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے اس لئے اس کا منکر کافر اور بلا عذر ترک کرنے والا فاسق ہے۔ نمازِ جمعہ نمازِ ظہر کا عوض و بدل نہیں ہے بلکہ فرضِ وقت ظہر ہی ہے لیکن جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے سے ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

شرائط وجوبِ نمازِ جمعہ

وجوبِ نماز کی شرطوں (عاقل بالغ مسلمان ہونا) کے علاوہ نمازِ جمعہ فرض ہونے کے لئے کچھ زائد شرطیں ہیں جو کہ نمازی میں پائی جانی ضروری ہیں اور ان کے پائے جانے کے بغیر اس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی شخص اِن شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی نمازِ جمعہ ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا۔ مثلاً کوئی مسافر نمازِ جمعہ پڑھے تو ادا ہو جائے گا اور وہ شرائطِ وجوب یہ ہیں

(۱) آزاد ہونا۔ پس غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے اور اس کا مالک اس کو جمعہ (اور جماعتِ عیدین) میں جانے سے منع کر سکتا ہے اور مکاتب غلام پر جمعہ فرض ہے اور اگر غلام تھوڑا آزاد ہو گیا ہو اور باقی کے لئے کوشش کرتا ہو یعنی کما کر اپنے آقا کو دیتا ہو تاکہ بقایا رقم ادا ہو کر آزاد ہو جائے تو اس پر بھی جمعہ واجب ہے۔ غلام ماذون پر (یعنی جس غلام کو اس کے آقا نے تجارت کرنے کی اجازت دی ہو اور اس غلام پر جو روزانہ اپنے مالک کو کچھ ادا کرتا ہو (یعنی اس کے ذمہ کوئی خاص مقدار کما کر لانا مقرر کیا ہو) جمعہ فرض نہیں۔ اگر کسی غلام کو اس کے آقا نے نمازِ جمعہ کی اجازت دیدی ہو تو بعض کے نزدیک اس پر جمعہ واجب ہے اور بعض کے نزدیک اس کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے اور چاہے اپنی جگہ پر ظہر کی نماز پڑھ لے اور اسی اختیار والے قول کو ترجیح ہے۔ اور اس غلام کے بارے میں جو جامع مسجد کے دروازے پر اپنے مالک کے جانور کی حفاظت کے واسطے ہو اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اگر جانور کی حفاظت میں خلل نہ ہو تو جمعہ پڑھے۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جمعہ یا عیدین کی نماز کے لئے نکلا تو اگر وہ جانتا ہے کہ مالک ناراض نہ ہو گا یا مالک نے اس کو دیکھا اور خاموش رہا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مزدور یا نوکر پر بھی جمعہ فرض ہے اور مستاجر یا مالک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مزدور یا نوکر کو جمعہ سے منع کرے لیکن اگر جامع مسجد دور ہے اور مزدور و نوکر کو جمعہ میں آنے جانے سے چوتھائی دن خرچ ہو گیا تو اس دن کی چوتھائی اجرت کم کردی جائے گی اور مزدور کو اس کم کی ہوئی اجرت کے مانگنے کا حق نہیں ہے اور اگر اس سے کم وقت خرچ ہو تو پوری اجرت دینا واجب ہے۔

(۲) یقیناً مرد ہونا۔ عورت اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۳) شہر میں مقیم ہونا۔ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے اور ایسے مقیم پر بھی جمعہ فرض نہیں جو ایسے گاؤں میں رہتا ہو جہاں جمعہ پڑھنا صحیح نہ ہو۔ اگرچہ وہ گاؤں شہر سے قریب ہو اس میں اذان کی آواز کے سنائی دینے یا میلوں وغیرہ کا اندازہ مقرر کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ اذان کا اعتبار ہے۔

(۴) تندرست ہونا۔ مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریض سے مراد وہ ہے جو کہ جمعہ کی مسجد تک نہ جا سکتا ہو یا

چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ بہت بوڑھا جو ضعیف ہو گیا ہے اور ایسا تیماردار کہ جس کے چلے جانے سے بیمار کی خبر گیری کوئی نہیں کریگا اور بیمار کو نقصان ہوگا بیمار کے حکم میں ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ اگر مریض یا بوڑھا ضعیف وغیرہ عاجز کے پاس سواری اور خادم ہو تو اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا امام صاحبؒ کے نزدیک اس پر جمعہ واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعض نے کہا کہ بالاتفاق واجب* اور وہ چلنے پر قادر کے حکم میں ہے۔ قواعد کی رُو سے یہی مناسب ہے کہ اگر مشقت اور مرض میں زیادتی نہ ہو تو حاضر ہونا چاہئے ورنہ معذور ہے۔

(۵) چلنے پر قادر ہونا۔ اپاہج پر یعنی جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں یا فالج وغیرہ سے بیکار ہوں جمعہ فرض نہیں بالاتفاق۔ اگرچہ کوئی آدمی ایسا ہو جو اسے اٹھا کر مسجد میں رکھ آئے جس کا ایک پاؤں یا ٹانگ کٹی ہوئی ہو یا فالج سے بیکار ہو گئی ہو تو اگر وہ ایسا لنگڑا ہے کہ مسجد تک بلا مشقت جا سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔

(۶) بینا یعنی آنکھوں والا ہونا۔ ایسے نابینا (اندھا) پر جو خود جمعہ کی مسجد تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو جمعہ فرض نہیں، خواہ اس کو پکڑ کر مسجد تک لیجانے والا اجرتِ مثل پر یا بلا اجرت مل جائے تب بھی اس پر جمعہ فرض نہیں ہے (صاحبین کے نزدیک اگر مسجد تک لیجانے والا اجرت پر یا بلا اجرت مل جائے تو اس پر جمعہ واجب ہے) جو اندھا اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو اور باوضو ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے کیونکہ حرج کی علت اُس سے دور ہو گئی ہے۔ یک چشم (کانا) اور جس کی نگاہ کمزور ہو (چُندھا) پر جمعہ فرض ہے۔ بعض اندھے بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں اور راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بے دھڑک جا سکتے ہیں اور بغیر کسی سے پوچھے جس مسجد کو چاہیں پہچان لیتے ہیں ان پر جمعہ واجب ہے۔

(۷) جماعت ترک کرنے کے لئے جو عذرات پہلے بیان ہو چکے ہیں اُن سے خالی ہونا پس اگر اُن عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نمازِ جمعہ واجب نہ ہوگی مثلاً بارش بہت زور سے برس رہی ہو، یا اولے یا برف یا سخت سردی یا آندھی اس قدر ہو کہ اس سے باہر نکلنے اور مسجد میں جانے سے نقصان کا خوف صحیح ہو یا ظالم بادشاہ یا چور یا کسی ظالم شخص کے خوف کی وجہ سے چھپا ہوا ہو، تو ان سب صورتوں میں اس پر جمعہ فرض نہ ہوگا خوف سے چھپا ہوا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرضدار اپنے قرض خواہ کے خوف سے چھپا ہوا ہو تو اگر قرضدار مالدار ہو اور اسی وقت ادا کرنے پر قادر ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے اور قرضخواہ کے ملنے اور اس سے نقصان پہنچنے کا خوف اس کے لئے عذر نہیں ہے اور اگر قرضدار مفلس ہو اور اسی وقت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو قرضخواہ کا ملنا اور اس سے نقصان کا خوف اس کے لئے عذر ہے اور اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (جیسا کہ اس کے لئے تیمم جائز ہوتا ہے)۔ فائدہ شرط ۲ تا ۷ کو مختصر کر کے صرف ایک شرط یعنی بے عذر ہونا کہہ سکتے ہیں۔

جمعہ فرض ہونے کی جو شرطیں اوپر بیان ہوئی ہیں اگر کسی شخص میں اُن میں سے کوئی شرط یا سب شرطیں پائی جائیں تو اس پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر وہ شخص عزیمت (مشقت) اختیار کرے اور نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی

* یعنی اور بعض نے کہا کہ بالاتفاق واجب ہے۔

نماز جمعہ ادا ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اُتر جائے گا کیونکہ ان معذورین کے حق میں جمعہ پڑھنا عزیمت (مشقت) اور افضل ہے اور ظہر پڑھنا رخصت (آسانی) ہے۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے تو اب ظہر اس کے ذمہ سے اُتر گیا بلکہ مردِ مکلّف کے لئے جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لئے اپنے گھر میں ظہر پڑھنا افضل ہے اور جماعت میں شریک نہ ہونا چاہئے اس کی نماز گھر میں افضل ہے۔ لیکن اگر عورت کا مکان مسجد کی دیوار سے بالکل متصل ہے اس طرح پر کہ امام مسجد کی اقتدا کا کوئی مانع نہیں پایا جاتا تو اس کے لئے بھی جمعہ افضل ہے۔ نابالغ نے جمعہ پڑھا تو وہ نفل ہو جائیں گے کیونکہ اس پر نماز فرض ہی نہیں ہے۔

نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

نمازِ جمعہ کے صحیح (یعنی ادا) ہونے کی چند شرطیں ہیں جو نماز پڑھنے والے سے خارج ہیں اور ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا یعنی ادا ہی نہیں ہوگا اور وہ یہ ہیں:-

(۱) مصر اور فنائے مصر یعنی شہر اور اس کے توابع۔ ظاہر الروایت کے بموجب مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں مفتی اور امیر اور قاضی رہتا ہو جو حدود کو قائم کرے اور احکام جاری کرے اور اس کی کم سے کم آبادی منیٰ کی برابر ہو اسی پر اعتماد ہے۔ حدود کے قائم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان پر قدرت ہو خواہ بالفعل جاری کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ ایسے قاضی کا اعتبار نہیں جو وہاں نہ رہتا ہو بلکہ دورہ پر کبھی کبھی آتا ہو جس کو علاقہ کا قاضی کہتے ہیں۔ اگر امیر یا قاضی مفتی بھی ہو جیسا کہ صدرِ اول میں تھا تو وہی کافی ہے الگ اور مفتی ہونا ضروری نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مصر کی تعریف اس طرح منقول ہے کہ وہ بڑی بستی ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور اس کے ماتحت دیہات ہوں اور وہاں کوئی والی (حاکم) ہو جو اپنی جاہ وحشمت سے اور اپنے یا کسی دوسرے کے علم کے ذریعے ظالم سے مظلوم کا انصاف لینے پر قادر ہو (اگرچہ بالفعل انصاف (بدلہ) نہ لیتا ہو) اور جب کوئی حادثہ واقع ہو لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، اور یہی تعریف اصح ہے۔ اور پہلی روایت میں جو کوچوں اور بازاروں کا ذکر نہیں ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ امیر وقاضی جس کی شان احکام جاری کرنا اور حدود قائم کرنا ہے اکثر ایسے ہی بڑے شہر میں رہتا ہے پس دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔ بعض نے شہر کی یہ تعریف کی ہے کہ جس جگہ ایسے مسلمان جن پر جمعہ فرض ہے (یعنی عورتوں بچوں مسافرین وغیرہ کے علاوہ) اس قدر ہوں کہ اس بستی کی مسجدوں میں سے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو وہ سب اُس مسجد میں سما نہ سکیں پس وہ مصر ہے ورنہ نہیں (اور اس مسجد سے جامع مسجد نہیں بلکہ پنجوقتی نماز کی مسجد مراد ہے اور بڑی مسجد مختار قول کے بموجب وہ ہے جو کم از کم چالیس گز شرعی کی مقدار کی ہو اور شرعی گز چوبیس انگل کا ہوتا ہے) اکثر متاخرین فقہا نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ شرع کے احکام میں ڈھیل وسستی واقع ہو گئی ہے خصوصاً شہروں میں حدود قائم کرنے میں۔ اور یہ تعریف اکثر قصبات ودیہات پر صادق آجاتی ہے۔

(فائدہ: لیکن مصر کی یہ تعریف حدِ تام نہیں ہے بلکہ علامت اور رسمِ ناقص ہے اور یہ تعریف اُس زمانے کے مطابق ٹھیک ہے کیونکہ اُس وقت کے شہروں کی یہی حالت تھی لیکن ہر وقت یہ تعریف صادق نہیں آسکتی اور اس کو حدِ تام نہیں کہہ سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ مَالَا يَسَعُ اَكْبَرُ مَسَاجِدِهٖ اَهْلَهٗ کی بنا پر بعض وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی جمعہ درست نہ ہو کیونکہ موسم حج میں بھی جبکہ تمام دنیا کے حجاج کرام جمع ہوتے ہیں بہت دفعہ مسجد خالی رہتی ہے اور دنوں کا تو ذکر ہی کیا ہے پس ان پر لایسع صادق نہ آیا تو وہ مصر نہ رہے اور جمعہ صحیح نہ ہو حالانکہ شروع اسلام سے آجتک یہ دونوں شہر ہیں اور وہاں جمعہ ہوتا آرہا ہے اور بعض وقت یہ تعریف چھوٹے گاؤں پر بھی صادق آجاتی ہے کہ وہاں کی چند مسجدوں میں سے ایک بڑی مسجد ضرور ہوگی اور وہاں کے مکلفین مسلمان اس میں نہیں سما سکیں گے۔ اس کے باوجود عرفِ عام میں وہ چھوٹا گاؤں ہوگا۔ اسی وجہ سے بعد میں فقہا نے ایسی مسجد کی لمبائی مقرر کردی کہ وہ کم از کم چالیس گز شرعی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب علامت کا درجہ رکھتی ہیں نہ کہ حدِ تام کا اور یہ رسم و علامت بھی ناقص ہے کہ بعض پر صادق آتی ہے اور بعض پر صادق نہیں آتی پس یہ حقیقت مصر کو لازم و متعین نہیں کرتی کہ جس پر یہ صادق آجائے وہ مصر ہو جائے اور جس پر صادق نہ آئے وہ مصر نہ رہے۔ مصر کی تعریف میں فقہائے کرام کے اور بھی مختلف اقوال ہیں چنانچہ بعض نے یہ تعریف کی کہ جہاں دس ہزار آدمی رہتے ہوں بعض نے کہا کہ جہاں ہر پیشے والا اپنے پیشے کو چلا سکے بعض نے کہا کہ جہاں اس قدر لوگ رہتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن اُن سے مقابلہ کرے تو وہ اس کے دفع پر قادر ہوں بعض نے کہا کہ جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی موت و پیدائش ہوتی ہو وغیرہ مگر یہ سب رسمِ ناقص اور علامات و عوارض ہیں حد نہیں بلکہ حد وہی ہے جو ظاہر الروایت سے اوپر بیان ہوئی ہے اور یہ سب اُسی ایک معنی کے مختلف عنوان ہیں یعنی الفاظ کا بیان جُدا جُدا ہے اور مصداق سب کا ایک ہے اور وہ یہ کہ عرف میں جس کو شہر یا قصبہ (بڑا گاؤں) کہتے ہوں اور وہ بڑا گاؤں قصبہ کے مشابہ ہو خواہ اس کو گاؤں ہی کہتے ہوں یعنی آبادی اور بازاروں و گلی کوچوں کے اعتبار سے قصبہ کی شان رکھتا ہو تو ایسی آبادی میں جمعہ جائز و صحیح ہے، جیسا کہ شامی میں قہستانی سے روایت ہے:۔ وَتَقَعُ فَرْضًا فِي الْقَصَبَاتِ وَالْقُرَى الْكَبِيرَةِ الَّتِي فِيهَا اَسْوَاقٌ (ترجمہ: اور ایسے قصبوں اور بڑے گاؤں میں جن میں بازار ہوتے ہیں جمعہ فرض واقع ہوتا ہے۔) اور نیز شامی میں فرمایا کہ لَا تَجُوْزُ فِي الصَّغِيرَةِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا قَاضٍ وَمِنْبَرٌ وَخَطِيبٌ (یعنی ایسی چھوٹی بستی میں جس میں قاضی اور منبر اور خطیب نہ ہو جمعہ جائز و درست نہیں ہے)۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جس گاؤں کی آبادی قصبہ کے مشابہ ہو اور عرفِ عام میں اس کو بڑا گاؤں یا قصبہ کہتے ہوں اور اس میں ایسی دوکانیں ہوں جن سے روزمرہ کی عام ضروریات بالعموم وہاں میسر آجاتی ہوں خواہ وہ دوکانیں متفرق ہوں یا بازار کی شکل میں ہوں اور وہ گاؤں اپنے آس پاس کے دیہاتوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو کہ ان دیہاتوں کے لوگ اپنی ضروریات کے لئے اسکی طرف رجوع کرتے ہوں اور کوئی حاکم ہو یا پنچایت وغیرہ ایسی ہو جو ان کے معاملات میں فیصلہ کرتی ہو اور کوئی دین کا

ایسا عالم ہو جو ان کے روزمرہ کے پیش آنے والے امور کا مذہبی مسئلہ بتا سکے اور جمعہ میں خطبہ اور نماز جمعہ پڑھا سکے (جیّد عالم ہونا ضروری نہیں پس اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آئے تو وہ کسی بڑے عالم کی طرف رجوع کر کے دریافت کر سکتا ہے) تو ایسے گاؤں میں جمعہ درست اور فرض ہے اور وہ شہر اور قصبہ کے حکم میں ہے۔ (جاننا چاہیے کہ ہمارے زمانے کی حکومتیں چار ہزار کی آبادی کو قصبہ کا درجہ دیتی ہیں اور عام طور پر ایسی جگہ دوسری شرائط بھی میسر ہوتی ہیں۔ پس آبادی کے لحاظ سے چار ہزار یا اس کے لگ بھگ آبادی کا گاؤں بڑا گاؤں و قصبہ شمار کیا جانا چاہیے۔ یہ بطور تمثیل ہے نہ کہ بطور تحدید ورنہ بہت سے کم آبادی والے قصبہ ہوتے ہیں جن میں باقی صفات سب پائی جاتی ہیں۔) اور جو گاؤں اس درجہ کا نہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں اگرچہ اتفاقیہ وہاں کوئی بڑی مسجد ہو جس میں وہاں کے مکلف لوگ نہ سما سکیں پس ایسے گاؤں میں جمعہ و عیدین پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی وہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اُن پر ظہر کا ادا کرنا فرض ہے۔ خاکسار مؤلف کو جو کچھ مختلف فتاویٰ و کتب سے سمجھ میں آیا درج کر دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مزید کوئی شبہات ہوں تو علمائے کرام سے رجوع کریں اور جس جگہ کا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا متحقق و مسلم ہو تو وہاں جمعہ ضرور قائم کریں اور جس گاؤں کے متعلق شبہ ہو اس کی پوری کیفیت لکھ کر فتویٰ لے لیا جائے محض اپنی ناقص رائے سے فیصلہ کر کے پھر اس پر عمل کیا جائے
کر کے عمل نہ کریں ایسا نہ ہو فرضِ ظہر ذمہ سے ادا نہ ہو۔ فقط)

فنائے مصر یعنی وہ جگہ جو شہر کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے شہر سے ملی ہوئی ہو مثلاً قبرستان یعنی جہاں شہر کے مُردے دفن ہوتے ہوں یا چھاؤنی (فوج کے رہنے کی جگہ) ہو یا گھوڑوں کے پھیرنے یا دوڑانے کی جگہ ہو یا چاند ماری ہوتی ہو یا کچہریاں و اسٹیشن وغیرہ ہوں تو یہ سب فنائے مصر میں داخل ہیں اور یہ سب شہر کے حکم میں ہیں اور ان میں جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔ فِنائے مصر کے لئے حدود مقرر کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ ہر شہر کے ساتھ اس کی ضرورت کے مناسب ہوتی ہے البتہ اس کی تعریف یعنی شہر کی ضرورتوں کے لئے ہونا صادق آجائے یہی کافی ہے خواہ اس کو شہر کی آبادی سے کھیت وغیرہ جدا کرتے ہوں اسی طرح شہر کی آبادی میں بھی کھیت یا میدان وغیرہ کا فاصل ہو جانا اتصال کو مانع نہیں ہے جبکہ اس ساری آبادی پر عرفاً اس شہر کا اطلاق ہوتا ہو۔ فافہم

جو شخص شہر سے قریب ایسی جگہ رہتا ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو اور اس میں کھیت اور چراگاہ ہوں تو اگر وہ مستقل آبادی شمار کی جاتی ہے تو شہر کی آبادی یا فِنائے شہر میں اس کا شمار نہیں ہوتا بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے اس میں جمعہ جائز نہیں خواہ وہاں اذان کی آواز سنائی دیتی ہو یا نہ دیتی ہو یہی راجح اور اصح ہے (اور قول مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ یہ ہے کہ اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہے کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی شخص آئے تو جمعہ پڑھ کر دن ہی دن میں یعنی غروب سے پہلے اپنے گھر واپس پہنچ سکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی جمعہ فرض ہے[1])۔ اگر دو گاؤں بہت قریب ہوں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی آبادی

[1] یعنی شہر میں اگر مسجد جمعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے لیکن اپنی بستی میں جمعہ ادا کرنا ان کو بھی جائز نہیں اور بھی اقوال ہیں یعنی وہاں اذان کی آواز کا سنائی دینا یا تین میل کا فاصلہ ہونا وغیرہ اور اس پر واجب ہونے یا نہ ہونے کی تصحیح میں اختلاف ہے لیکن ارجح و اصح یہی ہے کہ اس پر جمعہ کے لئے شہر میں آنا واجب نہیں اور نہ ہی اس گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے (مؤلف)

بڑے گاؤں یا قصبہ کی مانند نہیں ہے لیکن دونوں کی آبادی مل کر قصبہ کی مانند ہو جاتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ عرفِ عام میں یہ دونوں الگ الگ مستقل موضع سمجھے جاتے ہیں یا متحد سمجھے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں یعنی جبکہ عرفاً ہر ایک موضع مستقل ہے تو ان میں کسی میں جمعہ جائز نہیں۔ اذان کی آواز سنائی دینے یا نہ دینے کا کوئی اعتبار نہیں اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ وہ دونوں موضع عرفاً متحد ہیں اور دونوں مل کر قریہ کبیرہ کی حد کو پہنچتے ہیں تو اگر ان دونوں میں سے کسی گاؤں میں بازار وغیرہ بھی ہوں جن سے قصبات کی سی شان پیدا ہو جائے تو ان دونوں میں جمعہ جائز ہو جائے گا ورنہ نہیں اور محض آبادی کا اعتبار نہیں ہو گا جب تک کہ دوسری علامات بازار وغیرہ سے قصبہ کی شان نہ پائی جائے۔ کارخانے جو کسی شہر کے متعلق ہوں خواہ وہ شہر سے دور ہوں اور شہر اور ان کے درمیان میں میدان و کھیت وغیرہ فاصل ہوں فنائے شہر میں داخل ہیں کیونکہ یہ بھی شہر کی مصلحتوں و ضرورتوں کے لئے ہوتے ہیں پس ان میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔

چھوٹے گاؤں کا رہنے والا آدمی جب شہر میں داخل ہوا اور جمعہ کے دن ٹھہرنے کی نیت کر لے تو اس پر جمعہ فرض ہو جائے گا کیونکہ اس دن کے واسطے وہ بھی اس شہر کے رہنے والوں کے حکم میں ہے اور اگر یہ نیت کرے کہ اسی دن جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے یا بعد چلا جائے گا تو اس پر جمعہ واجب نہیں کیونکہ اس حالت میں وہ اہلِ شہر میں سے نہیں ہو جاتا لیکن اگر جمعہ پڑھ لے گا تو اجر پائے گا اور ظہر اس کے ذمہ سے اتر جائے گی اور بعض کے نزدیک اگر جمعہ کے بعد جانے کی نیت کی تو جمعہ اس پر فرض ہو گا ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک اگر جمعہ کے وقت تک ٹھہرنے کی نیت کی تو فرض ہو گا ورنہ نہیں۔ اور اگر وقت داخل ہونے سے پہلے نکلنے کی نیت کی تو جمعہ لازم نہیں ہو گا اور اگر وقت کے داخل ہونے کے بعد نکلنے کی نیت کی تو جمعہ لازم ہو گا۔ بعض نے کہا کہ نہیں لازم ہو گا۔ یہی مختار ہے اگر کوئی مسافر جمعہ کے روز شہر میں آیا اور اس کا اسی روز وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں ہے تو اس پر وہ جمعہ فرض نہیں ہے کیونکہ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اس پر جمعہ فرض نہیں ہو گا اور جب پندرہ دن کی اقامت کی نیت کر لے گا تو جمعہ فرض ہو جائے گا۔

گاؤں اور جنگلوں کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے ان کو جائز ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت اور اذان اور اقامت سے پڑھیں کیونکہ ان کے لئے یہ دن اور دنوں کی مانند ہے۔ اور مسافر اگر جمعہ کے روز شہر میں اس دن کی ظہر کی نماز پڑھیں (یعنی جبکہ جمعہ میں شامل نہ ہوئے ہوں) تو اکیلے اکیلے نماز پڑھیں اور یہی حکم قیدیوں اور دیگر معذوروں مثلاً مریضوں و اپاہج و غلام و نابینا وغیرہ کے لئے ہے جن پر جمعہ پڑھنا فرض نہیں ہے کہ وہ اس دن کی ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں اور ان سب کو جماعت سے اس دن کی ظہر کی نماز پڑھنا خواہ جمعہ کی نماز سے پہلے ہو یا بعد میں مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائے گی کیونکہ معذوروں کو پڑھتے دیکھ کر غیر معذور بھی شریک ہو جائینگے

اور یہ بات جمعہ سے قبل اور بعد دونوں صورتوں میں ہوسکتی ہے اور دوسری وجہ معارضہ بھی ہے یعنی حکم جمعہ قائم کرنیکا ہے تو دوسری جماعت کا ہونا اس سے مقابلہ اور عدول حکمی ہے اور شہر کے وہ لوگ جن سے جمعہ فوت ہوجائے ان کو ظہر کی نماز الگ الگ پڑھنا مستحب ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ یہاں تقلیل جماعت اور معارضہ کا عذر نہیں ہے اس لئے کراہت کم یعنی تنزیہی ہے۔ اور اگر کچھ لوگوں کی کسی اور دن کی ظہر کی قضا نماز ہو تو اس کو جماعت سے پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

منیٰ میں حج کے زمانے میں خلیفہ یا امیر حجاز کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ امیر موسم کو (یعنی جو حج کے لئے حاکم بنایا جاتا ہے اور اس کو امیر الحاج بھی کہتے ہیں اس کو) جائز نہیں خواہ امیر موسم مسافر ہو یا مقیم لیکن اگر امیر عراق یا امیر مکہ کی طرف سے اس کو اذن ہو تو جائز ہے اور بعض کے نزدیک اگر وہ مقیم ہو تو جائز ہے اور اگر مسافر ہو تو جائز نہیں، پہلا قول صحیح ہے (اور یہ پہلے زمانے میں ہوتا تھا کہ امیرِ موسم کی ولایت صرف امور حج پر منحصر تھی اب اگر اس کو ولایتِ عام حاصل ہو تو جائز ہے) موسمِ حج کے سوا اور دنوں میں وہاں جمعہ جائز نہیں (کیونکہ اور دنوں میں باوجود آبادی کافی ہونے کے مصر کی دوسری شرط یعنی امیر یا اس کا نائب وہاں رہنا نہیں پایا جاتا اس لئے وہ گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے لیکن آج کل موجودہ حیثیت کے مطابق فتویٰ ہونا چاہیئے۔ مؤلف)۔ عرفات میں بالاتفاق جمعہ جائز نہیں کیونکہ وہ جنگل ہے اور وہاں عمارتیں نہیں ہیں بخلاف منیٰ کے کہ وہاں عمارتیں اور آبادی ہے۔

ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا ہوسکتا ہے یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی اصح و مختار ہے۔ پس خواہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ بڑی نہر یا پُل کے ذریعہ سے اس کے دو حصے ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں اور خواہ جمعہ دو مسجدوں میں ہوتا ہو یا زیادہ میں یعنی کئی مسجدوں میں ہوتا ہو جائز ہے۔ تکرارِ جماعتِ جمعہ مشروع نہیں ہے خواہ بہت سے لوگوں ہی کا جمعہ کیوں نہ فوت ہوجائے اور نہ ہی کسی ایسی مسجد میں اُن کو جمعہ ادا کرنا صحیح ہے جہاں پہلے سے جمعہ قائم نہ ہوتا ہو پس جو لوگ جمعہ کی نماز میں کسی جمعہ والی مسجد میں شامل ہونے سے رہ جائیں تو اُن کو اُس مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا جائز نہیں ہے اگر کسی دوسری مسجد میں جہاں ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے مل سکے تو وہاں شامل ہوجائیں اور اگر کسی اور جمعہ کی مسجد میں جمعہ نہ مل سکے تو الگ الگ ظہر پڑھیں۔ نئی جگہ یعنی کسی ایسی مسجد میں جہاں پہلے سے جمعہ نہ ہوتا رہتا ہو جمعہ نہ پڑھیں۔

احتیاطی ظہر کا مسئلہ

جس مقام میں جمعہ کے جائز ہونے میں شک ہو اس وجہ سے کہ اس کے شہر ہونے میں شک ہو یا صحتِ ادا کی شرطوں میں سے کسی اور شرط میں شک ہو اور وہاں کے لوگ جمعہ پڑھیں تو جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعتیں ظہر کی نیت سے پڑھ لینی چاہئیں تاکہ اگر جمعہ اپنے موقع پر واقع نہ ہو تو اس وقت کا فرض یقینی طور پر ادا ہوجائے اس نماز کو عرف میں احتیاطی ظہر کہتے ہیں اگر یہ چار رکعت محض اس وہم پر پڑھیں کہ شاید جمعہ نہ ہوا ہو تو ان کا پڑھنا مستحب ہے اور اگر صحتِ جمعہ میں شک و شبہ قائم ہوجائے تو ان کا پڑھنا واجب ہے۔ اس کی نیت میں اختلاف ہے بعضوں نے

کہا کہ یہ نیت کرے کہ آخر ظہر جو میرے ذمہ ہے پڑھتا ہوں اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ یوں کہے " آخر ظہر کی نیت کرتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور نماز ابھی تک نہیں پڑھی " بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے فرض کے بعد پہلے جمعہ کے بعد والی چار سنتیں پڑھے پھر چار رکعتیں اس نیت سے پڑھے کہ آخری ظہر جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی تک نہیں پڑھی وہ پڑھتا ہوں اور ان چاروں رکعتوں میں بھی الحمد کے ساتھ سورت ملائے۔ پس اگر جمعہ صحیح نہیں ہوا ہوگا تو یہ اس وقت کی ظہر ادا ہو جائیگی اور اگر جمعہ صحیح ہو گیا ہے تو یہ کسی اور قضائے ظہر کی جگہ ہو جائیں گی جو اس کے ذمہ باقی ہوگی اور سورت کا ملانا اس کو کچھ ضرر نہیں کرے گا اور اگر کوئی اور قضا بھی اس کے ذمہ نہیں ہوگی تو یہ نفل ہو جائیں گے اور نفل کی ہر رکعت میں سورت کا ملانا واجب ہے جو اس نے ادا کر لیا۔ اور اگر اس کے ذمہ کسی اور ظہر کی قضا ہے تو وہ آخری دو رکعت میں سورت نہ ملائے کیونکہ یہ چار رکعتیں ہر حال میں فرض ہی واقع ہوں گی۔ پھر (چار رکعت احتیاطی کے بعد) دو رکعت سنتِ وقت پڑھے پس اس طرح جمعہ کے بعد دس رکعتیں پڑھے۔

عوام کو ظہرِ احتیاطی سے مطلقاً منع کیا جائے کیونکہ اس سے اُن کا اعتقاد بگڑتا ہے اور وہ اس خیال میں پڑ جاتے ہیں کہ جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے اور طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں البتہ کوئی اہلِ علم (یعنی جو ان مسائل کو اچھی طرح سمجھتا ہو) شبہ کے موقع میں ظہر کی احتیاطی پڑھے تو یہ مذکورہ مسائل اس کے لئے ہیں اور اس کو چاہئے کہ کسی کو اپنے پڑھنے کی اطلاع نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں پڑھے۔

(۲) سلطان (بادشاہِ اسلام) خواہ وہ عادل ہو یا ظالم ہو (یعنی جس میں امامت کی شرطیں نہ ہوں) یا بادشاہ کا نائب ہو یعنی وہ شخص جس کو بادشاہ نے حکم دیا ہو اور وہ امیر ہے یا قاضی یا خطیب یہاں تک کہ بادشاہ یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ بادشاہ نے جسے امام مقرر کر دیا وہ دوسرے سے بھی پڑھوا سکتا ہے اگرچہ اس کو اس کا اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرے سے پڑھوائے۔ کسی شخص نے جمعہ کے روز امام کی اجازت کے بغیر خطبہ نماز پڑھا دیا اور امام حاضر ہے تو جائز نہیں لیکن اس کی اجازت سے پڑھاوے تو جائز ہے۔ اور اگر وہ امام اس کے پیچھے اقتدا کرے تو دلالۃً اجازت ہو جائے گی۔ غلام اگر کسی ضلع کا حاکم ہو جائے اور جمعہ پڑھائے تو جائز ہے اگر کوئی شخص زبردستی حاکم ہو گیا ہو اور خلیفہ (بادشاہ) کی طرف سے اس کے پاس فرمان نہ ہو تو اگر اس کی عادت حاکموں جیسی ہو اور اپنی رعیت پر والی کے طور پر احکام جاری کرتا ہو تو جائز ہے۔ عورت اگر بادشاہ ہو تو جمعہ قائم کرنے کے واسطے کسی دوسرے کے لئے حکم کرنا اس کو جائز ہے خود اس کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں —— اگر کسی شہر کا حاکم مر گیا یا کسی فتنہ کے سبب کہیں چلا گیا اور جمعہ میں نہ آیا اور اس کا خلیفہ (ولیعہد) یا حاکمِ فوجداری (کوتوال) یا قاضی جس کو اجازت دی ہوئی ہے (اگرچہ یہ اجازت دلالۃً ہو کیونکہ جس کو امورِ عامہ تفویض ہوتے ہیں اس کو اجازتِ اقامتِ جمعہ دلالۃً حاصل ہے کیونکہ یہ بھی امورِ عامہ میں سے ہے) نمازِ جمعہ قائم کرے، تو جائز ہے اور اگر وہاں ان میں سے کوئی نہ ہو

اور سب آدمی جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کر لیں اور وہ نماز پڑھائے تو جائز ہے بوجہ ضرورت کے اور ان کے ہوتے ہوئے کسی کو مقرر کرنا جائز نہیں، اور اسی طرح اگر بادشاہ سے اجازت نہ لے سکتے ہوں اور سب آدمی جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کر لیں اور وہ جمعہ پڑھاوے تو بھی جائز ہے۔ چونکہ ہمارے زمانے میں اہلِ حکومت کو ان امور کی طرف توجہ نہیں ہے پس لوگ خود کسی شخص پر اجتماع کر لیں اور نماز جمعہ پڑھا کریں جائز ہے ــــ اگر خلیفہ مر گیا اور اس کی طرف سے والی اور امیر مسلمانوں کے انتظام کے لئے مقرر تھے تو جب تک وہ معزول نہ کئے جائیں اسی طرح ولایت پر باقی رہیں گے اور جمعہ قائم کریں گے ــــ امیر کا خطبہ کے واسطے اجازت دینا جمعہ کے واسطے اجازت دینا ہے اور جمعہ کے واسطے اجازت دینا خطبہ کے واسطے اجازت دینا ہے پس اگر امیر (حاکم) کسی کو یہ حکم دے کہ خطبہ پڑھ اور نماز نہ پڑھا تو اس کو نماز پڑھانا جائز ہے ــــ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا ذمی کافر کسی شہر کا حاکم ہے پھر وہ لڑکا بالغ ہو گیا یا وہ ذمی کافر مسلمان ہو گیا تو جب تک بادشاہ کی طرف سے نیا حکم نہ ملے تب تک وہ جمعہ قائم نہیں کر سکتے لیکن اگر پہلے ہی سے بادشاہ نے اجازت دیدی تھی کہ لڑکا بالغ ہونے پر یا ذمی کافر مسلمان ہونے پر جمعہ قائم کرے تو وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے نئے حکم کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اہل ہونے کا اعتبار جمعہ کے قائم کرنے کے وقت ہے نہ کہ اجازت کے وقت۔ بادشاہ (خلیفہ) اگر سفر (دورہ) کرے اور جمعہ کے روز کسی گاؤں میں ہو (یعنی جہاں جمعہ جائز نہیں ہوتا) تو وہاں اس کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں اور اگر اپنے ملک کے کسی شہر میں سے گذرے تو خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر اس کو جمعہ پڑھانا جائز ہے اس لئے کہ دوسروں کی امامت اس کی اجازت سے ہوتی ہے پس اس کی امامت بدرجۂ اولیٰ جائز ہو گی۔ اگر بادشاہ نے کسی جگہ کو شہر مقرر کر دیا پھر وہاں سے دشمن کے خوف یا کسی اور وجہ سے لوگ بھاگ گئے پھر چند روز بعد وہاں آ گئے تو جب تک نئی اجازت بادشاہ کی طرف سے نہ ہو گی جمعہ قائم نہ کریں گے۔ اگر بادشاہ کسی شہر والوں کو جمعہ پڑھنے سے منع کرے تو وہ جمعہ نہ پڑھیں یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بادشاہ کسی مصلحت کی وجہ سے یہ حکم کرے اور یہ ارادہ کرے کہ آئندہ وہ جگہ شہر نہ رہے۔ لیکن اگر دشمنی سے یا وہاں کے لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ حکم کرے تو ان کو اختیار ہے کہ کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور وہ ان کو جمعہ پڑھائے۔ اگر بادشاہ نے امامِ جمعہ کو معزول کر دیا تو جب تک معزولی کا پروانہ (حکمنامہ) نہ آجائے یا دوسرا امیر اس پر مقرر ہو کر نہ آئے اس کو جمعہ پڑھانا جائز ہے اور جب اس کی معزولی کا حکم آجائے یا دوسرے امیر کا آجانا معلوم ہو جائے تو اس کا جمعہ پڑھانا باطل ہے۔ اگر امام نے جمعہ کی نماز شروع کر دی پھر دوسرا والی یا امام مقرر کر دیا گیا تو وہ اسی طرح نماز پڑھاتا رہے۔

(۳) دار الاسلام ہونا۔ دار الحرب میں نماز جمعہ درست نہیں۔ دار الاسلام وہ جگہ ہے جہاں کا بادشاہ مسلمان ہو یا وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اور احکامِ شرعیہ میں کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی ہو اور وہاں مسلمان امن و امان کے ساتھ کفار کی اجازت کے بغیر رہ سکتے ہوں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دار الحرب ہے۔

جو مقام کسی زمانے میں دارالاسلام تھا اس کے دارالحرب ہونے میں تین شرطیں ہیں (۱) اس میں کفر کے احکام علانیہ جاری ہونے لگیں ——(۲) دارالحرب سے متصل ہو اُس کے اور دارالحرب کے درمیان میں کوئی دوسرا شہر نہ ہو —— (۳) کوئی مسلمان اس میں کفار کی امان کے بغیر نہ رہ سکے، پس جن ملکوں پر کفار کا قبضہ ہے اور انھوں نے اس میں کفر کے احکام کا غلبہ نہیں کیا ہے بلکہ بہت سے قاضی اور والی مسلمان مقرر کئے ہوئے ہیں جو ضرورۃً و بلا ضرورت ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ہر شہر میں جو حاکم اُن کفار کی طرف سے مقرر ہے اس کو جمعہ اور عیدین اور حدود قائم کرنے اور اس ضرورت کے لئے قاضی مقرر کرنے کی اجازت ہے تو ایسے ملک بلادِ اسلام ہیں نہ کہ بلادِ حرب اور جمعہ وعیدین وغیرہ اُن میں قائم کئے جائیں گے۔ اور اگر وہاں کے سب حاکم کافر ہوں لیکن مسلمانوں کو احکامِ شرعیہ میں کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہو تب بھی مسلمانوں کو جمعہ وعیدین قائم کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے ایک شخص قاضی و امام مقرر ہو سکتا ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ مسلمان حاکم کے لئے طلب و جستجو کرتے رہیں۔

(بعض فقہا نے دارالاسلام ہونے کو شرطِ جمعہ نہیں لکھا غالباً اس لئے کہ بادشاہِ اسلام ہونے میں یہ شرط خود داخل ہو جاتی ہے اور بعض نے بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب کے شرط ہونے کی بھی مخالفت کی ہے کہ یہ شرط صرف احتیاطی عقلی ہے نہ یہ کہ اس کے بغیر شرعاً نماز صحیح نہ ہو اور یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نمازِ جمعہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور فتنہ و فساد کا خوف ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے موجود ہوگا تو اس کا انسداد کرسکے گا اور انتظام درست رہے گا۔ اسی وجہ سے بعض فقہا کے نزدیک بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

(۴) ظہر کا وقت ہونا۔ لیکن جمعہ کے لئے بخلاف ظہر کے ہر موسم میں تعجیل یعنی اول وقت جمعہ پڑھنا افضل ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی معتبر ہے۔ اگر جمعہ کی نماز یا خطبہ زوال سے پہلے پڑھا تو جائز و درست نہیں ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے اندر ظہر کا وقت جاتا رہے تو جمعہ فاسد ہو جائے گا یعنی جمعہ کی صحت نہ اداءً باقی رہے گی نہ قضاءً بلکہ یہ نماز نفل ہو جائے گی اور ظہر کی قضا دینی پڑے گی۔ اگر تشہد کی مقدار قعدہ کرنے کے بعد وقت خارج ہوا تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہی حکم ہے یہی صحیح ہے اور جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جائے گی بلکہ ظہر کی قضا پڑھیں گے اور اسی نیتِ جمعہ پر ظہر کی نیت کی بنا نہ کرے کیونکہ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں اس لئے بنا جائز نہیں بلکہ نئے سرے سے ظہر کی قضا کا تحریمہ باندھے۔ مقتدی اگر جمعہ کی نماز میں سو گیا اور وقت جاتے رہنے کے بعد ہوشیار ہوا یا اتنی بھیڑ تھی کہ رکوع و سجود نہ کرسکا اس لئے لاحق ہو گیا اور جب امام نے سلام پھیر دیا تو پھر عصر کا وقت داخل ہو گیا تو اس کی نمازِ جمعہ فاسد ہو گئی نئے تحریمہ سے ظہر کی قضا کرے کیونکہ صرف وقت کے اندر شروع کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ساری نماز کا وقت کے اندر پورا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد نیند سے ہوشیار ہوا

یا بھیڑ دور ہونے پر رکوع سجدہ کا موقع ملا اور ابھی وقت باقی ہے تو جمعہ پورا کرلے۔
(۵) نماز سے پہلے بلا فصل خطبہ پڑھنا۔ اگر بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھیں یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ لیں یا نماز کے بعد خطبہ پڑھیں یا خطبہ پڑھنے میں خطبہ کا ارادہ نہ ہو یا خطبہ اور نماز میں زیادہ فاصلہ ہوجائے تو جائز نہیں۔ خطبہ میں بھی فرض و سنتیں و مکروہات وغیرہ ہیں۔

خطبہ کے فرائض یہ ہیں: (۱) وقت اور وہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے ہے پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہیں ــــ (۲) لوگوں کے سامنے خطبہ کی نیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اگر صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہدے تو خطبہ کا فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ صرف اتنے پر ہی اکتفا کرنا مکروہ ہے، یہ امام صاحبؒ کا قول ہے۔ یہ کراہت بعض کے نزدیک تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی۔ اور یہ کافی ہونا اس وقت ہے جبکہ خطبہ کی نیت سے پڑھیں لیکن اگر چھینکا اور اس پر الحمد للہ کہا یا کسی چیز پر تعجب آنے کی وجہ سے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کا قائم مقام نہ ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ہونا ضروری ہے یعنی کم سے کم تشہد کی مقدار (التحیاتُ للہ سے عبدہ و رسولہ تک) خطبہ ضرور پڑھا جائے اس سے کم جائز نہیں ــــ (۳) خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہوجاتا ہے یعنی مرد عاقل بالغ ہونا اور خواہ صرف ایک ہی آدمی ہو یہی صحیح ہے پس اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور جمعہ نہ ہوا اور اگر ایک یا دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھے اور تین آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھے تو جائز ہے۔ بعض کے نزدیک خطبہ میں بھی حضور جماعت یعنی کم از کم تین آدمیوں کا ہونا شرط ہے ورنہ خطبہ صحیح نہیں ہوگا (اکثر فقہا اسی طرف گئے ہیں اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ مؤلف) ــــ اگر صرف مریض یا غلام یا مسافر موجود ہوں تو بھی خطبہ جائز ہے کیونکہ صرف ان کی موجودگی سے جمعہ منعقد ہوسکتا ہے اور خطبہ کے وقت حاضرین خواہ سب بہرے ہوں یا سوتے ہوں یا دور ہوں کہ آواز وہاں نہ پہنچتی ہو تب بھی خطبہ جائز و درست ہے کیونکہ ان کا موجود ہونا کافی ہے ــــ (۴) شرط نمبر ۳ کی بنا پر خطبہ کا جہر کے ساتھ ہونا بھی شرط ہے یعنی خطبہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو پاس والے سن سکیں۔ اور ایک روایت کے مطابق اگر امام اکیلا خطبہ پڑھ لے تو جائز ہے اور اس کی بنا پر جہر یعنی لوگوں کو سنانا فرض نہیں رہے گا بلکہ سنت ہوجائے گا جیسا کہ خطبہ کی سنتوں میں بھی اس کا ذکر ہے ــــ (۵) خطبہ اور نماز کے درمیان زیادہ وقفہ نہ ہونا اس کی تفصیل آگے آتی ہے ــــ (۶) خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔

خطبہ کی سنتیں و مستحبات: (۱) طہارت یعنی خطیب کا پاک ہونا پس محدث اور جنبی کو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے لیکن اگر پھر غسل کر کے خطبہ نہ لوٹائے اور جمعہ پڑھا دے یا دوسرا پاک آدمی جمعہ پڑھا دے

توجمعہ صحیح ہو جائے گا ——— (۲) ستر عورت اور یہ خطبہ کے لئے سنت ہے اگرچہ فی حدذاتہ فرض ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اور خواہ تنہائی میں ہو سوائے ضروریات شرعیہ و بشریہ کے پس مطلب یہ ہے کہ خطبہ کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا اگرچہ بے ستر ہونے کا گناہ اس پر الگ لازم آئیگا اور یہی مطلب ہے طہارت کا خطبہ کے لئے سنت ہونے کا کہ اگرچہ جنبی کو مسجد میں داخل ہونے کے لئے طہارت واجب ہے اور خطبہ مسجد میں ہوتا ہے پس جنب کی حالت میں خطبہ پڑھنے والا جنب کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے کی وجہ سے گنہگار ہو گا لیکن خطبہ کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گا فافہم ——— (۳) خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا ——— (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ سنت یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو اور خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت سے خطبہ پڑھے ——— (۵) اگر منبر نہ ہو تو عصا (لاٹھی) ہاتھ میں لینا، منبر پر بھی عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے لیکن غیر مؤکدہ ہے اگر مؤکدہ سمجھ کر کرے گا تو مکروہ ہے۔ (اس طرح مکروہ والے قول میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ مؤلف) ——— (۶) جو شہر تلوار سے فتح ہوا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ اس میں خطیب اگر امام المسلمین یعنی بادشاہِ اسلام یا اس کا نائب ہو تو خطبہ کے وقت تلوار گردن میں لٹکالے بعض نے کہا کہ اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر اس پر سہارا کرلے، بہتر یہ ہے کہ گلے میں لٹکا کر اس کی نوک زمین پر ٹھہرا کر اس پر ہاتھ کا سہارا دے۔ اس طرح دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی (تاکہ اُن پر اظہار ہووے کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ گے تو یہ تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی ہے وہ تم سے قتال کریں گے حتیٰ کہ تم پھر اسلام کی طرف لوٹ آؤ) اور جو شہر تلوار سے فتح نہیں ہوا جیسا کہ مدینہ منورہ کہ یہ قرآن سے فتح ہوا ہے تو وہاں تلوار لے کر خطبہ نہ پڑھے۔ یہ فعل بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب کے لئے مخصوص ہے دوسرے خطیبوں کے لئے مشروع نہیں ——— (۷) جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوبارہ اذان دینا اُس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے جیسا کہ اقامت کا اور سامنے سے مراد یہ ہے کہ منبر یا امام کے بالکل سامنے ہو یا دائیں طرف یا بائیں طرف اُس کے قریب ہو پس یا تو زاویہ قائمہ میں واقع ہو گا یا حادہ یا منفرجہ میں تینوں طرح صحیح ہے۔ (سامنے سے یہ مراد نہیں کہ منبر سے متصل ہو یعنی صفِ اول میں ہو بلکہ ایک دو یا کچھ صفوں کے بعد ہو تب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ دہلی ولاہور وغیرہ کی شاہی مسجد میں ہوتا ہے اور بلکہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں بھی ایسا ہی ہے اور جائز ہونے کے لئے تو ساری صفوں کے بعد اور مسجد کے اندر یا باہر ہونا برابر ہے)۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ اذان ثانی پست آواز سے کہتے ہیں یہ نہ چاہئے بلکہ اسے بھی بلند آواز سے کہے کہ اس سے بھی اعلان مقصود ہے خصوصاً اُن لوگوں کے لئے جو موجود ہو گئے ہیں تاکہ خطبہ کے سننے کی طرف متوجہ ہو جائیں چونکہ مجمع کثیر ہوتا ہے اس لئے پست آواز سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا اور جنھوں نے پہلی اذان نہ سنی ہو تو وہ بھی سُن کر حاضر ہو سکتے ہیں۔

——— (۸) کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھے خواہ دونوں خطبوں میں یا ایک میں تو اگر عذر کی وجہ سے

تو بلا کراہت جائز ہے ورنہ کراہت کے ساتھ جائز ہے ـــــ (۹) قوم (سامعین) کی طرف منھ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ اس کے خلاف یعنی قبلہ کی طرف منھ کرنا اور قوم کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے اور صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر یعنی اس طرح کہ کچھ صفیں خطیب سے آگے ہوں خطبہ پڑھنا بدعت ہے کیونکہ تمام قوم کا سامنے ہونا سنتِ متوارثہ ہے۔ اور حاضرین کا خطیب کی طرف منھ کرنا یہ اس وقت ہے جبکہ امام سامنے ہو، اور اگر اس کے قریب داہنی یا بائیں طرف ہو تو اس کی طرف کو مڑ کر سننے کے لئے مستعد ہو کر بیٹھ جائے۔ لیکن ہمارے زمانے میں خواہ داہنی ہوں یا بائیں سب کا قبلہ کی طرف کو منھ کئے ہوئے بیٹھنا اور خطیب کی طرف مڑ کر منھ نہ کرنا مناسب ہے کیونکہ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد صفیں سیدھی کرنے میں حرج و دقت واقع ہوتی ہے چنانچہ مدتِ مدید سے اسی پر امت کا تعامل چلا آیا ہے ـــــ (۱۰) خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لینا ـــــ (۱۱) قوم کو خطبہ سنانا یعنی خطبہ جہر (بلند آواز سے) پڑھنا ایسی آواز سے کہ لوگ سن سکیں اگر نہ سناوے تو جائز ہے اور یہ اس روایت کی بنا پر ہے کہ اکیلا امام خطبہ پڑھ لے تو بھی کافی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ کم از کم ایک آدمی یا تین آدمی ضرور ہوں اور جب یہی صحیح ہے تو اس بنا پر سنانا شرط و فرض ہوا جیسا کہ اوپر فرائض خطبہ میں بیان ہوا پس اتنی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں فرض ہے اور مناسب درجہ تک بلند آواز سے پڑھنا دونوں خطبوں میں سنت ہے۔ لیکن دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کی نسبت آواز کم بلند ہو (یعنی پست ہو) ـــــ (۱۲) دو خطبے پڑھنا (یعنی محض خطبہ پڑھنا شرط ہے اور خطبے دو ہونا سنت ہے) ـــــ (۱۳) دونوں خطبے عربی زبان میں پڑھنا ـــــ (۱۴) خطبہ الحمد للہ سے شروع کرنا ـــــ (۱۵) اللہ تعالیٰ کی ثنا و تعریف کرنا جو اس کے لائق ہے ـــــ (۱۶) شہادتین یعنی اشہدان لا الٰہ الا اللہ و اشہدان محمداً رسول اللہ پڑھنا ـــــ (۱۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ـــــ (۱۸) وعظ و نصیحت کا ذکر کرنا ـــــ (۱۹) کچھ قرآن پاک پڑھنا اور اس کا چھوڑنا بری بات ہے اور خطبہ میں قرآن پڑھنے کی مقدار کم از کم ایک آیت ہے اور یہ دونوں خطبوں کے لئے الگ الگ سنت ہے ـــــ (۲۰) پہلا خطبہ ختم ہونے پر دوسرا خطبہ شروع ہونے سے پہلے (یعنی دونوں خطبوں کے درمیان) جلسہ کرنا (بیٹھنا)۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر روایت میں تین آیت پڑھنے کے بقدر ہے اور مختار یہ ہے کہ اپنے بیٹھنے کی جگہ میں اطمینان سے بیٹھ جائے اور اس کے سب اعضا اپنے مقام پر ٹھہر جائیں اس سے زیادہ نہ کرے پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے اور اصح یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کا چھوڑنا برا ہے ـــــ (۲۱) دوسرے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور کلمۂ شہادتین کا اعادہ کرنا ـــــ (۲۲) دوسرے خطبہ میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا ـــــ (۲۳) تخفیفِ خطبہ یعنی خطبہ کو زیادہ لمبا نہ کرنا۔ دونوں خطبے طوالِ مفصل میں سے کسی سورت کے

برابر ہیں اس سے زیادتی مکروہ ہے (خصوصاً سردیوں میں اس کا خیال رکھیں مؤلف) جیسا کہ تین آیات کی مقدار یا تشہد واجب کی مقدار سے کم کرنا امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق مکروہ ہے ——— (۲۴) دوسرے خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرنا مستحسن و مستحب ہے صدر اول سے برابر اس پر معمول چلا آرہا ہے۔ بادشاہِ وقت کے لئے عدل واحسان وغیرہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ فی زماننا وہ اپنے اور اپنے نائبین کے لئے نیکی اور دشمنوں پر نصرت کی دعا کے زیادہ مستحق ہیں مگر بادشاہ کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے اور ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے مثلاً السلطان العادل الاکرم شاہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم کہنا منع ہے اور ان میں بعض الفاظ کفر کے ہیں اور بعض اِن میں بالکل جھوٹ ہیں اور سلطان البرین والبحرین وخادم الحرمین والشریفین وغیرہ الفاظ میں کوئی مانع نہیں ہے واللہ اعلم ——— (۲۵) دوسرا خطبہ ان الفاظ سے شروع کرنا بہتر و مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ——— (۲۶) جس طرح نماز میں تشہد کے وقت دوزانو بیٹھتے ہیں خطبہ میں بھی اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔ چارزانو (چوکڑی مار کر) یا دو گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھنا بھی جائز ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام نہیں ہوتا اور حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے اس لئے نماز کی تمام شرطیں اس میں لازم نہیں آتیں اور جو اثر میں وارد ہے کہ خطبہ نصف نماز کی طرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب میں دو رکعت یعنی نصف نماز ظہر کی برابر ہے ——— (۲۷) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کردینا۔

ممنوعات ومکروہاتِ خطبہ

(۱) جو امور خطبہ کے وقت حرام ومکروہ وممنوع ہیں اور جن کی تفصیل آگے آتی ہے ان میں امام صاحب اور صاحبین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس وقت سے کس وقت تک مکروہ وممنوع ہیں پس امام صاحب کے نزدیک جب امام خطبہ پڑھنے کے لئے نکلے (منبر پر بیٹھنے کے لئے کھڑا ہو) اس وقت سے نماز کے ختم ہونے تک یہ حکم ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک امام کے نکلنے کے بعد سے خطبہ شروع کرنے سے پہلے تک اور خطبہ پورا کرنے کے بعد سے نماز شروع ہونے سے پہلے تک کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور صرف امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت بھی کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور یہ اختلاف کلام متعلق بالآخرت میں ہے اور اگر وہ کلام متعلق بالآخرت نہ ہو تو بالاجماع امام کے نکلنے سے ہی مکروہ ہے اور نماز پڑھنا بالاجماع امام کے نکلنے سے ہی منع ہے۔ زیادہ احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین کے قول میں وسعت ہے پس جو لوگ اس پر عمل کریں ان پر نکیر نہ کی جائے۔

(۲) جو چیزیں نماز کی حالت میں حرام و ممنوع ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام و ممنوع ہیں پس جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے، نہ کوئی کلام کرنا چاہیئے خواہ ایسا کلام ہو جیسے آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں یعنی دنیوی کلام اور خواہ دینی کلام ہو جیسے سبحان اللہ کہنا لیکن تسبیح اور اس کی مثل پڑھنے پر حرمت کا آنا مشکل ہے کہ یہ تو نماز میں بھی حرام نہیں بلکہ مکروہ بھی نہیں تاہم خاموش رہنا احوط ہے۔ کذافی الشامی) اور سلام و چھینک کا جواب دینا یہ سب منع اور حرام ہے، یہاں تک کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا بھی منع ہے لیکن اگر زبان سے کلام کئے بغیر ہاتھ یا سر یا آنکھوں سے اشارہ کر کے امر معروف کرے مثلاً کسی کو برائی کرتے دیکھا اور اس کو ہاتھ سے منع کیا یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کر دیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کسی شخص کو تکلیف سے بچانے کے لئے بولنا اور خبر دینا جائز بلکہ ضروری ہے۔ مثلاً کوئی نابینا کوئیں میں گرنے لگے یا کسی کو بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں اور اگر اشارہ یا دبانے سے بتا سکیں تو اس صورت میں بھی زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔ خطیب کے لئے بھی خطبہ میں کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن امر معروف یعنی نیکی کا حکم کرے اور برے کام سے روکے تو جائز ہے۔ -

- - - - - - فقہ کی کتابوں پر نظر کرنا اور ان کو سمجھنا اور لکھنا بعض کے نزدیک جائز ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ و منع ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خطبہ میں آئے تو سامعین کو زبان سے درود شریف پڑھنا مکروہ ہے البتہ اپنے دل میں پڑھ لینا جائز ہے بلکہ بہتر ہے تاکہ دونو حکموں یعنی درود شریف پڑھنا اور سماع خطبہ پر عمل ہو جائے۔ اسی طرح جب صحابہ کرام کا نام آئے اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم زبان سے کہنا مکروہ ہے اور اپنے دل میں کہنا جائز ہے اسی طرح چھینک کے وقت دل میں الحمد للہ کہہ لے زبان سے سلام و چھینک کا جواب دل میں بھی نہ دے اور نہ فراغت سے پہلے جواب دے اور نہ بعد میں۔ اور خطبہ کے وقت سلام کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور امام جب خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے تو لوگوں کو سلام نہ کرے۔ خطبہ سننے کے حکم میں جو شخص امام سے دور ہو اور اسے سنائی نہ دیتا ہو تو وہ بھی قریب کی مانند ہے اور اس کے حق میں بھی خاموش رہنے کا حکم ہے یہی مختار ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔

(۳) جب خطبہ پڑھا جائے تو ہر قسم کی نماز پڑھنا و سجدہ منع ہے سوائے اس شخص کے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو اور وہ صاحب ترتیب ہو پس اس کو اس قضا کا پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کی نماز جمعہ درست نہیں ہو گی۔ اور جو صاحب ترتیب نہ ہو اس کو قضا نماز پڑھنا مکروہ تحریمی و منع ہے۔ پس اس وقت نہ سنت جمعہ پڑھے اور نہ کوئی اور نفل تحیۃ المسجد وغیرہ اور نہ سجدۂ تلاوت کرے اور اگر کوئی نفل نماز اس وقت شروع کریگا تو منعقد ہو جائے گی اور اس کو توڑنا اور دوسرے غیر مکروہ وقت قضا کرنا واجب ہوگا اور اگر اسی وقت پورا کرلے گا تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور اس کو کامل وقت میں لوٹانا واجب ہے۔ اگر کسی نے خطبہ

شروع ہونے سے پہلے ہی سنتِ مؤکدہ قبل جمعہ شروع کی ہوئی ہے اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو راجح یہ ہے کہ ان کو پورا کرلے اور اگر کوئی اور نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اگر اس نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ دے اور پھر ان دو رکعت کی قضا دیوے اور اگر سجدہ کرلیا تو دو رکعتیں پوری کرکے سلام پھیر دے اور کچھ اس پر لازم نہیں۔ اور اگر تیسری کے لئے کھڑا ہوگیا تو اگر اس کا سجدہ کرلینے کے بعد ہو تو چوتھی رکعت بھی پوری کرے اور اگر ابھی تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بعض کے نزدیک چاروں پوری کرلے یہی اشبہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک نماز توڑ دے اور بعد میں دو رکعت کی قضا دے بعض کے نزدیک یہی راجح ہے۔ اور ان میں قرأت مختصر کرے یعنی قدرِ واجب پر کفایت کرے۔

(۴) قوم پر اول سے آخر تک خطبہ سننا واجب ہے۔ (خطبۂ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں یعنی خطبۂ عیدین و نکاح وغیرہا کا سننا بھی واجب ہے) اور امام سے قریب ہونا دور ہونے کی نسبت افضل ہے اور امام سے قریب ہونے کے واسطے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا خطبہ کے وقت مکروہ تحریمی ہے البتہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا تب تک پھلانگنا جائز ہے جبکہ لوگوں کو ایذا نہ دے مثلاً کسی کا کپڑا نہ دبائے یا کسی کے بدن پر پاؤں نہ رکھے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا آگے بڑھے اور محراب سے قریب ہو تاکہ پیچھے سے آنے والوں کے لئے گنجائش ہو اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت حاصل کرے اور جب پہلے لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو بلاعذر اپنی جگہ ضائع کی پس جو شخص بعد میں آیا اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے اور مجبوراً لوگوں کو پھلانگ کر جانا جائز ہے اس لئے کہ قصور ان لوگوں کا ہے کہ انھوں نے جماعت کو پہلے سے نہیں بھرا۔ اور اگر لوگوں کو پھلانگے اور ایذا دیئے بغیر آگے پہنچ سکے تو اگر آگے جگہ نہیں ہے لیکن جانتا ہے کہ لوگ بخوشی جگہ دیدیں گے تب بھی آگے جانا بہتر ہے ورنہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے۔ اور جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے وقت آئے تو اس کو چاہئے کہ مسجد میں اپنی جگہ پر (یعنی پیچھے جہاں بآسانی جگہ مل جائے۔ مؤلف) بیٹھ جائے اس واسطے کہ چلنا اور آگے بڑھنا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگنا ایک عمل ہے جو خطبہ کی حالت میں حرام و ممنوع ہے۔ لوگوں سے سوال کرنے کے لئے پھلانگنا سب حالتوں میں خواہ کسی کو ایذا دے یا نہ دے بالاجماع مکروہ ہے۔ اگر سائل نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گزرتا ہو اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگتا ہو اور لوگوں سے گڑگڑا کر اور لپٹ کر نہ مانگتا ہو اور وہ چیز مانگتا ہو جس کا مانگنا اس کے لئے ضروری ہے تو اس کے مانگنے اور دینے میں مضائقہ نہیں اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد میں مانگنا اور مانگنے والے کو دینا مکروہ ہے (اور جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک بالفعل موجود ہے یا بالقوت موجود ہے یعنی وہ صحیح کسب سے کما سکتا ہے تو اس کو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور اس کو دینے والا اگر اس کی اس حالت کو جانتا ہے تو بوجہ حرام پر مدد کرنے کے گنہگار ہوگا)۔

(۵) جب خطیب مسلمانوں کے لئے خطبہ میں دعا کرے تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا زبان سے بول کر آمین کہنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بغیر ہاتھ اٹھائے دل میں مانگ سکتے ہیں یا آمین کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح دونوں خطبوں کے درمیان میں جب خطیب بیٹھتا ہے اس وقت امام کو یا حاضرین کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر کوئی بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دل میں دعا مانگے تو جائز ہے بشرطیکہ زبان سے نہ آہستہ نہ زور سے کچھ نہ کہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے۔

(۶) خطبہ میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا دائیں بائیں منہ کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک لازمی ہے تاکہ اس کے سنت ہونے کا وہم نہ ہووے۔

(۷) رمضان المبارک کے اخیر جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے اور سلفِ صالحین سے خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی کتب فقہ میں اس کا کہیں ثبوت ہے اور اس پر ہمیشگی کرنے سے عوام الناس کو اس کے ضروری ہونے کا خیال پختہ ہو جاتا ہے اس لئے یہ بدعت ہے اور اس میں کئی طرح کے علمی اور عملی منکرات لازم آتے ہیں مثلاً اس کا لازم سمجھنا اور اس لزوم کا اعتقاد کرنا جیسا کہ آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن کرتے ہیں اور اس خطبہ کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے پس اگر فی نفسہٖ مباح بھی ہے تو ان خرابیوں کی وجہ سے اس کا ترک لازمی ہے اور لوگوں کو نرمی سے سمجھانا ضروری ہے تاکہ بجائے ضد کے آہستہ آہستہ اصلاح ہو جائے۔

(۸) جب خطیب خطبہ کے لئے منبر پر کھڑا ہو تو لوگوں کو سلام نہ کرے یہی راجح و احوط ہے۔

(۹) بہتر ہے کہ امام خطبہ سے پہلے اگر کوئی خلوت خانہ بنا ہوا ہو اس میں ورنہ مسجد میں داہنی طرف بیٹھے، اور خطبہ سے قبل خطیب کو محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۰) خطبہ کی جو سنتیں ہیں ان کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔

(۱۱) جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی خطبہ اور جمعہ کے لئے سعی واجب ہے یعنی بیع وشریٰ (خرید و فروخت) اور جو کام سعی کے منافی ہیں ان کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے واسطے چلنا واجب ہے۔ پس اگر خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہو گا اور سعی کو ترک کریگا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور پہلی اذان کے بعد اگر راستہ چلتے ہوئے خرید و فروخت کی اور وہ سعی میں حارج ہے تو یہ بھی ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور اگر سعی میں حارج نہیں تو مکروہ نہیں۔ کھانا کھا رہا تھا کہ جمعہ کی اذان سنائی دی تو اگر یہ اندیشہ ہے کہ کھانا کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے۔ مسجد کے اندر یا اس کے دروازہ پر خرید و فروخت کرنا تو سخت گناہ ہے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک خطبہ

کی اذان کے وقت جمعہ کے واسطے سعی کرنا واجب ہوتا ہے اور بیع مکروہ ہوتی ہے لیکن معتبر وہ اذان ہے جو زوال کے بعد پہلی ہو خواہ منارہ پر ہو یا اور کہیں ہو باہر ہو یا مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہو اسی پر فتویٰ ہے جو اذان زوال سے قبل ہو اس کا اعتبار نہیں یہی اصح ہے۔ سعی واجب سے مراد تیز چلنا اور مسجد کی طرف دوڑنا نہیں ہے یعنی ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اطمینان اور وقار کے ساتھ چلے (اور سعی سے مراد یہاں ان امور کو ترک کر کے جو خطبہ اور نماز میں حاضر ہونے کے منافی ہیں مسجد جمعہ میں آنا ہے۔ مؤلف)۔

(۱۲) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملانا جیسا کہ ہمارے زمانے میں عوام کا دستور ہے خلافِ سنتِ متوارثہ اور مکروہ تحریمی ہے یعنی فرض خطبہ تو ادا ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں نقصان ہو جاتا ہے۔ اور اگر کبھی کبھی ہو تب بھی مکروہ تنزیہی تو ہے اور بعض دیگر موانعات کے لاحق ہونے سے مکروہ تنزیہی بھی تحریمی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خطبہ اشعار میں بھی نہ پڑھنا چاہئے اگرچہ عربی ہی کے ہوں اگر تغنّی کے ساتھ (گا کر) پڑھے گا تو کراہت و ممانعت ظاہر و بے شبہ ہے اور اگر سادہ طریقے سے پڑھے گا تب بھی خلافِ سنت تو ہے ہاں اگر کبھی دو ایک شعر پند و نصائح کے عربی زبان میں پڑھ دے تو مضائقہ نہیں۔ خطبہ کے لئے بھی غیر عربی زبان میں ہونے کا وہی حکم ہے جو نماز کے غیر عربی میں ہونے کا ہے جس کی تفصیل قراءتِ نماز کے بیان میں گذر چکی ہے اور دونوں میں عجز عن القراءت عذر ہے نہ کہ عجز عن الفہم۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اس امر مکروہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ خطبہ کی اذان سے پہلے جو وعظ و تذکیر یا خطبۂ عربیہ کا ترجمہ اپنی زبان میں کرنا آجکل اکثر جگہ مروج ہے اور اس کے بعد خطبہ کی اذان ہوتی ہے اور خطبہ عربی میں ہوتا ہے تو اگر عوام الناس اس کو ہمیشہ کے لئے لازم نہ سمجھیں اور وعظ و تذکیر کرنے والا منبر سے دور ہو تا کہ خطبہ کی ہیئت سے مشابہت نہ ہو اور سنتیں پڑھنے والوں کو کوئی دقت نہ ہو مثلاً مسجد میں اس کے لئے الگ جگہ برآمدے وغیرہ ہوں یا خطبہ کی اذان سے کچھ پہلے وعظ بند کر کے موقع دیدیا جائے تو کوئی امر جواز کا مانع نہیں اور کراہت کی بھی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ پس اس صورت میں جواز کا حکم ہو گا۔ اگر تمام خطبہ غیر عربی زبان میں ہو گا تو فسادِ نماز کے حکم کی گنجائش ہے کیونکہ ایسا خطبہ بقول راجح خطبہ ہی نہیں ہے اور خطبہ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے پس جب شرط مفقود ہو گئی تو مشروط کا عدم وقوع لازم آئے گا۔ خوب سمجھ لینا چاہئے اور اس کی بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ خطبہ کتاب میں دیکھ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ اور بغیر کتاب کے (زبانی) پڑھنا مندوب و مستحب ہے ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھنا جائز ہے۔

۶۔ جماعت

یعنی امام کے سوا کم از کم تین آدمیوں کا خطبے کے شروع سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود رہنا۔ یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سب لوگ جو خطبہ میں حاضر ہوں وہی نماز میں بھی ہوں بلکہ اگر وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور ہوں تو بھی درست ہے۔ پس اگر امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا پھر وہ لوگ چلے گئے

جو خطبہ کے وقت موجود تھے اور دوسرے لوگ آ گئے اور امام نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز و درست ہے (اور جس روایت میں صرف ایک آدمی خطبہ کے لئے کافی ہے اس کے مطابق صرف جماعت کے وقت تین آدمی ہونا شرط ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ خطبہ کے وقت بھی کم از کم تین آدمی ضرور ہوں اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے) ——— اور وہ یعنی کم سے کم تین آدمی ایسے ہوں کہ امام ہونے کی لیاقت رکھتے ہوں پس اگر وہ غلام یا مسافر یا مریض یا گونگے یا اُمّی (ان پڑھ) ہوں تو جمعہ صحیح ہو جائے گا اور اگر صرف عورتیں یا لڑکے ہوں تو جمعہ صحیح نہیں ہو گا کیونکہ یہ امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اگرچہ ان کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں ——— اگر امام نے جمعہ کی نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہی۔ اور جماعت کے لوگ حاضر تھے مگر انھوں نے امام کے ساتھ نماز شروع نہیں کی تو اگر انھوں نے امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لی تو جمعہ صحیح ہے ورنہ از سر نو نماز شروع کرے اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ اور اگر انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر کہی پھر چلے گئے اور مسجد سے نکل گئے پھر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے آ گئے اور نئے سرے سے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گئے تو جمعہ جائز ہے۔ امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک جماعت یعنی کم از کم تین آدمیوں کا آخر نماز تک باقی رہنا لازمی نہیں ہے کیونکہ اُن کے نزدیک یہ جمعہ منعقد ہونے کی شرط ہے دوام کی شرط نہیں ہے لیکن صاحبین کے نزدیک جمعہ منعقد ہونے کی شرط سے مراد انعقادِ تحریمہ کی شرط ہے اور امام صاحب کے نزدیک انعقادِ ادا کی شرط ہے اور ادا متحقق نہیں ہوتی جب تک کہ تمام ارکان یعنی قیام و قراءت و رکوع و سجود نہ پائے جائیں اس لئے صاحبین کے نزدیک اگر تحریمہ کے بعد وہ لوگ چلے جائیں تو جمعہ باطل نہیں ہو گا پس امام اکیلا جمعہ پورا کرے اور امام صاحب کے نزدیک اگر سجدہ کرنے کے بعد جائیں تو جمعہ باطل نہیں ہو گا پس سجدہ کرنے کے بعد جانے پر بالاتفاق امام اکیلا جمعہ پورا کرے اور اگر تحریمہ کے بعد اور سجدوں سے پہلے سب چلے گئے یا تین آدمیوں سے کم باقی رہ گئے یا صرف لڑکے باقی رہ گئے تو امام صاحب کے نزدیک جمعہ فاسد ہو گیا اور اب وہ ظہر کی نماز پڑھیں۔ جب امام نے جمعہ کی نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہی تو اس کے ساتھ کچھ لوگ باوضو حاضر تھے مگر انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یہانتک کہ ان کو حدث ہو گیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے تو جمعہ جائز ہے اور اگر وہ اول ہی سے بے وضو تھے اور امام نے تکبیر کہہ دی پھر اور لوگ آئے تو امام نئے سرے سے تکبیر کہے۔

(۷) اذنِ عام ہونا

اور وہ یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ایسے سب لوگوں کو آنے کی اجازت ہو جن پر جمعہ ادا کرنا فرض ہے اور اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے دروازے بند کر لیں اور جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ محل یا قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دیدے تو نماز جمعہ جائز ہو گی خواہ اور لوگ آئیں یا نہ آئیں لیکن بادشاہ کا اس طرح جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے اگرچہ نماز جائز ہو گئی اس لئے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اگر بادشاہ اپنے محل یا قلعہ کا

دروازہ نہ کھولے اور دربان بٹھادے کہ لوگوں کو نہ آنے دے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ درست نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور اگر متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو تو بادشاہ کا محل پر دربان بٹھانا مضر نہیں ہے۔ قلعہ کا دروازہ دشمن کے سبب سے یا عادتِ قدیمہ کی وجہ سے بند کرنا اذنِ عام کے خلاف نہیں ہے لیکن اگر دشمن کا خوف نہ ہو تو بند نہ کرنا بہتر ہے۔ حکام کے بنگلے و کوٹھی اور سرکاری دفاتر و چھاؤنی وغیرہ میں جمعہ ادا کرنا درست ہے کیونکہ یہ توابع شہر میں سے ہیں اور ان میں آمد و رفت کی اجازت بھی ہوتی ہے خصوصاً نماز کے لئے آنے والوں کو کوئی نہیں روکتا اگر کسی اور وجہ سے روک ٹوک ہو تو وہ اذنِ عام میں مخل نہیں اور جامع مسجد جمعہ کے لئے شرط نہیں پس دفتر یا کوٹھی وغیرہ کے کسی حصہ میں یا باہر میدان میں نمازِ جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ عورتوں کو اگر جامع مسجد سے روکا جائے تو اذنِ عام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ان کے آنے میں فتنہ کا خوف ہے اور وہ جمعہ کی مکلف نہیں ہیں۔

فائدہ: یہ شرائط جو نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی بیان ہوئیں اگر ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود کچھ لوگ نماز جمعہ پڑھیں گے تو ان کی نماز جمعہ ادا نہ ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہو جائیگی اور نفل کا اہتمام سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ان کو پھر ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

نماز جمعہ کے متفرق مسائل

(۱) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھائے وہی نماز بھی پڑھائے کیونکہ خطبہ و نماز ایک ہی چیز ہیں پس ان کا فاعل ایک ہی ہونا مناسب ہے۔ اور اگر نماز کوئی دوسرا آدمی پڑھائے تب بھی جائز ہے لیکن وہ شخص ایسا ہو جو خطبہ میں حاضر تھا ورنہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر امام کو خطبہ پڑھنے کے بعد حدث ہو گیا اور اس نے کسی اور شخص کو خلیفہ کیا تو اگر وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اور اگر نماز شروع کر دینے کے بعد امام کو حدث ہوا تو ہر شخص کو خلیفہ کرنا جائز ہے خواہ وہ خطبہ میں حاضر تھا یا نہیں۔ اگر کسی سمجھ دار نابالغ نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے یہی مختار ہے۔

(۲) خطبہ پورا ہونے کے بعد اقامت کہی جائے یہ سنت ہے اور یہی طریقہ ہمیشہ سے معمول چلا آتا ہے یعنی خطبہ اور تکبیر اقامت کے درمیان کسی دنیاوی امر کا فاصلہ مکروہ ہے کسی دینی کام مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں اسی طرح وضو یا غسل کے لئے جانا جبکہ خطبہ کے بعد ظاہر ہو جائے کہ بے وضو یا جنبی ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور نہ خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرنا مثلاً کھانا پینا وغیرہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں زیادہ فاصلہ ہو جائے تو اس کے بعد خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔

(۳) نماز جمعہ کی نیت اس طرح کرے: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْفَرْضِ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ۔ یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں (باقی الفاظ دوسری نیتوں کے مطابق ہے مؤلف)

(۴) جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو سورت چاہے پڑھے اور دونوں رکعتوں میں جہر کے ساتھ

قرأت کرے بہتر یہ ہے کہ کبھی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھے۔ مگر ہمیشہ انہی کو نہ پڑھے کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھے تاکہ باقی قرآن کا ترک لازم نہ آئے اور عوام اس تعین کو لازمی نہ سمجھیں۔

(۵) اگر کسی نے امام کے پیچھے جمعہ کے لئے تکبیر تحریمہ کہی اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکا تو لوگوں کے کھڑے ہونے کا منتظر رہے پھر اگر جگہ پالے تو سجدہ کرلے اور اگر عذر کی وجہ سے دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کرے تو جائز ہے اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی پھر دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں۔ اور اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے پس وہ بغیر قرأت کے اپنی رہی ہوئی نماز پوری کرے۔

(۶) اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو اور پھر اپنی باقی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ قرأت جہر سے پڑھے یا آہستہ پڑھے جیسا کہ تنہا نماز پڑھنے والے کا فجر کی نماز میں حکم ہے۔ جو شخص نماز جمعہ کے تشہد یا سجدۂ سہو یا سجدۂ سہو کے بعد کے تشہد میں شریک ہوا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ جمعہ کی نماز پوری کرے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم۔ یعنی امام کے سلام کے بعد اٹھ کر نماز جمعہ ہی کا دوگانہ پورا کرے اور اس کو اختیار ہے کہ قرأت میں جہر کرے یا آہستہ پڑھے اور اس کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور یہ تشہد میں ملنے والا شخص بالاتفاق جمعہ کی ہی نیت کرے تاکہ امام کے ساتھ اتحادِ نماز پایا جائے جو اقتدا کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اگر ظہر کی نیت کرے گا تو بوجہ امام کے ساتھ اتحاد نماز نہ ہونے کے اس کا اقتدا بالاتفاق درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح عید کی نماز میں تشہد میں ملنے والا شخص بھی عید کا دوگانہ پورا کرے یہی صحیح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (عیدین و جمعہ کی نماز میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کا ترک کرنا اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں لیکن اگر کرلے تو جائز ہے اور اسی بنا پر صورتِ مذکورہ مرتب ہے)۔

(۷) جو شخص جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں امام ہونے کے لائق ہے وہ جمعہ کا امام ہونے کے بھی لائق ہے پس مسافر غلام اور مریض کو جائز ہے کہ جمعہ کا امام بنیں۔

(جمعہ کے دن ظہر پڑھنے کا بیان)

(۸) جس شخص پر جمعہ فرض ہے اور اس کو کوئی عذر نہیں ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے نماز ظہر پڑھ لینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور بعض کے نزدیک حرام ہے اور ظہر پڑھ لینے کے باوجود اس پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے۔ اور اگر کسی کو جمعہ کی نماز نہیں ملی تو اب ظہر ہی پڑھنا فرض ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ بھی نہ مل سکے اور اب اس میں کوئی کراہت نہیں لیکن جمعہ ترک کرنے کا گناہ اس کے ذمہ رہا۔ معذور یعنی مریض و مسافر و قیدی وغیرہ کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے اگر وہ تاخیر نہ کریں تو صحیح قول کے بموجب مکروہ تحریمی نہیں البتہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(۹) اگر کسی نے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی خواہ وہ معذور ہو یا غیر معذور پھر وہ جمعہ کی طلب میں چلا تو اگر اس کو امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو وہ جمعہ پڑھ لے اور اس کی ظہر کی نماز باطل ہو گئی یعنی اب نفل ہو گئی فرض نہیں رہی اور اگر جمعہ نہیں ملا یعنی امام فارغ ہو گیا تھا تو دیکھا جائے کہ جس وقت یہ گھر سے نکلا تھا اگر اس وقت امام فارغ ہو گیا تھا تو بالاجماع ظہر باطل نہیں ہو گی اور اگر اس کے گھر سے نکلتے وقت امام نماز میں تھا اور اس کے پہنچنے سے پہلے فارغ ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی ظہر باطل ہو گئی اس لئے دوبارہ ظہر پڑھے۔ اور صاحبین کے نزدیک باطل نہ ہو گی۔ اور اگر اپنے گھر میں ظہر پڑھ لی پھر جمعہ کے لئے نکلا اور اس وقت تک امام نے جمعہ نہیں پڑھا لیکن دور ہونے کی وجہ اس کو جمعہ نہیں ملا تب بھی اس کی ظہر باطل ہو جائے گی یہی صحیح ہے کیونکہ جب وہ گھر سے چلا اگر اس وقت امام نماز میں تھا یا ابھی امام نے نماز شروع نہیں کی تھی تو اس کے جمعہ کی نیت سے نکلتے ہی نماز ظہر باطل ہو گئی خواہ جمعہ اس کو ملے یا دُور ہونے کی وجہ سے نہ ملے پس اگر اس کو جمعہ نہیں ملا تو ظہر کی نماز پھر پڑھے۔ اور اگر مکان سے نکلا ہی نہیں یا جمعہ کی نیت سے نہیں نکلا کسی اور ضرورت کے لئے نکلا یا امام کے فارغ ہونے کے ساتھ ہی نکلا (یعنی امام کا فارغ ہونا اور اس کا نکلنا ایک ساتھ ہو) یا امام کے فارغ ہونے کے بعد نکلا یا اس دن جمعہ پڑھا ہی نہیں گیا خواہ عذر کی وجہ سے یا بلا عذر یا لوگوں نے جمعہ پڑھنا شروع تو کیا تھا لیکن وہ جمعہ کے پورا ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے تو صحیح یہ ہے کہ اِن سب صورتوں میں اس کی نماز ظہر باطل نہیں ہو گی۔ اگر کسی ضرورت کے لئے نکلنے میں جمعہ میں شامل ہونے کی نیت بھی ملی ہوئی ہو تو غلبہ کا اعتبار ہو گا۔ اِن مسائل میں جمعہ کے واسطے چلنے میں معتبر یہ ہے کہ اپنے گھر سے جدا ہو جائے۔ اور اس سے پہلے مختار قول کے بموجب اس کی ظہر باطل نہیں ہوتی! اگر اس مسجد میں جس میں جمعہ ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جب تک امام کے ساتھ جمعہ شروع نہ کرے ظہر باطل نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص نے جمعہ کے روز ظہر کی نماز کی امامت کی اور جماعت سے نماز پڑھائی پھر وہ امام جمعہ کے لئے نکلا تو اس کی ظہر باطل ہے مگر اس کے مقتدیوں کے فرض ظہر باطل نہیں ہوئے جبکہ وہ جمعہ کیلئے نہیں نکلے کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کی نماز کا باطل ہونا مقتدیوں کے حق میں کوئی ضرر نہیں کرتا کیونکہ اب وہ اس کا مقتدی نہیں رہا شرع میں اس کے نظائر موجود ہیں مثلاً اگر امام نماز پڑھانے کے بعد نعوذ باللہ مرتد ہو جائے اور پھر وقت کے اندر اسلام لے آئے تو اس کو اس نماز کا اعادہ لازمی ہو گا نہ کہ مقتدیوں کو (اگر مقتدیوں میں سے بھی کوئی جمعہ کی طرف نکلے گا تو اس کی بھی ظہر باطل ہو جائیگی۔ مؤلف)۔ مسائلِ مذکورہ میں معذور بھی غیر معذور کے حکم میں ہے کیونکہ اس کو ترکِ جمعہ کی رخصت حاصل تھی لیکن جمعہ کے لئے نکلنے کی وجہ سے سعی کو اپنے اوپر لازم کرنے سے غیر معذور کے حکم میں شامل ہو گیا۔ پس اگر مریض ظہر پڑھنے کے بعد اپنے مرض میں تخفیف پائے اور جمعہ کے لئے جاوے اور جمعہ پڑھے تو وہ ظہر اس کی نفل ہو جائے گی ایسا ہی مسافر و غلام وغیرہ کا حکم ہے جن صورتوں میں ظہر باطل ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وصفِ فرضیت باطل ہو کر وہ نفل ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) اگر کوئی ایسا شخص جس پر جمعہ پڑھنا واجب ہو جمعہ کے دن شہر سے سفر کے لئے نکلا خواہ وہ سفر شرعی مقدار کا ہو یا اس سے کم اور خواہ ایسی جگہ کا سفر کیا ہو جہاں کے باشندوں پر جمعہ فرض نہیں ہے اور زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو حرج نہیں یعنی مکروہ نہیں اس لئے کہ زوال سے پہلے اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور زوال کے بعد اس پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے اور اس کو جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ تحریمی ہے یہی صحیح ہے۔ اور وہ شخص مستثنیٰ ہونا چاہیئے جو اگر جمعہ پڑھے تو اس کے ساتھی روانہ ہو جائیں گے اور وہ اکیلا رہ جائے گا اور اکیلا جانا اس کو ممکن نہیں ہوگا (شامی)۔ جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اس کو بھی زوال کے بعد بغیر جمعہ پڑھے شہر سے نکلنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ شرائط وجوب جمعہ پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

(۱۱) اگر کوئی گاؤں کا رہنے والا جمعہ پڑھنے کے ارادہ سے شہر میں آیا اور ساتھ میں اپنی دوسری ضروریات کا بھی ارادہ کیا تو اگر اس کا زیادہ تر مقصد جمعہ پڑھنا ہے تو اس کو جمعہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح کسی عبادت میں اپنا دوسرا مطلب ملائے اور خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج میں تجارت کا ارادہ شامل کرے تو اگر مقصود غالب حج ہے تو حج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

جمعہ کے سنن و آداب

(۱) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ (جمعرات) سے کرے۔ پنجشنبہ کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا رکھے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں مشغول نہ ہونا پڑے۔ بزرگانِ سلف نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کونسا دن ہے۔

(۲) جمعہ کے دن غسل کرے سر کے بالوں کو اور سر کو خوب صاف کرے زیرِ ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے سر کے بال منڈائے یا ٹھیک کرائے لبیں وغیرہ بنوائے ناخن کتروائے۔ بہتر یہ ہے کہ بال منڈانا و ناخن کترانا جمعہ کے بعد ہو کیونکہ جمعہ میں کیفیت حج کی سی ہے اور حج میں فراغت کے بعد بنواتے ہیں۔ نیز یہ کہ نمازی کے بدن کے یہ اجزا بھی نماز جمعہ میں شرکت کی فضیلت حاصل کر سکیں گے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ بال یا ناخن بے جا طور پر بڑھے ہوئے نہ ہوں ورنہ قبل نمازِ جمعہ ہی افضل ہوگا۔ بعض کے نزدیک ہر حال میں نماز جمعہ سے پہلے ہی بال و ناخن کترانا افضل ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور مسواک کرے کہ اس دن مسواک کرنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ غسل کے وضو سے ہی جمعہ پڑھے کیونکہ بعض کے نزدیک غسل نماز کی سنت ہے لیکن اگر غسل کیا اور اس کے بعد بے وضو ہو گیا اور وضو کر کے جمعہ پڑھا تب بھی سنتِ غسل ادا ہو جاتی ہے کیونکہ بعض کے نزدیک یہ جمعہ کے دن کی سنت ہے اس میں وسعت زیادہ ہے۔ پھر اچھے کپڑے پہنے جو اس کے پاس ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ وہ سفید ہوں۔ اگر روزمرہ کے کاروبار کیلئے

کپڑے الگ ہوں اور جمعہ اور عیدین کے لئے الگ کپڑے بنا رکھے تو یہ بھی سنت مستحب ہے اور زہد کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں اس کی اجازت آئی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دو کپڑے تھے کہ خاص جمعہ ہی کو پہنتے تھے پھر ممکن ہو تو تیل وخوشبو وغیرہ لگائے خوشبو مردوں کیلئے ایسی ہو کہ خوشبو ہو اور رنگ نہ ہو افضل خوشبو وہ ہے جس میں مشک کے ساتھ گلاب ملا ہوا ہو کیونکہ یہ اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

(۳) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے اور پہلی صف میں جگہ لینے کی ہمت کرے جو شخص جتنا سویرے جائیگا اسی قدر اسی کو زیادہ ثواب ملے گا۔ (بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جگہ روکنے کے لئے سویرے آکر مصلیٰ بچھا جاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں بیٹھتے نہیں اس طرح پہلے سے جگہ روک لینا اچھا نہیں کیونکہ اور لوگوں کو اس طرح تنگی ہو گی البتہ اگر ذکر وفکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے پھر اگر کسی ضرورت کے لئے جانا پڑے اور کپڑا وغیرہ اپنی جگہ پر چھوڑ جائیں تو مضائقہ نہیں۔

(۴) جمعہ کی نماز کے لئے پاپیادہ (پیدل) جائے۔ پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (یعنی تمام راہ پیدل چلے بالکل سوار نہ ہو، یہ نہیں کہ کچھ راہ پیدل چلے اور کچھ راہ سوار ہو کر۔ اور امور بھی حدیث شریف میں اس کے ساتھ مذکور ہیں جن کی تعمیل کے بعد پیدل چلے تب یہ ثواب مرتب ہوتا ہے یعنی غسل کرنا سویرے جانا پیدل چلنا خطبہ سننا۔ سواری پر جانا بھی جائز ہے۔

(۵) جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے خواہ جمعہ کے دن میں نمازِ جمعہ سے پہلے پڑھے یا پیچھے اور خواہ جمعہ کی رات میں پڑھے اور دونوں یعنی دن و رات کے اول میں پڑھنا افضل ہے تاکہ نیکی کی طرف سبقت ہووے۔ احادیث میں جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ دخان اور سورۂ یٰسین پڑھنے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

(۶) جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۷) جمعہ کے روز زیارتِ قبور کرنا مستحب ہے۔ (۸) جمعہ کے روز ایک ساعتِ قبولیت ہے جسکی تفصیل پہلے ہو چکی ہے

عیدین کی نماز کا بیان

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں۔ ان دونوں عیدوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکرانہ پڑھنی چاہئے۔ عیدین کی نماز واجب ہے یہی اصح ہے مگر سب پر واجب نہیں بلکہ انھیں پر واجب ہے جن پر جمعہ فرض ہے جمعہ کی نماز کے فرض ہونے اور صحیح ہونے کے لئے جو شرطیں بیان ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں بلکہ سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اگر عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھ لیا یا خطبہ بالکل ترک کر دیا تو برا کیا مگر نماز ہو گئی

لوٹانے کی ضرورت نہیں اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں ہے۔ عیدین کے خطبہ کا سننا (بلکہ تمام خطبوں کا سننا) جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بولنا کھانا پینا سلام وجوابِ سلام وغیرہ سب ممنوع وحرام ومکروہ تحریمی ہے جس کی تفصیل جمعہ کے بیان میں ہے۔ عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف دو دفعہ اتنا کہنے کی اجازت ہے "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" بلا وجہ عیدین کی نماز چھوڑنا گمراہی وبدعت ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ صحیح نہیں ہوتا عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی وہ نفل ہوں گے اور نفل جماعت کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔ سمندری جہاز جس وقت شہر کے متصل بندرگاہ میں ٹھہرا ہوا اور خشکی کے ساتھ مضبوطی سے بندھا ہوا ہو اور وہاں کے لوگ اس میں نمازِ عیدین پڑھ لیں تو جائز و درست ہے (امداد الفتاوی)

اگر جمعہ کے روز عید الفطر یا عید الاضحیٰ واقع ہو تو جمعہ اور عید دونوں کا ادا کرنا لازمی ہے اور دونوں اپنے حکم پر ہیں اسلئے کسی کو ترک نہ کرے۔

عید کے دن کے سُنن ومستحبات

عیدین کے روز یہ امور مستحب ہیں (بعض ان میں سنت ہیں) ـــــ (۱) عیدین کے روز جلدی جاگنا اور صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا ـــــ (۲) غسل کرنا (یہ سنت ہے اور بال بنوانا و ناخن کترانا عید الفطر کی سنتوں میں شمار نہیں اس لئے کہ یہ جمعہ کی سنتوں میں سے ہے اور عید الفطر سے پہلے جمعہ میں یعنی آخری جمعہ رمضان المبارک میں یہ سنت ادا کر چکا ہوتا ہے لیکن اگر کسی نے ادا نہ کی ہو تو عید الفطر پر بال بنوانا اور ناخن کترانا اس کے لئے سنت ہے۔ اور قربانی کرنے والے کو عیدِ قربان میں نمازِ عید اور قربانی کے بعد بال بنوانا و ناخن کترانا مستحب ہے تاکہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو۔ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہے پس اس کو بال و ناخن نہیں کٹوانے چاہئیں (الحدیث) یہ حکم استحباب کے لئے ہے[1] پس قربانی کرنے والے کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ ذی الحجہ کے ایام میں قربانی سے پہلے بال و ناخن نہ کٹوائے لیکن اگر انتہائے وقتِ مباح یعنی چالیس دن پر زیادتی ہوتی ہو تو اب اس کو مباح نہیں بلکہ کٹوانا واجب ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ پس قربانی کرنے والے کو چاہئے کہ ذی الحجہ شروع ہونے سے پہلے بال و ناخن کٹوالے تاکہ اِن دنوں میں اس مستحب پر عمل کر سکے۔ جاننا چاہئے کہ ہر ہفتہ ناخن کٹوانا اور لبوں کو کترانا و بغلوں اور زیرِ ناف کے بال مونڈنا اور غسل سے بدن کو صاف کرنا افضل ہے ورنہ ہر پندرہ دن کے بعد ایسا کرے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک تاخیر جائز ہے اس کے بعد ترک کے لئے کوئی عذر نہیں ہے اور وہ وعید کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ایک ہفتہ کے بعد افضل ہے اور پندرہ دن کے بعد اوسط درجہ ہے اور چالیس دن انتہائی درجہ ہے۔)

(۳) مسواک کرنا (اور یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے کہ وہ تو ہر وضو کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ نمازِ عید کے لئے ہے اور بھی مختلف مواقع کے لئے مسواک مستحب ہے جیسا کہ وضو کے بیان میں ہے۔

[1] اور کٹوانا مباح ہے۔

(۴) جو کپڑے اس کے پاس ہیں اُن میں سے اچھے کپڑے پہننا یعنی جن کا پہننا مباح ہو اگرچہ سفید نہ ہوں، نئے ہوں تو نئے پہنے ورنہ دُھلے ہوئے پہن لے ــــ (۵) خوشبو لگانا ــــ (۶) انگوٹھی پہننا۔

(۷) عیدالفطر کے روز فجر کے بعد عیدگاہ کو جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوہارے کھانا افضل ہے ورنہ جو میٹھی چیز چاہے کھائے اگر چھوہارے کھجور وغیرہ گنتی کی چیز ہو تو طاق عدد ہوں مثلاً تین یا پانچ یا سات وغیرہ۔ اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر نماز کے بعد بھی عشا تک کچھ نہ کھائے تو شاید کچھ عتابِ الٰہی ہو۔ عیدالاضحیٰ میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھائے اگر نماز سے پہلے کچھ کھائے گا تو مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے جو اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے۔ (عوام میں مشہور ہے کہ وہ عید کی نماز تک نہ کھانے کو روزہ سمجھتے ہیں سراسر غلط اور بے اصل ہے کیونکہ روزہ اول تو ایک روز سے کم کا نہیں ہوتا دوسرے عیدین کے روز تو روزہ رکھنا حرام بھی ہے۔) ــــ (۸) جس پر واجب ہے اُس کو صدقۂ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا (صدقۂ فطر کے مسائل الگ بیان ہوں گے) ــــ (۹) فرحت و خوشی کا اظہار کرنا ــــ (۱۰) حسب طاقت صدقہ و خیرات میں کثرت کرنا۔

(۱۱) عیدگاہ کی طرف جلدی جانا ــــ (۱۲) پیدل چل کر عیدگاہ کو جانا۔ جمعہ و عیدین میں سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اُس کے لئے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر آنے میں مضائقہ نہیں ہے

(۱۳) عیدین کی نماز کے واسطے عیدگاہ کو جانا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد یا دوسری متعدد جگہوں میں جہاں عید کی نماز پڑھائی جاتی ہو گنجائش ہے یہی صحیح ہے۔ عیدین کی نماز ایک شہر میں متعدد جگہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے (اور اختلاف جمعہ کے بارے میں ہے اور اصح یہ ہے کہ جمعہ بھی متعدد مساجد میں مطلقاً جائز ہے جیسا کہ جمعہ کے بیان میں آیا ہے)۔

(۱۴) عیدگاہ کی طرف وقار اور اطمینان کے ساتھ جانا اور جن چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں ان سے آنکھیں بند رکھنا اور آنکھیں نیچی کئے جانا ــــ (۱۵) عیدالفطر کی نماز کے لئے عیدگاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ (سرّی طور پر) تکبیر کہتے ہوئے جانا یہی مختار ہے اور عیدالاضحیٰ کے روز راستہ میں جہر سے (بلند آواز سے) تکبیر کہتا جائے۔ اور جب عیدگاہ میں پہنچ جائے تو تکبیر کہنا بند کر دے۔ ایک روایت کے مطابق جب نماز شروع ہو اس وقت بند کرے۔ اور تکبیر یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

(۱۶) دوسرے راستہ سے واپس آنا ــــ (۱۷) آپس میں مبارکباد دینا مستحب ہے مثلاً یہ کہنا اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے۔ یا یہ کہنا تم کو عید مبارک ہو ــــ (۱۸) عیدین کی نماز سے واپس آنے کے بعد گھر پر چار رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے بعض روایت میں دو رکعت مسنون ہے لیکن چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

مکروہاتِ عیدین

(۱) سنن و مستحبات کی رعایت نہ کرنا ــــ (۲) عیدین کے روز منبر عیدگاہ کو لیجانا مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے اور عیدگاہ میں منبر بنانے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک

مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ فی زمانناً بہتر ہے ——— (۳) عیدین کی نماز سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ عیدگاہ میں پڑھے یا گھر میں اور خواہ اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو، یہاں تک کہ اگر عورت چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو عید کی نماز ہو جانے کے بعد پڑھے۔ اور نماز عیدین کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کما مر ——— (۴) اگر عید کی نماز سے پہلے فجر کی نماز کی قضا پڑھے تو مضائقہ نہیں اور اگر فجر کی نماز نہ پڑھی تو عید کی نماز جائز ہو جائے گی خواہ وہ صاحب ترتیب ہی کیوں نہ ہو اور پرانی قضاؤں کا پڑھنا بھی عید سے پہلے جائز ہے لیکن بعد میں پڑھنا بہتر و اولیٰ ہے ——— (۵) عیدین کے روز نماز عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا ہر حال میں مکروہ و بدعت ہے صحابہ کرام و سلفِ صالحین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا آجکل اس پر بہت زیادہ عمل ہو گیا ہے۔ حتی الامکان اس کا ترک لازمی ہے بلکہ ہر نماز کے بعد بھی مصافحہ کرنا مکروہ و بدعت ہے بعض جگہ اس کا بھی رواج عام ہو گیا ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے اس لئے بھی اس سے پرہیز ضروری ہے۔

عیدین کی نماز کا وقت

(۱) سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال تک عیدین کی نماز کا وقت ہے زوال سے مراد سورج کا استواء ہے یعنی نصف النہار شرعی سے زوال شروع ہونے سے پہلے تک کا وقت ایسا ہے جس میں کوئی نماز و سجدہ جائز نہیں جس کی تفصیل اوقاتِ نماز میں بیان ہو چکی ہے پس نصف النہار شرعی سے پہلے تک نماز عیدین کا وقت ہے اور نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہے اس لئے اگر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے پہلے یا استواء کے وقت عیدین کی نماز پڑھیں گے تو وہ عید کی نماز نہیں ہوگی بلکہ نفل مکروہ تحریمی ہوں گے۔

(۲) افضل یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ میں جلدی کی جائے تاکہ قربانی میں جلدی کریں اور نماز عید الفطر میں دیر کی جائے تاکہ صدقۂ فطر ادا کر سکیں ——— (۳) اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز اُس روز ادا نہ ہوئی مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور باہر کے یا وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی زوال کے بعد دی یا زوال سے قبل ایسے وقت گواہی دی کہ اب اس قدر وقت باقی نہیں ہے کہ لوگ جمع ہو سکیں یا عید کی نماز جس وقت پڑھی اس وقت ابر تھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی گئی ہے، یا سخت بارش برس رہی ہو یا کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا تو ان سب صورتوں میں نماز عید دوسرے روز پڑھی جائے اور دوسرے روز قضا ہوگی نہ کہ ادا، دوسرے روز بھی وقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ امام کے نہ آسکنے کا عذر اس وقت ہے جبکہ امام ایسا ہو جس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو خواہ صاحب حکومت ہو یا نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو پھر مسلمان خود کسی کو امام بنا کر نماز پڑھ لیں۔ امام کے نہ آنے کی وجہ سے تاخیر نہ کریں۔ عید الفطر میں بغیر عذر کے دوسرے دن تک نماز میں تاخیر کرے تو نماز جائز نہ ہوگی اور عذر کے ساتھ دوسرے دن تک جائز ہے اس کے بعد یعنی تیسرے دن جائز نہیں۔

(۴) عید الاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تاریخ تک بلا کراہت مؤخر کر سکتے ہیں اور پہلے دن کے بعد یہ بھی

قضا ہوگی نہ کہ ادا، بارہویں کے بعد جائز نہیں (عذرات کی مثال عیدالفطر میں اوپر بیان ہو چکی ہے)۔ بلا عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے عیدالاضحیٰ کی نماز ہو جائے گی مگر مکروہ اور بُرا ہے (پس عیدالاضحیٰ میں عذر کی شرط کراہت کو دور کرنے کے لئے ہے اور عیدالفطر میں عذر صحتِ نماز کے لئے شرط ہے یعنی بلا عذر عیدالفطر دوسرے روز پڑھنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا)۔

عیدین کی نماز کا طریقہ نیت یہ ہے:۔ نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الْوَاجِبِ صَلٰوةَ عِيْدِ الْفِطْرِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ وَّاجِبَةٍ یعنی "میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عیدالفطر واجب چھ تکبیروں کے ساتھ پڑھوں"۔ عیدالاضحیٰ میں بجائے صَلٰوةَ عِيْدِ الْفِطْرِ کے صَلٰوةَ عِيْدِ الْاَضْحٰى کہے۔ نیت میں واجب کہنا شرط نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے لیکن کہہ لینا بہتر ہے۔ یہ نیت کرکے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر بدستور ہاتھ باندھ لیں اور ثناء (سبحانک اللھم اخیر تک) پڑھیں پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی مانند دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ان میں ہر تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکادیں اور ہر تکبیر کے بعد امام اتنی دیر تک توقف کرے کہ جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکتا ہو اور یہ توقف مجمع کی کمی بیشی کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ شبہ دور ہو جائے اور تکبیروں کا ٹکراؤ نہ ہووے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ حسب دستور ناف پر باندھ لیں اور امام اعوذ باللہ الخ و بسم اللہ الخ آہستہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر کوئی سورۃ جہر سے پڑھے اور مستحب ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں پھر حسب دستور رکوع و سجود کرکے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں امام پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت جہر سے پڑھ لے اور مستحب ہے کہ سورۃ الغاشیہ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں اس کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں اسی طرح کہیں جس طرح پہلی رکعت میں کہی تھیں لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور دستور کے موافق نماز پوری کرلے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عید کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہیں تین پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ و ثنا کے بعد تعوذ و بسم اللہ و الحمد و قرأت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں الحمد و قرأت کے بعد اور تکبیر رکوع سے پہلے ہی افضل و اولیٰ ہے لیکن اگر دوسری رکعت میں پہلی کی مانند الحمد و قرأت سے پہلے یہ زائد تکبیریں کہہ لے گا تو بھی جائز ہے۔ ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اگرچہ اس کا امام نہ اٹھاتا ہو اور پھر ہاتھ چھوڑے رکھے باندھے نہیں مگر پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ ان تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے اس لئے ہاتھ چھوڑے جاتے ہیں کیونکہ قیام میں جہاں کوئی ذکر مسنون ہوتا ہے تو ہاتھ باندھے جاتے ہیں ورنہ نہیں۔ ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک امام حسب ضرورت بقدر تین مرتبہ یا زیادہ سبحان اللہ کہنے کے خاموش رہے۔ مقتدی امام کی متابعت کریں اور قرأت کے

وقت خاموش رہیں باقی نماز اور نمازوں کی طرح ہے اور اس میں قرأت میں جمعہ کی طرح جہر کرے۔

خطبۂ عیدین کے مسائل

نماز پوری کرنے کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور ان دونوں خطبوں میں خفیف جلسہ کرے یعنی اتنی ہی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبے میں بیٹھتے ہیں اور یہ دونوں خطبے اور ان کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) سنت ہے۔ اور جو چیزیں جمعہ کے خطبہ میں سنت یا مکروہ ہیں وہی عید کے خطبہ میں بھی سنت یا مکروہ ہیں مگر دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ خطبہ کے قبل عیدین میں تکبیر کہنا سنت ہے اور جمعہ میں نہیں۔ (پانچ خطبوں کو تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے وہ یہ ہیں خطبۂ عیدین[۲،۱]۔ حج کے تین خطبے یعنی مکہ مکرمہ[۳]، منیٰ[۴] و عرفات[۵] کے مقام پر لیکن مکہ و عرفات کے خطبوں میں تکبیر کے بعد تلبیہ پھر تحمید کہے یعنی خطبہ شروع کرے اور منیٰ و عیدین میں تکبیر کے بعد تحمید کہے منیٰ میں تلبیہ نہ کہے کیونکہ تلبیہ اول رمی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اور پانچ خطبے تحمید سے شروع کرنا سنت ہیں: جمعہ، استسقا، نکاح، کسوف وختمِ قرآن۔ پس کل خطبے دس ہیں آٹھ بالاتفاق ہیں اور نماز استسقا میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور نماز کسوف میں ایک قول کے بموجب خطبہ ہے۔

دوسرے یہ کہ منبر پر خطبہ سے پہلے بیٹھنا خطیب کے لئے سنت ہے اور عیدین میں سنت نہیں کیونکہ یہ بیٹھنا مؤذن کی فراغت کے انتظار کے لئے ہے اور عیدین کے خطبے کے لئے اذان مشروع نہیں ہے اس لئے بیٹھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ پس جب خطیب منبر پر چڑھے تو بیٹھے نہیں۔ عید الفطر کے خطبہ میں تکبیر اور تسبیح اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کے شروع میں لگاتار نو تکبیریں (یعنی اللہ اکبر نو دفعہ) کہے اور دوسرے کے شروع میں سات تکبیریں کہے اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔ اور خطبہ میں لوگوں کو صدقۂ فطر اور اس کے احکام تعلیم کرے تاکہ جس نے ادا نہ کیا ہو وہ ادا کرے اور چاہئے کہ عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتائے تاکہ لوگ صدقۂ فطر کو اس کے موقع پر ادا کر دیں۔ اور صدقۂ فطر کے احکام پانچ ہیں کس[۱] پر صدقہ واجب ہوتا ہے کس[۲] کے واسطے واجب ہوتا ہے اور کب[۳] واجب ہوتا ہے اور کس[۴] قدر واجب ہوتا ہے اور کس[۵] چیز سے واجب ہوتا ہے۔ (ان مسائل کی تفصیل صدقۂ فطر کے بیان میں آئیگی۔ انشاء اللہ)

عید الاضحیٰ کے خطبہ میں بھی خطیب تکبیرات کہے یعنی خطبۂ عید الفطر کی طرح پہلے خطبہ کے شروع میں لگاتار نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ اور منبر سے اترنے سے پہلے چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہے اور تسبیح و تہلیل و تحمید و درود شریف پڑھے اور وعظ و نصیحت کرے اور ذبح اور قربانی کے احکام اور تکبیراتِ تشریق سکھائے بلکہ عرفہ سے پیشتر کے جمعہ میں قربانی اور تکبیراتِ تشریق کے احکام بتانا مناسب ہے کیونکہ تکبیرِ تشریق عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے جب امام خطبہ میں تکبیر پڑھے تو قوم بھی اس کے ساتھ دل میں تکبیر پڑھے زبان سے نہ پڑھے اور جب امام درود شریف پڑھے تو سننے والے حکم کی تعمیل کیلئے اپنے دل میں درود پڑھیں اور زبان سے آہستہ بھی نہ پڑھیں اور ہونٹ تک نہ ہلائیں بلکہ خاموش رہیں۔

عیدین کی نماز کے متفرق مسائل

(۱) اگر ایسے شخص کے پیچھے عیدین کی نماز پڑھی جس کے نزدیک زائد تکبیروں میں رفع یدین نہیں ہے تو مقتدی رفع یدین کرلیں اس لئے کہ ایسی تھوڑی مخالفت سے متابعت میں خلل نہیں آتا۔

(۲) اگر امام نے چھ تکبیروں سے زیادہ تکبیریں کہیں اور وہ فقہا میں سے کسی کا مذہب ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ تیرہ ۱۳ تکبیروں تک ہے تو مقتدی بھی امام کی متابعت کریں اور تیرہ ۱۳ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں اس لئے کہ وہ کسی فقیہ کا مذہب نہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سے زیادہ منقول نہیں ہے لیکن یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور تکبیریں خود اس سے سنتا ہو اور اگر دُور ہو اور تکبیریں مکبّروں سے سنتا ہو تو جس قدر سُنے سب ادا کرے اگرچہ تیرہ سے زیادہ ہو جائیں اس لئے کہ شاید مکبّروں سے غلطی ہوئی ہو اور ممکن ہے کہ اِن میں سے وہ کسی تکبیر کو چھوڑ دے اور امام کی تکبیر وہی ہو۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت پہنچا کہ امام عید کی تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی قیام میں ہے اگرچہ قرارت شروع کرچکا ہو تو وہ نیت باندھ کر اسی وقت عید کی تکبیریں کہہ لے اور تین تکبیریں ہی کہے اگرچہ امام نے تین سے زیادہ کہی ہوں کیونکہ وہ مسبوق ہے یعنی فوت شدہ کے لئے منفرد کے حکم میں ہے اس لئے وہ ابھی امام کا تابع نہیں ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے ساتھ صرف اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں مل گئیں جس قدر امام نے کہیں سب نہیں ملیں تو اس کے بعد باقی تکبیروں کی قضا نہ کرے اگرچہ امام نے زیادہ کہی ہوں۔ اور دوسری رکعت میں امام کا اتباع کرے یعنی جتنی تکبیریں امام کہے یہ بھی کہے۔

(۴) اگر عیدین کی نماز میں کوئی شخص اس وقت پہنچا جب امام رکوع میں ہے تو کھڑے ہو کر نماز شروع کرنے کی تکبیر (یعنی تحریمہ) کہے پھر اگر گمان غالب ہو کہ کھڑے ہو کر زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو قیام کی حالت میں تین زائد تکبیریں بھی کہہ لے پھر رکوع میں جائے اور اگر اس طرح رکوع ملنے کا گمان غالب نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہہ لینے کے بعد رکوع کردے اور بجائے رکوع کی تسبیح کے یہ زائد تکبیریں رکوع میں کہہ لے اور اس وقت ان میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر یہ شخص رکوع میں بھی پوری تکبیریں نہ کہہ سکا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو یہ بھی رکوع سے اُٹھ جائے اور امام کی متابعت کرے اور باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر امام کو قومہ میں پایا تو اس وقت تکبیریں نہ کہے اس لئے کہ اب وہ مسبوق ہے اور اپنی پہلی رکعت کو تکبیروں سمیت آخر میں ادا کرے گا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر پہلے قرارت کرلے اس کے بعد تکبیرات کہے اگرچہ قاعدہ کے مطابق اُسے قرارت سے پہلے تکبیرات کہنا چاہئے تھا کیونکہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے درپے ہو جاتی ہیں یعنی جو رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے

اس میں اس نے امام کے ساتھ قرارت کے بعد تکبیریں کہی تھیں اب اگر یہ اپنی رکعت میں قرارت سے پہلے تکبیرات کہیگا تو اس کے لئے دونوں موقعوں کی تکبیروں میں کوئی قرارت فاصل نہ ہوگی اور یہ کسی صحابی کا مذہب نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔

(۵) اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہوا جبکہ امام تشہد پڑھ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا یا سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا یا سجدۂ سہو کر چکا ہے لیکن اس کے بعد کے تشہد میں ہے اور ابھی ختم نماز کا سلام نہیں پھیرا تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد مسبوقانہ عید کی نماز پوری کرے اور تکبیرات اپنے مقام پر کہے یعنی اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہوگئی یہی صحیح ہے۔

(۶) اگر مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کھڑا ہو اُس وقت قرارت کے بعد کہے جیسا کہ اوپر مسبوق ایک رکعت کا بیان ہوا۔ اور اگر دوسری رکعت کی تکبیریں امام کے ساتھ نہیں ملیں یعنی وہ رکعت ہی امام کے ساتھ نہیں ملی مثلاً وہ رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو دونوں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے اور زائد تکبیریں اپنے اپنے موقع پر کہے۔

(۷) لاحق امام کے مذہب کے بموجب تکبیریں کہے مثلاً کوئی شخص شروع سے امام کے ساتھ شامل ہوا پھر سو گیا یا اس کا وضو جاتا رہا جب وہ سونے سے بیدار ہوا یا وضو کر کے اس نماز پر بنا کی تو یہ لاحق ہے اب یہ اپنی لاحقانہ نماز پڑھے تو تکبیریں اتنی کہے جتنی امام نے کہی تھیں اگرچہ اس کے مذہب میں اتنی نہ تھیں اس لئے کہ وہ امام کے پیچھے ہے اور برخلاف اس کے مسبوق اپنی نماز میں امام کا مقتدی نہیں ہوتا اس لئے وہ اس میں اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے گا۔

(۸) اگر امام عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں زائد تکبیریں کہنا بھول گیا اور قرارت شروع کر دی تو وہ قرارت کے بعد تکبیریں کہہ لے اور اگر رکوع میں یاد آئے تو رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے کہہ لے اور قرارت کا اعادہ نہ کرے یا دوسری رکعت میں تکبیریں بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب بھی رکوع میں کہہ لے اور قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر قیام کی طرف لوٹ جائیگا تب بھی جائز ہے اور نماز فاسد نہ ہوگی یہی صحیح ہے لیکن رکوع کا اعادہ کرے قرارت کا اعادہ نہ کرے۔

(۹) عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر واجب ہے اس لئے کہ وہ منجملہ عید کی تکبیروں کے ہے اور عید کی تکبیریں واجب ہیں پس اگر یہ زائد تکبیریں یا دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھول کر فوت ہوگئی تو سجدۂ سہو لازم آئے گا (یعنی یہ صورت سجدۂ سہو کی ہے اگر کر لے تو جائز ہے واجب نہیں ہے اگر نہ کرے تو اولیٰ ہے کیونکہ جمعہ و عیدین میں کثرت ہجوم کی وجہ سے سجدۂ سہو کا ترک افضل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ مؤلف) اور اگر قصداً ترک کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۱۰) عیدین و جمعہ کی نماز میں جن صورتوں میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے ہر حال میں کثرت ہجوم کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا افضل ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں اور کر لینا بھی جائز ہے۔

(۱۱) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ جماعت اس میں شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید کی جماعت میں شامل ہوا اور کسی وجہ سے صرف اس کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہے لیکن اگر اُس شخص کو دوسری جگہ عید کی نماز ملنے کا امکان ہو تو وہاں جا کر اُن کے ساتھ عید کی نماز پڑھ لے اس لئے کہ عید کی نماز ہر شہر میں متعدد جگہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ایسے شریک ہو جائیں کہ جن کو عید کی نماز نہ ملی ہو تو وہ سب جمع ہو کر کسی دوسری مسجد میں جہاں عید کی نماز نہ پڑھی گئی ہو عید کی جماعت کر لیں اور ان میں سے خواہ کوئی شخص امام ہو جائے جائز ہے۔ اگر کسی شخص کو عید کی نماز نہیں ملی اور دوسری جگہ ملنے سے بھی عاجز ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ گھر آ کر چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے اور ان میں زائد تکبیریں نہ کہے کیونکہ یہ عید کی قضا نہیں ہے بلکہ چاشت کے نوافل ہی ہیں۔

(۱۲) اگر امام نے عید الفطر کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے اور لوگوں کے متفرق ہونے سے بھی پہلے امام وضو کرے اور سب کو یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال سے پہلے لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد معلوم ہوا تو اب ان کے ساتھ نماز کا اعادہ نہ کرے نہ اُس روز اور نہ دوسرے روز اس لئے کہ وہ نماز مسلمانوں کے اعمال کی حفاظت کی وجہ سے درست قرار دیدی گئی ہے اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا تو دوسرے دن نماز کا اعادہ کریں اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر وہ نماز نہ پڑھیں اور اگر عید الاضحیٰ میں امام کو نماز پڑھانے کے بعد معلوم ہوا کہ بے وضو نماز پڑھائی ہے تو اگر اسی پہلے روز زوال سے پہلے پہلے معلوم ہوگیا تو سب آدمیوں میں نماز کے اعادہ کے لئے منادی کر دیں اور نماز کا اعادہ کریں۔ اور جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہے اس کی قربانی جائز ہے اور معلوم ہونے کے بعد سے زوال تک قربانی جائز نہیں۔ اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا اور لوگوں نے قربانیاں کر لیں تو وہ قربانیاں جائز ہیں اور دوسرے روز نماز کے واسطے نکلیں، اور اگر دوسرے روز معلوم ہو تو زوال سے پہلے پہلے نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال ہو چکا تو تیسرے دن (بارہویں ذی الحجہ کو) زوال سے پہلے پہلے پڑھ لیں اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہو تو پھر نہ پڑھیں۔

(۱۳) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز کو مقدم کریں گے اور عید کے خطبہ پر جنازہ کی نماز کو مقدم کریں گے ——— (۱۴) عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد دعا مانگنا اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول نہیں ہے مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اسلئے عیدین میں بھی بعد نماز دعا مانگنا بہتر و افضل ہونا چاہئے اور اگر نماز کے بعد کی بجائے خطبہ کے بعد دعا مانگے تو خلاف اولیٰ ہونا چاہئے۔ اور اگر دونوں جگہ ترکِ دعا کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۵) عرفہ کے روز جو عرفات کے علاوہ بعض دیگر جگہوں میں عرفات میں وقوف کرنے والوں کی مشابہت کیلئے

لوگ جمع ہوتے ہیں یہ کوئی عبادت نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے اسی حکم کو ترجیح ہے تاکہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہووے لیکن اگر اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لئے بغیر کسی تشبہ وقوفِ عرفات کے یعنی سر کھولنے وقوف کرنے کے بغیر جمع ہوں تو بلا کراہت درست ہے۔

ایامِ تشریق کی تکبیروں کا بیان

یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ وقوفِ عرفات کا دن) و یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ قربانی کا دن) اور ایام تشریق (یعنی تین دن گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) ان پانچ دن میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیر کہی جاتی ہے ان کو تکبیراتِ تشریق کہتے ہیں۔ تشریق کی تکبیروں کے بارے میں چار چیزوں کا بیان ضروری ہے (۱) حکم (۲) صفت یعنی کیا پڑھیں اور کے بار پڑھیں (۳) شرائط (۴) واجب۔

پس ایامِ تشریق کی تکبیروں کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہیں اور ان کے پڑھنے کی صفت یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۝ اور اس کا بلند آواز سے ایک بار کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے[1]۔ اس کی شرائط یہ ہیں: مقیم ہو اور شہر میں ہو اور فرض عین نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھے پس یہ تکبیرات مسافر پر اور گاؤں کے رہنے والے پر اور عورت پر واجب نہیں لیکن اگر یہ لوگ ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو اُن پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے تکبیر واجب ہو جائے گی۔ اسی طرح منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والے) پر بھی یہ تکبیر واجب نہیں لیکن اگر منفرد اور عورت اور مسافر بھی کہہ لے تو بہتر ہے کیونکہ صاحبین کے نزدیک مطلقاً فرض پڑھنے والے پر واجب ہے لہذا اُن کے نزدیک ان سب پر واجب ہے عورتیں آہستہ آواز سے کہیں اور آدمی جہر کے ساتھ (پکار کر) کہیں۔ اگر عورتیں اپنی جماعت خود کریں اور عورت امام ہو تب بھی اُن پر واجب نہیں (کیونکہ اُن کا جماعت کرنا مکروہ ہے اور وہ مستحبہ جماعت نہیں ہے) اور اگر عورت نے مرد کے پیچھے نماز پڑھی اور امام نے اس کا امام ہونے کی نیت کی تو عورت پر بھی واجب ہے۔ اسی طرح برہنہ نماز پڑھنے والوں پر بھی واجب نہیں اگرچہ جماعت کریں کیونکہ ان کی جماعت مستحبہ نہیں ہے۔ جو نماز فرض عین نہیں ہے یعنی واجب وتر و عید الاضحیٰ و نفل و سنت و نماز جنازہ وغیرہ ان کے بعد تکبیر کہنا واجب نہیں اور جمعہ کے فرضوں کے بعد واجب ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لے کیونکہ بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے کہ یہ بھی جمعہ کی طرح جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور اس پر مسلمانوں کا عمل متوارث ہے پس اس کا اتباع واجب ہے۔ آزاد ہونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اصح قول کے بموجب شرط نہیں ہے پس غلام پر تکبیر تشریق واجب ہے۔ اگر غلام کسی جماعت کا امام ہو تو اس پر اور مقتدیوں پر تکبیر واجب ہے مسبوق اور لاحق پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے مگر جب خود اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیریں اس وقت کہیں اور اگر امام کے ساتھ کہہ لی تو نماز فاسد نہ ہوئی اس لئے کہ یہ ذکر ہے اور نماز ختم کرنے کے بعد اس پر تکبیر کا اعادہ بھی نہیں ہے نفل پڑھنے والے نے فرض پڑھنے والے کی اقتدا کی تو امام کی پیروی میں اس مقتدی پر بھی تکبیر واجب ہے اگر مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو مقیم پر تکبیر واجب ہے اگرچہ امام مسافر پر واجب نہیں ہے۔ اگر کچھ مسافر یا گاؤں کے رہنے والے

[1] بعض نے کہا کہ دو دفعہ کہنا خلاف سنت ہے اس میں تطبیق یوں ہے کہ سنت سمجھ کر زیادہ نہ کہے ذکر سمجھ کر کہے تو مضائقہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مؤلف عفی عنہ)

کسی شہر میں جماعت کریں تو اُن پر تکبیر واجب نہیں ہے یہی اصح ہے۔ اسی طرح اگر مریض مل کر جماعت کریں تو اُن پر بھی تکبیر واجب نہیں ہے کیونکہ مقیم کا تندرست ہونا ضروری ہے ــــــ وقت اِن تکبیرات کا یہ ہے کہ عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے شروع کرے اور تیرہویں ذی الحجہ (یعنی ایام تشریق کے آخری روز) کی عصر کی نماز کے بعد تک کہنا چاہیئے۔ یہ سب تیئس (۲۳) نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے اور یہ حکم صاحبین کے نزدیک ہے اور اسی پر فتوی ہے اور ہر زمانے میں سب شہروں میں اسی پر عمل ہے۔ اور یہ تکبیر سلام پھیرنے کے بعد فوراً (متصل) واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو کہ نماز کی بنا اس پر نہ کر سکے اس وقت تک کہہ لے یہاں تک کہ جان بوجھ کر یا بھول کر کلام کیا یا جان بوجھ کر حدث کیا یا مسجد سے نکل گیا تو یہ تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ اگر امام نے تکبیر چھوڑ دی تب بھی مقتدی پر تکبیر کہنا واجب ہے خواہ وہ مقتدی مسافر ہو یا گاؤں کا رہنے والا ہو یا عورت ہو کیونکہ یہ نماز کے بعد ہے اس لئے امام کی مخالفت میں شمار نہیں ہوگی۔ اور مقتدی کو امام سے پہلے تکبیر شروع کرنا بھی جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ امام کے شروع کرنے کا انتظار کرے لیکن اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے گا تب کہیں گے اور مقتدی امام کا انتظار اس وقت تک کریں جب تک امام سے کوئی ایسی حرکت واقع نہ ہو کہ جس سے تکبیر منقطع ہو جائے اور وہ امور وہ ہیں جن کے بعد نماز کی بنا جائز نہیں رہتی جیسے مسجد سے نکل جانا یا عمداً حدث کرنا یا عمداً یا سہواً کلام کرنا اگر امام یا مقتدی کا سلام کے بعد تکبیر سے پہلے بلا قصد وضو ٹوٹ جائے تو اصح یہ ہے کہ تکبیر کہہ لے اور طہارت کے واسطے جانے کی ضرورت نہیں اسی پر فتوی ہے۔ اگر ان تکبیراتِ تشریق کے دنوں میں کسی وقت کی نماز قضا ہو جائے اور اس کو اسی سال کی تشریق کے دنوں میں جماعت سے قضا کرے تو اس کے ساتھ بھی تکبیر کہے۔ اگر ان دنوں کے علاوہ اور دنوں کی قضا نمازیں اِن دنوں میں پڑھے یا اگر ایام تکبیرات تشریق میں کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کی قضا ان دنوں کے سوا اور دنوں میں پڑھے یا گذرے ہوئے سال کی ایام تکبیرات تشریق کی قضا نماز اس سال کے ایامِ تشریق میں پڑھے تو ان تینوں صورتوں میں تکبیر نہ پڑھے۔

نمازِ کسوف (سورج گہن کی نماز) کا بیان

اکثر فقہا کسوف سورج گہن کو کہتے ہیں اور خسوف چاند گہن کو، یہی افصح ہے اگرچہ بعض کے نزدیک کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند گہن اور سورج گہن میں برابر ہے۔ (اللہ تعالی نے فرمایا وما نرسل بالآیات الا تخویفا ترجمہ ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو" یعنی تاکہ بندے ڈر کر اللہ کی عبادت کریں اور اس کی طرف رجوع کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے کی وجہ سے اِن کو گہن نہیں لگتا اور نہ یہ کسی کی حیات یعنی پیدا ہونے کی وجہ سے گہنے ہیں پس جب تم اِن کو

گہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور خیرات کرو۔ الحدیث)

(۱) سورج گہن کی نماز سنّت مؤکدہ ہے اور یہ قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ اور بالاجماع یہ حکم ہے کہ اس کا جماعت سے ادا کرنا مستحب و افضل ہے اور اکیلے اکیلے بھی جائز ہے مگر جماعت سے اس وقت پڑھنا مستحب ہے جبکہ امام بادشاہِ وقت یا اس کا نائب ہو یعنی وہ شخص امام ہو جو جمعہ و عیدین کا امام ہو۔ کیونکہ اس نماز کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں، امام وہ ہو جو جمعہ یا عیدین کا امام ہو، وقت ایسا ہو جس میں نفل نماز پڑھنا مباح و جائز ہو، جگہ یعنی جامع مسجد یا عیدگاہ ہو۔ اگر جمعہ یا عیدین کا امام موجود نہ ہو تو جماعت نہ کریں بلکہ لوگ جدا جدا اپنی اپنی مسجدوں یا گھروں میں پڑھ لیں لیکن اگر بڑے امام نے جو جمعہ و عیدین پڑھاتا ہو اُن کو جماعت کی اجازت دیدی ہو تو اس وقت جائز ہے کہ جماعت سے نماز پڑھیں اور محلہ کا امام امامت کرے۔ عورتیں اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ چھوٹے گاؤں کے رہنے والے یعنی جہاں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں وہ بھی اکیلے اکیلے پڑھیں۔

(۲) سورج گہن کی نماز عام نوافل کی طرح ہے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرے اور اس میں اذان اور اقامت اور خطبہ بھی نہیں ہے (بعض کے نزدیک نماز کے بعد خطبہ ہے بالاتفاق لیکن مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ بالاتفاق خطبہ نہیں ہے) لیکن اگر لوگ جمع نہ ہوئے ہوں تو ان کو جمع کرنے کے لئے ان لفظوں سے پکاریں :— اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔ اس نماز میں قراءت بھی جہر (بلند آواز) سے نہ کریں بلکہ آہستہ پڑھیں یہی صحیح ہے (امام ابویوسف کے نزدیک جہر کرے اور امام محمدؒ سے دو روایتیں ہیں)۔ اس نماز میں جس قدر چاہے قراءت پڑھے اور افضل یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں قراءت طویل کرے اگر یاد ہو تو سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھے اور رکوع و سجود میں بھی طول دے۔ اور نماز کے بعد آفتاب کے صاف ہو جانے تک دعا مانگتا رہے۔ نماز میں طول کرنا اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں طول کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں جائز ہیں پس اگر ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں تطویل کرے تاکہ گہن کا سارا وقت نماز اور دعا و خشوع و خضوع میں پورا ہو جائے یہانتک کہ سورج صاف ہو جائے یہی مسنون و مستحب ہے۔

(۳) اس نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے اس سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۴) اس نماز کو عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھنا افضل ہے اگر کہیں اور پڑھیں تب بھی جائز ہے۔ اگر سب جمع ہو کر نماز نہ پڑھیں صرف دعا مانگ لیں تو بھی جائز ہے لیکن نماز افضل ہے، امام دعا کے واسطے منبر پر نہ چڑھے۔ اس دعا میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے قبلہ کی طرف کو بیٹھ کر دعا مانگے خواہ کھڑا ہو کر قوم کی طرف منہ کرکے دعا مانگے اور قوم کے لوگ اس کی دعا پر آمین کہتے رہیں یہی بہتر ہے اگر اپنے عصا یا کمان پر سہارا دیکر کھڑا ہو کر دعا مانگے تو یہ بھی بہتر ہے۔

(۵) گہن کی نماز کا وقت وہ ہے جب سورج گہن میں ہو۔ اگر گہن کے وقت نماز نہ پڑھی یہانتک کہ آفتاب

کھل گیا تو پھر نماز نہ پڑھیں اگر کچھ کھل گیا اور کچھ گہن میں ہے تو نماز شروع کرنا جائز ہے۔ اگر گہن کی حالت میں آفتاب پر بادل آگیا یا کوئی حائل واقع ہوگیا تو بھی نماز پڑھیں کیونکہ حقیقتاً وہ گہن کی حالت میں ہے۔ اگر ایسے وقت گہن لگا کہ اس وقت نماز نوافل کا پڑھنا ممنوع و مکروہ ہے مثلاً نصف النہار (ٹھیک دوپہر) کے وقت یا عصر کے بعد یا طلوع آفتاب کے وقت تو نماز نہ پڑھیں بلکہ دعا میں مشغول رہیں۔ اور اگر گہن کی حالت میں سورج غروب ہوجائے تو دعا ختم کریں اور مغرب کی نماز پڑھیں اسی طرح کسی اور نماز کا وقت آجائے تو دعا موقوف کرکے نماز میں مشغول ہوجائیں۔

(۶) اگر کسوف کے وقت کوئی جنازہ آجائے تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں۔

خسوف (چاند گہن و دیگر حوادث کی نماز کا بیان

چاند گہن کی نماز مستحب ہے اور اس میں جماعت نہیں خواہ جمعہ و عیدین کا امام موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں دو رکعتیں اکیلے اکیلے پڑھیں۔ اگر امام کے علاوہ دو تین آدمی ہوں تو ان کی جماعت بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ دیگر نوافل کا حکم ہے باقی مسائل وہی ہیں جو سورج گہن کی نماز کے بیان ہوئے۔

اگر ہولناک اور دل پریشان کرنے والے امور حادث ہوں مثلاً دن میں یا رات کے وقت بہت سخت آندھی آئے یا بارش لگاتار کثرت سے برسے اور بند نہ ہو یا اولے یا برف کثرت سے پڑے اور ان کا گرنا بند نہ ہو یا آسمان سرخ ہوجائے یا دن میں سخت تاریکی ہوجائے یا رات میں یکایک ہولناک روشنی ہوجائے یا زلزلے آئیں یا صاعقہ یعنی بجلیاں کڑکیں یا بجلیاں گریں یا ستارے بکثرت چھوٹنے لگیں۔ یا کوئی مرض عام ہوجائے یعنی وبائی امراض طاعون و ہیضہ وغیرہ کا زور ہو یا دشمن کا خوف غالب ہو یا اس قسم کا کوئی اور دہشتناک امر پایا جائے تو مستحب ہے کہ ان حوادث کے دفعیہ کی نیت سے دو رکعت نماز اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں یا مساجد میں پڑھیں اور نماز کے بعد اس کے دفعیہ کے لئے دعا کریں۔ اور جو دعائیں ان موقعوں کے لئے حدیثوں میں آئی ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ مثلاً تیز ہوا چلنے کے وقت یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ ۔ (بخاری و مسلم وغیرہ) — ابر آتا دیکھے تو باتیں ترک کرے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْہِ۔ برسنے لگے تو یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ سَقْیًا نَافِعًا — جب کھل جائے تو حمد کرے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنے تو یہ کہے: اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔

نماز استسقا کا بیان

(۱) شریعت میں استسقاء کے معنی اللہ تعالیٰ سے خشک سالی کے وقت بارش طلب کرنے کے لئے کیفیت

مخصوصہ کے ساتھ استغفار و دعا کرنا ہے۔ اور یہ نماز و دعا ایسے مقام میں مشروع ہے جہاں جھیلیں تالاب نہریں اور ایسے کنوئیں نہ ہوں جن سے لوگ پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں کو پانی دیں، یا ہوں مگر کافی نہ ہوں اور اگر اس جگہ جھیلیں، تالاب کنوئیں اور نہریں ہوں تو استسقا کی نماز کے واسطے نہ نکلیں اس لئے کہ یہ شدتِ ضرورت کے وقت مشروع ہوئی ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استسقا میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) نہیں ہے البتہ جائز بلکہ مستحب ہے یہی صحیح ہے کیونکہ احادیث و آثار سے اس کا کبھی پڑھنا اور کبھی نہ پڑھنا اور صرف دعا و استغفار کرنا ثابت ہوتا ہے جو دلیل مستحب کی ہے اور اس میں خطبہ بھی نہیں لیکن دعا و استغفار ہے (قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔ الآیہ۔ یعنی اپنے رب سے استغفار کرو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے موسلا دھار بارشیں تم پر برسائے گا)۔ اور اگر جدا جدا نفل نماز پڑھ لیں تو بھی مضائقہ نہیں (مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک نمازِ استسقا کی سنت ادا ہونے کا دار و مدار با جماعت نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ صاحبِ شرع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مرویہ طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کر لیا جائے سنت ادا ہو جائیگی اور وہ نماز با جماعت یا اکیلے اکیلے نماز یا بغیر نماز دعا و استغفار کرنا وغیرہ ہے بعض متعصبین نے جو امام صاحب کی طرف نماز با جماعت کا بدعت ہونا منسوب کیا ہے یہ غلط ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں چادر لوٹانا بھی نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ نماز جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ پس امام عید کی نماز کی طرح بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز استسقا پڑھاوے اور دونوں میں جہر سے قرأت کرے اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری میں سورہ القمر پڑھے یا پہلی میں الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھے۔ اس نماز میں نمازِ عید کی طرح تکبیراتِ زائد کہنے میں اختلاف ہے امام محمدؒ کے نزدیک ایک روایت کے بموجب زائد تکبیریں بھی کہے لیکن مشہور روایت کے بموجب امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ دونوں کے نزدیک اس میں زائد تکبیریں نہ کہے۔ نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے کمان یا تلوار یا عصا پر سہارا دیکر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں جلسہ کرے یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ہی خطبہ پڑھے اور اس میں اللہ کو پکارے اور تسبیح پڑھے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت مانگے اور اکثر خطبہ استغفار ہو۔ امام جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں۔ چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ مربع (چوکور) ہو تو اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کی جانب اوپر کرلے اس طرح پر کہ دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لیجا کر اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور بائیں ہاتھ کے ساتھ دائیں جانب کے

نیچے کا کونہ پکڑ لے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا کونہ دائیں مونڈھے پر ہو، اور بائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا کونہ بائیں مونڈھے پر ہو پس اس طرح دایاں کونا بائیں طرف آجائے گا اور بایاں دائیں طرف اور اوپر کا رُخ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو جائے گا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کا طول چار ہاتھ تھا اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت) اور اگر مدور یعنی گول ہو تو داہنی جانب بائیں طرف کر دے اور بائیں جانب داہنی طرف کر دے اور اگر قبا ہو تو اس کا اندرونی حصہ یعنی جو بدن کے ساتھ لگتا ہے باہر کر لے اور ظاہری یعنی اوپر کا حصہ اندر یعنی بدن کے ساتھ لگنے والا کر لے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ حال بدلنے کی نیک فال ہوئے۔ لیکن قوم کے لوگ (مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پلٹیں۔ جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو جماعت والوں کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ کی طرف کو منہ کر لے پھر اپنی چادر لوٹاوے اور کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر استسقا کی دعا میں مشغول ہو اور مسلمانوں کے واسطے مغفرت طلب کرے۔ دعا میں امام ہاتھوں کو خوب بلند کرے (کیونکہ جس قدر کوئی مطلب جس کے لئے دعا کی جائے دشوار اور بھاری ہو ہاتھوں کا اٹھانا بھی بلند تر ہو) اور اپنے دونوں ہاتھوں کی پیٹھ آسمان کی طرف رکھے (علما نے کہا ہے کہ اس میں بھی گویا حال بدلنے کی فال ہے اور اشارہ ہے ابر کا پیٹ زمین کی طرف ہو اور جو کچھ اس میں ہے یعنی مینہ زمین پر ڈال دے۔ نیز علما نے کہا ہے کہ جب کوئی کسی بلا مثلاً قحط وغیرہ کے دفعیہ کے لئے دعا کرے تو ہاتھوں کو بہت بلند کرے اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے اور جب کسی نعمت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو چاہئے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے)۔ اگر امام اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تو بہتر ہے اور اگر ہاتھ نہ اٹھائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کر دے تو بھی بہتر ہے۔ اسی طرح مقتدی بھی اپنے ہاتھ اٹھائیں اس لئے کہ دعا میں ہاتھ پھیلانا سنت ہے اور جماعت کے لوگ خطبہ اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے رہیں اور امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں بہتر وہ دعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں مثلاً یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا ھَنِیْئًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا غَدَقًا مُّجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا شامی و نور الایضاح وغیرہ (ترجمہ: اے اللہ ہمیں ایسی بارش پلا جو فریاد کو پہنچنے والی ہو یعنی سیراب کرنے والی ہو جس میں ضرر نہ ہو جس کا انجام اچھا ہو جو بہار کر دے جس میں خیر اور پانی بہت ہو جو زمین کو عام طور پر ڈھانپ لے زمین پر جاری ہونے والا ہو جو ساری زمین کو عام ہو ہمیشہ کا نفع دینے والا ہو یا اور جو الفاظ اس کی مانند ہوں پڑھے۔ بعض کتب میں غَدَقًا کے بعد عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ (یعنی جلد برسنے والا دیر نہ کرنے والا) زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف میں اس طرح ہے: اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ)۔ ایک دعا یہ بھی حدیث شریف میں آئی ہے: اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَ بَھِیْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ (مشکوٰۃ شریف) بعض کتب میں بھیمتک کی بجائے بَھَائِمَکَ لکھا ہے اور یہ دعا بھی آئی ہے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ

اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّۃً وَبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ۔ مشکوٰۃ شریف (خواہ ان میں کوئی دعا پڑھے یا ان کو ملا کر پڑھے۔ لیکن استسقا کی دعا کا عربی میں ہونا یا خاص انہی الفاظ میں ہونا کچھ ضروری نہیں، یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں اس مطلب کی دعا مانگ لے)۔

(۳) مستحب یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ برابر تین دن تک استسقا کی نماز کے لئے باہر جنگل کی طرف جائے تین روز سے زیادہ نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں ہے اور منبر نہ لیجائیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز استسقاء کیلئے باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے اور گناہوں سے خالص توبہ واستغفار کرنے کا حکم کرے (تنبیہ: جب امام لوگوں کو روزہ کا حکم کرے اور وہ دن ایسے نہ ہوں جن میں روزہ رکھنا منع ہے تو لوگوں کو روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ امام کی اطاعت اس چیز میں جو معصیت نہ ہو واجب ہے۔ شامی) پھر چوتھے روز اُن کے ساتھ اس طرح پر نکلے کہ سب پیدل ہوں اور پُرانے بغیر دُھلے یعنی معمولی یا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنیں اور اللہ کے سامنے ذلت والوں کی صورت بنائے عاجزی انکساری اور تواضع کرتے ہوئے سر دل کو جھکائے ہوئے ہوں پاؤں ننگے ہوں تو بہتر ہے۔ ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے اور ہر روز نئے سرے سے توبہ کریں اہل اسلام کے لئے دعائے مغفرت کریں زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے خالص توبہ کریں اور جس کسی کے ذمہ جن کے حقوق ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے۔ تمام مسلمان مل کر اپنے کمزوروں یعنی بوڑھے مرد و عورت اور بچوں کو ساتھ لیجائیں اور ان کے توسل سے دعا کریں اور سب آمین کہیں۔ ان لوگوں کے توسل سے دعا کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان لوگوں کو آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں کہ ان کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور جوان آمین کہیں۔ اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جُدا رکھے جائیں تاکہ اُن کے رونے چلانے سے لوگوں کو رقت و خشوع زیادہ ہو اور رحمتِ الٰہی جوش میں آئے اور مستحب ہے کہ اپنے جانوروں کو بھی ساتھ لیجائیں کیونکہ کبھی بارش انہی کے سبب سے عنایت ہوتی ہے۔ (جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں چیونٹی کی دعا کا ذکر آیا ہے) غرضیکہ رحمتِ الٰہی کے متوجہ ہونے کے تمام اسباب مہیا کریں۔

(۴) اگر امام نہ نکلے تو اور لوگوں کو نکلنے کا حکم کرے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلیں تب بھی جائز ہے کسی ذمی کافر کو اس وقت ساتھ نہ لے جائیں، یہ نماز رحمت کے نزول کی طلب کے لئے ہے اور کافروں پر لعنت اترتی ہے۔ اور اگر وہ اپنے آپ خرید و فروخت کے لئے یا اپنے عبادت خانوں کو یا جنگل کو جائیں تو ان کو منع نہ کریں (راجح یہ ہے کہ کافر کی دعا بھی کبھی قبول ہوتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مظلوم ہو اسی پر فتویٰ ہے اور قرآن پاک میں جو آیا ہے وَمَا دُعَاءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ "اور کافروں کی دعا سوائے بھٹکنے کے اور کچھ نہیں" تو یہ آخرت کے متعلق ہے)۔

(۵) مکہ معظمہ کے لوگ نماز استسقاء کے لئے مسجد الحرام میں جمع ہوں بیت المقدس کے لوگ مسجد الاقصیٰ میں اور مدینہ منورہ کے لوگ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں اور اپنے جانوروں کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کریں ان تینوں جگہوں کے علاوہ باقی جگہوں کے لوگ جنگل میں یعنی میدان میں جائیں۔

(۶) اگر باہر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو بھی تین دن پورے کریں اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور بارش کے وقت کی جو دعا حدیث شریف میں ارشاد ہوئی ہے پڑھیں اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا (اے اللہ مفید مینھ برسا دیجئے) اور بارش میں کچھ دیر ٹھہریں تاکہ بدن پر پانی پہنچے اور جب بادل گرجے تو اس کی دعا پڑھیں اور وہ یہ ہے: سُبْحَانَ مَنْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔ نیز یہ دعا پڑھے، اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا مِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ۔ جب بادل آتا دیکھے تو یہ دعا پڑھے، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِہٖ (ہر موقع کی مسنون دعائیں خاکسار مؤلف کی کتاب عمدۃ السلوک حصہ اول میں درج ہیں)۔

(۷) اگر کثرت سے بارش ہو کہ نقصان کرنے والی ہو تو اس کے روکنے کے لئے اور جہاں مفید ہو وہاں برسنے کی دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اس کی دعا حدیث شریف میں یہ ہے: اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

(۸) مستحب ہے کہ سرسبز جگہ کے لوگ قحط زدہ لوگوں کے لئے دعا کریں۔

خوف کی نماز کا بیان

(۱) یہ کوئی الگ نماز نہیں ہے بلکہ جہاد کرتے وقت جبکہ فرض و واجب کا وقت آجائے اور سب کے ایک ساتھ جماعت کرکے نماز پڑھنے کی حالت میں دشمنوں کے ہجوم کرنے کا خطرہ ہو تو جماعت کے دو گروہ کرکے ہر ایک گروہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور جب ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہتا ہے جس کی تفصیل آگے آئیگی۔ یہ نماز کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صلوٰۃ الخوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشروع تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی مشروعیت باقی رہنے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ و دیگر اکثر ائمہ کے نزدیک آپ کے بعد بھی اس کی مشروعیت اسی طرح باقی ہے کیونکہ آپ کے بعد صحابۂ کرامؓ نے بھی یہ نماز پڑھی ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بعض ائمہ کے نزدیک صلوٰۃ الخوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرنے کے لئے خلافِ قیاس مشروع ہوئی تھی آپ کے بعد یہ بات جاتی رہی تو اب اس کا ادا کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) خوف اِس نماز کا سبب ہے اور دشمن کا یقیناً موجود ہونا شرط ہے۔ دشمن خواہ انسان ہو جیسے کفار وغیرہ یا درندہ جانور ہو یا بڑا سانپ یعنی اژدہا ہو، یا اسی طرح کی اور چیزوں مثلاً آتش زدگی یا ڈوبنے وغیرہ کا خوف ہو سب کے لئے اس نماز کا حکم برابر ہے۔

(۳) دشمن کے یقیناً موجود ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایسا قریب اور سامنے ہو کہ اس کو دیکھتے ہوں اور یقین کے ساتھ یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت میں مشغول ہوں گے تو دشمن حملہ کر دے گا۔ اگر دشمن دور ہو تو نماز خوف جائز نہیں۔ دشمن کے آنے کا صرف گمان کر لینا کافی نہیں ہے مثلاً اگر کچھ سیاہی یا گرد و غبار دیکھیں اور اس پر دشمن کا گمان کر کے نماز خوف پڑھیں اس کے بعد اگر دشمن ظاہر ہوا تو وہ نماز جائز ہو گئی اور اگر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو وہ نماز جائز نہ ہو گی بلکہ دوبارہ پڑھیں لیکن اگر گمان کی غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب ایک گروہ اپنی جہت پر نماز پڑھ کر پھرا لیکن ابھی صفوں سے باہر نہیں ہوا تو اسی پر بنا کرنا جائز ہے جیسا کہ کوئی شخص حدث کے گمان سے پھرا لیکن ابھی وہ صفوں سے باہر نہیں ہوا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ یہ حکم مقتدیوں کے واسطے ہے امام کی نماز ہر حالت میں جائز ہے اس لئے کہ اس کے حق میں کوئی چیز نماز کو توڑنے والی نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر دشمن دور ہوں تو یہ نماز مقتدیوں کی نہ ہو گی اور امام کی ہو جائے گی۔ (یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دو گروہوں نے امام کے پیچھے کچھ نماز پڑھی ہو جس کی تفصیل آگے آئیگی اور اگر پوری نماز ایک امام کے پیچھے پڑھیں تو سب کی نماز جائز ہے۔ مؤلف)

(۴) نمازِ خوف کی کیفیت:۔ اگر قوم ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں جھگڑا نہ کرے اور اس پر راضی ہو کہ کچھ لوگ بعد میں پڑھ لیں گے تو امام کے واسطے افضل یہ ہے کہ قوم کے دو گروہ کرے اور ایک گروہ کو یہ حکم دے کہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوں اور خود دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ جو دشمن کے مقابلہ پر ہے امام اس میں سے کسی شخص کو حکم کرے کہ امامت کر کے اس گروہ کو پوری نماز پڑھائے (یعنی امن کی حالت کی طرح دونوں گروہ دو اماموں کے پیچھے الگ الگ جماعت کر لیں اور ایک کی جماعت کے وقت دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے)۔

اور اگر سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں اور جھگڑا کریں مثلاً کسی بزرگ شخص کے پیچھے سب لوگ نماز پڑھنا چاہیں تو اس کی کیفیت میں بحسب اختلافِ زمان و مکان مختلف روایتیں آئی ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا کہ یہ نماز سولہ طرح پر آئی ہے اور اس کو اصح الروایات کہا ہے بعض کے نزدیک چوبیس اور بعض کے نزدیک چودہ یا کم و بیش طرح پر آئی ہے اور بعض نے کہا کہ چھ طرح پر ہے اور باقی طریقے ان چھ کی طرف راجع ہیں۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سب طریقے جو حدیثوں میں آئے ہیں سب معتبر اور جائز ہیں اور اختلاف اس میں ہے کہ کونسا طریقہ اولیٰ و بہتر ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید میں مذکورہ کیفیت سے زیادہ ملتی ہوئی صورت یہ ہے

جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے لی گئی ہے کہ قوم کے دو گروہ کرے ایک گروہ مثلاً الف دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور دوسرا گروہ مثلاً ب امام کے ساتھ نماز پڑھے پس اگر وہ نماز دو رکعت والی ہو یعنی امام اور قوم کے لوگ سب مسافر ہوں یا فجر یا جمعہ یا عید کی نماز ہو تو ب گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو ب گروہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور الف گروہ جو دشمن کے مقابلہ میں ہے آجائے اور امام اتنی دیر بیٹھا ہوا ان کا منتظر رہے اور پھر الف گروہ کے ساتھ باقی ایک رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے اور امام سلام پھیر دے مگر الف گروہ کے لوگ جواب اس کے پیچھے ہیں سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں پھر ب گروہ کے لوگ اپنی نماز کی جگہ پر آئیں اور اپنی اپنی ایک رکعت بغیر قرأت پڑھیں کیونکہ وہ اس رکعت میں لاحق ہوئے اور لاحق کا حکم مقتدی جیسا ہے (یعنی ہر مقتدی اپنی اپنی رکعت ادا کرے اور ان میں قرأت نہ کرے۔ مؤلف) پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے پر جائیں پھر الف گروہ کے لوگ اپنی نماز کی جگہ پر آئیں اور اپنی اپنی ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھیں کیونکہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ عیدین کی نماز میں جب ب گروہ کے لوگ اپنی دوسری رکعت کے لئے واپس آکر امام کے قرأت کی مقدار یا کم و بیش اندازاً بغیر قرأت پڑھے قیام کرلیں پھر اپنی اپنی تین زائد تکبیریں کہیں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں اور جب نماز پوری کرلیں تو وہ چلے جائیں اور الف گروہ کے لوگ واپس آکر جب اپنی رہی ہوئی ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھ لیں تو پھر قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہیں یہی استحسان ہے۔ اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہوں اور نماز چار رکعتوں کی ہو تو الف گروہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑا رہے اور امام ب گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور یہ بطور وجوب کے ہے حتیٰ کہ اگر ایک رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے تشہد کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور الف گروہ جو دشمن کے مقابلے پر ہے آجائے اور ان کے آنے تک امام بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرے پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ الف گروہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے اور دشمن کے مقابلے پر چلا جائے پھر ب گروہ کے لوگ آئیں اور بغیر قرأت یعنی لاحقانہ دو رکعتیں پڑھیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں پھر الف گروہ کے لوگ آئیں اور دو رکعتیں قرأت کے ساتھ یعنی مسبوقانہ پڑھیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ یہ طریقہ مستحب اور افضل ہے ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ ب گروہ کے لوگ جو شروع سے امام کے ساتھ ہیں دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت پڑھ کر اور چار رکعت والی میں دو رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ پر نہ جائیں بلکہ وہیں نماز کی جگہ اپنی دوسری رکعت بھی لاحق کی طرح پڑھ کر نماز پوری کر کے سلام پھیر دیں پھر جائیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ جب الف گروہ پہلی رکعت یا پہلا دوگانہ امام کے ساتھ پڑھ کر واپس دشمن کے مقابل آجائے تو یہ ب گروہ واپس نماز کی جگہ نہ جائے بلکہ وہیں اپنی نماز لاحقانہ پوری کرلے۔ اسی طرح الف گروہ کے لوگ بھی اپنی مسبوقانہ رکعت یا دوگانہ

وہیں دشمن کے سامنے پڑھ سکتے ہیں جبکہ ب گروہ واپس دشمن کے مقابل آجائے یا وہیں نماز کی جگہ جاکر پڑھ سکتے ہیں اور اس وقت تک ب گروہ دشمن کے مقابل رہے گا۔ یہ صورتیں جواز کی ہیں لیکن نماز کی جگہ آکر پڑھنا ہی دونوں گروہوں کے لئے افضل ہے۔

اگر امام مقیم ہو اور جماعت کے لوگ مسافر ہوں یا بعضے مقیم اور بعضے مسافر ہوں تو حکم وہی ہے جو سب کے مقیم ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اگر امام مسافر ہو اور قوم کے لوگ مقیم ہوں تو ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر امام سلام پھیر دے اور یہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور پہلا گروہ آئے اور تین رکعتیں بغیر قرات یعنی لاحقانہ پڑھے اس لئے کہ وہ شروع سے نماز میں شریک تھے جب وہ اپنی نماز پوری کر چکیں تو دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں اور دوسرا گروہ اپنی نماز کی جگہ آئے اور وہ لوگ تین رکعتیں مسبوقانہ پڑھیں اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں پس پہلی رکعت میں الحمد اور سورت پڑھیں اور اخیر کی دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھیں ۔۔۔ اگر امام مسافر ہو اور قوم کے بعضے لوگ مقیم ہوں اور بعضے مسافر اور امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ گروہ دشمن کے مقابلے پر جائے اور دوسرا گروہ آجائے اور امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر اپنی نماز پوری کرلے تو ان دونوں گروہوں میں جو مسافر ہیں ان کی صرف ایک رکعت باقی ہے پس اگر وہ پہلے گروہ میں سے ہیں تو اپنی ایک رکعت بغیر قرات کے پڑھیں کیونکہ وہ پہلے سے شامل ہیں اور اگر دوسرے گروہ میں سے ہیں تو قرات کے ساتھ اپنی اپنی ایک رکعت پڑھ کر نماز پوری کرلیں کیونکہ وہ اس میں مسبوق ہیں جیسا کہ دو رکعت کی نماز کی ترکیب میں بیان ہوا اور ان میں جو مقیم ہیں ان کی نماز میں تین رکعتیں باقی ہیں پس اگر وہ پہلے گروہ سے ہیں تو تین رکعتیں بغیر قرات یعنی لاحقانہ پڑھیں اور اگر دوسرے گروہ سے ہیں وہ تین رکعتیں مسبوقانہ پڑھیں پہلی رکعت الحمد اور سورت کے ساتھ اور اخیر کی دو رکعتیں صرف الحمد سے پڑھیں بالاتفاق۔ اگر چار رکعتی نماز میں امام نے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے اور پہلا گروہ واپس آیا اور امام نے اُس کے ساتھ ایک رکعت (یعنی تیسری) پڑھی اور وہ چلے گئے پھر تیسرا گروہ آیا اور امام نے اس کے ساتھ ایک یعنی چوتھی رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور اصل اس میں یہ ہے کہ نماز سے ایسے وقت میں پھرنا جبکہ پھرنے کا موقع نہ ہو نماز کو فاسد کردیتا ہے اور نماز کو اس کے موقع پر چھوڑنا اور پھرنا فاسد نہیں کرتا اور چار رکعت کی نماز میں نماز کو چھوڑ کر پھرنے کا موقع دو رکعت کے تشہد کے بعد ہے جبکہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہووے۔ پس اس قاعدے کے بموجب اگر قوم کے چار گروہ کرے اور ہر گروہ کے ساتھ امام ایک ایک رکعت پڑھے تو پہلے اور تیسرے گروہ کی نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے اور چوتھے گروہ کی نماز صحیح ہوجائے گی۔ پس دوسرا گروہ اپنی بقیہ نماز (تین رکعتیں)

اس طرح پوری کرے کہ پہلے دو رکعتیں جو تیسری اور چوتھی کی بجائے ہوں گی بغیر قرات پڑھے کیونکہ وہ ان میں حکماً امام کے پیچھے اور لاحق ہے اور پھر آخری رکعت جو حساب سے پہلی کی بجائے ہے قرات سے یعنی الحمد اور سورة کے ساتھ پڑھے کیونکہ اس رکعت میں وہ امام سے الگ ہو کر مسبوق ہو گیا ہے (لیکن قعدہ ان تینوں میں پہلی اور آخری رکعت پر کرے۔ مؤلف) اور چوتھا گروہ آکر اپنی بقیہ تین رکعتیں قرات سے پڑھے اس طرح کہ پہلے ایک رکعت الحمد اور سورت سے پڑھیں پھر قعدہ کریں (کیونکہ امام کے ساتھ والی اور یہ رکعت مل کر دو ہو گئیں اور ہر دو رکعت پر قعدہ واجب ہے۔ مؤلف) پھر کھڑے ہوں اور دوسری رکعت الحمد اور سورت سے پڑھیں اور قعدہ نہ کریں پھر تیسری رکعت صرف الحمد سے پڑھیں اور زائد کچھ نہ پڑھیں اور قعدہ کریں اور سلام پھیر دیں کیونکہ یہ گروہ ان تینوں رکعتوں میں مسبوق ہے اصل اس میں یہ ہے کہ مسبوق اگر پہلے دوگانہ کی ایک رکعت پالیتا ہے تو پہلے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے ورنہ دوسرے گروہ میں (پس صورت مذکورہ بالا میں دوسرا گروہ پہلے گروہ کے حکم میں ہو گیا اور اس کی ایک رکعت جو امام کے ساتھ نہیں ملی مسبوقانہ ہو گئی جس کو وہ آخر میں ادا کرے گا اور چوتھا گروہ دوسرے گروہ کے حکم میں ہو گیا لیکن آخری رکعت امام کے ساتھ ملنے کی وجہ سے پہلی تینوں رکعتیں مسبوقانہ ہو گئیں۔ مؤلف) اور جو شخص دوسرے فریق میں داخل ہو جائے اس کا حکم دوسرے فریق کا ہو جائے گا لیکن اگر وہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کے بعد داخل ہوا تو دوسرے فریق کا حکم نہ ہو گا پس اگر امام اور قوم کے سب لوگ مقیم تھے امام نے ظہر کی دو رکعتیں پہلے گروہ کے ساتھ پڑھیں اور وہ سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص اس وقت تک باقی اور شامل رہا کہ امام نے دوسرے گروہ کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ شخص چلا گیا اس کی نماز پوری ہو گئی اس لئے کہ اگرچہ وہ دوسرے گروہ میں داخل ہوا لیکن ان میں سے نہیں ہو گیا کیونکہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔ پس اگرچہ دوسرے گروہ کے ساتھ شامل ہو جانے سے اس کی نماز فاسد نہ ہو گی لیکن ایسا فعل اس کے لئے بہتر نہیں ہے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ چکا تب اس کو معلوم ہوا کہ یہ فعل برا ہے اور تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت میں امام کے بقدر تشہد قعدہ کرنے سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر امام کے بقدر تشہد قعدہ کر لینے کے بعد اور سلام سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

اگر نماز تین رکعت کی ہو یعنی مغرب کی نماز تو پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور اگر غلطی سے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر پہلے گروہ کے ساتھ تیسری رکعت پڑھی تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہو گئی اور دوسرے گروہ کی نماز صحیح ہو گئی اور یہ دوسرا گروہ اپنی بقیہ دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلے ایک رکعت قرات کے بغیر پڑھے پھر دوسری رکعت قرات سے پڑھے۔ اور اگر مغرب کی نماز میں ان کے تین گروہ بنا دے اور ہر گروہ کے ساتھ

ایک ایک رکعت پڑھے تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے اور تیسرے گروہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ پس دوسرا گروہ دو رکعتیں قضا کرے اس طرح کہ پہلے ایک رکعت بغیر قرأت کے پھر دوسری رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے اور تیسرا گروہ اپنی بقیہ دونوں رکعتیں قرأت کے ساتھ پڑھے۔ (اور دونوں گروہ ہر رکعت پر قعدہ کریں۔ یہ مسائل اسی قاعدہ کے مطابق ہیں جو چار رکعت والی نماز میں بیان ہوا۔ مؤلف)

جاننا چاہئے کہ نمازِ خوف کے مذکورہ بالا طریقے میں جہاں چار رکعتی نماز میں مسبوق کی یہ صورت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ پہلے گروہ میں سے ہے تو وہ دو رکعتیں لاحقانہ یعنی بغیر قرأت کے پڑھے اور ایک رکعت مسبوقانہ یعنی قرأت کے ساتھ پڑھے اسی طرح مغرب کی نماز میں پہلے دوگانہ میں ایک رکعت پانے والا مسبوق ایک رکعت بغیر قرأت کے لاحقانہ اور ایک رکعت قرأت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے یہ طریقہ عالمگیری وغیرہ میں درج ہے اور ظاہراً قیاس کے مطابق ہے یعنی جو طریقہ خوف کی نماز کے علاوہ نمازوں میں لاحق مسبوق کا ہے اس کے مطابق ہے پس اس کے مطابق بھی عمل کرنا جائز ہے لیکن صحیح طریقہ یہ ہے جیسا کہ پہلے مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم مقتدی کے متعلق بیان ہو چکا ہے اور یہ اصول بیان ہو چکا ہے کہ اگر مسبوق پہلے دوگانہ کی ایک رکعت پا لیتا ہے تو پہلے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے یعنی لاحق ہوتا ہے پس اس حالت میں اگر کوئی عورت کسی مرد کے محاذی ہو جائے گی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ دوسرے گروہ میں یعنی مسبوق ہوتا ہے اور اس گروہ کے ساتھ عورت کی محاذات سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس پہلے دوگانہ کی ایک رکعت پانے والا مسبوق باقی تین رکعتیں لاحقانہ یعنی بغیر قرأت کے پڑھے اور پہلے دوگانہ کی ایک رکعت بھی نہ پانے والا مسبوق اگر پہلے دوگانہ کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہونے سے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ شامل ہوا تو دو رکعتیں مسبوقانہ پڑھے گا اور دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھے گا جیسا کہ دوسرا گروہ پڑھتا ہے کیونکہ اب وہ گویا کہ دوسرے گروہ کے ساتھ شروع سے شامل ہونے والا اور ان میں سے ہے اور اگر مسبوق دوسرے گروہ کی ایک رکعت ہونے کے بعد یعنی امام کی چوتھی رکعت میں شامل ہوا تو اب یہ بھی دوسرے گروہ میں سے ہے پس باقی تین رکعتیں قرأت کے ساتھ پڑھے پہلی دو میں الحمد اور سورت پڑھے اور بعد میں ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور قعدہ ایک رکعت پڑھ کر کرے اور آخری قعدہ تیسری رکعت پڑھ کر کرے اور اگر امام کی چوتھی رکعت کے بعد شامل ہوا تو چاروں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے پہلی دو الحمد اور سوت کے ساتھ اور آخری دو صرف الحمد کے ساتھ پڑھے۔ پس گروہ دو ہی ہوں گے پہلا گروہ لاحق دوسرا گروہ مسبوق اور پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پانے والا شخص پہلے گروہ سے ہوگا ورنہ دوسرے گروہ سے اور لاحق مسبوق یا مسبوق لاحق صلوٰۃ الخوف میں غیر معتبر ہے۔ یہی صحیح ہے یہ شامی و بحر الرائق وغیرہ سے مستفاد ہے اور اسی پر عمل مناسب و اولیٰ و سہل ہے واللہ اعلم بالصواب مزید تصحیح و تشریح کے لئے علمائے کرام کی طرف رجوع کریں۔ (مؤلف)

(۴) نمازِ خوف کی جماعت کا یہ طریقہ فرض و واجب نمازوں میں خواہ امام و مقتدی مسافر ہوں یا مقیم ہوں یا ملے جلے ہوں مشروع ہے اور یہ نہایت سخت ضرورت کے لئے خلاف قیاس عملِ کثیر کے ساتھ مشروع ہوئی ہے۔ پس حالتِ نماز میں دشمن کے مقابل جاتے، وقت یا وہاں سے نماز پوری کرنے کے لئے آتے وقت پیدل چلنا یا وضو جاتا رہا تو وضو کے لئے پیدل چلنا معاف ہے اور اس چلنے میں پیدل ہونا واجب ہے اگر ان حالتوں میں سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے جو معاف نہیں ہے۔ ان موقعوں کے علاوہ پیدل چلنا بھی نماز کو فاسد کر دے گا پس اگر نماز کی حالت میں دشمن نے اس کو دوڑایا یا اس نے دشمن کو بھگایا تو پیدل ہونے کی صورت میں بھی اسکی نماز جاتی رہی

(۵) نماز کی حالت میں دشمن سے قتال نہ کریں اگر قتال کرینگے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ قتال اعمالِ نماز سے نہیں ہے۔ (یعنی اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو نماز توڑ کر قتال کریں اور پھر وقت کے اندر موقعہ ملے تو نئے سرے سے پڑھیں ورنہ قضا پڑھیں۔ مؤلف)

(۶) اگر دشمن کے خوف سے بھاگ کر پیدل چل رہا ہو اور نماز کا وقت آجائے اور وہ نماز کے لئے ٹھہر نہیں سکتا تو پیدل چلتا ہوا نماز نہ پڑھے بلکہ نماز میں تاخیر کرے (اور وقت جاتا رہے تو قضا کرے۔ مؤلف)۔

(۷) اگر صلوٰۃ الخوف میں امام کو سہو ہو جائے تو عام نماز کی طرح سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔ مسبوق مقتدی جو سجدہ سہو کرتے وقت امام کے پیچھے ہیں وہ اس میں امام کی متابعت کریں اور لاحق اپنی لاحقانہ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور پہلا گروہ جو لاحق مقتدی کے حکم میں ہے اس کے کسی فرد پر بھی بقیہ لاحقانہ نماز میں بھول جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں اور دوسرا گروہ جس پر بقیہ نماز میں مسبوق ہونے کی وجہ سے قرأت واجب ہے اگر اس میں سے کوئی شخص اپنی مسبوقانہ نماز میں سہو کرے گا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۸) خوف کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۹) نمازِ خوف میں ہتھیار اٹھائے رہنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور آیت میں امر استحباب کے لئے ہے کیونکہ یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے (امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے۔)

(۱۰) اگر خوف اور زیادہ سخت ہو اور ایسی حالت ہو کہ سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور دشمن سواریوں سے اتر کی بھی مہلت نہ دے اور لڑائی کے لئے ہجوم کرے تو سواری پر بیٹھے ہوئے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں اور رکوع و سجود اشارہ سے کریں اور اگر قبلہ کی طرف کو رُخ نہیں کر سکتے تو جدھر کو ممکن ہو سکے نماز پڑھ لیں اور سوار ہو کر جماعت سے نماز نہ پڑھیں لیکن اگر امام اور مقتدی دونوں ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو اتحادِ مکان کی وجہ سے اقتدا صحیح ہوگا۔ اگر ایسی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لیں پھر اسی وقت میں یا وقت جاتے رہنے کے بعد عذر جاتا رہے تو اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ سواری پر فرض و واجب نماز اس وقت جائز ہے جبکہ دشمن ان کا پیچھا کر رہے ہوں اور اگر مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں تو سواری پر فرض نماز جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص

کسی کو پکڑنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے جا رہا ہو تو گھوڑے پر فرض و واجب پڑھنا اس کو جائز نہیں سنتیں اور نفل جائز ہیں لیکن جس کو پکڑنے کے لئے کوئی شخص آ رہا ہو تو اس کی نماز فرض سواری پر ہو جائے گی۔ جو شخص اتر سکتا ہے اس کی فرض نماز سواری پر پڑھنے سے فاسد ہو جائے گی۔ نماز زمین پر شروع کی پھر دورانِ نماز میں سوار ہو گیا تو نماز جاتی رہی خواہ کسی غرض سے سوار ہوا ہو۔ پیدل اگر رکوع و سجود پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے۔

(۱۱) اگر نماز کے اندر امن حاصل ہو گیا مثلاً دشمن چلا گیا تو نماز خوف کو پورا کرنا جائز نہیں بلکہ جس قدر نماز باقی ہے اس کو امن کی طرح پڑھیں۔ پس اگر خوف کی حالت میں قبلہ کی جانب کے خلاف کسی اور طرف نماز شروع کر چکے ہوں اور دورانِ نماز میں دشمن بھاگ جائے اور امن ہو جائے تو ان کو لازمی ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں اور باقی نماز قبلہ کی طرف ادا کریں۔ اگر اب بھی کوئی قبلہ کی طرف کے خلاف منھ کئے رہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ رخصت کا سبب اب باقی نہیں رہا۔ اور اگر اطمینان سے نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے۔ اور رخصت کا سبب موجود جانے کی وجہ سے اس وقت قبلہ کی طرف منھ کرنا شرط نہ رہے گا اسی طرح دورانِ نماز میں امن ہو جانے کی صورت میں نمازی کو اپنی جگہ سے چلنا درست نہیں ہر گروہ جہاں ہے وہیں نماز پڑھ لے اور امن میں شروع کی ہوئی نماز میں دشمن آجائے تو اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں گے تو یہ جانا بوجہ ضرورت کے نماز کو فاسد نہیں کرے گا۔ مثلاً اگر امام نے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز شروع کی اور وہ سب مسافر تھے جب ایک رکعت پڑھ لی تو دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایک گروہ نے امام کے ساتھ رہ کر اپنی نماز پوری کر لی تو ان کی نماز ہو گئی جو گروہ امام کے ساتھ رہ گیا تھا اس کی نماز کا ادا ہو جانا تو ظاہر ہے اور جو گروہ چلا گیا اس کی نماز اس واسطے ہو گئی کہ چلا جانا اپنے موقعہ پر اور ضرورت کی وجہ سے ہوا (پس یہ گروہ اپنی ایک رکعت لاحقانہ ادا کرے جیسا کہ پہلے گزرا۔ مؤلف)۔ اور اگر امام نے ظہر کی نماز جماعت سے شروع کی اور وہ سب مقیم تھے پھر دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک گروہ دو رکعتیں پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابلہ کو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر ایک رکعت کے بعد نماز سے پھر گئے (یعنی دشمن کی طرف گئے) تو ان کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ظہر کی تین رکعتوں کے بعد دشمن سامنے آیا اور ایک گروہ نماز چھوڑ کر دشمن کے مقابلے کو چلا گیا تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ان کی نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ نماز کا ایک جزو (دوگانہ) ادا ہونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک پہلے گروہ کے پھر جانے کا وقت ہے

(۱۲) جن لوگوں کا سفر کسی معصیت کیلئے ہو ان کو صلوٰۃ الخوف پڑھنا درست و جائز نہیں ہے پس اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو مثلاً باغی لوگ بادشاہِ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی ناجائز غرض کے لئے لوگ کسی سے لڑیں مثلاً رہزنی وغیرہ کریں تو ان کے لئے اس قدر عملِ کثیر معاف نہیں ہے اور صلوٰۃ الخوف جائز نہیں ہے۔

(۱۳) نماز میں داخل ہونے سے پہلے سے جنگ میں مصروف ہیں مثلاً تلوار چلا رہے ہیں اور اب نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے تو نماز کو مؤخر کریں اور لڑائی سے فارغ ہو کر نماز پڑھیں۔

(۱۴) اگر کوئی شخص تیر رہا ہو تو تیرتا ہوا نماز نہ پڑھے اور اگر نماز کا وقت اخیر ہو جائے اور تیرنے والے کو یہ ممکن ہے کہ تھوڑی دیر اپنے ہاتھوں پیروں کو حرکت نہ دے اور ڈھیلے کر دے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے صحیح ہو جائیگی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ اور اس کے ملحقات کا بیان

نماز جنازہ کا بیان سب کے آخر میں اس لئے ہے کہ یہ نماز بلا اذان و تکبیر و رکوع و سجود کے ہوتی ہے پس یہ ہر لحاظ سے نماز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ یہ آدمی کے آخری حال یعنی موت سے متعلق ہے اور اس سے پہلے بیان کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی موت تک پہنچاتے ہیں اس لئے اس کے بعد اس کا ذکر مناسب ہے۔ جنازہ بفتح جیم مردہ (میت) کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت یا تخت کو کہتے ہیں بعض نے اس کے برعکس کہا ہے بعض نے تخت کو جبکہ اس پر میت ہوتی ہے کہا ہے اور جس کو نعش بھی کہتے ہیں، ایک قول میں بفتح و بکسر دونوں میت کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

قریب الموت (جانکنی والے) کے احکام

(۱) جب کسی مریض پر جانکنی یعنی موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو مسنون یہ ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے اور اس مریض کو داہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے اور پیٹھ کے بل یعنی چت لٹانا بھی جائز ہے اس طرح پر کہ دونوں پیر قبلہ کی طرف ہوں اور سر ذرا سا اونچا کر دیں تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور ہمارے زمانے میں یہی صورت رائج ہے اس لئے کہ اس میں روح نکلنے میں زیادہ آسانی ہے۔ اور یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جبکہ مریض کو تکلیف نہ ہو، اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں یعنی اپنے حال پر چھوڑ دیں اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہو اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جائے۔

(۲) جانکنی کی علامتیں یہ ہیں، سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، دونوں پاؤں (قدم) سست ہو جائیں اور کھڑے نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے، دونوں کنپٹیاں بیٹھ جائیں یعنی اندر کو دھنس جائیں اور ان میں گڑھے پڑ جائیں، خصیوں کی کھال کھچ جائے، منہ کی کھال تن جائے اور اس میں نرمی معلوم نہ ہو۔

(۳) اس وقت مستحب ہے کہ اس کو کلمۂ شہادتین یا کلمہ طیبہ تلقین کریں۔ اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ نزع (جانکنی کی حالت میں غرغرہ سے پہلے یعنی جب تک روح گلے میں نہ آئی ہو) اس کے پاس بلند آواز سے اس طرح پر کہ وہ سنتا ہو کلمۂ شہادتین اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یا کلمۂ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنا شروع کریں تاکہ وہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس کو یہ نہ کہیں کہ تو پڑھ اور اس کے کہنے میں اس سے اصرار نہ کریں کیونکہ وہ وقت اس پر بڑا نازک و سخت ہے نہ معلوم اُس کے منھ سے کیا نکل جائے اور خوف ہے کہ شاید جھڑک نہ دے یا انکار نہ کردے اور جب وہ مریض ایک بار کلمہ پڑھ لے تو تلقین کرنے والا چپ ہو رہے یہ کوشش نہ کرے کہ برابر اس کے منھ پر کلمہ جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منھ سے نکلے کلمہ شریف ہونا چاہئے اس کی ضرورت نہیں کہ دم ٹوٹنے تک کلمہ برابر جاری رہے لیکن اگر اس کے بعد وہ کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو پھر تلقین کرے تاکہ آخری کلام جس پر اس کی جان نکلے کلمہ طیبہ یا کلمۂ شہادت ہو اور جب وہ پڑھ لے تو پھر تلقین کرنے والا چپ ہو رہے یہ تلقین بالاجماع مستحب ہے یہی صحیح ہے (اگرچہ بعض نے واجب کہا ہے)۔ ظاہر روایت کے بموجب موت کے بعد یعنی قبر میں تلقین نہیں ہے لیکن عمل دونوں پر ہے یعنی موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی۔ اور بعض کے نزدیک دفن کے بعد کی تلقین بھی مشروع ہے پس بعض کے نزدیک اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ نفع ہے کیونکہ میت ذکر سے مانوس ہوتی ہے اور اس کا امر بھی نہ کیا جائے کیونکہ اس کی مشروعیت غیر معتبر ہے اور میت کو اس تلقین سے اس لئے کوئی فائدہ نہیں کہ اگر مومن مرا ہے تو اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین اس کو کوئی فائدہ نہیں دیگی۔

(۴) تلقین کرنے والا نیک اور ایسا شخص ہو جس پر یہ تہمت نہ ہو کہ اس کو اس کے مرنے کی خوشی ہوئی ہے اور وہ اس کے ساتھ نیک گمان رکھنے والا ہو۔

(۵) اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو کہ جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا وقت ہے پس ایسے کام اور ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت بال بچوں کو خصوصیت کے ساتھ سامنے لانا یا کسی اور ایسے شخص کو جس سے اس کو زیادہ محبت تھی اس کے سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا کہ اس کا دل ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کی محبت اس کے دل میں سما جائے بڑی بُری بات ہے، اس وقت نیک و صالح و پرہیزگار لوگوں کا حاضر ہونا پسندیدہ ہے کہ ان کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا اس کے پاس آنا مستحب ہے۔ بعض کے نزدیک حیض یا نفاس والی عورت یا جُنبی اُس کے پاس حاضر ہو سکتا ہے کیونکہ البتہ شفقت یا ضرورت کی وجہ سے ان کا وہاں سے نکالنا ممکن نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا وہاں سے نکال دینا یا اُن کا خود نکل جانا اولیٰ ہے کیونکہ ان کے ہونے سے ملائکۂ رحمت نہیں آتے (یعنی دور رہتے ہیں مؤلف)۔ پس یہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے وہاں موجود ہونے کے جواز اور وہاں سے نکالنے کے عدم وجوب میں اختلاف نہیں۔ بعض نے اس مسئلہ سے وہاں سے کافر کے نکالنے پر دلیل پکڑی ہے اور یہ اچھا ہے۔ کوشش کرے کہ

اس مکان میں کوئی تصویر یا کتا نہ ہو اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں ملائکۂ رحمت نہیں آتے، اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔

(۶)، اس وقت اس کے پاس خوشبو رکھنا یا آگ میں سلگا دینا مستحب ہے مثلاً لوبان یا اگر کی بتیاں سلگا دیں۔

(۷) اس وقت اس کے پاس سورۂ یٰسٓ شریف کی تلاوت مستحب ہے اس سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: اقرؤا علیٰ موتاکم یٰسٓ (اپنے مردوں کے پاس یعنی جو مرنے کے قریب ہو اُس کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو) ابن حبان نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ما من مریض یقرأ عندہ یٰسٓ الامات ریان وادخل قبرہ ریان (جس مریض کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے وہ سیراب ہو کر مرتا ہے اور اپنی قبر میں سیراب ہو کر داخل ہوتا ہے)۔ اُس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دی جائے اور مستحسن ہے کہ سورۂ رعد بھی نزع کی سختی کے وقت پڑھیں حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

(۸) اگر مرتے وقت اس کے منہ سے معاذ اللہ کوئی کفر کی بات خدانخواستہ نکل جائے تو اس کے کفر کا حکم نہ کیا جائے بلکہ ایمان وایقان پر اس کی موت ہونے کا حکم کیا جائے کہ ومن یتوکّل علی اللہ فہو حسبہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے مردوں کی طرح عمل کیا جائے اور اس کی اس بات کا چرچا نہ کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہیں۔

روح نکل جانے کے بعد کے احکام

(جب کوئی مرجائے اور روح بدن سے نکل جائے تو اس کے سب اعضا درست کر دیں اور منہ (یعنی جبڑے) باندھ دیں اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لیجائے اور گرہ لگا دے تا کہ منہ پھیل نہ جائے اور آنکھیں بند کر دی جائیں تا کہ اچھا معلوم ہو کیونکہ اگر منہ اور آنکھیں کھلی رہیں گی تو صورت خوفناک معلوم ہو گی اور یہ اس لئے بھی کرے کہ غسل کے وقت اس کے منہ میں پانی وغیرہ داخل نہ ہو۔ آنکھیں وہ شخص بند کرے جو اس کے عزیزوں میں سب سے زیادہ اس پر مہربان ہو اور جس قدر ہو سکے آسانی اور نرمی سے آنکھیں بند کرے اور آنکھیں بند کرنے والا یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْہُ ط پھر اس کے اعضا پھیلا دیئے جائیں تا کہ ٹیڑھے نہ رہ جائیں اور اس کے جوڑ بند ڈھیلے کر دیئے جائیں اس طرح پر کہ پہلے دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس کے بازوؤں کی طرف لیجائے پھر واپس لا کر ان دونوں کو پھیلا دے پھر اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلیوں کی طرف موڑ کر سیدھی

کردے پھر اس کی دونوں رانیں پیٹ کی طرف کو موڑ کر سیدھی کردے اور دونوں پنڈلیاں رانوں کی طرف کو موڑ کر سیدھی کردے (غرضیکہ نہایت نرمی سے اعضا درست کرے ۔مؤلف) تاکہ اس کو غسل دینا اور کفن میں داخل کرنا آسان ہو جائے ۔ اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دے تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں ۔

(۲) مستحب یہ ہے کہ موت کے تیقّن کے بعد جلدی ہی جو کپڑے مرتے وقت اس کے بدن پر ہوں وہ سہولت و آسانی کے ساتھ اتار لئے جائیں تاکہ کپڑوں کی گرمی سے بدن میں تغیر پیدا نہ ہو اور تمام بدن ایک کپڑے (چادر وغیرہ) سے ڈھانک دیں اور ایک بلند جگہ تخت یا پلنگ پر رکھیں ، یہ اس وقت ہے جبکہ اس کی جان زمین پر نکلی ہو تاکہ زمین کی نمی اس کو پہنچ کر بو نہ بدل جائے اور اس کے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیں تاکہ پیٹ پھول نہ جائے کیونکہ لوہا بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہیں دیتا اگر لوہا نہ ملے تو تر مٹی یا کوئی اور بھاری چیز رکھدی جائے مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلف ہے ۔ اور نہلانے اور کفنانے دفنانے میں جہانتک ہوسکے جلدی کریں تاخیر نہ کریں ۔

(۳) اگر کوئی ناگہانی موت سے یکایک مر گیا تو اس کو اتنی تھوڑی دیر چھوڑ دیں اور تجہیز و تکفین ملتوی رکھیں جب تک کہ اس کی موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ اس میں بیہوشی کا احتمال ہے اور اطبا نے کہا ہے کہ بہت سے لوگ سکتہ کی بیماری میں بظاہر مرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ ابھی وہ زندہ ہوتے ہیں اور لوگ ان کو زندہ دفن کر دیتے ہیں کیونکہ ایسی حالت میں حقیقی موت کا معلوم کرلینا فاضل اطبا کے بغیر بہت مشکل ہوتا ہے پس اس میں اس قدر تاخیر کرنا کہ تغیر وغیرہ سے اس کی موت کا یقین ہو جائے ضروری یعنی واجب ہے ۔

(۴) مستحب ہے کہ اس کی موت کی خبر اس کے رشتہ داروں پڑوسیوں اور دوستوں کو کردیں تاکہ وہ اس پر نماز پڑھ کر اور اس کے واسطے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں کیونکہ مسلمان پر مسلمان بھائی کے حقوق میں سے نماز و دفن بھی ہے ، بازاروں اور شارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لئے بلند آواز سے پکارنا بعض نے مکروہ بتایا ہے مگر اصح یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت ہو خصوصاً جبکہ وہ میت عالم زاہد یا ایسی شخصیت ہو جس سے برکت حاصل کی جائے تو بعض متاخرین نے اس کی نماز جنازہ کے لئے بازاروں میں آواز لگانا مستحسن قرار دیا ہے اور یہی اصح ہے لیکن فخر و مباہات کے طور پر نہ ہو یعنی حسب عادتِ جاہلیت بڑے بڑے الفاظ سے نہ ہو ۔

(۵) مستحب ہے کہ میت کا قرض ادا کرنے میں جلدی کریں اور اس کو بری الذمہ کر دیں ۔

(۶) میت کے پاس بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے یہانتک کہ اس کو غسل دے لیا جائے ۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن فقہا نے مردہ کی نجاست کو حکمی کہا ہے اُن کے قول کے مطابق میت کے نزدیک تلاوتِ قرآن آواز سے کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ بے وضو کو قرآن پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تو اس کے پاس پڑھنا بدرجۂ اولیٰ بلا کراہت جائز ہے اور جن فقہا نے اس کو نجاستِ حقیقی کہا ہے ان کے

قول کے بموجب میت کے نزدیک غسل دیئے جانے سے پہلے تک تلاوتِ قرآن کرنا مکروہ تحریمی ہے یہی قول اکثر فقہا کا مختار ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ میت نزدیک ہو اور قرات بلند آواز سے کی جائے اور اگر بلند آواز سے قرات نہ کی جائے یا میت سے دور کی جائے تو سب کے نزدیک کوئی کراہت نہیں ہے اور یہی اختلاف اس وقت بھی جاری ہے جبکہ مردہ کا پورا بدن پاک چادر سے چھپا ہوا نہ ہو اور اگر پاک چادر سے پورا بدن چھپا ہوا ہو تو بھی بلند آواز سے قرات مکروہ نہیں۔ روح نکلنے سے پہلے تک اس کے پاس قرات کرنا بلا کراہت جائز ہے بالاتفاق۔

(۷) اگر کوئی حاملہ عورت مرگئی اور اس کا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہے تو عورت کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر اس بچہ کو نکال لیں کیونکہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی عورت زندہ ہے اور بچہ اس کے پیٹ میں مرگیا ہے اور اس عورت کی جان پر بنی ہے اور مر جانے کا خوف ہے تو اس بچہ کو کاٹ کر نکالا جائے اس طرح سے کہ دائی اپنا ہاتھ اس کی فرج میں داخل کرے اور اس بچہ کی موت کی تحقیق کے بعد اوراس آلہ سے جو اس کے ہاتھ میں ہو کاٹ کر نکال دے اور ماں اور بچہ دونوں زندہ ہیں تو محض اس وہم کی وجہ سے ماں کی جان کا خطرہ ہے بچہ کو کاٹ کر نہ نکالا جائے کیونکہ وہمی بات کے لئے زندہ بچہ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ (آج کل ہسپتالوں میں عمل جراحی اور ٹیکوں وغیرہ سے اس کو بآسانی نکالا جاتا ہے اس لئے اب ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ مؤلف)۔

(۸) اگر کوئی شخص قصداً کسی کا مال نگل گیا اور مرگیا تو اگر اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ اس سے تاوان دیدیا جائے تو ترکہ سے تاوان ادا کریں اور بالاتفاق اس کے پیٹ کو چیرا نہ جائے اور اگر ترکہ میں اتنا مال نہیں چھوڑا تو اس میں دو قول ہیں اولیٰ یہ ہے کہ پیٹ چیر کر مال نکالا جائے اس لئے کہ اگرچہ مال کی حفاظت سے آدمی کی عزت زیادہ ہے لیکن اس نے ظلم کرکے اپنی عزت آپ کھو دی ہے لیکن اگر بغیر قصد و تعدی کے اس کے پیٹ میں چلا گیا ہے تو بالاتفاق اس کا پیٹ نہیں چیرا جائیگا جیسا کہ زندہ کا پیٹ مطلقاً کسی حالت میں نہیں چیرا جائے گا اور اسی طرح اگر اس نے اپنا مال نگلا ہو اور مرگیا تب بھی مطلقاً کسی حال میں نہیں چیرا جائے گا بالاتفاق۔

غسلِ میت کا بیان

(۱) میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اس کی تجہیز و تکفین و نماز و تدفین بھی فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی میت بغیر غسل و کفن و نماز کے دفن کردی جائے تو وہ تمام مسلمان جن کو اس کی خبر تھی گنہگار ہوں گے لیکن اگر بعض مسلمان اس فرض کو ادا کردیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر غسل کے پہلے اس پر نماز پڑھ لیں تو نماز کو لوٹایا جائے۔

(۲) ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار مسنون ہے یہانتک کہ اگر ایک ہی بار کے غسل پر اکتفا کریں یا جاری پانی میں ایک غوطہ دیدیں تو جائز ہے۔

(۳) میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب گور و کفن کا سب سامان ہو جائے اور اس کو نہلانا چاہیں

بلکہ اشبہ یہ ہے کہ جب اس کی موت کا یقین حاصل ہو جائے تو جلدی ہی میت کو کسی ایسے تخت یا بڑے تختہ وغیرہ پر لٹا دیں جس پر غسل دینا منظور ہے اور اس تخت کو میت کے رکھنے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دے لی جائے۔ میت کو رکھنے سے پہلے خوشبو دینے میں اشارہ ہے کہ یہ میت کی تعظیم کے لئے اور اس سے کریہہ بُو کے ازالہ کے لئے ہے۔ خوشبو کی دھونی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ انگیٹھی کو جس میں لوبان یا اگر کی بتی وغیرہ سلگائی ہو ایک بار یا تین بار یا پانچ بار یا سات بار تخت کے گرد چاروں طرف پھرا دیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

میت کو تختہ پر لٹانے کی کیفیت۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو لمبائی میں یعنی قبلہ کی طرف پیر کر کے ہمارے ملک میں شرقاً غرباً لٹا دیں جیسے حالتِ مرض میں اشارہ سے نماز پڑھنے کے لئے لٹاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ عرض میں یعنی قبلہ رُخ اس طرح لٹا دیں جیسے قبر میں لٹاتے ہیں پس ہمارے ملک میں شمالاً جنوباً رکھیں اور اصح یہ ہے کہ جس طرح آسان ہو اس طرح لٹا دیں اور دوسری صورت میں اگر آسانی ہو تو یہ زیادہ مستحسن ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خانۂ کعبہ قبلہ ہے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی (رواہ ابوداؤد)۔ اور مستحب ہے کہ جہاں میت کو غسل دیں وہاں پردہ کرلیں تاکہ سوائے غسل دینے والے اور اس کے مددگار کے اور کوئی اس کو نہ دیکھے۔ پھر اس کا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیں یہی صحیح ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب صرف عورت غلیظہ یعنی صرف پیشاب و پاخانہ کے مقام کو ڈھانپ لے اور اس میں آسانی اور بطلانِ شہوت ہے ہدایہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن پہلا قول حدیث پاک سے ماخوذ ہے اور اسی پر عمل چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو پس زندہ کے ستر عورت کی طرح مردہ کے ستر عورت کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے۔ دوسرا قول وجوب کے بیان کے لئے ہے یعنی اتنا کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا مطلوب کے اقتصار کے لئے نہیں ہے فافہم

میت کے کپڑے مرنے کے بعد جلدی اتار لینا اور تختہ پر لٹانا اور غسل تک اس میں تاخیر نہ کرنا مستحب ہے جیسا کہ مرنے کے بعد کے احکام میں بیان ہوا لیکن اگر اس وقت نہ اتارے ہوں جیسا کہ بعض کے نزدیک غسل کے وقت تختہ پر لٹانا اور کپڑے اتارنا بہتر ہے تاکہ کریہہ بُو سے انحفار ہے تو اب اس کے کپڑے سہولت اور نرمی کے ساتھ اتار لئے جائیں اور کسی کپڑے (تہبند) سے اس کا ستر ڈھانپ دیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ پہلے اس کو استنجا کرا دے (امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استنجا نہ کرایا جائے) لیکن اس کی رانوں اور استنجا کی جگہ بغیر حائل کے اپنا ہاتھ نہ لگائے اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالے بلکہ استنجا کا طریقہ یہ ہے کہ دھونے والا اپنے دونوں ہاتھوں پر کوئی کپڑا (تھیلی کی طرح کا) لپیٹ لے جو میت کے بدن کو مس کرنے کا مانع ہو اور جو کپڑا ناف سے زانو تک پڑا ہے اس کے اندر سے نجاست کے مقام کو دھو دے کیونکہ جس طرح کسی کے ستر کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح بغیر حائل ستر کو چھونا بھی حرام ہے لیکن جن بچوں کے لئے زندگی میں ستر عورت نہیں ہے اُن کے ستر عورت کا ڈھانپنا اور مس کے لئے کپڑے

میت کو غسل دینے کا طریقہ

کی ہتھیلی ہاتھوں پر لگانا ضروری نہیں ہے (کپڑوں میں غسل دینا جائز نہیں کیونکہ غسل سے مقصود پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا ہے جو کپڑوں سمیت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب کپڑے بدن کے مستعمل نجس پانی سے نجس ہوگئے تو پھر کپڑوں کی نجاست بدن کو دوبارہ لگنے سے بدن ناپاک ہو جائے گا پس غسل کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے کپڑوں کے بغیر غسل کا ہونا واجب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل تطہیر کے لئے نہیں تھا کیونکہ آپ اس دنیا کی زندگی میں بھی اور یہاں سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پاک ہیں) مرد غسل کے وقت مرد کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے اسی طرح عورت عورت کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے اگر مردہ کے موضع استنجا پر نجاست حقیقی لگی ہو تو اس کا دھونا مشروع ہے اور اس کے لئے ڈھیلے کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے پھر اس میت کو نماز کا سا وضو کرا دیں لیکن اس وضو میں کلی نہ کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں اس لئے کہ پھر منہ اور ناک سے پانی نکلنا ناممکن یا دشوار ہوگا۔ بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر نہلانے والا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر یا روئی تر کر کے اس کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں اور لبوں اور مسوڑھوں اور تالو کو اس سے پونچھ کر صاف کرے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں بھی کپڑا لپٹی ہوئی انگلی داخل کر کے پھیر دے تو یہ جائز ہے اور اس زمانہ میں اسی پر عمل ہے اگر مردہ نہانے کی حاجت میں یعنی حالت جنب میں یا حالتِ حیض و نفاس میں مر جائے تو اس کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے تاکہ طہارت کی تکمیل ہو جائے (لیکن صحیح یہ ہے کہ جنب اور حیض و نفاس کی حالت میں مرنے والے کے منہ اور ناک میں بھی پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ عذر و علت ان کے حق میں بھی موجود ہے اور اس حکم کی مقتضی ہے اور متون و شروح و فتاوی میں یہ حکم یعنی کلی اور ناک میں پانی نہ ڈالنا مطلق طور پر آیا ہے جو اِن تینوں کو بھی شامل ہے۔ کذافی الشامی واللہ اعلم بالصواب) پہلے میت کے دونوں ہاتھ کلائیوں تک نہ دھوئے جائیں بلکہ پہلے منہ سے دھونا شروع کریں (بخلاف جنبی کے کہ وہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پاکیزگی کے لئے دھوتا ہے کیونکہ وہ خود غسل کرتا ہے اور میت کو دوسرا آدمی غسل دیتا ہے اس لئے اس کے ہاتھ پہلے دھونے کی ضرورت نہیں) پھر دونوں ہاتھ کہنی سمیت دھوئے پھر سر کا مسح کرے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے پھر دونوں پیر دھوئے۔ اور اس وضو میں پاؤں دھونے کو مؤخر نہ کرے یعنی جنبی کی طرح نہ کرے کہ وہ تمام غسل سے فارغ ہونے کے بعد پاؤں دھوتا ہے۔ داہنی طرف سے ابتدا کریں اسی لحاظ سے جیسے وہ اپنی زندگی میں دھوتا ہے اگر ایسا بچہ ہو کہ ابھی نماز نہ پڑھتا ہو تو بعض کے نزدیک اس کو وضو نہ کرائیں اور مجنون کو بھی وضو نہ کرائیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی وضو کرایا جائے۔ جب وضو کرا چکے تو اگر اس کے سر پر بال ہوں اور ڈاڑھی ہو تو اس کی زندگی کا لحاظ کرتے ہوئے گل خیرو (خطمی) یا کسی ایسی چیز سے جس سے صاف ہو جائے مثلاً ملتانی مٹی یا بیسن یا کھلی یا صابن وغیرہ سے مل کر دھوئے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے

اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں یا بغیر ڈاڑھی کے ہو تو پھر نہ دھویا جائے ــــ گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے لیکن اوسط درجہ کا گرم ہو شدید گرم نہ ہو۔ اور پانی کو بیری کے پتوں یا اشنان میں جو کہ چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں جن سے صابن کی طرح کپڑے دھوتے ہیں جوش دیں اور اگر یہ نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اب میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیں تاکہ پہلے پانی دائیں کروٹ پر پڑے اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ داہنی طرف سے نہلانا شروع کریں اور بیری کے پتوں میں جوش دیا ہوا پانی اس پر ڈالیں۴ اور اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈال کر نہلائیں حتیٰ کہ پانی بدن کے تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے اس کے بعد میت کو اپنے بدن کا سہارا دے کر ذرا بٹھلا دے اور اس کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرے (یعنی سونت دے) تاکہ جو کچھ نجاست نکلنی ہو نکل جائے اور کفن ملوث نہ ہو اور اگر کچھ نکلے تو اس کو دھو ڈالے اور اس کے نکلنے سے وضو اور غسل کا اعادہ نہ کریں کیونکہ اس سے وضو اور غسل میں کچھ نقصان نہیں آتا اور یہ چیزیں میت کے حق میں حدث میں شمار نہیں ہوتیں کیونکہ موت خود ایک حدث ہے جب وہ اس کے غسل اور وضو میں اثر انداز نہیں ہوتی حالانکہ وہ تو اب بھی موجود ہے تو جو چیز اس میت سے نکلے اس کا بھی اثر نہیں ہوگا مردہ کا نہلانا اس لئے مشروع ہوا کہ وہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے جب وہ نہلا دیا تو شرع نے مسلمان مردہ کے لئے اس کی تعظیم کی وجہ سے پاک قرار دیدیا اب جو نجاست اس کے بدن سے نکلے گی تو صرف وہی مقام دھو دیا جائیگا سارے غسل یا وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹا دے اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پیر تک تمام بدن پر تین مرتبہ ڈالے اس طرح تمام بدن تین مرتبہ دُھل جائے گا جو کہ عدد مسنون ہے۔ یعنی ایک مرتبہ بائیں کروٹ پر اور ایک مرتبہ داہنی کروٹ پر یہ دو مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے ہوا اور تیسری مرتبہ بائیں کروٹ پر کافور کے پانی سے ہو یہی طریقہ اولیٰ ہے۔ ہر دفعہ پہلو بدلنے کے وقت ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے اگر ہر دفعہ میں تین مرتبہ سے کم پانی ڈالے گا تب بھی غسل درست ہی کیونکہ فرض جو کہ ایک دفعہ ہے ادا ہو گیا لیکن سنت کے خلاف ہوا اس لئے بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت ہو تو بلا کراہت جائز ہے اسی طرح اگر تین سے زیادہ مرتبہ پانی ڈالا تو اگر ضرورت کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہے کیونکہ زیادتی میں اسراف ہے اور کمی میں تقتیر ہے۔ جب اس طریقہ پر غسل پورا ہو جائے تو اب سارا بدن کسی پاک کپڑے سے پونچھ دیں تاکہ اس کے کفن کے کپڑے نہ بھیگ جائیں اور کپڑا رومال وغیرہ جس سے پونچھا گیا ہے اب بھی پاک ہے جیسا کہ زندہ آدمی غسل کے بعد رومال یا تولیہ وغیرہ سے بدن پونچھتا ہے اور وہ پاک رہتا ہے۔

(۴) اس میں مضائقہ نہیں کہ غسل کراتے وقت اس کے چہرہ پر روئی رکھدیں اور سوراخوں یعنی پیشاب و پیخانہ کے مقام اور دونوں کانوں اور نتھنوں اور منہ میں روئی بھر دیں تاکہ ان میں پانی نہ جانے پائے۔

م۴ اور نہلائیں یہاں تک کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ پانی اس کے بدن کے اس حصے تک پہنچ گیا جو تخت سے ملا ہوا ہے تین مرتبہ اسی طرح پانی ڈالیں پھر اس کو دائیں کروٹ پر لٹا کر تین مرتبہ

شرمگاہوں میں روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہیں کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ و امام شافعی سے مطلق طور پر روئی کا رکھنا منقول ہے واللہ اعلم۔ ظاہر الروایت میں غسل کے لئے روئی کا استعمال نہیں ہے اسلئے اس کا ترک اولیٰ ہے۔

(۵) اگر مردہ اس قدر پھول اور سڑ گیا ہو کہ اس کو چھو نہیں سکتے یا ہاتھ لگانے سے کھال اترے گی تو اس کو ہاتھ نہ لگائیں اس پر پانی بہا لینا کافی ہے اور یہ پانی بہانا واجب ہے۔

(۶) عورت کے غسل کا وہی حکم و طریقہ ہے جو مرد کے غسل کا ہے۔ عورت کے بال پیٹھ پر نہ چھوڑیں بلکہ اکٹھے کر کے سینہ پر ڈال دیں۔

(۷) میت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھی نہ کریں اور ناخن اور بال نہ تراشیں اور مونچھیں بھی نہ تراشیں اور بغلوں کے بال نہ اکھیڑیں اور ناف کے نیچے کے بال نہ مونڈیں اور ختنہ نہ کریں کوئی اور زینت مثلاً سرمہ لگانا وغیرہ بھی نہ کریں کیونکہ یہ سب ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور میت زینت سے مستغنی ہے خوشبو لگانا جائز ہے جیسا کہ تکفین کے بیان میں آئے گا پس جس حالت میں ہے اسی حالت میں دفن کر دیں اور اگر اس کا ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو اس کو جدا کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ اگر اس کے ناخن یا بال تراش لئے ہوں تو اس کے ساتھ کفن میں رکھ دیں۔

(۸) غسل کا فرض ادا ہونے کے لئے بندوں کی طرف سے اس فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت اس کے لئے شرط نہیں مگر ثواب حاصل کرنے کیلئے کرے یعنی نیتِ غسل کے بغیر غسل دینے کا ثواب نہیں ملے گا پس اگر مردہ بہت سے پانی میں پایا گیا مثلاً کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو جس وقت اس کو پانی سے نکالا جائے تو اس کو غسل دینا فرض ہے پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور پانی میں ڈوب کر پڑے رہنے سے آدمیوں سے یہ فعل ادا نہیں ہوا لیکن اگر اسے پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے حرکت دیدی جائے تو غسل ہو جائے گا پھر دوبارہ نہلانا ضروری نہیں پس اگر اس وقت تین مرتبہ حرکت دی تو غسلِ مسنون ادا ہو جائے گا اور اگر ایک بار حرکت دی تو فرض ادا ہو گیا مگر سنت کا مطالبہ باقی رہا اس لئے اب دو دفعہ غسل دیدیا جائے تاکہ عدد مسنون پورا ہو جائے۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش کا پانی برس جائے اور کسی طرح اس کے اوپر پانی پہنچ جائے تب بھی اس کو غسل دینا فرض ہے (یعنی زندوں پر جو میت کو غسل دینا فرض ہے وہ اس سے اسوقت بری الذمہ ہوں گے جبکہ خود نہلائیں ورنہ میت سے غسل اتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں فعل اور نیت شرط نہیں۔ پس دریا میں ملی ہوئی لاش یا بارش یا کسی اور پانی کے پہنچنے سے دھل جانے کی صورت میں اگر مسلمانوں نے اس کو غسل نہ دیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی تو ادا ہو جائے گی لیکن بندوں کے ذمہ غسل نہ دینے کا گناہ ہوگا مؤلف) بغیر نیت نہلانے میں فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن ثواب نہیں ملے گا مثلاً کسی کو سکھانے کی نیت سے میت کو غسل دیا تو فرض ادا ہونے کے لئے کافی ہے مگر اس کو غسلِ میت دینے کا ثواب نہیں ملے گا۔ نیز غسل ادا

ہو جانے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلف ہو یا نیت کا اس وقت اہل ہو پس اگر نابالغ یا کافر نے نہلا دیا تو غسل ادا ہو گیا اسی طرح اگر اجنبیہ عورت نے مرد کو یا اجنبی مرد نے عورت کو غسل دیا تو غسل ادا ہو گیا اگرچہ اُن کو اس کا نہلانا جائز نہ تھا۔ اِن سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اقسامِ میت

(۹) مردہ دو قسم پر ہے: اول وہ جس کو غسل دیا جاتا ہے دوم جس کو غسل نہیں دیا جاتا۔ پھر اول کی دو قسم ہیں ایک وہ جن پر نماز پڑھنے کے لئے غسل دیا جاتا ہے یہ وہ ہے جو پیدائش کے بعد مر جائے اس کے لئے مسلمان ہونے کا حکم ہے دوسرے وہ جن کو غسل دیا جاتا ہے اور ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی یہ وہ ہے جو مردہ پیدا ہوا اور وہ کافر غیر حربی بھی اسی حکم میں ہے جو مر جائے اور اس کا ولی مسلمان ہو۔ دوم یعنی جن کو غسل نہیں دیا جاتا اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کو اہانت یا سزا کے طور پر غسل نہیں دیا جاتا جیسا کہ باغی مقتول اور ڈاکو (رہزن) دوسرے وہ جن کو اکرام و فضیلت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا جیسا کہ شہدا۔ شہدا کا بیان الگ بالتفصیل درج ہوگا۔ باقی اقسام کے مسائل کی تفصیل اسی بیان میں درج ہے۔

کس بچہ کو غسل دیا جائے

(۱۰) جس بچہ سے پیدا ہوتے وقت اس کا اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز یا سانس یا کسی عضو یا آنکھ جھپکنے کی حرکت وغیرہ ایسی پائی جائے جس سے اس کی زندگی معلوم ہو تو اس کا نام رکھیں اور اس کو غسل و کفن دیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد کوئی زندگی کی علامت نہ پائی جائے تو اس کو غسل دیں اور اس کا نام رکھیں اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اگر جنانے والی دائی یا بچہ کی ماں اسکی زندگی کی یعنی چلانے یا حرکت کرنے وغیرہ کی گواہی دیں تو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھی جانے کے لئے ان کا قول مقبول ہوگا اور اس پر غسل و نماز کا حکم عائد ہوگا کیونکہ دیانات میں خبرِ واحد مقبول ہے جبکہ خبر دینے والا عادل ہو۔ اگر بچہ پیدا ہونے وقت اس کا سر نکلا اس کے بعد وہ چلایا (یعنی اس سے زندگی کا اثر ظاہر ہوا) پھر نصف سے زیادہ بدن نکلنے سے قبل ہی مر گیا تو اس پر مردہ پیدا ہونے کا حکم لگے گا اور اس کو غسلِ مسنون نہیں دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی صرف اس کو معمولی طریق پر غسل دے کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر زندگی کی حالت میں آدھے سے زیادہ بدن نکل آیا پھر مر گیا تو اس پر زندہ پیدا ہونے کا حکم ہو گیا اور غسل و کفن و نماز جنازہ ادا کی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اکثر حصۂ بدن کے نکلنے کا اعتبار اگر سیدھا یعنی سر کی طرف سے پیدا ہو تو سینہ تک نکلنے سے کریں گے اور اگر الٹا یعنی پاؤں کی طرف سے پیدا ہو تو ناف تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھا جائے گا۔ یہ حکم اس بچہ کا ہے جس کے اعضا پورے بن چکے ہوں اور اگر بچہ کے سب اعضا ہاتھ پاؤں منہ ناک وغیرہ کچھ بھی نہیں بنے تھے اور وہ حمل ساقط ہو گیا تو باتفاق روایات یہ حکم ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کے غسل دینے میں اختلاف ہے مختار اور صحیح تر یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے (لیکن غسل مسنون نہ ہو بلکہ

یونہی پانی ڈال کر نہلا دیا جائے) اور اس کا نام بھی رکھا جائے کیونکہ اس میں بنی آدم کی تعظیم ہے۔ اگر لڑکا یا لڑکی ہونے کا نشان معلوم نہ ہو تو اس کا ایسا نام رکھیں جو عورت مرد میں ملتا جلتا ہے جیسے بسم اللہ رحمت وغیرہ پھر اس کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں (سنت کفن کی رعایت نہ کریں) یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اس بچہ کے کچھ اعضا بن گئے ہوں تو اس کا حکم وہی ہے جو اُس بچہ کا اوپر بیان ہوا جس کے کچھ اعضا نہ بنے ہوں یعنی نام رکھا جائے اور اس کو نہلا دیا جائے لیکن غسلِ مسنون نہ دیا جائے بلکہ بغیر وضو و ترتیب افعالِ غسلِ مسنون مثلاً بیری یا اشنان کے پتوں سے گرم کئے ہوئے پانی سے پہلے شروع کرنا وغیرہ کے بغیر اس پر پانی ڈالا جائے اور کفن میں بھی سنت کفن کی رعایت کئے بغیر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے (خلاصہ یہ ہے کہ پیدائش کے وقت اکثر حصۂ بدن پیدا ہونے تک زندگی کے آثار پائے جائیں پر زندہ پیدا ہو کر مرنے کا حکم ہے اور باقاعدہ مسنون طریق پر غسل و کفن دے کر اس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ مردہ پیدا ہونے کے حکم میں ہے کہ معمولی طریق پر نہلا کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔ اور حمل کے اندر زندگی کے آثار پائے جانے کا اعتبار نہیں جب تک کہ اکثر حصۂ بدن کے نکلنے تک وہ آثار قائم نہ رہیں اور جب تک بچہ کے کچھ بھی اعضا نہ بنے ہوں اور حمل ساقط ہو جائے تو اس کی خلقت کا اعتبار نہیں اس لئے نام بھی نہیں رکھا جائے گا اور اگر کچھ بھی اعضا بن چکے ہوں گے تو اس کا اعتبار ہو گا اور نام رکھا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف)

(۱۱) اگر کسی مردے کا نصف سے زیادہ بدن ملے اگرچہ وہ بغیر سر کے ہو تو اس کو غسل و کفن دیں اور نماز پڑھیں اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ نصف بدن مع سر پایا جائے (کیونکہ یہ بھی نصف سے زیادہ بدن ہو گیا ہے مؤلف) اور جب نصف سے زیادہ بدن پر نماز پڑھ لی اس کے بعد اگر باقی بدن بھی مل جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اگر کسی مرد کا نصف بدن بغیر سر کے ملے یا نصف سے کم بدن ملے خواہ اس کے ساتھ سر ہو یا نہ ہو یا صرف سر ملے یا نصف بدن طول میں چرا ہوا ملے تو اس کو غسل نہ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔ اگر اس کو غسل دیا گیا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔

(۱۲) اگر کوئی مردہ شخص ملا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان ہے یا کافر تو اگر اس پر کوئی علامت مسلمان ہونے کی ہو تو کہیں بھی ملے اس کو غسل دیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور اگر کوئی علامت نہ ہو مگر مسلمانوں کے ملک (دارالاسلام) میں ملا ہو تو بھی اس کو غسل دیں اور نماز پڑھیں اور اگر بغیر علامتِ مسلمان کے دارالحرب میں ملا ہو تو اس کو نہ غسل دیں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ مسلمان ہونے کی علامتیں یہ ہیں ختنہ، خضاب، سیاہ لباس، زیر ناف بالوں کا مونڈنا یا نوچ دینا، مونچھوں کا کترانا وغیرہ (اس زمانے میں سیاہ لباس اور خضاب مسلمان ہونے کی علامت باقی نہیں رہی)۔

(۱۳) کافر مردے کے لئے مسلمانوں پر غسل و کفن و دفن فرض نہیں ہے اس لئے کہ غسل میت کی تعظیم و بزرگی

کے لئے واجب ہوا ہے اور کافر اس کا اہل نہیں ہے۔ لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً کوئی مسلمان اس کا رشتہ دار ہو اور اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا وہ نہ لے جائے اور یہ مسلمان بوجہ قرابت غسل و کفن و دفن کرے تو جائز ہے مگر غسل و کفن و دفن میں کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ برتے یعنی نہ اس کو وضو کرائے اور نہ سر کو خطمی یا صابن وغیرہ سے صاف کرے نہ دائیں طرف سے شروع کرے اور نہ کافور و خوشبو وغیرہ اس کے بدن میں ملا جائے اور نہ نہانے میں عدد کا لحاظ کرے بلکہ نجس کپڑے کو دھونے کی طرح غسل دے اور اس پر پانی بہا دے۔ یہ غسل اس کی طہارت کے لئے نہیں ہو گا حتی کہ اگر کوئی مسلمان اس کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہو گی اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دیں اور اگر اس کے ہم مذہب موجود ہوں اور وہ اس کو لے جائیں تو مسلمان اس کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہو اور اگر بوجہ قرابتِ قریبہ شریک ہو (قرابتِ قریبہ میں ذوی الارحام مثلاً خالو خالہ بہن وغیرہ بھی شامل ہیں) تو دور دور رہے۔ یہ حکم کافر اصلی غیر حربی کا بیان ہوا اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اُسے غسل دیں نہ کفن بلکہ کتے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بغیر کسی حائل کے پاٹ دیں اور اگر اس کے اہلِ مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

(۱۴) کافر کو اپنے قریبی مسلمان رشتہ دار کا نہلانا جائز نہیں ہے مثلاً اگر کسی کافر باپ کا مسلمان بیٹا مر جائے تو کافر باپ کو اس کے نہلانے کا قابو نہیں دینا چاہئے بلکہ اگر اس مسلمان میت کا کوئی قریبی مسلمان نہیں ہے تو اس کی تجہیز و تکفین کے والی مسلمان ہیں مسلمانوں کو خود یہ کارِ خیر پورا کرنا چاہئے۔ اور کافر کا اپنے قریبی رشتہ دار مسلمان کی قبر میں اس کے دفن کے لئے اترنا مکروہ ہے۔

(۱۵) اگر مسلمانوں اور کافروں کے مُردے مل جائیں یا مسلمانوں کے مقتول کافروں کے مقتولوں میں ملجائیں (یعنی ایک ہی جگہ خلط ملط ہو جائیں اور سب کی وضع و صورت یکساں ہو) تو اگر مسلمان کسی علامت سے پہچانے جاتے ہوں تو ان کو غسل دیں اور نماز جنازہ پڑھیں (علامتیں اوپر بیان ہو چکیں) اور اگر کوئی علامت نہ ہو جس سے پہچانے جائیں تو اعتبار اکثر کا ہو گا پس اگر ان میں مسلمان زیادہ ہیں تو سب مردوں کو غسل و کفن دیں اور سب پر نماز جنازہ پڑھیں اور نماز و دعا میں نیت مسلمانوں کی کریں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں اور اگر کافر زیادہ ہوں تو کسی پر نماز نہ پڑھیں اور غسل و کفن دیں لیکن مسلمانوں کے مردوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں اور کافروں و مشرکوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ یہ معلوم کرنا کہ مسلمان زیادہ ہیں یا کافر اس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد شمار کر لی جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ ان میں سے کتنے گئے تھے اور اب کتنے باقی ہیں پھر کل مردوں کی گنتی کر کے ان میں سے مسلمان جو لڑائی میں شامل ہوئے اور اب موجود نہیں ہیں ان کی تعداد نفی کر دی جائے باقی کفار کے مُردے ہوں گے اب ان میں دیکھ لیا جائے کہ کون زیادہ ہیں اور کون کم ہیں۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تو ان سب کو غسل

دیا جائے گا اور ان پر نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ نماز کے متعلق بعض کا قول ہے کہ ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ آخر بعض مسلمانوں پر نماز جنازہ نہ پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ باغی اور رہزن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور کافر پر نماز کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔ (یعنی جو ان میں سے مر گیا ہے تو اس پر کبھی بھی ہرگز نماز نہ پڑھ) اور بعض نے کہا کہ اُن سب پر نماز پڑھی جائے اور اس میں مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی نیت کی جائے اس لئے کہ اگرچہ وہ تعین سے عاجز ہے لیکن ایسی نیت سے تو عاجز نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صورت میں بھی یعنی جبکہ کافر زیادہ ہوں اسی نیت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ لینا مناسب ہے اس لئے کہ جب مسلمانوں کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی نیت کرلی تو وہ کفار پر نماز پڑھنے والا نہ ہوا اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو پہلی صورت میں بھی یعنی جبکہ مسلمان زیادہ ہوں ان پر نماز پڑھنا جائز نہیں رہے گا حالانکہ ان کی نماز جنازہ کے جائز ہونے پر اتفاق ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ تینوں مذکورہ صورتوں میں اُن پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس میں مسلمانوں کے لئے نماز جنازہ کی نیت کی جائے یہی باقی تینوں اماموں کا بھی مذہب ہے پس یہی اوجہ ہے تاکہ مسلمانوں کا حق ادا ہو جائے اور اس سے کافروں پر نماز پڑھنے کا جو کہ منع کی گئی ہے مرتکب بھی نہیں ہوگا۔ اور دفن کرنے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مشرکین و کفار کے قبرستان میں دفن کردیں اور بعض کا قول ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں اور بعضوں نے کہا کہ ان کے واسطے علیحدہ مقبرہ بنا دیں یعنی کسی علیحدہ جگہ دفن کردیں اور اسی کو احوط کہا ہے۔

(۱۶) اگر کافروں کا کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ قید ہو کر آئے پھر فوت ہو جائے تو اس کو غسل نہ دیں اور نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں خواہ وہ بچہ تمیز اور سمجھ والا ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی موت دارالاسلام میں ہوئی ہو یا دارالحرب میں اور خواہ اس کو قید کرنے والا ذمی ہو یا مسلمان ان سب صورتوں میں اس کا حکم برابر ہے اور قید کرنے والے اور قید ہونے کی جگہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بالغ ہونے تک اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کے تابع ہے جب تک وہ اپنا مسلمان ہونا بیان نہ کرے اس حال میں کہ وہ سمجھ اور تمیز والا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ پس اگر وہ سمجھ و تمیز والا ہو اور اس نے اسلام کا اقرار کیا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو غسل و کفن دیں اور نماز جنازہ پڑھیں کیونکہ اب وہ اس کے تابع ہو کر مسلمان قرار دیا جائے گا خواہ وہ بچہ سمجھ و تمیز والا ہو یا نہ ہو کیونکہ اولاد ماں باپ میں سے اسی کے تابع ہوتی ہے جس کا دین دوسرے سے بہتر ہو۔ مثلاً کتابی کے مقابلے میں مسلمان کی اور مجوسی کے مقابلے میں کتابی کی تابع ہوگی۔ اور اگر وہ بچہ اپنے ماں باپ کی بجائے اپنے دادا دادی کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ان کا حکم ماں باپ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اگر صرف بچہ قید ہو کر آئے اور ماں باپ میں سے کوئی ساتھ نہ ہو تو وہ مسلمان ہے جبکہ اس کے

پکڑنے والا مسلمان ہو اگرچہ دارالحرب میں ہو پس اگر دارالحرب میں کوئی کافر کا بچہ مسلمان سپاہی کے قبضہ میں آجائے اور وہیں مرجائے تو اس کے قابض کے اعتبار سے اس کو غسل دیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور اگر پکڑنے والا ذمی ہو اور وہ قید ہو کر دارالاسلام میں آئے تب بھی وہ بوجہ دارالاسلام میں آجانے کے مسلمان ہے پس اس کو مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دیں اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں مجنوں بالغ کا حکم ان احکام میں صبی عاقل کی مانند ہے پس اس میں بھی تبعیت میں تینوں صورتیں جاری ہوں گی۔

(۱۷) کسی ذمیہ کو مسلمان کا حمل تھا وہ مرگئی اگر اس کے بچہ میں جان پڑگئی تھی تو اس ذمیہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کریں اور اس کی پیٹھ قبلہ کو کردیں تاکہ بچہ کا منھ قبلہ کو ہوجائے اس لئے کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کا منھ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر جان نہ پڑی ہو تو مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں۔ (اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہے اور تین قول ہیں بعض کے نزدیک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے والد کی جانب کو ترجیح ہونے کی وجہ ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے کیونکہ جب تک وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے تو وہ اس کے جزو کے حکم میں ہے تیسرا قول وہ ہے جو پہلے بیان ہوا کہ مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ مقبرہ بنایا جائے یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بچہ میں جان پڑگئی ہو یعنی وہ حمل چار مہینے کا ہوگیا ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار و مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔)

(۱۸) جو شخص جہاز یا کشتی میں مرجائے اس کو غسل و کفن دیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور کہیں دفن میسر نہ ہو تو کچھ بوجھ باندھ کر دریا یا سمندر میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں۔

(۱۹) اگر کوئی مسلمان آگ میں جل کر کوئلہ ہوگیا اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے اس کا غسل اور نماز جنازہ نہیں ہے

(۲۰) جن کے لئے غسل و نماز جنازہ نہیں ہے وہ چار قسم کے لوگ ہیں اول باغی یعنی وہ مسلمان جو بغیر حق کے اپنے امام برحق (حاکم) کی اطاعت سے نکل گئے اور ناحق اس کے خلاف بغاوت کردی ـــــ دوم رہزن (ڈاکو)۔ پس اگر کوئی شخص باغی یا رہزن ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے تو نہ اس کو غسل دیں اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں یہ ان کی اہانت کی وجہ سے ہے اور اس لئے بھی تاکہ ان کے اس فعل پر اس سزا سے دوسروں کو تنبیہ ہو اور یہ حکم مطلق ہے خواہ وہ لڑائی کے درمیان میں قتل کئے جائیں یا وہ پکڑے جائیں اور لڑائی ختم ہونے کے بعد قتل کئے جائیں یہ امام محمدؒ سے روایت ہے لیکن صدرالشہید نے ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے اور پہلی صورت میں اس حکم کی موافقت کی ہے یعنی کہا ہے کہ اگر لڑائی ختم ہونے سے پہلے یعنی درمیان میں قتل کئے جائیں تو یہی حکم ہے کہ نہ غسل دیا جائے اور نہ نماز پڑھی جائے اور دوسری صورت یعنی پکڑے جانے اور امام کے غالب ہونے اور لڑائی ختم ہونے کے بعد قتل کئے جانے کی صورت میں

جن کیلئے غسل و نماز جنازہ نہیں

کہا ہے کہ ان کو غسل دیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ تفصیل بہتر ہے اور بڑے بڑے مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسلئے کہ ان کو قتل کرنا رہزن کے حق میں حد ہے یا حد ساقط ہونے کی صورت میں قصاص ہے مثلاً کوئی شخص اپنے محرم پر رہزنی کرے تو اس کے حق میں یہ قتل قصاص ہے اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاتا ہے اس کو نہلایا جاتا ہے اور اس پر نماز پڑھی جاتی ہے اور باغی کے حق میں سیاست کے لئے یا ان کی شوکت کو توڑنے کے لئے ہے یہ بھی عوام کے نفع کے لئے ہونے کی وجہ سے قصاص کے حکم میں ہے واللہ اعلم۔ اگر یہ لوگ گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد میں بغیر کسی قتل وغیرہ کے اپنی موت سے مریں تب بھی ان کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی۔ اہل عصبہ یعنی وہ لوگ جو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت و اعانت کریں اگر اعانت کرنے میں مارے جائیں تو وہ باغیوں کے حکم میں ہیں اسی تفصیل کے ساتھ جو باغیوں کے حکم میں بیان ہوئی حتیٰ کہ جو لوگ ان کا تماشا دیکھ رہے تھے ان کے پتھر وغیرہ آکر لگا اور مر گئے تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ نہ غسل دیں نہ نماز جنازہ پڑھیں اور اگر ان کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو اس پر نماز پڑھی جائے اور غسل بھی دیا جائے۔ اور اگر دونوں گروہوں میں باغی ہوں یعنی دونوں طرف بغاوت کر کے لڑائی میں مقتول ہوئے ہوں تب بھی تفصیل مذکور کے ساتھ باغی کے حکم میں ہیں لیکن اگر اُن میں سے ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی اور دوسرا گروہ بقدرِ ممکن اپنی مدافعت اور بچاؤ کے لئے لڑا تو مدافعت کرنے والا شہید ہے ـــــ سوم مکابرہ یعنی وہ لوگ جو کہ شہر کے اندر رات کو ہتھیار لگا کر غارت گری کریں صحیح یہ ہے کہ رات کے وقت ہتھیار ہوں یا نہ ہوں یا صرف لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے قتل کرے اس حکم میں برابر ہے اور دن میں ہتھیار کے ساتھ ایسا کرے تو یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے کہ یہ رہزن کے حکم میں ہے۔ جو شخص شہر میں کسی جگہ کھڑا ہو جائے اور جو اس طرف کو نکلے اس کا مال چھین لے وہ بھی مکابرہ ہے ـــــ چہارم خناق یعنی لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارنے والا جبکہ اس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا کیا ہو تو اس کا حکم بھی باغی کی طرح ہے کہ اگر اس کو پکڑ کر مار دیں یا مقابلہ میں مارا جائے تو اس کو غسل نہ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں۔ اور یہی حکم اہل عصبہ اور مکابر کا بھی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو مار ڈالا اور امام (حاکم) نے اس کو قصاص کے لئے قتل کیا ہو اس پر اہانت کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جائے یعنی اس کا حکم بھی باغی کی طرح ہے لیکن اصح یہی ہے کہ غسل دیں اور نماز ادا کریں اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ لیکن اگر وہ اپنی موت سے مرا ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے جیسا کہ باغی و رہزن وغیرہ کے بارے میں حکم ہے۔ (جو شخص کسی کے حق میں ہتھیار سے یا اور طرح قتل کیا جائے جیسے قود (قصاص) اور رجم (حد) میں تو اس کو غسل دیں گے اور اس پر نماز پڑھیں گے اور اس کے ساتھ وہی سب معاملہ کریں گے جو مسلمان مردوں کے ساتھ کرتے ہیں اور امام جس کو سولی دے اس کے حق میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق باغیوں وغیرہ کی طرح عبرتاً اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور ایک روایت میں ہے کہ

حدِ قصاص کے مقتول کی طرح پڑھ لیا جائے (عالمگیری)۔

(۲۱) جو شخص اپنے آپ کو قتل کرے یعنی خودکشی کرے خواہ پھانسی لے کر یا کسی اوزار یا ہتھیار سے یا زہر کھا کر یا کسی اور طرح اپنے آپ کو مار ڈالے تو اگر غلطی سے ایسا کیا ہے تو بالاتفاق اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے مثلاً کسی دشمن کو تلوار سے مارنے کیلئے پکڑا اور غلطی سے وہ تلوار اسی کے لگ گئی اور مر گیا تو بلا خلاف اس کو غسل دیں گے اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور وہ شہیدِ آخرت ہے یعنی آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔ اور اگر اس نے جان بوجھکر ایسا کیا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ وہ فاسق ہے لیکن زمین پر فساد پھیلانے میں کوشش کرنے والا نہیں اگرچہ وہ اپنے نفس پر باغی ہے جیسا کہ دوسرے فاسق مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے اور اپنے نفس کا قاتل غیر کے قاتل کی نسبت زیادہ گنہگار ہے لیکن پھر بھی اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ اور حدیث میں جو خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پڑھنا مروی ہے شاید وہ زجر و توبیخ کے لئے ہو جیسا کہ مقروض پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر نماز نہ پڑھنے سے حدیث مذکور میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ اس پر کسی اور نے بھی نماز نہیں پڑھی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خودکشی کرنے والے کو نہلایا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے اور حدیث مذکور کی بنا پر بعض نے اس کو ترجیح دی ہے پس اس مسئلہ میں تصحیح میں اختلاف ہے۔

(۲۲) مستحب یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اور اگر وہ نہلانا نہ جانتا ہو یا اچھی طرح غسل نہ دے سکتا ہو تو امین اور متقی آدمی غسل دے اور مستحب یہ ہے کہ نہلانے والا ثقہ (معتمد) آدمی ہو کہ غسل اچھی طرح ادا کرے اگر کوئی ایسی بات جو بھلائی کی علامت ہو اور اس کو پسند ہو جیسے چہرہ کا نور یا مسکراہٹ یا خوشبو یا اس کی مانند اور چیزیں دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دے اور اگر ایسی بات دیکھے جو موت کی وجہ سے واقع ہوئی ہو مثلاً منھ کا سیاہ ہو جانا یا بدبو ہونا یا صورت بدل جانا یا اعضا کا متغیر ہو جانا یا اس قسم کی اور چیزیں دیکھے تو ایک شخص کے سامنے بھی اس کا کہنا جائز نہیں لیکن اگر میت بدعتی ہو اور بدعت کو علانیہ ظاہر کرتا ہو یا اور کوئی کھلم کھلا گناہ کرتا ہو جیسے ناچنے گانے بجانے کا پیشہ یا طوائف کا پیشہ وغیرہ کرتا ہو اور نہلانے والا اس میں کوئی بری بات رنگ سیاہ ہونا یا بدبو یا تغیر شکل وغیرہ دیکھے تو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ ڈریں اور بدعت و فسق سے باز رہیں اور یہ اُن کے لئے عبرت کا ذریعہ ہو اور وہ اپنا عقیدہ و عمل درست کریں۔ اور نہلانے والے کو چاہئے کہ صرف بقدرِ ضرورت اعضائے میت کی طرف نظر کرے بلا ضرورت کسی عضو کی طرف نہ دیکھے کیونکہ ممکن ہے اس کے بدن میں کوئی عیب ہو جسے وہ

زندگی میں چھپاتا تھا۔ پس اگر نہلانے والا اور وہ شخص جو وہاں حاضر ہے ایسی بات دیکھے جس کو میت زندگی میں چھپاتا تھا تو وہ بھی اس کو چھپائے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ یہ غیبت ہے۔

(۲۳) نہلانے والا باطہارت ہونا چاہئے۔ اگر نہلانے والا جنبی یا حیض والی یا نفاس والی عورت ہو یا کافر ہو تو جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر بے وضو ہو تو بالاتفاق مکروہ نہیں لیکن باوضو ہونا مستحب ہے اور اس میں بہت فضیلت ہے۔

(۲۴) مستحب یہ ہے کہ نہلانے والے کے پاس انگیٹھی میں خوشبو سلگتی ہو تاکہ میت سے کسی بدبو کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نہلانے والا اور اس کا مددگار سست نہ ہو جائے۔

(۲۵) افضل یہ ہے کہ میت کو بلا اجرت غسل دے اور اگر نہلانے والا اجرت مانگے تو اگر وہاں اس کے سوا اور کوئی بھی نہلانے والا ہو . . . . تو اس کو اجرت لینا جائز ہے اور اگر وہاں کوئی اور نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ اب میت کا غسل خاص اسی پر واجب ہو گیا اور عبادتِ واجب عین پر اجرت لینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ درزی (سینے والے) کے لئے کفن سینے کی اجرت اور جنازہ کو اٹھانے والوں اور قبر کھودنے اور دفن کرنے والوں کی اجرت کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ اگر ان کے علاوہ اور لوگ بھی اس کام کے کرنے والے ہوں تو ان کو اجرت لینا جائز و درست ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں اٹھانا اور قبر کھودنا دفنانا ان پر واجبِ عین ہو گیا۔

(۲۶) غسل دینے والے کی شرطوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کو اس مغسول میت کی طرف دیکھنا حلال ہو پس مرد، مردوں کو غسل دیں اور عورتیں، عورتوں کو غسل دیں۔ مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو غسل نہ دیں، یہ ان پر غسل واجب ہونے کی یا جائز ہونے کی شرط ہے نہ کہ غسل صحیح ہونے کی شرط ہے یعنی ان کو غسل دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر دیں گے تو غسل درست ہو جائے گا۔ (لیکن اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔)

(۲۷) اگر عورت مر جائے تو اس کا شوہر اس کو کسی حالت میں غسل نہیں دے سکتا اور نہ چھو سکتا ہے کیونکہ عورت کے مرنے کے بعد مرد کا زوجیت کا تعلق جاتا رہا اور اب وہ اس کے حق میں اجنبی ہے۔ (ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خاوند کو اپنی بیوی کا نہلانا جائز ہے اس لئے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضرت علیؓ کے حضرت فاطمہؓ کو غسل دینے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے تمام سامان کے متکفل ہوئے تھے اس لئے یہ غسل ان کی طرف منسوب ہو گیا اور اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیا جائے تو یہ ان کی خصوصیت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ فاطمہؓ دنیا و آخرت میں تمہاری زوجہ ہیں۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ موت سے ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہے لیکن میرا سبب و نسب نہیں جاتا پس اس میں سبب سے مراد قرابتِ سببی ہے جیسے زوجیت و دامادی

اور نسب سے مراد قرابتِ نسبی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت علیؓ کی خصوصیت ہوئی) اور اصح قول کی بنا پر خاوند کو اس کے دیکھنے کی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ جب خاوند کا تعلق جاتا رہا اور وہ اس کے لئے اجنبی ہوگیا تو غسل دینا اور چھونا منع ہوگیا لیکن دیکھنا جائز رہا غالباً اس لئے کہ دیکھنا چھونے کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غسل جائز ہے تو شبہ اختلاف کی وجہ سے اس کو جائز رکھا گیا واللہ اعلم بالصواب۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر اپنی عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے اور نہ منھ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل چھونے کی ممانعت ہے)۔

(۲۸) عورت کے واسطے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے کیونکہ عدت پوری ہونے تک وہ اس کے نکاح میں باقی ہے . . . . خواہ اس کے ساتھ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اس پر عدتِ وفات لازمی ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ غسل کے وقت اس کی زوجیت باقی ہو یعنی اس کے مرنے کے بعد کوئی ایسی حرکت اس عورت نے نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کو شہوت کے ساتھ بوسہ دینا یعنی حرمتِ مصاہرت ہو جانا یا معاذ اللہ مرتدہ ہو جانا یعنی حرمت ردت ہو جانا، اگرچہ غسل سے پہلے ہی وہ پھر مسلمان ہوگئی ہو کیونکہ جب مرتدہ ہونے سے اس کا نکاح جاتا رہا تو وہ اجنبیہ ہوگئی۔ یا حرمتِ رضاعت ہو جانا پس اگر اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے ایسا کوئی امر واقع ہوا تو اب غسل کے وقت زوجیت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اس کو غسل دینا جائز نہیں۔

(۲۹) اگر عورت کو طلاقِ بائن دی ہے اور وہ ابھی عدت میں ہے کہ شوہر کا انتقال ہوگیا تو یہ عورت اس کو غسل نہیں دے سکتی کیونکہ موت کے وقت اس کی زوجیت باقی نہیں رہی لیکن اگر عورت کو طلاق رجعی دی ہے پھر مرگیا اور وہ عورت ابھی عدت میں ہے تو اس عورت کو غسل دینا جائز ہے کیونکہ ابھی نکاح کی ملکیت زائل نہیں ہوئی۔ اور عدت کے آخر میں اس کے تمام ہونے سے پہلے مرا اور مرنے کے بعد عدت پوری ہوگئی تب بھی اس عورت کا غسل دینا جائز ہے اصل اس میں یہ ہے کہ خاوند کی زندگی میں ان دونوں میں جدائی ثابت نہ ہوئی مثلاً طلاقِ بائن یا طلاق ثلاثہ نہ ہوئی ہو یا غسل کے وقت اس کی زوجیت باقی ہو پس اس وقت جو شخص ایسا ہو کہ اس کو اس عورت کے ساتھ اگر وہ اس وقت زندہ ہو تو بہ سبب نکاح کے وطی جائز ہو تو جائز ہے کہ وہ عورت اس کو غسل دے ورنہ جائز نہیں۔ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں دونوں سے دخول کے بعد اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک کو تین طلاقیں ہیں پھر قبل اس کے کہ ظاہر کرے وہ فوت ہوگیا تو ان میں سے کسی کے لئے اس کو غسل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک مطلقہ بالثلاث ہے ان دونوں کے لئے طلاق اور وفات کی عدت ہے اور ان دونوں کے لئے میراث ہے (بحر) اگر کسی عورت کا خاوند مرگیا اور وہ حاملہ ہے اور غسل سے پہلے اس کو وضع حمل ہوا تو وہ اس کو غسل نہ دے کیونکہ اس کی عدت پوری ہوگئی اور اب اس کے نکاح کا تعلق

باقی نہیں رہا اس لئے اس کو چھونا منع ہے۔

(۳۰) اگر کسی شخص نے شبہ کی وجہ سے اپنی بیوی کی بہن سے وطی کی تو اس کی زوجہ اس پر اس وقت تک کے لئے حرام ہو گئی جب تک کہ وہ عدتِ موطوءہ پوری کرے پس اگر وہ آدمی مر گیا اور وہ موطوءہ ابھی عدت میں ہے تو اس آدمی کی زوجہ اس کو غسل نہیں دے سکتی اور اگر غسل سے پہلے اس کی عدت پوری ہو گئی تو اب اس کی بیوی غسل دے سکتی ہے۔

(۳۱) ذمیہ کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ عورت اپنے شوہر کو جو مسلمان ہے غسل دینے میں مسلمان عورت کی مانند ہے لیکن بلا ضرورت یہ بہت برا ہے۔ اگر عورت مجوسیہ یا بت پرست ہے اور خاوند مسلمان ہے یعنی شادی کے وقت مجوسی تھا پھر مسلمان ہو گیا تو وہ عورت اپنے خاوند کو غسل نہیں دے سکتی۔ اس لئے کہ اس کو زندگی میں بھی اس کا چھونا جائز نہیں تھا پس بعد وفات کے بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کے مرنے کے بعد غسل سے پہلے وہ عورت بھی مسلمان ہو گئی تو اب نہلا سکتی ہے اس لئے کہ اب جبکہ یہ مسلمان ہو گئی اگر وہ زندہ ہوتا تو نکاح باقی رہتا اور اس کو چھونا اس کے لئے جائز ہوتا تو اب بعد موت کے اسلام لانے پر بھی وہ اجازت باقی رہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اس کے نکاح میں باقی ہو ورنہ نہیں اور نکاح میں باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ اگر اسلامی سلطنت میں ہے تو حاکمِ اسلام شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد عورت پر اسلام پیش کرے اگر مان لیا فبہا ورنہ فوراً نکاح سے نکل جائے گی اور اگر اسلامی سلطنت نہیں ہے تو شوہر کے اسلام لانے کے بعد عورت کو تین حیض آنے کا انتظار کیا جائے گا اس مدت میں اگر مسلمان ہو گئی فبہا ورنہ نکاح سے نکل جائے گی اور ان دونوں صورتوں میں نکاح سے نکلنے کے بعد پھر اگر مسلمان ہو جائے تو غسل نہیں دے سکتی۔

(۳۲) اگر کسی کی اُم ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ یا باندی مرے تو مالک اس کو غسل نہ دے اسی طرح اگر ان کا مالک مرے تو ان میں سے کوئی اپنے مالک کو غسل نہ دے کیونکہ اب یہ سب اس کی ملک سے خارج ہو گئیں۔

(۳۳) اگر کوئی عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی سفر میں مردوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی عورت ہو نہ مسلمان نہ کافر اور نہ کوئی چھوٹا لڑکا ہے جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو تو اگر ان میں کوئی اس کا محرم ہے تو وہ اس کو تیمم کرا دے اور اس کے لئے اعضائے تیمم کو ہاتھ لگانا جائز ہے اس لئے ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اگر ان میں کوئی محرم نہیں سب غیر محرم ہیں یعنی اجنبی تو اجنبی شخص اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے پھر تیمم کرائے اور اس کی باہوں پر نظر پڑتے وقت آنکھیں بند کر لے۔ مرد اپنی عورت کو تیمم کرائے تب بھی یہی حکم ہے کہ کپڑا ہاتھوں پر لپیٹ لے مگر اس کے لئے آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اور اگر وہ باندی ہو تو اجنبی شخص بھی بغیر کپڑا لپیٹے تیمم کرا دے کیونکہ وہ اعضائے تیمم کے مس کرنے میں مرد کی مانند ہے۔ اسی طرح اگر مرد عورتوں کے درمیان فوت ہو جائے اور ان میں کوئی مرد نہ ہو نہ مسلمان نہ کافر اور نہ کوئی چھوٹی لڑکی ہو جو حدِ شہوت کو نہ پہنچی ہو تو اس کو اس کی محرم عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کرا دے کیونکہ محرم کو بغیر حائل اعضائے تیمم کا مس جائز ہے بخلاف اجنبی کے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی عورت ہاتھ پر

کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور اگر کوئی شخص سفر میں مرا اور اس کے ساتھ عورتیں اور کافر (ذمی) مرد تھا مگر مسلمان مرد کوئی نہیں تو وہ عورتیں اُس کافر مرد کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور میت کے پاس تنہائی میں اس کافر کو چھوڑ دیں تاکہ غسل دے کیونکہ جنس کا جنس کی طرف نظر کرنا غیر جنس کے نظر کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اگرچہ وہ دین میں اس کے موافق نہیں ہے۔ اور اگر ان عورتوں کے ساتھ کوئی مرد بھی نہیں ہے نہ مسلمان نہ کافر اور ایک چھوٹی لڑکی جس کو ابھی خواہش نہیں ہوتی ہمراہ ہے اور وہ اس لائق ہے کہ میت کو غسل دے سکے تو یہ عورتیں اس لڑکی کو میت کے غسل کا طریقہ سکھا دیں اور میت کے پاس چھوڑ دیں تاکہ غسل دے کیونکہ یہ لڑکی ابھی عورت کے حکم میں نہیں ہے اسی طرح اگر عورت آدمیوں کے درمیان سفر میں مر گئی اور کوئی مسلمان عورت ساتھ نہیں ایک کافرہ عورت ساتھ ہے تو مرد اس کافرہ عورت کو غسل کی تعلیم کریں اور اس سے تنہائی میں غسل دلائیں یا کافرہ عورت بھی ساتھ نہیں لیکن ایک نابالغ لڑکا ساتھ ہے جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہنچا اور وہ اس قابل ہے کہ نہلا سکے تو مرد اس لڑکے کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور اس سے تنہائی میں غسل دلائیں کیونکہ یہ لڑکا ابھی مرد کے حکم میں نہیں ہے۔

(۳۴) اگر لڑکا ایسا چھوٹا ہو کہ اس کو خواہش نہ ہوتی ہو تو جائز ہے کہ اس کو عورتیں نہلائیں اور اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہو جو ابھی حدِ شہوت کو نہ پہنچی ہو تو جائز ہے کہ مرد اس کو نہلائیں۔ جو لڑکا یا لڑکی حد شہوت کو پہنچ گئے وہ بالغ کے حکم میں ہیں پس ایسے لڑکے کو اجنبی عورت نہیں نہلا سکتی اور ایسی لڑکی کو مرد نہیں نہلا سکتا بلکہ اگر ایسا موقع آ جائے تو کپڑا لپیٹ کر اور محرم بغیر کپڑا لپیٹے تیمم کرائے جیسا کہ مرد و عورت کے بیان میں ذکر ہوا۔

(۳۵) جس کا عضو کٹا ہوا ہو یا خصی ہو (یعنی جس کے خصیے کاٹ دیئے گئے ہوں) وہ مرد کے حکم میں ہے۔

(۳۶) خنثیٰ مشکل اگر حد شہوت کو پہنچ گیا ہو تو نہ وہ مرد کو نہلائے اور نہ عورت کو اور نہ اس کو مرد یا عورت نہلائے بلکہ اگر وہ عورت یا مرد محرم ہو تو بغیر ہاتھ پر کپڑا لپیٹے اس کو تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اگر خنثیٰ مشکل چھوٹا بچہ ہو کہ حد شہوت کی عمر کو نہ پہنچا ہو تو اسے مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورتیں بھی اور ضرورت پڑنے پر وہ بھی مرد یا عورت کو نہلا سکتا ہے جبکہ اس کو طریقہ سکھا دیا جائے اور اس کو اس کی طاقت ہو جیسا کہ چھوٹے لڑکے و لڑکی کا حکم اوپر بیان ہوا۔

(۳۷) اگر کوئی شخص سفر میں مر گیا اور وہاں پاک پانی نہیں ہے تو تیمم کرا کر اس پر نماز پڑھیں پھر اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس کو غسل دیکر دوبارہ نماز پڑھیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے اور نماز کو لوٹایا نہ جائے اس لئے کہ زندہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور زندہ جبکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو پھر پانی ملنے پر اس کے لئے اس نماز کا اعادہ نہیں ہے یہ روایت اصول کے موافق ہے اور اس میں ترجیح کی علامات ہیں۔

(۳۸) اگر جنبی یا حیض یا نفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو ایک ہی غسل کافی ہے کیونکہ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں سب ایک ہی غسل سے ادا ہو جاتے ہیں۔

(۳۹) میت کو غسل دینے والے پر غسل میت کے بعد غسل واجب نہیں ہے اور نہ وضو واجب ہے (یعنی وہی وضو جو غسل کراتے وقت کیا تھا نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کافی ہے مؤلف) لیکن میت کو غسل دینے کے بعد اس کو نہا لینا مستحب ہے۔

(۴۰) اگر میت کو کفن دیدیا اور اس کا کوئی عضو بغیر غسل کے رہ گیا تو اس عضو کو غسل دیا جائے اور اگر ایک انگلی کی مثل رہ گیا تو اس کو غسل نہ دیا جائے۔

میّت کی تجہیز و تکفین کا بیان

(۱) میت کو کفن دینا غسل دینے کی طرح فرض کفایہ ہے ____ (۲) کفن کے تین درجے ہیں: ضرورت، کفایت، سنت

(۳) مرد کے لئے سنتِ کفن تین کپڑے ہیں: ازار (تہمد)، کفنی (کرتہ قمیص)، لفافہ (چادر لپیٹنے کے لئے) ظاہر روایت کے بموجب ۔۔۔۔ مرد کے کفن میں عمامہ نہیں ہے متاخرین نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور یہ کہ اس کو دائیں طرف سے لپیٹیں اور شملہ چھوڑیں اور اس شملہ کو اس کے دائیں طرف سے عمامہ کے پیچ پر لپیٹ دیں بعض نے کہا کہ زندگی کی حالت کے برخلاف شملہ اس کے منھ پر رکھا جائے بعض نے کہا کہ یہ اس شخص کے لئے کیا جائے جو علما و اشراف میں سے تھا اور بعض نے کہا کہ یہ اس وقت کیا جائے جبکہ اس کے وارثوں میں کوئی چھوٹا نہ ہو بعض نے کہا کہ کسی حال میں عمامہ نہ باندھا جائے اگرچہ دونوں طرف تصحیح ہے لیکن اصح یہ ہے کہ عمامہ باندھنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

(۴) عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں تین وہی جو مرد کے کفن میں ہیں اور اوڑھنی (دوپٹہ) و سینہ بند۔

(۵) کفن کفایت، مرد کے لئے دو کپڑے ہیں ازار، لفافہ۔ اور عورت کے لئے تین ہیں: ازار، لفافہ، اوڑھنی یا کفنی (کرتہ)، لفافہ، اوڑھنی۔ اختیاری حالت میں اس قدر کفن واجب ہے اور اس قدر میں کوئی کراہت نہیں اور اس سے کم کرنا یعنی مرد کے لئے ایک کپڑا اور عورت کے لئے دو کپڑے کرنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے۔ دو کپڑے جو مرد و عورت کے کفنِ کفایت میں مشترک ہیں ان کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر ازار اور کفنی یا دونوں ازار ہوں تو بھی کافی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں دوسری صورت اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مرا در گردن کے ستر کی زیادتی ہے۔

(۶) کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ ہے کہ جو میسر آجائے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے خواہ نئے کپڑے کا ہو یا پرانے کا۔ اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے مانگ کر پورا کیا جائے یہ بھی نہ ہو سکے تو سر کی طرف سے اوڑھا کر جس قدر جسم پاؤں کی طرف سے کھلا رہ جائے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپا دینا واجب ہے۔

(۷) لفافہ یعنی لپیٹنے کی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے سر اور پاؤں دونوں کی طرف اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں (یعنی تقریباً ایک ہاتھ بڑی ہو مؤلف) اور ازار (تہمد) سر سے پاؤں تک لمبی ہو یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جتنا وہ بندش کے لئے زیادہ تھا۔ اور کفنی یعنی قمیص یا کرتہ گردن کی جڑ (گلے) سے لیکر پاؤں تک ہو اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور عوام میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے کفنی (کرتہ) میں گریبان اور کلی اور چاک اور آستین نہ لگا دیں کیونکہ زندہ آدمی یہ چیزیں اس لئے کرتا ہے کہ چلنے وغیرہ میں آسانی ہوتی ہے اور مردہ اس سے بے نیاز ہے۔ ان تینوں کپڑوں کی مرد و عورت کے لئے ایک ہی حد ہے البتہ مرد و عورت کی کفنی (کرتہ) میں اس قدر فرق ہے کہ مرد کی کفنی مونڈھے پر سے چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف سے۔ عورت کے لئے اوڑھنی (سر بند) تین ہاتھ (ڈیڑھ گز) ہونی چاہئے۔ سینہ بند چھاتیوں (زیر بغل) سے لیکر رانوں یعنی گھٹنوں تک چوڑا ہو اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے سینہ بند اگر چھاتیوں سے لیکر ناف تک ہو تب بھی درست ہے لیکن رانوں (گھٹنوں) تک ہونا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے تاکہ چلتے وقت کفن رانوں سے اڑے نہیں۔

(۸) قریب البلوغ لڑکے کا حکم کفن میں مثل بالغ کے ہے اور قریب البلوغ لڑکی کا حکم مثل بالغہ عورت کے ہے اور یہاں قریب البلوغ لڑکا یا لڑکی سے مراد وہ ہے جو کہ حد شہوت کو پہنچ گیا ہو اور جو لڑکا قریب البلوغ سے کم ہو یعنی ابھی حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اس کا کفن ایک کپڑا ہونا جائز ہے اور دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور اگر ایسی چھوٹی لڑکی ہو تو اس کے لئے دو کپڑے ادنیٰ درجہ ہے احسن یہ ہے کہ چھوٹا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کو پورا کفن دیا جائے اگرچہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ یعنی پوری پیدائش والا بچہ جس کی اکثر پیدائش تک زندگی کے آثار نہ پائے جائیں (یعنی مردہ) یا جس کی خلقت پوری نہ ہوئی اور حمل گر جائے اس کو کفن مسنون نہ دیا جائے اور معمولی طور پر نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بغیر غسل مسنون و نماز کے دفن کر دیا جائے کیونکہ اس کے لئے حرمت کاملہ نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی انسان کا کوئی عضو گر پڑا ملے تو اس کو بھی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے۔ ان کی مزید تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔

(۹) خنثیٰ مشکل کو احتیاطاً وہی کفن دیا جائے جو عورت کو دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں مرد یا عورت ہونے کا احتمال ہے اور مرد ہونے کے احتمال کی صورت میں کفن میں زیادتی مضر نہیں ہے لیکن اس کو ریشم اور زعفرانی یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے سے اجتناب کریں کیونکہ یہ کفن مردوں کے لئے ناجائز ہے اور خاص عورتوں کے لئے جائز ہے اور خنثیٰ میں مرد ہونے کا احتمال ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے۔ (میت جس کو کفن دیا جاتا ہے بارہ قسم پر ہے مرد بالغ، عورت بالغ لڑکا قریب البلوغ، لڑکی قریب البلوغ، لڑکا جو قریب البلوغ نہ ہو، لڑکی جو قریب البلوغ نہ ہو، حمل گرا ہوا اور جو مردہ پیدا ہوا ہو، خنثیٰ مشکل، ان سب کے احکام اوپر بیان ہو چکے ہیں، محرم (احرام کی حالت میں مرا ہو) اس کا حکم

غیر احرام والے کی مانند ہے۔ شہید، اس کا بیان الگ آئیگا۔ جس کا کفن کسی نے اتار لیا ہو اور لاش ابھی نہ پھٹی ہو۔ جس کا کفن ۴م

(۱۰) مرد کے لئے تین کپڑوں سے زیادہ کرنے میں، پانچ کپڑوں تک مضائقہ نہیں اور مکروہ نہیں ہے بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کو چار کپڑوں میں کفن دیا جائے یا پانچ کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی تو یہ جائز ہے لیکن اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے بلکہ اس کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کو ہزار روپے کا کفن دیا جائے تو یہ وصیت بھی جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو متوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا۔

(۱۱) کفن اچھا ہونا چاہئے مرد کو کفن مثل یعنی ایسے کپڑے کا دینا چاہئے جیسا کہ وہ جمعہ و عیدین میں اپنی زندگی میں پہن کر نکلتا تھا اور عورت کو ایسا دینا چاہئے جیسے کپڑے پہن کر وہ اپنے ماں باپ کے گھر جایا کرتی تھی (یعنی اس قیمت کا اندازہ ہونا چاہئے) یہ مراد نہیں کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے کفن مثل سے زیادہ قیمتی کفن دینا مکروہ ہے (روی ابوداؤد عنہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلباً سریعاً) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہٗ اس میں تحسینِ کفن سے مراد سفید و پاکیزہ ہونا ہے نہ کہ قیمتی و آراستہ ہونا۔ ایک حدیث میں ہے کہ مردوں کے کفنوں کو اچھا کرو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی یہ کہ کفن موافق سنت کے ملا۔ اور بہتر یہ ہے کہ کفن کے کپڑے روئی کے سوتی ہوں اور سفید ہوں اور پرانا اور نیا برابر ہے مگر پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو کیونکہ کفن صاف ستھرا و پاکیزہ ہونا مرغوب ہے۔ ابن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جن کپڑوں میں وہ نماز پڑھتا تھا ان میں کفن دیا جائے (یعنی اُس رنگ اور معیار کے ہوں۔ مؤلف) اور کتان اور قصیب (ایک قسم کی چادر جو کتان سے ملائم اور عمدہ ہوتی ہے) کے کپڑے کا کفن دینا مرد کے لئے بھی کوئی مضائقہ نہیں اور عورتوں کے لئے ریشمی کپڑے حریر وغیرہ اور زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن جائز ہے لیکن مردوں کے لئے جائز نہیں یعنی مکروہ ہے اس کے علاوہ ہر رنگ اور ہر جنس کا کفن جائز ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ جو کپڑا مرد یا عورت کو زندگی میں پہننا درست و جائز ہے اس کا کفن دینا بھی درست و جائز ہے۔ اور زندگی میں جس کا پہننا جائز نہیں اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں۔

(۱۲) اگر میت کا کوئی مال ہو تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے اور مقدارِ سنت تک کفن اس کے ترکہ میں سے دینے کو قرض اور وصیت اور وارث پر مقدم کیا جائے اور دَین (قرض) وصیت پر اور وصیت میراث پر مقدم ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے مال سے غیر کا حق متعلق نہ ہو جیسے کہ رہن اور بیچی ہوئی چیز جس پر قبضہ نہ دیا ہو اور غلام جس نے کوئی جنایت یعنی خطا کی ہو۔ اگر ترکہ کا سب مال اتنا ہو کہ قرض میں دے کر کچھ ترکہ نہ بچے یعنی مال

دین میں مستغرق ہو تو قرضخواہ کفن کفایت تک منع نہیں کر سکتا یعنی پہلے ترکہ میں سے کفنِ کفایت دیا جائے پھر قرض ادا کیا جائے اور کفنِ کفایت سے زیادہ یعنی کفنِ مسنون کو منع کر سکتا ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور دَین فرض ہے اور اگر اس نے منع نہ کیا یعنی اس پر راضی رہا تو اجازت سمجھی جائے گی اور جائز ہو گا۔

(۱۳) اگر میت کا مال بہت ہو اور وارث کم ہوں تو کفنِ سنت دینا اولیٰ ہے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو کفنِ کفایت اولیٰ ہے اور اگر وارثوں میں کفن دینے میں اختلاف ہو بعضے کہیں دو کپڑوں کا کفن دیا جائے اور بعضے کہیں تین کپڑوں کا تو تین کپڑوں کا کفن دینا چاہئے اس لئے کہ وہ سنت ہے۔

(۱۴) جس مردے کا کچھ مال نہ ہو تو اس کا کفن اس پر واجب ہے جس پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ پس غلام کا کفن اس کے آقا کے ذمہ ہے اور مرہون کا راہن پر اور جو مبیع ابھی بائع کے قبضہ میں ہے تو کفن بائع پر واجب ہے، اور اگر ایسے شخص کئی ہوں جن پر اس کا نفقہ واجب ہے تو ان پر کفن ان کے حصۂ میراث کے مطابق واجب ہو گا یعنی جس حساب سے ان پر نفقہ واجب ہے اسی حساب سے کفن واجب ہو گا۔ نفقہ کی تفصیل نفقہ کے بیان میں کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ خاوند پر اس کی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہیں۔ امام محمدؒ کے قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب نہیں کیونکہ موت سے اس کی زوجیت منقطع ہو گئی۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب ہے اگرچہ اس کی بیوی نے مال بھی چھوڑا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (امام ابو یوسفؒ کا قول نقل کرنے میں کتابوں میں مختلف عبارتیں ہیں بعض میں ہے کہ اگر بیوی نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو خاوند پر کفن واجب ہے اور اگر مال چھوڑا ہے تو خاوند پر واجب نہیں اور اس پر فتویٰ ہے بعض میں ہے کہ جبکہ بیوی نے مال نہیں چھوڑا اور خاوند مالدار ہے تو اس پر کفن واجب ہے ورنہ بالاتفاق واجب نہیں اور اس پر بھی فتویٰ ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہوا کہ مطلقاً شوہر پر واجب ہے خواہ بیوی نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور خواہ شوہر مالدار ہو یا مفلس، اس لئے کہ اس کا حکم زندگی کے لباس کی طرح ہے اور وہ زندگی میں مطلقاً خاوند پر واجب ہے پس اصل اس میں یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کی حالتِ حیات میں اس کے نفقہ کے لئے جبر کیا جاتا ہے وفات کے بعد کفن کے لئے بھی اسی پر جبر ہو گا یہی صحیح ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی ہو جس سے عورت کا نفقہ شوہر سے ساقط ہو جاتا مثلاً خاوند کی نافرمانی یا بیوی کا کم عمر ہونا اور اس کا بڑا ہونا وغیرہ کیونکہ جب نفقہ ساقط ہوا تھا تو کفن دینے کا وجوب جو اس کی وجہ سے اس پر ہوا تھا ساقط ہو گیا۔ نیز جاننا چاہئے کہ خاوند پر یا جس کسی پر کفن وغیرہ واجب ہونا کہا گیا ہے اس پر صرف تجہیز و تکفین و تدفین شرعی یعنی کفنِ سنت یا کفایت اور خوشبو اور اجرتِ غسل و حمل و دفن وغیرہ شرعی مقدار کے مطابق واجب ہو گی اور جو بدعتیں ہمارے زمانے میں رائج ہیں ان کا خرچ خاوند کے یا دیگر ورثاء

وغیرہ کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اگر وہ چیزیں میت کے مال سے کی گئیں مثلاً کلمہ شریف یا قرآن پڑھوانے پر یا تین دن کے کھلانے وغیرہ پر خرچ کیا تو اگر سب ورثا بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دیدی ہو یا بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے کریں تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والوں کے ذمہ اس کا ضمان ہے (اگر وہ فعل شرعاً ناجائز ہے یا بدعت ہے تو اس کے ارتکاب کا گناہ الگ ہوگا۔ مؤلف) اگر شوہر مرا اور کچھ مال نہ چھوڑا اور بیوی اس کی مالدار ہے تو اس پر کفن دینا بالاجماع واجب نہیں، جیسا کہ زندگی میں خاوند کو لباس دینا اس پر واجب نہیں۔

(۱۵) اگر وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس پر اس میت کا نفقہ واجب ہو تو اس کو کفن بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال نہ ہو یا اس میں روپیہ یا جنس نہ ہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہ ہو یعنی جن مصارف میں اُس کو صرف ہونا چاہیے ان میں صرف نہ ہوتا ہو تو اس کو کفن دینا مسلمانوں پر واجب ہے یعنی جن کو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُن پر فرضِ کفایہ ہے اور اگر وہ سب جاننے والے ترک کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اور اگر وہ جاننے والے سب مفلس ہونے کی وجہ سے عاجز ہوں تو وہ اور لوگوں سے اس کے لئے کپڑا یا نقدی مانگیں اور یہ سوال بقدر کفایت کا ہوگا یعنی مرد کیلئے دو کپڑوں کا اور عورت کے لئے تین کپڑوں کا اور بعض نے کہا کہ بقدرِ ضرورت یعنی ایک کپڑے کا ہوگا۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس کی قبر پر نماز پڑھیں۔ بعض محتاج کفنِ ضرورت پر قادر ہوتے ہیں مگر کفنِ مسنون پر قادر نہیں ہوتے تو وہ کفنِ مسنون کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کیونکہ سوال بلاضرورت جائز نہیں اور یہاں ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر مانگے مسلمان خود کفنِ مسنون پورا کر دیں تو انشاءاللہ تعالیٰ پورا ثواب پائیں گے۔

(۱۶) لوگوں سے مانگ کر کفن کے لئے جو کپڑا یا نقدی جمع کی جائے اور اس میں سے کچھ بچ رہے مثلاً کوئی شخص (فقیر) کسی قوم کی مسجد میں مر جائے اور کوئی شخص اس کے کفن کا اہتمام کرکے درہم (نقدی) جمع کرے اور کفن وغیرہ کے بعد اس میں سے بچ رہے تو اگر اس صدقہ کرنے والے کو پہچانتا ہو تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ پہچانتا ہو تو کسی دوسرے محتاج کے کفن میں خرچ کر دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فقیروں میں صدقہ کر دے۔

(۱۷) اگر کسی کو کفن دے کر دفن کیا اور اس کا کفن چوری ہو گیا تو اگر وہ تازہ دفن ہوا ہے یعنی اس کی لاش ابھی تازہ ہے اور پھٹی نہیں ہے تو اس کے مال سے اس کو دوبارہ کفنِ مسنون دیں اور اگر پھر چوری ہو جائے تو پھر کفن دیں اور جب تک وہ مردہ پھٹے نہیں جتنی دفعہ بھی کفن چوری ہو جائے دیتے رہیں۔ اگر اس کا مال وارثوں میں تقسیم ہو گیا ہے تو کفن کی مقدار ان کے حصہ کے مطابق ان سے واپس لیا جائے کیونکہ میت اب بھی اس کی مالک ہے۔ اور قرضخواہوں کے قبضہ سے پہلے تک بھی اس ترکہ میں سے کفن دیا جائے اور اگر قرضخواہوں نے قبضہ کر لیا ہو یا وصیت والوں کو دیدیا گیا ہے تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتے اور ان لوگوں پر کفن دینا واجب

نہیں کیونکہ وہ اجانب ہیں اور وہ مال اب میت کی ملک سے نکل گیا۔ پس اگر سب ترکہ قرضہ میں چلا گیا کچھ نہ بچا اور قرضخواہوں نے اس پر قبضہ کرلیا تو اب دوبارہ کفن دینا اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ مال نہ ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی لاش پھٹ چکی ہے تو کفنِ مسنون کی ضرورت نہیں ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے اور اگر لاش کو کسی درندہ نے کھالیا ہے اور کفن باقی رہ گیا ہے تو ترکہ میں شامل ہو جائے گا جبکہ میت کے مال سے دیا گیا ہو اور اگر کسی غیر شخص یا کسی رشتہ دار نے اپنے مال سے کفن دیا تھا تو اس کفن دینے والے کی ملک ہے جو چاہے کرے کیونکہ کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا اس لئے وہ مُردہ کے وارثوں کا حق نہیں ہے جبکہ وہ ان کے لئے اس کو ہبہ نہ کرے۔

(۱۸) اگر میت ایسی جگہ ہو جس میں صرف ایک شخص ہو اور اس کے پاس بھی ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہ ہو تو اس پر اُس کپڑے سے اس مردے کو کفن دینا فرض نہیں ہے کیونکہ زندہ اس کپڑے کا زیادہ محتاج ہے لیکن اگر وہ کپڑا میت کی ملکیت ہو اور زندہ شخص اس کا وارث ہو تو اس کپڑے سے میت کو کفن دیا جائے کیونکہ وہ میراث پر مقدم ہے لیکن اگر زندہ شخص اس کی طرف مضطر ہو سردی کے لئے یا کسی اور سبب سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو جیسا کہ اگر صرف میت کے غسل کے لئے پانی ہے اور زندہ وہاں پیاس کی وجہ سے حالتِ اضطرار میں ہے تو پیاس کو غسل پر مقدم کیا جائے گا۔ اسی طرح یہاں بھی زندہ شخص مقدم ہوگا۔

(فائدہ) جو چادر جنازہ کے اوپر یعنی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے کفن صرف اتنا ہی ہے جو اوپر پہلے بیان ہو چکا ہے اسی طرح بعض جگہ کے رواج میں ایک جانماز ہوتی ہے جس پر امام جنازہ کی نماز پڑھاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں خیرات کردی جاتی ہیں یہ دونوں چیزیں میت کے مال میں سے نہیں ہونی چاہئیں لیکن اگر ورثا سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو تو جائز ہے اور اگر کسی وارث نے اجازت نہ دی یا بعض وارث نابالغ ہیں تو جس شخص نے میت کے مال میں سے منگایا اور خیرات کیا اس کے ذمہ ان دونوں چیزوں کا ضمان ہے یعنی جو قیمت اُن پر خرچ ہوئی ہے وہ شخص اپنے پاس سے دیگا اور ترکہ میں شامل ہو کر ورثہ میں تقسیم کی جائے گی۔ اسی طرح میت کے مال سے دوسرے زائد خرچ بھی نہیں کرنے چاہئیں جب تک کہ سب وارث بالغ نہ ہوں اور وہ سب اجازت نہ دیں یا پھر تقسیمِ میراث کے بعد بالغ اپنے حصہ میں سے خرچ کرے۔ اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکثر جگہ اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کو لوبان وغیرہ سے دھونی دی جائے خواہ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اور اس سے زیادہ نہ کریں۔ پھر کفن کو اس طرح بچھائیں کہ مرد کے واسطے پہلے لفافہ (اوپر لپیٹنے کی چادر جس کو پوٹ کی چادر بھی کہتے ہیں) بچھائی جائے پھر اس پر ازار (تہبند) بچھائی جائے پھر مُردہ کو غسل دینے اور بدن پونچھنے کے بعد کفنی (کرتہ) پہنا کر۔ اس دوسری چادر (ازار) پر لٹا دیں

کفن پہنانے کا ایک طریقہ یہ ہے جو عام طور پر سب جگہ رائج ہے اور آسان ہے کہ چادر کے اوپر کفنی (کرتہ) اس طرح بچھائیں کہ کرتہ کا اوپر کا حصہ اکٹھا کر کے سرہانے کی طرف رکھ دیں پھر میت کو کفن پر لٹا کر کرتے کا گریبان سر میں ڈال کر کرتہ کا اوپر کا حصہ بدن پر پھیلا کر برابر کر دیں۔ اور اس کے سر اور ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگائی جائے یہ مستحب ہے، سوائے زعفران اور ورس کے ہر قسم کی خوشبو جائز ہے مرکب خوشبو ہونا اچھا ہے لیکن مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس میں زعفران اور ورس (ایک گھاس ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے) کی آمیزش ہو بعض لوگ کفن میں میت کے سر کے پاس زعفران یا ورس رکھتے ہیں یہ جہالت ہے۔ اور اس کے مواضع سجود یعنی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں یہ ان اعضا کی تعظیم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ان اعضا سے سجدہ کرتا تھا پس یہ اعضا مزید تعظیم کے لئے مخصوص ہوئے اور اس لئے بھی کہ جلدی سڑنے سے محفوظ رہیں، خواہ احرام کی حالت میں مرا ہو یا بغیر احرام کے خوشبو اور کافور لگانے میں دونوں کا حکم برابر ہے اور احرام والے کا سر بھی ڈھکا جائے پھر ازار (تہبند) کو بائیں طرف سے اس پر لپیٹیں پھر داہنی طرف سے لپیٹیں تاکہ داہنی جانب بائیں جانب کے اوپر رہے جیسا کہ زندگی میں اوڑھتا ہے۔ پھر اوپر لپیٹنے یعنی بوٹ کی چادر اسی طرح لپیٹیں کہ پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے لپیٹیں تاکہ اس کا بھی داہنا حصہ بائیں حصہ کے اوپر رہے اور اگر کفن کے کھل جانے کا خوف ہو تو سر اور پاؤں کی طرف سے کسی دھجی سے باندھ دیں۔ میت کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں پہلوؤں میں رکھے جائیں اس کی چھاتی پر نہ رکھے جائیں اس لئے کہ مجوس وغیرہ کفار کا طریقہ ہے۔ اور عورت کو کفن دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے کفن کی طرح پہلے لوبان وغیرہ سے خوشبو دینے کے بعد پہلے سینہ بند پھر لفافہ یعنی اوپر لپیٹنے کی چادر بچھائیں اور اس پر ازار بچھائیں اور کفنی پہنا کر اس پر میت کو رکھ دیں یا اس پر کفنی بچھا کر اور کفنی کے اوپر کا حصہ لپیٹ کر سرہانہ رکھ کر اس پر میت کو رکھ دیں اور گریبان سر میں ڈال کر کفنی پہنا دیں۔ یس یہاں تک وہی طریقہ ہے جو مردوں کے لئے بیان ہوا پھر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھ دیں ایک حصہ دائیں طرف اور ایک بائیں طرف اور اس کے اوپر اوڑھنی (سربند) سر پر اور بالوں پر ڈال دیں اس طرح کہ نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر نقاب کی طرح ڈال دیں کہ سینہ پر رہے باندھیں اور لپیٹیں نہیں اس کا طول سینہ سے پشت تک یعنی تقریباً دو ہاتھ ہے اور عرض ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک یعنی تقریباً دو بالشت ہے اور یہ جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بے اصل و خلاف سنت ہے۔ پھر ازار کو پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے لپیٹیں اور پھر لفافہ (بوٹ کی چادر) کو اسی طرح لپیٹیں جیسا کہ مرد کے واسطے بیان ہوا پھر سب کفنوں کے اوپر چھاتیوں پر چھاتیوں کے اوپر کے حصہ سے بغلوں سے نکال کر گھٹنے تک سینہ بند باندھیں تاکہ کفن رانوں کے اوپر سے اُڑنے نہ پائے بعض کے نزدیک ناف تک باندھے۔ اگر سینہ بند کو اوڑھنی کے بعد

ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تب بھی جائز ہے اور اگر ازار لپیٹنے کے بعد لفافہ یعنی اوپر کی چادر لپیٹنے سے پہلے باندھ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور یہی ظاہر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سینہ بند کے عرض اور اس کے باندھنے کی جگہ اور باندھنے کے وقت میں اختلاف ہے اور جس پر عمل کر لیا جائے جائز ہے پھر کسی دھجی سے پیر اور سر کی طرف سے کفن کو باندھ دیں اور ایک بند سے کمر کے پاس بھی باندھ دیں تاکہ کہیں راستہ میں کھل نہ جائے۔ یعنی پہلے سے کفن کے نیچے ان تینوں جگہوں پر تین دھجیاں بچھا دیں اور کفن لپیٹنے کے بعد ان کے سروں کو ملا کر گرہ لگا دیں۔

نقشہ تفصیلِ کفن بمعہ متعلقات

نمبر شمار	مرد و عورت	نام پارچہ	طول	عرض	اندازاً پیمائش	کیفیت
۱	مرد و عورت	ازار	۲ گز	ایک گز سے دو گز	سر سے پاؤں تک	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا۔
۲	•	لفافہ	۲ گز	"	ازار سے چار گرہ زائد	" " " " " " " "
۳	•	قمیص یعنی کفنی	۲ گز تا ۲ گز	ایک گز	کندھے سے نصف پنڈلی تک اوپر نیچے	چودہ گرہ یا ایک گز عرض کی تیار ہوتی ہے دو برابر حصے کرکے اور گلے کا چاک کھول کر گلے میں ڈالتے ہیں۔
۴	صرف عورت	سینہ بند	۲ گز	۱½ گز	زیر بغل سے گھٹنوں تک	
۵	•	سربند	۱ گز	۱۲ گرہ	جہاں تک آجائے	سر کے بالوں کے دو حصے کرکے دائیں بائیں جانب سینہ پر رکھے جائیں۔ اور اوپر سے سربند ڈال دیا جائے۔

متعلقاتِ کفن تہبند بدن کی موٹائی سے تین گرہ زائد۔ بڑے آدمی کے لئے سوا گز کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک چودہ گرہ عرض کافی ہے یہ دو ہونے چاہئیں۔ دستانہ چھ گرہ طول اور تین گرہ عرض ہو بقدر پنجہ دست بنالیں یہ بھی دو عدد ہوں۔ عورت کے گہوارے کی چادر بڑی عورت کے لئے ساڑھے تین گز طول اور دو گز عرض کی کافی ہے۔ باقی سامان گھڑے دو عدد، لوٹا، تختۂ غسل (اگر گھر میں یہ برتن موجود ہوں تو کورے برتن خریدنے کی ضرورت نہیں، تختۂ غسل اکثر مساجد میں رہتا ہے) لوبان، روئی، گل خیرو (خطمی) کافور، تختے یا لکڑی یا کچی اینٹیں پٹاؤ کے لئے بقدر پیمائش۔

تنبیہ ۱: مرد کے کفنِ مسنون میں ایک گز عرض کا کپڑا اندازاً دس گیارہ گز لگتا ہے اور عورت کے لئے مع چادر گہوارہ ساڑھے اکیس گز، بچہ کا کفن اس کے مناسبِ حال لے لیا جائے۔ ۲: بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ کفنِ مسنون سے خارج ہیں ترکۂ میت سے ان کا خریدنا جائز نہیں وہ یہ ہیں:- جائے نماز، طول سوا گز، عرض چودہ گرہ۔ پٹکا، طول ڈیڑھ گز عرض چودہ گرہ، یہ مُردے کے قبر میں اتارنے کے لئے ہوتا ہے، بچھونا، طول اڑھائی گز عرض سوا گز، یہ چارپائی پر بچھانے کے لئے ہوتا ہے۔ دامنی طول دو گز عرض سوا گز بقدر استطاعت چار سے سات تک محتاجین کو دیتے ہیں جو محض عورت کے لئے مخصوص ہیں۔ چادر کلاں مرد کے جنازہ پر

طول تین گز عرض پونے دوگز جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے البتہ عورت کے لئے ضروری ہے مگر کفن مسنون سے خارج ہے اس لئے اس کا کفن کے ہمرنگ ہونا بھی ضروری نہیں پردہ کے لئے کوئی سا کپڑا ہو کافی ہے۔ اگر جائے نماز یا اوپر کی چادر وغیرہ کی ضرورت کبھی خیال میں آجائے تو گھر کے کپڑے کارآمد ہو سکتے ہیں ترکۂ میت سے نہ خریدیں یا کوئی عزیز اپنے مال سے خریدے۔ سامانِ کفن میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک وصاف ہو تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔ (جنازہ پر ڈالنے کی چادر، تختۂ غسل و چارپائی جنازہ وغیرہ قبر کھودنے کا دیگر سامان محلہ یا شہر و گاؤں والے مشترکہ سرمایہ سے مل کر بنا لیتے ہیں مسجد میں رکھتے ہیں اور ضرورت میں استعمال کرتے ہیں یہ اچھا طریقہ ہے جہاں نہیں ہے اس کا رواج ڈال لیں۔)

جنازہ اٹھا کر لے چلنے کا بیان

(۱) جنازہ کا اٹھانا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے اگر اٹھانے والے متعین ہوں یعنی ان کے علاوہ اور کوئی شخص وہاں نہ ہو تو اُن کو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر اور اٹھانے والے بھی وہاں موجود ہوں تو اب وہ اس فرضِ کفایہ کے ادا کرنے کے لئے متعین نہیں ہیں پس ان کو اجرتِ حمل لینا دینا جائز ہے ۔ اب اجرت دیکر جنازہ لیجانا جائز ہے مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے پر حدیث میں بیان ہوا وہ اجرت لینے والے کو نہ ملے گا کیونکہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آدمی جنازہ لے چلیں۔

(۲) جنازہ کو اٹھانا یعنی کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اس عبادت میں کوتاہی نہ کرے بلکہ سبقت کرے۔ سنت یہ ہے کہ چار مرد جنازہ اٹھاویں جس وقت تخت یا پلنگ یا مسہری وغیرہ پر جنازہ اٹھائیں تو اس کے چاروں پایوں کو پکڑیں یعنی ایک ایک پایہ ایک ایک شخص پکڑے اسی طرح سنت وارد ہوئی ہے۔

(۳) جنازہ اٹھانے میں جبکہ اٹھانے والے بہت ہوں اور باری باری اٹھاتے ہوں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت دوسرے کمالِ سنت۔ اصل سنت یہ ہے کہ خواہ کسی طرف سے شروع کرے اس کے چاروں پایوں کو باری باری پکڑے اس طرح کہ ہر جانب سے دس قدم چلے اور یہ سنت سب ادا کر سکتے ہیں اور کمالِ سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا اس کے سرہانے کے داہنے پایہ کو پکڑے اور اپنے داہنے کندھے پر اس کی پٹی کو اٹھائے اور دس قدم چلے پھر پائینتی کے داہنے پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرہانے کے بائیں پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے بائیں کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائینتی کے پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اس طرح کل چالیس قدم چلے اس طریقہ میں دائیں کو بائیں پر اور مقدم کو مؤخر پر سبقت دی گئی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر (غیر مکروہ) چیز میں دائیں کو مقدم کرنا پسند فرماتے تھے اور کسی چیز کے ساتھ شروع کرنا اس کے اول سے شروع کرنے سے ہوتا ہے اور جنازہ کا اگلا حصہ اس کا اول ہے اس لئے اس سے شروع کرنا اور دائیں طرف سے اختیار کرنا مستحب و کامل سنت ہوا۔ اور اس کے خلاف کرنے میں بعض سنتیں ترک ہوں گی اس لئے کمال حاصل نہیں ہوگا اور یہ کمالِ سنت ہر شخص سے ادا نہ ہوگی مگر جو بھی ادا کر سکے مستحب ہے۔ اٹھانے والے کی داہنی جانب وہی ہے جو

میت کی داہنی جانب ہے اور وہ جنازہ (میت کی چارپائی) کی بائیں جانب ہوگی اور میت کو اٹھانے والے کی بائیں جانب وہ ہے جو جنازہ کی داہنی جانب ہوگی یعنی اگر چارپائی کے آگے اس کی طرف پیٹھ کرکے کھڑا ہو تو اس کی دائیں جانب چارپائی کی دائیں جانب ہوگی اور بائیں طرف بائیں جانب ہوگی پس چارپائی کی بائیں جانب پہلے اٹھائے کیونکہ یہ میت اور حامل کی دائیں جانب ہے اور جب اُس کے مقدم اور مؤخر کو دس دس قدم اٹھا چکے تب چارپائی کی دائیں جانب اٹھائے کہ یہ میت و حامل کی بائیں جانب ہے اور پہلے اس کے مقدم کو پھر مؤخر کو دس دس قدم اٹھائے تاکہ آخر میں بائیں کے مؤخر پر چالیس قدم پورے ہو جائیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمائے گا۔

(۴) پلنگ کے آگے اور پیچھے ایک ایک لکڑی باندھ کر یا بغیر اس کے پٹی پکڑ کر دو شخص ایک سرہانے کی طرف سے ایک پائینتی کی طرف سے اٹھائے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ سنت چار آدمیوں کا اٹھانا ہے اور سنت طریقہ میں تکثیر جماعت اور زیادتِ اکرام اور حفاظت ہے۔ لیکن اگر ضرورت ہو مثلاً جگہ تنگ ہو یا اٹھانے والے کم ہوں یا اٹھانے والے بہت ہوں کہ ہر کوئی کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے چاروں سروں پر لکڑیاں بانس وغیرہ باندھ لی جائیں تاکہ بیک وقت زیادہ لوگ کندھا دے سکیں یا اس قسم کی اور کوئی ضرورت ہو تو دو آدمیوں کا اٹھانا یا چار سے زیادہ آدمیوں کا اٹھانے میں شامل ہو جانا یا پلنگ کو ہاتھ میں پکڑے رہنا وغیرہ جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ پلنگ کے پایہ کو پکڑ کر اٹھا دے اور پھر اس کی پٹی کو کندھے پر رکھے اگر شروع میں ہی پٹی کے نیچے کندھا یا گردن دے کر اٹھایا جیسے سامان اٹھاتے ہیں تو یہ مکروہ ہے۔ نصف کاندھے پر اور نصف گردن کی جڑ پر رکھنا مکروہ ہے اسباب کی طرح گردن پر یا پیٹھ پر لادنا بھی مکروہ ہے اور بلا عذر کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو مثلاً قبرستان بہت دور ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

(۵) دودھ پیتا بچہ یا وہ بچہ جس کا دودھ ابھی چھڑایا ہو یا اس سے کچھ زیادہ بڑا ہو اور وہ مر جائے تو اگر اس کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے اور لیجائے تو مضائقہ نہیں اور باری باری سے لوگ اس کو اپنے ہاتھوں پر لیتے رہیں۔ اور اگر سوار ہو کر اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو بھی مضائقہ نہیں اور اگر اس سے بڑا ہو تو چارپائی پر رکھ کر (بڑی میت کی طرح لے جائیں۔

(۶) میت (جنازہ) کو لے چلتے وقت مسنون یہ ہے کہ جلدی جلدی چلیں مگر دوڑیں نہیں اور مسنون طریقہ پر جلدی چلنے کی حد یہ ہے کہ میت کو چارپائی پر اضطراب نہ ہو یعنی اِدھر اُدھر حرکت نہ کرے اور جھٹکا نہ لگے۔ اور تیز جھٹکنے کے ساتھ چلنا جس میں میت مضطرب ہو مکروہ ہے کیونکہ اس میں میت کو اور ساتھ چلنے والوں کو تکلیف ہے (موت کے بعد سے

میت کے دفن تک تجہیز و تکفین وغیرہ ہر کام میں جلدی کرنا افضل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر وہ صالح ہے تو جلدی اس کو اچھی جگہ پہنچاؤ گے اور اگر بُرا ہے تو جلدی اپنی گردن سے برائی کو دور کرو گے)۔

(۷) جو لوگ میت کے ساتھ ہیں ان کو افضل و مستحب یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں کیونکہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: عن البراء بن عازب امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باتباع الجنازۃ صحیح البخاری (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے) پس جنازہ متبوع ہوا اور پیچھے چلنے والے تابع ہوئے اور اس میں امر استحباب کے لئے ہے اجماعًا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنازہ کو اپنے سامنے رکھو کہ اس میں موعظت و تذکرہ عبرت ہے۔ لیکن اگر جنازے کے پیچھے عورتیں ہوں تو پھر جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان کے ساتھ خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہو یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو اور عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نکلنا اور چلنا مکروہ تحریمی ہے اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے اور نوحہ کرنے والی اور چیخنے والی عورت کو سختی سے منع کیا جائے۔ اور نوحہ کرنے والی نہ مانے تو اس کے سبب سے جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جائے کیونکہ نوحہ بدعت ہے اور اتباعِ جنازہ سنت ہے پس غیر کی بدعت کی وجہ سے اس سنت کو نہ چھوڑا جائے تاکہ امورِ جنازہ کا انتظام و ادا کرنا ختم نہ ہو جائے پس اس کو یہ احتیاط کر لینی چاہئے کہ اگر نوحہ کرنیوالی عورت ساتھ ہو تو دل سے اس کو بُرا جانے اور جنازہ کے پیچھے نہ چلے آگے ہو جائے۔

(۸) جنازہ کے دائیں بائیں نہ چلیں کیونکہ اس میں مستحب یعنی پیچھے چلنے کا ترک لازم آتا ہے پس یہ خلافِ اولیٰ ہے لیکن اگر ایسا کرے تو مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے پیچھے پیچھے اطمینان سے چلیں اگر جنازہ دُور نکل گیا ہو تو تیز چل سکتے ہیں اور دوڑ بھی سکتے ہیں۔

(۹) تمام لوگوں کا جنازہ کے آگے چلنا اور جنازہ کا اکیلا سب کے پیچھے ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بعض لوگ جنازہ کے آگے چلیں تو جائز ہے اور اس میں بھی فضیلت ہے اور پیچھے چلنے میں زیادہ فضیلت ہے یعنی وہ افضل ہے لیکن اگر آگے چلنے والے لوگ جنازہ سے اتنے دور ہو جائیں کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے تو مکروہ ہے۔

(۱۰) جنازہ کے پیچھے سواری پر جانے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پیدل چلنا افضل ہے اور سوار ہو کر جنازہ کے آگے چلنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے گرد و غبار اڑ کر اس کے پیچھے والوں کو تکلیف ہوگی پس اگر یہ ضرر متحقق ہو تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے (پس اگر کسی عذر سے سواری پر جائے تو ساتھ نہ جائے بلکہ کچھ پیچھے ہٹ کر چلے)

(۱۱) جب جنازہ کو لے چلیں تو سرہانا آگے کریں۔

(۱۲) اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی مشہور نیک صالح شخص کا ہو تو اس کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے ورنہ نوافل کا پڑھنا افضل ہے۔

(۱۳) جو لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں ان کو خاموش رہنا چاہئے۔ موت اور قبر کے احوال و اہوال کو پیش نظر

رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں اور قراءتِ قرآن و ذکر وغیرہ میں آواز بلند کرنا ان کو مکروہ ہے بعض کے نزدیک یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیں تو دل میں ذکر کریں۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والے آدمی کا یہ کہنا استغفروا لہ غفر اللہ لکم (یعنی تم اس میت کے لئے دعائے مغفرت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے گا) علماء نے اس کو بھی مکروہ جانا ہے۔ (پس جب ذکر و تلاوت و دعا کے متعلق یہ حکم ہے تو جو گانے وغیرہ اس زمانے میں لوگوں نے شروع کردیئے ہیں ان کے بارے میں کیا گنجائش ہے۔ شامی)

(۱۴) جنازہ کے ساتھ انگیٹھی میں آگ اور شمع نہ ہو۔

(۱۵) جنازہ کے ساتھ اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا اور چیخنا اور گریبان یا کپڑے پھاڑنا مصیبت کا بیان کرنا مکروہ تحریمی و ممنوع ہے اور بغیر چیخے اور آواز بلند کئے رونے میں کچھ مضائقہ نہیں اور صبر افضل ہے۔

(۱۶) اگر کسی جگہ لوگ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو جنازہ کو دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے کہ یہ مکروہ ہے یہی مختار ہے اور جس حدیث میں کھڑا ہونا آیا ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں وارد ہے البتہ جو شخص ساتھ جانا چاہے وہ اٹھے اور ساتھ جائے۔ اسی طرح اگر جنازہ گاہ میں لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو بعضوں نے کہا کہ زمین پر جنازہ رکھ دینے سے پہلے اس کو دیکھ کر کھڑے نہ ہو جائیں یہی صحیح ہے۔

(۱۷) جو لوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں جنازہ کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے ان کو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر بیٹھنے کی ضرورت پیش آئے تو مضائقہ نہیں۔ اور جب قبر کے پاس زمین پر جنازہ رکھ دیا جائے تو اس وقت بعض کے نزدیک افضل یہ ہے کہ جب تک اس پر مٹی نہ ڈالیں تب تک نہ بیٹھیں لیکن بیٹھ جانے میں بھی مضائقہ نہیں اور بعض کے نزدیک جنازہ رکھ دینے کے بعد کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے یہی اولیٰ ہے کیونکہ حدیث شریف میں یہود کی مخالفت کے طور پر صحابہ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا پس اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ضرورت ہو تو بلا کراہت جائز ہے ——— (۱۸) جب جنازہ نماز کے لئے زمین پر اتاریں تو قبلہ کے عرض میں رکھیں (یعنی ہمارے ملک میں سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف ہوں۔ مؤلف)

(۱۹) جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو چاہئے کہ جب تک جنازہ پر نماز نہ پڑھ لیں تب تک واپس نہ ہوں اور نماز پڑھنے کے بعد اولیائے میت کی اجازت کے بغیر نہ لوٹیں اور دفن کے بعد بغیر اجازت لوٹنے کا اختیار ہے اب اجازت کی ضرورت نہیں۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم | نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے جیسا کہ مردہ کا نہلانا و تجہیز و تکفین اور دفن کرنا فرض کفایہ ہے اگر بعض مسلمان اس کو ادا کرلیں خواہ ایک شخص ہو یا جماعت اور خواہ مرد ہو یا عورت حتیٰ کہ ایک لونڈی کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے

بھی سب لوگ بری الذمہ ہوجائیں گے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو جس جس کو اس کے مرنے کی خبر تھی وہ سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ اور جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

شروطِ وجوبِ نمازِ جنازہ نمازِ جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی قادر ہونا بالغ ہونا، عاقل ہونا، مسلمان ہونا وغیرہ لیکن اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اُس شخص کی موت کا علم بھی ہو پس جس کو یہ خبر نہیں ہوگی وہ معذور ہے نمازِ جنازہ اس پر واجب نہیں۔

شروطِ صحتِ نمازِ جنازہ نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ شرطیں جو نماز پڑھنے والے سے تعلق رکھتی ہیں وہ سوائے وقت کے وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارتِ حقیقی (بدن وکپڑے وجگہ کا نجاستِ حقیقی سے پاک ہونا) وطہارتِ حکمی (بدن کا نجاستِ حکمی سے پاک ہونا یعنی بے وضو وبے غسل نہ ہونا)، سترِ عورت، استقبالِ قبلہ، نیت۔ وقت اس کے لئے شرط نہیں یعنی جب جنازہ تیار ہو وہی اس کا وقت ہے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے لیکن اوقاتِ مکروہہ میں ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اس لئے ان کے بعد ادا کرے۔ اور تکبیرِ تحریمہ بھی شرط نہیں بلکہ رکن ہے جیسا کہ شرائطِ نماز میں بیان ہوا۔ اور نماز نہ ملنے کے گمان سے اس کے لئے تیمم جائز ہے مثلاً نمازِ جنازہ ہو رہی ہو اور کوئی شخص بے وضو آئے یا کسی کا وضو جاتا رہے اور یہ گمان ہو کہ وضو کرنے میں نماز ختم ہوجائے گی تو تیمم کرکے شامل ہوجائے بخلاف اور نمازوں کے کہ اُن میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز نہیں ـــــ بعض لوگ جوتا پہنے ہوئے نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ جوتا اتار کر جوتے پر کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اُن کے لئے ضروری ہے کہ اگر جوتا پہن کر نماز پڑھیں تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں پاک ہوں پس اگر اس جوتے پر یا زمین پر بقدر مانعِ نماز نجاست لگی ہوئی ہوگی تو نماز نہ ہوگی اور اگر جوتا پیر سے نکال کر جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے خواہ اس کے نیچے کی زمین پاک ہو یا نہ ہو۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا میت سے تعلق ہے وہ چھ ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا جبکہ وہ زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا ہو اور اگرچہ وہ بطریقِ تبعیت مسلمان ہو مثلاً اگر ماں باپ کے ساتھ ہو ان میں سے کسی ایک کا مسلمان ہونا یا اگر بغیر ماں باپ کے اکیلا بچہ ہو تو دارالاسلام میں ہو اگرچہ کسی ذمی کافر کے قبضہ میں ہو یا مسلمان کے قبضہ میں ہو اگرچہ دارالحرب میں ہو جیسا کہ تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔ پس کافر اور مرتد کی نمازِ جنازہ صحیح نہیں مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اُس کی نماز صحیح ہے سوائے ان لوگوں کے جو بادشاہِ برحق سے بغاوت کریں اور مارے جائیں یا ڈاکہ زنی میں ورہزنی میں مارے جائیں یا رات کو شہر میں ہتھیار لگا کر لوٹ مار کریں اور مارے جائیں یا جو شخص لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارا کرتا ہو اور وہ مقابلہ میں مارا جائے یا جو شخص کسی کا مال چھینتا ہوا مارا جائے یا کسی کی ناحق پاسداری کرتا ہوا مارا جائے یا کسی نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا اور اس کی سزا میں مارا جائے یا مردہ بچہ پیدا ہو یعنی اکثر پیدائش سے پہلے مر جائے

یا ناتمام حمل گر جائے تو ان سب کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور مسنون طریق پر غسل و کفن نہ دیا جائے۔ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ان سب کی تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے اسمیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) طہارت یعنی میت کے بدن اور کفن اور جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اور میت کے بدن کا نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونا۔ بدن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے غسل دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو اس کے بعد اگر کفن پہنانے سے پہلے اس کے بدن سے نجاست نکلی تو اس کو دھو دیا جائے اور اس کی وجہ سے غسل و وضو کو نہ لوٹایا جائے جیسا کہ غسل میں بیان ہوا اور اگر بعد میں خارج ہوئی تو دھونے کی ضرورت نہیں اگرچہ اس کے سبب سے اُس میت کا بدن بالکل نجس ہو جائے کیونکہ اب اس کا کچھ مضائقہ نہیں بغرض دفعِ حرج معاف ہے اور نماز درست ہے۔ کفن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اگر بعد میں میت سے نجاست خارج ہو کر کفن نجس ہو گیا تو دفع حرج کے لئے معاف ہے اور کوئی نقصان نہیں اور نماز درست ہے۔ شروع میں پہنانے وقت کفن نجس کپڑے کا نہیں ہونا چاہئے ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ جگہ کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو تو پھر اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں جس جگہ وہ پلنگ یا تخت رکھا ہو ہر حال میں بالاتفاق نماز درست ہے۔ اگر پلنگ یا تخت جس پر میت ہے ناپاک ہو یا بغیر پلنگ یا تخت کے ناپاک زمین پر میت کو رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک طہارتِ مکان شرط ہے اس لئے نماز درست نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں اس لئے نماز صحیح ہو جائے گی ـــــ اگر کوئی میت نجاستِ حکمیہ سے پاک نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرایا گیا ہو تو اگر اس کی نماز پڑھی گئی تو درست نہیں ہے اسے غسل دے کر پھر پڑھیں اور یہ طہارتِ بدن و کفن اس وقت تک شرط ہے جب تک اس کا امکان ہے یعنی جبتک میت کو دفن کر کے مٹی نہ دی جائے پس اگر اس کو بلا غسل یا تیمم نماز پڑھ کر دفن کر دیا گیا اور ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی تو اس کو نکالا جائے اور غسل دیکر نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔ اسی طرح اگر غسل تو دیدیا لیکن بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا یا بلاغسل و نماز دفن کر دیا مگر ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی تب بھی اس کو نکالا جائے اور نماز پڑھ کر اور بلاغسل و نماز کی صورت میں دونوں ادا کر کے دفن کیا جائے اور اگر بغیر غسل و نماز یا بغیر نماز پڑھے یا بغیر غسل دیئے نماز پڑھ کر (یعنی جہالت کی وجہ سے یا بھول کر) دفن کر دیا ہو اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو جس کی وجہ سے بغیر قبر کھولے اس کو نکالنا ممکن نہیں ہے تو اب ان تینوں صورتوں میں اس کی نماز قبر پر پڑھی جائے اور غسل دینا بوجہ امکان نہ رہنے کے ساقط ہو گیا اور جو نماز پہلے بلاغسل پڑھی تھی وہ شمار میں نہیں رہی کیونکہ اس وقت طہارت کا امکان ہوتے ہوئے بلا طہارت پڑھی گئی اور اب طہارت (غسل) ناممکن ہونے کی وجہ سے قبر پر اس میت کی نماز بلا طہارت بطور استحسان جائز ہوگی

اسی کو ترجیح اور یہی اولیٰ ہے، اگرچہ بعض نے اس کی تصحیح کی ہے کہ جو شخص بلا غسل دفن کر دیا گیا ہو اور مٹی ڈال دی گئی ہو تو اس کی نماز جنازہ قبر پر نہ پڑھی جائے کیونکہ بلا غسل نماز جنازہ مشروع نہیں ہے۔ یہ قبر پر نماز پڑھنے کا حکم اسی وقت تک ہے جب تک اس کی لاش پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب گمان غالب ہو جائے کہ اب تو لاش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے اور لاش پھٹنے کی مدت ہر جگہ و وقت اور میت کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی گرمی و سردی و میت کے موٹا و پتلا ہونے وغیرہ کی وجہ سے مختلف ہے اس لئے اس کی تعیین کرنا درست نہیں یہی اصح ہے اگرچہ بعض نے تین دن اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔ گمان غالب کی قید سے معلوم ہوا کہ محض شک کا اعتبار نہیں لیکن امام محمدؒ سے روایت کی گئی ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ شک کی وجہ سے دو صورتیں مساوی پیدا ہو گئیں یعنی اگر مردہ کا پھٹنا صحیح ہے تو نماز درست نہیں اور اگر مردہ کا نہ پھٹنا صحیح ہو تو نماز درست و واجب ہے پس احتیاطاً مانع یعنی پھٹنے کو ترجیح دے کر نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا۔

(۳) ستر عورت یعنی میت کے بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہوا ہو۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس پر نمازِ جنازہ درست نہیں ہے۔

(۴) میت کا کل جسم یا اکثر حصۂ جسم نماز پڑھانے والے (امام) کے آگے قبلہ کی جانب ہونا۔ اگر میت نماز پڑھانے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔ اگر قبلہ کے جاننے میں غلطی ہوئی یعنی میت کو اپنے خیال سے قبلہ ہی کو رکھا تھا مگر وہ حقیقتاً قبلہ کو نہیں ہے تو اگر قبلہ نہ پہچاننے کی صورت میں تحری کرنے کا موقع ہو جس کی تفصیل نماز پنجگانہ کی شرطوں میں استقبال قبلہ میں درج ہے اور تحری کر کے جنازہ قبلہ کی جانب رکھا تھا تو نماز درست ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ اشتباہ قبلہ کے وقت تحری کرنا فرض ہے۔ اگر جنازہ اُلٹا رکھا یعنی امام کے داہنی طرف میت کا قدم ہو اور میت کا سر امام کے بائیں طرف ہو تو نماز ہو جائے گی مگر قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوں گے کیونکہ سنت متوارثہ کے خلاف عمل کیا۔ میت کا امام کے محاذی سامنے ہونا بھی شرط ہے پس اگر ایک میت ہے تو اس کا کوئی حصۂ بدن امام کے محاذی ہو اور اگر زیادہ ہوں تو کسی ایک میت کا کوئی حصۂ بدن امام کے محاذی ہونا کافی ہے سب کا محاذی ہونا شرط نہیں اور یہ شرط امام کے لئے ہے اس لئے کہ مقتدیوں کی صف اس سے نکل کر دور تک واقع ہوگی اسلئے سب مقتدیوں کی محاذات ناممکن ہے

(۵) میت کا وہاں موجود ہونا یعنی کل جسم یا اکثر حصۂ جسم اگرچہ بلا سر کے ہو یا نصف حصہ بمعہ سر کے موجود ہو اگر اس قدر میت وہاں موجود نہ ہو مثلاً صرف سر موجود ہو یا نصف حصۂ جسم بغیر سر کے ہو تو اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ پس غائب کی نمازِ جنازہ درست نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی اصحمہ بادشاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے سامنے سے جنازہ کے درمیان کے پردے اللہ تعالیٰ نے ہٹا دیئے اور اس کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا دوسرے

لوگ اس کو نہیں دیکھ رہے تھے تو آپ کا امام ہو کر اس کی نماز جنازہ حاضر میت پر ہوا اور صحابہ کا آپ کی اقتدا کرنا اگرچہ میت کو وہ نہ دیکھ رہے ہوں جائز ہوا اس میں کوئی مانع نہیں۔ اگر غیر موجود میت پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن صحابہ کرامؓ کی نماز جنازہ غائبانہ ضرور پڑھتے جو کثیر تعداد میں آپؐ سے دور فوت ہوئے اور دفن ہوئے حالانکہ باوجود آپؐ کے نماز جنازہ پر بہت حرص فرمانے کے اور باوجود حکم الٰہی کے کہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ اور آپؐ نے فرمایا کہ لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ فَاِنَّ صَلٰوتِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ لَّہٗ کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپؐ سے ثابت نہیں ہوا پس کسی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا درست نہیں ہے اور جن لوگوں نے حدیثِ نماز جنازہ بادشاہِ حبشہ نجاشی سے سند پکڑ کر اس کا رواج ڈالا ہے یہ غلط اور غیر مشروع ہے مزید تفصیل کتبِ فن میں ملاحظہ فرمادیں۔

(۶) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اُس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً زمین پر کیچڑ ہو جس کی وجہ سے میت کو زمین پر نہ رکھ سکیں تو گاڑی یا سواری یا ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے نماز جائز ہے۔ یہ مدرک کا حکم بیان ہوا یعنی شروع سے نماز پڑھتے وقت میت کا یا اس کی چارپائی کا زمین پر ہونا شرط ہے لیکن مسبوق کا حکم یہ ہے کہ اگر بعض تکبیروں میں وہ مسبوق ہوا تو وہ امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے اگرچہ جنازہ ہاتھوں پر اٹھالیا جائے قبل اس کے کہ کاندھوں پر رکھا جائے یعنی جب تک زمین سے قریب ہو، اس کی مزید تفصیل آگے مسبوق کے سلسلہ میں آئے گی ـــــ بعض نے ان چھ شرطوں کے علاوہ ساتویں شرط امام کا بالغ ہونا بیان کی ہے۔ پس نابالغ کے پیچھے نماز جنازہ درست نہیں ہے اور اس سے لوگوں کے ذمہ سے یہ فرضِ کفایہ ادا نہیں ہوگا کیونکہ وہ فرض ادا کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس لڑکے کی اپنی نماز باوجود صحیح ہونے کے فرض واقع نہیں ہوگی اور لوگوں کی اس لئے صحیح نہیں ہوئی کہ بلوغ امام جو شرطِ اقتدا ہے وہ مفقود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر لڑکا اکیلا کسی میت کی نماز جنازہ پڑھے تب بھی یہ فرض لوگوں کے ذمہ سے نہیں اترے گا بخلاف عورت کے کہ اگر کوئی عورت امام ہو کر یا اکیلی کسی جنازہ کی نماز پڑھے تو سب کے ذمہ سے فرض اتر جائیگا۔ (اور میت کے قبلہ کی جانب ہونے کو الگ شمار کیا جائے تو آٹھ شرطیں ہو جائیں گی)۔

فائدہ:۔ نماز جنازہ میں جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اکیلے شخص کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے بھی اس کی فرضیت سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی اگرچہ وہ اکیلی عورت ہو جو نماز پڑھے اور اگرچہ وہ عورت لونڈی ہو پس صحتِ نماز کی وہ شرطیں جو نمازی کے متعلق بیان ہوئیں ہر ایک مقتدی میں ان کا پایا جانا اس کی نماز کی صحت کے لئے شرط ہیں میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی فرضیت ادا کرنے کے لئے صرف امام میں ان شرطوں کا

پایا جانا ضروری ہے خواہ وہ امام عورت اور باندی ہی ہو بخلاف نابالغ کے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس لئے اگر امام نے بغیر طہارت نماز پڑھائی اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہوں تو پھر سے طہارت کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ بغیر طہارت نماز درست نہیں ہوتی اور وہ نماز جب امام کی صحیح نہ ہوئی تو کسی مقتدی کی بھی صحیح نہ ہوئی اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی امام طہارت کے ساتھ ہوں اور مقتدی بے وضو ہوں تو اب نماز کا اعادہ نہ کیا جائے کیونکہ امام کی نماز درست ہو گئی پس صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کی اگرچہ وہ باندی ہو تو اس عورت کی نماز درست ہو گئی اور مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوئی لیکن صرف عورت کی نماز درست ہونے سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا اسلئے اعادہ نہ کیا جائے۔

ارکانِ نمازِ جنازہ

نماز جنازہ میں دو رکن ہیں (۱) چار تکبیریں یعنی چار بار اللہ اکبر کہنا پس اس کی پہلی تکبیر جو نیت باندھنے کے بعد کہی ہے وہ بھی رکن ہے شرط نہیں ہے (بخلاف دیگر نمازوں کے کہ ان میں تکبیر تحریمہ شرط ہے رکن نہیں ہے) —— (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا۔ اگر بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی تو نہ ہوئی لیکن اگر عذر ہو جس کی وجہ سے اتر نہیں سکتا مثلاً کیچڑ یا بارش ہے تو سواری پر بھی جائز ہے اور اگر امام خواہ ولی ہو یا دوسرا شخص بیمار تھا اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو شیخین کے نزدیک نماز سب کی درست ہو گئی اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف امام کی درست ہو گی۔ اور فرض ادا ہونے کے لئے یہ کافی ہے اس لئے دوسرے لوگ اعادہ نہ کریں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنتِ مؤکدہ ہیں: (۱) پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا یعنی سبحانک اللھم الخ پڑھنا (۲) دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا —— (۳) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا۔ (بعضوں نے اس کو واجب کہا ہے اور بعض نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ دعا بمعنی نماز واجب ہے اور نماز کے اندر جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ سنت ہے) ان تینوں سنتوں میں ترتیب بھی سنت ہے۔

نمازِ جنازہ کا وقت

جب جنازہ حاضر ہو جائے وہی اس کی نماز کا وقت ہے لیکن اوقاتِ مکروہہ نماز (طلوع آفتاب و نصف النہار و غروب آفتاب) میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اسلئے ان وقتوں کو گذار کر ادا کرے[1]

مفسداتِ نمازِ جنازہ

جن چیزوں سے اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں ان سے نماز جنازہ بھی فاسد ہو جاتی ہے مگر عورت کے برابر کھڑا ہونے سے فاسد نہیں ہوتی۔

نمازِ جنازہ کا مفصل طریقہ

پہلے امام اور قوم کو چاہئے کہ نماز جنازہ پڑھنے کی نیت کریں اور یوں کہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں اور کعبہ کی طرف متوجہ ہوں اور مقتدی یوں بھی

[1] لیکن جو جنازہ عصر کے مکروہ وقت میں تیار ہوا ہو اس کی نماز جنازہ اسی وقت پڑھی جائے اور یہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ اوقاتِ نماز میں بیان ہوا (مؤلف)

کہ اس امام کے پیچھے ہوں۔ اگر امام اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ اس جنازہ کی نماز ادا کرتا ہوں تو صحیح ہے اور اگر مقتدی یوں کہے کہ اس امام کی اقتدا کرتا ہوں تو جائز ہے۔ (نیت کی مزید تفصیل پنجگانہ نماز کی شرطوں کے بیان میں درج ہے) پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ نیچے لے آئے اور ناف کے نیچے باندھ لے جیسا کہ اور نمازوں میں کرتا ہے امام تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ کہیں پھر سب ثنا آہستہ پڑھیں۔ اور ثنا وہی ہے جو اور نمازوں میں پڑھتے ہیں اس میں وَتَعَالٰی جَدُّكَ کے بعد وَجَلَّ ثَنَاءُكَ زیادہ کرنا بہتر ہے۔ پوری ثنا یہ ہے:۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ اللہ اکبر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں بہتر یہ ہے کہ وہی دونوں درود پڑھے جو نماز کے اخیر قعدہ میں پڑھے جاتے ہیں اور درود ابراہیمی کے نام سے موسوم ہیں پھر اسی طرح تیسری تکبیر کہیں اور اپنے اور میت اور تمام مومنین و مومنات کے لئے دعا کریں اور دعا میں سنت یہ ہے کہ اپنے نفس سے شروع کرے اس کے لئے کوئی دعا مقرر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان دعاؤں میں سے پڑھے جو ماثور یعنی احادیث میں وارد ہیں اور اگر ماثور دعائیں اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جونسی دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا ایسی ہو کہ امور آخرت سے متعلق ہو مثلاً یہ پڑھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلَهٗ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۵ بعض ماثور دعائیں یہ ہیں (۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ۵ اس دعا کا پڑھنا حدیثوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر عامۃ الامت کا عمل چلا آرہا ہے ـــــ (۲) حضرت عوف ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ ہ (مسلم) اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہے (اس دعا میں مذکر (مرد) کے لئے صیغے استعمال ہوئے ہیں اگر میت مونث ہو تو مونث کے صیغے استعمال کرے یعنی ضمیر (ہ) کی بجائے (ہا) استعمال کرے مثلاً اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَعَافِهَا وَاعْفُ عَنْهَا الخ) اور بھی دعائیں حدیثوں میں آئی ہیں۔ شوق ہو تو حدیث کی کتابوں سے یاد کرکے پڑھیں وقت کی گنجائش کے مطابق جتنی دعائیں جمع کرکے پڑھے اولیٰ ہے ورنہ جو چاہے پڑھے اور دعاؤں کے جمع کرنے میں جو مضمون بار بار آئیگا تو یہ مستحسن ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے اور امام اگر دیر تک یہ دعائیں پڑھے اور مقتدی کو یاد نہ ہوں تو پہلی دعا کے بعد آمین آمین کہتا رہے۔ اگر میت مجنون مرد یا نابالغ

لڑکے کی ہے تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا۔ اور اگر مجنون عورت یا نابالغ لڑکی ہو تو اس دعا میں مذکر کی ضمیر کو مؤنث کی ضمیر سے بدل دے یعنی یوں پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً

نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ و بے عقل کے لئے مغفرت طلب کرنے کی دعا نہ کی جائے یعنی وہ دعا جو بڑوں کے لئے اوپر درج ہوئی ہے نہ پڑھی جائے بلکہ اس کی بجائے صرف یہ دعا جو نابالغ کے لئے مذکور ہوئی ہے پڑھی جائے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے لئے گناہوں کی مغفرت چاہنا بے فائدہ ہے۔ اور یہاں مجنون و بے عقل سے مراد وہ مجنون ہے جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہوا کہ وہ کبھی مکلف ہی نہیں ہوا اور اگر جنون عارضی ہے یعنی بلوغ کے بعد طاری ہوا ہے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے جیسے اوروں کے لئے کی جاتی ہے کیونکہ جنون سے پہلے وہ مکلف تھا اور جنون سے پہلے کے بلوغ کے زمانے کے گناہ جنون سے ساقط نہیں ہوئے۔ اس کے بعد چوتھی تکبیر کہیں اور کوئی دعا نہ پڑھیں یہی ظاہر مذہب ہے اور صحیح ہے اگرچہ بعض نے کہا کہ یہ کہے: اللھم اٰتنا فی الدنیا حسنۃ الخ اور بعض نے کہا کہ یہ پڑھے ربنا لاتزغ قلوبنا الخ اور بعض نے کہا کہ اس کو سکوت اور دعا میں اختیار ہے بلکہ اس کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دیں جیسا کہ اور نمازوں میں پھیرتے ہیں اور دوسرے سلام کے بعد دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔ سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے اور دائیں طرف کے سلام میں دائیں طرف کے حاضرین کی اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے حاضرین کی نیت کرے یعنی اسی طرح ہے جیسا کہ اور نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے۔ یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میت کی بھی نیت کرے یہی صحیح ہے اگرچہ بعض نے کہا کہ میت کی نیت نہ کرے کیونکہ وہ سلام کا مخاطب نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ قبرستان میں السلام علیکم دار قوم مومنین کہنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے تو اس سے مردہ کا سلام کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ چاروں تکبیروں اور سلام کو امام جہر کے ساتھ کہے اور دوسرا سلام پہلے سلام سے آہستہ ہو اور باقی تمام دعائیں وغیرہ آہستہ پڑھے اور مقتدی سب کچھ آہستہ پڑھے اور امام اور مقتدی صرف پہلی مرتبہ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اٹھائیں پھر ہاتھ نہ اٹھائیں۔ نماز جنازہ میں نہ قراءت قرآن ہے اور نہ تشہد یعنی التحیات۔ پس قرآن کو قراءت یا تشہد کی نیت سے پڑھنا منع ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ دعا کا محل ہے قراءت کا نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اگر الحمد شریف یا کوئی اور دعا یا ثنا والی آیات دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے پس اگر پہلی تکبیر کے بعد پڑھے گا تو اگر قراءت کی نیت سے پڑھا جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور بلا ضرورت مذہب غیر کی رعایت سے یہ کراہت دور نہیں ہوگی اور اگر دعا یا ثنا کی نیت سے پڑھیگا تو بلا کراہت نماز جائز ہوگی کیونکہ یہ اس وقت ثناء کے قائم مقام ہو جائے گی اور یہ ثنا و تحمید کا مقام ہے۔

مسبوق و لاحق کی نمازِ جنازہ کا طریقہ

(۱) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے اور پہلی تکبیر کے وقت یہ حاضر نہیں تھا تو یہ اس کے ساتھ شامل نہ ہو بلکہ ٹھہرا رہے اور انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے تو وہ مسبوق جنازہ کے اٹھنے سے پہلے وہ تکبیر کہہ لے جو اس سے فوت ہو گئی ہے جیسے اور نمازوں میں مسبوق اپنی بقیہ رکعت کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتا ہے اگر اس شخص نے امام کے تکبیر کہنے تک انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی لیکن امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اس کا اعتبار نہیں بلکہ اب اس تکبیر سے شمار کرے اور اس پہلے کی فوت شدہ کو بعد فراغت امام ادا کرے۔ اور اسی طرح اگر دو یا تین تکبیریں امام کہہ چکا ہے تب یہ آیا تب بھی یہی حکم ہے کہ فوراً شامل نہ ہو بلکہ اب جس وقت امام تکبیر کہے تو یہ شامل ہو جائے اور یہ تکبیر اس آدمی کے حق میں تکبیر تحریمہ ہو گی اور فوت شدہ تکبیروں کو بعد فراغت امام ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو اور امام محمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض کے نزدیک یہ صحیح ہے اور اصح یہ ہے کہ داخل ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے برابر تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے کیونکہ وہ اس چوتھی تکبیر میں شروع سے شامل ہونے والے کی مانند ہے اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۳) اگر کوئی شخص امام کی پہلی تکبیر کے وقت وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت وغیرہ کی وجہ سے دیر ہوئی یا ابھی نیت کرتا ہی رہ گیا تو یہ شخص امام کے دوسری تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے بلکہ فوراً ہی یعنی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور یہ تکبیر شمار کی جائے گی اور وہ مدرک کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے مستعد تھا۔ لیکن اگر غفلت یا نیت وغیرہ میں ہی مشغول رہا کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی یا تیسری یا چوتھی تکبیر تک بھی وہ امام کے ساتھ شامل نہیں ہو سکا تو وہ جس وقت بھی ہو سکے فوراً امام کے ساتھ شامل ہو جائے امام کے اگلی تکبیر کہنے کا انتظار نہ کرے اور اس کی وہ تکبیر شمار کی جائیگی اور اس سے پہلے کی تکبیر فوت شدہ شمار ہو کر ان کو امام کے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے گا مثلاً کوئی شخص امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت موجود تھا لیکن کسی وجہ سے شامل ہونے میں دیر ہو گئی یہاں تک کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی اور یہ شخص امام کے تیسری تکبیر کہنے سے پہلے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو دوسری تکبیر شمار کی جائے گی اور پہلی تکبیر میں مسبوق ہو گا اور اس ایک تکبیر کو امام کے سلام کے بعد کہے گا۔ اسی طرح اگر چوتھی تکبیر تک بھی وہ شامل نہ ہوا تو بالاتفاق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ لے کیونکہ ان میں وہ مسبوق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں آنے والے کو مسبوق کہتے ہیں اور شروع سے جو موجود ہے وہ حاضر ہے اور وہ حاضر شخص مسبوق کی طرح امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد جب ہوسکے فوراً شامل ہو جائے۔ پس اگر امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے شامل ہو گیا تو وہ مدرک یعنی کل نماز امام کے ساتھ پانے والا ہے اور اگر اس کے بعد کسی تکبیر میں شامل ہوا تو اس تکبیر کا پانے والا ہے اور اس سے قبل کی تکبیروں میں مسبوق ہے۔ مسبوق یعنی بعد میں آنے والے شخص کا حکم اس سے کچھ مختلف ہے یعنی وہ فوراً شاملِ امام نہیں ہوگا بلکہ امام کی تکبیر کہنے تک انتظار کریگا اور اس کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہہ کر شامل ہوگا۔ اگر درمیان میں شامل ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوقانہ نماز امام کے پیچھے شروع نہیں ہوسکتی اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم (منقول عن الشامی)۔

(فائدہ) امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسبوق کا حکم بھی حاضر کی طرح ہے یعنی جس وقت آئے فوراً شامل ہوجائے اور امام کی اگلی تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے لیکن جس شخص کی بعض تکبیرات فوت ہوئی ہوں اس کے حق میں امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے یعنی وہ اگلی تکبیر کا انتظار کرے اگر فوراً شامل ہوگا تو وہ تکبیر شمار میں نہیں آئے گی اور جس کی چاروں تکبیریں فوت ہوجائیں لیکن امام نے ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کے لئے فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ شامل ہوجائے اور وہ چوتھی تکبیر کے شروع میں شامل ہونے والے کی طرح ہے یعنی یہ تکبیر شمار کی جائے گی اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیر مسبوقانہ ادا کرے گا۔ مؤلف۔

(۴) مسبوق کو اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں اگر یہ خوف ہے کہ دعائیں پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا کہ لوگ جنازہ کو کندھے پر اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعائیں چھوڑ دے۔ اور جب تک جنازہ کندھوں پر نہ رکھا جائے اس وقت تک تکبیریں نہ چھوڑے بلکہ پوری کرلے اس کے بعد بھی اگر کوئی تکبیر رہ جائے تو چھوڑ دے یہی ظاہر الروایت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب تک جنازہ ہاتھوں پر زمین سے قریب ہے تب تک کہے جب دور ہو جائے اگرچہ کندھوں پر نہیں رکھا گیا تو منقطع کردے۔

(۵) مسبوق اگر اپنے امام سے سن کر معلوم کرلے تو امام کے ساتھ اس کی دعا میں موافقت کرے یعنی اگر امام سے سن کر یہ معلوم ہوسکے کہ وہ کونسی تکبیر میں ہے تو اس کا مسنون ذکر پڑھے اور اگر کسی طرح یہ نہ معلوم ہوسکے کہ امام کی یہ کونسی تکبیر ہے دوسری ہے یا تیسری وغیرہ تو وہ بالترتیب اذکار ادا کرے یعنی پہلے ثنا پھر درود پھر دعا۔

(۶) لاحق یعنی جو شروع میں شامل ہوا مگر کسی وجہ سے درمیان کی بعض تکبیریں رہ گئیں مثلاً پہلی تکبیر امام کے ساتھ کہی مگر دوسری اور تیسری جاتی رہیں تو امام کی چوتھی تکبیر سے پہلے ان دونوں کو کہہ لے اور پھر چوتھی تکبیر امام کے ساتھ کہے۔

امام کی جگہ و مقتدیوں کی صفوں اور بہت سے جنازوں کی نماز کا بیان

(۱) امام کے لئے مستحب ہے کہ میت کے سینہ کے بالمقابل (سامنے) کھڑا ہو اور میت سے

دور نہ ہو خواہ میت مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ کیونکہ میت کی نماز میں امام کے کھڑا ہونے کی یہی بہتر جگہ ہے اس لئے کہ یہ دل کا مقام ہے جس میں نورِ ایمان ہے پس اس میں ایمان کی برکت سے شفاعت کی طرف اشارہ ہے اور اگر اس کے علاوہ میت کے جسم کے کسی اور حصہ کے مقابل کھڑا ہو گیا تب بھی جائز ہے۔ یہ حکم ایک میت کا ہے اور اگر چند جنازے ہوں تو کسی ایک کے سینہ کے مقابل اور قریب کھڑا ہو جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۲) بہتر و مستحب یہ ہے کہ مقتدی نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کیونکہ حدیث شریف میں ہے جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی اس کی مغفرت ہو جائیگی (حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ ثَلَاثَۃُ صُفُوْفٍ غُفِرَ لَہٗ رواہ ابوداؤد وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم) پس اگر مثلاً سات آدمی ہوں تو اُن میں سے ایک امام ہو جائے اور تین اس کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دو آدمی دوسری صف میں اور ایک تیسری صف میں کھڑا ہووے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک صف بنانا خلاف اولیٰ و مکروہ ہے اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ یا سات وغیرہ طاق صفیں بنانا مستحب ہے، مؤلف

(۳) نماز جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے کیونکہ اس میں تواضع و انکساری زیادہ پائی جاتی ہے جو مردہ کے لئے زیادہ شفاعت کا سبب ہو سکتی ہے بخلاف اور نمازوں کے ان میں پہلی صف کو باقی صفوں پر فضیلت ہے اور اسی ترتیب سے ہر آگے والی صف کو پیچھے والی صف پر فضیلت ہے حدیث شریف میں جو وارد ہے: خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُھَا وَشَرُّھَا اٰخِرُھَا (صحیح مسلم) یہ حدیث مطلق نماز کے لئے مخصوص ہے کیونکہ اوپر جو حدیث نماز جنازہ کی تین صفوں کے لئے بیان ہوئی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر نماز جنازہ میں پہلی صف افضل ہوتی تو ان کا ایک صف بنانا بھی افضل ہوتا اور اکیلے ایک آدمی کا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہوتا جیسا کہ اور نمازوں میں مکروہ ہے پس معلوم ہوا کہ اس میں فضیلت آخری صف کو ہے۔

(۴) اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو امام کو اختیار ہے خواہ ہر ایک کے واسطے جُدا جُدا نماز پڑھے یا سب کی اکٹھی ایک ہی نماز پڑھے اور اس میں سب کے لئے نیت کر لے۔ ہر ایک پر جُدا جُدا نماز پڑھنا سب پر ایک ساتھ پڑھنے سے بہتر و افضل ہے کیونکہ جمع کرنا یعنی سب کی اکٹھی نماز پڑھنا مختلف فیہ ہے اور ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے میں افضل یہ ہے کہ جو شخص سب سے افضل ہے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے پھر اس سے کم فضیلت والے کی پھر اس سے کم کی علیٰ ہذا القیاس، اور اگر جنازے مختلف جنس کے ہوں تو ان کی ترتیب آگے بیان ہوتی ہے۔ اور اگر سب جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھنا چاہے تو اُن جنازوں کے رکھنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں جائز ہیں جس کو چاہے اختیار کرے۔ اوّل یہ کہ ان کی ایک لمبی صف بنائی جائے اس طرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف اس کے متصل ہو اور یہ صف قبلہ کے عرض میں ہو جیسا کہ زندگی میں نماز کی صف ہوتی ہے اور سب کے سر قبلہ کی طرف منہ کرنے والوں کے دائیں طرف اور پاؤں بائیں طرف ہوں۔ اور امام اس میّت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جو اُن سب میں افضل ہے۔

دوم یہ ہے کہ سب جنازوں کو قبلہ کے عرض میں ایک دوسرے کے پہلو میں برابر برابر اس طرح رکھیں کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے اس کی شکل یہ ہے ۔ سوم ایک میت کو دوسری کے پہلو میں قبلہ کے عرض میں اس طرح رکھے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے برابر ہو اس طرح زینہ کی شکل پر ایک جنازہ دوسرے سے کچھ نیچے کی طرف ہو جائے گا اس کی شکل یہ ہے دوسری اور تیسری صورت دونوں حسن ہیں اور پہلی سے اولیٰ ہیں (اور دوسری تیسری سے اولیٰ ہونی چاہئے مؤلف) اور ان تینوں میں سے جس پر عمل کرلے بہتر ہے کیونکہ ہر صورت میں مقصود حاصل ہے۔ صورت دوم و سوم میں ان جنازوں کے رکھنے کی ترتیب یوں ہونی چاہئے کہ اگر وہ سب ایک جنس کے ہوں مثلاً سب بالغ مرد ہوں یا سب بالغ عورتیں ہوں وغیرہ تو اُن میں جو سب سے افضل ہے وہ پہلے یعنی امام کے قریب ہونا چاہئے اس کے بعد اس سے کم فضیلت والا پھر اس سے کم فضیلت والا علیٰ ہذا القیاس اور اگر فضیلت میں سب برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو اُسے امام کے قریب رکھیں اور اگر جنازے مختلف جنس کے ہوں یعنی مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں وغیرہ ہوں تو جس طرح زندگی میں نماز پڑھنے میں امام کے پیچھے اُن کی صفوں کی ترتیب ہوتی ہے اُسی طرح اب جنازوں کے رکھنے میں ان کی ترتیب ہوگی پس امام کے قریب بالغ مردوں کے جنازے ہوں پھر نابالغ لڑکوں کے پھر خنثیٰ پھر بالغ عورتیں پھر نابالغ لڑکیاں۔ اگر غلام اور آزاد جمع ہوں تو ہر حال میں آزاد کو مقدم کریں گے اگرچہ وہ آزاد بچہ یعنی نابالغ ہو اور غلام بالغ ہو، پس آزاد لڑکا غلام بالغ پر مقدم کیا جائے گا اور غلام کو عورت پر مقدم کیا جائے گا یہی مشہور مذہب ہے اور دفن کے وقت ان کی ترتیب اس کے برعکس ہوگی۔ پس اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں کئی مُردے دفن ہوں تو افضل شخص جانبِ قبلہ رکھا جائے گا پھر اس کے بعد اس سے کم درجہ والا علی الترتیب رکھا جائے گا جیسا کہ دفن کے بیان میں آئیگا۔

(۵) اگر امام ایک جنازہ کی تکبیر کہہ چکا پھر دوسرا جنازہ آگیا تو اُسی طرح نماز پڑھتا رہے اور اس سے فارغ ہو کر دوسرے جنازہ پر علیحدہ نماز پڑھائے۔ اگر دوسرا جنازہ رکھنے کے بعد امام نے دوسری تکبیر کہی اور اس تکبیر میں دونوں جنازوں پر نماز پڑھنے کی نیت کرلی تو یہ پہلے جنازہ کی تکبیر ہوگی دوسرے کی تکبیر نہ ہوگی (یعنی اس تکبیر پر دوسرے جنازہ کی نماز میں شمولیت درست نہیں ہے۔ مؤلف) اور اگر دوسری تکبیر میں صرف دوسرے جنازہ کی نماز کی نیت کی تو دوسرے جنازہ کی نیت ہوگی اور وہ پہلے جنازہ کی نماز سے نکل جائیگا (پس اب وہ اس دوسری تکبیر سمیت چار تکبیریں پوری کرکے دوسرے جنازہ کی نماز پوری کرے پہلی تکبیر جو پہلے جنازہ پر کہی تھی کالعدم ہوگئی۔ مؤلف) اور جب اس کی نماز سے فارغ ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھے۔

نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے

نماز جنازہ پڑھانے کا اول حق سلطان (بادشاہِ اسلام، خلیفہ) کو ہے اور اگر یہ نہ ہو تو اس کا نائب حقدار ہے پھر قاضی پھر امام محلہ پھر ولی پھر عورت کے لئے اس کا خاوند، پھر ہمسایہ پھر اجنبی آدمی حقدار ہے۔ ان سب کی تفصیل نیچے نمبروار درج ہے۔

(۱) سلطان یعنی بادشاہِ اسلام جس کو خلیفہ اور اولوالامر اور امام الاعظم یعنی سب سے بڑا امام بھی کہتے ہیں اگر جنازہ پر موجود ہو تو امامت کا حق اسی کو ہے کسی دوسرے کو نہیں اور اگر وہ حاضر نہ ہو بادشاہ کا نائب اولیٰ ہے اور اس سے مراد اس شہر کا حاکم ہے۔ اس کو شہر کا سب سے بڑا امام بھی کہتے ہیں اگر وہ حاضر نہ ہو تو قاضی اولیٰ ہے اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو صاحبِ شرط یعنی حاکمِ سیاست اولیٰ ہے پھر حاکمِ شہر کا خلیفہ پھر قاضی کا خلیفہ پھر حاکمِ سیاست کا خلیفہ اولیٰ ہے۔ بادشاہ یا اُس کے اِن نائبوں (حاکموں) میں سے کسی کی موجودگی میں دوسرے کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی امامت کا حق نہیں ہے اِن میں کسی ایک کا ترتیبِ مذکور کے مطابق مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اولوالامر کی تعظیم واجب ہے اور کسی دوسرے کو ان پر مقدم کرنے میں اولوالامر یا اس کے نائب کی تحقیر ہے لیکن اِن میں جو اولیٰ ہے اس کو اختیار ہے کہ کسی غیر کو نمازِ جنازہ پڑھانے کی اجازت دیدے اور اب اس شخص کو جس کو اجازت دی گئی ہے مقدم کرنا واجب ہے۔ اور ولی کو اس کے ہٹانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ کسی دوسرے کو اس پر مقدم کرنے میں بھی بادشاہ کی تحقیر ہے جیسا کہ خود بادشاہ پر مقدم کرنے میں تحقیر ہے۔

(۲) اگر بادشاہ یا اس کا قائم مقام حاکم جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی وہاں حاضر نہ ہو تو اگر محلہ کی مسجد کا امام ولیٔ میت سے بہتر ہو تو مستحب یہ ہے کہ امامِ محلہ زیادہ حقدار ہے اور اگر کوئی ولی اس سے بہتر ہو تو پھر ولی اولیٰ ہے امامِ محلہ کو اس لئے تقدیم ہے کہ میت اپنی زندگی میں بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی تھا لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی نہیں تھا اور اس کی ناراضگی کی وجہ صحیح ہو تو اب امامِ محلہ کو مقدم کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کی ناراضگی کسی صحیح وجہ سے نہیں تھی تب بھی امامِ محلہ ہی اولیٰ ہے۔ بعض فقہا نے امامِ جمعہ کو امامِ محلہ پر مقدم کیا ہے۔

(۳) اگر امامِ محلہ موجود نہ ہو تو مذکر ولیٔ میت یعنی آدمیوں میں جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ اولیٰ ہے۔ ولی کا مذکر اور بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عورت اور نابالغ اور دیوانہ ولی نہیں ہو سکتے۔ اصل میں میت کے غسل و تکفین کی طرح نمازِ جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار ولی ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اُس کا قریبی ہے لیکن بادشاہ کو اُس کے حقِ تعظیم کی وجہ سے اور اس لئے کہ اس کی تحقیر نہ ہو شریعِ شریف نے وجوباً مقدم کر دیا ہے اور امامِ محلہ کو اس کے حقِ امامت کی وجہ سے استحباباً مقدم کیا ہے۔ اولیائے میت میں مقدم ہونے کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں عصبات کی ترتیب ہے لیکن اگر میت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو نکاح کے برخلاف باپ بالاتفاق بیٹے پر مقدم ہے یہی اصح ہے کیونکہ میت کے باپ کو میت کے بیٹے پر فضیلت ہے اور وہ عمر میں بھی زیادہ ہے پس استحقاقِ امامت میں ترجیح دینے کے لئے ان دونوں باتوں کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ اور سب نمازوں میں ہوتا ہے لیکن اگر میت کا بیٹا عالم ہو اور میت کا باپ جاہل ہو تو اس صورت میں

بیٹا اولیٰ ہے اور اس بیٹے کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ میت کے باپ یا کسی اور افضل شخص کو مقدم کردے تاکہ باپ کی سبکی نہ ہو اور اس مقدم کردینے سے اس کا حقِ ولایت ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مرگیا اور اس کا باپ اور حقیقی دادا موجود ہے تو ولایت باپ کے لئے ہے لیکن تعظیماً وہ اپنے باپ یعنی میت کے دادا کو مقدم کردے

(۴) ذوی الارحام بھی حقِ ولایت میں داخل ہیں پس اگر کوئی عصبات میں سے نہ ہو تو پھر ذوی الارحام غیروں سے اولیٰ ہیں۔

(۵) آقا اپنے غلام کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اس غلام میت کے سب اقربا سے اولیٰ ہے یہی صحیح ہے کیونکہ اس کی ملک حکماً باقی ہے پس اگر کوئی غلام مرگیا اور اس کے باپ اور بیٹے میں نماز پر جھگڑا ہوا تو اگرچہ اس کا باپ اور بیٹا آزاد ہوں مالک اس کی نماز پڑھانے میں اولیٰ ہے اور معتق (آزاد شدہ) غلام کے آقا سے اس کا باپ یا بیٹا یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اولیٰ ہے۔ اگر مکاتب کا بیٹا یا غلام مرگیا تو نماز پڑھانے کا حق مکاتب کو ہے اگرچہ اس کا مولیٰ وہاں موجود ہو لیکن اس مکاتب کو چاہئے کہ احتراماً اپنے مولیٰ سے نماز پڑھوائے اور اگر مکاتب مرگیا اور اس نے اتنا مال چھوڑا ہی جو کہ بدلِ کتابت ہو جائے اور وہ مال وہاں موجود ہے اور ہلاکت و تلف کا خوف نہیں ہے یا اس کی کتابت ادا کردی گئی ہے تو اس کا بیٹا زیادہ حقدار ہے ورنہ اس کا مولیٰ زیادہ حقدار ہے۔

(۶) ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو امامت کا حق نہیں ہے لیکن ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ولی ابعد کو مقدم کردے اور یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اجنبی یعنی غیر ولی شخص کو مقدم کردے یا اجازت دیدے کیونکہ وہ اپنے حقِ امامت کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کا حقدار ہے اور ولیٔ ابعد کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر ولیٔ اقرب (سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار) موجود نہ ہو اور ولیٔ ابعد (دور کا رشتہ دار) موجود ہے تو اب یہی اولیٰ ہے یہی نماز پڑھائے اور لوگ ولیٔ اقرب کے آنے کی انتظار نہ کریں موجود نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دور ہو جس سے اس کی انتظار میں حرج ہو اور اس کے آنے تک اس کی نماز فوت ہو جائے۔ اگر قریب کا رشتہ دار حاضر نہ ہو مگر اپنے خط میں کسی غیر شخص کو مقدم کرنے کا حکم کرے تو دور کے رشتہ دار کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور اگر ولیٔ اقرب اسی شہر میں مریض ہو تو وہ تندرست کی مانند صاحبِ اختیار ہے جس کو چاہے مقدم کرے دُور کے رشتہ دار کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(۷) اگر دو یا زیادہ ولی درجہ اور قرب میں برابر ہوں مثلاً دو یا زیادہ حقیقی بیٹے یا حقیقی بھائی یا حقیقی چچا یا حقیقی چچا کے بیٹے وغیرہ ہوں تو جو عمر میں بڑا ہے وہ اولیٰ ہے اور اگر کم عمر والا افضل ہے تو پھر وہ اولیٰ ہے۔ ان برابر درجہ والوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے شریک کے سوا اور کسی کو مقدم کردے مگر اس کی اجازت سے مقدم کرنا جائز ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے جدا جدا شخص کو مقدم کیا تو جس کو بڑے نے مقدم کیا وہ اولیٰ ہے۔

اگر کسی میت کا چھوٹا بیٹا حقیقی ماں باپ دونوں کی طرف سے ہے اور بڑا بیٹا باپ کی طرف سے چھوٹے کا بھائی ہے تو چھوٹا اولیٰ ہے جیسا کہ میراث میں حکم ہے پس اگر چھوٹے نے کسی کو مقدم کر دیا تو بڑے کو اس کے منع کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مساوی درجہ کے نہیں ہیں بلکہ یہ چھوٹے کے مقابلہ میں ولی ابعد ہے۔ پس اگر یہ چھوٹا بیٹا (جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بیٹا ہے) غائب ہے اور کسی شخص کو مقدم کرنے کے لئے لکھے تو اس بڑے لڑکے یعنی اس کے صرف باپ کی طرف سے تعلق والے بھائی کو منع کرنے کا حق ہے۔

(۸) اگر میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھا دے یا فلاں شخص مجھے غسل دے تو وہ وصیت باطل ہے اس کا جاری کرنا لازمی نہیں ہے اور اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہیں رہے گا اسی پر فتویٰ ہے البتہ ولی کو اختیار ہے کہ خود نماز پڑھائے اور اس سے پڑھوائے۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جائے یا فلاں جگہ دفن کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے اس پر عمل کرنا لازمی نہیں ہے۔

(۹) خاوند ولی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ موت سے تعلق قطع ہو جاتا ہے مگر جب اس میت کا کوئی ولی نہ ہو تو خاوند اجنبی سے زیادہ حقدار ہے پس جب کوئی عورت مری اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے اس کا شوہر اولیٰ ہے اور اگر کوئی عورت مری اور اس کا شوہر زندہ ہے اور اسی شوہر سے بیٹا بالغ عاقل موجود ہے تو ولایت بیٹے کے لئے ہے شوہر کے لئے نہیں لیکن بیٹے کے لئے یہ مکروہ ہے کہ اپنے باپ پر مقدم ہو کیونکہ اس میں باپ کیلئے سُبکی ہے پس چاہئے کہ یہ لڑکا اپنے باپ کو مقدم کر دے اور اب یہ میت کا شوہر سب قرابت والوں سے زیادہ حقدار ہو گیا اور اگر وہ بیٹا اس شوہر سے نہیں تو اس کو مقدم ہونے میں مضائقہ و کراہت نہیں ہے اس لئے کہ وہ ولی ہے اور ماں کے شوہر کی تعظیم اس پر واجب نہیں ہے۔ اگر کسی عورت کا جنازہ ہے اور اس کا باپ اور بالغ عاقل بیٹا اور خاوند موجود ہے تو میت کا باپ اولیٰ ہے پھر بیٹا جبکہ اس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے ہو اور اگر اسی شوہر سے ہو تب بھی اولیٰ وہی ہے لیکن تعظیماً اپنے باپ کو مقدم کر دے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

(۱۰) میت پر صرف ایک بار نماز پڑھی جائے اسلئے کہ حقِ فرضیت اس سے ادا ہو جائے گا اور اس کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ نفل ہو گی اور جنازہ کی نماز بطورِ نفل مشروع نہیں ہے۔ لیکن اگر ولیٔ میت کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز جنازہ پڑھائی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہیں تھا اور ولی نے اس کو اجازت بھی نہیں دی تھی اور ولی نے اس کی متابعت بھی نہیں کی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اسلئے کہ اس کا حق باقی ہے اگرچہ میت پر نماز پڑھنے کا فرض اجنبی کے پڑھنے سے ادا ہو چکا ہے پس ولی کو اس کے حقِ ولایت کی وجہ سے اعادہ کی اجازت ہے نہ کہ اسقاطِ فرض کیلئے کیونکہ وہ تو پہلے ادا ہو چکا ہے پس اگر کوئی اعادہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر مردہ دفن ہو چکا ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ وہ قبر پر نماز پڑھ لے جب تک کہ لاش پھٹی نہ ہو جس کی تفصیل غسل کے بیان میں آچکی ہے۔ اور جب ولی اُس میت پر نماز کا اعادہ

کرے تو جو لوگ پہلی نماز میں شریک نہیں تھے وہ ولی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ دوبارہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی وہ نماز نفل ہوگی جو مشروع نہیں ہے۔ اور اگر اس غیر شخص نے ولی کی اجازت سے نماز پڑھائی یا ولی اس کے پیچھے ہے اور ولی نے اس کی متابعت کر کے نماز پڑھ لی اگرچہ وہ اس کی نماز پر راضی نہیں ہے تو یہ نماز جائز ہے اور اب ولی اعادہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر اس شخص نے نماز پڑھائی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق ہے یعنی سلطان یا اس کے نائب یا قاضی یا امام محلہ نے نماز پڑھائی تب بھی ولی کو اعادہ کا حق نہیں ہے کیونکہ ان کو ولی پر تقدم حاصل ہے۔ اگر میت پر کسی ولی نے اپنے حق کے مطابق یعنی جو اس سے مقدم تھا وہ نہیں آیا تب نماز پڑھائی تو اس کے بعد کسی کو دوبارہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ دوسرا بھی ولی ہی ہو اور اگر اسی مرتبہ کے اور ولی بھی ہوں تو ان کو بھی نماز کے اعادہ کا اختیار نہیں ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگی اور تکرارِ نمازِ جنازہ مشروع نہیں ہے حتیٰ کہ بادشاہ اسلام یا اس کا نائب وغیرہ جس کو حق تقدم حاصل ہے اور ولی کے نماز جنازہ پڑھاتے وقت وہاں موجود نہیں ہے اور بعد میں آجائے تو اسکو بھی اعادہ نماز کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر سلطان یا اس کے نائب وغیرہ جس کو ولی پر تقدم حاصل ہے کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر ولی نے نماز پڑھائی اور وہ اس نماز میں شریک نہیں ہوا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کو اعادہ نماز کا اختیار نہیں ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا کوئی اور ہو کیونکہ اصل میں اول حق ولایت ولی کیلئے ہے بادشاہ اور اس کے نائب وغیرہ کو ان کی تعظیم کی وجہ سے اولویت حاصل ہے نہ کہ حق کی وجہ سے اور ان کا مقدم ہونا عارض کی وجہ سے ہے پس جب صاحبِ حق یعنی ولی نے نماز پڑھ لی اور ان کی عزت و تعظیم کی رعایت نہیں کی تو اس سے ان کے لئے اعادہ کا حق لازم نہیں آتا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو اعادہ نماز کا اختیار ہے کیونکہ جب ولی کو اعادہ نماز کا اختیار ہے جبکہ ایسے شخص نے نماز پڑھائی جس کو حق تقدم حاصل نہیں تھا تو سلطان اور اس کا نائب جو اس سے مقدم اور اعلیٰ ہے زیادہ حقدار ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز کا اعادہ کر لے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نماز جنازہ کے دیگر متفرق مسائل

(۱) اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے کیونکہ پانچویں تکبیر منسوخ ہے بلکہ مقتدی چپ کھڑا رہے اور جب امام سلام پھیرے تو یہ اس کے ساتھ سلام پھیر دے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خود امام سے تکبیریں سنے اور اگر امام کے پیچھے تکبیر کہنے والے سے سنے تو سب تکبیروں میں اس کی متابعت کرے کیونکہ ممکن ہے تکبیر کہنے والے سے غلطی ہوئی ہو اور ایک قول کے بموجب چار تکبیر کے بعد ہر تکبیر پر شروع نماز کی نیت کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر واقع نہ ہو (اسی طرح نماز عید میں حکم ہے کہ امام سے سنے تو چھ تکبیروں سے زیادہ نہ کہے اور مکبّر سے جسقدر سنے سب کہے)

(۲) ایسی مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو یعنی جامع مسجد و مسجدِ محلہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یہی ارجح ہے اگرچہ بعض نے مکروہ تنزیہی کہا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اگر میت مسجد کے اندر ہو خواہ میت تنہا اندر ہو اور سب نمازی

باہر ہوں یا بعض نمازی یا کل نمازی میت کے ساتھ اندر ہوں تو اس صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے اور اگر میت مسجد سے باہر ہو اور نمازی کل یا بعض مسجد کے اندر ہوں تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً ہر صورت میں مکروہ ہے خواہ میت اور امام و قوم مسجد میں ہوں اور خواہ میت مسجد سے خارج ہو اور امام و قوم مسجد میں ہوں یا امام مع بعض قوم کے مسجد سے خارج ہو اور باقی قوم مسجد میں ہو یا میت مسجد میں ہو اور امام اور قوم خارجِ مسجد ہوں۔ بارش وغیرہ کے عذر سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر ولی یا وہ شخص جس کو حقِ تقدم حاصل ہے مسجد کے اندر اعتکاف میں ہو تو اس کے لئے بھی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے اور اب اس کی تبعیت کی وجہ سے جو لوگ اس کے ساتھ نماز جنازہ پڑھیں ان کیلئے بھی کراہت نہیں رہی کیونکہ جب معتکف ولی کے عذر کی وجہ سے کراہت دور ہوگئی تو سب کے حق میں ہی دور ہوگئی۔ جیسا کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے اسی طرح جنازہ کا مسجد میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۳) عام راستہ میں اور غیر لوگوں کی زمین میں (جبکہ مالک زمین منع کرتا ہو) نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ جو مسجد جنازہ کی نماز کیلئے بنائی جائے اس میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے عیدگاہ میں اور مکانوں میں اور گھروں میں نماز جنازہ پڑھنا برابر ہے۔ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ قبریں سامنے ہوں کیونکہ جب نماز جنازہ میں میت خود سامنے موجود ہوتی ہے تو پھر کسی دوسری میت کے قبریں سامنے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض حالات میں خود قبر پر نماز پڑھنا بھی مشروع ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ——— (۴) اگر امام کو جنازہ کی نماز میں حدث ہوا (یعنی بے وضو ہو گیا) اور کسی غیر کو آگے بڑھا دیا اور خلیفہ کر دیا تو جائز ہے یہی صحیح ہے ——— (۵) اگر مغرب کی نماز کے وقت جنازہ حاضر ہوا تو جنازہ کی نماز مغرب کی سنتیں پر مقدم کریں گے اسی طرح ظہر و جمعہ و عشا کی فرضوں کے بعد کی سنتوں پر نماز جنازہ کو مقدم کرنا چاہئے۔

قبر اور دفن اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا بیان

(۱) میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے بالاجماع اور یہ اسوقت ہے جبکہ دفن کرنا ممکن ہو لیکن اگر ممکن نہ ہو جیسا کہ کوئی سمندری جہاز یا کشتی میں مرجائے اور کنارہ یا خشکی قریب نہ ہو تو دفن کرنا فرض نہیں ہے بلکہ غسل و کفن و نماز جنازہ کے بعد کچھ بوجھ باندھ کر دریا یا سمندر میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں۔

(۲) قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک لحد اور وہ یہ ہے کہ قبر پوری کھودی جائے جس کی تفصیل آگے آتی ہے پھر اس کے اندر قبلہ کی طرف ایک گڑھا قبر کی لمبائی کے برابر کھودا جائے جو کہ میت کے رکھنے کی جگہ ہے اور اس کو ایک چھت والے کمرہ کی طرح بنایا جائے اور اسمیں میت کو رکھ دیا جائے اور یہ قبرِ لحد سنت ہے اور اس کو اردو میں بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی قبر شق کہلاتی ہے اس کو صندوقی قبر کہتے ہیں اور یہ اس طرح ہے کہ پوری قبر کھودنے کے بعد اس کے درمیان میں نہر کی مانند ایک گڑھا میت کے رکھنے کیلئے کھودا جائے اور اس کے دونوں طرف کچی اینٹیں یا اور کچھ لگا دیں اور اس میں میت رکھی جائے اور اس پر کچی اینٹوں وغیرہ کی چھت بنا دی جائے جہاں زمین سخت ہو وہاں بھی قبر شق بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن قبر لحد بنانا سنت ہے اور جہاں زمین نرم ہو اور قبر لحد بنانا ممکن نہ ہو تو پھر قبر شق بنانا ہی متعین ہو جائے گا اور اگر

قبرِ لحد بنا ناممکن تو ہو لیکن زیادہ پختہ نہ ہو بلکہ اس کے میت پر گرنے کا اندیشہ ہو تو اختیار ہے خواہ قبر شق بنائے یا قبر لحد بنا کر میت کو تابوت یعنی صندوق میں رکھ کر لحد میں دفن کر دیں کیونکہ قبر کے بیٹھ جانے اور میت پر گر پڑنے کا جو اندیشہ تھا وہ تابوت کی وجہ سے دور ہو گیا۔ اور اگر زمین گیلی ہو اور اس میں میت کے جلدی بھیگ جانے کا امکان ہے تب قبرِ شق میں بھی تابوت کے اندر میت کو رکھ کر دفن کرنے کی ضرورت ہے پس ہمارے شہروں میں زمین کی نرمی کی وجہ سے صندوق میں میت کو رکھنا جائز ہے خواہ وہ تابوت لکڑی کا ہو یا پتھر یا لوہے وغیرہ کا ہو ضرورت کے وقت یعنی جبکہ زمین نرم ہو یا قبر شق کی چھت نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور بلا ضرورت تابوت (صندوق) کا استعمال مکروہ ہے۔ جب لکڑی یا لوہے وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور اوپر کی جانب (یعنی ڈھکنے کے اندر کی جانب) جو میت سے ملی ہوئی ہے اس پر بھی مٹی کا گارا کر کے لیپ دیں اور ہلکی کچی اینٹیں میت کے داہنی اور بائیں طرف رکھ دیں تاکہ وہ لحد کے مانند ہو جائے جب ضرورت کی وجہ سے تابوت استعمال کیا جائے تو اس کے مصارف اس مال میں سے لئے جائیں جو میت نے چھوڑا ہے۔

(۳) قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہونی چاہئے اور چوڑائی آدھے قد کی برابر چاہئے، گہرائی کم سے کم آدمی کے نصف قد کی برابر ہونی چاہئے یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اگر گہرائی بھی پورے قد کی برابر ہو تو یہ بہتر ہے اور یہ اعلیٰ درجہ ہے اور درمیانہ درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ بدبو اور درندہ کے اکھاڑنے کی مانع ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لحد یا صندوق اتنا ہو یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔

(۴) پکی اینٹیں لحد میں لگانا اگر میت سے متصل ہوں تو مکروہ ہے کیونکہ یہ زینت کے لئے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ یہ آگ سے پکتی ہیں پس ان کا میت سے لگانا مکروہ ہوا پس ان کے دور رکھنے میں تفاول ہے کہ اللہ پاک مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔

(۵) میت کو قبر میں اتارنے کے لئے جو آدمی قبر کے اندر داخل ہوں وہ خواہ طاق ہوں یا جفت برابر ہے یعنی دو ہوں یا تین یا زیادہ جتنے مناسب ہوں کوئی مضائقہ نہیں اور کوئی تعداد مخصوص نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ وہ لوگ قوی یعنی اعتقاد میں پکے مسلمان اور امین اور صالح ہوں کہ کوئی نامناسب بات دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ عورت کو قبر میں داخل کرنے کیلئے رشتہ دار محرم اوروں سے اولیٰ ہے وہ نہ ہو تو رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولیٰ ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اگر اجنبی لوگ اس کو قبر میں رکھیں تو مضائقہ نہیں۔ میت کو اتارنے کیلئے کوئی عورت قبر میں داخل نہ ہو۔

(۶) مستحب یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا جائے اور یہ اس طرح ہو گا کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی طرف رکھا جائے اور پھر اس میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیں تو اس کو اتارنے کیلئے لینے والے قبلہ رخ ہوں گے پائنتی کی طرف رکھ کر سر کی جانب سے داخل کرنا خلافِ سنت ہے اسلئے ایسا نہ کریں (امام احمدؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جنازہ قبر کے آخر قبلہ کے بائیں طرف یعنی پائنتی کے نزدیک قبر کے طول میں رکھے پس میت کی چارپائی کا سرہانہ قبر کی پائنتی کی طرف ہو گا پھر چند آدمی مل کر میت کو اٹھائیں اور سر کی طرف سے آہستہ آہستہ قبر میں داخل کرتے جائیں یہاں تک کہ سر اپنی جگہ پر پہنچ جائے

اور پاؤں اپنی جگہ آجائیں اور پوری میت لحد میں داخل ہو جائے۔ قبر میں میت کو داخل کرنے کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں احناف کے نزدیک ترجیح قبلہ رخ رکھنے کو ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صحیح طور پر اسی طرح ثابت ہے اور دوسری صورتیں عذر یعنی تنگی جگہ کی وجہ سے ہیں پس اگر قبلہ رخ جگہ تنگ ہو تو پائنتی کی طرف سے داخل کرنے کا طریقہ متعین ہو جائے گا اور اگر پائنتی کی طرف بھی جگہ میں گنجائش نہ ہو تو قبر کے سرہانے کی طرف جنازہ کا رکھنا اور میت کو پاؤں کی طرف سے داخل کرنا متعین ہوگا یہاں تک کہ پاؤں اپنی جگہ پہنچ جائیں اور سر اندر اپنی جگہ پر داخل ہو جائے۔ اور مستحب ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے والا یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰہِ کے بعد وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بھی آیا ہے اور بعض روایت میں وَبِاللّٰہِ کا لفظ آیا ہے اور ایک روایت میں عَلٰی مِلَّۃِ کی بجائے عَلٰی سُنَّۃِ آیا ہے) سنت یہ ہے کہ میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جائے اور اس میت کی پیٹھ کی طرف مٹی یا اس کے ڈھیلے سے تکیہ لگا دیں تاکہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے پشت کی جانب لوٹ نہ جائے۔ چت لٹانے اور صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے کا جو عام رواج ہو گیا ہے وہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور اس طرح صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے سے تھوڑی دیر کے بعد منہ قبلہ سے پھر کر سیدھا ہو جائے گا پس اس سے پرہیز کرنا اور سنت طریقہ کو رائج کرنا ضروری ہے کیونکہ حدیثوں میں میت کو چت لٹانے کی ممانعت وارد ہے۔ اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے اور اینٹیں لگانے کے بعد مٹی ڈالنے سے پہلے یاد آیا تو اُن کو ہٹا کر قبلہ رو کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو اس کیلئے قبر نہ ادھیڑی جائے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت ہے اور قبر ادھیڑنا حرام ہے اور سنت کی ادائیگی کیلئے حرام کا مرتکب ہونا جائز نہیں اسی طرح اگر میت کو بائیں کروٹ پر یا چت رکھا یا جدھر سرہانہ ہونا چاہیے اُدھر پاؤں کر دیئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا تو ٹھیک کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو اس کیلئے قبر نہ ادھیڑی جائے۔ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں (بندشیں) کھول دی جائیں کیونکہ اب کفن کھلنے کا خوف جس کی وجہ سے گرہیں لگائی گئی تھیں جاتا رہا اور اگر گرہیں نہ کھولی جائیں تو حرج نہیں گرہ کھولنے والا یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

(۷) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور اینٹوں کے درمیان جو جھری رہ گئی ہو اُسے ڈھیلے یا کچی اینٹ کے ٹکڑوں یا نرکل سے بند کر دیں تاکہ اُن جھریوں سے میت پر مٹی نہ گرے لحد کو بند کرنے میں نرکل (بانس) کا استعمال بھی کچی اینٹ کی طرح مستحب ہے۔ پکی اینٹیں اور لکڑی کے تختے نہ بچھائے جائیں کیونکہ اینٹیں آگ میں پکتی ہیں پس ان کا میت کے اوپر رکھنا تفاولاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اس کی قبر کے پاس آگ جلانا یا لیجانا تفاولاً مکروہ تحریمی ہے نیز پکی اینٹیں اور لکڑی زینت کیلئے استعمال ہوتی ہیں اور میت کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ میت کے یہ اردگرد ہوں اور اگر اس کے اوپر ہوں تو مکروہ نہیں کیونکہ اس سے درندہ جانور سے حفاظت ہے اور اگر زمین نرم اور کمزور ہو تو پکی اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے اس کی لحد کا بند کرنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ایسی زمین میں تابوت (صندوق) کا استعمال مکروہ نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے لیکر لحد کے بند کرنے تک کسی کپڑے وغیرہ سے قبر پر پردہ کئے رہیں اور یہی حکم خنثیٰ کیلئے بھی ہے، یہ حکم بعض کے نزدیک استحباب کیلئے ہے اور بعض کے نزدیک وجوب کیلئے ہے اس میں اس طرح موافقت ہو سکتی ہے کہ جب اُس میت مؤنث یا خنثیٰ کے بدن سے کوئی حصہ ظاہر ہونے کا ظن غالب ہو تو یہ پردہ کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے۔ مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت کپڑے وغیرہ سے نہ چھپائیں البتہ بارش و برف و گرمی و سردی وغیرہ عذر کی وجہ سے چھپانا جائز ہے۔

(۸) اینٹوں یا تختوں سے لحد کو بند کرنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جائے اسمیں مضائقہ نہیں کہ مٹی ہاتھوں سے ڈالیں یا اور جس طرح ممکن ہو ڈالیں۔ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے اور زیادہ بڑھانا مکروہ ہے پس اگر معمولی زیادتی کی ہے کہ جس سے قبر ایک بالشت یا معمولی زیادہ اونچی ہوئی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور بہت زیادہ مکروہ تحریمی ہے اور اس کو ڈھا دینا اور سنت کے مطابق کر دینا سنت ہے۔ جو لوگ میت کے دفن میں حاضر ہیں ان کے واسطے مستحب ہے کہ وہ سب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین تین لپ مٹی قبر میں ڈالیں اور میت کے سر کی طرف سے ڈالیں پہلی لپ ڈالتے وقت مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ پڑھیں، دوسری مرتبہ میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری مرتبہ میں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھیں۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ پہلی مرتبہ میں اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ دوسری مرتبہ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ اَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوْحِهٖ تیسری مرتبہ اَللّٰهُمَّ زَوِّجْهُ بِحُوْرِ الْعِيْنِ پڑھے اور میت عورت ہو تو اس روایت کے مطابق تیسری بار یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهَ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ۔ باقی مٹی پھاوڑے یا کھرپے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر پر ڈال دیں۔ ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے اُسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اختیار ہے۔ مستحب ہے کہ قبر کو اونٹ کی کوہان کی صورت پر ڈھلواں ایک بالشت یا اس سے معمولی اونچی بنائی جائے اور مسطح (چورس۔ چوکھونٹی) نہ بنائی جائے یعنی مٹی کو پھیلا کر چبوترہ کی شکل نہ بنائی جائے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اسی لئے بعض کے نزدیک یہ حکم وجوب کے طور پر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ استحباب کیلئے ہے (امام شافعیؒ کے نزدیک مسطح (چورس) افضل ہے لیکن احناف کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ ہے اور وہ حدیثیں جن سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے احناف کے نزدیک اپنے ظاہری معنیٰ سے پھیری گئی ہیں کیونکہ دوسری صحیح احادیث میں اونٹ کے کوہان کی طرح ہونا وارد ہے)۔ قبر پر پانی چھڑک دینے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر و مستحب ہے اور حدیثوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ پانی چھڑکنا سر کی طرف سے شروع کرے اور پائینتی تک چھڑکے اتنا چھڑکے جس سے مٹی جم جائے زیادہ چھڑکنا جس سے گارا ہو جائے مکروہ ہے۔ دفن کرتے وقت بعض جگہ درخت بیری کی لکڑی ضرور رکھتے ہیں یہ بے اصل ہے اور اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے بیری کی خصوصیت میں روافض کے ساتھ مشابہت بھی ہے اس لئے اس کو ترک کرنا چاہئے۔

(۹) قبر کو گچ نہ کیا جائے یعنی چونے سے نہ لیپا جائے کیونکہ اس میں ایک طرح کی زینت اور تکلف ہے اور بلا ضرورت ہے اور مٹی سے قبر کو لیپنا بعض کے نزدیک مکروہ ہے لیکن مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے پس جب قبر خراب ہو جائے تو اس کو مٹی سے لیس دینے میں مضائقہ نہیں یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قبر پر کوئی عمارت بنانا اگر زینت کے لئے ہو تو حرام ہے اور اگر مضبوطی کیلئے ہو تو اگر بعد دفن کے ہو تو مکروہ ہے لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں۔ بعض جگہ یہ رواج ہے کہ کچی اینٹوں سے قبر کی کوہان بناتے ہیں تاکہ قبر اکھڑنے سے محفوظ رہے اور اس کو مستحسن جانا ہے پس حدیث مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ کے مطابق مستحسن ہے۔ بعض کے نزدیک علماء و مشائخ و سادات

کی قبروں پر قبہ یا مکان وغیرہ بنانے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ احادیث میں قبروں پر مطلقاً عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ وغیرہم سے یہی روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے - قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہے اور جو فعل سنت سے ثابت نہیں ہوا ہے اس کو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے اور سنت سے قبر کی زیارت کرنا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر کچھ قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنے اور دعا کرنے کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آگے زیارتِ قبور کے بیان میں آتا ہے - اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں یعنی کتبہ وغیرہ لگا سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ جس سے بے ادبی ہو باوجود ضرورت کے نہ لکھنا ہی بہتر ہے اور بلا ضرورت لکھنا مکروہ ہے قرآن کی آیات و دیگر کلماتِ واجب التعظیم کا لکھنا ہر حال میں مکروہ ہے اس لئے کہ بوسیدہ ہو کر وہ کلمات جھڑ جائیں گے اور پامالی ہوں گے -

(۱۰) قبر پر بیٹھنا، اس پر یا اس کے نزدیک سونا، اس کو پھلانگنا، اس کے اوپر یا نزدیک بول براز یا جماع کرنا، اس کے اوپر سے چلنا اور اس کے اوپر یا اس کی طرف نماز پڑھنا یا قبر پر غلاف وغیرہ کوئی چادر یا کپڑا ڈالنا مکروہ ہے - اگر قبرستان میں کوئی راستہ پایا جائے اور اس کو گمان ہو کہ یہ راستہ لوگوں نے بعد میں قبروں کے اوپر سے بنایا ہے تو اس راستہ سے نہ جائے اور اگر یہ بات اس کے دل میں واقع نہ ہو تو اس راستہ سے گذرنے میں مضائقہ نہیں - جوتے پہن کر قبرستان میں سے گذرنا بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہنے ہوئے دیکھا فرمایا جوتے اتار دے نہ تو قبر والے کو ایذا دے نہ وہ تجھے - اگر راستہ پرانا ہو تو اس پر سے جوتوں سمیت ہو یا ننگے پاؤں گذرنے میں مضائقہ نہیں اور یہ مکروہ نہیں - اسی طرح دوسری قبروں کو روند کر اپنے عزیز کی قبر کے قریب پہنچنا بھی مکروہ ہے بلکہ صرف ایسی جگہ تک پہنچ کر فاتحہ پڑھ لے جس سے دوسری قبروں کو روندنا نہ پڑے اور روند کر آگے جانا ترک کرے -

(۱۱) رات کو دفن کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن دن میں دفن کرنا مستحب ہے اور یہ کام دن میں آسانی سے ہو گا -

(۱۲) اگر کوئی شخص اپنے لئے قبر کھود رکھے تو مضائقہ نہیں بلکہ اجر پائیگا اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ - پس کسی کو کیا معلوم کہ کہاں موت آئے گی، بخلاف کفن کے کہ اس کے تیار کر رکھنے میں حرج نہیں کیونکہ اس کی طرف اکثر حاجت متحقق ہوتی ہے پہلے سے قبر کھود کر رکھنے کیلئے بھی پہلا قول یعنی مکروہ نہ ہونا صحیح ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہے اگر خود وہاں نہ مرے گا تو کسی دوسرے کے کام آجائیگی پس یہ نص کے خلاف نہیں ہے - اگر کسی شخص نے اپنے لئے قبر کھود رکھی اور لوگوں نے اسمیں دوسری میت دفن کرنے کا ارادہ کیا تو اگر قبرستان وسیع ہے تو ان کیلئے مکروہ ہے اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن پہلے شخص نے جو خرچ کیا ہے وہ دینا پڑیگا میت کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل و بہتر ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں -

(۱۳) مستحب ہے کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھیں جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہو سکے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہو گا اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت (گھبراہٹ) نہیں ہو گی اور اتنی دیر تک قرآن پڑھتے رہیں اور میت کیلئے دعا و استغفار کرتے رہیں اور یہ دعا کریں کہ یہ میت نکیرین کے سوالات کے جواب میں ثابت قدم رہے - قبروں کے نزدیک قرآن پڑھنا مکروہ نہیں ہے یہی مختار ہے اور یہ بھی مختار ہے کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے ..

(اس کا مزید تفصیل آگے قسم دوم میں دیکھئے) -

(۱۴) مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھیں یعنی سرہانے الٓمٓ سے مفلحون تک اور پائنتی آمن الرسول سے ختم سورۃ تک پڑھیں لیکن پڑھنے والے کو انگشت شہادت کا سرہانے اور پائنتی پر رکھنا ثابت نہیں ہے اس رواج کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ دفن کے بعد چند قدم ہٹ کر فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا جو بعض جگہ دستور ہے اس میں چند قدم ہٹنے کی کچھ اصلیت نہیں ہے مگر بعدِ دفن ایصالِ ثواب کیلئے کچھ پڑھ کر بخشا درست ہے لیکن کلمات تعزیت کہنے درست نہیں ہیں۔

(۱۵) بعض کے نزدیک دفن کے وقت بھی اور دفن کے بعد بھی تلقین مشروع ہے اور اس تلقین کے الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کئے گئے ہیں: یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ اذْکُرْ دِیْنَکَ الَّذِیْ کُنْتَ عَلَیْهِ مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْکَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِیْنَ اِخْوَانًا، بعض دوسری روایتوں میں لفظوں اور عبارتوں کی کمی بیشی مذکور ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب موت کے بعد قبر میں دفن کے وقت یا بعد تلقین نہیں ہے اس لئے بعض علما کے نزدیک اس سے منع کیا جائے اور بعض کے نزدیک اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ میت کیلئے نفع ہے کیونکہ میت ذکر سے مانوس ہوتی ہے جیسا کہ آثار میں وارد ہے اور اس کا امر بھی نہ کیا جائے کیونکہ اس کی مشروعیت غیر معتبر ہے۔ ظاہر الروایۃ کا قول جو اکثر کتابوں میں لکھا ہے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اموات کا زندہ رہنا ناممکن و بے بنیاد ہے پس یہ ان کا مسلک ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع ہے لیکن ظاہر الروایت کے اس قول و روایاتِ تلقین کی بنا پر تلقین بعد الدفن کے بارے میں تین قول ہیں بعض کے نزدیک کی جائے اور اس کو مختار کہا ہے اور بعض کے نزدیک نہ کی جائے اور بعض کے نزدیک نہ اس کا حکم کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے جیسا کہ بیان ہوا لیکن تلقین کا ضروری نہ ہونا زیادہ ظاہر ہے اور روایاتِ تلقین ثبوتاً و دلالۃً ضعیف ہیں نیز اس میں مفسدات لاحق ہو گئے ہیں اور اس میں روافض کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے قابلِ ترک ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶) ایک قبر میں بلا ضرورت ایک سے زیادہ یعنی دو یا تین یا زیادہ میتوں کا دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہو تو جائز ہے پس ایسی حالت میں مرد کو لحد میں قبلہ کی طرف رکھیں اور اس کے پیچھے لڑکے کو اس کے پیچھے خنثیٰ کو اس کے پیچھے عورت کو رکھیں اور ایک دوسرے کے بیچ میں کچھ مٹی کی آڑ کر دیں تاکہ الگ الگ قبروں کے حکم میں ہو جائے اور اگر دو یا زیادہ مرد ہوں تو لحد میں قبلہ کی طرف افضل کو مقدم کریں پھر اس سے کم درجہ والے کو علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہر جنس یعنی لڑکوں و خنثیٰ و عورتوں میں افضل کو مقدم کریں جیسا کہ نماز جنازہ میں بیان ہوا۔

(۱۷) جب میت گل سڑ کر مٹی ہو جائے تو اس قبر میں کسی اور میت کو دفن کرنا یا اس پر کھیتی کرنا یا عمارت بنانا جائز ہے۔

(۱۸) قتیل یا میت کیلئے مستحب ہے کہ جس جگہ یعنی جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں مرا یا قتل ہوا ہے اس جگہ والوں کے قبرستان میں دفن کریں اسی طرح جس گھر میں مرا ہے اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دفن سے پیشتر ایک میل یا دو میل اسے لیجائیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے وطن کے

سوا کسی دوسرے شہر میں مرے تو وہیں اس کو دفن کرنا مستحب ہے اور اگر دوسرے شہر کو لیجائیں تو مضائقہ نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دفن سے پہلے لیجانا چاہیں بعض فقہا کے نزدیک خواہ کتنی ہی دور لیجائیں یہ حکم اس بارے میں مطلق ہے اور بعض نے کہا کہ اگر دونوں جگہوں میں مدتِ سفرِ شرعی کا فاصلہ نہ ہو تو وہاں لیجانا درست ہے اور امام محمدؒ نے ایک یا دو میل کی قید لگائی ہے کیونکہ شہر کے قبرستان اکثر اس قدر مسافت تک پہنچ جاتے ہیں اور اس سے زیادہ کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ (شہر کے اندر اگر اس سے بھی دور قبرستان ہو تب بھی کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ آج کل اکثر بڑے شہروں کراچی لاہور وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ مؤلف) مطلق یعنی کہیں کتنی دور بھی لیجانے کا قول اوسع ہے۔ دفن کے بعد مطلقاً وہاں سے تبدیل کرنا اور دوسری جگہ لیجانا بالاجماع درست نہیں ہے اور قبر کو کھولنا منع ہے سوائے بعض صورتوں کے جو آگے بیان ہوتی ہیں۔

(۱۹) دفن کر دینے اور مٹی ڈالنے کے بعد مردہ کو قبر سے نکالنا یا قبر کو کھولنا بالاجماع درست و جائز نہیں ہے مگر کسی آدمی کے حق کے لئے جائز ہے مثلاً وہ زمین غصب کی ہوئی ہو یا کسی کی زمین میں بغیر اجازتِ مالک میت کو دفن کر دیں اور اُس زمین کا مالک اس مردہ کا اسمیں رہنا پسند نہ کرے یا وہ زمین جس میں وہ میت دفن کی گئی ہے کسی نے شفعہ کے باعث دوسرے سے لی ہو (یہ اس طرح ہے کہ کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں اپنا کوئی مردہ دفن کیا پھر شفیع کو اس کے خریدنے کا علم ہوا اور وہ اس پر شفعہ کا دعویٰ کرکے اور جیت کر اس کا مالک ہوا) اور وہ نہیں چاہتا کہ اسمیں وہ مردہ رہے تو اس مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو میت کو نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے تو زمین کو برابر کرکے اس پر کھیتی کرلے یعنی زمین کا مالک زمین کے ظاہر و باطن دونوں پر حق رکھتا ہے چاہے مردہ کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کردے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے اور اولیائے میت کو کہے کہ اپنا مردہ نکال لو اور اب اِن اولیائے میت کو قبر کا کھولنا اور مردہ کو نکالنا بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح اگر قبر کے اندر کچھ سامان گر گیا یا میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہو گیا اگرچہ وہ ایک درہم ہی ہو یا غصب کئے ہوئے کپڑے کا کفن دیا اور مٹی ڈالنے کے بعد معلوم ہوا تو اس کو نکالنے کے لئے قبر کو کھولنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کو کسی وارث نے زیور وغیرہ سامان سمیت دفن کر دیا اور بعض وارث مثلاً خاوند موجود نہ تھا تو وہ اپنے حق کے لئے قبر کو کھول سکتا ہے۔ اگر وہ زمین جس میں مردہ دفن ہوا ہے وقف کی ہے اور اس میں کسی نے اپنے لئے قبر کھدوائی اور اس پر خرچ کیا اور کسی دوسرے شخص نے اس میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو اس مردہ کو نکالنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ وقف کی جگہ میں دفن ہوا ہے البتہ وہ پہلا شخص اس قبر کے کھودنے پر جو خرچہ ہوا ہے وہ اِن سے لے سکتا ہے۔

فائدہ: یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ میت کو قبر میں امانت رکھتے ہیں اور کچھ عرصہ کے لئے زمین کے سپرد کرنے میں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے اور یہ کہہ دینے سے کہ اے زمین یہ مردہ تیرے سپرد امانت ہے بعض ناواقف لوگوں کا یہ خیال ہے کہ زمین اس مردے کو نہیں گلاتی ویسے ہی رہتا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں کیونکہ زمین ایسے جملہ امور میں عاجز محض اور حکمِ الٰہی کی محکوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق کیلئے قبر کو کھولنا اور مردہ کو نکالنا جائز نہیں مثلاً کوئی شخص بلا غسل یا بلا نمازِ جنازہ دفن کر دیا گیا یا دائیں کروٹ کے بغیر یا قبلہ کے خلاف

لٹایا یعنی چت یا بائیں کروٹ لٹایا یا جس طرف اس کے پاؤں ہوتے اُدھر اس کا سر کردیا اور مٹی ڈال چکے پھر معلوم ہوا تو اب اس قبر کو نہ کھولیں اور اگر ابھی صرف کچی اینٹیں بچھائی ہیں مٹی نہیں ڈالی ہے تو ان اینٹوں کو ہٹا کر میت کو نکالیں اور غسل و نماز ادا کر کے دفن کریں اور خلافِ سنت لٹانے کی صورت میں اینٹوں کو ہٹا کر سنت کے مطابق میت کو لٹائیں جیسا کہ پہلے اپنے اپنے موقع پر ان امور کا بیان ہو چکا ہے ــــ اگر کوئی شخص پرایا مال نگل گیا اور مر گیا اور اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس مال کے نکالنے کیلئے اس کا پیٹ چیرا جائے یا نہیں اسمیں دو قول ہیں اولیٰ یہ ہے کہ چیرا جائے کیونکہ اس کی حرمت اس کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے جاتی رہی اور اگر بغیر ظلم و زیادتی کے یعنی بلا ارادہ وہ مال اس کے پیٹ میں چلا گیا تو اب بالاتفاق اس کا پیٹ نہ چیرا جائیگا کیونکہ مال کی حفاظت سے آدمی کی حرمت اعلیٰ ہے اسی طرح اگر وہ زندہ ہے تب بھی اس کا پیٹ مطلقاً نہیں چیرا جائے گا خواہ اس کی زیادتی سے ہوا ہو یا بغیر زیادتی کے یعنی بلا ارادہ ہوا ہو کیونکہ اس میں اس کی حرمت کے علاوہ اس کا ہلاک کرنا بھی لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے مال چھوڑا ہے تو جو کچھ اس نے نگلا ہے اس مال سے ادا کیا جائیگا اور بالاتفاق اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا ــــ مٹی ڈالنے کے بعد قبر کو کھولنے اور میت کو نکالنے کی ایک صورت بالاتفاق جائز ہے جو اوپر بیان ہوئی اور ایک صورت بالاتفاق ناجائز ہے اس کا بھی اوپر بیان ہوا اور مثلاً یہ کہ کوئی بچہ فوت ہوا اس کی ماں وہاں موجود نہیں تھی اس کو دفن کردیا گیا پھر اس کی ماں آئی اور اپنے بچے کا منھ دیکھنے کا ارادہ کیا یا اس کو دوسرے قبرستان میں لیجانا چاہا تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت اختلافی ہے وہ یہ کہ جب قبر پر پانی غالب آجائے تو بعض نے کہا کہ اس کو وہاں سے تبدیل کرنا جائز ہے جیسا کہ بعض اکابر کے متعلق روایات آتی ہیں منجملہ ان کے روایت کی گئی ہے کہ صالح بن عبداللہ کو خواب میں دیکھا گیا کہ مجھے میری قبر سے تبدیل کرو کیونکہ مجھے پانی ایذا دیتا ہے تین دفعہ دیکھا گیا پس پانی کی طرف سے اس کو کھولا گیا تو پانی اس کو پہنچ گیا تھا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے وہاں سے تبدیل کرنے کا فتویٰ دیا واللہ اعلم۔

(۲۰) اگر قبر میں کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جائے تو اس کو توڑا نہیں جائے گا اور نہ اس کی کسی قسم کی ہتک کی جائیگی کیونکہ جب زندگی میں اس کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہے اور اس کو ایذا دینا حرام ہے مرنے کے بعد بھی توڑنے وغیرہ سے اس کی حفاظت واجب ہے لیکن کافر حربی کی قبر کھود کر اس کو نکالنے میں حرج نہیں پس اس کی قبر کو کھودنا اور اس کی ہڈیوں و دیگر آثار کو اٹھانا اور ان کی قبروں کو مسلمانوں کے قبرستان کیلئے استعمال کرنا یا مسجد بنانا جائز ہے۔

(۲۱) قبرستان میں قرآن شریف دیکھ کر یا حفظ اور پکار کر یا آہستہ سب طرح پڑھنا درست و بلا کراہت جائز ہے اور توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پڑھنے کی برکت سے اہلِ قبور سے عذابِ قبر میں تخفیف فرمادے یا پڑھنے والے کے پڑھنے اور دعا کے وقت عذاب کو منقطع فرمادے اس بارے میں احادیث و آثار وارد ہیں۔ قراءتِ قرآن کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا تاکہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ میں آئے اور باعثِ عبرت ہو مختار قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔ پس قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کیلئے حافظوں و قرآن خوانوں کا بٹھانا بھی بلا کراہت جائز ہے جبکہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں اور پڑھوانے والوں کو بھی اجرت کا خیال نہ ہو کیونکہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنا یا پڑھوانا ناجائز ہے اور اجرت دینا لینا دونوں

ناجائز و حرام ہیں اور جو حسب عادت و عرف دیا جاتا ہو وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے کیونکہ المعروف کالمشروط اصول ہے ایسے پڑھنے کا نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھوانے والے اور میت کو ہوتا ہے اسی طور یہی حکم مکان پر یا کسی دوسری جگہ مسجد وغیرہ میں پڑھوانے کا بھی ہے۔ اگر خالی نیت سے لوجہ اللہ پڑھا اور لینے دینے کا رواج و عرفاً بھی دستور نہیں ہے پھر اگر کوئی لوجہ اللہ دے اور وہ لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اپنے کام کاج کیلئے کسی شخص کو نوکر رکھا اور اس سے لوجہ اللہ قرآن شریف پڑھوالیا تب بھی جائز ہے۔

(۲۲) بعض فقہا نے بقصد تبرک مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز رکھا ہے اور لکھا ہے کہ امید ہے اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرمادے اور اس کو عذابِ قبر سے بچادے اور اس سلسلے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ عہد نامہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اصطبل میں ان گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف تھے۔ عہد نامہ کے معنی رسالۂ عہد ہے یعنی کوئی ایسی چیز لکھنا جو کہ اس بات پر دلالت کرے کہ یہ میت اس عہدِ ازلی پر قائم و ثابت ہے جو میثاقِ ارواح لینے کے دن اُس کے اور اس کے رب کے درمیان ہوا تھا یعنی ایمان و توحید اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک اور اس قسم کے دوسرے الفاظ سے برکت حاصل کرنا ہے اور عہد نامہ کے مشہور الفاظ یہ ہیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ اور بعض نے کہا کہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِّیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُوَفِّیْنِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

اور بعض فقہا کی اس جواز کی روایت سے بعض علما نے قبر میں عہد نامہ یا شجرہ شریف (یعنی پیرانِ طریقت کے اسمائے مبارکہ کا رسالہ) کا رکھنا جائز لکھا ہے اور لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ میت کے منھ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید اور اسمائے معظم میں سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کا لکھنا جان بوجھ کر اس کو مردے کی نجاستوں سے آلودہ کرنا ہے اور جبکہ فقہا نے قرآن و اسمائے الٰہی کا دیواروں محرابوں اور سکوں پر لکھنا مکروہ کہا ہے اس لئے کہ ان کے پاؤں کے نیچے آنے یا اور طرح سے اہانت کا خوف ہے پس مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا جبکہ یہ صحیح حدیث یا صریح قولِ مجتہد سے ثابت بھی نہیں ہے اور سلف کا اس پر کوئی عمل نہیں رہا ہے۔ اور یہ جو بعض کتب میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دینا پس وہ لکھ دی گئی اس کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھ کر اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے جب انھوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھوں نے کہا تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا ——— جاننا چاہئے کہ شرعی احکام کا دار و مدار خواب پر نہیں ہو سکتا اور اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ شاید یہ واقعہ اس طرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بغیر کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھ دی ہو چنانچہ بعض فقہا نے نہلانے کے بعد کفن دینے سے پیشتر اس طرح شہادت کی انگلی سے

بغیر سیاہی وغیرہ کے پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا اور چھاتی پر کلمۂ طیبہ لاالہ الا اللہ لکھنا تجویز کیا ہے۔ عہدنامہ جو اوپر درج کیا ہے اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر اس کا جو ثواب چھپے ہوئے عہدناموں میں لکھا ہے اور سند اور روایت بیان کی گئی ہے غلط اور غیر معتبر ہے۔

(۲۳) قبرستان سے تر گھاس اور روئیدگی کا کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو اس کے کاٹنے میں مضائقہ نہیں اس لئے کہ جب تک وہ تر رہے گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھے گی پس میت کو اس سے انس رہے گا اور اس کے ذکر سے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہے گی اور اس روئیدگی کے خود رو ہونے اور کسی کی ملکیت نہ ہونے کی صورت میں اس کے کاٹنے سے میت کا حق ضائع کرنا بھی ہے اور تر گھاس وغیرہ کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس کی تسبیح خشک گھاس وغیرہ کے مقابلہ میں اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہے جو خشک کے مقابلہ میں قوی ہے اور اس مسئلہ کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک شاخ کو درمیان سے چیر کر ایک ایک نصف حصہ دو قبروں میں سے ہر ایک پر رکھا تھا جن کو عذاب ہو رہا تھا اور ان دونوں قبر والوں سے عذاب کی تخفیف کی تعلیل فرمائی جب تک کہ وہ ہری رہیں گی یعنی بعض علما نے کہا کہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف رہے گی اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے اس فعل پر قیاس کرتے ہوئے سبز شاخوں کا قبر پر ڈالنا مستحب جانا ہے اور اکثر جگہ اس کا رواج ہو گیا ہے اور شافعی علما نے بھی اس کی یہی تصریح کی ہے اور یہی اولیٰ ہے بعض صحابہ سے بھی اس فعل کا صدور مروی ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ اور بعض علما نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ تخفیف ان دونوں کو آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور آپ کی دعا کی برکت سے حاصل ہوئی ہے پس اوروں کے رکھنے کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم (شامی)۔ (لیکن آج کل رواج اور تاریخ و طریقہ کا لزوم اور دیگر مفاسد لاحق ہو گئے ہیں اس لئے حتی الامکان اس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اگر اس کو مندوب و مستحب بھی مان لیا جائے تب بھی دیگر مفاسد ملحقہ کی وجہ سے اس کا ترک لازمی ہے۔ مؤلف)

زیارتِ قبور کا بیان

(۱) مومنین کی قبور کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک تمام امت کا اس پر عمل ہے۔ زیارتِ قبور قبروں کو روندے بغیر کرے۔ زیارتِ قبور سے دل نرم ہوتا ہے موت یاد آتی ہے، دنیا کو فانی جانتا ہے مُردوں کے لئے دعا و استغفار ہوتی ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ہر ہفتے میں ایک دن زیارت کرنا مستحب ہے۔ جمعہ یا ہفتہ یا پیر یا جمعرات کے دن زیارتِ قبور مستحب ہے سب سے افضل جمعہ کا دن اور صبح کا وقت ہے، شب برات میں اور ذی الحجہ کے دس دنوں میں اور عیدین میں اور عشرۂ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنا افضل ہے روایت میں ہے کہ پنجشنبہ و جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو مردہ پہچانتا ہے۔ نیز روایتوں میں ہے کہ جب کوئی شخص

اپنی جان پہچان والے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ اس کو پہچانتا ہے اور محبت کرتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو نہیں پہچانتا تھا تو بھی خوش ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی زیارت کو مدینہ منورہ سے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی جاتے تھے۔

بعض کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی زیارتِ قبور جائز ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ ان کے لئے اجازت احادیث سے ثابت ہے البتہ مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام ہے۔ ان دونوں قولوں میں یوں موافقت کی گئی ہے کہ اگر عورتیں اس وجہ سے جائیں کہ غم تازہ ہو جائے اور رونا پیٹنا کریں خصوصاً اپنے عزیزوں کی قبروں پر تو یہ جانا ہرگز جائز نہیں اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو لعنت کرتا ہے تو اس میں وہی عورتیں مراد ہیں جو قبروں پر جاکر رونا پیٹنا اور دیگر غیر شرعی امور کریں اور اگر اس وجہ سے جائیں کہ عبرت و ترحم حاصل کریں اور رونا پیٹنا نہ کریں اور نیک لوگوں (صلحا) کی قبروں پر برکت حاصل کرنے کے لئے جائیں اور وہاں پر شرک و بدعات کی رسوم سے بچیں تو اس صورت میں اگر عورتیں بوڑھی ہیں تو مضائقہ نہیں اور اگر جوان ہوں تو ان کے حق میں ایسی زیارتِ قبور مکروہ و ممنوع ہے جیسا کہ مسجدوں میں نماز با جماعت کے لئے حاضر ہونے کا حکم ہے۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتیں خواہ بوڑھی ہوں یا جوان اور خواہ بزرگوں کی قبروں پر جائیں یا عوام کی مطلقاً ہر حال میں منع کی جائیں کیونکہ اپنوں کی قبروں پر تو وہی رونا پیٹنا و جزع فزع وغیرہ کریں گی اور صالحین کی قبروں پر بھی یا حد سے زیادہ تعظیم حتیٰ کہ شرک و بدعات کی رسوم یا بے ادبی کریں گی کیونکہ یہ دونوں باتیں عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہمارے زمانے میں جہالت اور رسوم بدعات و شرک کا بہت زور ہے اور بہت سے غیر اخلاقی و غیر شرعی امور و مفاسد کا کثرت سے ظہور ہو رہا ہے اس لئے شدت سے منع کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے کے اعتبار سے اس کے حرام ہونے پر فتویٰ ہے۔ اور طحطاوی میں ہے کہ قاضی سے عورتوں کو قبرستان کی طرف نکلنے کے جواز کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا جواز و عدم جواز کا سوال نہ کر بلکہ یہ پوچھ کہ اس کو کس قدر لعنت ملے گی۔ اور تو جان لے کہ بیشک جب سے اس نے نکلنے کا ارادہ کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں رہے گی اور جب نکلے گی تو ہر طرف سے شیاطین اس کو لپیٹیں گے اور جب قبروں میں آئے گی میت کی روح اس کو لعنت کرے گی اور جب لوٹے گی اللہ کی لعنت میں ہو گی۔

(۲) زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ جب زیارتِ قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ہو اللہ تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو منور کرتا ہے اور اس کو بھی بڑا ثواب ملتا ہے اس کے بعد سیدھا قبرستان چلا جائے جب قبرستان میں داخل ہونے لگے تو جوتا اتار دے اور اندر داخل ہو کر یہ دعا پڑھے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ۔ اور بعض روایتوں میں اھل دار قوم مومنین اور للاحقون کے لفظ سے ہے بعض روایتوں میں دوسرے الفاظ آئے ہیں اور وہ سب درست ہیں جو نسے چاہے پڑھے مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ یا اس طرح کہے یَرْحَمُ اللّٰہُ

الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِیَۃِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ اَدْخِلْ ھٰذِہِ الْقُبُوْرَ مِنْکَ رَوْحًا وَّرَیْحَانًا وَّمِنَّا تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا۔ اور یہ بھی آیا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ ط

اور جب کسی خاص قبر پر جائے تو چاہئے کہ جوتا اتار دے اور پائنتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو اس طرح کہ زائر کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہوگی پس اس کا منہ میت کی طرف ہوگا سرہانے سے نہ آئے کیونکہ باعثِ تکلیف ہے میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور پائنتی سے آنے میں اس کی نگاہ کے سامنے ہوگا (مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں جن آداب کی رعایت کرتا تھا ان کی رعایت کرے) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس پر عمل ممکن ہو ورنہ جدھر سے بھی آجائے اور جہاں بھی کھڑا ہونے کی جگہ ہو اس پر عمل کرے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور سلام مسنون جو اوپر ذکر ہوا پڑھنے کے بعد جو کچھ توفیق ہو قرآن شریف میں سے پڑھے بہتر یہ ہے کہ قبرستان کی عام زیارت کے وقت اس میں کسی جگہ کھڑے ہو کر اور جب کسی خاص قبر کے پاس جائے تو وہاں مذکورہ بالا صورت سے کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ (الحمد شریف)، الٓمٓ سے مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول تا آخر سورۃ بقر، سورۃ یٰسٓ، سورۃ الملک (تبارک الذی) اور سورۃ الھٰکم التکاثر، ایک ایک مرتبہ اور سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) بارہ یا گیارہ یا سات یا تین مرتبہ پڑھے یا ان میں سے جس قدر ہو سکے یا کسی اور جگہ سے جو کچھ قرآن شریف ہو سکے پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور سورۃ یٰسٓ پڑھے اللہ تعالیٰ اُن مردوں سے اس روز عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں دیتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ ثواب پہنچانے کے لئے یوں کہے کہ اے اللہ اس کلام پاک کا ثواب جو میں نے پڑھا ہے اس مردہ کو یا اس قبرستان کے تمام مومنین و مومنات مردوں کی ارواح کو ہدیۃً پہنچے۔ عربی میں یوں کہے اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ مَاقَرَأْتُہٗ اِلٰی فُلَانٍ (فلاں کی جگہ اس قبر والے کا نام لے یا الیھم کہے) اکثر بزرگوں میں یہ طریقہ رائج دیکھا ہے کہ پہلے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس کا ثواب ہدیۃً بھیجتے ہیں پھر تمام انبیاء کرام و صحابۂ عظام و اولیائے امت و جملہ مومنین و مومنات کو بخشتے ہیں مثلاً یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ وَبَلِّغْ ثَوَابَ مَاقَرَأْنَا وَنُوْرَ مَاتَلَوْنَا بَعْدَ الْقَبُوْلِ عَنَّا ھَدِیَّۃً وَّاصِلَۃً مِّنَّا اِلٰی طَبِیْبِ قُلُوْبِنَا وَقُرَّۃِ اَعْیُنِنَا وَشَفِیْعِ ذُنُوْبِنَا سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، ثُمَّ اِلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَاِلٰی اٰلِ کُلٍّ وَّصَحْبِ کُلٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اِلٰی اَرْوَاحِ الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْمُفَسِّرِیْنَ وَالْمُحَدِّثِیْنَ ثُمَّ اِلٰی اَرْوَاحِ السَّادَاتِ الصُّوْفِیَۃِ الْمُحَقِّقِیْنَ خُصُوْصًا اِلٰی سَادَاتِ الْقَادِرِیَّۃِ وَالنَّقْشَبَنْدِیَّۃِ وَالْمُجَدِّدِیَّۃِ وَالْچِشْتِیَّۃِ وَالسُّھْرَوَرْدِیَّۃِ وَالشَّاذِلِیَّۃِ وَالْکُبْرَوِیَّۃِ وَالْمَدَارِیَّۃِ بِتَفَاصِیْلِ سَلَاسِلِھِمُ الشَّرِیْفَۃِ

مِنْ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ وَسَيِّدِنَا عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی رُوْحِ شَيْخِنَا وَمُرْشِدِنَا وَمَوْلَانَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ثُمَّ اِلٰی اَرْوَاحِ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَجْدَادِنَا وَجَدَّاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا مِنَ الْحَاضِرِيْنَ وَالْغَائِبِيْنَ كَافَّةً وَّعَامَّةً رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

یا مختصراً یوں کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ یا کسی اور الفاظ سے کہے یا دل میں نیت کرے الفاظ کی پابندی اور اسمیں بھی کسی خاص الفاظ کی پابندی ضروری نہیں۔

(۳) میت کو کسی عبادت کا ثواب پہنچنے یا نہ پہنچنے کے بارے میں تین مذہب ہیں ایک معتزلہ کا کہ وہ کسی عبادت کا ثواب میت کو پہنچنے کے قائل نہیں دوسرے شافعیہ ومالکیہ کہ وہ عبادتِ مالی کا ثواب پہنچنے کے قائل ہیں اور عبادتِ بدنی کا ثواب پہنچنے کا انکار کرتے ہیں جس میں نماز روزہ تلاوت وغیرہ سب داخل ہیں۔ تیسرا احناف کا کہ ان کے نزدیک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی مالی وبدنی عبادت اور ہر نیک عمل خواہ فرض ہو یا نفل سب کا ثواب مُردوں کو پہنچ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک فرائض وواجبات کا ثواب نہیں پہنچتا۔ اسی طرح زندوں کو ثواب پہنچنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عبادت بدنیہ ومالیہ کا ثواب باوجود اس کے کہ وہ خود بھی اس کے کرنے پر قادر ہے پہنچتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں پہنچتا اس لئے کہ وہ بوجہ خود عمل کرسکنے کے اس کا محتاج نہیں ہے اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس عمل کے کرتے وقت اس کی طرف سے نیت کرنا شرط ہے یا نہیں بعض نے کہا کہ یہ نیت شرط نہیں بلکہ ثواب فاعل کو ہوگا وہ اس ثواب کو تبرعاً ہدیہ کرسکتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے مال سے زندہ کو ہدیہ کرسکتا ہے اور بعض نے کہا یہ نیت شرط ہے اس لئے کہ اس کی طرف سے نیت نہ کرنے کی صورت میں جب وہ عمل اس عامل کی طرف سے ہوگیا تو اب اس کا دوسرے کو منتقل کرنا قبول نہیں ہوگا اور یہی اولیٰ ہے اور اس پہلے قول کی بنا پر فرض وواجبات کا ہدیہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قول میں اس سے عامل اپنے لئے قربت کی نیت کرتا ہے اور دوسرے قول کی بنا پر صحیح ہے اور اس کے فاعل کی طرف سے بھی ادا ہوجائے گا لیکن دوسرے کی طرف سے فرض وواجب کی جگہ کفایت نہیں کرے گا اور وہ فرض وواجب اس میت کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔

اس بارے میں بھی فقہا کا اختلاف ہے کہ جتنے مردوں کو وہ ثواب بخشا گیا ہے آیا وہ تقسیم ہوکر ان کو ملتا ہے یا ہر ایک کو اس عمل کا ثواب پورا پورا ملتا ہے اور کسی کے لئے بھی اس میں کمی نہیں ہوتی بعض کے نزدیک تقسیم ہوکر پہنچتا ہے اور یہ قیاس کے زیادہ نزدیک دقواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس کو اصل مذہب کہا گیا ہے اور بعض کے نزدیک سب کو اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے اور کسی کے لئے اس میں کمی نہیں ہوتی اس میں وسعت زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں روایات میں بھی بعض احتمالات اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس بارے میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں جس قدر حق تعالیٰ کو منظور ہے ثواب پہنچ جائیگا ؏ کہ خواجہ خود

روشن بندہ پروری داند۔ ہمیں اپنا کام کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کے کام میں بحث کرنے سے بچنا چاہئے۔ ع
کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن ۔ بعض اجر اخلاصِ نیت کے سبب سے کثیر ہو جاتا ہے اگرچہ عمل قلیل ہو۔ ایصالِ ثواب مشترک یا الگ الگ ہر طرح جائز ہے جس طرح طبیعت مانے کر لینا چاہئے اور ثواب دینے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ثواب بخشنے والے کے ثواب میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی نصوص میں اس کا ذکر وارد ہے بلکہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کو اُن سب اموات کے مجموعے کی برابر جن کو ثواب بخشا ہے مزید ثواب ملے مثلاً کوئی نیک کام کیا جس کا ثواب دس ملے گا اس نے دس مردوں کو پہنچایا تو وسعت والے قول کے بموجب ہر ایک مردے کو دس دس ملیں گے اور بخشنے والے کو ایک سو دس ملیں گے اور ہزار کو پہنچایا تو پہنچانے والے کو دس ہزار دس وقس علیٰ ہذا نابالغ لڑکے نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب مردہ کو پہنچایا تو انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ بعض علما کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرارت وغیرہ کا ثواب ہدیہ کرنا تحصیل حاصل و بے فائدہ ہے کیونکہ تمام امت کے عمل آپ کی میزان میں ہوں گے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز و درست ہے اور کثرت سے روایات اس کی مؤید ہیں اور اس کیلئے کوئی مانع شرعی نہیں ہے اس کے متعلق و دیگر مسائلِ مذکورۂ زیارتِ قبور کے متعلق دلائل و وضاحات کتب فن سے معلوم کریں اور علمائے حق سے استصواب کریں۔

(۴) قبر کو بوسہ دینا بعض علما نے جائز کہا ہے اگر صحیح یہ ہے کہ منع و حرام ہے۔ قبر کی طرف جھکے بھی نہیں اور منہ پر خاک نہ ملے کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ قبر کا طواف اگرچہ تعظیمی ہو منع ہے۔ اگر کوئی شخص غلبۂ محبت و حال میں حصول برکت کیلئے قبر کے گرد پھرا اور طواف شرعی کی صورت نہیں ہے تو اس کے حق میں جائز ہے وہ معذور ہے مگر عوام اس سے منع کئے جائیں گے بلکہ عوام کے سامنے اس شخص کو آنا اور ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ وہ غلط مطلب سمجھ کر عمل شروع کر دیں گے یا ناواقف لوگ اس کو ہدفِ طعن بنائیں گے۔

(۵) قبر پر پھول چڑھانا یا چادر (غلاف) چڑھانا وغیرہ امور منع و بدعت ہیں اور دیگر رسومِ جاہلیت کرنا بدعت ہے ان سب سے پرہیز لازمی ہے۔ ان کی تفصیل انشاء اللہ بدعات کے بیان میں آئے گی۔ قبر پر خوشبو اور تر و تازگی کے خیال سے پھول یا شاخ یا پتے وغیرہ ڈالنے میں حرج نہیں ہے اسی طرح جنازہ پر خوشبو و تازگی کے خیال سے پھول رکھنے میں مضائقہ نہیں لیکن کسی رسم و رواج و عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے نہ ہو چونکہ آج کل جہالت کا غلبہ ہے اسلئے اس سے بھی پرہیز ضروری ہے۔

(۶) زیارتِ قبور کے لئے سفر کر کے جانا جیسا کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کیلئے جانا عام مسلمانوں کی عادت ہے اس میں فقہا کا اختلاف ہے بعض ائمۂ شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کر کے منع کیا ہے جس میں تین مساجد کے علاوہ سواری تیار کر کے سفر کرنا منع ہے بعض نے اس کو مساجد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور باقی مساجد میں ثواب برابر ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سفر کرنے کو بے فائدہ ہونے کی وجہ سے منع کیا ہے البتہ مزاراتِ اولیاء پر سفر کر کے جانے کو اس سے مستثنیٰ اور قیاس مع الفارق قرار دیا ہے اس لئے کہ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب مراتب میں متفاوت ہیں اور زائرین کو ان کے حسب معارف و اسرار نفع ہوتا ہے اس میں کوئی مانع شرعی نہیں ہے بلکہ مندوب قرار دیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے

اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے کہ اس کو اُن منکرات و مفاسد کی وجہ سے بھی ترک نہ کرے جو وہاں پائی جاتی ہیں مثلاً آدمیوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ اس وجہ سے زیارتِ قبور کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے چاہئے کہ قبر کی زیارت کرتے رہیں اور برائیوں کے روکنے اور بند کرنے کی کوشش کریں کیونکہ قربات اس قسم کی باتوں سے ترک نہیں کی جاتیں بلکہ ان کا کرنا اور بدعات کا انکار اور ان کا ازالہ کرنا چاہئے جبکہ ممکن ہو۔ اور ان کے اس قول کی تائید اس حکم سے بھی ہوتی ہے جس میں جنازہ کے ساتھ چلنے کو ترک نہ کرنے کا حکم ہے جبکہ اُس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں بھی ہوں پس زیارتِ قبور کیلئے سفر کرنے کے مسئلہ میں جھگڑنا نہیں چاہئے اور نہ جانے والوں پر اصرار نہ کیا جائے اور جانے والوں کو منع نہ کیا جائے اور خود بھی احتیاط کرنی چاہئے اور جائے تو ہر قسم کے شرعی منکرات سے بچتا رہے اور دوسروں کو بھی اُن منکرات سے منع کرتا رہے بلکہ ایسے موقع پر جانے سے پرہیز کرنا بہتر ہے جیسا کہ عرس مروجہ وغیرہ میں آجکل بہت سے مفاسد و غیر شرعی امور کا غلبہ ہوتا ہے اور غلبۂ فساد کے وقت عوام کی اصلاح کی بھی کوئی سبیل نہیں ہوتی اس لئے خود اس کے بھی اس میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے اور اگر وہ عالم ہے تو اس کو دیکھ کر عام لوگ دلیل پکڑیں گے۔ البتہ عرس وغیرہ اجتماع کے دنوں سے الگ دنوں میں احتیاط کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور صاحبِ قبر کے پاس قریب و دور حسبِ مراتب بیٹھے جیسا کہ زندگی میں اس کے پاس بیٹھتا۔ اور اگر بزرگوں سے نسبت حاصل ہے تو اخذِ فیض و مراقبہ کرنا بھی جائز ہے۔

(فائدہ) امام نوویؒ نے کہا کہ زیارتِ قبور کی کئی قسمیں ہیں (۱) فقط موت اور آخرت کے یاد کرنے کے واسطے، اس کیلئے قبروں کا دیکھنا کافی ہے خواہ مُردوں کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ (۲) دعا وغیرہ کیلئے، پس یہ ہر مسلمان کے لئے مسنون ہے۔ (۳) برکت حاصل کرنے کیلئے، پس یہ اچھے لوگوں کی قبروں کی زیارت ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں اَن گنت برکات و تصرفات ہیں۔ (۴) دوستی اور قرابت کا حق ادا کرنے کیلئے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے جو کوئی زیارت کرے ماں باپ کی یا ان میں سے ایک کی جمعہ کے دن تو حج کے مانند ہوتی ہے۔ (۵) مہربانی اور انسیت کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے جو کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور اس پر سلام کرتا ہے تو وہ اسکو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

(۷) یہ جو مشہور ہے کہ روحیں جمعہ کی رات کو گھروں پر آتی ہیں اور اس کیلئے حدیث بیان کی جاتی ہے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح مان لیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ آنا ثابت ہوگا نہ کہ ہمیشہ التزام کے ساتھ آنا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تعزیت کا بیان

(۱) تعزیت کا مطلب ہے اہلِ میت کو تسلی دینا اور صبر میں رغبت دلانا اور ان کے لئے صبر کی اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرنا ——— (۲) صاحبِ مصیبت و اہلِ میت کی تعزیت کرنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو کرامت کا لباس پہنائیگا۔ (ابن ماجہ)۔ دوسری حدیث میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کو اسی کے مثل ثواب ملے گا (ترمذی و ابن ماجہ) ———

محلہ والوں اور قرابت داروں اور دوست آشنا کو تعزیت و غمخواری کیلئے جانا باعثِ ثواب ہے ــــ (۳) تعزیت کا وقت موت کے وقت سے تین دن تک ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے کیونکہ ان کا غم تازہ ہوگا اور یہ کراہت تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس کو تعزیت کی جائے غائب ہو یا کسی دوسرے شہر میں رہتا ہو یا وہاں اُس شہر میں موجود ہو لیکن اس کو اس کا علم نہ ہو تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں مضائقہ و کراہت نہیں ہے پس وہ جب بھی ملے تعزیت کرے (۴) دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو اس لئے کہ اہل میت دفن سے قبل میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوں گے اور یہ وجہ بھی ہے کہ دفن کے بعد اس کی جدائی کا صدمہ اور وحشت زیادہ ہوتی ہے پس یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اہلِ مصیبت دفن سے پہلے اس صدمہ سے بیقرار نہ ہوں اور شدید جزع و فزع نہ کرتے ہوں اور اگر ایسی حالت ہو تو دفن سے پہلے تعزیت کریں تاکہ ان کو تسکین حاصل ہو۔

(۵) جب اہلِ میت کو ایک دفعہ تعزیت کر دی تو دوبارہ اس کی تعزیت نہیں کرنی چاہئے یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے اسی طرح قبر کے نزدیک تعزیت کرنا مکروہ اور بدعت و سنتِ متوارثہ کے خلاف ہے کیونکہ وہاں میت کے لئے قراءتِ قرآن اور دعائے ثابت قدمی مطلوب ہے نہ کہ تعزیت ــــ (۶) مستحب یہ ہے کہ عام تعزیت کرے یعنی میت کے سب اقارب کو تعزیت کرے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے اور مرد ہوں یا عورت، لیکن اگر عورت جوان ہو تو اس کو صرف اس کے محرم لوگ ہی تعزیت کریں ــــ (۷) مستحب ہے کہ جس کو تعزیت کرے اس کو یوں کہے: غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَیِّتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَتَغَمَّدَهٗ بِرَحْمَتِهٖ وَرَزَقَكَ الصَّبْرَ عَلٰی مُصِیْبَتِهٖ وَاٰجَرَكَ عَلٰی مَوْتِهٖ (ترجمہ اللہ تعالیٰ تیری میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو معاف فرمائے اور اس کو اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپے اور تجھ کو اس کی مصیبت پر صبر عطا کرے اور تجھ کو اس کی موت پر ثواب عطا فرمائے" پس اگر عربی میں یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں ان الفاظ کو یا اس قسم کے الفاظ کہہ سکتا ہے مؤلف) سب سے بہتر وہ الفاظ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت کے وقت کہے ہیں اور وہ یہ ہیں: اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی (بیشک خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد کے ساتھ ہے) یا یوں کہے: اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ اللّٰهُ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِكَ اللہ تعالیٰ اس کو تیرے لئے زیادتِ ثواب و درجات کے ساتھ بہت بڑا کرے اور تیرے صبر و سلوک کو بہت اچھا کرے اور اللہ تعالیٰ تیری میت کی مغفرت فرمائے)۔ اور یہ جملہ وغفر لمیتك اس وقت کہے جبکہ میت مکلف ہو ورنہ غیر مکلف میت کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کافر کی تعزیت کسی مسلمان کو دیوے تو یوں کہے: اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَكَ۔ یا یوں کہے: اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَصَبَّرَكَ۔ اگر مسلمان کی تعزیت کسی کافر کو دیوے تو یوں کہے: اَحْسَنَ اللّٰهُ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِكَ۔ یا یوں کہے: غَفَرَ اللّٰهُ لِمَیِّتِكَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَكَ اور یہ نہ کہے اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ۔ اور اگر کافر کی تعزیت کافر کو دیوے تو یوں کہے: اَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَلَا نَقَصَ عَدَدَكَ (اللہ تجھ کو بدلہ دے اور تیرے لوگ کم نہ کرے)

(۸) مضائقہ نہیں ہے کہ اہلِ مصیبت اپنے گھر میں یا مسجد میں تین دن تک غمخواری و تعزیت کے لئے بیٹھنے کا انتظام کریں اور لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے رہیں اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن خلافِ اولیٰ ہے یہی مصیبت

میں تین دن تک بیٹھنا جائز و رخصت ہے اور اس کا چھوڑنا احسن و اولیٰ ہے۔ بعض کے نزدیک مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اور مسجد میں بیٹھ کر قرآن پاک کی قراءت کرنا اور اس سے فارغ ہوکر ولی میت کا کھڑا ہونا اور لوگوں کا اس کو تعزیت کرنا جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے اس سے بھی مسجد میں بیٹھنے کی کراہت دور نہیں ہوتی کیونکہ یہ بیٹھنا تعزیت کیلئے ہے قراءت قرآن کیلئے نہیں۔ خاص طور پر جبکہ یہ اجتماع اور بیٹھنا قبرستان میں پرانی قبروں پر ہو اور بھی زیادہ مکروہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی بدعات سے بچائے۔ گھر کے دروازے پر تعزیت کے لئے بیٹھنا جبکہ فرش بچھانا اور دیگر آرائش نہ ہو تو مکروہ ہے اور عمل اہلِ جاہلیت سے ہے اگر فرش بچھانا و دیگر آرائش ہو تو ناجائز ہے۔ عجم کے شہروں میں جو رسم ہے کہ فرش بچھاتے ہیں اور راستوں پر کھڑے رہتے ہیں یہ بہت ہی بُری رسم ہے۔ میت کے دفن سے پہلے یا دفن کے بعد اسی وقت میت کے مکان پر جمع ہونا اور اس کو رسم و عادت کے طور پر کرنا مکروہ ہے بلکہ جب دفن سے فارغ ہوکر لوٹیں تو سب لوگ الگ ہوجائیں اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوجائیں اور میت کے گھر کے لوگ بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں اتفاقیہ کوئی لوگ آجائیں تو مضائقہ نہیں۔

(۹) مستحب ہے کہ میت کے پڑوسی یا دُور کے رشتہ دار میت کے گھر والوں کے لئے اُس دن اور رات کے لئے کھانا تیار کرکے لائیں اور سنت ہے کہ اصرار کرکے کھلائیں یعنی کھانے کیلئے بہت کہے۔ اس لئے کہ حیا و غم و حزن ان کو کھانے سے روکے گا جس کی وجہ سے وہ کمزور و ضعیف ہوجائیں گے صرف پہلے دن ایک دن و رات کا کھانا بھیجنا ثابت ہے اس کے بعد مکروہ ہے بعض کے نزدیک تین دن تک بھیجنا بلاکراہت جائز ہے کہ یہ تین دن تعزیت کے ہیں۔ کھانا صرف میت کے گھر والے کھائیں اور اس قدر ہو کہ پیٹ بھر کر کھائیں اور انہی کے لائق بھیجا جائے اس کھانے کو اہلِ مصیبت کے علاوہ اوروں کے کھانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اوروں کو وہ کھانا منع ہے اور بعض کے نزدیک اس کیلئے جو میت کی تجہیز و تکفین میں ان کے ساتھ مشغول ہو وہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تعزیت کیلئے اکثر رشتہ دار عورتیں جمع ہوجاتی ہیں اور روتی پیٹتی و نوحہ کرتی ہیں انھیں یہ کھانا نہ دیا جائے کہ ان کے لئے کھانا بھیجنا سخت حرام ہے اس لئے کہ یہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔ اور اہلِ میت کے کھانے سے دعوت لینا مکروہ ہے اس لئے کہ خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور یہ بہت بُری بدعت ہے۔ اگر میت کے سب ورثا خوشی سے یا وراثت کی تقسیم کے بعد کوئی وارث اپنے حصے سے فقراء کو کھلائے تو جائز و بہتر ہے، مستحب ہے کہ میت کی طرف سے مرنے کے بعد سے سات دن تک اللہ کے راستے میں کچھ دیا جائے۔ یہ جو دستور ہے کہ میت کے گھر والے پہلے دن اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا پکا کر لوگوں کو جمع کرتے اور کھلاتے ہیں مکروہ اور بدعتِ قبیحہ ہے۔ اسی سے تیجہ، دسواں اور چہلم وغیرہ کا حکم معلوم ہوگیا اور جبکہ آج کل اسمیں بہت سے مفاسد اور غیر شرعی امور داخل ہوگئے ہیں اور یہ سب کچھ ریا و سمعہ (دکھلانے و سنانے) کے لئے کیا جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب نہیں ہوتی بالکل ناجائز و ممنوع ہے۔ نیز تیجہ وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اور بعض وقت وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہوتے ہیں یا بعض وارث موجود نہیں ہوتے اور ان کی رضامندی ان میں شامل

نہیں ہوتی پس یہ ناجائز اور سخت حرام ہے اگر سب ورثا بالغ ہوں اور موجود ہوں اور سب کی اجازت اس میں شامل ہو یا بالغ غیر موجود نے بھی رضامندی دیدی ہو یا حاضر بالغ اپنے حصہ میں سے کرے اور دیگر امور سے بھی جو شرع کے خلاف ہیں بچے یعنی ریا و سمعہ و غیر شرعی اجتماع و افعال سرور اور دن و طعام وغیرہ کی بلاوجہ پابندی وغیرہ سے اجتناب کرے تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب چاہے کھانا پکوا کر غریبوں اور محتاجوں کو کھلائے اور اس کا ثواب میت کو بخشدے، نابالغ وارث کی اجازت کا اعتبار نہیں اس کی اجازت کے بعد بھی ناجائز و حرام ہے۔ (ان مسائل کی تفصیل مسائل شرک و بدعت و اصلاح رسوم کے بیان میں کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۱۰) بلند آواز سے نوحہ کرنا یعنی میت کے اوصاف بیان کرکے بلند آواز سے رونا جس کو بین (یا بیان) کرنا بھی کہتے ہیں بالاجماع ناجائز و حرام ہے اسی طرح واویلا، واحسرتا وغیرہ کہہ کر چلانا حرام و ممنوع ہے۔ رقت قلب کے ساتھ رونے میں مضائقہ نہیں۔ مردوں کے واسطے تعزیت کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا اور کپڑے پھاڑنا مکروہ ہے۔ عورتوں کو سیاہ کپڑے پہننے میں مضائقہ نہیں لیکن رخساروں اور ہاتھوں کو سیاہ کرنا اور گریبان پھاڑنا منہ نوچنا بال اکھاڑنا سر پر خاک ڈالنا رانیں پیٹنا قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی رسموں میں سے ہے اور باطل و فسق و حرام و ممنوع ہے۔ تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے (اس کی تفصیل عدتِ وفات میں آئیگی انشاء اللہ)۔ (عشرۂ محرم وغیرہ میں گھر گھر اور گلی کوچہ و بازاروں میں نوحہ و ماتم کرنا فقہائے کرام کے قول کے بموجب بہت ہی بری بدعت ہے اور اس سے بھی بڑھ کر بڑی بدعت یہ ہے کہ اہلِ بیتِ طاہرات و ذریاتِ طیّباتِ نبی کریم علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام سر بازار مختلف اقوام اہلِ کفر و شرک کے سامنے لینا حالانکہ ان کو اپنی ماں بہنوں کے نام سرِ عام لینے سے عار ہے اور اسی طرح ان کی طرف سے جھوٹے بیان کرنا جس سے جزع فزع کا عیب ان حضرات کے متعلق برملا ظاہر ہوتا ہے اور اس پر غیر قومیں ہنستی ہیں یہ سب بدترین بدعات ہیں اور ان سے اہلِ بیتِ عظام و شہدائے کرام کی علی الاعلان توہین ہے۔ تمام مسلمانوں کو ان تمام واہیات و لغویات اثمیات سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔ نوحہ کرنے والے مرد و عورت پر حدیثوں میں سخت وعیدیں وارد ہیں۔ جس مسلمان، مرد یا عورت پر کوئی مصیبت آئے پھر اس کو یاد کرے اگرچہ مصیبت کو ہوئے بہت زمانہ ہو گیا ہو پس وہ کہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ تب بھی اللہ تعالےٰ اس پر نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور ویسا ہی ثواب دیتا ہے جیسا کہ اس دن جبکہ مصیبت پہنچی تھی انا للہ الخ کہنے اور صبر کرنے پر ملتا ہے (الحدیث احمد و بیہقی از حسین بن علی رضی اللہ عنہما) جب کسی کو کوئی مصیبت یا نقصان پہنچے خواہ کیسی ہی ادنیٰ سی ہو مثلاً جوتے کا تسمہ ٹوٹنا وغیرہ تب بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔

موتیٰ و قبور کے متعلق متفرق مسائل

(۱) سب لوگوں میں بہتر شخص وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور نیک عمل کرے اور سب لوگوں میں بدتر وہ شخص ہے جس کی عمر زیادہ ہو اور بُرا عمل کرے۔ جب مومن مرجاتا ہے اور جنت میں اپنا مرتبہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تمنا کرتا ہے کہ مجھ کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دے تاکہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھوں یعنی اور نیکی و عبادت کروں۔
(۲) اگر کسی پر مصیبت پڑے تو موت کی تمنا ہر گز نہ کرے اور اگر مجبوری ہو تو اس طرح کہے: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ (اے اللہ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے تو زندہ رکھ اور جب مرنا میرے حق میں بہتر ہو تو موت دے۔)
(۳) جب دین بگڑنے کا اندیشہ ہو اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو تو موت کی دعا و تمنا جائز ہے اسی طرح آخرت کے شوق کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا جائز ہے کسی دنیوی تکلیف سے گھبرا کر تمنا نہ کرے کہ یہ عدم رضا بالقضا اور بے صبری کی علامت ہے ——— (۴) حیات کو موت پر فضیلت، عارضی سبب یعنی عمل صالح کے سبب سے ہے اور موت کو حیات پر فضیلت اصلی اور دائمی ہے پس مومن کے لئے موت کے وقت اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی راحت و خوشی کی چیز نہیں یعنی مومن کو موت کے وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے جس سے موت کی سختی بالکل محسوس نہیں ہوتی اور بہت خوشی سے جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے ——— (۵) موت کو یاد کرنا اور اس کیلئے مستعد رہنا چاہئے۔ علما نے فرمایا کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ تین کرامتیں دیگا اول توبہ کی توفیق، دوم دل کی قناعت سوم عبادت میں اطمینان و دلجمعی، اور جو موت کو بھول جائے گا تین بلائیں اس پر نازل ہوں گی۔ اول توبہ کی توفیق نہیں ہوگی۔ دوم تھوڑی چیز اس کو قناعت نہیں کرے گی۔ سوم عبادت میں سستی کرے گا۔
(۶) موت سے طبعی گرانی تو سب کو ہوتی ہے البتہ عقلی گرانی نہ ہونی چاہئے۔ عقلی گرانی کا علاج نیک عملوں کی پابندی اور برے کاموں سے بچنا ہے اور یہ موت کو یاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے ——— (۷) اپنے گناہوں سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ سے حسن ظن یعنی اچھی امید رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن اعمالِ صالحہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور جس نے بغیر اعمالِ صالحہ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھا یہ دھوکا ہے۔
(۸) علما نے فرمایا بُرا خاتمہ ہونے کے چار اسباب ہیں: اول نماز میں سستی کرنا، دوم شراب پینا، سوم ماں باپ کی نافرمانی کرنا، چہارم مسلمان کو تکلیف دینا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے موجودہ ایمان پر برابر شکر کرتے رہنا اور نماز کا پابند رہنا ان دونوں عملوں کو خاتمہ بالخیر ہونے میں خاص دخل ہے ——— (۹) علما نے فرمایا کہ جو شخص مسواک زیادہ کریگا اس کی روح آسانی سے نکلے گی اور جو شخص مرنے سے پہلے نیک عمل کریگا اس کی روح بھی آسانی سے نکلے گی۔
(۱۰) مرتے وقت روح کی شدت سے یا سہولت سے نکلنے کے بارے میں مومن و کافر کے متعلق جو روایات

آئی ہیں ان سے بظاہر بعض مومن کی روح کا بھی شدت سے نکلنا معلوم ہوتا ہے اور بعض کافر کی روح کا سہولت سے نکلنا معلوم ہوتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کو جسمًا شدت اور روحًا سہولت ہوتی ہے اور کافر کو جسمًا سہولت اور روحًا شدت ہوتی ہے اور مومن کو جو شدت ہوتی ہے تو وہ روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو کر پاک صاف اس دنیا سے رخصت ہو اور عذابِ قبر وغیرہ سے نجات پائے اور روح نکلتے وقت سہولت ہو جاتی ہے برخلاف اس کے کافر کی روح ہر حال میں سختی سے نکلتی ہے اچانک موت میں نیک لوگوں کیلئے بہتری اور بد لوگوں کے لئے خرابی ہے۔ واللہ اعلم۔ نیک لوگوں کے ساتھ ملک الموت نہایت کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں اور اچھی صورتوں میں ان کے پاس تشریف لاتے ہیں جس کی بنا پر بجائے اس کے کہ ان کو خوف لاحق ہو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے یہ برتاؤ ہر مسلمان کے ساتھ ہوتا ہے کفار کے ساتھ اس کے برعکس برتاؤ ہوتا ہے۔ ....

(۱۱) جب کوئی مرتا ہے اور اس کی روح دوسرے عالم میں جاتی ہے تو وہاں کی ارواح اس سے ملاقات کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور دنیا کے ملاقاتیوں کے حالات پوچھتی ہیں یہاں تک کہ اگر گھر کی بلی کتی تو اس کا بھی حال پوچھتی ہیں ——— (۱۲) مردہ اپنے غسل دینے والے اور کفن پہنانے والے کو پہچانتا ہے اور جنازہ لیجاتے وقت جو کچھ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے اس کو سنتا ہے اور فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں ——— (۱۳) مومن کے مرنے پر زمین و آسمان روتے ہیں کافر کے مرنے پر نہیں روتے قال اللہ تعالیٰ: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ الآیۃ۔

(۱۴) جس زمین سے آدمی پیدا کیا گیا اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے ——— (۱۵) مُردوں کو بھی نیک ہمسایہ سے نفع پہنچتا ہے اور اس کی سفارش سے اس کے ہمسایہ مُردوں کی بخشش بھی ہوتی ہے اور برے ہمسایہ سے مُردوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے ——— (۱۶) جب لوگ میت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو ایک فرشتہ جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے ایک مٹھی مٹی لیکر ان کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے تم لوگ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی میت کو بھول جاؤ۔ یہ لوگ میت کو بھول جاتے ہیں اور اپنے دنیاوی کام میں لگ جاتے ہیں گویا کہ میت ان میں سے نہ تھی اور نہ یہ لوگ میت کے تھے۔

(۱۷) علما لکھتے ہیں کہ ضغطہ قبر سے کوئی نیک بخت نجات نہیں پا سکتا فرق اتنا ہے کہ کافر کو ہمیشہ ضغطہ قبر رہے گا اور مومن کو جب قبر میں جائیگا تو کچھ عرصہ تنگ ہو کر پھر قبر کشادہ ہو جائے گی۔ جو مومن اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہے اس کو عذابِ قبر نہ ہوگا اس کی بجائے ضغطہ قبر ہوگا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھائیں اور اس کا پورا شکر نہیں ادا کیا حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ ضغطہ قبر کا سبب یہ ہے کہ ہر آدمی اگرچہ وہ بڑا نیک ہو مگر گناہ اُس سے ضرور ہوا ہے ضغطہ سے گناہ کا بدلہ ہو جاتا ہے اس کے بعد اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے قبر میں منکر نکیر کا سوال نہیں ہوگا اور نہ ان کو ضغطہ قبر ہوگا اس واسطے کہ وہ سب گناہوں سے پاک و معصوم ہیں ——— جو آدمی مرکز زمین کے اوپر رہ جاتے اور دفن نہیں کیا جاتا یہانتک کہ اس کو جانور کھا جاتے ہیں یا گل سڑ جاتا ہے یا جس کو پھانسی اور سولی دیکر کتنے دن لٹکا رکھا جاتا ہے ان سب کو ضغطہ قبر اس طرح ہوتا ہے کہ بجائے زمین کے ہوا اس کو ایسا سخت دباتی ہے کہ ہڈی پسلی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان کی نظر سے چھپایا ہے جس طرح فرشتوں اور شیطانوں کو ہماری نظر سے

چھپا رکھا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل میں قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد روح رہے گی وہاں اس روح کو قبر کی تنگی یا کشادگی ہوگی اور زمین کے گڑھے کو مجازاً قبر کہتے ہیں اس کی تفصیل عقائد کے بیان میں درج ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۸) علمانے فرمایا کہ جو شخص گناہ کریگا وہ دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا مگر دس چیزیں ہیں کہ ان کے سبب سے دوزخ کا عذاب معاف کیا جاتا ہے اول صدق دل سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے۔ دوم گناہوں سے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے۔ سوم گناہ کرنے کے بعد نیکی کرے تو یہ نیکی اس گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ چہارم دنیا میں مصیبت اور بیماری میں مبتلا کیا جائے اور یہ مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں۔ پنجم ضغطۂ قبر میں مبتلا کیا جائے اور قبر میں سختی کی جائے تاکہ گناہوں کا کفارہ عالم برزخ میں ہو اور آخرت میں نجات پائے۔ ششم مسلمان بھائی اس کے حق میں دعائے خیر کریں اور اس کے گناہوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ ہفتم گھر والے یا اولاد یا دوست یا مومنین نیک کام کرکے اس کا ثواب بخش دیں۔ ہشتم قیامت کے میدان میں جبکہ پچاس ہزار برس کا وہ ایک دن ہوگا اس کے خوف و دہشت سے گناہ مٹ جائیں۔ نہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کو نصیب ہو۔ دہم اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو بخش دے۔ روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیماری میں سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھا کرے گا اور اس بیماری میں مرے گا تو عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اس کو ضغطۂ قبر نہ ہوگا اور قیامت کے دن ملائکہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کو پل صراط سے پار کرکے جنت کے دروازہ تک پہنچا دیں گے۔

(۱۹) حضرت سفیان ثوری ؒ نے فرمایا جو آدمی قبر کی یاد زیادہ کرے گا اس کے واسطے قبر جنت کا باغ ہوگی اور جو آدمی قبر کی یاد سے غافل رہے گا اس کی قبر دوزخ کی خندق ہوگی۔

(۲۰) اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ قبر میں دو فرشتے سوال کرتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ سوال کرتا ہے بعض روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب سب لوگ چلے جاتے ہیں تب سوال کرتے ہیں اور بعض میں ہے کہ اس سے پہلے سوال کرتے ہیں سو یہ اختلاف آدمیوں کے مختلف اعمال پر موقوف ہے جس کے گناہ زیادہ ہیں اس سے سب کے چلے جانے کے بعد سوال کرتے ہیں تاکہ تنہائی کے سبب سے اس پر خوف اور سختی زیادہ ہو اور اس سے کم گناہ والے کو لوگوں کے چلے جانے سے پہلے سوال کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے موجود رہنے سے خوف اور سختی کم ہو، اور جس نے نیک عمل زیادہ کئے ہیں اس کی آسانی کے واسطے صرف ایک فرشتہ آتا ہے اور بعض علمائے فرمایا ہے کہ دو فرشتے آتے ہیں مگر سوال ایک ہی کرتا ہے واللہ اعلم ——— (۲۱) جو آدمی جنگل یا میدان میں مرگیا اور دفن نہیں ہوا اس سے بھی سوال کیا جاتا ہے ...... اور اس پر عذاب کیا جاتا ہے یا اس کو ثواب دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ دیکھ نہیں سکتے جس طرح فرشتہ اور شیطان کو دیکھنے سے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس کو ضغطۂ قبر بھی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا جس کے دل میں ایمان ہے وہ ان سب کو سچ جانتا اور تصدیق کرتا ہے

(۲۲) منکر نکیر کی صورت سب جانداروں کی صورت سے علیحدہ ہے نہ آدمی کے مثل ہیں نہ فرشتے کے نہ جانور چوپایہ وغیرہ کے بلکہ ان کی شکل نئی قسم کی ہی ہے جو کسی سے مشابہت نہیں رکھتی ان میں محبت نہیں جو کوئی ان کو دیکھے گا

اپنے حواس میں نہ رہے گا مگر مومن کے ایمان کے سامنے یہ فرشتے نرم بن جائیں گے اور مومن کو خوف نہ ہوگا۔

(۲۳) جب قبر میں سوال کے واسطے روح بدن میں ڈالتے ہیں تو مردہ زندہ ہوتا ہے مگر یہ زندگی ایسی نہیں ہوتی جیسی دنیا میں زندوں کی ہوتی ہے کہ چلنے پھرنے کھانے کی حاجت ہو بلکہ یہ دوسری قسم کی زندگی ہے۔ اسی زندگی میں منکر نکیر کا سوال اور امتحان ہوگا اس کی زندگی کی مثال یوں سمجھنی چاہئے جیسا کہ جاگتے ہوئے آدمی کی زندگی ہے اور سوتے ہوئے آدمی کی بھی زندگی ہے اس حیات کو موت نہیں کہہ سکتے اسی طرح میت میں روح ڈالنے کے بعد ایک حیات ہے اور یہ حیات دنیاوی اور اخروی حیات کے درمیان کی ایک چیز ہے جیسے نیند حیات و موت کے درمیان کی ایک چیز ہے اب خواہ بدن موجود ہے یا سڑ گل جائے یا ریزہ ریزہ ہو جائے یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیا جائے ہر صورت میں یہ حیات باقی رہتی ہے اس کو برزخی حیات کہتے ہیں اور اسی سے سوال وجواب منکر نکیر اور ضغطۂ قبر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۲۴) انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مَنْ فَارَقَ الدُّنْیَا وَھُوَ سَکْرَانُ دَخَلَ الْقَبْرَ وَھُوَ سَکْرَانُ (یعنی جو آدمی نشہ کی حالت میں دنیا چھوڑے گا وہ نشہ ہی کی حالت میں قبر میں داخل ہوگا) پس جب نشہ کی حالت میں نکیرین کو دیکھے گا اور عقل و سمجھ ٹھکانے نہ ہوگی تو نکیرین کے سوال نہ سمجھے گا اور جواب بھی نہ دے سکے گا۔

(۲۵) جن سے قبر میں نکیرین سوال نہیں کریں گے اور قبر میں عذاب نہ ہوگا وہ تین قسم کے لوگ ہیں اول وہ جنھوں نے ایسے نیک عمل کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب قبر و سوال نکیرین موقوف کر دیا ہے مثلاً جہاد میں شہید ہو گئے۔ دوم موت کے وقت اُن پر ایسی سختی کی گئی کہ اس کے بدلے میں عذاب و سوال اٹھا دیا گیا۔ سوم ایسے دن دنیا سے گذرے کہ اس دن عذاب و سوال نہیں ہے مثلاً جمعہ کا دن یا جمعہ کی رات۔ روایتوں میں ہے کہ تبارک الذی ہر رات کو ایک بار پڑھنا عذابِ قبر سے حفاظت ہے اور آیہ اِنِّیٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ پڑھتے رہنے سے منکر و نکیر کا سوال اس پر آسان ہوگا اور بھی اعمال احادیث میں وارد ہیں۔

(۲۶) چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں ان سے سوالِ قبر ہونے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک سوال ہوگا اور اُس وقت اللہ تعالیٰ بچہ کو پوری عقل دیتا ہے اور سوال کا جواب اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے تاکہ وہ اپنی نیک بختی کا درجہ پہچانے اور جواب دے۔ بعض نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بچوں سے سوال نہ ہوگا ان پر عذاب و حساب نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے واللہ اعلم —— (۲۷) جو طاعون کے وقت اپنی جگہ پر قیام کرے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کے سوا ہمارے اوپر کچھ نہیں آتا تو یہ شخص طاعون کے زمانے میں طاعون میں مبتلا ہو کر مرے یا دوسری بیماری میں مرے قبر کے سوال وجواب سے نجات پائیگا۔

(۲۸) علماء نے فرمایا کہ عذابِ برزخ کو عذابِ قبر کہتے ہیں اور برزخ دنیا و آخرت کی درمیانی مدت کو کہتے ہیں جس میت کو اللہ تعالیٰ عذاب کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو اسی عالمِ برزخ میں عذاب کرتا ہے چاہے میت کو دفن کریں یا جانور کو کھلا دیں یا سولی پر چڑھا دیں یا جلا کر خاک کر دیں یا باریک کر کے ہوا میں اڑا دیں یا دریا میں غرق کر دیں اللہ تعالیٰ اس کے عذاب کرنے پر ہر طرح قادر ہے جس طرح چاہے عذاب کرے اور عذاب برزخ کو اس واسطے عذاب قبر کہتے ہیں کہ

اکثر یہ عذاب قبر میں ہوتا ہے یا یوں کہیں گے کہ اصل قبر وہی ہے جہاں برزخ میں روح کا مقام ہے اور زمین کے گڑھے کو مجازاً قبر کہتے ہیں۔ یہ عذاب ہلکا ہلکا قیامت تک ہوتا رہے گا مگر جس کو اللہ پاک معاف کردے قیامت میں حساب کے بعد اصلی عذاب ہوگا جو نہایت سخت ہے نعوذ باللہ منہ۔ عذاب قبر کو انسان کی نظروں سے چھپا دیا ہے کیونکہ اگر انسان یہ عذاب دیکھ لے تو دیوانہ کی مانند ہو جائے اور دنیا کا کل کاروبار چھوڑ دے جس سے انتظامِ عالم خراب ہو جائے لیکن کبھی کبھی نمونہ کے طور پر کچھ دکھا دیتا ہے جیسا کہ بہت سے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں اور لوگوں میں زبان زد ہیں اور اکثر پیش آتے رہتے ہیں تاکہ آدمی کے دل میں آخرت کی یاد ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہو اس کی قدرت کا یقین ہو غفلت دور ہو جائے اور عبرت و نصیحت حاصل ہو برے کام سے توبہ کرے اور باز آئے گناہوں سے شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔

(۲۹) روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مردے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور نماز و قرآن پڑھتے ہیں اور ملاقات کرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں ——— (۳۰) میت اور لاش سے زندوں کی گفتگو اور ارواح سے ملاقات کے متعلق معتبر کتابوں میں بہت سی روایات لکھی ہیں نیک اور پرہیزگار لوگوں سے کبھی کبھی ارواح ملاقات کرتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں۔ اور محدثین کی جماعت نے صحیح طریقہ سے ایسے واقعات روایت کئے ہیں اور اس کے صحیح ہونے کو مانا ہے۔ ائمہ دین نے بھی ان حالات کو صحیح روایتوں سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ میت کی زیارت اکثر خواب میں ہوتی ہے اور کبھی بغیر خواب کے جاگتے میں بھی ہوتی ہے مگر یہ خاص اولیاء اللہ کے واسطے ہے اور یہ ان کی کرامت ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ روحیں اگر نیک ہیں تو علیین میں اور اگر بد ہیں تو سجین میں رہتی ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ان ارواح کو قبر میں ڈالتا ہے خصوصاً جمعہ کے دن اور اس کی رات میں، تو یہ روحیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتی ہیں نیک روحوں کو ثواب ملتا ہے اور بد روحوں کو عذاب ہوتا ہے جب یہ روحیں علیین یا سجین میں رہتی ہیں تو صرف روح پر ثواب و عذاب ہوتا ہے اور جب قبر میں آتی ہیں تو روح اور بدن دونوں پر ثواب و عذاب ہوتا ہے ——— (۳۱) عالمِ برزخ دنیا سے بڑا اور آخرت سے بہت چھوٹا ہے اس کے درجے اور طبقے بہت ہیں اپنے اپنے اعمال کے موافق ارواح ان درجوں اور طبقوں میں رہیں گی۔ جاننا چاہئے کہ ارواح کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ قسم کا ہے: پہلا تعلق ماں کے شکم میں اور یہ تعلق ضعیف ہے ——— دوسرا تعلق پیدا ہونے کے بعد سے مرنے تک تمام عمر، یہ تعلق پہلے سے قوی ہے ——— تیسرا تعلق نیند کی حالت میں یہ بہت کمزور اور ضعیف ہے کیونکہ خواب میں روح کا زیادہ تعلق عالم برزخ سے ہو جاتا ہے اس لئے بدن کا تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اور خواب میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اسی عالم برزخ کی سیر کا نتیجہ ہے۔ نیند کی حالت میں روح کا تعلق بدن کے ساتھ قائم رہنے کی مثال ایسی ہے جس طرح آفتاب کی روشنی زمین پر گرتی ہے اور تمام عالم روشن ہو جاتا ہے لیکن روشنی کا تعلق آفتاب کے ساتھ شعاع یعنی کرن کے ذریعہ سے قائم رہتا ہے اگر یہ تعلق قائم نہ رہے تو آفتاب سیاہ ہو جاتا ہے لیکن جب سوتے میں موت آجائے تو روح کو قبض کر لیتے ہیں اور روحانی تعلق بدن سے الگ ہو جاتا ہے ——— چوتھا تعلق برزخ کا جو موت کے بعد ہوتا ہے اس میں موت کے سبب سے اگرچہ روح بدن کو چھوڑ دیتی ہے لیکن روح و بدن بالکل جدا نہیں ہوتے بلکہ بدن کے ساتھ روح کو ایک قسم کا تعلق اور واسطہ باقی رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے قبر کی زیارت

مسنون ہوئی اور زیارت کرنے والوں کا سلام روح سنتی اور جواب دیتی ہے یہ تعلق قیامت تک قائم رہتا ہے۔ پانچواں تعلق قیامت کے دن کا ہے جب قبر سے اٹھائے جائیں گے یہ تعلق نہایت قوی اور کامل ہے کہ کمزور نہیں ہو سکتا اور نہ زائل ہو سکتا ہے پہلے تعلقات سے اس تعلق کو کوئی نسبت نہیں کیونکہ اب بدن گلنے اور مٹرنے کا نہیں اور نہ اب نیند ہے نہ موت اور جاننا چاہئے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: ایک انبیاء علیہم السلام کی ارواح، دوسری نیکو کار مؤمنوں کی تیسری بدکار مؤمنوں کی، چوتھی کفار و مشرکین کی ارواح۔ اور جاننا چاہئے کہ موت کے بعد جہاں ارواح رہتی ہیں اس جگہ کو سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا نہیں جانتا نہ بیان کر سکتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہی حق ہے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر بیان کیا ہے اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے۔ ان سب کو درست ماننا اور ان کی تصدیق کرنا چاہئے اس کی تفصیل کتب احادیث و عقائد میں ملاحظہ فرمائیں ـــــــــــ

(۳۲) زندوں کے اعمال مُردوں کو دکھائے جاتے ہیں پس اللہ سے ڈرنا اور نیک عمل کرنا چاہئے۔ خود کو بھی اور مُردوں کو بھی بُرے عمل کی تکلیف سے بچانا چاہئے کیونکہ اس کو دیکھ کر اُن کو صدمہ اور رنج ہوتا ہے۔ ماں باپ پر احسان چار طریقے سے ہو سکتا ہے: اوّل اُن کے حق میں دعا کرنا۔ دوم جو وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا سوم ان کے دوستوں کی تعظیم و عزت کرنا۔ چھارم جو اُن کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا

(۳۳) حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کی روح مقید ہے اس کے قرض میں، جب کوئی مؤمن مرا اور اس کے ذمہ قرض تھا اور وارثوں نے اس کا قرض ادا نہ کیا تو اس کی روح جنت میں نہ جائے گی جبتک اس کا قرض ادا نہ ہوگا۔

(۳۴) زندوں سے مردوں کو ایذاء تکلیف پہنچتی ہے پس جس طرح اگر کوئی شخص کسی کی شکایت کرے یا پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کرے تو سن کر اس کو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اسی طرح مردوں کی بُرائی بیان کرنے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے جب کوئی مردے کے حق میں بدخواہی کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے تو فرشتے ان کو سناتے ہیں اس سے ان کو صدمہ پہنچتا ہے پس آدمی کو لازم ہے کہ جب کوئی مرجائے تو اس کی خوبی اور بھلائی بیان کرے اور برائیوں سے درگذر کرے۔ اس کا نام نہ لے۔

(۳۵) جب مومن مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے، اوّل جس نے کسی کو علم دین سکھایا تو جب تک اس کا علم دنیا میں جاری ہے اس کا ثواب برابر پہنچتا رہے گا ـــ دوم نیک اولاد ہو اور وہ اس کے حق میں دعا و ایصالِ ثواب کرتی رہے۔ سوم قرآن شریف چھوڑ گیا ہو۔ چھارم مسجد بنوائی ہو۔ پنجم مسافروں کے آرام کے لئے مسافر خانہ بنوایا ہو۔ ششم کنواں یا نہر کھدوائی ہو۔ ھفتم صدقہ اپنی زندگی میں دیا ہو، جب تک یہ چیزیں موجود رہیں گی اُن سب کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ (الحدیث)۔

(۳۶) سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور جو اُن کے مثل ہیں مثلاً شہداء و اولیاء اللہ و حافظ قرآن مجید و مؤذن جبکہ دین کی باتوں کے پابند ہوں یا جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو وغیرہ جن کی تفصیل احادیث میں وارد ہے، باقی ہر میت کا بدن سٹرتا اور گلتا ہے مگر جو ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے وہ نہیں سٹرتی اور قیامت کے دن اسی سے تمام بدن درست کیا جائیگا۔

(۳۷) چند سوالات و جوابات (۱) مرد کے لئے جنت کا ذکر ہے عورت کے لئے ذکر نہیں؟ جواب: عورت چونکہ مرد کے تابع ہے اس لئے اِن احکام میں بھی وہ مرد کے تابع ہے یعنی جیسے مرد مغفرت ہوجانے پر جنت میں جائے گا اسی طرح عورت بھی بعد مغفرت جائیگی اور اگر مغفرت نہ ہوئی تو جس طرح مرد دوزخ میں جائیگا اسی طرح عورت بھی بعد مغفرت دونوں جنت میں ساتھ ساتھ رہیں گے۔ (۲) مرد کو حُور ملے گی عورت کو کیا ملے گا؟ جواب عورت کو اپنا شوہر ملے گا۔ (۳) کسی عورت نے چار نکاح کئے تو عورت کس کے ساتھ رہے گی؟ جواب عورت آخری شوہر کے ساتھ رہے گی۔ (۴) زوجین میں سے ایک جنت میں ہے ایک دوزخ میں ہے تو بعد مغفرت کیا صورت ہوگی؟ جواب اگر مرد جنت میں گیا اور عورت دوزخ میں تو بعد مغفرت اپنے شوہر کے پاس آجائے گی اور اگر عورت جنت میں گئی اور مرد دوزخ میں تو عورت مومن صالح کو دی جائے گی اور شوہر کی مغفرت کے بعد اس کو واپس دی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شہید کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے تم انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں خبر نہیں)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ الآیہ (ترجمہ: جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے گئے تو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کر بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں انھیں رزق ملتا ہے اللہ نے اپنے فضل سے جو انھیں دیا وہ اس پر خوش ہیں الآیہ) احادیث میں شہدا کی فضیلت بہت وارد ہے اور باوجودیکہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام موتی کے سب احکام اس میں جاری نہیں ہوتے اس لئے فقہانے شہید کے مسائل کا باب الگ باندھا ہے۔

شہید کے معنی شہید بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مشہود ہے اس لئے کہ جنت اس کے سامنے کی گئی ہے یعنی اس کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے یا اس کی موت کے وقت اس کی بزرگی کی وجہ سے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں یا بمعنی فاعل یعنی شاہد ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور اللہ کے پاس حاضر ہے۔

شہید کی اقسام بمعہ تعریف شہید کی تین قسمیں ہیں ——— (۱) شہید کامل اس کو شہیدِ دنیا و آخرت بھی کہتے ہیں اور شہیدِ فقہی بھی، اس لئے کہ دنیا میں بھی اس پر فقہ کے لحاظ سے کفن ودفن وغیرہ میں عام موتی سے الگ بعض احکام جاری ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عام موتی سے ثواب وغیرہ کا امتیازی درجہ رکھتا ہے اور فقہا کی اصطلاح میں ایسے شہید کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی مکلف مسلمان بے گناہ بطور ظلم کسی آلۂ جارحہ مثلاً تلوار چھری تیر وغیرہ سے قتل کیا گیا ہو اور نفسِ قتل سے مال (دیت) نہ واجب ہوا ہو بلکہ قصاص واجب ہوا ہو یا کسی کافر حربی یا باغی ڈاکو نے بغیر آلۂ جارحہ ہی قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں اور اس نے راحتِ دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو ایسے شہید کو شہید فقہی یا شہید کامل کہتے ہیں اِس کو غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے جیسا کہ اس کے احکام میں تفصیل آتی ہے۔

(۲) شہیدِ ناقص، اس کو شہیدِ آخرت یا شہیدِ ثواب بھی کہتے ہیں دنیا میں اس کے کفن و دفن کے احکام عام موتیٰ کی طرح ہوتے ہیں اس لئے یہ شہید فقہی نہیں کہلاتا البتہ وہ آخرت میں شہید کا ثواب پائے گا۔ اس کی تفصیل کہ کن کن حالتوں میں مرنے سے شہید کے ثواب کا درجہ پاتا ہے آگے آتی ہے۔

(۳) شہیدِ دنیا یعنی صرف جو کسی دنیاوی غرض کے لئے قتال کرے اور اس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ بالکل نہ ہو بلکہ حصولِ مال یا حصولِ جاہ وغیرہ ہو اور اس میں قتل ہو جائے دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یعنی مسلمان اس کو غسل نہ دیں گے اور شہید کامل کی طرح معاملہ کریں گے لیکن آخرت میں وہ عنداللہ شہید نہیں ہوگا اور وہ ثواب جو شہداء کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے نہیں پائے گا۔

شہیدِ کامل کے احکام

(۱) شہیدِ کامل کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اسی طرح خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے ——— (۲) جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیں لیکن اگر شہید کے کپڑوں پر خونِ شہادت کے علاوہ کوئی اور نجاست لگی ہو تو اس کو دھو ڈالیں۔ اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون پورا کرنے کیلئے اور کپڑے بڑھا کر کفن پورا کر دیا جائے اور اگر کفن عددِ سنت سے زیادہ ہو تو زائد کو اتار کر عددِ مسنون کے مطابق کر دیئے جائیں اور جو چیزیں جنسِ کفن سے نہیں ہیں وہ اس کے بدن سے نکال لی جائیں جیسے ہتھیار اور پوستین و زرہ و روئی دار کپڑے و جوتا و موزے اور ٹوپی خود وغیرہ بہتر یہ ہے کہ پاجامہ نہ اتارا جائے۔ اگر شہید کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہیں یا اس کے جسم پر پوستین وغیرہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور پورا کرنے کیلئے بھی اور کچھ نہیں ہے تو یہ پوستین و روئی کا کپڑا نہ اتاریں ٹوپی جوتا موزہ ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیا جائے گا۔ شہید کے سب کپڑے اتار کر نئے کپڑے دینا مکروہ ہے باقی احکام میں شہید کا بھی وہی حکم ہے جو عام موتیٰ کا ہے یعنی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور مُردوں کی طرح شہید کے بھی خوشبو لگائی جائے گی اور نماز و قبر و دفن کا وہی طریقہ ہے جو عام موتیٰ کا ہے۔

شرائطِ شہیدِ کامل

(۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم یعنی کافر کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی۔
(۲) مکلف یعنی عاقل و بالغ ہونا پس جو شخص حالتِ جنون میں مارا جائے یا نابالغ مارا جائے تو اُس کیلئے شہادت کے احکام جو اوپر بیان ہوئے ثابت نہیں ہوں گے پس ان کو غسل و کفن عام موتیٰ کی طرح دیا جائیگا خواہ وہ کسی طرح قتل کئے گئے ہوں ——— (۳) طاہر ہونا یعنی حدثِ اکبر سے پاک ہونا پس جنبی اور حیض یا نفاس والی عورت فقہی شہید نہیں ہوتے اسلئے اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں یا کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں شہید ہو جائے تو اس کو بھی غسل و کفن دیا جائے۔ جنبی ہونا اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ قتل سے پہلے اس نے خود بیان کیا ہو یا اس کی عورت نے بتایا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک برگزیدہ صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اس لئے وہ غسیل ملائکہ کہلاتے ہیں۔ اس قصہ کی تفصیل احادیث میں مذکور ہے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل نہیں دلایا اس سے دوسرے جنبی کو غسل نہ دینے پر استدلال نہیں

کیا جاسکتا اس لئے کہ جب ان کو ملائکہ کا غسل دینا حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملاحظہ فرمالیا تو اب ان کو غسل دینے کی ضرورت نہ رہی سب لوگوں کے لئے ایسا ہونا ثابت نہیں ہے اسلئے غسل دینا ضروری ہے ـــــ اگر حیض یا نفاس والی عورت طاہر ہو چکی ہو اور خون بند ہو چکا ہو لیکن ابھی اس نے غسل نہ کیا ہو کہ قتل ہو جائے تب بھی اس کو غسل دیں اور اگر خون بند نہ ہوا ہو تب بھی جو کچھ نظر آتا ہے اگر وہ حیض ہونے کے قابل ہے تو اصح یہ ہے کہ غسل دیں۔ اگر حیض شروع ہوئے ابھی پورے تین دن نہیں ہوئے تھے مثلاً ایک یا دو دن خون دیکھا تھا کہ قتل کی گئی تو بالاجماع اُسے غسل نہ دینگے کیونکہ ابھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حائض ہے شاید کہ یہ خون استحاضہ کا ہو۔

(۴) بے گناہ مقتول ہونا۔ اگر کوئی بے گناہ مقتول نہ ہوا ہو بلکہ کسی شرعی جرم کی سزا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یونہی مرگیا ہو تو اس کیلئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہیں ہوں گے پس اگر کوئی شخص اپنے بستر پر مرا یا کسی جگہ سے گر کر ہلاک ہو گیا یا آگ میں جل گیا یا کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرگیا یا پانی میں ڈوب کر مرگیا تو وہ شہید فقہی نہیں ہے یعنی دنیا میں اس کے غسل و کفن کے متعلق احکام ثابت نہیں ہوں گے اگرچہ ان میں شہادتِ ثواب فی الآخرۃ پائی جاتی ہے جس کی تفصیل آگے شہیدِ ناقص کے بیان میں آئے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دشمن پر مارنے کا ارادہ کیا مگر نشانہ خطا کر گیا اور اسی کو وہ تیر یا تلوار وغیرہ لگ گئی اور وہ مرگیا تو اگرچہ آخرت میں ثواب کے اعتبار سے شہید ہے مگر دنیا میں اُس کے لئے شہید کے احکام ثابت نہیں ہوں گے پس اُس کو غسل و کفن دیا جائے گا۔

(۵) اہلِ حرب یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے اس کو قتل کیا ہو، اہلِ حرب سے مراد حربی کافر ہیں پس اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا خواہ آلہ جارحہ تلوار بندوق وغیرہ سے مارا جائے یا غیر جارحہ پتھر لکڑی لکڑی وغیرہ سے مارا جائے اور خواہ وہ لوگ خود اس کے قتل کے مرتکب ہوئے ہوں یعنی براہ راست اُن کے ہاتھ سے مارا جائے یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں یعنی اُن سے ایسے امور واقع ہوئے ہوں جو اس کے قتل کا باعث ہوئے ہوں ہر صورت اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ مکابرین یعنی وہ لوگ جو رات کو شہر کے اندر غارت گری کریں اور خناق یعنی لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارنے والا جبکہ اس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا کیا ہو اور اہلِ عصبہ یعنی جو اپنی قوم کی ظلم پر اعانت و حمایت کریں یہ سب بھی رہزن اور باغی کے حکم میں ہیں اور ان کے ہاتھ سے جو مقتول ہوگا وہ بھی شہید ہوگا اور غسل نہیں دیا جائیگا۔ ان کی تفصیل غسل میت کے بیان میں درج ہے۔ اُس کے قتل کا سبب ہونے کی مثالیں یہ ہیں، حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے جانوروں نے کسی مسلمان کو روند کر مار دیا ہو، کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مرگیا، یا انھوں نے اس کو کسی دیوار سے گرا دیا ہو یا انھوں نے اس پر کوئی دیوار گرا دی ہو یا انھوں نے اس کو آگ میں پھینک دیا ہو، یا انھوں نے اس پر آگ پھینک دی یا اُن کے یہاں سے ہوا آگ اڑا لائی یا انھوں نے کسی لکڑی میں آگ لگا دی جس کا ایک کنارہ مسلمانوں کی طرف تھا اور وہ ان صورتوں میں جل کر مرگیا، یا کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگا دی ہو جس سے کوئی مسلمان جل گیا ہو یا اور اسباب میں سے کوئی اس قسم کی صورت پیش آئی ہو تو وہ مسلمان شہید ہے۔ اگر مشرکوں کا گھوڑا بدک گیا اور اس پر کوئی مشرک کافر حربی نہیں ہے پس اس گھوڑے نے کسی مسلمان کو روند کر ہلاک کر دیا

تو وہ بھی شہید نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں فعل سواری کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ حربی کی طرف کیونکہ وہ اس پر سوار ہی نہیں ہے۔ یا کسی مسلمان نے کفار کی طرف تیر پھینکا پس وہ بجائے کافر کے کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا یا کسی مسلمان کا سواری کا جانور کفار کے مجمع یا کسی کافر کے گھوڑے سے بدک کر بھاگا اور مسلمان کو گرا کر مار دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا یا مسلمانوں کے جانوروں نے کفار کے جھنڈے دیکھے اور اس کی وجہ سے کوئی جانور بھاگا کفار نے اس کو نہیں بھگایا اور اس جانور نے اپنے مسلمان سوار کو گرا دیا اور قتل کر دیا یا معاذ اللہ کفار کے مجمع سے مسلمان بھاگا اور کفار نے ان کو کسی خندق میں یا آگ یا کسی ایسی چیز کی پناہ لینے پر مجبور کر دیا یا مسلمان نے اپنے گرد کانٹے بچھائے پھر کوئی مسلمان ان کے اوپر سے چلا اور مر گیا تو ان سب صورتوں میں وہ شہید نہیں ہوگا کیونکہ ان سب صورتوں میں اس فعل کی نسبت کفار حربی کی طرف نہیں رہی ہے اور کانٹے بچھانے وغیرہ کی صورت میں یہ سب مقتول نہیں ہیں اسلئے کہ جس چیز سے قتل کا قصد کیا جائے وہ سبب قتل ہے ورنہ نہیں اور کانٹوں کے بچھانے میں دفع کفار کا قصد کیا ہے نہ کہ قتل کا۔ امام ابو یوسفؒ کا ان سب صورتوں میں خلاف ہے۔ اگر مسلمان کے گھوڑے نے لڑائی کے وقت ٹھوکر کھا کر مسلمان کو گرایا اور قتل کر دیا یا کفار کسی شہر میں محصور ہو گئے اور مسلمان اس شہر کی شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور کسی کا پاؤں پھسل گیا اور گر کر مر گیا یا معاذ اللہ مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور کسی مسلمان کے جانور نے کسی مسلمان کو روند کر ہلاک کر دیا اور اس جانور پر اس کا مالک سوار تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا یا آگے سے کھینچتا تھا یا مسلمانوں نے کسی دیوار میں سوراخ کیا اور اس وجہ سے وہ دیوار کسی مسلمان پر گر پڑی اور وہ مر گیا تو ان سب صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک غسل دیا جائیگا امام ابو یوسف رح کا ان سب میں اختلاف ہے یہی حکم اس وقت ہے جبکہ دشمن پر حملہ کیا اور اپنے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اگر مسلمان کشتی میں سوار ہوں اور دشمن نے ان پر آگ پھینکی اور وہ جل گئی یا وہ آگ دوسری کشتی میں پہنچی اور اس کشتی میں بھی مسلمان تھے وہ بھی جل گئے تو وہ سب شہید ہوں گے۔

(۶) اہل حرب و باغی و رہزن کے علاوہ کسی کے ہاتھ سے یعنی کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے ظلماً مارا گیا ہو اور شریعت کی طرف سے اس قتل کی سزا میں ابتداءً کوئی مالی عوض یعنی دیت مقرر نہ ہو بلکہ قصاص ہو اور یہ اسوقت ہوتا ہے جبکہ کسی آلۂ جارحہ سے مارا گیا ہو، آلۂ جارحہ سے مراد وہ آلہ ہے جس سے قتل کرنے سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے اور اس پر شریعت کی طرف سے ابتداءً مالی عوض مقرر نہیں ہوتا اور وہ وہ آلہ ہے جس میں کاٹنے کی قوت ہو اور اعضا کو جدا کر دے جیسے تلوار چھری چاقو یا کوئی اور دھار دار چیز ہو خواہ لوہے کی ہو یا کسی اور چیز کی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بانس کے ٹکڑے یا ناخن کی نوک سے ذبح کر ڈالے تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے بندوق بھی آلۂ جارحہ میں سے ہے اور لوہا مطلقاً آلۂ جارحہ کے حکم میں ہے اگرچہ اس میں دھار نہ ہو۔ اور آگ بھی۔ اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے غیر جارحہ آلہ کے ذریعہ سے مثلاً کسی لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو یعنی ایسی صورت ہو کہ اس کے قاتل پر ابتداءً شریعت کی طرف سے مالی عوض (دیت) مقرر ہو تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ ظلماً کی قید جو اس صورت میں بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر کسی بے حق کے بدلے میں کسی مسلمان نے اس مسلمان کو قتل کیا ہو جیسا کہ حد یا قصاص میں قتل کیا گیا ہو یا کسی حد یا تعزیر وغیرہ میں مر گیا یا کسی قوم پر ظلم و زیادتی کی اور انھوں نے اسکو قتل کر دیا تو وہ شہید نہیں ہے اسی طرح اگر خطا سے کسی آلۂ جارحہ سے

قتل کردے مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانہ پر حملہ کر رہا ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے تب بھی وہ شہید نہیں ہے۔ ابتداءً یعنی اس قتل کی وجہ سے مالی عوض نہ ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا مگر کسی مانع یعنی صلح یا شبہ کے سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہو تو اصل یعنی قصاص کا اعتبار کیا جائیگا اور اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے مثلاً کسی حربی کافر نے کسی مسلمان کو مار ڈالا مگر اس مسلمان کے وارثوں اور اس کافر کے درمیان کچھ مال کے عوض میں صلح ہو گئی تو اس صورت میں چونکہ ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا اور مال شروع میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں صلح کے سبب سے واجب ہوا اس لئے اس پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یہ صلح کی مثال ہے اور شبہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو کسی آلۂ جارحہ سے مار ڈالے یا کسی دوسرے شخص کو جس کا وارث اس قاتل کا بیٹا ہے مثلاً اپنی عورت کو مار ڈالے اور عورت کا وارث بیٹا ہے جو اسی شوہر سے ہے تو اس صورت میں ابتداءً قصاص ہی واجب تھا مال ابتداءً واجب نہیں تھا بلکہ باپ کے احترام و عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہے پس اس صورت میں بھی وہ شہید ہوگا اور غسل نہ دیا جائیگا۔ اور اگر ابتداءً مال قصاص کی بجائے واجب ہوا تھا مثلاً کسی کو لاٹھی سے مارا اور وہ مر گیا یا قتلِ خطا یعنی کسی نشانہ پر مار رہا تھا اور وہ کسی مسلمان کو لگ گیا اور وہ مر گیا یا کسی سوتے ہوئے آدمی سے دب کر کوئی مسلمان مر گیا تو ان سب صورتوں میں وہ شہیدِ فقہی نہیں ہے اس کو غسل دیا جائیگا۔ اسی طرح اگر شہر یا گاؤں میں یا ان کے قریب کوئی مقتول پڑا ہوا ملا اور اس کا قاتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ دھاردار آلے سے بطور ظلم کے قتل ہوا ہے تو اس کو غسل دینگے اور اگر یہ معلوم ہے کہ چوروں نے قتل کیا ہے تو خواہ اسلحہ سے قتل کیا ہو یا کسی اور چیز سے تو غسل نہ دیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ کس چور نے قتل کیا اسی طرح جنگل میں مقتول ملا کہ جس کے نزدیک آبادی نہیں ہے اور معلوم نہیں کہ کس نے قتل کیا تو غسل نہ دیں گے جبکہ اس پر قتل کے نشانات ہوں۔ اسی طرح اگر کسی درندہ نے مار ڈالا تو اس کو غسل دینگے۔ اگر مسلمانوں کے دو لشکر آمنے سامنے ایک دوسرے سے ملے اور ہر لشکر نے دوسرے کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ کافر ہیں اور آپس میں مقاتلہ کیا پس فریقین میں سے کچھ لوگ مقتول ہوئے تو امام محمدؒ کے نزدیک کسی پر دیت نہیں ہے اور نہ کفارہ ہے اس لئے کہ وہ اپنی مدافعت کرتے تھے اور ان کے غسل کا حکم بیان نہیں فرمایا اور واجب ہے کہ ان کو غسل دیا جائے اسلئے کہ ان کے قاتل نے ان پر ظلم نہیں کیا اور اگر دونوں میں سے ایک ظالم ہو اس طرح کہ وہ ان دوسروں کا حال جانتا ہو تو اس مظلوم گروہ کے مقتول کو غسل نہیں دیا جائیگا اگرچہ یہ معین نہیں کہ اسے کس نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ اپنی اور جماعت کی مدافعت کر رہا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان یا کسی ذمّی کے بچاتے ہوئے قتل ہوا خواہ کسی آلے سے قتل ہوا ہو یا لوہے یا پتھر یا لکڑی سے قتل ہوا ہو وہ شہید ہے۔

(۷) میدانِ جنگ میں مقتول پایا جانا جبکہ اس پر زخم کے نشانات ہوں پس اگر کوئی مسلمان معرکہ یعنی میدانِ جنگ میں مقتول پایا جائے اور اس پر ظاہری یا باطنی ضرب یا زخم کے نشانات ہوں مثلاً آنکھ یا کان سے خون نکلا ہے یا حلق سے جما ہوا خون نکلا ہے یا گلا گھونٹنے یا ہڈی ٹوٹنے کا نشان ہو تو اس پر بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ اور اگر معرکہ میں کوئی مردہ ملا اور اس پر قتل کی کوئی نشانی نہیں ملی مثلاً زخم یا گلا گھونٹنے یا ضرب یا خون نکلنے کا نشان نہ تھا یا اگر خون ایسی طرف سے نکلا ہے کہ بغیر کسی اندرونی ضرب کے کسی بیماری کے سبب سے بھی نکلتا ہے جیسے کہ اس کی ناک یا پیشاب یا پاخانہ کے

مقام سے یا حلق سے صاف (رقیق) خون نکلا ہے تو وہ شہید نہیں ہے کیونکہ بعض وقت ناک سے نکسیر کا خون اور پیشاب کے مقام سے شدتِ خوف یا کسی بیماری سے اسی طرح پاخانہ کے مقام سے بھی کسی بیماری سے بغیر زخم کے خون نکلتا ہے پس شک واقع ہو گیا اس لئے غسل شک کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا لیکن کان یا آنکھ سے عادۃً بغیر کسی آفت ضرب وغیرہ کے خون نہیں نکلتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کے سر پر کسی نے ضرب لگائی ہے اسی لئے اس کی آنکھ یا ناک سے خون نکلا ہے پس وہ شہید ہو گا جیسا کہ اوپر گزرا۔ اور اگر کسی کے منھ سے خون نکلا تو اگر وہ خون اس کے سر کی طرف سے آیا ہے تو وہ شہید نہیں ہو گا اور اگر اس کے پیٹ کی طرف سے اوپر چڑھا ہے تو وہ شہید ہے کیونکہ جب پیٹ میں کسی ضرب کا زخم ہوتا ہے تب خون اوپر چڑھتا ہے اور اس کی شناخت اس طرح کی جائے گی کہ اگر خون سر کی جانب سے آیا ہے تو وہ صاف یعنی غیر منجمد ہو گا پس وہ شہید نہیں ہو گا اور اگر خون پیٹ کی طرف سے آیا ہے تو جما ہوا (غیر رقیق) ہو گا اور وہ شہید ہو گا۔ اگر دشمن کے خوف سے مر گیا تو وہ شہید نہیں ہے اس کو غسل و کفن دیا جائے۔ اگر دونوں فریق کا سامنا ہوا تھا اور لڑائی نہ ہوئی تھی تو اگر کوئی مُردہ ملے گا تو اس کو غسل دیں گے لیکن اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ آلۂ جارحہ سے بطورِ ظلم مارا گیا ہے تو غسل نہ دیں گے۔

(۸) مُرتَث نہ ہونا یعنی زخمی ہونے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھانا مثلاً کھانا پینا سونا علاج کرانا وغیرہ نہ کرنا پس اگر کسی شخص نے زخمی ہونے کے بعد کچھ دیر زندہ رہنے کی وجہ سے کچھ کھایا یا پیا یا وہ سویا یا اس نے علاج کرایا اگرچہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں یا کسی خیمہ یا سائبان میں ٹھہرا یعنی جہاں زخمی ہوا تھا وہاں خیمہ لگا کر اس کو ٹھہرایا یا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گزر گیا اور اس کے ہوش و حواس درست تھے اور وہ نماز ادا کرنے پر قادر تھا یا کچھ خریدے یا فروخت کرے یا بہت سی باتیں کرے یا کسی دنیاوی امر کی وصیت کرے یا وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ کو چلا یا لوگ اسے زندہ کو حالتِ ہوش و حواس میں میدانِ جنگ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے گئے خواہ وہ وہاں زندہ پہنچا ہو یا راستہ میں ہی مر گیا ہو تو ان سب صورتوں میں وہ مرتث ہے اور شہید کے حکم میں نہیں ہے اس لئے اس کو غسل دیا جائے گا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ امور لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پائے جائیں اور اگر لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے یہ باتیں پائی جائیں تو وہ مرتث نہیں ہو گا اس لئے اس وقت یہ امور مانع شہادت نہیں ہوں گے پس وہ شخص شہید ہو گا اور غسل نہ دیا جائے گا۔۔۔ اگر میدانِ جنگ سے اس کو اس لئے اٹھا لائے کہ گھوڑے اس کو نہ روند دیں تو وہ مرتث نہیں ہو گا بلکہ شہید ہو گا اور غسل نہیں دیا جائے گا اسی طرح اگر کسی نے آخرت کے متعلق وصیت کی ہو یا دنیاوی امور کے متعلق ایک دو بات کی ہو اگرچہ لڑائی کے بعد ہو یا نماز ادا کرنے کی مقدار زندہ رہا مگر ہوش و حواس درست نہ تھے اگرچہ ایک دن رات سے زیادہ زندہ رہا تو ان صورتوں میں بھی وہ شہید ہے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص لڑائی میں قتل نہیں ہوا بلکہ ظلماً قتل ہوا تب بھی اگر مرنے سے پہلے ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں پائی گئی جس سے مرتث ہوتا ہے تو وہ شہید ہے اور غسل نہیں دیا جائے گا اور اگر ان سے مرتث ہوا تو شہید نہیں ہو گا اور غسل دیں گے۔

(فائدہ ۱) اہلِ حرب یا باغی یا رہزن کے ہاتھ سے مارے جانے میں آلۂ جارحہ کی شرط نہیں بلکہ ان کے ہاتھ سے کسی بھی طرح مارا جائے یا وہ اس کے قتل کا سبب بنے ہوں ہر حال میں شہید ہو گا اور غسل نہیں دیا جائے گا

ان کے علاوہ کسی اور یعنی کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا جائے تو اس میں آلۂ جارحہ کی شرط ہے پس اگر آلۂ جارحہ سے قتل نہ ہوگا تو شہید ہوگا اور غسل دیا جائے گا اور اس صورت میں جو ظلماً مارا جائے اور ابتداءً مالی عوض نہ ہونے کی شرط ہے بعض کتابوں میں ان دونوں باتوں کو الگ نمبر شمار سے لکھا ہے اس قسم کی معمولی تبدیلی سے تعداد شروط مختلف ہو جاتی ہے مطلب ایک ہی ہے۔

(فائدہ ۲) باغی، رہزن، مکابر، خناق، اہل عصبہ جبکہ لڑتے ہوئے مارے جائیں اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو مار ڈالا ہو تو ان کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یہ ان کی اہانت کی وجہ سے ہے۔ تفصیل غسلِ میت کے بیان میں ہے۔

شہیدِ ناقص یعنی شہیدِ آخرت کی تفصیل

وہ صورتیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے بہت سی ہیں۔ وہ صورتیں جن کا علامہ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں: (۱) جو پیٹ کی بیماری میں مرا ہو، اس سے مراد استسقا ہے یا اسہال یعنی دست آنا دونوں قول ہیں یہ لفظ دونوں کو شامل ہے اس لئے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ دونوں کو شہادت کا اجر ملے۔ —— (۲) پانی میں ڈوب کر مرا —— (۳) جس پر دیوار وغیرہ گر پڑے اور وہ مر جائے —— (۴) ذات الجنب اس مراد ذات الجنب وہ بیماری ہے جس میں سینہ کے اندر کی طرف پسلیوں والے حصہ میں زخم ہو جاتے اور سخت درد ہو۔ —— (۵) سل کی بیماری میں مرا یہ ایک بیماری ہے جس میں پھیپھڑے سے منھ کے راستے سے خون آتا ہے اور بدن گھلتا اور پیلا ہوتا جاتا ہے —— (۶) جو مسافرت میں مرگیا —— (۷) جو مرگی کی بیماری سے مرا —— (۸) بخار میں مرا —— (۹) مال یا جان یا اہل یا کسی حق کے بچانے میں قتل ہوا —— (۱۰) ظلماً قتل ہوا —— (۱۱) عشق میں مرا جبکہ پاکدامنی کا عشق ہو اور اس کو چھپایا ہو لیکن اگر گناہ والا عشق ہو تو یہ حرام اور گناہ ہے —— (۱۲) بدن پھٹ کر مرے یعنی جذام (کوڑھ) وغیرہ سے مرے —— (۱۳) کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا —— (۱۴) کسی بادشاہ نے ظلماً قید کیا یا مارا، یا اس کے خوف کی وجہ سے چھپا رہا اور اس سے وہ مرگیا —— (۱۵) کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے مرا۔ —— (۱۶) علمِ دین کی طلب میں مرا، خواہ وہ مشغولیت علمِ دین کی تالیف و تصنیف میں ہو یا تدریس میں ہو یا درس میں، ہو انہماک مراد نہیں ہے —— (۱۷) موذن جبکہ طلبِ ثواب کے لئے اذان کہتا ہو اور تنخواہ نہ لیتا ہو —— (۱۸) سچ بولنے والا تاجر —— (۱۹) جو اپنے اہل و عیال لونڈی غلام کے لئے سعی کرے اور ان میں حکمِ الٰہی کو قائم کرے اور انھیں حلال کھلائے —— (۲۰) جسے سمندر کے سفر میں متلی اور قے آتی ہو —— (۲۱) جو شخص ہر روز پچیس ۲۵ بار یہ پڑھے، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ پھر اس کو اپنے بستر پر موت آئے اللہ پاک اس کو شہید کا ثواب دے گا —— (۲۲) جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور نمازِ وتر کو سفر و حضر میں کبھی کہیں ترک نہ کرے —— (۲۳) فسادِ امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے (۲۴) جو بیماری میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۰ چالیس بار کہے اور اسی مرض

ہیں مرجائے اس کو شہید کا ثواب دیا جائے گا اور اگر صحتیاب ہو گیا تو مغفرت ہو کر صحتیاب ہو گا ــــ (۲۵) جو ہر رات میں سورۂ یٰسین شریف پڑھے ــــ (۲۶) جو شخص صبح کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۳ تین بار پڑھ کر سورۂ حشر کی پچھلی تین آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ اس کے لئے شام تک استغفار کریں اور اگر اس دن میں مرا تو شہید مرا اور جو شام کو یہی پڑھے صبح تک یہی بات ہے ــــ (۲۷) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سَو بار درود شریف پڑھے ــــ (۲۸) جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں ــــ (۲۹) جو جمعہ کے دن مرے ــــ (۳۰) جو کفار کیلئے سرحد پر گھوڑا باندھے ــــ (۳۱) جو سواری سے گر کر مرے ــــ (۳۲) جو مرض طاعون سے مرا، اسی طرح جو طاعون کے زمانے میں اسی شہر میں صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے تو اگرچہ وہ اس زمانۂ طاعون میں کسی اور وجہ سے مرے تب بھی اس کیلئے شہید کا اجر ہے اور طاعون سے بھاگنے والا اس کی مثل ہے جو جہاد سے بھاگا ــــ (۳۳) جو جل کر مرا ــــ (۳۴) جو عورت بچہ پیدا ہونے سے مرے خواہ وضعِ حمل کے وقت مرے یا اس کے بعد نفاس کی مدت پوری ہونے سے پہلے کسی وقت مرے ــــ (۳۵) جو عورت کنوارے پن میں مر جائے شہید ہے ــــ (۳۶) جس نے طہارت پر رات گذاری اور اس حالت میں مر گیا ــــ (۳۷) جس کی زندگی تشدد سے خالی ہو اور نرم مزاج ہو کر زندگی گذاری ہو۔

(فائدہ) شہید ناقص کی یہ صورتیں جو بیان ہوئی ہیں دنیا میں ان کو عام موتی کی طرح غسل و کفن دیا جائیگا اور دنیا میں اُن پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے البتہ آخرت میں ان کو شہید کا اجر و ثواب ملے گا۔ واضح رہے کہ یہ اجر و ثواب ان کے لئے اس وقت ہے جبکہ ایمان کامل، عمل صالح اور اخلاص ہو اور بیماری وغیرہ کی سختیوں میں جزع فزع سے خالی ہو کر صبر کیا ہو۔ اسی طرح اُن کے شہید ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو شہید کامل جیسا اجر و ثواب ملے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے اجر و ثواب کی جنس (قسم) شہید کامل کی ہوگی اگرچہ دونوں ثوابوں کی مقدار اور حیثیت میں کافی تفاوت ہو۔

بعون اللہ تعالیٰ آج بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء کو دوسرا حصہ نماز کے مسائل پر ختم ہوا، تیسرا حصہ زکوٰۃ کے بیان سے شروع ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

فقیہ العصر حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۳۹ نشری تقاریر اور علمی مقالات کا ضخیم مجموعہ

مقالاتِ زواریہ

ترتیب: سید فضل الرحمٰن

قیمت: ۲۵۰ روپے

صفحات: ۵۶۸

طلبا، علما، مقررین اور واعظین کے لئے ایک بیش بہا تحفہ
عوام و خواص کے لئے یکساں مفید

ابواب

۱۔ قرآنی تعلیمات ۲۔ ایمان و دعوت اسلام ۳۔ احکام دین
۴۔ تجارت و معیشت ۵۔ اخلاق و حقوق ۶۔ تصوف و سلوک ۷۔ سیرت و سوانح

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی-۷۴۶۰۰ فون: ۶۶۸۴۷۹۰
www.zawwaracademy.org